مجموعہ خطوط
مکتوباتِ قدوسیہ رحمۃ اللہ علیہ
قطب عالم حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہی قدس سرہ
ترجمہ و شرح
مولانا الحاج (کپتان) واحد بخش سیال چشتی صابری
www.maktabah.org
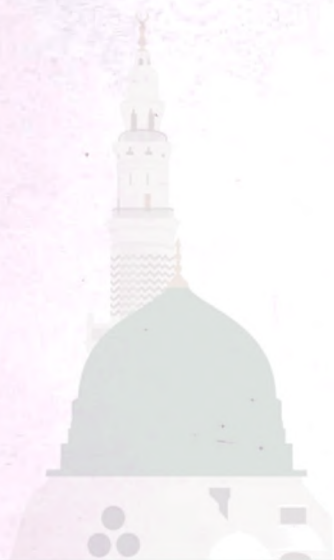
# غزل

من نمی گویم انا الحق یار می گوید بگو
چوں نہ گویم چوں مرا دلدار می گوید بگو

آنچہ نتواں گفت اندر صومعہ با زاہداں
بے تحاشا بر سر بازار می گوید بگو۔

بندۂ قدوس گنگوہی خدارا خود شناس
ایں ندا از غیب با اصرار می گوید بگو

از صدِ سخنِ پیرم یک نکته مرا یاد است
عالم نشود ویراں تا میکدہ آباد است

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

# مکتوباتِ قدوسیہ رحمۃ اللہ علیہ

مجموعہ خطوط

قطبِ عالم حضرت شیخ عبد القدوس گنگوہی قدس سرہ

ترجمہ و شرح

مولانا الحاج

کپتان واحد بخش سیال

چشتی صابری

الفیصل ناشران و تاجرانِ کتب

اردو بازار لاہور

# فہرست مضامین

سرخطِ مجموعۂ امید و بیم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

والصلوٰۃ والسلام علی سید الانبیاء والاولیاء والاصفیاءؑ

حضرت محمدن المصطفیٰ والمجتبیٰ والمرتضیٰؐ

## سلسلۂ نسب

ساقیٔ خمخانۂ اسرار، بہ بادۂ توحید سرشار، طائرِ اقلیم الوہیت، سائرِ میدانِ ہویت، قطب العالم والعالمیان حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہی قدس سرہٗ نسباً حضرت امام اعظم امام ابوحنیفہ کوفی علیہ الرحمہ کی اولاد میں اور یہ جو ہر مکتوب میں حضرت اقدس نے اپنے اسم گرامی کے ساتھ لفظ "الحنفی" تحریر فرمایا ہے اس سے مُراد یہی نسبت جدی ہے۔ آپ کے والد ماجد کا اسم گرامی شیخ اسماعیلؒ اور جد امجد کا اسم گرامی حضرت شیخ صفی الدینؒ تھا۔ حضرت شیخ صفی الدینؒ کے علم و فضل کا اندازہ اس بات سے ہو سکتا ہے کہ آپ اپنے زمانے میں ابوحنیفہ ثانی کے لقب سے ملقب تھے اور غوثِ وقت حضرت شیخ اشرف جہانگیر سمنانی قدس سرہٗ کے خلیفہ تھے جن کا سلسلہ دو واسطوں سے سلطان المشائخ محبوب الٰہی حضرت

خواجہ نظام الدین اولیاء قدس سرہٗ تک جاملتا ہے۔ مراۃ الاسرار کے مطابق حضرت شیخ صفی الدینؒ کے مرید ہونے کا واقعہ یہ ہے:

"ایک رات آپ کو حضرت خواجہ خضرؑ کی خواب میں زیارت ہوئی۔ انھوں نے آپ کی لکھی ہوئی کتابوں کو دیکھ کر کہا کہ مجھے معلوم ہے کہ آپ نے بہت اوراق سیاہ کیے ہیں اب ان کو سفید کرنے اور صحیفۂ دل کو روشن کرنے کا وقت آگیا ہے۔ جب آپ کے دل میں بیعت کا جوش ہوا تو حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا کہ میں آپ کو بشارت دیتا ہوں کہ عنقریب ردولی میں ایک ایسا جوانمرد آنے والا ہے جس کے انوار ولایت اور آثارِ ہدایت سے جہاں لبریز ہے۔ چنانچہ چند روز کے اندر حضرت میر سید اشرف جہانگیر سمنانی قدس سرہٗ قصبۂ ردولی میں تشریف لائے۔ جب حضرت شیخ صفی الدین ان کی خدمت میں حاضر ہوئے تو فرمایا:

"برادرم شیخ صفی الدین صفا آوردہی"

نیز فرمایا:

"جب حق تعالےٰ اپنے کسی بندہ کو قرب کی نعمت سے نوازنا چاہتا ہے تو خضر علیہ السلام کے ذریعے اس کی ہدایت فرماتا ہے"

یہ کلمات سنتے ہی آپ کے دل میں اعتقاد راسخ ہوگیا اور بیعت کی درخواست کی۔ بیعت کے وقت حضرت شیخ کے منہ میں مصری کا ٹکڑا دے کر فرمایا کہ حصول نور انوار مبارک ہو، میں نے خدا تعالےٰ سے درخواست کی ہے تمھارے خاندان سے علم نہ جائے۔

حضرت شیخ نے تھوڑا عرصہ ریاضت کراکر خلافت عطا فرمائی۔ اس وقت آپ کے بیٹے شیخ اسماعیل کی عمر چالیس روز تھی۔ آپ نے اپنے بیٹے کو لاکر حضرت

شیخ کے قدموں میں ڈال دیا۔ حضرت شیخ نے فرمایا کہ میں نے اس کو بھی قبول کیا، یہ ہمارا مرید ہے۔ حضرت شیخ صفی الدینؒ کو ردولی میں مسند امامت پر بٹھا کر آپ اودھ چلے گئے۔ حضرت شیخ صفی الدین نے سالہا سال ردولی میں خلق خدا کی ہدایت میں بسر کر کے انتقال فرمایا اور اپنے بیٹے حضرت شیخ اسماعیلؒ کو خلافت دے کر اپنی مسند پر بٹھایا۔ آپ کا مزار مبارک ردولی میں ہے۔"

## سلسلۂ روحانی

مراۃ الاسرار[1] میں یہ بھی لکھا ہے:

"جب حضرت شیخ احمد عبدالحق ردولوی قدس سرہٗ بعد از مسافرت

---

[1]: یہ کتاب شیخ عبدالرحمٰنؒ کی تصنیف ہے جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانۂ مبارک سے لے کر شاہجہان کے وقت یعنی گیارہ سو سال کی مکمل تاریخ تصوف ہے اور تمام سلاسل روحانیہ اور ان کی بے شمار شاخوں کے حالات، مشائخ عظام کی سوانح، منقولات و ملفوظات کا مجموعہ ہے۔ یہ کتاب اس قدر مستند ہے کہ بعد میں آنے والے تمام مشائخ اور سوانح نگاروں نے اس کے حوالہ جات دیئے ہیں۔ لیکن شومیٔ قسمت سے اب تک یہ کتاب غیر مطبوعہ بعض کتب خانوں میں خال خال نظر آتی ہے۔ حضرت شاہ شہید اللہ فریدیؒ کے خلیفۂ برحق حضرت شاہ سراج علی مدظلہٗ نے اس کتاب کا لندن جا کر کھوج لگایا اور وہاں کی میوزیم لائبریری میں ایک مستند قلمی نسخہ تلاش کر لیا۔ اور مائیکروفلم کے ذریعے اس کی نقل حاصل کر کے کراچی میں اسے انلارج (ENLARGE) کرایا۔ اس کے بعد اس راقم الحروف نے عرصہ سات سال میں اس کا اردو ترجمہ کیا ہے۔

(بقیہ اگلے صفحہ پر)

ظاہری و باطنی ردولی تشریف لائے تو حضرت شاہ عبدالقدوس گنگوہی کے والد ماجد حضرت شیخ اسماعیل آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ نے فرمایا کہ شیخ صفی الدین حنفیؒ کی تربیت تمہارے لیے کافی ہے لیکن تمہارے ہاں ایک فرزند پیدا ہوگا جو سعید ازلی ہے اور ہماری نعمت اس کو ملے گی۔ حضرت شاہ عبدالقدوسؒ کی ولادت حضرت شیخ احمد عبدالحق قدس سرہٗ کے وصال کے بعد ہوئی۔ جب آپ بن تمیز کو پہنچے تو اس وقت حضرت شیخ کے پوتے شیخ محمدؒ بن شیخ عارف بن شیخ احمد عبدالحقؒ مسند خلافت پر متمکن تھے جو آپ کے ہم عمر تھے ان سے بیعت تو ہو گئے لیکن آپ کا اعتقاد ان پر نہیں جم رہا تھا اور آپ کی طبیعت تمام تر حضرت شیخ احمد عبدالحق قدس سرہٗ سے وابستہ ہو چکی تھی اس لیے آپ نے حضرت شیخ کے مزار پر جاروبی اختیار کر لی۔

ایک دن کتاب کافیہ ہاتھ میں لیے حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہی حضرت شیخ کے مزار پر حاضر ہوئے تو مزار مبارک سے حق، حق، حق کی آواز آئی۔ یہ آواز سن کر آپ بے خود اور مدہوش ہو گئے اور اسی بے خودی کے عالم میں آپ کو نعمتِ ازلی و ابدی مل گئی۔ اس وقت آپ کو حضرت شیخ کی

---

ا؎ حق تعالیٰ کی نوازش سے یہ کتاب طباعت کے بعد منظر عام پر آچکی ہے۔

یہ کتاب تقریباً ایک ہزار صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کے مصنف حضرت شیخ عبدالرحمٰن کا تعلق سلسلہ عالیہ چشتیہ صابریہ سے ہے اور نظام باطنی کے تحت سلاطین مغلیہ کے معاملات آپ کے سپرد تھے۔ آپ نے جہانگیر، شاہجہان اور اورنگ زیب تینوں شہنشاہوں کا زمانہ پایا اور اکثر اوقات ان سے ملاقی بھی ہوئے۔

(مترجم)

روحانیت سے یہ فرمان بھی ملا کہ آیندہ اپنے تختۂ دل کو العلم حجاب الاکبر (علم سب سے بڑا حجاب ہے) کے مطالعہ سے سیاہ مت کرو۔ اور اصلی کام میں مشغول ہو جاؤ۔ پس اس روز سے آپ نے مطالعۂ کتب ترک کر دیا اور کمال ہمت سے حضرت شیخ احمد عبد الحق قدس سرہٗ کی باطنی تربیت سے فیض یاب ہونے لگے۔ جب کبھی رات کے وقت آپ پر نیند کا غلبہ ہوتا تو حضرت شیخ کی روحانیت آپ کو بیدار کر دیتی تھی اور حکم ہوتا تھا کہ اٹھو! اور نماز تہجد ادا کرو۔ جب آپ ماں باپ کے گھر جاتے یا کسی اور کام میں مشغول ہوتے تو فوراً حق، حق، حق کی آواز آپ کے کان میں آنا شروع ہو جاتی تھی جس سے آپ متنبہ ہو کر آستانہ پر واپس آتے اور شغل باطن میں مشغول ہو جاتے تھے۔

حضرت شیخ احمد عبد الحقؒ خلیفہ تھے حضرت جلال الدین کبیر پانی پتی کے۔ آپ حضرت شاہ شمس الدین ترک پانی پتی کے، آپ مخدوم علاؤ الدین علی احمد صابرؒ کے اور آپ حضرت بابا فرید الدین گنج شکر قدس سرہٗ۔"

## ریاضات و مجاہدہ

حضرت شیخ کے صاحبزادے اور خلیفہ حضرت شاہ رکن الدینؒ لطائف قدوسی میں لکھتے ہیں:

"حضرت قطب العالم ریاضت و مجاہدہ بہت کرتے تھے حتّٰی کہ پورا چلہ بغیر پانی اور طعام کے گذار دیتے تھے۔ کچھ عرصہ بعد آپ کے قلب میں اس درجہ حرارت پیدا ہوئی کہ خون جاری ہو گیا اور آپ کے سانس سے بھنے ہوئے گوشت اور بعض اوقات عود اور عطر کی خوشبو آتی تھی یہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی حالت کا پرتو تھا۔

کسی نے خوب کہا ہے ؎

تا نسوزی بر نیاید بوئے عود

(جب تک دل کو نہیں جلائے گا۔ عود کی خوشبو نہیں آ سکتی)

اس آتش باطنی کا اس قدر غلبہ ہوا کہ سر کی چوٹی سے دھواں نکلتا تھا۔ جب آپ کے مرشد حضرت شیخ محمد علیہ الرحمہ کو یہ حال معلوم ہوا تو آپ نے بعض محرم راز احباب سے کہا کہ آپ کے سر پر علی الصبح ٹھنڈا پانی ڈالا جائے، حالانکہ موسم سخت سرد تھا اور باہر پانی جم جاتا تھا۔ جب پانی سر پر گرتا تھا تو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ جیسے گرم توے پر پانی ڈالا جارہا ہے۔ جب بہت زیادہ پانی ڈالا جاتا تھا تو اس سے ذرا ٹھنڈک محسوس ہوتی تھی۔

آپ خلق خدا سے ہمیشہ الگ رہتے تھے یہاں تک کہ آباؤ اجداد کے ملک کو بھی دل سے نکال دیا تھا۔ آپ فقر و فاقہ پر قناعت کرتے تھے اور ہر وقت شغل حق میں مشغول اور مستغرق رہتے تھے۔ آپ ہمیشہ اپنے مرشد کا پانی بھرتے ایندھن جمع کرتے۔ جھاڑو دیتے اور گھر کا تمام کام خادموں کی طرح کرتے تھے۔ جمعہ کے روز آپ مرشد کے کپڑے دھویا کرتے تھے۔ آپ گدڑی پہنا کرتے تھے۔ جہاں کوئی کپڑے کا ٹکڑا پڑا ملتا تھا آپ اسے دھو کر گدڑی پر پیوند لگا لیتے تھے اور بوسیدہ کپڑے نکال کر پھینک دیتے تھے۔ آپ کی گدڑی آج تک محفوظ ہے۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ حاجی شیخ خواجگی سدہوری نے آپ سے فرمایا کہ بعض سالکین پر گدڑی پہننے سے نفسانیت کا غلبہ ہو جاتا ہے، اس کی علامت یہ ہے کہ اگر کوئی شخص ان کو اس سے منع کرے تو ان کو غصہ لگتا ہے۔ یہ سن کر حضرت اقدس نے باقاعدہ کپڑے پہننے کا ارادہ کیا۔ اور احباب نے بھی

جلدی سے نیا کپڑا لا دیا لیکن جب زیب تن کیا تو مزہ نہ آیا اور اتار کر اپنی گدڑی پہن لی۔

غرضیکہ آپ اس قدر ریاضت اور مجاہدہ کرتے تھے کہ نہ قلم لکھ سکتا ہے اور نہ کوئی کان سننے کی طاقت رکھتا ہے۔ آپ کے حجرۂ مبارک میں اکثر سانپ رہتے تھے، لیکن آپ کو کوئی گزند نہیں پہنچاتے تھے۔ آپ کا تقویٰ اس قدر بڑھا ہوا تھا کہ بازار سے قصابوں کا تیار کیا ہوا گوشت نہیں کھاتے تھے۔ اور نہ ہی کسی کنوئیں کے پانی سے وضو یا غسل کرتے تھے، بلکہ شہر سے باہر دور جا کر بڑے حوض پر وضو اور غسل کیا کرتے تھے۔ آپ ہر رات چار سو رکعت اور ہر روز چار سو نفل نماز ادا کرتے تھے۔ یہ فرائض اور سنت مؤکدہ کے علاوہ تھا۔ اس لیے آپ کے زانو مبارک کے قریب سے کپڑا جلدی پھٹ جاتا تھا۔ سخت سردی کے موسم میں آپ کے پاؤں اور پنڈلیاں خشکی سے پھٹ جاتی تھیں لیکن آپ وضو باقاعدگی سے کیا کرتے تھے اور درد کی تکلیف برداشت کیے جاتے تھے۔ اسی طرح ساری رات عبادت میں گذار دیتے تھے۔ بعض مخلص دوست آپ کے پیچھے آگ کی انگیٹھی رکھ دیتے تھے لیکن آپ کو عبادت کے ذوق و شوق اور جوش و خروش میں نہ گرمی کا پتہ چلتا تھا نہ سردی کا۔ نماز نفل میں آپ کی عادت تھی کہ فاتحہ اور سورت پڑھنے کے بعد آپ شغل باطن میں مشغول ہو جاتے تھے اور ایک سانس میں دس بارہ دفعہ ذکر خفی کر لیتے تھے اور اس طرح کے دس بارہ دم حبس کر لیتے تھے۔ اور ہر حبس دم میں دس بارہ بار ذکر خفی کر لیتے تھے۔ اسی طرح قومہ اور سجدہ میں بعد تسبیح حبس دم کے ساتھ ذکر خفی کرتے تھے۔ یہی حالت جلسہ اور دوسرے سجدہ کی تھی اور یہ طریق بعینہٖ صلوٰۃ التسبیح کی طرح ہے جو رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے

منقول ہے۔ اس طرح ساری رات چند دوگانوں میں ختم ہو جاتی تھی۔ آپ ذکر جہری بھی بہت کرتے تھے۔ جب ذکر جہری کی باری آتی تو عشار کی نماز کے بعد ذکر جہری شروع کر کے صبح صادق تک اس میں مشغول رہتے تھے۔ اسی طرح سالہا سال آپ نے گذار دیئے جیسا کہ حضرت شیخ احمد عبدالحق کی خاص مشغولی مراقبۂ فنا و توحید اور شغل ہوا تھا حضرت شاہ عبدالقدوس قدس سرہٗ بھی کئی سال ان مراقبات میں مشغول رہے۔ اس مراقبہ میں آپ کے استغراق کا یہ حال تھا قیام کی حالت میں ایک ایک دو دو پہر مستغرق کھڑے رہتے تھے اور سر مبارک جھک کر رکوع کی حالت میں چلا جاتا تھا جب قدرے ہوش آتا تو پھر کھڑے ہو جاتے تھے۔ جب آپ باہر جاتے تو لوگ آگے سے ہٹ جاتے تھے کہ مبادا آپ کے منہ سے کوئی کلمہ نکل جائے اور وہ تباہ ہو جائیں۔ کسی سال آپ پر یہی حالت طاری رہی۔"

## صلوٰۃ معکوس

آپ نے سالہا سال خواجگانِ چشت کی متابعت میں نمازِ معکوس ادا کی۔ چنانچہ نمازِ عشا کے بعد آپ کسی کو کہہ کر الٹے لٹک جاتے تھے اور صبح کے وقت اتر آتے تھے۔ آپ فرماتے ہیں کہ ایک رات میں نمازِ معکوس میں تھا کہ سلطان الاذکار کا غلبہ ہو گیا

## سلطان الاذکار

سلطان الاذکار[۱] کے غلبے سے میرا ظاہری وجود گم ہو گیا، سخت محویت طاری ہو گئی۔ اور

---

[۱] سلطان الاذکار ذکر اللہ کی اس کیفیت کو کہتے ہیں جب تمام لطائف ستہ پر (بقیہ اگلے صفحہ پر)

لاشعوری کی کیفیت طاری ہوگئی۔ کچھ دیر کے بعد اپنی ذات کا شعور بھی جاتا رہا اور عالم فنا الفنا حاصل ہوگیا۔ جس سے عالم بقا طاری ہوا۔ اس کے بعد جب افاقہ ہوا تو غیب سے ایک مرد ظاہر ہوا۔ اس نے کہا، مبارکباد، اس وقت تم واصل حق تھے۔ یہ کہہ کر وہ غیب ہوگیا۔ شروع حال میں حضرت شیخ پر سلطان الاذکار کا اس قدر غلبہ ہوتا تھا کہ آپ کہتے تھے کہ مجھے ڈر تھا کہ کہیں عقل نہ رہ جائے اور جنوں کی حالت نہ ہو جائے۔ تھوڑی دیر کے بعد سلطان الاذکار کی کیفیت پیدا ہوتی تھی اور محو و بے خود بنا دیتی تھی اور فرصت نہیں ملتی تھی۔ یاد رہے کہ سلطان الاذکار ایک غیبی وارد اور حالت مخصوص ہے۔ اور یہ حضرت قطب عالم کا خاصہ تھا۔

سلطان الذکر میں اس قدر عظیم غلبہ اور شدید ہیبت ہے کہ جسم کی کثافت کو تاخت و تاراج کر ڈالتی ہے یہ ایک زبردست حملہ کی صورت میں رونما ہوتا ہے جس کا نمونہ اذا زلزلت الارض زلزالها واخرجت الارض اثقالها وقال الانسان مالها۔ (جب زمین میں زبردست زلزلہ آئے گا اور وہ اپنا بوجھ نکال کر پھینک دے گی اور انسان کہے گا یہ کیا ہے!) ہے۔ اس سورت کے معنی ہمارے مشائخ کے ہاں سینہ بسینہ بیان کئے ہیں[1]

---

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

یکبارگی کیفیت طاری ہو جاتی ہے۔ یاد رہے کہ ایک لطیفہ پر جب کیفیت کا ورود ہو تو سالک محو و بے خود ہو جاتا ہے لیکن چھ لطائف پر بیک وقت کیفیات اور انوار و تجلیات کا ورود ہو تو آپ قیاس کر سکتے ہیں کہ سالک کی کیا حالت ہو گی۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ سارے جسم میں کوئی زلزلہ آگیا ہے۔ طوفان زور مار رہا ہے، بجلی چمک رہی ہے، شور ہے غل ہے، ہیجان ہے بے قراری ہے اور محویت، استغراق اور بے خودی کا دور دورہ بھی ہے۔ [1]: —————— (اگلے صفحہ پر)

حضرت شیخ رکن الدینؒ لطائف قدوس میں فرماتے ہیں کہ ابتدا کے حال میں جب حضرت شیخ پر وجد طاری ہوتا تھا تو آپ کوہ و بیاباں کا رخ کرتے تھے اور مریدین و معتقدین آپ کے پیچھے پیچھے جاتے تھے لیکن کمال ہیبت سے کسی کو بات کرنے کی جرأت نہ ہوتی تھی۔
جب ردولی کا داروغہ قاضی محمود تھانیسری حضرت شیخ کی زیارت کے لیے آتا تو آپ بھاگ کر ویرانے میں چلے جاتے تھے۔ اس وجہ سے کہ آپ کو اہل دنیا سے سخت احتراز تھا۔ اور ان کے ساتھ میل جول رکھنا زہر قاتل سمجھتے تھے[1] آپ فرمایا کرتے تھے کہ

---

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ)

ٰ ؛ اس کی تفصیل کتاب اقتباس الانوار (مصنفہ حضرت شیخ محمد اکرمؒ) میں حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہی کے حالات کے تحت بیان کی گئی ہے۔ شائقین علم روحانیت و منازل سلوک وہاں مشاہدہ کر سکتے ہیں۔ اس کتاب کا ترجمہ اردو بھی اس احقر راقم الحروف نے کیا ہے اور اب طباعت کے لیے تیاری ہو رہی ہے۔ اس کتاب میں نکات تصوف و سیر سلوک بکثرت بیان کیے ہیں۔ حضرت خواجہ غلام فریدؒ نے اس کتاب کو "بادشاہ کتاب" کے نام سے موسوم کیا ہے۔ ہر وقت آپ کے مطالعہ میں رہتی تھی۔

(حاشیہ صفحہ ہذا)

[1] ؛ رسول اکرم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی ایک حدیث میں فرمایا ہے کہ مردوں کی صحبت سے اجتناب کرو۔ جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پوچھا کہ حضور! مردوں کی صحبت سے کیا مراد ہے؟ تو آپ نے فرمایا کہ دنیا داروں کی صحبت۔ کیونکہ ان کے دل مردہ ہوتے ہیں۔

سعدیؒ نے کیا خوب کہا ہے ؎

صحبت صالح ترا صالح کند
صحبت طالح ترا طالح کند

مجھے ان لوگوں سے بدبو آتی ہے اس لیے بھاگ جاتا ہوں۔[1]

ایک دفعہ آپ بیابان میں تھے کہ بے خودی اور محویت طاری ہوگئی اور ایک عرصہ تک آپ نے زندگی بغیر آب و طعام بسر کی۔

صاحب مراۃ الاسرار لکھتے ہیں:

"ایک دفعہ کسی تقریب پر آپ والدین کے ہاں گئے ہوئے تھے اور تین چار دن وہاں قیام فرمایا۔ رات کو حضرت شیخ احمد عبدالحق ردولوی قدس سرہٗ کی روحانیت نے خبردار کیا کہ ہم نے تمہارا گھر جلا دیا ہے پھر بھی اسے نہیں چھوڑتے۔ تم فوراً بھیکن درزی کے گھر چلے جاؤ۔ جب آپ بیدار ہوئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ گھر کو آگ لگی ہوئی ہے آپ اسے جلتا ہوا چھوڑ کر بھیکن کے گھر چلے گئے اور ایک حجرہ میں مشغول ہو گئے۔ جب آگ بجھ گئی تو لوگوں نے آپ کو تلاش کرنا شروع کیا اور بھیکن درزی کے گھر میں مراقب پایا۔ بھیکن درزی بھی اس کو پتہ کا محرم راز تھا۔"

مراۃ الاسرار میں یہ بھی لکھا ہے:

"آپ اکثر صوم وصال[2] رکھتے تھے، اور ایسے عبادات اور ریاضات شاقہ کرتے تھے کہ بیان سے باہر ہے۔ جس طرح حضرت شیخ احمد عبدالحقؒ نے چھ ماہ

---

[1] بدبو اس لیے کہ قلوب کی گندگی کی وجہ سے ہم نشینی پر بھی اس کے اثرات مرتب ہوتے ہیں اور ایک گونا تعفن بھی محسوس ہوتا ہے۔

[2] صوم وصال یہ ہوتا ہے کہ کئی دن بغیر سحری و افطار مسلسل روزے رکھے جائیں۔ یہ رسول اکرم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا خاصہ تھا۔ کشف المحجوب میں لکھا ہے کہ حضرت ابراہیم بن ادھمؒ رمضان کا چاند دیکھ کر سحری کرتے تھے اور دن کے وقت گرمی میں گندم کا فصل مزدوری پر کاٹتے تھے اور جو کچھ وصول ہوتا احباب کو کھلاتے تھے۔

قبر میں بے آب و طعام گذارے تھے اسی طرح آپ نے بھی چھ ماہ ایک کھوکھلے املی کے درخت کے سوراخ میں بیٹھ کر گذار دیئے۔ وہ درخت اب تک قصبہ ردولی کے جنوب میں موجود ہے۔"

## پابندی شریعت کا غیبی حکم

لطائف قدوسی میں لکھا ہے:

"حضرت قطب عالم نے فرمایا ہے کہ میں نے ابتدائے حال میں ایک رات خواب میں دیکھا کہ حضرت جبرئیل علیہ السلام ایک کتاب لائے اور میرے سامنے رکھ دی۔ اس وقت میرے دل میں خیال آیا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد یہ کیسے جائز ہو سکتا ہے کہ جبرئیل کسی شخص پر نازل ہوں ممکن ہے یہ شیطان کا دھوکہ ہو۔ اسی وقت کیا دیکھتا ہوں کہ رسول اکرم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے ہیں اور جبرئیل علیہ السلام سے گفتگو فرما رہے ہیں۔ اور مجھے بتایا گیا کہ شیطان کی کیا مجال ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے ہمکلام ہو سکے۔ تھوڑی دیر کے بعد آنحضرتؐ اور جبرئیل علیہ السلام روانہ ہو گئے۔ میں نے آنحضرتؐ کا دامن پکڑ کر عرض کیا کہ جبرئیلؑ نے مجھے کتاب دی ہے، کیا کروں۔ فرمایا کہ یہ کتاب میری اتباع ہے اسے قائم کرو۔ چنانچہ اس کا ثمرہ حضرت شیخ پر اس طرح ظاہر ہوا کہ آپ شریعت حقہ کے حد درجہ پابند تھے اور احکام شرع سے ذرا بھر تجاوز جائز نہیں سمجھتے تھے نہ اپنے لیے نہ کسی اور کے لیے۔ جو شخص احکام سے ذرا بھر تجاوز کرتا، آپ اس سے اجتناب کرتے تھے اور اپنے پاس نہیں پھٹکنے دیتے تھے۔"

## قوالی میں مردہ اور پھر زندہ ہونا

ایک دفعہ آپ قوالی سن رہے تھے کہ یکایک آپ پر محویت طاری ہوگئی اور تشبیہ[1] پر تنزیہہ[2] کا غلبہ ہوگیا اور آپ بے جان ہو گئے۔ یہ دیکھ کر قوال ڈر کے مارے بھاگنے لگے تو ایک بزرگ نے جو حاضر مجلس تھے فرمایا کہ سوختۂ آتش کا آتش سے علاج کرو۔ چنانچہ قوالوں کو بلا کر پھر قوالی شروع کرائی اور کافی دیر بعد آپ دوبارہ زندہ ہو گئے۔

قوالی میں اکثر آپ پر یہی حال طاری ہو جاتا تھا اور جب قریب بمرگ ہوئے تو کسی اور کام کی طرف توجہ کر کے اپنے حال پر واپس آئے تھے۔

حضرت شیخ فرماتے ہیں کہ میں نے مصمم ارادہ کر لیا تھا کہ دنیا ترک کر کے بقیہ عمر پہاڑ میں گذار دوں، لیکن مشائخ وقت نے خرقہ ہائے خلافت دے کر حکم دیا کہ دنیا میں رہو اور ہدایت خلق کا کام انجام دو۔ بالخصوص حضرت شیخ احمد عبدالحق، حضرت سلطان المشائخ خواجہ نظام الدین، حضرت شیخ فریدالدین گنجشکرؒ اور دیگر مشائخ کی روحانیت نے آکر ترغیب دی کہ یہ فقیر سجادۂ مشائخ پر بیٹھ کر ہدایتِ خلق کا کام کرے۔ نیز رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روحانیت نے بھی عالم معاملہ میں فرمایا کہ سجادۂ پیران پر بیٹھ کر لوگوں کو بیعت کرو۔ چنانچہ تعمیل حکم میں سجادۂ پر بیٹھ کر بیعت اور رشد و ہدایت کا کام شروع کیا۔

---

[1]: تشبیہ سے مراد عالم ناسوت اور مقام دوئی و کثرت ہے۔

[2]: تنزیہہ سے مراد مرتبۂ لاتعین اور احدیت ہے یعنے مقام فنا فی اللہ جہاں ذاتِ حق کے سوا ہر چیز فنا ہے۔ یہ دونوں حالتیں سالکین کاملین پر بدلتی رہتی ہیں۔ تنزیہہ کو مرتبۂ عروج اور تشبیہ کو نزول کے نام سے بھی موسوم کیا جاتا ہے۔ تنزیہہ میں محویت و استغراق ہے اور تشبیہ میں صحو و ہوشیاری۔

(سیال)

## ردولی سے شاہ آباد اور پھر گنگوہ میں سکونت

مراۃ الاسرار میں لکھا ہے :

"حضرت شیخ احمد عبدالحق قدس سرہٗ کی روحانیت سے آپ کو حکم ملا کہ تمھارے لیے شمالی ہند کی ولایت مخصوص کی گئی ہے چنانچہ ۸۹۶ھ یعنی سلطان سکندر بن بہلول لودھی کے ابتدائے حکومت کے دوران میں آپ نے ردولی سے روانہ ہو کر شاہ آباد میں سکونت اختیار کی قصبہ شاہ آباد دہلی کے لواح میں واقع ہے۔ آپ عرصہ تیس سال تک شاہ آباد میں مسند خلافت پر متمکن ہو کر ہدایت خلق کا فریضہ انجام دیتے رہے لیکن جب ۹۳۲ھ میں سلطان ظہیرالدین بابر نے سلطان ابراہیم بن سکندر لودھی کو پانی پت کے میدان میں شکست دے کر قتل کر دیا۔ اور سارا برصغیر اس کے تصرف میں آگیا تو اس وقت قصبہ شاہ آباد کثرت افواج و جنگ و جدال کی وجہ سے تباہ ہو چکا تھا۔ اس وقت حضرت قطب عالم وہاں سے نقل مکانی کر کے قصبہ گنگوہ میں مقیم ہوئے اور ایک جہان آپ سے فیض یاب ہوا"

## آپ کے تصرف سے جوگی اور سات سو چیلوں کا قبول اسلام

صاحب اقتباس الانوار لکھتے ہیں :

"جس مقام پر حضرت اقدس کا اب مزار ہے وہاں ایک جوگی رہتا تھا۔ جب آپ شاہ آباد سے گنگوہ تشریف لائے تو ایک دن اس طرف تشریف لے گئے جہاں جوگی رہتا تھا چونکہ وہ جگہ دلکش اور پسندیدہ تھی۔ آپ اندر چلے گئے۔ جہاں گورو کے تقریباً سات سو چیلے بیٹھے تھے۔ آپ نے پوچھا کہ

تمہارا گورو کہاں ہے۔ انھوں نے جواب دیا کہ ایک سال ہوا وہ جہاں ہم بیٹھے ہیں اس سے نیچے ایک حجرہ میں حبس دم[1] کر رہا ہے اور حجرہ کا دروازہ اینٹوں سے چل دیا ہے۔ صرف ایک چھوٹا سا سوراخ چھوڑا ہے جہاں سے ہم جھانک کر اس کا درشن کر لیتے ہیں۔

حضرت اقدس نے اس سوراخ کے پاس جا کر دیکھا کہ جوگی اپنے فکر میں غرق ہے۔ آپ نے مراقبۂ ذات احدیت کیا اور لطیف ہو کر اس سوراخ سے جوگی کے گوپھے میں داخل ہو گئے۔ جوگی نے کہا: تم کون ہو؟ اور کس طرح اندر داخل ہوئے ہو؟ آپ نے فرمایا: میں بندۂ خدا ہوں اور اللہ تعالیٰ کی قدرت سے یہاں پہنچا ہوں۔ جوگی جان گیا کہ کوئی مرد صاحب کمال ہے۔ اس کے بعد حضرت اقدس نے پوچھا کہ تم نے کہاں تک رسائی حاصل کر لی ہے۔ اس نے کہا کہ اگر چاہوں تو فوراً پانی بن سکتا ہوں یہ کہہ کر وہ پانی بن گیا۔ حضرت شیخ نے اس پانی میں رومال تر کر کے رکھ لیا۔ اس کے بعد وہ پہلے کی طرح آدمی بن کر بیٹھ گیا۔ آپ نے فرمایا: اب میں پانی بنتا ہوں۔ میں نے تیرے پانی سے رومال تر کر کے رکھ دیا ہے۔ تم بھی میرے پانی سے رومال تر کر کے رکھ دینا تاکہ خدا کی قدرت تجھ پر ظاہر ہو جائے۔ یہ کہہ کر آپ پانی بن گئے اور جوگی نے رومال تر کر کے رکھ دیا۔ جب آپ دوبارہ اپنی صورت میں آئے تو جوگی سے کہا کہ اب دونوں رومال سونگھو۔ جب جوگی نے اپنے پانی والا رومال سونگھا تو اس سے سخت بدبو محسوس ہوئی لیکن جب حضرت شیخ کے پانی والا رومال سونگھا تو اس سے ایسی خوشبو محسوس ہوئی کہ جیسے عطر یا عنبر ہے۔ جوگی نے یہ دیکھ کر کہا کہ میں بھی اپنے فن

---

[1] سانس بند کر کے ذکر الٰہی میں مشغول ہونا حبس دم کہلاتا ہے جوگی لوگ کئی کئی سال اس شغل میں گذار دیتے ہیں۔

میں کمال رکھتا ہوں اور آپ بھی صاحب کمال ہیں۔ پھر یہ فرق کیوں ہے؟ آپ نے فرمایا: یہ فرق اس وجہ سے ہے کہ ہم مسلمان ہیں اور تم مسلمان نہیں ہو۔ جوگی نے کہا کہ مجھے بھی اسلام سے روشناس کریں تاکہ میں بھی آپ کی طرح ہو جاؤں۔ چنانچہ حضرت اقدس نے اسے اسلام سے روشناس کرایا، وہ مسلمان ہو گیا۔ اس کے بعد حضرت اقدس جوگی کو اسی سوراخ سے اپنے ہمراہ باہر لائے اور اس کے تمام چیلے بھی مشرف باسلام ہوئے اور سب نے حضرت اقدس سے بیعت کی۔ آپ نے اس جوگی کو تربیت دے کر تھوڑے عرصے میں مرتبۂ کمال پر پہنچا دیا اور ایک علاقے کی ولایت اس کے سپرد فرمائی نیز تمام چیلوں کی تربیت کا کام بھی اس کے سپرد کیا۔"

اگر حضرت شیخ کے کمالات مکمل جمع کیے جائیں تو ایک ضخیم کتاب وجود میں آ جائے گی۔ حضرت قطب العالمؒ کے کمالات کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی قدس سرہٗ کو پہلی خلافت سلسلہ عالیہ چشتیہ میں اپنے والد ماجد حضرت شیخ عبدالاحد سے ملی جو حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہیؒ کے مرید اور ان کے فرزند ارجمند شیخ رکن الدین کے خلیفہ تھے۔

## حضرت شیخ کی جامعیت

قطب العالم حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہی کے انتہائی بلند مراتب کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ آپ کو سلسلہ عالیہ چشتیہ صابریہ کے علاوہ چشتیہ نظامیہ، سلسلہ عالیہ قادریہ نقشبندیہ، سہروردیہ وغیرہ میں بھی خرقہائے خلافت حاصل تھے۔ اس وجہ سے آپ کے بعد آنے والے مشائخ چشتیہ صابریہ میں یہ تمام نسبتیں موجود ہیں۔ ان سلاسل کی تفصیل حسب ذیل ہے:

## سلسلہ چشتیہ صابریہ

حضرت شیخ عبد القدوس گنگوہیؒ، حضرت شیخ محمد عارفؒ، حضرت شیخ احمد عارفؒ، حضرت شیخ احمد عبد الحق ردولویؒ، حضرت شیخ جلال الدینؒ کبیر الاولیاء پانی پتی، حضرت شاہ شمس الدینؒ ترک پانی پتی، حضرت مخدوم علاء الدین علی احمد صابرؒ، حضرت بابا فرید الدین گنجشکرؒ، حضرت خواجہ قطب الدین بختیار اوشی کاکیؒ، خواجہ خواجگان خواجہ بزرگ حضرت خواجہ معین الدین اجمیریؒ، حضرت خواجہ عثمان ہارونیؒ، حضرت حاجی سید شریف زندنیؒ، حضرت خواجہ قطب الدین مودود چشتیؒ، حضرت شاہ ابو یوسف چشتی، حضرت شاہ ابو محمد محترم چشتیؒ، حضرت خواجہ ابو اسحاق شامیؒ، حضرت خواجہ ممشاد علو دینوریؒ، حضرت خواجہ ابو ہبیرہ امین الدین بصریؒ، حضرت خواجہ خذیفہ مرعشیؒ، حضرت سلطان ابراہیم بن ادھمؒ، حضرت خواجہ جمال الدین فضیل ابن عیاضؒ، حضرت خواجہ عبد الواحد بن زیدؒ، حضرت خواجہ حسن بصریؒ، سیدنا و مولنا امیر المومنین حضرت علیؓ، اور حضرت سیدنا و مولانا، سید المرسلین، خاتم النبیین احمد مجتبےٰ محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم۔

## سلسلہ چشتیہ نظامیہ افلحیہ

حضرت شاہ عبد القدوس گنگوہیؒ، حضرت شیخ درویش بن محمد قاسم اودھیؒ، حضرت شیخ بعد اللہؒ، حضرت شیخ افلحؒ، حضرت شیخ صدر الدین طبیب دلہاؒ، حضرت سلطان المشائخ شیخ نظام الدین اولیاءؒ، حضرت بابا فرید الدین گنجشکر ... الی آخرہ

## سلسلہ نظامیہ گیسو درازیہ

حضرت شاہ عبد القدوس گنگوہیؒ، حضرت شیخ درویش بن محمد قاسم اودھیؒ، حضرت

میاں ابن حکیم اودھیؒ، حضرت سید صدرالدین اودھیؒ، حضرت خواجہ بندہ نواز سید محمد گیسو درازؒ، حضرت خواجہ نصیرالدین چراغ دہلیؒ، سلطان المشائخ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ، حضرت بابا فریدالدین گنجشکر..... الی الآخرہ۔

## سلسلہ نظامیہ قدوسیہ

حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہیؒ، حضرت شیخ درویش بن محمد قاسمؒ، حضرت سید بڈھن بھرائچیؒ، حضرت سید اجمل بھرائچیؒ، حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت، سید جلال الدین بخاریؒ، حضرت شیخ نصیرالدین چراغ دہلی قدس سرہٗ

## سلسلہ عالیہ کبرویہ

حضرت جلال الدین بخاری رحمۃ اللہ علیہ از حمیدالدین سمرقندیؒ، حضرت شمس الدین بن ابی محمد بن محمود بن ابراہیم ادھمؒ، حضرت شیخ عطایا خالدیؒ، حضرت شیخ احمد بابا کمال خجندیؒ، حضرت شیخ نجم الدین کبریٰؒ، حضرت عمار یا میسرؒ، حضرت ابوالنجیب سہروردیؒ، حضرت شیخ احمد غزالیؒ، حضرت ابوبکر نساجؒ، حضرت ابوالقاسم گرگانیؒ، حضرت خواجہ ابوعثمان مغربیؒ، حضرت ابوعلی کاتبؒ، حضرت شیخ علی اودباریؒ، سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی، حضرت شیخ سری سقطیؒ، حضرت شیخ معروف کرخیؒ، حضرت شیخ داؤد طائیؒ، حضرت خواجہ حبیب عجمیؒ، حضرت خواجہ حسن بصریؒ، امیر المومنین حضرت علیؓ، سیدنا و مولانا، سید المرسلین خاتم النبیین احمد مجتبےٰ محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم۔

## سلسلہ قادریہ قدوسیہ

حضرت شاہ عبدالقدوس گنگوہی، حضرت شیخ درویش بن محمد قاسم اودھیؒ، حضرت

سید بڈھن بھرائچیؒ، حضرت سید اجمل بھرائچیؒ، حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشتؒ، حضرت شیخ عبید بن عیسیٰؒ، حضرت شیخ عبید بن ابو القاسمؒ، حضرت شیخ ابوالمکارم فاضلؒ، حضرت شیخ قطب الدین ابو الغیثؒ، حضرت شیخ شمس الدین عبدالقادر جیلانیؒ ... الی آخرہ۔

## سلسلہ علیہ نقشبندیہ قدوسیہ

حضرت قطب عالم شیخ عبدالقدوس گنگوہی از شیخ درویش محمد بن قاسم اودھی از حضرت سید بڈھن بھرائچی از حضرت سید اجمل بھرائچی از مرشد خود خواجہ عبدالحق از خواجہ عبدالحق از خواجہ عبیداللہ احرار از مولانا یعقوب چرخی از خواجہ علاء الدین عطار از خواجہ بہاء الدین نقشبند از خواجہ سید امیر کلال از خواجہ محمد بابا سماسی از خواجہ عزیزان علی رامیتنی از خواجہ محمود انجیر فغنوی از خواجہ عارف ریوگری از خواجہ عبدالخالق غجدوانی از خواجہ یوسف ہمدانی از خواجہ ابو علی فارمدی از خواجہ امام ابوالقاسم قشیری از خواجہ ابو علی دقاق از خواجہ ابوالقاسم نصر آبادی از خواجہ ابو بکر شبلی از سید الطائفہ جنید بغدادی از شیخ سری سقطی، از شیخ معروف کرخی از شیخ داؤد طائی از خواجہ حبیب عجمی از خواجہ حسن بصری از امیر المومنین سیدنا علی کرم اللہ وجہہ از حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم۔

## سلسلہ سہروردیہ قدوسیہ

حضرت شاہ عبدالقدوس گنگوہیؒ، حضرت شیخ درویش بن محمد قاسمؒ، حضرت سید بڈھن بھرائچیؒ، حضرت سید اجمل بھرائچیؒ، حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشتؒ، حضرت شیخ رکن الدین ابوالفتحؒ، حضرت شیخ صدر الدینؒ، حضرت شیخ بہاء الدین زکریا ملتانیؒ، امام الطریقہ حضرت شیخ شہاب الدین سہروردیؒ، حضرت شیخ ضیاء الدین ابو النجیب سہروردیؒ

حضرت شیخ وجیہہ الدین عبد القاہر سہروردیؒ، حضرت شیخ ابو محمد بن عبد اللہؒ، حضرت شیخ احمد دینوریؒ، حضرت شیخ ممشاد علو دینوریؒ، حضرت جنید بغدادیؒ... الی آخرہٖ۔

## سلسلہ مداریہ قلندریہ

حضرت شاہ عبد القدوس گنگوہیؒ، حضرت شیخ درویش بن محمد قاسمؒ، حضرت سید بڈھن بہڑائچیؒ، حضرت سید اجمل بہڑائچیؒ، حضرت امام الطریقہ شیخ بدیع الدین شاہ مدارؒ، حضرت شاہ طیفور شامیؒ، حضرت شاہ عین الدین شامیؒ، حضرت شاہ یمین الدین شامیؒ، حضرت عبد اللہ علم بردارؒ حضرت امیر المؤمنین سیدنا علیؓ، سیدنا و مولانا حضرت سید المرسلین، خاتم النبیین احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وسلم۔

## حضرت شیخ کا مشرب

تمام اولیاء کرام کی طرح حضرت شاہ عبد القدوس گنگوہیؒ قدس سرہٗ کا مسلک وحدت الوجود تھا۔ آپ کو حق تعالےٰ نے علم لدنی سے بہرہ ور فرمایا تھا جس کی وجہ سے آپ کو تمام علوم ظاہری و باطنی پر عبور حاصل تھا۔ اور اپنے مسلکِ وحدت الوجود کو حضرت ابن عربی قدس سرہٗ کی طرح قرآن و حدیث کی روشنی میں ثابت کرتے تھے۔ اور اس کے ساتھ حضرت شیخ اکبر ابن عربیؒ کی طرح آپ شریعت کی بھی سختی سے پابندی کرتے تھے۔ اور احکام شرع سے سرِ مُوئے تجاوز گوارا نہیں کرتے تھے۔

یہاں جن سطح بین لوگوں کو وحدت الوجود اور شریعت کی پابندی میں تضاد نظر آتا ہے ان کی خاطر ہم مختصر طور پر وحدت الوجود کی حقیقت بیان کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

**حقیقت وحدت الوجود** مسئلہ وحدت الوجود بے حد پیچیدہ اور پر خطر ہے کیونکہ

عام اذہان کی رسائی سے بالاتر ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کا تعلق خود ذاتِ باری تعالےٰ سے ہے جس کا ادراک حدِ بشریت سے باہر ہے۔ وحدت الوجود کی حقیقت صرف ان حضرات پر آشکارا ہوتی ہے جو تزکیۂ نفس و تصفیۂ قلب کی منازل طے کر کے عالمِ اجساد سے اوپر نکل جاتے ہیں اور عالمِ ارواح، عالمِ جبروت اور عالمِ لاہوت کی پاک و مقدس فضا میں سیر کرتے ہیں۔ اس لیے شروع سے اہلِ ظواہر اور اہلِ باطن میں اس کے متعلق نزاع چلا آتا ہے۔ اہل ظاہر کثرت وجود کے قائل ہیں اور اہلِ باطن وحدتِ وجود کے۔ اہلِ باطن کے نزدیک وجود صرف ایک ہے، اور ایک ہو سکتا ہے اور وہ وجود ذات باری تعالےٰ کا ہے ان کا استدلال یہ ہے کہ جب حق تعالےٰ ذات وصفات میں واحد لا شریک ہے اور جب وجود بھی اس کی ایک صفت ہے تو پھر صفتِ وجود میں اس کا کس طرح کوئی شریک ہو سکتا ہے۔ دوسری دلیل یہ ہے کہ حق تعالےٰ کی ہستی لامحدود ہے۔ اگر اس کو محدود مانا جائے تو کفر لازم آتا ہے لیکن وحدتِ وجود کے انکار سے اس کی ہستی محدود ہو جاتی ہے۔ کیونکہ اگر یہ کہا جائے کہ اشیاء کائنات حق تعالےٰ کا عین نہیں غیر ہیں تو اس کی ہستی محدود ہو جاتی ہے کیونکہ جس ہستی سے کائنات خارج ہو یا جو ہستی کائنات سے خارج اور علیحدہ ہو وہ لازماً محدود ہے یعنی کائنات کی اشیاء میں نہیں ہے باقی ہر جگہ ہے اس سے حق تعالےٰ کی ہستی کا محدود ہونا لازم ہے جو کفر ہے۔

## امام ابن تیمیہؒ کا نظریۂ باری تعالےٰ

وحدت الوجود سے بچنے کی خاطر امام ابن تیمیہؒ کو یہ نظریہ قائم کرنا پڑا کہ حق تعالےٰ ہر جگہ موجود نہیں ہے بلکہ اوپر کی جانب عرش پر مقیم ہے وہ ہر جگہ بالعلم موجود ہے بالوجود موجود نہیں ہے۔ چونکہ امام موصوف کے اس نظریہ سے ذاتِ باری تعالےٰ کی تجسیم اور محدودیت لازم آتی ہے۔ اس سے ساری اسلامی دنیا میں ہیجان پیدا ہو گیا اور حکومتِ وقت نے ان کو

قبضہ کر دیا ۔ امام ابن تیمیہؒ نے حق تعالیٰ کے عرش پر مقیم ہونے کا نظریہ آیۂ پاک "الرحمٰن علی العرش استویٰ" (رحمٰن عرش پر مسلط ہے) سے اخذ کیا ہے ۔ ان کے خیال میں عرشِ باری تعالیٰ اوپر کی جانب فضا میں کسی جگہ پڑا ہوا ہے اور اللہ تعالیٰ اس پر بیٹھے کائنات کو دیکھ رہے ہیں ۔ لیکن امام موصوف نے قرآن حکیم کی دوسری آیات پر غور نہ فرمایا کہ عرش کے متعلق وہ کیا کہتی ہیں ۔ حق تعالیٰ آیۃ الکرسی میں فرماتے ہیں :

"وسع کرسیہ السمٰوٰت والارض"

(اس کے عرش و کرسی میں ساری کائنات شامل ہے)

جب حق تعالیٰ کے عرش و کرسی میں ساری کائنات شامل ہے تو پھر کائنات سے دور اوپر کی جانب عرش پر مقیم ہونے کا نظریہ کیسے صحیح ہو سکتا ہے ۔ نیز ایک معمولی طالب علم بھی جانتا ہے کہ کرۂ ارض جس پر ہم آباد ہیں گول ہے اور خلاء میں معلق ہے اور براعظم ایشیا اور امریکہ کرۂ ارض پر ایک دوسرے کی سمتِ مخالف میں واقع ہیں ۔ ہمارے نقطۂ نگاہ سے ایشا اور امریکہ نیچے ہے اور امریکہ کے نقطۂ نگاہ سے وہ اوپر اور ہم نیچے ہیں ۔ بالفاظ دیگر جو امریکہ والوں کے لیے اوپر کی سمت ہے وہ ہمارے لیے نیچے کی سمت ہے اور جو ہمارے لیے اوپر کی سمت ہے وہ امریکہ والوں کے لیے نیچے کی سمت ہے ۔ اب کہاں گیا یہ نظریہ کہ حق تعالیٰ اوپر کی جانب عرش پر بیٹھے ہوتے ہیں ۔

## حلول واتحاد

ہو سکتا ہے کہ امام موصوف نے حلول واتحاد کے کافرانہ نظریات سے بچنے کے لیے وحدت الوجود کا انکار کیا ہو ۔ اس میں شک نہیں کہ حلول واتحاد کا عقیدہ غیر اسلامی ہے لیکن وحدت الوجود سے ہرگز حلول واتحاد لازم نہیں آتا ہے ۔ حلول واتحاد سے مراد عیسائیوں اور ہندوؤں کا یہ عقیدہ ہے جن کی رو سے وہ لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور رام اور کرشن

کو خدا کا اوتار یعنے مجسم یا انکارنیشن (INCARNATION) مانتے ہیں مطلب یہ ہے کہ حق تعالٰے رام، کرشن اور عیسٰےؑ میں اتر آئے ہیں۔ یہ عقیدہ غیر اسلامی ہے۔ کیونکہ اس سے غیر محدود (INFINITE) کا محدود (FINITE) میں سما جانا لازم آتا ہے جو عقائد اسلامی کے علاوہ علم منطق کے لحاظ سے بھی محال ہے۔ عام طور پر مسئلہ وحدت الوجود کے سمجھنے میں اشکال اس لیے ہوتا ہے کہ لوگ عیسائی نظریہ پینتھی ازم (PANTHEISM) اور ہندو نظریہ ہمہ اوست کو اسلامی نظریہ وحدت الوجود کے مترادف سمجھتے ہیں حالانکہ ان دونوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔

## ہندو نظریہ ہمہ اوست اور اسلامی مسئلہ وحدت الوجود میں فرق

ہندو اور عیسائی نظریہ ہمہ اوست اور اسلامی مسئلہ وحدت الوجود میں یہ فرق ہے کہ ہندو لوگ ہر چیز کو خدا مانتے ہیں اس لیے بت پرستی جائز سمجھتے ہیں لیکن وحدت الوجود میں ہر چیز خدا نہیں لیکن کوئی چیز خدا سے جدا بھی نہیں ہے۔ یہاں ہم زید اور اس کے ہاتھ کی مثال دیتے ہیں اگرچہ یہ مثال غیر مکمل ہے اور حق تعالٰے پر پوری طرح صادق نہیں آسکتی بلکہ اس ذاتِ بے ہمتا اور بے پایاں پر کوئی مثال صادق نہیں آسکتی ہے کیونکہ وہ لیس کمثلہ شیءٌ ہے نہ اس کی کوئی مثال ہے اور نہ مثل۔ لیکن صرف سمجھنے کے لیے ہم کہتے ہیں کہ جس طرح زید کا ہاتھ نہ زید ہے نہ زید سے جدا ہے اسی طرح مخلوقات کی کوئی چیز نہ خدا ہے نہ خدا سے جدا ہے۔ بالفاظ دیگر حق تعالٰے کسی چیز میں اپنے کمالاتِ اسمائی و صفاتی کے ساتھ نہیں سما سکتا ہے اور نہ کوئی چیز اس کے ان کمالات کی متحمل ہو سکتی ہے۔ اگر کوئی شخص زید سے دس روپے طلب کرے اور وہ انکار کرے تو کیا وہ شخص زید کے ہاتھ کو یہ کہہ سکتا ہے کہ زید تو انکار کرتا ہے تم اس کی جیب سے دس روپے نکال کر مجھے دے دو جس طرح زید کی بجائے اس کے ہاتھ کو زید کر کے اس سے کوئی چیز طلب کرنا مضحکہ خیز اور بے معنی ہے، بت پرستی بھی اس طرح

مضحکہ خیز اور بے معنی ہے کیونکہ جزو کو کل کا مرتبہ نہیں دیا جا سکتا۔ اب چونکہ ذات باری تعالٰے اجزا اور اعضاء سے پاک اور منزہ ہے۔ کائنات کی کسی چیز کو اس کا جزو قرار نہیں دیا جا سکتا۔ اس لیے ہم نے شروع میں کہا تھا کہ زید کی مثال نامکمل ہے اور پوری طرح حق تعالٰے پر صادق نہیں ہے، لیکن صرف سمجھانے کی خاطر ہم نے کہا تھا کہ جس طرح زید کا ہاتھ زید سے جدا نہیں کہا جا سکتا ہے۔ کائنات جو حق تعالٰے کی صفت خلق کا مظہر ہے کی کوئی چیز حق تعالٰے سے جدا نہیں کہی جا سکتی ہے۔

## مولانا جامیؒ کی تصریح

حضرت مولانا عبدالرحمٰن جامیؒ نے جو مسئلہ وحدت الوجود کے زبردست حامی ہیں، اپنی کتاب "لوائح جامی" میں فرمایا ہے:

"اشیائے کائنات کا ذاتِ باری تعالٰے سے نہ جزو اور کل کا تعلق ہے نہ ظرف و مظروف کا بلکہ صفت و موصوف اور لازم و ملزوم کا تعلق ہے۔"

اس کا مطلب یہ ہے کہ نہ کائنات کی کوئی چیز زید کے ہاتھ کی طرح حق تعالٰی کی جزو یا عضو قرار دی جا سکتی ہے اور نہ ہندوؤں اور عیسائیوں کی طرح ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ فلاں فلاں شخصیت کے اندر خدا کا سما جانا صحیح ہے کیونکہ حق تعالٰے حقیقت غیر منقسم (INDIVISIBLE) ہے اور اجزا و اعضا سے پاک اور منزہ ہے بلکہ ہم صرف یہ کہہ سکتے ہیں کہ کائنات اور اس کی ہر چیز حق تعالٰے کی صفتِ تخلیق کا نتیجہ ہے۔ اب چونکہ صفت موصوف سے جدا نہیں ہو سکتی ہے اس لیے کائنات کی کوئی چیز ذات باری سے جدا نہیں ہے بلکہ اس کی ذات میں شامل ہے جس طرح برف پانی سے جدا نہیں ہے بلکہ پانی ہی ہے۔ یا مٹی کا پیالہ اور صراحی بظاہر الگ وجود نظر آتے ہیں لیکن دراصل وہ مٹی ہی ہیں۔ یا کوٹ، پیراہن اور چادر الگ الگ پارچات نظر آتے ہیں لیکن ہیں تو دراصل روئی۔

## عینیت اور غیریت

اس سے ظاہر ہے کہ کائنات نہ حق تعالے کا عین ہے جیسے زید کا ہاتھ زید نہیں ہے اور نہ حق تعالے کا غیر ہے جیسے زید کا ہاتھ اس کا غیر نہیں ہے اس وجہ سے اکابر اولیاء اللہ نے فرمایا :

"صفات اللہ ھی لاعینہ و لا غیرہ "

(یعنی اللہ تعالے کی صفات نہ اس کی عین ہیں اور نہ غیر)

ایک نقطۂ نظر سے عین ہیں اور ایک نقطۂ نظر سے غیر۔ حقیقت کے نقطۂ نظر سے عین ہے اور مجاز کے نقطۂ نظر سے غیر۔ بس اتنا جان لینا مبتدیوں کے لیے کافی ہے۔ اس سے زیادہ جاننے کے لیے عملاً تزکیۂ نفس، تصفیۂ قلب اور تجلیۂ و تحلیہ کی منازل طے کرنے عالم اجساد اور اس کے مکان و زمان (TIME AND SPACE) کی قیود سے نجات حاصل کرنے کی ضرورت ہے۔ اس قید و بند میں رہ کر عالم قدس کے حالات معلوم کرنا محال ہے۔

## وحدت الوجود اور وحدت الشہود

بعض اچھے پڑھے لکھے اور صوفی منش اصحاب تک اس غلط فہمی میں مبتلا ہیں کہ ابن عربی کے غیر شرعی نظریۂ وحدت الوجود کے بالمقابل مجدد الف ثانی حضرت شیخ احمد سرہندیؒ نے نظریہ وحدت الشہود پیش کیا جو شرع کے مطابق ہے۔ وہ نہیں جانتے کہ خود حضرت مجدد الف ثانی نے وحدت الشہود کے ساتھ وحدت الوجود کو بھی صحیح قرار دیا ہے حضرت مجدد الف ثانیؒ کی پہلی بیعت اور خلافت سلسلہ عالیہ چشتیہ میں اپنے والد ماجد حضرت شیخ عبدالاحد سے تھی جو حضرت شاہ عبدالقدوس گنگوہی قدس سرہ کے مرید اور شیخ رکن الدین شیخ عبدالقدوس گنگوہی کے خلیفہ تھے۔ اور نظریۂ وحدت الوجود کے زبردست حامی تھے۔ چنانچہ حضرت مجدد الف ثانیؒ

نے اگرچہ ابتدا تے حال میں وحدت الوجود کا انکار فرمایا ہے لیکن آپ بالآخر مزید انکشافات کی بنا پر وحدت الوجود کے قائل ہو گئے تھے ۔

## اقتباسات مکتوبات حضرت شیخ احمد سرہندیؒ

مکتوب نمبر ۴۳ دفتر اول بنام شیخ فرید الدین میں تحریر فرماتے ہیں :

"توحید شہودی ایک کو دیکھنا ہے یعنے ایک کے سوا سالک کو کچھ مشہود نہیں ہوتا اور توحید وجودی ایک موجود کو جاننا ہے اور اس کے غیر کو نابود سمجھنا ہے . . .

. . . . پس توحید وجودی علم الیقین کی قسم سے ہے اور توحید شہودی عین الیقین کی قسم سے ہے"

مکتوب نمبر ۵ دفتر سوم بنام میر نعمان میں تحریر فرماتے ہیں :

"پوشیدہ نہ رہے کہ جب تک اللہ تعالیٰ کی عنایت سے اس عنایت نے حق تعالیٰ کے جلال و غضب کی صورت میں تجلّی نہ فرمائی اور قید خانہ کے قفس میں قید نہ ہوا تب تک شہود (وحدت الشہود) کے تنگ کوچہ سے کلی طور پر نہ نکلا ۔"

مکتوب نمبر ۸۹ دفتر سوم بنام قاضی اسماعیل فرید آبادی میں وحدت الوجود کے حامی شیخ اکبر ابن عربی کے متعلق لکھتے ہیں :

"انھوں نے کمال معرفت سے اس مسئلہ دقیقہ کو مشرح کیا بابوں اور فصلوں میں تقسیم کر کے صرف و نحو کی طرح جمع کیا ۔ باوجود اس امر کے پھر بھی بعض نے اس مراد کو نہ سمجھ کر ان کو خطا کی طرف منسوب کیا اور ان پر طعن و ملامت کی ۔ اس مسئلہ کی اکثر تحقیقات میں شیخ حق پر ہیں ۔ اور ان پر طعن کرنے والے دور از ثواب ہیں شیخ کی بزرگی اور علمیت اس مسئلہ کی تحقیق سے معلوم کرنی چاہئے اور

ان پر ردّ اور طعن نہ کرنی چاہیئے "۔

اسی مکتوب میں آگے چل کر لکھتے ہیں :

" صوفیہ جو کلام ہمہ اوست کے قائل ہیں عالم کو حق تعالیٰ کے ساتھ متحد نہیں جانتے اور حلول و سریان ثابت نہیں کرتے بلکہ ظہور و ظلیت کے اعتبار سے حمل کرتے ہیں نہ کہ وجود و تحقیق کے اعتبار سے اگرچہ ان کی ظاہری عبارت سے اتحاد وجودی کا وہم گذرتا ہے لیکن ہرگز ہرگز ان کی یہ مراد نہیں کیونکہ یہ کفر و الحاد ہے جب ایک کا دوسرے پر حمل کرنا باعتبار ظہور کے ہے نہ باعتبار وجود کے تو پھر ہمہ اوست (وحدت الوجود) کے معنی ہمہ از وست (وحدت الشہود) ہیں "

مکتوب نمبر ۲۴۶ دفتر اول بنام میر نعمان میں اپنے اس رسالہ کی تصنیف کا ذکر کرتے ہیں جو حضرت باقی باللہؒ کی بعض رباعیات کی شرح ہیں۔ اس میں لکھتے ہیں :

" اس رسالہ میں توحید آمیز علوم ان رباعیوں کے مناسب درج ہوئے ہیں۔ اور علماء اور وحدت الوجود کے قائلین صوفیاء کے درمیان تطبیق دی گئی ہے۔ اور اس طرح تحریر ہوا ہے کہ فریقین کی نزاع لفظ کی طرف راجع ہوتی ہے "۔

اس مکتوب سے یہ بھی ثابت کر دیا کہ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کے شیخ حضرت باقی باللہ قدس سرہٗ بھی وحدت الوجود کے قائل تھے ۔

مکتوب نمبر ۴۴ دفتر دوم بنام محمد صادق لکھتے ہیں :

" بس صوفیاء جو وحدت الوجود کے قائل ہیں حق پر ہیں اور علماء بھی جو کثرت وجود کا حکم کرتے ہیں حق پر ہیں۔ وجود کا معاملہ حقیقت کی طرح ہے اور کثرت کا اس کے مقابلہ میں مجاز کی طرح ۔

## حضرت مجدد کی طرف سے وحدت الوجود کا واضح ترین اعتراف
مکتوبات شریف کے دفتر اول

حصہ پنجم مکتوب نمبر ۲۹۱ بنام مولانا عبد الحی میں تو حضرت مجدد نے وحدت الوجود کا واضح ترین اعتراف فرما کر معاملہ بالکل صاف فرما دیا ہے۔ یہ بہت طویل خط ہے جو سات صفحات پر مشتمل ہے۔ اور ہم نے اپنی کتاب "وحدت الوجود و وحدت الشہود" میں تقریباً پورا خط نقل کر دیا ہے۔ تحقیق کے شائق حضرات اس کا مطالعہ کر سکتے ہیں۔ یہاں صرف اس کا مختصر اقتباس نقل کیا جاتا ہے کہ اصحاب وحدت الوجود کی تین اقسام بیان کر کے آپ آخری قسم سے متفق ہوتے ہیں اور تحریر فرماتے ہیں کہ

"اور توحید کی یہ آخری قسم اقسام توحید میں سب سے اعلیٰ قسم ہے۔۔۔۔۔
اس آخری قسم توحید کا منشا (مطلب) اس حقیر کو کشف و ذوق کے طریقہ سے معلوم نہ تھا اور صرف پہلی دو قسمیں کو جانتا تھا۔۔۔۔۔ اس لئے اس حقیر نے خطوط اور رسالوں میں اُن دو بلکہ صرف دوسری قسم کو لکھا ہے اور توحید وجودی کو اس پر منحصر کیا ہے۔ (یعنی اسی کو توحید وجودی سمجھا ہے) لیکن ارشاد پناہی قبلہ گاہی (حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہٗ) کی رحلت کے بعد آپ کے مزار شریف کی زیارت کے لئے دہلی آنے کا اتفاق ہوا اور مزار مبارک کی طرف توجہ (مراقبہ) کے دوران آپ کی روحانیت کی پوری توجہ اس فقیر کی جانب مبذول ہوئی اور کمال غریب نوازی سے اپنی نسبت خاصہ جو حضرت خواجہ احرار قدس سرہ کی طرف منسوب تھی۔ عطا فرمائی۔ فقیر نے جب اس نسبت کو اپنے اندر پا لیا اور معلوم ہوا کہ ان میں توحید وجودی کا منشا انجذاب قلبی اور غلبۂ محبت نہیں ہے بلکہ اس معرفت سے اس غلبے کا ہلکا کرنا ہے۔ ایک مدت تک میں اس معنیٰ کا اظہار مناسب نہیں جانتا تھا۔ لیکن جب بعض رسائل میں صرف پہلی دو قسموں کا ذکر ہوا تو کم فہم لوگ اس سے وہم ہی میں پڑ گئے کہ اس

بیان سے ان دو بزرگوں یعنی خواجہ احرارؒ اور خواجہ باقی باللہؒ کی تنقیص (نقص نکالنا) لازم آتی ہے کیونکہ ان کا طریقہ ارباب توحید (وجودی) کا طریقہ ہے۔ تو لوگوں نے اس فقیر کے حق میں فتنہ انگیزی کی زبان درازی یہاں تک کہ اس حقیر کے بعض کم عقیدت مریدوں کے احوال میں سستی کا باعث بن گئی تو ضرورتاً توحید کی اس قسم کے اظہار میں مصلحت دیکھی اور دلیل کے طور پر اس واقعہ (زیارت قبر پیر مرشد) کو بطور دلیل ذکر کرنا مناسب جانتے ہوئے تحریر میں لایا۔"

حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کے اس بیان سے صاف ظاہر ہے کہ آپ کے شیخ حضرت خواجہ باقی باللہ اور شیخ الشیوخ حضرت خواجہ عبید اللہ احرار قدس سرہما کا مسلک وحدت الوجود تھا۔ جس کا ذاتی علم اور عرفان حضرت مجددؒ کو حضرت شیخ کے مزار پہ حاضری کے دوران ہوا۔ اور چونکہ آپ نے اس عرفان کو ظاہر نہیں فرمایا تھا لہٰذا آپ کے بعض مریدین نے یہ سمجھا کہ حضرت مجدد کا مسلک اپنے مشائخ یعنی حضرت خواجہ باقی باللہؒ اور حضرت خواجہ احرار کے خلاف ہے اس لیئے آپ کے خلاف فتنہ کی زبان دراز ہوئی تو پھر آپ نے ظاہر فرمادیا کہ آپ کا مسلک بھی وہی ہے۔ جو اُن مشائخ کا تھا۔ یہ مکتوب اس قدر اہم ہے کہ اب حضرت مجددؒ نے اسے اپنے رسالہ شرح رباعیات کے ضمیمہ کے طور پر درج کردیا ہے۔ رسالہ شرح رباعیات اور رسالہ مکاشفات غیبیہ ہی حضرت مجددؒ نے پورا زور اس بات پہ لگایا ہے کہ اصحاب وحدت الوجود حق پہ تھے اور انکی مذمت نہ کی جائے۔ ان ہر دو رسالہ جات کے اقتباسات ہم نے شرح و بسط کے ساتھ اپنی کتاب "وحدت الوجود و وحدت الشہود" میں درج کردئے ہیں تفصیل کے خواہاں حضرات اس کی طرف رجوع کرسکتے ہیں۔

## مزید اعتراف

مکتوب نمبر ۲۹ دفتر اوّل حصہ پنجم آپ فرماتے ہیں کہ "اگر توحید وجودی کے علوم بیان کروں۔ تو وہ جماعت جس نے اپنی ساری عمر توحید وجودی حاصل کرنے میں گذاری ہے یوں معلوم کریں کہ انہوں نے تو بے نہایت دریا سے ایک قطرہ بھی حاصل نہیں کیا۔ تعجب کی بات یہ ہے کہ یہی جماعت اس درویش کو توحید وجودی والوں میں شمار نہیں کرتی۔ بلکہ توحید وجودی کے منکر علماء میں شمار کرتی ہے۔"

اس سے ظاہر ہے کہ حضرت مجددؒ اپنے آپ کو اصحاب توحید وجودی یعنے وحدت الوجود میں شمار کرتے ہیں اس سے زیادہ کس ثبوت کی ضرورت ہے۔ اگر اس مکتوب کے بعد کے مکتوبات کا مطالعہ کیا جائے تو وحدت الشہود کی بحث بہت کم یا بالکل نظر نہیں آتی۔ اور حضرت مجدد قدس سرہ نے بقیہ مکتوبات میں وحدت الوجود کی حمایت پر زور دیا ہے۔ اور علماء اور صوفیائے وحدت الوجود کے اختلاف کو نزاع لفظی ثابت کرنے کی کوشش فرمائی ہے (اور ہمہ اوست اور ہمہ از اوست کو ہم معنی قرار دیا ہے۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو۔ احقر کی کتاب "وحدت الوجود و وحدت الشہود"

## حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کا اعتراف

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی جو حضرت مجدد الف ثانیؒ کے سلسلہ سے تعلق رکھتے ہیں اپنے رسالہ "مکتوب مدنی" میں فرماتے ہیں کہ وحدت الوجود اور وحدت الشہود میں نزاع لفظی ہے حقیقی نہیں۔

## شاہ اسمٰعیل شہیدؒ کا اعتراف

شاہ اسماعیل شہیدؒ بھی سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ سے تعلق رکھتے ہیں آپ اپنی کتاب "طبقات" میں لکھتے ہیں:

"وحدت الوجود اور وحدت الشہود کے مابین نزاع لفظی ہے حقیقت دونوں کی ایک ہے"

## اولاد

حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہیؒ کے سات فرزند تھے جو بقولِ صاحبِ انوار الاخیار اور مراۃ الاسرار تمام علوم ظاہری و باطنی سے آراستہ و پیراستہ تھے۔

## حضرت شیخ کے خلفاء

ویسے تو حضرت قطب عالم شیخ عبدالقدوس گنگوہیؒ کے خلفاء کی تعداد کئی ہزار بتائی جاتی ہے۔ صاحب مراۃ الاسرار اور اقتباس الانوار نے مندرجہ ذیل خلفاء کے اسمائے گرامی تحریر کیے ہیں:

(۱) حضرت شاہ رکن الدینؒ ابن حضرت شاہ عبدالقدوس گنگوہیؒ

(۲) حضرت شاہ جلال الدین تھانیسریؒ

(۳) حضرت شیخ عبدالغفور اعظم پوریؒ

(۴) حضرت بندگی شیخ خان جونپوریؒ

(۵) حضرت شیخ عبدالعزیز کرانویؒ

(۶) حضرت شیخ عبدالستار سہارنپوریؒ

(۷) میر سید رفیع الدین اکبرآبادیؒ

(۸) حضرت شیخ عبدالرحمٰنؒ

علاوہ ازیں حضرت قطب عالم کے بے شمار خلفاء تھے جن میں سے بعض کے اسماگرامی مکتوبات میں ملتے ہیں۔

حضرت قطب العالم کے ان آٹھ مشہور و معروف خلفاء میں سے ہر ایک کے حسن تربیت سے متعدد خلفاء وجود میں آئے اور پھر ان کی رشد و ہدایت سے مزید خلفاء در خلفاء پیدا ہوتے جنھوں نے برصغیر کے گوشہ گوشہ میں پہنچ کر خلق خدا کی ہدایت و اصلاح میں سالہا سال دیئے اور ان کے قلوب میں اسلام کی ایسی جڑیں مضبوط کیں کہ باوجود بے پناہ آندھیوں اور طوفانوں کے آج تک یہ چمنستانِ حقیقت و گلستان معرفت سرسبز و شاداب ہے۔ حضرت شیخ ابوسعید شیخ محمد صادق، شیخ داؤد، حضرت شاہ ابوالمعالی، حضرت میراں بھیکؒ اور حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ بھی اس چمنستانِ قدوسی کے نونہال ہیں جن کے وجود مسعود سے لاکھوں کی تعداد میں بندگانِ خدا کے قلوب نور ہدایت سے منور ہوئے

## تصانیف

حضرت قطب عالم کی تصانیف حسب ذیل ہیں:

(۱) شرح عوارف المعارف۔

(۲) حاشیہ فصوص الحکم

(۳) رسالۂ قدوسیہ

(۴) غرائب الفوائد

(۵) رشد نامہ

(۶) مظہر عجائب

(۷) مکتوبات قدوسیہ

(۸) انوار العیون فی اسرار المکنون

## شعر و سخن

حضرت شیخ شاعر بھی تھے اور ہندی و فارسی کلام فرمایا ہے۔ فارسی میں آپ کی مشہور غزل جس پر حضرت مولانا محمد حسین الہ آبادیؒ کا اجمیر شریف میں عرس پر وصال ہوا یہ ہے۔[1]

### غزل

آستیں بر رُخ کشیدہ ہمچو مکار آمدی | باخودی خود در تماشا سوئے بازار آمدی

در بہاراں گل شدی در صحنِ گلزار آمدی | بعدازاں بلبل شدی با نالۂ زار آمدی

شورِ منصور از کجا و دارِ منصور از کجا | خود زدی بانگ انا الحق خود سرِ دار آمدی

خویشتن را جلوہ کردی اندریں آئینہ ہا | آئینہ اسمے نہادی خود باظہار آمدی

گفت قدوسے فقیرے در فنا و در بقا

خود زخود آزاد بودی خود گرفتار آمدی

---

[1] : حضرت اقدس کا کلام فارسی و ہندی لطائف قدوسی میں موجود ہے۔ جس کا اردو ترجمہ یہ احقر عنقریب کرنے والا ہے۔ (مترجم)

# مکتوبات پر ایک طائرانہ نظر

حضرت اقدس کے مکتوبات بھی جو کتاب ہٰذا کے ذریعے پیش کیے جا رہے ہیں ۔ مندرجہ بالا کلام کی طرح حقائق و معارف لدّنی اور اسرار و رموز کون و مکانی سے لبریز ہیں اور حد درجہ ذوق و شوق، سوز و گداز، ہجر و فراق، آہ و بکا اور نالہ و فریاد میں ڈوبے ہوئے ہیں ۔ چونکہ حضرت اقدس کے یہ خطوط آپ کے بلند مرتبہ خلفاء و مریدین کے سوالات کے جواب میں لکھے گئے ہیں اگرچہ عام سطح سے ذرا اوپر ہیں لیکن متلاشیانِ راہِ حقیقت کے لیے مشعل راہ کا کام دیتے ہیں ۔ عارف رومی نے کہا ہے ؎

قصہ ہائے عشق مجنوں مے کند

حضرت اقدس کے آتشکدۂ قلب سے نکلے ہوئے یہ انگارے اپنا کام کیے بغیر نہیں رہتے اور سامعین کے دل میں آتش عشق کے ایسے شعلے بلند کرتے ہیں کہ غیر حق کی محبت کو خس و خاشاک کی طرح جلا کر خاکستر بنا دیتے ہیں اور

سینہ خواہم شرحہ شرحہ از فراق
تا بگویم شرح درد اشتیاق

کے مصداق طالبانِ حق کے قلوب میں حقائق الٰہیہ کے قبول کی صلاحیت پیدا کر دیتے ہیں ۔

وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم ۔

مترجم
العبد الضعیف واحد بخش سیال ربّانی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم ط

## مکتوب ا

بجانب شیخ عبدُ الکریم سہارنپوری ۔ اُن کے سوال دربارۂ خطراتِ و وساوس اور مذمتِ دنیا اور اُس سے پرہیز کے جواب میں

حق حق حق

نسیم الصبا اھدی الی نسیما        من بلدۃ فیھا الحبیب مقیما

اے بادِ نسیم تُو ایک جھونکا لا اس شہر سے جہاں حبیبِ کبریا جلوہ گر ہیں۔

الحمد للہ الذی لا الٰہ الا ھو لہ الحمد فی الاولی والاٰخرۃ ولہ الحکم والیہ ترجعون والصلاۃ الدائمۃ التامۃ علی رسولہ خیر الوریٰ محمد ن المصطفی سیّد المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم وعلی الہ الکرام واصحابہ سماء الاسلام

تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں۔ نہیں ہے کوئی عبادت کے لائق (معبود) مگر ذاتِ باری تعالیٰ ہی۔ اُسی کے لئے ہے تعریف ابتدا میں اور انتہا میں۔ اسی کے لئے تمام احکام کا صادر ہونا ہے اور اُسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔ درود و سلام ابدالآباد مکمل طور پر پڑھنے والا ہو امام الانبیاء احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ پر جو تمام مخلوق میں سب سے بہتر ہیں اور رسولوں کے سردار ہیں اور صحابہ کرام پر، جن کی مثال اسلام میں آسمان میں ستاروں جیسی ہے۔

امّا بعد: تحیاتِ وافر و ثنا رِ متکاثر قدوۃ الابرار عمدۃ الاخیار برادرم شیخ عبد الکریم جعل اللہ ذاتہٗ کریماً کاسمہٖ کریما۔ از فقیر احقر و صغیر اصغر عبد القدوس اسماعیل صفی الحنفی۔ المقصود آنکہ!

آپ کا نوازش نامہ موصول ہوا، جو کچھ اس میں لکھا تھا اُس سے آگاہ ہوا۔ یہ خاکسار ناہموار، بت[1] پر جہاں بُت خانہ میں پیدا ہوا۔ مدّتِ عمر بت پرستی میں گذری، سر اور جبیں بتوں کے سامنے گھسایا۔ دل کفر و شرک[2] کی ظلمت سے مُردہ ہوگیا جیساکہ شعر ذیل میں بیان کیا گیا ہے ؎

سودہ گشت از سجدۂ راہ بتاں پیشانیم　　　چند خود را تہمتِ دینِ مسلمانی نہم

بتوں کے راہ میں سجدوں کی وجہ سے میری پیشانی گھس گئی۔ دین مسلمانی کی اب صرف تہمت رہ گئی ہے۔

اور اب تک معلوم نہیں کہ خاتمہ کس طرح ہوگا۔ آیا سعادتِ اَبدی یا شقاوتِ سرمدی میری قسمت میں آئی ہے۔ صد افسوس عاقبت کی کچھ خبر نہیں! مرحلہ فریق فی الجنة وفریق فی السعیر (ایک فریق جنت میں جائیگا اور ایک فریق دوزخ میں) درپیش ہے۔ کہاں کا خواب وخورش اور کہاں کا آرام وآسائش۔ چنانچہ کسی نے خوب کہا ہے ؎

کسے ندہد نشاں ز آب وگل من　　　حل می نشود دریں جہاں مشکل من
از ہیبت آں دو راہ خوں شد دل من　　　تا خود بکدام رہ بود منزل من

میری آب وگل یعنی وجود کی حقیقت کوئی مجھے نشان دہی نہیں کرتا اس جہان میں میری مشکل حل نہیں ہوتی۔ ان دو راستوں کی ہیبت سے یعنی دوزخ و بہشت یا سعادت وشقاوت کی ہیبت سے میرا دل خون ہوگیا ہے۔ مجھے معلوم نہیں کہ کس راہ پر میری منزل ہوگی۔ یعنی دوزخ مقام ہوگا یا جنّت۔

---

[1] بُت سے مراد غیر اللہ میں مشغول ہونا ہے جیساکہ بزرگوں نے کہا ہے ما شغلك عن الحق فهو طاغوتك (یعنی جو چیز تجھے حق سے باز رکھے تیرے لئے طاغوت (شیطان یا بُت) ہے)

[2] کفر و شرک سے مُراد کفر و شرک خفی ہے یعنی غیر اللہ سے کوئی اُمید رکھنا۔ کما قال علیه السلام الشرک اخفیٰ من ذبیب النمل فی لیلة الظلمة (اندھیری رات میں مکھی کے ڈنگ سے بھی شرک زیادہ خفی یعنی پوشیدہ ہے۔

اسی ماتم میں بزرگانِ دین اور پیشوایانِ اہل یقین رہے ہیں۔ اسی خوف سے ان کا خون پانی پانی ہو چکا تھا۔ اور جگر جل کر کباب ہو گیا تھا۔

## رُباعی

ز دردِ دین ہمہ پیران رہ را — محاسنہا بخونِ دل خضابست

ہمہ مردانِ رہ رازیں مصیبت — جگر ہا تشنہ و دلہا کبابست

(دین کے درد سے تمام بزرگانِ طریقت کے سفید بال خونِ دل سے خضاب دیئے گئے۔ اس مصیبت سے تمام سالکین کے جگر تشنہ اور دل کباب ہو چکے ہیں۔)

یہ بزرگانِ دین کا حال ہے۔ مجھ جیسے بدکار کا کیا حال ہوگا۔ جس کے دل پر فاسد خیالات بارش کی طرح برستے رہتے ہیں۔ انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام میں سے کوئی شخص نہیں جو اس آزمائش میں مبتلا نہ ہو۔ چونکہ وہ سب بشر تھے۔ اس لئے اس مجازی پل پر سب کا گذر ضروری تھا لیکن فرق یہ ہے۔ کہ مقربینِ حق کے لئے کبھی کبھی مصیبت آزمائش اور امتحان کے لئے دی جاتی ہے۔ جس سے وہ خود ماخوذ نہیں کئے جاتے بلکہ اس سے ان کے قرب اور علو ہمت میں اور ترقی ہوتی ہے۔ اور گنہگاروں کو اس مصیبت میں اور غرق کرکے ان کو ماخوذ بھی کرتے ہیں بلکہ اس سے ان کے بُعد اور محرومی میں اضافہ ہوتا ہے۔ چنانچہ ہم جیسے بروں کا یہی حال ہے اس سے مَردوں کی قیمت اور نامَردوں کی بے وقعتی ظاہر ہوتی ہے۔

خلق اللہ للحرابِ رجالاً و للقصعۃ والثرید رجالاً

(اللہ تعالیٰ نے بعض کو تلوار مارنے اور تلوار کھانے کے لئے پیدا کیا ہے اور بعض کو پیالہ چاٹنے اور ثرید کھانے کے لئے)

ظاہر ہے تلوار مارنے اور تلوار کھانے والا اور ہے اور کاسہ لیسی کرنے والا اور۔ ے

## مثنوی

طالبان در راہ حق خون خوردہ اند — بندگی وحق گذاری کردہ اند

لاجرم از بندگی سلطان شدند　　مہتر خلق جہاں ایشاں شدند

(طالبان حق نے راہِ حق میں خونِ دل پیا ہے اور بندگی اور عبودیت کا حق ادا کیا ہے
بے شک بندگی کی وجہ سے وہ بادشاہ بن گئے۔ اور خلق خدا میں مہتر و بہتر بن گئے)

دریغا! راہِ عاشقاں نہایت حیران کن اور کار معیاں نہایت کٹھن ہے نہ ہر نامرد یہ مصیبت جھیل سکتا ہے۔ اور نہ ہر مخنث یہ بوجھ برداشت کر سکتا ہے ؎

محرم دولت نبود ہر سرے
بار مسیحا نکشد ہر خرے

(ہر سر شاہی راز کا راز دار نہیں ہو سکتا۔ اور ہر گدھا بار مسیح علیہ السلام نہیں اٹھا سکتا)

اور خطرات و وساوس دل میں اس لئے پیدا ہوتے ہیں کہ دل شیشے کی طرح صاف و شفاف ہے۔ ہر چیز کا عکس شیشے کے اندر ظاہر ہوتا ہے۔ اگر سامنے والی چیز چمکدار ہے۔ تو اس کے نور سے شیشہ منور ہو گا۔ اگر وہ چیز سیاہ ہے تو شیشے کا رُخ بھی سیاہ نظر آئے گا۔ اور چونکہ ہمارے سامنے ملعون دنیا ہے۔ لازماً اس کے نقوش ہمارے دل میں سیاہ ہوں گے یعنی خیالات فاسد ہوں گے۔ اور اس سے نجات اور خلاصی کا طریقہ یہی ہے کہ اگر توفیق ایزدی شامل ہو تو دل کے آئینہ کے سامنے سے دنیائے فانی کو ہٹا دینا چاہیئے۔ (موتوا قبل ان تموتوا) کے مصداق اپنی موت سے پہلے مر جانا چاہیئے۔ اور دل سے تمام مرادیں اور تمنائیں دھو دینی چاہئیں۔

گر مُرادِ خویش خواہی ترک گیر از وصلِ ما
ور مرا خواہی رہا کن اختیارِ خویش را

(اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اگر تو اپنی مراد چاہتا ہے تو ہمارے وصال کی خواہش چھوڑ دے اگر تو مجھے چاہتا ہے تو اپنا اختیار چھوڑ دے یعنی مجھ پر توکل کر)

ملعون اور مبغوض دنیا کو تین طلاق دے کر اس سے ظاہراً اور باطناً منہ پھیر لینا چاہیئے اور دنیا اور اہل دنیا سے ایسے بھاگ جیسے تو شیر اور سانپ سے بھاگتا ہے تاکہ تو ولا ترکنوا الی الذین

ظلموافتمسکم النار (نہ میلان کرو ان لوگوں کی طرف جنھوں نے ظلم کیا۔ پس چھوئے گی ان کو آگ) کے زمرہ میں شامل نہ ہو جائے۔ جیسا کہ کسی نے کہا ہے:

زدنیا اہل آں بہ چوں شیر بگریز
چوں بگریزی درو دیگر میامیز

(دنیا اور اہل دنیا سے شیر کی طرح بھاگ۔ جب تو اس سے دور بھاگ جائے تو پھر اس کے نزدیک نہ جا)

اہل حق کے نزدیک "واتقو اللہ حق تقاتہ" (اللہ سے ڈرو جیسے کہ حق ہے ڈرنے کا) سے مراد یہی ترک دنیا من کل وجوہ ہے۔ اور اگر اس قدر طاقت اور ہمت نہ ہو تو اپنی طاقت اور ہمت کے مطابق اس مکارہ اور غدارہ سے جس کا شکر زہر ہے اور جس کا نوش نیش ہے نجات حاصل کرے اور آخرت کی طرف رجوع کرے کیونکہ فاتقو اللہ ما استطعتم (اپنی استطاعت کے مطابق اللہ سے ڈرو) کے یہی معنی ہیں۔ بزرگان نے کہا ہے کہ جس دل کے اندر دنیا نے گھر کر لیا ہے۔ وہ خانہ خراب ہے۔ اور خانۂ خراب جب تم کو پسند نہیں اللہ تعالیٰ کو کیسے پسند ہو سکتا ہے۔ چنانچہ کسی نے کیا خوب کہا ہے ؎

از دل بروں کنم غم دنیا و آخرت
یا خانہ جائے رخت بود یا خیال دوست

(دل سے دنیا اور آخرت کا غم دور کرتا ہوں۔ کیونکہ ایک گھر میں سامان رہ سکتا ہے یا دوست کا خیال)

افسوس کہ جب تک مکمل طور پر ترک دنیا نہ ہو ترک ماسوئ اللہ حاصل نہیں ہوتا۔ اور ترک ماسوئ اللہ کے بغیر ہرگز ہرگز خانۂ دل کدورات اور خطرات فاسدہ سے پاک نہیں ہوتا۔ اور صفائی قلب کے بغیر دل ہرگز حق تعالیٰ اور عالم باقی کے بالمقابل نہیں ہوتا۔ اس وقت ان احادیث پاک کی حقیقت سمجھ میں آتی ہے۔

حب الدنیا راس کل خطیئۃ — دنیا کی محبت تمام برائیوں کی جڑ ہے

و ترک الدنیا راس کل عبادۃ — ترک دنیا تمام عبادتوں کی جڑ ہے

لیکن ترک دنیائے دون کے بغیر جو کہ سب عبادتوں کا تخم ہے۔ اگر کوئی شخص لاکھ سال تک شب و روز ذکر و مراقبہ و طاعت میں گذارے کچھ فائدہ حاصل نہیں ہوتا۔ جیسا کہ بزرگوں نے کہا ہے:

صد جہانِ علم با معنی بہم — دوزخ آرد بار با دنیا بہم

(اگر علم با معنی کے سو جہان آدمی پڑھ لے۔ لیکن اگر دنیا کی محبت ساتھ ہے تو اس کا پھل دوزخ ملتا ہے)

گر دلت آگہ ز معنی آمدست — کار دینت ترک دنیا آمدست

(اگر تیرا دل حقیقت سے آگاہ ہے۔ تیرے دین کی خوبی ترک دنیا ہے)

ترک دنیا گیر تا دینت بود — آں بدہ از دست تا اینت بود

(ترک دنیا اختیار کر تاکہ تیرا دین بن جائے۔ وہ (یعنی دنیا) دے تاکہ یہ ہاتھ آ جائے)۔

ترکِ دنیا گیر تا سلطاں شوی — ورنہ ہمچوں چرخ سرگرداں شوی

(ترک دنیا اختیار کرنا تاکہ تو بادشاہ بن جائے۔ ورنہ آسمان کی طرح سرگرداں رہے گا)

دریغا! اگر یہ دولت (یعنی مکمل ترک دنیا) اللہ کے فضل سے کسی جوانمرد کو میسر ہوتی ہے۔ تو قابلیت ظاہر ہو جاتی ہے۔ اور جو ذکر و طاعت کرتا ہے۔ یا وعظ و نصیحت سنتا ہے۔ اس کا اثر ظاہر ہوتا ہے۔ لیکن یہ دولت کس کو نصیب ہوتی ہے۔ اور یہ تاج کہ:

التائب من الذنب کمن لا ذنب لہٗ

(گناہ سے توبہ کرنے والا ایسا ہے جیسے اس نے کوئی گناہ نہیں کیا)

کس کے سر پر رکھتے ہیں!

ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء (یہ اللہ کا فضل ہے جسے چاہتا ہے عطا کرتا ہے)

؂ ایں کار دولت است ببیں تا کرا رسد (یہ انعام شاہی ہے دیکھیں کس کو ملتا ہے)

دریغا! اگر یہ دولت (ترکِ دنیا من کل وجوہ) نہ ہو تو دردناک ماتم اور جانکاہ مصیبت ہے۔ بس چاہیئے کہ ہر لحظہ خاکِ حسرت اپنے سر پر ڈالے اور ہر وقت آبِ ندامت اپنی آنکھوں سے جاری کرے۔ جیسا کہ کسی نے کہا ہے ؂

چوں نداری شادیٔ از وصلِ یار
خیز برخود ماتمِ ہجراں بدار

(اگر تو وصلِ یار کی خوشی میں بہرہ ور نہیں۔ تو اٹھ اور اپنے ہجر کا ماتم کر)

جب تک یہ پیرزالہ (بوڑھی یعنی دنیا) اور بدصورت (دنیا) سے من کل وجوہ نجات حاصل نہ ہو۔ جان کی بازی لگا دینی چاہیئے۔ کوشش نہیں چھوڑنی چاہیئے۔ اور قناعت نہیں کرنی چاہیئے اور آخرت کی طلب جاری رکھنی چاہیئے۔ کیونکہ حقیقی پرہیز گاری یہی ہے۔

فان زاد التقویٰ — بے شک بہترین زادِ راہ تقویٰ ہے۔

تاکہ فتح حاصل ہو۔ اور طاعت اور ذکر پھل لائے۔

واللہ اعلم بالصواب

---

## مکتوب ۲

بجانب میاں نصر اللہ دیپال پوری
دربیان حکم دل وحل مشکل
(عبارتے از نزہت الارواح)

حق حق حق

شعر

چنداں آرزو مندم کہ وصفش در بیان آید اگر صد نامہ بنویسم حکایت بیش ازاں آید

(دوست کی طلب و تمنا اسقدر ہے کہ بیان سے باہر ہے اگر سو خط بھی لکھوں تب بھی دل کی بات باقی رہ جاتی ہے)

بعد از حمد و صلواۃ اور دعائے ترقی درجات، جناب برگزیدہ حضرت حق و مقبولِ اولیاء برادرم خواجہ نصر اللہ تجھے حق تعالیٰ تمام آفات سے محفوظ رکھے، بلند مقامات پر سر فراز کرے، اور اپنے جود و کرم سے عطیات و نحات عطا فرمادے کیونکہ اس کا جود و کرم اسکی اعلیٰ صفات میں سے ہے اور یہی اولیاء اللہ کی عبادات کا مقصود و مطلوب ہے۔ از فقیر بے نوا، وحقیر مبتلا، خادم فقراء تراب (خاک) پائے درویشان عبد القدوس اسماعیل الحنفی۔ خلاصۂ احوال آنکہ ہر حال پر حمد باری تعالیٰ ہے اور اسی کی حمد ہمیشہ مطلوب و مقصود ہے کیونکہ قلب انسانی کی صفت محبت ہے اور قلب آئینہ کی مانند ہے جس میں دوستوں کی محبت کا عکس خود بخود پڑتا رہتا ہے اور اسکے چشم و گوش بھی طالب دیدار رہتے ہیں کیونکہ النَّاسُ عَلٰی دِیْنِ مُلُوْکِھِمْ کے مطابق قلب بادشاہ ہے اور چشم و گوش اسکے ماتحت ہونے کی وجہ سے وہ بھی مشاہدۂ دوست کے طلبگار بن جاتے ہیں۔ لہذا چشم و گوش کی تمنا بھی پوری کرنی چاہیئے یہاں نااہلوں کی محبت سے خوب پرہیز کرنا چاہیئے کیونکہ حدیث پاک میں آیا ہے کہ المرءُ مع من احبَّ

(انسان کا حشر اسکے ساتھ ہوتا ہے جس سے وہ محبت کرتا ہے۔) دوستوں کا خط ملاقات کے برابر ہوتا ہے جیسا کہ کسی نے کہا ہے ؎

ہر آں راحت کہ از دیدار باشد    بمکتوبے ہمساں مقدار باشد

(دیدار دوست سے جسقدر خوشی حاصل ہوتی ہے اسکے خط سے بھی اسی قدر خوشی ہوتی ہے۔) آپکی طرف سے کوئی خبر موصول نہیں ہوئی۔ خدا خیر کرے۔ سنا ہے کہ آپکا کارِ خیر (نکاح) ہو چکا ہے۔ مبارکباد۔ مرحبا۔ دعا ہے کہ حق تعالیٰ اس کام کو حصولِ رضائے الٰہی کا ذریعہ بنائے۔ برادرم شیخ میراں آئے ہیں ان سے آپکی خیریت معلوم ہوئی جس سے دل کو بہت خوشی ہوئی۔ اور حق تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذَالِكَ۔

**اشکال اور اُن کا جواب** ان سے معلوم ہوا کہ کتاب نزہت الارواح کی عبارت کے چند کلمات کا سمجھنا آپ کے لیئے مشکل ہو گیا ہے اور ہر شخص اپنی سمجھ کے مطابق ان کا مطلب نکال رہا ہے انہوں نے نزہت الارواح کی عبارت لفظ بلفظ مجھے بتائی ہے۔ میں نے اس عبارتِ دقیق کے معانی دوستوں کی مجلس میں بیان کیئے جنکو اب کاغذ پر لکھ کر آپکے پاس ارسال کر رہا ہوں۔

**نزہت الارواح کی عبارت** کتاب نزہت الارواح کی عبارت یہ ہے:۔

"معرفت را عقل آلہ است و عشق حالتِ آں بتدریج خشت بر سرِ آب
مے زند و ایں بہ تجرید آب بر سرِ خشت بیانہ واللہ اعلم۔

ترجمہ۔ معرفت الٰہی کے سمجھنے کے لیئے عقل ایک آلہ ہے اور عشق اس حالت کو بتدریج پانی پر اینٹ مارتا ہے لیکن دراصل یہ اینٹ پر پانی مارتا ہے"۔

**شرح از حضرت شیخ رح** معرفت سے مراد عالم لامثل (لا تعین یا احدیت) ہے اور عقل سے مراد عالم مثال (عالم ناسوت) ہے۔ لہٰذا بلا شبہ عالم لامثل کا ظہور عالم مثال کے واسطہ سے ہوا۔ جیسا کہ فرمایا گیا ہے لَوْلَاكَ لما اظهرت الربوبیة۔ واسطہ سے مراد ذریعہ ہے اور وہ حالت جس سے بے مثل نے مثل میں ظہور فرمایا اور بے مثل کا مثل سے پتہ چلا وہ عشق ہے۔ کیونکہ عشق ایک حال ہے چنانچہ عقل

نے بتدریج یعنی مرور زمانہ سے بے مثل کا نقش عالم مثل کے ذریعے ظاہر کیا اور لطیف کو کثیف کی شکل میں لایا اور عین کو غیر کر کے دکھایا۔ یہ ہے پانی پر اینٹ مارنا (یعنی پانی لاتعین تھا۔ اس پر تعین کی اینٹ ماری تو بے شمار چھینٹے اڑ نکلے۔) لیکن عشق کے ذریعے جو تجرید اور محبت کی وجہ بے مثل کا نشان مثل (عالم مثال) میں مل گیا۔ یعنی کثیف سے لطیف کی نشان دہی ہوئی دور اور غیر سے عین کا پتہ چلا۔ اور مثال (عالم مثال) کو درمیان سے نکال دیا۔ جیسا کہ فرمایا گیا ہے۔ **قل جاء الحق و زهق الباطل** (حق آیا اور باطل چلا گیا) اور یہ ہے اینٹ پر پانی مارنا۔ اس جگہ مثل اور بے مثل ایک نظر آتے ہیں اور کثرت اور وحدت کا فرق مٹ جاتا ہے **و لیس عند الله صباح و مسا** (عند اللہ نہ صباح یعنی کثرت ہے اور نہ شام یعنی وحدت ہے۔) اور **فانّ العبد و الحق عند العبد و عند الله لیس الا هو** (کیونکہ عابد و معبود انسان کے نقطہ نظر سے ہے اللہ کے نقطہ نگاہ سے اللہ کے سوا کچھ نہیں) مجھے معلوم ہے کہ یہ بات ہر شخص کی سمجھ میں آنا مشکل ہے۔ **الله لا یُفهَمُ الا بالله** (اللہ کو اللہ ہی سے سمجھا جا سکتا ہے۔) **عَرَفتُ رَبّی بِرَبّی** (میں نے اپنے رب کو اپنے رب کے ذریعے پہچانا) سے یہی مراد ہے۔ **والمعنی الظاهر ان اختلاف اللیل و النهار من التکثرات و التعیّنات الکونیات عند الناس، اما عند الله فی الغیب لیس الا هو، والله اعلم بالصواب** (اور آیۂ انّ اختلاف اللیل والنهار کے ظاہری معنی عالم کثرت اور عالم تعیّنات میں ہیں انسان کے نقطۂ نگاہ سے لیکن اللہ کے نقطۂ نگاہ سے عالم الغیب میں کچھ نہیں سوا اللہ کے۔ اور اللہ بہتر جاننے والا ہے)

# مکتوب ۳

## بجانب شیخ فرید ہانسویؒ بنبیرہ
## حضرت مخدوم شیخ جمال ہانسویؒ
## در بیان تواضع ومنت

حق حق حق

شعر - یا اشرف البرایا، یا کعبۃ الامالی - یا من لہٗ عدیم فی الخافقین ثانی (اے سید السادات اور اے کعبۂ امیدواران، اے وہ جس کا دنیا میں ثانی نہیں) بیت ؎

بازار حسنِ جملہ خوباں شکستۂ ٭ رہ نیست کہ از تو ہیچ خریدار بگزرد

تو وہ حسین ہے جس نے تمام حسینوں کو ماند کر دیا ہے تیرے بغیر کسی عاشق کو اب چارہ نہیں) فقیر بے نوا و حقیر مبتلا عبد القدوس اسماعیل الحنفی کی طرف سے بے حد آداب اور بے پایاں خلوص بخدمت ملک الاولیاء، قدوۃ الاصفیاء، علم الجود والسخا، سماۃ الکرم والھدیٰ شیخ الشیوخ شیخ فرید نفع اللہ المسلمین بطول بقائہٖ بشرف نظر منظور فرمائیے۔ خلاصہ احوال آنکہ ہر حال میں حق تعالیٰ کا شکر ہے - لاکھ لاکھ شکر ہر لمحہ - اس درویش دل ریش، بت پرست، بدکیش، سیاہ رو، سیہ کار کو اپنی نظرِ کیمیا اثر اور ہمت عالی سے زرِ خالص بنائیے - اور اس مفلس بے مایہ کو اپنے مخلصین اور محبین میں شمار کیجئے - یہ بندۂ عاجز اور پر تقصیر خداوند عالم کا شکر گزار ہے کہ آپ جیسے مردانِ بلند ہمتان خدا کی دنیا میں اب بھی موجود ہیں جو ستونِ عالم اور موجب قرار و قیامِ جہاں ہیں اور انکی برکت سے دنیا قائم ہے - یہاں ہمتِ بشری وہ کمان ہے کہ جسکا چلّہ جبرائیل اور میکائیل بھی نہیں چڑھا سکتے - یہ ہمت بشری وہ کمند ہے کہ لوگوں کو اسفل السافلین سے نکال کر اعلیٰ علییّن تک پہنچا دیتی ہے - اور یہ ہمت اسی دل کے اندر ڈالی جاتی ہے جو سعید ازلی اور رشید ابدی ہوتا ہے - اور یہ دولت آج حضرت

سلطان الشیوخ کے ہاں پائی جاتی ہے۔ ذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء (یہ اللہ تعالیٰ کا کرم ہے جسکو چاہے عطا کرتا ہے۔)

مقصود آنکہ قاضی راجن ابدالی جو اس فقیر کے محب اور دوست ہیں آپکی خدمت میں حاضر ہونگے۔ آپ کثیر العیال ہیں لیکن روزی کا ظاہر ذریعہ کوئی نہیں ہے۔ سلطان الشیوخ کا دامن ہمت پکڑنے کیلئے آ رہے ہیں ان کے لیئے آپ جسقدر رعایت اور مروت فرما سکتے ہیں امید ہے کہ عنداللہ مقبول ہوگی۔ اور یہ مہربانی ان پر نہیں بلکہ اس فقیر پر ہوگی۔ حدیث شریف ہے کہ من قضی الاخیہ المسلم حاجۃ قضی اللہ سبعین حاجۃ (جس نے اپنے مسلمان بھائی کی ایک حاجت پوری کی اللہ تعالیٰ اسکی ستر حاجتیں پوری فرماتا ہے۔) سبحان اللہ! اس کام سے بہتر کیا کام ہے اور اس عمل سے بہتر کیا عمل ہو سکتا ہے خدا تعالیٰ جسکے نصیب کرے۔ جسکا کام اسی کو ساجھے۔ شکم پرور اور ہیں اور مسلم پرور اور ہیں۔ حق تعالیٰ فرماتا ہے۔ ویطعمون الطعام علیٰ حبہ مسکیناً ویتیماً واسیرا (اور اللہ کی محبت میں وہ پرورش کرتے ہیں مساکین کی یتیموں کی اور بندی والوں کی) یہ آیت ایسے لوگوں کی تعریف میں آئی ہے نیز فرمایا۔ ویؤثرون علیٰ انفسھم ولو کان بھم خصاصہ یہ انکے حق میں وارد ہوئی ہے۔ الحمد للہ علیٰ ذالک۔ خدا اس سے بھی زیادہ دے۔

## مکتوب ۴

بجانب خواجہ نصر اللہ دیپالپوری

در رمز وحدت و محبت

حق حق حق

باد نصرتِ رحمان جو سبب وجود جان و جہان ہے اور حسن خوبرویان کے حسین چہروں کی موجب نکھار ہے سمتِ لامکان اور ملک بے نشان سے ایسی چلی کہ آب رحمت

کے قطرات آسمان عظمت اور فیض مقدس سے ٹپکنے لگے اور رہر موجود جو پردہ عدم میں نابود تھا ساحلِ ہستی پر نمودار ہوا۔ دراصل عین بین عین کا ظہور رہوا اور قرب و بعد کا سوال جاتا رہا۔ چنانکہ محب مکانی اور محبوب لامکان اگرچہ صورت میں جدا ہیں حقیقت میں جدا نہیں ہیں محب کی صورت میں عین محبوب ظاہر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ محب ہمیشہ درخود، با خود اور بے خود شیدا ہے (یعنی اپنے آپ پر فریفتہ ہے۔) آیۂ مبارکہ **وھو معکم اینما کنتم** (وہ تمہارے ساتھ ہے جہاں بھی تم ہو) اِسی راز کو ظاہر کرتی ہے۔ بیت ؎

جہاں را بلندی و پستی توئی ندانم کہ ہرچہ ہستی توئی

(کائنات کی بلندیوں اور پستیوں میں تو ہی جلوہ نما ہے مجھے معلوم نہ تھا کہ جو کچھ ہے تو ہے۔) اے عزیزِ دو جہان! آپکی ذاتِ پسندیدہ آپکے اسم پسندیدہ کی طرح خدا کرے سعید ازلی ہو۔ لطافت اور محبت کے جو جھونکے ظاہری و باطنی طور پر آپکی طرف سے موج در موج وارد ہوتے رہتے ہیں وہ ایک لمحہ کیلئے دل سے فراموش نہیں ہونے اور اسبات کا ثبوت آپ اپنے دل سے پوچھیں کہ **القلوب مع القلوب تتشاھد وا** (کہ قلوب کا قلوب کے ساتھ مشاہدہ جاری رہتا ہے) بیت ؎

چنانی در دلم حاضر کہ جاں در جسم، خون در رگ فراموشم نہ وقتے کہ دیگر بار یاد آئی

(تو میرے دل میں اسطرح حاضر ہے جسطرح جان جسم میں اور خون رگ میں۔ جب تو مجھے ایک لمحہ کے لئے بھی نہیں فراموش ہوتا تو کیسے کہا جائے کہ دوسری بار یاد آتے ہو) **المقصود** مختصر یہ کہ یہ خط اس وقت لکھا گیا جب دل جدائی کی وجہ سے سخت تنگ تھا کسی نے سچ کہا ہے کہ جب دوست کی یاد ستاتی ہے تو قلم لنگ اور زبان گنگ ہو جاتی ہے۔

# مکتوب ۵

بجانب سید محمود سہرندی
در علو ہمت متضمن معنی تاسف

حق حق حق

بعد الحمد والصلوٰۃ حضرتِ سید السادات جناب عالی ذات متعالی صفات صدر المشائخ سید محمود حمد اللہ تعالیٰ فی الدارین تحیات وافراز داعی کافۂ اہلِ اسلام فقیر حقیر عبد القدوس اسماعیل الحنفی منظور باد۔

المقصود آنکہ۔ بیت ؎

اگر حاصل شود آں گلرخ واں لب چو مے گونش
چہ بے حاصل بُوَد کو ہشت باغ و چار جو خواہد

(اگر وہ لالہ رخسار اور اسکے لب لعل میسر آجائیں تو اسکے مقابلے میں اس شخص کی کیا وقعت ہو گی جو آٹھ بہشت اور چار ندیوں کا طالب ہے۔) یعنی جو شخص نظارۂ جمالِ وحدت اور شربتِ احدیت (مقام لاتعین) چھوڑ کر دنیا یا آخرت کی حوروں کا طلب گار بنتا ہے تو اس جیسا بے ہمت کوئی نہیں بلکہ وہ آدمیت سے نکل کر حیوانیت میں چلا جاتا ہے۔ پس افسوس صد افسوس کہ ہم کم بخت یک رنگی بلکہ ہمرنگی چھوڑ کر دو رنگی بلکہ صد ہزار رنگی میں مبتلا ہو گئے ہیں اور اپنی حقیقت سے بے خبر ہو کر کئی قسم کے حجابات میں محجوب ہو گئے۔

انّ اوھن البیوت لبیت عنکبوت (کمزور ترین گھر مکڑی کا گھر ہے) افسوس کہ ہم اس کمترین جالِ عنکبوتی میں پھنس کر محجوب ہو چکے ہیں۔ صد افسوس مجھ پر کہ اپنے ہاتھ پر اپنا خون لگا کر اپنی آنکھوں پر مل رہا ہوں۔ ہمارے ابّا آدم علیہ السلام پر اسی وجہ سے گریہ طاری ہوا اور رب العزت کی بارگاہ میں التجا کی کہ رَبَّنَا ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا۔۔۔

(اے ہمارے رب ہم نے اپنے آپ پر ظلم کیا اور اگر تو نے ہماری خطا معاف نہ کی تو ہم کہاں کے رہے) دعا کریں کہ اس غم زدہ اور بے کار کو حق تعالیٰ عالی ہمت عطا فرمادیں کیونکہ دعاء المومن عن ظھر الغیب لا یُرَدُّ (مومن کی دعا کسی کے لیئے پس پشت رد نہیں ہوتی) خدا ہمیشہ آپکو بلند مقامات پر سرفراز فرمائے۔

## مکتوب ۶

بجانب شیخ صلاح و شیخ عبدالکریم سہارنپوری
در حکم دل بعبارتے دیگر

حق حق حق

بیت ؎

نہ چنداں آرزو مندم کہ صفتش در بیاں آید ۔ اگر صد نامہ بنویسم حکایت بیش ازاں آید

(دل اسقدر دردمند ہے کہ بیان سے باہر ہے اگر سو خط بھی لکھوں تو بھی حکایت دل پوری نہ ہوگی) بعد حمد لآ اِلٰہَ اِلاَّ اللّٰہ وصلوٰۃ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہ اور سلام و دعا برائے دوستان فقیر، حقیر، خادم الفقراء و خاک پائے صلحاء عبدالقدوس اسماعیل الحنفی بخدمت برادرانِ دینی شیخ صلاح و شیخ عبدالکریم دام شیخیتہما واضح باد کہ دل جسکی جبلّت میں محبّت ہے ایک لحظہ کے لیئے بھی دوستوں کی یاد سے باز نہیں آتا ۔ مثل مشہور ہے کہ دل کو دل کے ساتھ رشتہ ہے ۔ ہر وقت یہی آرزو دامنگیر ہے کہ قیدِ وجود سے باہر جست لگا کر محبوب سے جاملوں اور بُعد جسمانی اور حجاب دوری کو کہ جسکا کوئی وجود نہیں ہے ترک کر کے قربِ حقیقی اور معیت اصلی کا مشاہدہ کروں اور محبوب کے ماسوئیٰ جو کچھ ہے چھوڑدوں ۔ المرءُ مع من اَحَبَّ (آدمی وہاں کا ہو جاتا ہے جہاں اسکی محبت ہے) اسکا دستور ہے اور وھو معکم اینما کنتم (وہ تمہارے ساتھ ہے جہاں بھی تم جاؤ) اس کا حضور ہے ۔ لہذا

اس امر کی خوشی سے دل پھولا نہیں سماتا اور حضرتِ اللہ احد اور اللہ صمد کے سوا کسی اور کی طرف مائل نہیں ہوتا - اور یہ بات اسکو نصیب ہے جسکی فطرت میں حق تعالیٰ کی محبت ہے - ورنہ ہمیشہ کے لئے غیریّت (ماسویٰ) کی وادی میں بھٹکا پھرتا ہے - یضلّ من یّشاء و یھدی من یشاء (جسے چاہے گمراہ کرے اور جسے چاہے ہدایت دے) افسوس صد افسوس - یہاں پہنچکر کر لوٹ جاتی ہے - بیت ؎

خونِ صدیقاں ازیں حسرت ریخت　　آسماں بر فرقِ ایشاں خاک ریخت

(صدیقوں کا خون اِسی حسرت میں بہا اور آسمان نے اِسی وجہ سے اُن کے سر پر خاک ڈالی)

والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ -

## مکتوب

بجانب شیخ خواجگی سدھوری کہ از قدماء وقت وزعماء عصر بود
در رمز طلب مطلوب و مقصود و صدقِ حال

حق　حق　حق

بیت ؎

ترا بر آمدہ پا در رکاب رعنائی　　مرا ز دست برفتہ عنانِ دانائی

(ایکہ تو رعنائی کے گھوڑے پر سوار ہے اس سے میرا یہ حال ہے کہ عقل کی باگ ہاتھ سے چھوٹ گئی ہے) بعد حمدِ حضرت لا الہ اور درود بر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقیرِ بے نوا و حقیر مبتلا بد بخت عاصی، و گناہ گار، اسیرِ نفس امّارہ عبد القدّوس اسماعیل الحنفی آستانہ بوس اور رسدہ لیس، بخدمت قدوۃ الاولیاء، قطب نقباء حضرت مخدومی عرض پرداز ہے کہ برادرم شیخ عزیز اللہ آنجناب کی قدم بوسی کے بعد یہاں آئے تو انہوں نے قمیص اور خلاصہ کے متعلق جو کچھ آنحضور نے فرمایا بیان کیا نیز حضرت شیخ زمان سلطان الشیوخ شیخ محمد سلمہ اللہ تعالیٰ کے مرید شیخ بیارا جو حضور کی زیارت کیلیئے

گئے ہوئے تھے یہاں آکر بتایا جس سے اس سیہ کار کو اسقدر تشویش ہوئی کہ تحریر سے باہر ہے۔ نیز شیطان نے بھی اس فقیر کے سینۂ بے سکینہ میں وساوس ڈالے جو تیغِ لاحول ولاقوۃ سے دفع کیئے گئے۔ اور حسنِ ظن سے کام لیا۔ کیونکہ ایک نادان اور ناقص انسان کو داناؤں اور کاملوں پر اعتراض کرنا بے جا ہے بلکہ میں نے اپنے آپکو ملامت کا ہدف بنایا۔ یہ عاجز جو صد ہزار برائیوں میں مبتلا ہے ہرگز ہرگز حضرت شیخ کے متعلق یہ گمان نہیں کرسکتا ہیہات ہیہات ہر وہ شخص جو چاہِ ضلالت میں جا پڑا ساحلِ نجات سے محروم رہا وہ اس وجہ سے ہوا کہ طلب جاہ و منزلت میں مبتلا ہوا۔ اس قسم کے لوگ ظاہری زہد و تقوٰی میں مصروف رہتے ہیں اور طلب سجادگی میں مشغول رہ کر مراقبۂ قلبی و سرّی سے محروم رہتے ہیں حالانکہ حضوری حق کیلئے یہی چیزیں ضروری ہیں پس وہ مقصود اصلی اور مطلوب کلّی سے بے بہرہ اور محروم رہ جاتے ہیں العیاذ باللّٰہ من ذالک۔ جس کسی نے حضرت مخدومی کے ہاں اس قسم کی باتیں پہنچائی ہیں محض غلط اور کذب ہے۔ انکی طرف ہرگز توجہ نہ فرماویں اور یقین جانیں کہ یہ سیہ کار اگرچہ صد ہزار گناہوں میں مبتلا ہے اس قسم کی باتیں کرنے کی اسے ہرگز ضرورت نہیں ہے۔ اگر اس میدانِ پر از دشمنان سے ایمان سلامت لے جائے تو اسکے لیئے ہزار شیخی اور مریدی سے بہتر ہے۔ خداوند تعالیٰ سے دعا کریں سلامتی ایمان نصیب ہو۔ میرے اس واویلا اور بر خود ماتم کرنے کو معاف فرمائیے۔

والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ۔

# مکتوب ۸

## بجانب قاضی رکن الدین اچولیوال
## دربیانِ ترکِ دنیا

حق حق حق

محب دوجہانی و دوست جاودانی، مقبول حق، اہل حق، برگزیدۂ حق برادرم قاضی رکن الدین خدا آپکو دنیا اور اسکی مصائب سے محفوظ رکھے۔

سلام اور دعا از فقیر حقیر عبدالقدوس اسماعیل الحنفی قبول ہو۔ خلاصہ احوال آنکہ ہر حال میں خداوند عالم کا شکر ہے۔ خط لکھنے کا مقصد یہ بتانا ہے کہ یہ دنیا سرائے فانی اور معشوقہ بے وفا ہے۔ اس نے صد ہزار شوہر کیئے ہیں لیکن کسی سے وفا نہیں کی۔ اس دنیا کا نوش ہرگز بے نیش نہیں، اسکی شکر میں زہر ملا ہوا ہے جس کسی کو صبح کے وقت نوازتی ہے شام کو نظروں سے گرا دیتی ہے اور جس کسی کو شام کے وقت چاہتی صبح کے وقت اُسے دور پھینک دیتی ہے لہذا اس مکارہ اور غدارہ سے بچ کر رہنا چاہیئے اور اس چیز کا غم کھانا چاہیئے کہ جس میں نجات آخرت ہو۔ غفلت کو اپنے نزدیک نہیں آنے دینا چاہیئے۔ کیونکہ غفلت میں بلائے ناگہانی پوشیدہ ہے۔ گیا ہوا وقت پھر ہاتھ نہیں آتا۔ کسی نے خوب کہا ہے ؎

وقت دریاب مشو غافل کہ انفاس عزیز نیست زانہا کہ پس از فوت قضا خواہی کرد

(وقت کی قدر کرو اور غافل مت ہو جاؤ کیونکہ گئے ہوئے سانس پھر واپس نہیں

برادرم شیخ خاص کو سلام مشتاقانہ پہنچا دیجیئے۔ اور ان سے کہیئے کہ اس کوچہ میں مردانہ وار قدم رکھنے کی ضرورت ہے۔ اور اندیشہ جان اور غم این و آن کو دل سے نکال دینا چاہیئے کہ اس سے حجاب پیدا ہوتا ہے۔ اگرچہ ظاہر میں بہتری نظر آتی ہے لیکن درحقیقت بہتری نہیں ہوتی۔ طالبان حق کا مقصود یہی چیز ہے باقی ہیچ ہے۔ کسی نے خوب کہا ہے ؎

اینکہ رہ آنکہ پاک بازند از غیر خدا بے نیاز زند

مرداں قفس ہوا شکستند | از ننگ زمانہ باز رستند
---|---
در بحرِ فنا چو غوطہ خوردند | جز حق ہمہ را وداع کردند
اینست طریقِ عاشقانِ حق | مردانِ مبارزان مطلق

(اس کوچے میں چلنے والے وہ پاک باز ہیں جو غیرِ حق سے بے نیاز ہیں۔ ان مردانِ خدا نے حرص وہوا کے قلعہ کو توڑ دیا ہے اور ننگِ زمانہ سے محفوظ ہو گئے ہیں بحرِ فنا میں غوطہ لگا کر حق کے سوا ہر چیز سے بے زار ہو چکے ہیں یہ ہے عاشقانِ حق کا دستور اور مردانِ حق کی ہمت)

والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ

## مکتوب ۹

بجانب شیخ الھداد دانشمند سہرندیؒ
در بیان معنیٔ حمد متضمن معنیٔ فنا و بقا

حق حق حق

### بیت

خنک آنکس کہ درین منزلِ نا پا ہر جا | خاطرے دارد آباد و سرائے ویراں
---|---

(خوش قسمت ہے وہ شخص جو اس دنیائے فانی میں دل آباد رکھتا ہے خواہ سرائے ویران ہے)

آں عالم ربانی، آں عارف حقانی، آں محقق معانی، آں مدقق سبحانی، آں عثمان ثانی، آں بحرِ صفا یعنی شیخ الھداد لازیا، مد اللہ ظلالہٗ و اعلیٰ فی الدارین قدرہٗ خلوص وافر و تحیات متکاثر، از خادم درویشان بلکہ تراب (خاک) قدم ایشان فقیر، حقیر، کسیر، اسیر نفس شریر عبدالقدوس اسماعیل الحنفی، خلاصہ احوال آنکہ ہر حال میں حق تعالیٰ کی حمد و ثنا ہے لِلّٰہِ الحمد دائماً۔ قال الفقیر الفنا الحامد فی عین المحمود وبقاء العبد بوجود المعبود والفنا تبدل تحولہ باوصاف المعبود وترقیہ الیٰ غایۃ القرب المقصود، والبقا اثبات العبد بمحض الوجود فی مقعد صدق عند ملیک مقتدر۔ ترجمہ۔ حامد کی فنا ہے عین محمود

ہو جانا، اور عبد کی بقا معبود کے وجود سے ہے اور فنا تبدیل ہونا ہے عبد کے صفات کا معبود کے صفات میں۔ اور قربِ محبوب میں غایت درجہ کی ترقی۔ اور بقا ہے اثبات عبد کا وجود مطلق میں جیسا کہ آیۂ فی مقعد صدق عند ملیک المقتدر سے واضح ہے (یعنی مالک مطلق کے ہاں مقام صدق کا حصول) ہیہات ہیہات حمد کہاں اور ہم کہاں ہم کون ہیں کہ حق حمد ادا کر سکیں۔ ہم تو ہر وقت سخت بے شکری کا شکار ہیں۔ بیت۔

کجا آں حلقۂ زنجیر و آں زلفش کجا تو ز ہے این پریشانیہا کہ در سر افتادہ است

(کہاں محبوبِ حقیقی کی زلفیں (یعنی وصال) اور کہاں تو، بہر حال میرے لیئے یہ خوش بختی ہے کہ محبوب کی طلب دل میں ہے۔) پس طالبِ بیچارہ کے لیئے اس کے سوا کوئی چارہ نہیں کہ ہمیشہ خونِ دل کے گھونٹ پیتا رہے اور تیر جگر کھاتا رہے۔ بیت۔

دستگیرے نہ، دو پایائے ارادت در گل آشنائے نہ، و دریائے غمے بے پایاں اکنوں

(کوئی یار و مددگار نہیں اور ہمت کے پاؤں دل دل میں پھنس گئے ہیں۔ کوئی آشنا نہیں اور غم کا بحر بے پایاں درپیش ہے) زندگی برباد ہو گئی لیکن نہ مقام فنا اور نہ مقام بقا میں تکمیل ہوئی ہے اور یہ فریضہ جو مقصودِ اصلی اور مطلوبِ کلّی ہے ادا نہیں ہوا۔ کیا کیا جائے سوائے اسکے کہ جب تک تن میں دم ہے خاکِ پشیمانی سر پر ڈالی جائے دستِ حسرت منہ پر مارا جائے اور نایافت کا غم یافت کی امید میں کھایا جائے امید ہے کہ خوش بختی یاوری کرے اور آیۂ واللہ ذو الفضل العظیم (اللہ تعالٰی بڑا مہربان ہے) بمصداق حق تعالٰی کا فضل و کرم شاملِ حال ہو اور آیۂ یَهْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ آفتاب ہدایت طلوع کرے اور آیۂ وَلَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِیْعًا (اللہ تعالٰی کی رحمت سے ناامید نہ ہو تحقیق اللہ تعالٰی تمام گناہ بخش دے گا) کے مطابق حجابات کا پردہ چاک ہو جائے جیسا کہ حق تعالٰی نے فرمایا ہے کہ کلّا انهم عن ربهم یومئذٍ لمحجوبون (اس دن وہ لوگ اپنے رب کے دیدار سے محروم ہونگے) اور زمین دل پر آفتابِ صفاتی طلوع کرے وہ زمین جسکے متعلق حق تعالٰی نے فرمایا ہے کہ تبدل الارض غیر الارض (اس زمین کی بجائے دوسری زمین آجائے) اور آیۂ مبارکہ وُجُوْهٌ

یَوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ اِلٰی رَبِّهَا نَاظِرَةٌ (اس دن ایسے چہرے بھی ہونگے جو اپنے رب تعالیٰ کے دیدار سے خوش وخرم ہونگے) کے مطابق سعادت ابدی نصیب ہو جائے اور قول العارفون لا یعرفون غیر اللہ (عارفین غیر اللہ سے بے خبر ہوتے ہیں) کی اعلیٰ مسند تک رسائی ہو جائے یہ ہے مذہب اسلام کا مدعا ومقصد۔ وینسون النعیم اذا راوہ (اور نعمت دینے والے کو دیکھ کر نعمت کو بھول جاتے ہیں) یعنی وجود کائنات سے قطع نظر کر کے وجودِ مطلق کو پا لیتے ہیں۔ یہ حقیقت اُس وقت سمجھ میں آجاتی ہے۔ اور معلوم ہو جاتا ہے کہ مطلوب ومقصود حقیقی کیا ہے۔ بیت ؎

از انکہ آشنائے با توام شد ۔۔۔ شدم بیگانہ از ہر آشنائے

(جب سے تیری آشنائی حاصل ہوئی ہے تمام آشناؤں سے بیگانہ ہو گیا ہوں)

واللہ اعلم بالصواب وصلی اللہ علیٰ خیر خلقہٖ محمدؐ وآلہٖ اجمعین۔

## مکتوب ۱۰

بجانب ہیبت خان سروانی
دنیا سے روگردانی، آخرت کی طرف رجوع
اور طلب مولےٰ میں بلند ہمتی کے بیان میں

حق حق حق

الحمد للہ الذی لا الٰہ الا ھو لہ الحمد فی الاولیٰ والاٰخرۃ ولہ الحکم والیہ ترجعون والصلوٰۃ التامۃ دائمۃ النامیہ علیٰ رسول رب العلمین سید المرسلین محمد وآلہٖ اجمعین۔

اما بعد۔ دعائے دولت ابدی ونعمتِ سرمدی برائے جناب عزت مآب، برگزیدہ الٰہ، ومقبولِ اہل اللہ، طالب جوہر لا الٰہ الا اللہ متبع ومصدقِ محمد رسول اللہ جانباز دجہان تاز، فی سبیل اللہ (یعنی اللہ کی راہ میں جان پر کھیلنے والا اور دنیا کی پرواہ نہ کرنے والا) معین الضعفاء (کمزوروں کا مددگار) مشفق غرباء (غریبوں کا مہربان، حلماء، اور صلحاء، کے قدر دان، اولیاء واصفیاء

اور مشائخ عظام کے معتقد و معترف خانِ اعظم خاقانِ معظم، بلند مسند، ہیبت خان خداوند تعالیٰ جسے دارین میں سرفراز کرے اور آفات و بلیات سے محفوظ رکھے اور دشمنوں کے شر سے امان دے از فقیر بے نوا، حقیر مبتلا، کسیر بربلا، واسیر کبیر ابتلا، خادم الفقراء بلکہ تراب (خاک) نعال (جوتا) الفقراء عبدالقدوس اسماعیل الحنفی۔ خلاصۂ احوال آنکہ ہر حال میں خدا کا شکر ہے آپ کا خیریت نامہ موصول ہوا۔ دل کو خوشی ہوئی اور حق کا شکر ادا کیا۔

نظم

بساطِ ارغوانی بسنہ — طرب سازد دادِ جوانی بدہ

سیاہے بگیر فتی سپیدی بگیر — چنیں بایدت ابلقے تا گسز یر

(سخاوت کا دستر خوان دراز کر، خوش باش اور دادِ جوانی دے۔ ہر سیاہ و سفید پر غالب آجا۔ یہ ہیں تیرے ابلق (اسپ دولت) کے میدان۔ دنیا کی تمام مرادیں نامرادی اور خرابی ہیں۔ لہذا اب مراد ہائے آنجہانی (آخرت کی کامیابی) اور عمارت ہائے سبحانی جاودانی (حق کی خوشنودی) کیلئے جد و جہد کرنی چاہیئے۔ . . . .

اور ہمت کے دو شہپر یعنی غیرِ حق سے غیرت اور خیر محض سے محبت اِن دو بازوئے ہمت کے ذریعے پرواز کر کے اعلیٰ منازل پر پہنچنا چاہیئے۔ اور طاعت و اطاعتِ حق کے میدان میں مخلصانہ اور صادقانہ دوڑنا چاہیئے۔ جہانِ فانی کی سیاہی سے توبہ اور عجز و نیاز کے ذریعے بچنا چاہیئے۔ اور جہانِ باقی کی سفیدی کو نیکی اور خلوص کے ذریعے حاصل کرنا چاہیئے۔ جیسا کہ حق تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ وجوہ یومئذٍ ناضرۃ الیٰ ربھا ناظرہ (ایسے چہرے ہونگے جو دیدارِ حق کی وجہ سے ترو تازہ ہونگے) اِس دولت کو حاصل کرنے کی کوشش کرنی چاہیئے دولتِ دنیا کو بہ دلِ ناخواستہ حاصل کیا جائے اور دولتِ قلبی کو جو ابدی و سرمدی ہے حاصل کرنے کی کوشش کرنی چاہیئے اور دنیائے دوں میں سے جو تمام خرابیوں اور عیبوں سے پر ہے صرف اسلئے حاصل کرنا چاہیئے کہ یہ آیۂ پاک الدنیا مزرعۃ الآخرۃ (دنیا آخرت کی کھیتی ہے) آخرت کے لئے ذریعہ نجات بن سکے۔ لہذا دنیا کو غنیمت جان کر دولت دوجہانی اور سعادتِ جاودانی حاصل کرے اور ایک جست لگا کر مکان سے لامکان اور در دولت

سبحان تک رسائی ہو۔خدا تجھے اور ہمیں اور تمام مومنین کو یہ دولت نصیب کرے اپنے فضل و کرم سے۔

## مکتوب ۱۱

بجانب ابراہیم خاں سردانی

دنیا کو مناسب اور غیر مناسب کاموں پر صرف کرنے کے بیان میں

حق حق حق

دعائے مستجاب جناب عالی مآب خانِ اعظم، خاقانِ معظم، مسند عالی ابراہیم خان از داعی کافۂ اہل اسلام، خادمِ درویشان بلکہ خاک پائے ایشاں، عبدالقدوس اسماعیل الحنفی خلاصۂ احوال آنکہ ہر حال میں حمد خدا ہے۔ للہ الحمد دائماً مقصود۔ یہ دنیا دارِ فنا ہے اور پُر عیب و پُر بلا ہے۔ اہل سعادت کیلئے دنیا کی خوبی اور حُسن یہ ہے کہ یہ مزرعۂ آخرت یعنی آخرت کی کھیتی ہے اور اہل شقاوت کیلئے یہ اسلئے پُر خطر اور پُر عیب ہے کہ یہ گمراہی اور بدبختی کا گڑھا ہے پس جو شخص اسے فسق و فجور کے کاموں میں صرف کرتا ہے بدبختی اور شقاوت کے گڑھے میں گر کر تباہ ہو جاتا ہے اور جو شخص اسے خدا اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق نیکی کے کاموں میں خرچ کرتا ہے یعنی غریبوں کی دستگیری، مسکینوں کی دلجوئی، کمزوروں کی امداد اور علماء و مشائخ کی خدمت میں وہ دولت ابدی اور سعادت سرمدی حاصل کرتا ہے۔ سبحان اللہ جس نے اس کمند پر ہاتھ مارا مقاماتِ اعلیٰ علیین تک پہنچا۔ اور چوگانِ ہمت کے ذریعے گوئے سبقت اور سعادت لیکر میدانِ فنا سے میدانِ بقا میں پہنچ گیا اور ہزار ہا شادیوں اور کامرانیوں سے سرفراز ہوا۔

عاقبت محمود باد بحرمت النبی و آلہ الامجاد۔

# مکتوب ۱۲

بجانب صدر العلماء، بدر الصلحا، حضرت شیخ عبد الصمد برادر بزرگ حضرت اقدس

در بیانِ نکوہش حال خود و انکسار و عجز

حق حق حق

## بیت

دلم ایں دولتِ وصلت ابدی میدانست — واگہش نے کہ کمین گاہ زوال بودہ است

ناگہاں صبح فراقِ تو دمید از شب وصل — گوئی آں عشرت خوابے وخیالے بودہ است

(میرا خیال تھا کہ آپکے وصل کی یہ دولت ابدی ہے کیا معلوم کہ یہ بھی زوال پذیر تھی۔ کیا ہوا اچانک شب وصل کے بعد صبح فراق کا طلوع ہوا اور معلوم ہوا کہ وہ خوشی ایک خواب تھا خیال تھا)

بعد حمد لا الہ الا اللہ اور درود بر محمد صلی اللہ علیہ وسلم فقیر حقیر کسیر اسیر نفس شریر، خراب روزگار، خجل از خطا ہائے بیشمار، در ماندہ از عزیزان و دور ماندہ از قریبان، مجرم، مبتلا، پُربلا، متحیر، ناسزا، متغیر، بے نوا، شرمندۂ تقصیرات، مستوجب درکات، ملوم این جہان، محروم آں جہاں، زشت روئے، بدخوئے، ہرچہ گویند، ازیں ہا خسیس تر، ہیہات ہیہات! بیچارہ غرقِ دریائے ظلمت بیکنار، مفلس دو جہان تہی دست از نعمات و سعادات این و آں، بے آبرو و زرد موے، و پریشان موے، در مومنان، مصلحان مصرع

دہ کجا روم و کرا شفیع آرم (کہاں جاؤں اور کس کا دامن پکڑوں)

عبد القدوس اسماعیل الحنفی، خدمت و عبودیت بحضرت صدر العلماء، بدر الصلحاء، محقق المعانی، مبین الفرقانی، نعمان الثانی، حضرت برادر اعزّ و اکرم شیخ المشائخ شیخ عبد الصمد ادام اللہ برکاتہ، عرض مے دارد والمقصود ایں خاکسار، ناہموار، بدکردار، ساری عمر دنیائے دوں کے کھیل کود، گمراہی اور ضلالت میں گزار دی، اور زادِ آخرت کچھ جمع نہ کیا، موت کا دن قریب آگیا ہے روئے سیاہ پر سفید بال ظاہر ہو گئے ہیں،

خاکِ ملامت سر پر ہے اور آبِ ندامت آنکھوں سے بجا رہی ہے اور حسرت ابدی دامنگیر ہے اور شقاوت ازلی جو تقدیر میں تھی ظاہر ہو رہی ہے۔ نعوذ باللہ من ذالک۔

کسی نے خوب کہا ہے ؎

ترسم زگناہ نیست کہ او غفار است     از سابقۂ حکم ازل مے ترسم

(میں اپنے گناہوں سے خوف زدہ نہیں ہوں کیونکہ وہ غفار ہے مجھے ڈر ہے تو تقدیر کا ہے)

اب جبکہ نفس بدکار کا کام حد سے گزر چکا ہے اور گناہوں سے تھک گیا ہے اب سخت پشیمانی لاحق ہے لیکن اب پشیمان ہونے سے کیا ہاتھ آتا ہے اور عذابِ دوزخ سے کیسے نجات ملیگی۔ اور حق تعالیٰ کو کیا منہ دکھلاؤں گا۔ کسی نے خوب کہا ہے ؎

دستگیرے نہ و پا ہائے ارادت در گل     آشنائے نہ و دریائے غمت بے پایاں

(پاؤں گناہ کی دلدل میں غرق ہیں اور کوئی دستگیر نہیں، دریائے غم بے پایاں ہے اور کوئی آشنا نہیں۔) ہیہات ہیہات سرمایۂ زندگی جو تھا قمار خانۂ حرص و ہوا میں برباد ہوا اور بے سر و ساماں ہو کر رہ گیا ہوں۔ نیکی اور صلاح کے کاموں سے دور رہ کر بحرِ ظلمات و گمراہی میں غرق ہو چکا ہوں۔ اب ساحلِ نجات کہاں، جزیرۂ فوز کہاں، قلعۂ فلاح کہاں، پشتۂ امان کہاں اور مِن بیچارہ کہاں۔ کسی نے خوب کہا ہے ؎

بہ ورطہ کہ من افتادہ ام مسلماناں     عجب بُوَد کہ رسد بکراں سفینۂ من

(جس دریا کے چکر میں ایسا پھنس چکا ہوں کہ میری کشتی کا بچ نکلنا مشکل نظر آتا ہے۔)

بحرِ قہاری کے امواج کا طلاطم، عساکر افواج جباری کا غلبہ تیغ غیرت ذوالجلالی کی تیزی اور اسپِ بے نیازی بمصداق اِنَّ اللّٰهَ يَغْنِىٌّ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ (اللہ تعالیٰ تمام جہانوں سے بے نیاز ہے) کا زور اور آیۂ وَامْتَازُوا الْيَوْمَ اَيُّهَا الْمُجْرِمُوْنَ کا انتباہ، يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ کی قوت اور وَاللّٰهُ غَالِبٌ عَلٰٓى اَمْرِهٖ کا غلبہ اور و لا ابالی هٰٓؤُلَاۗءِ فِى الْجَنَّةِ وَهٰٓؤُلَاۗءِ فِى النَّارِ (مجھے پرواہ نہیں کہ کوئی جنت میں جائے یا کوئی دوزخ میں جائے) کی تیغ ناز و کبریائی نے ہم سب کو ایسا حیران و پریشان کر دیا ہے کہ تکیہ اعتماد ہاتھ سے نکل گیا ہے اور طوفان جلال سر سے اُوپر نکل گیا ہے اور قلوب غرقِ آب

ہو کر بے تاب ہو رہے ہیں اور یہ نالہ بلند کر رہے ہیں ؎

زلف ابتر چہ بر گماشتۂ　　بر سرِ روزگارِ ابتر ما

بر گذشت آب از سرم تو ہنوز　　نیاری گذشت از سرِ ما

(تو نے اپنی زلف فتنہ انگیز کو نہ جانے کیا پیچ و خم دیئے ہیں کہ پانی ہمارے سر سے اوپر جا چکا ہے تو تجھے خبر نہیں)

شرح۔ اس شعر میں زلف سے مراد تعیّناتِ کثرت ہیں جو روئے دوست پر حجابات بن کر رہ گئے ہیں شاعر ان حجابات کا شکوہ کر رہا ہے اور نالاں ہے۔ (حاشیہ کتاب)

اسکے علاوہ جلالت و ہیبتِ حضرت جبّار کی ہزاروں تجلیات کا اسقدر زور ہے کہ جن سے کوہ (پہاڑ) کاہ بن کر پردۂ عدم میں چلے جاتے ہیں۔ تاہم اُس کریم کے کرم اور رحیم کی رحمت سے ناامید نہیں ہوں بلکہ یہ تمام سختیاں اسلئے نازل ہوتی ہیں کہ انسان حضرتِ ستّار و غفّار اور ذوالبقا کی طرف رجوع کرے۔ اس نے وعدہ فرمایا ہے کہ اِنَّ اللّٰہَ یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِیْعًا (اللہ تعالیٰ تمام گناہ معاف کر دے گا۔) اور اس وعدہ پر ہر شخص کا بھروسہ ہے۔ کسی نے خوب کہا ہے ؎

چوں بہ ستاریٔ تو دیدم کارساز　　ہم بدستِ خود دریدم پردہ باز

چوں نخواہد خواست عذرم ہیچ کس　　عذر خواہ جرم من عفو تو بس

از درِ خویشم مگرداں نا امید　　از سرِ لطف سیاہم کن سپید

(۱۔ جب میں نے تیری ستاری کو اپنا کارساز دیکھا تو اپنے ہاتھ سے پردہ چاک کر دیا۔
۲۔ میرا عذر خواہ اور مددگار کوئی نہیں ہے۔ میرا عذر خواہ تیرا عفو ہے اور بس۔
۳۔ مجھے اپنے در سے ناامید نہ کر اور اپنے لطف و کرم سے میرا نامۂ اعمال سیاہ سے سفید کر دے۔) اے کریم اگر تو اپنے لطف و کرم سے مجھ بدکار کو معاف کر دے اور میرے دفاتر (جمع دفتر) گناہ پر قلم عفو پھیر دے تو کیا مشکل ہے کیونکہ تجھ سا کوئی کریم نہیں اور مجھ سا کوئی لئیم (بدکار) نہیں۔ کسی نے خوب کہا ہے ؎

خواجہ نیست یکے ہمچو توئی بندہ نواز　　بندہ نیست یکے ہمچو منِ بے فرمان

(تجھ جیسا کوئی بندہ نواز آقا نہیں اور مجھ جیسا کوئی بے فرمان بندہ نہیں)
والسلام علیٰ من اتبع الھدیٰ والصلواۃ علیٰ رسول اللہ خیر الوریٰ محمد ن المصطفیٰ وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ المجتبیٰ، عاقبت محمود باد

## مکتوب ۱۳

بجانب شیخ المشائخ شیخ درویش قاسم اودھی ادام اللہ برکاتہٗ کہ مربی وقت بودند
دربیان تاسف مفلسی والتجا بہ بزرگان

حق حق حق

بیت

اے روئے تو چون ماہ سلام علیک بدخواہِ تو در چاہ سلام علیک
(ایکہ تیرا چہرۂ مبارک چاند کی طرح ہے تجھ پر سلام اور تیرا بدخواہ چاہ میں گر جائے تجھ پر سلام)
پیوستہ من از خدائے خود ہمے خواہم کہ عمر تو لک پنجاہ سلام علیک
(میں ہمیشہ خداوند تعالیٰ سے یہ دعا کرتا ہوں کہ تیری عمر دراز ہو سلام ہو تم پر) بندۂ کرم، وخریدۂ بے درم، و دور ماندہ از سعادتِ حضور، و مہجور ماندہ از دولتِ سرور، فقیر، سرگردان، وحقیرِ حیران، ذرّۂ پُر بلا، در زمرۂ ابتلا، (مصیبت زدہ) ترابِ نعال اقدام فقرائو طالبانِ خدا جلّ عزّ، (فقراء اور طالب مولا کے پاؤں کی خاک) مدبر روزگار، (بدبخت) عاصی کردگار (خدا تعالیٰ کا نافرمان) در بحرِ مصیبت دوجہانی، وحسرت جاودانی، غرق گشتہ وسفینۂ نجات از دست رفتہ الغیاث! یا شیخ الغیاث عجز
رفتم از دست گر نگیری دست (اگر تو نے میری دستگیری نہ کی تو میں برباد ہوا)
منہ پر ہاتھ مارتا ہوں اور سر میں خاک ڈالتا ہوں، گریہ و نالہ میرا شیوہ ہے خدارا دستگیری کیجیے۔
دریاب اگر تو در نیابی ناچیز شوم دریں خرابی
(مجھے سنبھال لو، اگر آپ نے مجھے نہ سنبھالا تو مٹ جاؤں گا۔) روسیاہ، و دل تباہ،

خسارت و خجالت میں سرگرداں، شرمندگی میں سرنگوں، نالاں و گریاں، بے نوا بت پرست، اسیرِ نفس، عبد القدوس اسماعیل الحنفی بجانب عالی مآب، قطب الاولیاء، برہان اصفیاء، قدوۂ زہاد، سلطان الشیوخ، شیخ الزمان، حضرت شیخی و مخدومی، شیخ درویش نفع اللہ المسلمین بطول بقائہ و برکات انفاسہ و رزقنی اللہ لقائہ عرض پرداز ہے ے

گر دست دہد ہزار جانم　　　　در پائے مبارکت فشانم

(اگر مجھے ہزار جان مل جائے تو آپ کے پائے مبارک پر فدا کر دوں) افسوس کہ مجھے یہ توفیق نہ ہوئی کہ عمر آپکے قدموں میں گزار دوں، بیت:

بخت بدم بکوئے تو بودن رہا نکرد　　　　ورنہ بر آستان تو بسیار بودمے

(افسوس کہ بدبختی نے مجھے اجازت نہ دی کہ تیرے کوچہ میں زندگی بسر کرتا اور ہمیشہ آستانہ عالیہ پر حاضر رہتا) میں وہ بدبخت ہوں کہ تمام بدبختوں میں سرِفہرست ہوں اور میں وہ بد کردار ہوں کہ مجھ جیسا کوئی بدکردار نہیں۔ رسوا و خوار دو جہاں، بدخوئے و بدبدرئے جاوداں، جسکے گناہوں کی کوئی حد نہیں اور جسکے جرموں کی کوئی انتہا نہیں، غریقِ بحرِ ہوا، اور صد ہزار شقاوت میں مبتلا، صد قیود میں مقید اور صد سلاسل و اغلال میں گرفتار بالشیخ للغریق ھذا فی البحر العمیق ھذا[1] و آنحضرت مُحلّیٰ و مصفّاء و مزکّیٰ و مجلّیٰ بجمیع اخلاق حضرت خداوند[2] خلاق۔ و مبرّا از جمیع نقائص، و مشہور (متصف) بجمیع نفائس (اوصاف حمیدہ) مجھ بدکار سے ہمیشہ جفا سرزد ہوتی ہے اور آں کریم سے ہمیشہ صفا اور وفا صادر ہوتی ہے پس جب یہ عاصی اس کریم کے دریائے رحمت پر نظر کرتا ہے تو اپنے صد ہزار گناہوں کے باوجود تسکینِ دل اور تمکینِ قلب پاتا ہے، اور دل میں صد امید پیدا ہوتی ہے کیونکہ میرا واسطہ ایک کریم سے ہے اور میرا دلدار ایک رحیم ہے۔ بیت

قطرۂ چند از گنہ گر شد پدید　　　　در چناں دریا کجا آید پدید

(اگر مجھ سے گناہ کے چند قطرے ظاہر ہوئے تو دریائے رحمت میں کہاں باقی رہینگے)

---

[1] حاشیہ کتاب۔ اگرچہ حضرت اقدس کو اصلی خلافت حضرت شیخ محمد عارف رح سے ملی تھی، حضرت شیخ درویش رح سے بھی آپکو ایک خرقہ خلافت حاصل ہوا تھا۔ ف[2] یہ اشارہ ہے حدیث تخلقوا باخلاق اللہ (حق تعالیٰ کی صفات سے متصف ہو جاؤ) کی طرف نیز حدیث لی بیسمع و بی یبصر کی طرف۔

کریما! تو اپنی کریمی کو دیکھ نہ کہ بدکاروں کی بدکاری کو۔ ہم نے تیرا دامن کریمی تھام لیا ہے اور رحم و کرم کے امیدوار ہیں اور غایتِ عجز و نیاز سے نالاں ہیں۔ بیت:۔

در رحمتِ خود بیں و مبیں در گنہ من    ما پُر ز گنہ از سر تا ناخنِ پائیم

(اپنی رحمت کو دیکھ میرے گناہوں کو نہ دیکھ ہم سر سے پاؤں کے ناخن تک غرقِ گناہ ہیں۔)

کاش کہ طائر روح علوی جو گلشنِ وحدت سے پرواز کر کے اس جہان میں آیا ہے آنکھ کھول کر عجائب و غرائب خداوندی اور کمالات و جمالات بے نہایت اور بے غایت کو دیکھتا اور اپنی اور حق تعالیٰ کی حقیقت کو پہچانتا اور صد ہزار اشتیاق اور صد ہزار آتشِ عشق کے ساتھ آفاق سے گزر کر درِ دوست تک رسائی حاصل کرتا۔ جسکا دوسرا نام ایمان و عمل صالحہ ہے۔ جیساکہ فرمان ہوا **اِلَّا الذین آمنوا وعمل الصالحات** ۔ لیکن افسوس ہے کہ وہی طائر روح صد ہزار قید میں مقیّد اور عاداتِ سفلی میں مبتلا ہو کر گھٹیا عزائم، نفسانی خواہشات، اور شیطانی وساوس کا شکار ہوا اور کتّے کی طرح اس مُردار کی ہڈی کے پیچھے دوڑا جسے دنیائے دون، سرائے پرفتن مکّار، غدّار اور خونخوار مقام فنا، دار الفساد، دار العناد، دار البغض و عداوت کہتے ہیں۔ بیت

ہیبت ایں راہ کارے مشکل است    صد جہاں زیں ہم پُر خون است

(اس راستے کی ہیبت بہت مشکل ہے اور اس سے سو جہان پریشان ہیں۔)

استغفر اللہ، استغفر اللہ، استغفر اللہ۔ اس بدکار کے لیئے دعا کیجیئے اور اس وقت کہ جسکی شان میں "**لی مع اللہ وقتٌ**" وارد ہوا ہے حق تعالیٰ سے دعا کیجیئے اور یہ بات قبول کرائیے کہ اس گرفتاری اور اس خواری سے نجات ملے۔ الغیاث، الغیاث، الغیاث!

بیچارے مرید کے لیئے حضرت پیر کے سوا کوئی سہارا نہیں اور اسکے ہاتھ کیلئے کوئی اور دامن نہیں چنانچہ حضرت شیخ کی خدمت میں بندہ بصد آہ و نالہ عرض پرداز ہے کہ۔ بیت:۔

خونِ دل ریختیم شستہ نہ شد    داغ ہائیکہ بر جگر داریم

(افسوس ہے کہ خونِ دل بہت بہایا لیکن جگر کے داغ پھر بھی نہ دھل سکے)

دردا! دریغا! حسرتا! ندامتا! آفتاب عمر غروب ہونے کو ہے، ساری عمر برباد

ہوئی اور روسیاہی، شرمندگی، پشیمانی، پریشانی، آبِ دیدہ، آتشِ جگر، خاک برسر اور ہاتھ خالی کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوا۔ بیت:۔

ہمہ شب بزاریم شد کہ صبا نداد بوئے　　نہ دمید صبح بختم چہ گناہ نہم صبارا

ایں قصہ وایں افسانہ بپایاں نرسید و نرسد　　و ذرّہ از صد ہزار بیان نشد و نشود

(ساری رات روتے گزری کہ صبا کوئی خوشبو نہ لائی جب میرا بخت ہی بیدار نہ ہوا صبا کی کیا شکایت کروں یہ قصّہ اور فسانہ ختم ہوا نہ ہوگا اور صد ہزار بیان سے ذرہ بھر بھی ظاہر نہ ہو سکا) بیت:۔

عمر بگذشت و حدیثِ دردِ من آخر نشد　　شب بآخر شد کنوں کوتہ کنم ایں افسانہ را

(ساری عمر گزر گئی لیکن دردِ دل ختم نہ ہوا رات ختم ہوئی لیکن قصہ درد ختم نہ ہوا)

**اللّٰھم انّی اسئلک العافیۃ وحسن الخاتمۃ وصلی اللّٰہ علیٰ خیر خلقہٖ محمّد وآلہٖ اجمعین برحمتک ارحم الراحمین۔**

## مکتوب ۱۴

بجانب قاضی دانیال حاکم قصبۂ ردولی

در مذمتِ دنیا و تاسفِ حال

حق　حق　حق

فقیر پُر بلا، حقیر مبتلا، ذرّہ سرگرداں، سرزمرۂ خاطیاں و خاسراں، افتادہ در گرداب بحرِ مضطر دنیائے دونیہ، بیت:۔

کشتیٔ من کہ بگرداب خطر افتادہ است　　وہ چہ بودے کہ رسیدے بکنارے بارے

(میری کشتی گرداب بلا میں پھنس چکی ہے کیا ہی اچھا ہو تا کہ کبھی وہ کنارے جا لگتی)

بے خبر از خبرِ دوست و غافل از کارِ دوست، تمام نیک کاموں سے عاری، محروم ماندہ اور دور افتادہ، از راہِ نجات، تہی دست و مفلس، بے مایہ۔ بیت:۔

بے سرو بے پا بدرت گشتہ ایم　　ما بہ تہی دست بتو بردہ ایم
چارۂ من ساز، زمن در گذر　　در خم چوگان تو داریم سر

(بے سرو پا یعنی عاجز ہو کر تیرے در پہ آن پڑا ہوں، بالکل تہی دست ہوں میری بگڑی بنا اور میرے گناہ معاف کر۔ میرا سر تیرے قدموں میں ہے۔) عاصی بصد ہزار معاصی، جو فروش گندم نما (دھوکہ باز) سیاہ روئے، تباہ خوئے، بدبخت بے نوا۔ خاکروب خانقاہ قطب مطلق حضرت شیخ احمد عبدالحق قدس سرہ العزیز عبدالقدوس اسماعیل الحنفی، خدمات فراوان، وقدم بوس بے پایاں، بجناب، عالی مآب، ادام اللہ برکاتہٗ۔ آپ کا نامہ گرامی بذریعہ علی بخش موصول ہوا۔ دل کو فرحت اور آنکھوں کو راحت ملی۔ بیت:۔

ہر آں راحت کہ از دیدار باشد　　بہ مکتوبے ہماں مقدار باشد

(جسقدر خوشی کہ دیدار سے حاصل ہوتی ہے خط سے بھی اسی قدر حاصل ہوتی ہے۔)

خلاصہ آنکہ دنیائے مکارہ، ناپائدار، پُر فتن، بظاہر نشکر نظر آتی ہے لیکن ہے زہر نوش (تریاق) نظر آتی ہے لیکن ہے نیش (نشتر)، راحت نظر آتی ہے لیکن ہے جراحت (زخم) اسکا تمام سرور کیا ہے غرور ہے اسکا کمال کیا ہے زوال ہے، اسکی داد کیا ہے بیداد (ظلم) ہے اسکی بنیاد کیا ہے برباد ہے اسکی دوستی موجب عداوتِ حق ہے۔ اسکا قرب حق تعالیٰ سے بُعد ہے۔ اسکی عمارت غارت دل ہے اس کا غم بے پایاں ہے۔ اسکا درد بے درمان ہے۔ سب اسکے ماتم میں سر پیٹ رہے ہیں، اور حیران و پریشان ہیں۔ جس کسی نے دنیا کو دوست رکھا برباد ہوا۔ جس نے اسکا سہارا لیا تباہ ہوا۔ اس کے باوجود ہم سب اس پر فریفتہ ہیں اسکے دلبند اور آرزومند ہیں، ہم نے اپنے آپکو اسکے حوالہ کر دیا ہے باوجودیکہ ہر شخص اس سے نالان ہے غزل:۔

ہر دو عالم در لباس تعزیت　　اشک مے بارند تو در معصیت
حُبّ دنیا ذوق ایمانت بُبُرد　　زود از تن نور از جانت بجُرد
کار دنیا چیست بیکاری ہمہ　　چیست بیکاری گرفتاری ہمہ
در غمِ دنیا گرفتار آمدی　　خاک بر فرقت کہ مردار آمدی

(۱۔ دو جہان ماتم میں غرق ہیں اور تو معصیت میں غرق ہے۔ ۲۔ دنیا کی محبت ایمان کے ذوق کو مٹا دیتی ہے جسم کی طاقت اور روح کا نور ختم کرتی ہے۔ ۳۔ تو دنیا کے غم میں گرفتار ہے اے خاک تیرے سر پر کہ تو طالب مردار[1] ہے۔) افسوس صد افسوس کہ جب موت کے وقت آیۂ فکشفنا عنك غطاءك فبصرك الیوم حدید (تجھ سے پردہ دور کیا جائے گا اور تیری نگاہ تیز ہو جائیگی) کے مطابق تیری آنکھوں سے پردہ اٹھایا جائے گا تو صد ہزار ندامت، صد ہزار خجالت اور صد ہزار خسارت کا سامنا ہوگا۔ پریشانی اور پشیمانی بڑھ جائیگی۔ اس وقت اس سیاہ روے کیلئے کیا چارہ ہوگا۔ اس حسرت میں یہ عاجز سر پٹیتا ہے، سینۂ بے سکینہ سے آہِ سرد نکالتا ہے اور آہ و نالہ کرتا ہے اور غافِرِ الذنب وقابل التّوب کے حضور میں استغفار کرتا ہے۔ ع

نوحہ گری کن نوحہ گری کن ۔ (اب نوحہ گری کر اور نوحہ گری کر)

کسی نے خوب کہا ہے ؎

ہرگز نخورم غم کہ بخواہم مُردن ۔۔۔ یا اندہ فردا چہ خواہم خوردن

لیکن غم آں خورم کہ ایں روے سیاہ ۔۔۔ در حضرت حق چگونہ خواہم بردن

(مجھے ہرگز اسباب کا غم نہیں کہ مر جاؤنگا یا کل کیا کھاؤنگا بلکہ غم یہ ہے کہ یہ روے سیاہ حق تعالیٰ کے روبرو کیسے پیش ہوگا) بیت:۔

ہست دنیا آتشے افروختہ ۔۔۔ ہر زماں خلقے دگر را سوختہ

(دنیا کیا ہے جلتی ہوئی آگ ہے جو ہر لحظہ خلق خدا کو جلا رہی ہے) پس ہمارا ماتم یہ ہے کہ کل ہمارے ہاتھ میں کیا ہوگا اور ہم کہاں جائیں گے۔ اور یہ مفلس بے مایہ و بے سرمایہ بدکار اور گناہ گار حق تعالیٰ کو کل کیا منہ دکھائیگا۔ اور گناہوں کا کیا جواب دے گا۔ آہ صد آہ سر کس کے قدموں پر رگڑوں اور منہ کس کے کف پا پر لگاؤں اور کس کے سامنے آہ و نالہ کروں ؎

ہزار فریاد از تو ہزار فریاد از تو ۔۔۔ در پائے تو افتیم و خواہم داد از تو

---

[1] اس میں حدیث کی طرف اشارہ ہے کہ دنیا مردار ہے اور اسکا طالب کتا ہے۔

(ہزار فریاد، ہزار فریاد۔ تیرے پاؤں میں سر رکھ کر تجھ سے معافی مانگتا ہوں۔) عمر کا پیالہ لبریز ہو چکا ہے اور جسم میں نہ عبادت کی طاقت ہے نہ طاعت کی قوت۔ اور طاعت و عبادت محبت اور قرب حق کی علامت ہے۔ لہذا عبادت ہو تو کیسے ہو۔ سیاہ روے اور سیاہ دل، تباہ حال، کبھی حق کے کاموں میں مشغول نہ ہوا۔ رباعی

عمرم تمام رفت، تنم پر گناہ ماند		شدہ موئے سفید دل سیاہ ماند

کارے چناں نشد کہ پناہے شدے مرا		افسوس صد دریغ دلے بے پناہ ماند

(عمر ختم ہو گئی اور گناہوں کے انبار لگ گئے بال سفید ہو گئے لیکن منہ کالا رہ گیا کوئی ایسا کام نہ کیا جو پناہ بن سکے افسوس صد افسوس دل بے پناہ رہ گیا) ہائے خسارت ابدی ہائے ندامت و خجالت سرمدی جیسے دیکھ کر مچھلی دریا میں اور طیور ہوا میں غم کھا رہے ہیں لیکن ہمیں خبر تک نہیں۔ ہیہات ہیہات! اب تو ہم جب تک تن میں دم ہے ہر چیز سے ہاتھ دھو کر حق تعالیٰ سے پناہ مانگتے ہیں آہ و زاری کرتے ہیں اور سر بز میں رکھ کر یہ آہ و نالہ کرتے ہیں کہ ؎

موہا سپید کردی اندر تباہ کاری		ایں خود برفت ہیچ حاصل نہ گشت

از نکتہ مقصود نشد فہم حدیثے		لا دین ولا دنیا بے کار بماندیم

(بال سفید ہو گئے اور حال تباہ ہو گیا۔ عمر گذر گئی لیکن حاصل کچھ نہ ہوا۔ ہمارا مقصود کیا تھا کچھ سمجھ میں نہ آیا نہ دین ہاتھ آیا نہ دنیا بے کار رہ گئے) عجیب بات تو یہ ہے کہ نفسانیت میں غرق ہو کر ہم دین کے طلب گار ہیں۔ حاشاً وکلاً ضدّان لا تجتمعان (یہ دونوں کام ایک دوسرے کی اضداد ہیں ہر گز یکجا نہیں ہو سکتے۔) کسی نے خوب کہا ہے ؎

کارے بمراد خود خواہی و دین درست		ایں ہر دو نباشد نہ فلک بندۂ تست

(تو ہر کام تو اپنے نفس کی خواہش کے مطابق کرتا ہے اور دین کی بھلائی چاہتا ہے۔ یاد رکھ یہ دونوں چیزیں یکجا نہیں ہو سکتیں اور نہ فلک تیرا غلام ہے) ہم جب تک جگر کو ہم آتش ندامت میں جلا کر کباب نہیں کرینگے اور جب تک خونِ دل کو خوف سے آب نہیں کرینگے اور جبتک جان و تن و مال و منال قربان نہیں کرینگے دین کہاں حاصل ہو سکتا ہے۔

دین اور ہمارے درمیان خلیج حائل رہے گی۔ مصرع:۔

بوالہوسا سر بگریباں برو ید (اے حرص و ہوا کے بندے اپنے گریبان میں جھانک کر دیکھو۔) کسی نے خوب کہا ہے ؎

زدردِ دین ہمہ پیران رہ را | محاسن بخون و دل بخضاب است
ہمہ پیرانِ رہ را زیں مصیبت | جگر یا تشنہ و دل کباب است

(دین کے غم میں تمام بزرگانِ دین کی داڑھی خون آلودہ اور دل خضاب زدہ ہو گئے ہیں اور اس مصیبت سے انکے جگر سوختہ اور دل کباب ہو گئے ہیں) زہے میثاقِ روز الست کہ بلیٰ کہکر بلا میں مبتلا ہو گیا خداوند تعالیٰ کی پروردگاری اور کارسازی کو قبول کیا، پھر وعدہ خلافی کرکے دوسروں کی طرف دیکھنے لگے اور دوسروں کو کارساز سمجھنے لگے۔ ہیہات ہیہات اے

شرم نداری کہ چہا مے کنی | حرف بلیٰ گفتی و بلا مے کنی

(تجھے شرم نہیں آتی کہ کیا کر رہے ہو۔ حرفِ بلیٰ منہ سے کہکر بلا (گناہ) کا کام کر رہے ہو)

یہ ساری مصیبت تم نے برپا کی ہے۔ یہ بدکار خاکسار جسکی بدبختی حد سے گزر چکی ہے کیا لکھے اور کیا کہے، تاہم حق تعالیٰ کے حکم کی تعمیل میں چند کلمات ضرورتاً لکھے گئے ہیں۔ مجھے معذور رکھیں کیونکہ مامور معذور ہوتا ہے اور خطا و غلطی معاف فرما دیں۔ بیت:۔

رحمتِ خود بہ بیں و مبیں در گنہ من | ما پُر ز گنہ از سر تا ناخن پائیم

(اپنی رحمت کو دیکھیں اور میرے گناہ کو نہ دیکھیں کیونکہ میں سر سے پاؤں کے ناخن تک غرق گناہ ہوں)

عاقبت و خاتمت بخیر باد۔

# مکتوب ۱۵

## بجانب ہیبت خان سروانی
## دربیان مقصدِ افتادن از عالمِ حق در عالمِ خلق و بیانِ رضا

حق حق حق

دعائے مستجاب و ثنائے مستطاب جناب عالی مآب خان اعظم و خاقانِ معظم مشفق غرباء و الفقراء، محب العلم والعلماء والصلحاء مسند عالی ہیبت خان از داعی کافۂ اہل اسلام خادم درویشاں بلکہ تراب (خاک) نعالِ (جوتا) ایشاں، عبدالقدوس اسماعیل الحنفی۔ خلاصۂ احوال آنکہ ہر حال میں حق تعالیٰ کی حمد ہے دائماً المقصود بیت:۔

ایں جہان و آں جہان بسیار نیست　　جز دمے اندر میاں دیوار نیست

معلوم ہونا چاہیئے کہ مرغ روح جو شاخ ازل سے اُڑا تاکہ صد ہزار کمالات و حالات کے حصول کے بعد شاخِ ابد پر نشیمن بنائے اور ترنم ہائے جاں فزا کے ساتھ راحت و خوشی حاصل کرے اور صحرائے وجود[1] جو بے انتہا اور بے پایاں ہے میں اسطرح پرواز کرے کہ نہ اسکے پر ٹوٹیں اور نہ پرواز میں کمی آئے، نہ انتہائے ابد کو پہنچے اور نہ دائرۂ وجود سے باہر جائے[2] **تلك الايام نداولها بين الناس** (یہ اَدوارِ زمانہ ہیں جو ہم خلق خدا کے درمیان بدلتے رہتے ہیں) شرح۔ یعنی مقربان بارگاہ معلّی روحانی پرواز کے ذریعے ذاتِ حق میں پرواز کرکے گوناگوں کمالات و شیون کا مشاہدہ کرتے ہیں) بیت:۔

از ازلِ آزال چہ دریا است این　　تا ابدِ آباد چہ صحرا است این

(ازل آزال سے کیا دریائے (وجود) بہہ نکلا اور ابد الآباد تک یہ کیا لاانتہا صحرا (وجود میں آیا)

---

[1] حاشیہ کتاب درفارسی:۔ صحرائے وجود عبارت از مظاہر ہستی و کمالات است (صحرائے وجود سے مراد عالم ناسوت کے موجودات و کمالات ہیں۔)

[2] حاشیہ کتاب:۔ دائرہ وجود سے باہر تو خود ذاتِ حق ہے باہر جائیگا تو کہاں جائے گا۔

لازماً انسان کا درد بے درمان ہوا اور اسکی زندگی مشکلات میں پھنس گئی ۔
شرح ۔ یعنی جب صحرا ابد کی کوئی انتہا نہیں تو سالک اور طالب مولیٰ کے پرواز اور جدو جہد کی بھی کوئی انتہا نہیں لہذا لازماً اس کا درد بے درمان اور سفر لا انتہا ہوا۔ جب بحرِ ذات کا دوسرا کنارہ ہی نہیں تو منزلِ مقصود کا کیا تعین ۔
متن ۔ لیکن جسنے دامن رضا کو پالیا یعنی مقام رضا الٰہی کو پہنچا دولت سعادت ابدی حاصل کی۔ چنانچہ آیہ رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ (اللہ ان سے راضی ہوا اور وہ اللہ سے راضی ہوئے) اس عالی مقام کی خوشخبری ہے ۔ بیت :۔

گر کعبہ از د بوئے ندارد کنشت است　　　با بوئے وصالش کنشتے کعبہ ما است

(اگر کعبہ میں دوست کی خوشبو نہیں تو وہ بتخانہ ہے اور اگر بت خانہ میں اسکی خوشبو ہے تو ہمارے لیئے کعبہ ہے) پس اے عزیز آج رضا الٰہی کے حصول کیلئے جدوجہد کرو تاکہ جو استعداد اور ہمت حق تعالیٰ نے عطا کی ہے اسکے مطابق دولت وصل نصیب ہو۔ اس کے سوا سب کچھ ہیچ ہے ۔ اس دولت کا حصول آج کے سوا کبھی نہ ہوگا۔ بیت :۔

امروز بار یابی ازاں نے خوری　　　فردا چو بار جوئی گویند بار نیست

(اگر تونے آج بارگاہ معلیٰ میں باریابی نہ حاصل کی تو کل (قیامت کے دن) کچھ نہیں ملے گا۔)
ع۔ فردا فریاد از نہاد بر آید (کل قیامت کے دن زار و قطار روئے گا) لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ اَوْ نَعْقِلُ مَا كُنَّا فِيْ اَصْحٰبِ السَّعِيْرِ (اگر ہم نصیحت سنتے اور عقل کرتے تو آج اصحاب جہنم کے ساتھ نہ ہوتے ۔) یہ نوحہ جس نے بلند کیا کہ آج کچھ نہ کیا ۔

درد را دارو کجا خواہیم کرد　　　عمر شد ماتم کجا خواہیم کرد

(ہم درد کا دوا کب کرینگے عمر برباد ہو گئی اس کا ماتم کہاں کرینگے) ہیہات ہیہات ! ہم نے کیوں حصولِ مقصد سے غافل رہ کر زندگی برباد کر دی باوجودیکہ دوست آمادہ ہے وَهُوَ مَعَكُمْ (وہ تمہارے ساتھ ہے) اس کا عام اعلان ہے ۔ بیت :۔

اے در طلب گرہ کشائی مردہ　　　با وصل نشستہ وز جدائی مردہ
اے بر لب بحر نشستہ در خاک شدہ　　　اے بر سرِ گنج و از گدائی مردہ

(اے افسوس کہ تو گرہ کشائی میں ناکام رہا دوست ساتھ بیٹھا تھا اور تو جدائی میں مرگیا - تو دریا کے کنارے بیٹھا پیاسا مرگیا اور خزانے پر بیٹھا ہوا گدائی کرتا رہا) یہ کیا جوانمردی ہے انسان کو چاہیئے کہ اپنے آپ سے اور ہر چیز سے باہر آئے تاکہ یہ دولت نصیب ہو۔

شرح - اپنے آپ سے باہر آنے کو تصوف کی اصطلاح میں تفرید اور ہر چیز سے باہر آنے کو تجرید کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ ترک خودی کے ساتھ ترکِ دنیا بھی کرے لیکن اس ترک سے مراد ترکِ ظاہری جسمانی نہیں بلکہ قلبی و روحانی ہے یعنی گھر بار چھوڑ کر غاروں میں جا بیٹھنا ضروری نہیں بلکہ قلب میں دنیا و مافیہا کو جگہ نہ دے اور دست بکار دل بہ یار پر عمل کرے۔

متن - اسکے ساتھ تیمارداری دِلہا (یعنی غرباء و مساکین کی امداد) بھی ضروری ہے کیونکہ غرباء و مساکین حق تعالیٰ کو بہت پیارے ہیں - نیز فقراء علماء اور صلحاء کی دلجوئی بھی ضروری ہے کیونکہ یہ لوگ محبوبِ حق ہیں - اس طاقت، دولت اور قدرت کو غنیمت سمجھو کیونکہ قرآن مجید میں اُن غنی لوگوں کیلئے سخت وعید آئی ہے جو دولت کو غرباء و مساکین پر صرف نہیں کرتے - غرباء و مساکین پر دولت صرف کرنا کوئی چھوٹی سعادت اور کم سعادت نہیں (بلکہ بڑی چیز ہے) دیکھیں کس خوش بخت کو یہ سعادت نصیب ہوتی ہے۔

دعا ہے کہ حق تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے اس بھائی کو علماء صلحاء اور محبانِ خدائے عزّوجلّ کی خدمت کی سعادت نصیب فرمادے وصلّی اللہ علیٰ خیرِ خلقہٖ محمّد و آلہٖ اجمعین۔

# مکتوب ۱۶

بجانب صدر العلماء، بدر الصلحاء، شیخ المشائخ عبد الصمد برادرِ بزرگ حضرت شیخ

در بیان دردِ مفارقت

حق حق حق

بیت :-

دردیست جدائی کہ ازیں درد ہما نا　　ہر کوہ بکہسار گرفتہ است کمرہا

(دردِ جدائی وہ درد ہے کہ اس درد سے ہر بلند ہمت کی کمر ٹوٹ رہی ہے)

بعد حمد و صلوٰۃ بحضرت برادرم صدر العلماء، بدر الصلحاء، منبع المعانی، عالم ربانی، نعمان ثانی حضرت شیخ عبد الصمد دامت برکاتہ، وزیدک عظمتہ، وبہجتہ، فی الدارین قدم بوسی بہزار اشتیاق از برادر کہتر، فقیرِ بے نوا، حقیرِ مبتلا، ذرہ پُر بلا، عبد القدوس اسماعیل الحنفی بشرفِ نظر کیمیا اثر منظور فرمائیے۔ خلاصہ احوال آنکہ ہر حال میں خدا تعالیٰ کا شکر ہے۔ بیت

چوں دست نمے رسد کہ پایت بوسم　　مے گویم خدمت و زمین بوسم

(چونکہ دوری کی وجہ سے حضرت اقدس کی پابوسی میسّر نہیں آتی زمین بوسی پر اکتفا کرتا ہوں)

افسوس صد افسوس کہ وہ وقت تھا جبکہ ہم گل شگفتہ کی طرح واصل دوست ہو کر خوش و خرم تھے کہ ناگاہ بادِ ہجر از ملک تقدیر چلنے لگی اور ہم پر ہجر و فراق کے پہاڑ ٹوٹ پڑے۔ اور ہمارے وصل کو جدائی میں بدل دیا جس سے ہماری آنکھوں سے اشک باری کے چشمے پھوٹ پڑے، قلب و جگر مجروح ہوئے، اور عالم جدائی اور دوری میں ہمیں پراگندہ حال کر دیا۔ ہیہات ہیہات ! تقدیر حق کے آگے کوئی تدبیر کارگر نہیں ہوتی۔

شرح بر حاشیہ کتاب :-

"یعنی در احدیت جمع الجمع قبل ایجادِ عالم بے رنج و فراق محب و محبوب یکے بودند"

(یعنی تخلیق عالم سے پہلے ملکِ احدیت (لاتعین) میں عاشق و معشوق ایک تھے اور

درد و اندوہ جدائی ناپید۔) متن رباعی :۔

ہر بلبلے بہ مستی بار قص گل بہ آمد — من پُر شکستہ بے گل ماندم بشاخ زاری

ہر چند قرب جُستم بُعدش دو چند حاصل — اے وائے بر حیاتم بگذشت زار زاری

(ہر بلبل مست ہو کر گلاب کے گرد رقص میں مشغول ہے لیکن میں پر شکستہ گلاب سے جدا آہ و زاری کر رہا ہوں ۔ جسقدر قرب کی کوشش کی بُعد بڑھتا گیا افسوس کہ اسطرح ساری عمر آہ و زاری میں گزر گئی) جو شخص رویا اسی درد سے رویا۔ بیت :۔

دلم ایں دولت وصلت ابدی می دانست — وہ اگمش نے کہ یکیں گاہ زوالے بودست

(میرا خیال تھا کہ یہ دولتِ وصل ابدی ہے کیا معلوم کہ یہ چیز بھی محل زوال میں تھی) معلوم نہیں کہ کب بادِ بہاری چلکر اس پراگندہ حال کو دولتِ وصل سے ہمکنار کریگی اللّٰہ یجمع بیننا ، عاقبت محمود باد۔

شرح ۔ یہ جو حضرت شیخ نے اُوپر فرمایا ہے کہ "ہر چند قرب جستم بُعدش دو چند حاصل" یعنی جسقدر میں نے قرب حق کے حصول کی کوشش کی دگنا بُعد (دُوری) حاصل ہوا۔ یہ معرفتِ الٰہی کے مضمون کا بہت بڑا راز اور اہم نکتہ ہے ۔ اِسے اچھی طرح سمجھنے کی ضرورت ہے خاص طور پر طالبانِ حق اور سالکین راہِ طریقت کے لیئے ۔ کیونکہ اکثر دیکھا گیا ہے کہ سالکین راہِ طریقت چند اذکار و وظائف پر اکتفا کر لیتے ہیں اور جب دل میں ذرا سا سرور اور دماغ میں شربتِ وصل کا تھوڑا سا خمار پاتے ہیں تو اسے منزلِ مقصود سمجھ کر بیٹھ جاتے ہیں اور آگے بڑھنے کی کوشش نہیں کرتے حالانکہ قرب حق کی منازل کی کوئی انتہا نہیں ۔ سالک جسقدر اوپر جاتا ہے اسکے اوپر ایک اور منزل قرب نظر آتی ہے جب وہاں پہنچتا ہے تو اوپر اور منزل نظر آتی ہے اور ساری عمر قرب کی منازل طے کرتے گزر جاتی ہے لیکن منازل قرب ختم نہیں ہوتیں اسکی وجہ یہ ہے کہ ذاتِ حق لاانتہا اور بے پایاں ہے جس بحرِ بے کراں کا دوسرا کنارہ ہی نہ ہو تو اس سفر کو انسان کیسے طے کر سکتا ہے ۔

یاد رہے کہ سلوک الی اللہ یا روحانی سفر میں سالک راہِ طریقت کو تین قسم کی سیر سے واسطہ پڑتا ہے سَیر الی اللہ ، سیر فی اللہ ، سیر من اللہ ۔ سَیر الی اللہ کے سالک کو بلندی ،

سیر فی اللہ کے سالک کو متوسّط اور سیر من اللہ کے سالک کو منتہی کہا جاتا ہے اولیاء کرام اور مشائخ عظام کے درمیان سلوک الی اللہ کی آخری منزل پر اختلاف ہے بعض فنا فی اللہ (سیر فی اللہ) کو آخری مقام قرار دیتے ہیں، بعض بقا باللہ (سیر من اللہ) کو، بعض رضاء الٰہی کو اور بعض مقام محبوبیت کو آخری مقام قرار دیتے ہیں - یہ اختلاف مشائخ کی کتب مصنّفہ میں پایا جاتا ہے اگر غور سے دیکھا جائے تو یہ اختلاف نہیں بلکہ نزاع لفظی ہے - جمہور اولیاء کرام کے نزدیک آخری مقام جامعیّت ہے جس سے مراد بیک وقت فنا فی اللہ اور بقا باللہ ہے - بات یہ ہے کہ جن حضرات کے قلب کے اندر آتش عشق کا اسقدر پر زور طوفان موجزن ہوتا ہے کہ قرب کی کسی منزل پر انکو تسکین نہیں ہوتی - وصل کے جسقدر پیالے نوش کرتا ہے بلکہ پیالے نہیں، صراحی نہیں، خم نہیں، دریا نوش کر جاتا ہے لیکن پیاس ہے کہ بجھنے میں نہیں آتی اور ہر آن اور ہر لحظہ ھَل من مزید کے نعرے بلند کرتا ہے - اس حالت کو مولانا ئے رومؒ یوں بیان فرماتے ہیں ؎ :-

۱ دل آرام در بر دل آرام جو ہمچو مستسقی تشنہ بر آب جوئے

اِس مقام کو مرزا بیدل یوں بیان فرماتے ہیں ؎

ہمہ عمر با تو قدح زدیم و نرفت رنج خمار ما چہ قیامتے کہ نمے رسی ز کنار ما بکنار ما

(اے دوست ہم نے ساری عمر تیرے شراب وصل کے پیمانے نوش کیئے لیکن ہماری پیاس ہے کہ بجھنے کو نہیں آتی - یہ کیا قیامت اور غضب ہے کہ تو میرے آغوش سے میرے آغوش میں نہیں آتا -) "یہ آغوش سے آغوش میں نہ آنا" مقام جامعیّت کہلاتا ہے یعنی سالک راہ حقیقت بیک فانی فی اللہ بھی ہے اور باقی باللہ بھی ہے - وہ بیک وقت واصل بھی ہے اور مہجور بھی، اس مقام کے بلند پایہ اولیاء کرام سُکر یا استغراق سے نکل کر صحو اور ہوشیاری میں منازل فنا فی اللہ طے کرتے ہیں - انکے لیئے قرب بھی بُعد بن جاتا ہے اِسی مقام پر حضرت شیخ احمد سرہندی مجدّد الف ثانی قدس سرہٗ نے اپنے شیخ حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہٗ کو ایک خط میں لکھتے ہیں کہ حضور اب

میری حالت یہ ہے کہ میرے لیئے قرب بھی بُعد بن گیا ہے۔

اس مقام کو حضرت خواجہ غلام فریدؒ یوں بیان فرماتے ہیں ؎

جتھاں خود قرب ہے دوری — اُتھاں کیا وصل و مہجوری

انانیّت تھئی پوری — ہے السانوں ستے رحمانوں

(جہاں قرب بھی دوری بن جاتی ہے وہاں وصل و مہجوری کا سوال مٹ جاتا ہے۔ اس مقام پر طالب اور مطلوب دونوں کی طرف سے انانیت کا غلبہ ہوتا ہے۔ یعنی طالب فنا کے باوجود درد و اشتیاق اور سوز و گداز میں سجدہ ریزیاں کرتا ہے آہ و نالہ کرتا ہے۔ اور قرب کی کسی منزل پر اُسے تسکین نہیں ہوتی بلکہ ہر آن اور ہر لحظہ ھل من مزید کے نعرے لگاتا ہوا آگے بڑھتا رہتا ہے۔) اسی مقام جامعیت یعنی بیک وقت فنا و بقا کو حضرت شیخ سعدیؒ نے یوں بیان فرمایا ہے ؎

عجب این نیست کہ من والہ و مجبورم — عجب این است کہ من واصل و مہجورم

تعجب کی بات یہ نہیں کہ میں محبوب کے عشق میں شیدا اور فریفتہ ہوں بلکہ عجیب بات یہ ہے کہ میں بیک وقت واصل بھی ہوں اور مہجور بھی۔)

## عبدیّت

اسی مقام جامعیّت کا دوسرا نام عبدیّت ہے جو خاصہ ہے حضور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کا۔ کمال یہ نہیں کہ انسان مقام فنا میں مستغرق ہو کر دنیا میں کسی کام کا نہ رہے بلکہ کمال یہ ہے کہ فنافی اللہ کی سرمستی اور مدہوشی اور محویّت پر غالب آکر حق عبودیّت ادا کرتا ہے اور شراب وصل کے دریا نوش کرنے کے باوجود بھی مخمور اور مستغرق نہ ہو۔ چنانچہ بلند پایہ اولیاء اللہ کے نزدیک آخری اور بلند ترین مقام بھی جامعیّت ہے عبدیّت یا عبودیّت ہے جس میں سالک بیک فنا اور وصل کے مزے بھی اٹھاتا ہے اور درد ہجر و فراق کی لذّت بھی حاصل کرتا ہے۔ کسی نے خوب کہا ہے ؎

من لذتِ دردِ تو بدرماں نفروشم — کفرِ سرِ زلفِ تو بہ ایماں نفروشم

(مجھے تیرے وصل سے تیرے ہجر کا درد زیادہ محبوب ہے اور کفر کو ایمان پر ترجیح دیتا ہوں)

یہاں کفر سے مراد ہجر ہے اور ایمان سے مراد وصل - اس کی وجہ یہ ہے انبیاء علیہم السلام اور بلند مرتبہ اولیاء کرام الوہیت کی بجائے نزول، فنا کی بجائے بقا اور وصل کی بجائے مہجوری کو زیادہ پسند کرتے ہیں اور ساری عمر حق تعالیٰ کی بارگاہ میں سجدہ ریزی، آہ وزاری اور عجز و انکساری میں بسر کر دیتے ہیں - اسلیئے حضرت شاہ عبدالقدوس گنگوہی قدس سرہٗ جیسے عالی مقام شیخ بلکہ شیخ الشیوخ نے فرمایا ہے

ہر چند قرب جستم بُعد دو چند حاصل　　　اے وائے بر حیاتم بگذشت زار و زاری

عارفان صادق، و مقربان عالی مقام کی زندگی اِسی آہ و زاری میں گزرتی ہے کیونکہ وہ وصل سے زیادہ مہجوری کو اور قرب سے زیادہ بُعد کو پسند کرتے ہیں - بلکہ عین ہجر میں واصل اور عین وصل میں مہجور ہوتے ہیں - خدا ہر مسلمان کو یہ مقام نصیب کرے - ختم ہوئی شرح شارح -

## مکتوب ۱۱
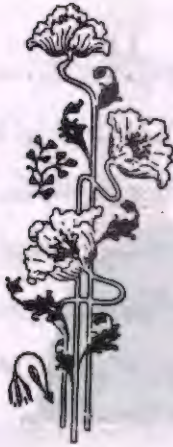
### بجانب علی شیر لاہوری۔ دربیانِ حکم محبت

برادرِ دینی، ومحبِ یقینی، برگزیدۂ حضرت لاالہ الا اللہ، ومقبولِ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ دوست دار فقراء وصلحاء وعلماء۔ برادرم علی شیر خدا حیاتی دراز کرے و دونوں جہانوں میں مدارج بلند کرے۔

منجانب دعاگوئے اہل اسلام فقیر بے نوا، وحقیرِ مبتلا عبدالقدوس اسماعیل الحنفی پُر بلا سلام مشتاقانہ ودعائے مخلصانہ وتحیتِ دوستانہ قبول ہو۔ آمدم بر سر مطلب

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم المرء مَعَ من اَحَبَّ

(فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ آدمی اس کے ساتھ ہوگا یا ہوتا ہے جس کے ساتھ اُسے محبت ہو)

پس بُعدِ مکانی یعنی ظاہری جدائی سے کوئی فرق نہیں پڑتا محبت کے قانون کے مطابق محب اور محبوب ایک ہیں اگرچہ ایک مشرق میں ہو اور دوسرا مغرب میں کیونکہ اصل چیز کشش دل ہے اور دل کے لئے کوئی پردہ یا حجاب نہیں ہے۔ اس وجہ سے کہ "القلوب مع القلوب تتشاھَدُ والضمائرُ مَعَ الضمائر تتناجی (قلوب کو ایک دوسرے کا مشاہدہ حاصل ہے اور ضمائر (جمع ضمیر) کو ایک دوسرے سے تسکین ہوتی ہے) اور اس بات کا ثبوت تمھارے اندر موجود ہے۔ مقصود حقیقی کے حصول میں ساری زندگی صرف کرنی چاہیئے۔ انا بدلک الازم فالزم بدلک (

ہیہات ہیہات! دوسرے کے سوا جو کچھ ہے سب بے کار ہے۔

بعد از خدائے ہر چہ پرستند ہیچ نیست
بے دولت آنکہ تکیہ بہ ہیچ اختیار کرد

(خدا تعالیٰ کے سوا جس کی پرستش کی جائے کچھ نہیں اور جس نے غیر پر بھروسہ کیا بدنصیب ہے)

والسلام علی من اتبع الہدیٰ وصلی اللہ علی خیر خلقہ محمد وآلہ اجمعین۔

---

## مکتوب ۱۸

بجانب بہلول صوفی سروانی۔ در بیانِ حالِ مقربانِ حق سبحانہٗ وتعالےٰ

حق حق حق

خواہم کہ بیخِ صحبتِ اغیار برکنم
در باغِ دل رہا نکنم جز نہال دوست

(میں چاہتا ہوں کہ اغیار (جمع غیر) کی صحبت کی جڑ نکال کر پھینک دو۔ اور باغ میں سوائے دوست کے درخت کے اور کچھ نہ لگاؤں)

آپ کا خط ملا جس نے دل میں محبت کی آگ لگادی۔ واضح رہے کہ جب دل جو کمالاتِ لم یزلی ولایزالی کا آئینہ ہے ماسوائے اللہ کے گرد وغبار سے پاک ہو جاتا ہے تو عروس (دلہن) حقیقی بے حجاب ہو کر سامنے آجاتی ہے۔ (عروس سے مُراد سرِ مستور یا جمالِ حق وحقیقتِ حق ہے)۔ وَھُوَ مَعَکُمْ اَیْنَمَا کُنْتُمْ (وہ تمہارے ساتھ ہے جہاں بھی تم ہو) کا راز جلوہ گر ہوتا ہے اور محبوب حقیقی صد ہزار نوازش اور ناز سے سوختۂ آتشِ ناز (عاشق) کو نوازتے ہیں اور لباسِ بقا جس کا اشارہ فَلَنُحْیِیَنَّہٗ حَیٰوۃً طَیِّبَۃً (ہم اس کو حیات طیبہ بخشتے ہیں) کی طرف ہے پہناتے ہیں

اور باخود بے خود کر کے فی مقعد صدق عند ملیک مقتدر (عالی قدر شہنشاہ کے ہاں مقام صدق پر فائز ہیں) کے تخت پر بٹھاتے ہیں اور مقام اَوْحٰی اِلٰی عَبْدِہٖ مَا اَوْحٰی (اور ہم نے وحی کیا اپنے بندے کی طرف جو کچھ وحی کیا)، کے لائق بناتے ہیں۔ وَعَلَّمْنٰہُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْماً کے مطابق مقام الرحمن علم القران وعلم الانسان ما لم یعلم (حق تعالیٰ نے اپنی صفت رحمٰن سے قرآن نازل کیا اور انسان کو وہ علم دیا جو وہ نہیں جانتا تھا) کے مقام سے علم اولین وآخرین عطا فرماتے ہیں۔ اور ولقد آتیناک سبعاً من المثانی والقران العظیم (ہم نے تمہیں سَبْعَ مثانی سورہ فاتحہ اور قرآنِ عظیم عطا کیا) کے مصداق نعمتِ عظمیٰ سے نوازتے ہیں۔ اس وقت یہ ندا دی جاتی ہے کہ وَصَلَ الْحَبِیْبُ اِلَی الْحَبِیْب (دوست دوست سے واصل ہوا) جس کا مطلب ہے سُبْحَانَ الَّذِیْ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ (پاک ہے وہ ذات جس نے اپنے بندہ کو سیر کرائی شب معراج میں)۔ اس وقت یہ اس سے اور وہ اِس سے سرفراز ہوتا ہے اور یہ اور وہ کا فرق مٹ جاتا ہے۔ (یعنی دوئی مٹ جاتی ہے اور یگانگی حاصل ہوتی ہے) سبحان اللہ!

ان حضرات کے کمالات کیا سنو گے یہ تو انوار واسرار کے دریا نوش کر جانے والے ہیں۔

شیخ عبداللہ انصاریؒ فرماتے ہیں الٰہی تو نے اپنے دوستوں پر یہ کیا کرم فرمایا ہے کہ جس کسی نے اُن کو تلاش کیا تجھے پایا اور جس نے تجھے پایا اُس نے ان کو پہچانا لیکن اس عاشق فانی یعنی عین القضات ہمدانی قدس سرہ نے اس جگہ یہ فرمایا ہے کہ جو خلق کے نزدیک محمدؐ ہے ہمارے نزدیک خدا تعالیٰ ہے اور جو خلق کے نزدیک خدا ہے ہمارے نزدیک محمدؐ ہے۔ یہاں حاضر[۱]

---

[۱]: جاننا چاہئیے کہ حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور رسالت مرتبہ ظاہری ہے پس ظاہر محمد رسول اللہ ہیں اور باطن خدا ہے ؂

مرا خاندہٖ خود بدام آمدی ۔۔۔ نظر پختہ ترکن کہ خام آمدی

ترجمہ: تو نے مجھے بلایا لیکن خود دام میں گرفتار ہو گئے۔ نظر پختہ تر کرو کہ تم ابھی خام ہو۔ (بقیہ صہ)

غائب ہے اور غائب حاضر۔ اور (دراصل) نہ غائب ہے نہ حاضر۔ سبحان اللہ! یہ کیا راز ہے اور یہ حضرات کیا ہیں۔ کوئی اِن کے متعلق کیا کہے۔ اے عزیز! دل کی تیمار داری آج فرض عین ہے۔ (یعنی اپنے دِل بیمار کا علاج کرنا اور اُسے حق تعالےٰ کا آشناسا کرنا) باقی سب ہیچ ہے۔

واللہ المستعان علیٰ ما تصفون

---

## مکتوب ۱۹

**بجانب شیخ عبدالصمد برادرِ بزرگ حضرت شیخ**
**دربیانِ شغل بر ذکر و طلب حق اعلےٰ**

حق حق، حق

بعد ادائے ما وجب علی الخدما معروض باد (جو کچھ خدام پر واجب ہے وہ ادا کرنے کے بعد عرض ہے) کہ

جن وانس کی خلقت کا مقصد معرفت اور عبادت ہے اور ان دو چیزوں سے مُراد غیر سے قطع تعلقی اور ذکرِ دوست ہے۔ اور ذکر کی دو قسمیں ہیں۔ ایک ذکر وہ ہے کہ جس کی بدولت آخرت

---

(بقیہ گذشتہ صہ) وہ مرسل ہے اور خلق مرتبۂ ظاہر میں یعنی رسالت کو دیکھتی ہے اور ہم مرسل یعنی بھیجنے والے کو مرتبۂ باطن میں دیکھتے ہیں۔ خلق خدا کو جو مرسل ہے باطن سمجھتی ہے۔ لیکن ہم محمدؐ کے ظاہر کو باطن دیکھتے ہیں۔ یعنی ظاہر ہمارے سامنے سے اٹھ چکا ہے اور پوشیدہ ہو گیا اور باطن ظاہر ہو چکا ہے۔ چونکہ باطن ظاہر ہو چکا ہے اس لئے حاضر کو غیب اور غیب کو حاضر کہا گیا ہے اور حقیقت میں نہ حاضر ہے نہ غیب۔ حضور اور غیب اعتباری اور نسبتی امور ہیں ہم نسبت سے بلند چلے گئے ہیں اور وحدت میں یگانہ ہو گئے ہیں۔

کے دائمی درجات نصیب ہوتے ہیں۔ اور یہ ذکر تلاوت قرآن مجید سے بہتر و بلند نہیں ہے کیونکہ کلام پاک غیر مخلوق اور صفتِ حق تعالیٰ ہے اور ذکر مخلوق ہے کیونکہ یہ بندے کی صفت ہے۔ جیسا کہ تفسیر زاہدی میں لکھا ہے:

"عرش سے لے کر تحت الثریٰ تک کسی کا ذکر تلاوت قرآن سے بہتر و شریف تر نہیں ہے پس مومن کو چاہیئے کہ جہاں تک ممکن ہو سکے اپنے آپ کو اس دولت سے محروم نہ رکھے۔"

دوسرا گروہ یہ ہے کہ جس کے کشف حقائق اور دین کے دقائق (جمع دقیقہ یعنی لطیف مضامین) کا شہود، مراتب یقین حاصل ہوتے ہیں حق تعالیٰ فرماتے ہیں:

سَنُرِيهِمْ آيَاتِنَا فِي الْآفَاقِ وَفِي أَنْفُسِهِمْ حَتَّىٰ يَتَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُ الْحَقُّ

(ہم ان کو آفاق اور نفوس میں اپنی نشانیاں دکھاتے ہیں حتیٰ کہ ان پر حق ظاہر ہو جاتا ہے۔ آفاق سے مراد کون و مکان ہے اور نفوس سے مراد نفوس انسانی یعنی حق تعالیٰ ان کو تمام اندرونی و بیرونی رموز سے آگاہ فرماتا ہے)

یہ وہ مقام ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس کی شہادت یوں دیتے ہیں کہ:

وَاللّٰهِ لَا اَعْبُدُ رَبًّا مَالَمْ اَرَاهُ

(خدا کی قسم میں اپنے رب کی عبادت اسے دیکھے بغیر نہیں کرتا)

اور اس کمال کی نشان دہی یوں بھی کی گئی کہ

لَوْ كُشِفَ الْغِطَاءُ مَا ازْدَدْتُ يَقِيْنًا

(اگر پردہ اٹھ جائے تو میرے یقین میں اضافہ نہ ہوگا)

یہ شاید حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا قول ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ اگر حق تعالیٰ کو اپنی ظاہری آنکھوں سے بھی دیکھ لوں تو میرا یقین جو مجھے حق تعالیٰ کے ساتھ ہے زیادہ نہیں ہو جائے گا۔ یہاں یہ واضح کر دینا ضروری ہے کہ علم کے تین مراتب ہیں:

۱۔ علم الیقین     ۲۔ عین الیقین     ۳۔ حق الیقین

علم الیقین یہ ہے کہ سنی سنائی بات پر یقین کرلے کہ اس طرح ہے جیسے کسی نے آگ کو جلاتے نہ دیکھا ہو اور سن کر یقین کرلے کہ آگ جلتی ہے۔ عین الیقین یہ ہے کہ اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کر لے کہ آگ لکڑی کو جلا رہی ہے۔ حق الیقین یہ ہے کہ اپنا ہاتھ آگ میں ڈال کر دیکھ لے کہ واقعی آگ جلاتی ہے اور یہ یقین کا بلند ترین مقام ہے۔ چونکہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو ایمان و یقین کا آخری اور بلند ترین مرتبہ یعنی ذات باری تعالے کے ساتھ حق الیقین حاصل تھا۔ اس لئے آپ نے فرمایا کہ اگر حق تعالے میرے سامنے بھی آجائیں تو میرے یقین میں اضافہ نہ ہو گا۔ کیونکہ سامنے آنا مرتبۂ عین الیقین ہے جو حق الیقین سے کمتر ہے اور ذات حق کے ساتھ حق الیقین کا مطلب فنائے ذاتی ہے۔ پیشوائے اولین و آخرین علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس مقام کے متعلق یوں بھی فرمایا ہے :

اِنِّیْ ذَاهِبٌ اِلٰی رَبِّیْ

(تحقیق میں رب کی طرف جاتا ہوں۔ ذاہب صیغہ فاعل ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ ہمیشہ یعنی علیٰ الدوام اپنے رب کے ساتھ رہتا ہوں)

نیز فرمایا کہ :

لِیْ مَعَ اللّٰهِ وَقْتٌ ......

(یعنی مجھے حق تعالیٰ کے ہاں ایسا وقت حاصل ہوتا ہے کہ جہاں کسی مقرب فرشتے یا نبی یا مرسل کی رسائی نہیں ہوسکتی۔ اس سے مراد بھی وہی مقام فنائے ذاتی ہے۔ اگرچہ فنائے ذاتی غالباً تمام انبیاء علیہم السلام کو حاصل تھی لیکن فنا کے بھی بے شمار مراتب ہیں۔ اس حدیث پاک میں فنا کا آخری درجہ یعنی فنائے تامہ مراد ہے)

اور یہی وہ مقام ہے کہ جس کے حصول کے لئے کائنات وجود میں آئی۔ اور ذکر وہ ہے جو اہل ذکر اصحاب سے مسلسل ہو اور سلطان انبیاء و برہان الاصفیا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم تک مسلسل اس کی سند جا پہنچے۔ اور طالب حق کا کام اس کے سوا کیا ہے کہ اَلْاِشْتِغَالُ بِالْعُلُوْمِ

الشرعیۃ و تلاوۃ القرآن امور حسنۃ ولٰکن شان الطالب شان آخر (علوم شریعت اور تلاوتِ قرآن میں مشغول ہونا اچھے کام ہیں لیکن طالب کی شان اور شان ہے) یعنی مومن کے لئے دو وقت ہوتے ہیں ایک وقت طلب ہے کیونکہ بندہ کی خدا تعالیٰ تک رسائی فرض عین ہے فَرْضٌ لِعَیْنِہٖ (فرض ہے خاص اسی کے حصول کے لئے) اور دوسرے سب فرائض ذرائع اور اسباب ہیں اسی ایک فرض کے حصول کے (یعنی اگرچہ نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ فرض ہیں لیکن مقصود بالذات نہیں ہیں بلکہ مقصود تک پہنچنے کے ذرائع ہیں مقصود بالذات اللہ ہے)۔ اسی لئے کہا گیا ہے کہ السر الصلوٰۃ فَرْضٌ لِعَیْنِہٖ (نماز کا راز یہ ہے کہ یہ ذاتِ حق میں رسائی کا ذریعہ ہو)

لانھا صِلَۃٌ بَیْنَ اللہِ وَعَبْدِہٖ۔ وَالْوُضُوْءُ فَرْضٌ لِغَیْرِہٖ لِاَنَّہٗ وَبِھَا یستعد العَبْدُ اِلَی الصَّلٰوۃِ (کیونکہ نماز سیڑھی ہے درمیاں بندہ اور وضو فرض ہے اس کے غیر کے لئے کیونکہ وضو کے ذریعہ صلوٰۃ تک رسائی ہوتی ہے مطلب یہ ہے کہ صلوٰۃ فرض لعینہٖ ہے اور وضو فرض لغیرہٖ ہے۔ یعنی وضو نماز کے حصول کے لئے کیا جاتا ہے اور نماز حصولِ حق کے لئے ہے)

چنانچہ امام شبلیؒ فرماتے ہیں کہ:

الصلوٰۃ اِتِّصَالٌ وَالْوُضُوْءُ اِنْفِصَالٌ

(نماز اتصال ہے اور وضو انفصال۔

پس ذکر کی شان یہ ہے کہ بخلاف کثرتِ اوراد و تلاوت وغیرہ کے اسے اپنے آپ سے باہر نکال کر حق تعالےٰ سے ملا دے۔ مومن کے لئے دوسرا وقت طلب سے فراغت کا وقت ہے۔ یہ وہ وقت ہے یا بہشتِ خاص ہے جس کے متعلق کہا گیا ہے کہ:

اُعِدَّتْ لعبادی الصالحین ما لا عَیْنٌ رَاَتْ وَلَا اُذُنٌ سَمِعَتْ

وَلَا خَطَرَ عَلٰی قَلْبِ بَشَرٍ

(تیار کی گئی بندگانِ صالحین کے لئے کہ جس کی نعائم کو نہ کسی آنکھ نے دیکھا نہ کان نے سنا ہے نہ کسی انسان کے دل کا خیال وہاں تک پہنچ سکتا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ اس بزرگ (شاید خواجہ شبلیؒ) نے فرمایا ہے کہ :

مَا فِی الْجَنَّةِ اَحَدٌ سِوَی اللّٰه

(جنت میں سوائے اللہ کے اور کچھ نہیں ہے ،

اور وہ جنت کہ جس کے ساتھ حق تعالٰی نے اپنی نسبت کی ہے اور فرمایا ہے

فادخلی فی عبادی ای فی طلب ذاتی وادخلی جنتی ای فی فضاء رؤیتی ۔ (داخل ہو جاؤ میرے عابدین میں یعنی طلب ذاتی میں کمربستہ رہو۔ اور جنت میں داخل ہو جاؤ یعنی رویت باری تعالٰی کی فضا میں داخل ہو جاؤ) (یعنی خدا کے سوا) جہاں اس کے سوا کچھ نہیں

اس مقام پر پہنچ کر کُنْتُ لَہٗ سَمْعًا وَّ بصرو یداً وَّ لِسَاناً (ہم اس کے یعنی سالک کے کان آنکھ، ہاتھ اور زبان بن جاتے ہیں) کی حقیقت ظاہر ہو جاتی ہے اور فرض سے فراغت نصیب ہوتی ہے اور اَلَّذِیْنَ هُمْ فِیْ صَلَاتِهِمْ دَائِمُوْنَ (اور وہ لوگ دائمی نماز میں ہوتے ہیں) کے زمرہ میں داخل ہو جاتا ہے۔

فَهُوَ هُوَ وَلَیْسَ اِلَّا هُو (یعنی ہویت مطلقہ طاری ہو جاتی اور اس کے سوا کچھ نہیں ہوتا) پس فرائض کے بعد جو کہ حسنات ہیں نوافل پر ہاتھ مارنا چاہیئے اور اپنے پیغمبر علیہ السلام کی شرع جو حبل متین یعنی

---

لہ :۔ یہ اگرچہ بیان ہے لیکن نہان در نہان ہے اور کوئی بیان نہیں ہے پس ما لا عین رأت ولا اذن سمعت ولا خطر علی قلب بشر مستقیم ہے یعنی یہ قول ہمیشہ کے لئے قائم اور انسان کی آنکھ، کان اور دل پر کبھی ظاہر نہیں ہو سکتا مستقیم کے شاید یہی معنی ہیں ۔ واللہ اعلم بالصواب ۔ احقر مترجم

مضبوط رسی ہے پر قائم رہنا چاہیئے اور یہ سنتِ الٰہی ہے وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيلًا (اور سنت اللہ کے لئے کوئی تبدیلی نہیں ہے) اور یہ طریقِ انبیاء اور اولیاء کا ہے جس کا خلاف سراسر ظلم ہے۔ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ (اللہ تعالیٰ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں بخشتا) لِاَنَّهٗ وَضْعُ الشَّيْءِ فِي غَيْرِ مَحَلِّهٖ (کیونکہ کافر بے محل بات کہتا ہے) پس فلاح سے محروم رہتا ہے۔

---

## مکتوب ۲۰

بجانب عبدالرحیم دیپالپوری در بیان بلند ہمتی و مسئلہ جبر و قدر

حق حق حق

اگرچہ آپ نظروں سے دُور ہیں لیکن دل کے ساتھ حاضر ہیں۔ آپ کا نوازش نامہ اس فقیر کسیر اسیر نفس، شریر عبدالقدوس اسمٰعیل الحنفی کو ملا۔ حالات سے آگاہی ہوئی۔ آنکھوں کو نور اور دل کو سُرور حاصل ہوا۔ المقصود هُوَ المقصود وَلَا مقصود سوای اللّٰه (مقصد یہ کہ مقصود وہی ہے اور اللہ کے سوا کوئی مقصود نہیں)۔ واضح ہو کہ لوگ کہتے ہیں کہ دنیا اس قدر ہونی چاہیئے کہ آدمی اپنے عزیز و اقارب کے درمیان عزت سے زندگی بسر کر سکے اور قرابت داری قائم رہ سکے۔ تاکہ ان کے فکر سے بے فکر ہو کر مطمئن رہ سکے۔ اے عزیز یہ صحیح ہے کہ فرض کل رجل فی طریق محبوبه و مطلوبه علی قدر همّته (ہر شخص کے لئے اپنے محبوب اور مطلوب کا راستہ اختیار کرنا اس کی ہمت کے مطابق فرض ہے) لیکن یہ بات طالبانِ حق کی ہمت سے بہت دُور ہے اور پاک ہمت لوگ اس سے سخت متنفر ہیں۔ افسوس صد افسوس! فرہاد کی طرح ہونا چاہیئے جس نے اپنی جانِ شیریں

(میٹھی جان) شیریں (محبوبہ) کی طلب میں قربان کردی۔ اور مجنون کی طرح ہونا چاہیئے کہ جس سے لیلیٰ کی یاد میں اپنے آپ کو برباد کردیا۔ یہ درست ہے کہ جو کچھ فرہاد اور مجنون نے شیریں اور لیلیٰ کے لئے کیا ہر شخص نہیں کرسکتا۔ لیکن اس مشکل کا جواب پروانے کی زندگی سے حاصل کرنا چاہیئے کہ وہ کیوں اپنے آپ کو شمع پر قربان کردیتا ہے اور اُسے اپنے آپ سے اور اپنے اہل وعیال سے کچھ یاد نہیں رہتا۔ اس جگہ بزرگوں نے فرمایا ہے کہ حق تعالےٰ تک رسائی بہت ہی آسان ہے اور بہت ہی مشکل ہے، جس شخص کو اپنی روزی اور اہل وعیال کا فکر نہیں اس کے لئے خدا کا ملنا بہت ہی آسان ہے۔ کیونکہ اگرچہ غیر درمیان میں ہے (یعنی بال بچے جو غیر اللہ ہیں اس کے ساتھ ہیں) لیکن اس کے ساتھ یہ تعلق صرف وہمی اور خیالی ہے پس اس وہم وخیال کو چھوڑ کر محبوب لایزال (حق تعالےٰ) کے جمال میں محو ہوجاتا ہے۔ اور جس شخص کو اپنی روزی اور اہل وعیال کا فکر لاحق ہے اس کے لئے خدا تک پہنچنا بہت ہی مشکل ہے۔ یہاں مندرجہ بالا دلیل کے ساتھ حضرت علی کرم وجہہ کا جواب بہت قوی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اگر تیرے اہل وعیال حق تعالیٰ کے دوست ہیں تو تجھے ان کی فکر نہیں ہونی چاہیئے کیونکہ وہ اپنے دوستوں کو ضائع اور خوار نہیں کرتا۔ اگر وہ خدا تعالیٰ کے دشمن ہیں تو تجھے خدا کے دشمنوں سے کیا تعلق۔ اے عزیز! اہل وعیال کا بہانہ دے کر شیطان بڑے بڑے حملے کرتا ہے۔ یہاں ان کلمات سے مدد لینی چاہیئے لا حول ولا قوۃ الا باللہ اور رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ لَا اِلٰـهَ اِلَّا هُوَ فَاتَّخِذْهُ وَكِيلًا اے عزیز! مردان خدا کے لئے اپنی ہمت حادث (فانی) چیزوں پر صرف کرنا باعث ننگ وعار ہے۔ ان کی ہمت میں یہ چیزیں حقیر ہیں۔ ان کا دل ان چیزوں کے حصول سے مطمئن نہیں ہوتا۔ اے بھائی! جو کچھ امر کُن سے وجود میں آیا ہے یعنی جو حادث ہے اپنی ذات سے قائم اور باقی نہیں۔ اور جو چیز اپنی ذات سے قائم نہیں اپنے وجود میں غیر کی محتاج ہے لہٰذا اس کے حصول کی کوشش کرنا اور اسے منظور نظر بنانا کم ہمتی اور بے مروتی ہے۔ بلند ہمتی یہ ہے کہ حق کے سوا کسی کا طلب گار نہ بنے۔ وَاِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ لهمیم وَيُبْغِضُ اَسَافِلَهَا (اللہ تعالےٰ بلند ہمت کو محبوب

رکھتے ہیں اور پست ہمت سے ناراض ہوتے ہیں)

## مسئلہ جبر و قدر

آپ نے پوچھا ہے کہ آیا بندہ کا اختیار جس میں وہ فاعلِ مختار، مکلف، سزا و جزا کا مستحق ہے آیا وہ اختیار قوی ہے یا ضعیف ہے۔ اے عزیز! ضعف و قوت عجز و قدرت کے مقابل ہے۔ اور یہ امر مسلّم ہے اور تمام اولین و آخرین کا اجماع اسی پر ہے کہ بندہ بے چارہ ضعیف اور عاجز ہے۔ بہت کچھ چاہتا ہے نہیں ہوتا۔ نہیں چاہتا ہو جاتا ہے۔ تمام سلاطین، انبیاء اور اولیاء ہمیشہ عاجز ہیں اور کوئی شخص دم نہیں مار سکتا۔ جس نے دم مارا ایسا گرا کہ پھر نہ اٹھ سکا۔ چنانچہ ملائک کے درمیان عزازیل (ابلیس) اور بنی آدم میں نمرود و فرعون کا حال مشہور ہے۔ مگر اسی سے ٹوٹتی ہے کہ بندہ کو سوائے اختیار کی تہمت کے کچھ حاصل نہیں ہے۔ یہی اہلِ سنت و جماعت کا مذہب ہے اور یہی اہلِ تحقیق اور اہلِ حق کا اعتقاد ہے۔ اگر فعلِ ازلی پر نظر کریں (یعنی اگر اختیارِ کلی خالق کے ہاتھ میں سمجھیں) اور بندہ کا اختیار مطلقاً نہ مانیں عطلت (شاید تعطل) پیدا ہوتا ہے اور الوہیت و عبودیت باطل ہوتی ہے۔ اور امر و نہی، بعثت انبیاء و رسل و کتب، ثواب و عذاب دنیا و عقبیٰ سب بے معنی ہوتے ہیں۔ اور یہ فسادِ محض ہے (یعنی بے دینی ہے)۔ اور فرقہ جبریہ کا مذہب ہے۔ اس کے برعکس اگر نظر صرف ظاہری حس پر رکھیں اور یہ سمجھیں کہ بندہ ہر کام میں فاعلِ مختار ہے اور اسے قدرتِ حقیقی کا مصدر جانیں تو یہ الوہیت باری تعالیٰ میں شرک اور اس کی شانِ الوہیت کی ضد ہے۔ کیونکہ اس سے قادرِ حقیقی کی قدرت سے اعراض و انکار لازم آتا ہے اور یہ مذہب فرقۂ قدریہ کا ہے۔ یہ لوگ دلیل پیش کرتے ہیں کہ ایک مقدور (اختیار) قادر اور بندہ کی قدرت کے تحت بیک وقت و بیک زماں محال ہے لہٰذا وہ بندہ کی قدرت کو قوی اور ثابت سمجھتے ہیں اور قدرتِ خداوند کی نفی کرتے ہیں کیونکہ اس سے ہماری حس (ظاہری نظر) کا انکار لازم نہیں آتا۔ لیکن گمراہ لوگ یہ نہیں جانتے کہ اس سے خدا تعالیٰ کی صفتِ کمال کی نفی، اس کی الوہیت میں شرکت اور اس کی ربوبیت کی حدیث لازم آتی ہے۔ العیاذ باللہ من ذالک (پناہ بہ خدا)۔ اے عزیز!

حضرت آدم صفی اللہ کے واقعہ پر غور کرو۔ اللہ تعالیٰ کا حکم یہ تھا کہ اس درخت کے نزدیک نہ جانا۔ اور تقدیر یہ تھی کہ اس کا مرتکب ہو جائے۔ حضرت آدم علیہ السلام کو اختیار بھی تھا اور حق تعالیٰ کے حکم بجالانے کا مقصد بھی تھا۔ وہ حکم یہ تھا کہ :

لا تقربا ھذہ الشجرۃ فنسی ولم نجد لہ عزماً

(اور تم اس درخت کے قریب نہ جاؤ پس وہ بھولے اور ہم نے ان میں پختگی نہ پائی)

لیکن تقدیر غالب آگئی۔ وغالب علی امرہ ای امر عبادہ (اور اللہ اپنا حکم منوانے کی طاقت رکھتا ہے)۔ حضرت آدم علیہ السلام کا اختیار جاتا رہا اور آپ کا قصد خاک میں مل گیا۔ اور یہ اعلان ہو گیا کہ :

وَعَصٰی اٰدَمُ رَبَّهٗ فَغَوٰی

آدمؑ نے نافرمانی کی اور بے راہ ہوا

یہ دیکھ کر عقل دنگ ہے۔ دراصل یہ سب کچھ اس لئے تھا کہ تجھے یقین ہو جائے کہ بندہ کا اختیار سوائے تہمتِ اختیار کے کچھ نہیں۔ اگر اختیار میں قوت ہوتی تو حضرت آدم کبھی نہ گرتے اور گر کر کبھی نہ اُٹھتے۔ یہاں عفو گناہ قابل غور ہے کیونکہ جو کچھ کیا تقدیر نے کیا۔ اور بندہ کے پاس سوائے تہمتِ اختیار کے کچھ نہ تھا۔ لہٰذا ہوشیار رہو اور کبھی قضا و قدر کا بہانہ نہ بناؤ۔ گناہ کے بارے میں حضرت آدم علیہ السلام کی اقتدا (پیروی) کرو کہ جب آپ سے لغزش ہوئی تو یہ نہ کہا کہ یہ تیری قضا تھی بلکہ یہ کہا کہ میں نے اپنے آپ پر ظلم کیا۔ اگرچہ جو کچھ ہوا قضاء الٰہی سے ہوا لیکن عقل مند کو چاہیئے کہ وہ بات کرے جو موجب ناراضگی حق نہ ہو۔ روایت ہے کہ جب حضرت آدم علیہ السلام سے حق تعالیٰ نے پوچھا کہ یہ کام کیوں نہ کیا۔ عرض کیا، الٰہی مجھ سے خطا ہوئی ہے لیکن طبیعت میں خواہش تھی۔ شیطان مجبور کر رہا تھا۔ درخت آراستہ تھا اور ہر ساعت زیادہ آراستہ ہو کر میرے اور نزدیک ہو جاتا تھا۔ فرمان ہوا کہ ہاں یہ سب کچھ تھا لیکن یہ ہماری قضا بھی تھی۔ عرض کیا الٰہی میں یہ نہیں کہتا اور نہ کہہ سکتا ہوں۔ فرمان ہوا کہ تجھے معلوم ہونا چاہیئے لیکن کہو مت ۔

پس اے عزیز! محققان اہلِ حق اور پاک لوگوں کا عقیدہ یہ ہے کہ فعل حق کی نفی نہیں کرنی چاہیئے. کیونکہ فاعل حقیقی وہی ہے اور بندہ کے اختیار کو بھی دُور نہیں کرنا چاہیئے اور یہ کہنا چاہیئے کہ بندہ بیچارہ قادر تو ہے لیکن عین قدرت میں خود عاجز ہے. مختار ہے لیکن عین اختیار میں خود ضعیف ہے کیونکہ اختیار کی تہمت اس پر لگائی گئی ہے. اس لئے اسے امر و نہی کا حکم دیا گیا ہے. اور سزا و جزا کا مستحق قرار دیا گیا ہے تاکہ عبودیت اور ربوبیت اپنے مقام پر قائم رہے اور کوئی فساد لازم نہ آئے. کسی نے کیا صاف کہہ دیا ہے. بیت

ہر نیک و بدے کہ در جہاں مے گذرد

خود مے کند و بہانہ بر عام نہاد

(دنیا میں جو نیکی اور بدی ہو رہی ہے سب خود کرتا ہے بہانہ عام لوگوں پر ڈالتا ہے)

اے عزیز! اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں:

خُلِقَ الْإِنْسَانُ ضَعِيفًا

(ہم نے انسان کو کمزور پیدا کیا ہے)

اس آیہ پاک سے انسان کا اختیار ثابت ہوتا ہے اگرچہ عام لوگ اس پر غور نہیں کرتے. بندے کا اختیار بندے کی صفت ہے اور صفت موصوف سے جدا نہیں ہے (مطلب یہ کہ اگرچہ بندے کو کمزور کہا گیا ہے لیکن زور کم ہے مفقود تو نہیں ہے) پس لازماً بندہ اپنے تمام صفات کے ساتھ ضعیف اور عاجز تھا. پس عقل کے اعتبار سے بندے کا فعل اور بندے کا اختیار بندے کا کسب (کام) ہے. اسی لئے اختیار کو بندے کے ساتھ منسوب کیا گیا ہے اور اختیار کی تہمت اسے لگائی گئی ہے نیز اگر اختیار کا قائل لفظِ اختیار کے حقیقی اور صحیح معنی لے کہ بندے کا اختیار حق تعالےٰ کے ارادہ کے مقابلے میں اختیار مکروہ ہے (یعنی اختیار بالجبر و اکراہ ہے). تو یہ اختیار فاسد ہے. [اختیار مکروہ کا مطلب ہے وہ اختیار جس میں جبر شامل ہو]۔

لَا يَسَعُهُ خِلَافَ مَا أَرَادَ اللّٰهُ وَكَانَ مُخْتَارٌ فِي فِعْلِهٖ مُضْطَرٌّ فِي

الّاتّ الاختیار۔

(جو کچھ اللہ تعالےٰ کا ارادہ ہے اس کے خلاف کام کرنا انسان کی طاقت سے باہر ہے اس لئے گو انسان اپنے فعل میں تو مختار ہے لیکن اختیار میں مضطر ہے یعنی مجبور ہے)
اور جو لوگ انسان کے حقیقی اختیار کے قائل ہیں اس سے استغفار واجب آتا ہے کیونکہ فاعلِ حقیقی اور مختارِ حقیقی خدا تعالےٰ ہے۔ پس اس معاملے میں عجز و انکسار سے کام لینا چاہیئے اور یہی انبیار و اولیار کی سنت ہے اس کے علاوہ سب گمراہی اور وبال ہے بلکہ وبال در وبال ہے۔ جس قدر ہو سکے استغفار سے کام لینا چاہیئے۔ اور اس اعتقادِ بد سے توبہ کرنی چاہیئے۔ اور اپنے کام میں لگے رہنا چاہیئے۔ والسلام علی من الھدیٰ۔

---

## مکتوب ۲۱

بجانب شیخ عبد الصمد برادرِ بزرگ حضرت شیخ۔
در بیان محافظتِ دل از ماسوی اللہ

حق حق حق

حدیث آرزو مندی بصد دفتر نے گنجد
چگونہ شرح مشتاقی بیک طومار بنویسم

(آرزومندی کا بیان سو دفتر میں بھی نہیں سما سکتا۔ میں کس طرح اپنی شتاقی کو ایک کاغذ کے اندر بیان کروں)

خدمتِ باعظمت، منصب بارفعت، جناب عالی مآب، صدر العلماء، بدر الصلحاءٗ، فردِ زہاد، مرو عباد، صاحبِ شریعت، عالم طریقت، جوہر بحر حقیقت، اعظم علمائے الشرق والغرب، اتقی اتقیاء، العجم والعرب، خدمت خداوند، حضرت مخدومی و استادی و مولائی حضرت مخدوم العالم بندگی شیخ عبد الصمد دام حیاتہٗ و زید تقواہٗ حرسہ اللہ تعالےٰ عن الآفات وعاہاتِ آخر الزمان و بصرہٗ بحقیقتِ الوجود والمقصود، خدمات وافر و تحیات متکاثر از برادر کہتر و بندۂ کمتر خود فقیر بے نوا، حقیر مبتلا، عبد القدوس اسماعیل الحنفی لبشرف نظر منظور فرمایند۔ المقصود ہو المقصود ولا مقصود سواہ اللہ۔

فَمَنْ يَّكْفُرْ بِالطَّاغُوتِ وَيُؤْمِنْ بِاللّٰهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى

(جس نے شیطان سے کفر کیا یعنی اس کا کہا نہ مانا اور جو اللہ سے ایمان لایا اس نے مضبوط رسّی پکڑلی)

کسی نے کیا خوب کہا ہے:

ہر چہ جز حق بہ سوز و غارت کن

ہر چہ جز دین ازو طہارت کن

(جو کچھ اللہ کے سوا ہے اسے ترک کردے اور جو کچھ دین کے سوا ہے اس سے طہارت کر یعنی ترک کر)

کسی نے سلطان العارفین سے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ کو ملنے کا کونسا راستہ ہے فرمایا راستے سے بھی بلند ہوجا' اللہ سے مل جاؤ گے۔ اور یہ حقیقت الذکر اور ترک غفلت ہے۔ اور یہ کثرت اوراد نہیں بلکہ ذات حق اور وجودِ مطلق میں فنا ہے اور بقا ہے اور یہ صفت القلب صفت الارواح ہے، صفت اللسان (زبان کی صفت) نہیں اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول کا اسی

حقیقت کی طرف اشارہ ہے :

لَوْخَشِعَتْ قَلْبُهٗ خَوَارِجُه

پس قلب کی فکر آج کرنی چاہیئے اور اپنے دل کے اندر اندر ہر ساعت اور ہر لحظہ جویاں و پویاں (تلاش کرتے ہوئے اور دوڑتے ہوئے) رہنا چاہیئے۔ اور اسباب کا خیال رکھنا چاہیئے کہ اس لطیفۂ ربانی اور جوہرِ سبحانی (قلب) کی رغبت کس طرف ہے اور یہ کیا چاہتا ہے کیونکہ دل کا میلان جس چیز کی طرف ہوتا ہے دل وہی بن جاتا ہے خواہ صورت میں کچھ ہو۔ اسی لئے فرمایا گیا ہے کہ :

یحشر الناس یوم القیامة علی نیاتهم

(قیامت کے دن لوگوں کو ان کی نیات یعنی خواہشات کے مطابق اٹھایا جائے گا)

یعنی جس چیز کے ان کے قلوب خواہاں ہوں گے اسی کے ساتھ ان کو اٹھایا جائے گا (پس دل طالبِ حق ہونا چاہیئے تاکہ حق تعالیٰ کے ساتھ وہ اٹھایا جائے۔ اگر اس کا میلان موٹر اور بنگلے کی طرف ہے تو وہ ان چیزوں کے ساتھ اٹھایا جائے گا لیکن اللہ تعالےٰ سے بعید ہوگا) پس طالب حق کو چاہیئے کہ صحن دل کو ہمیشہ کلمۂ توحید لا الہ الا اللہ و باللہ ولا سواہٗ کے جھاڑو سے پاک و صاف کرے۔ اور ماسویٰ اللہ کے خس و خاشاک کو نکال کر باہر پھینک دے۔ دل آئینہ کی مانند ہے اور آئینہ کے اندر پہلی شکل جو ظاہر ہوتی ہے وہ صقال (آئینہ مانجھنے والا) کی شکل ہوتی ہے اور یہ سرِ عظیم (بڑا راز) ہے۔ پس سالک کے لئے چاہیئے کہ سوائے اللہ کے اس کے قلب کا صقال کوئی نہ ہو۔ قلب المومن مراٰۃ الرب (مومن کا قلب اللہ کا آئینہ ہے) اور یہ مقام حاصل کرنا چاہیئے۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے : چہ حدیث ست ایں حدیثے کہ توئی۔ (اس بات سے کونسی بات زیادہ بہتر ہے کہ تو ہے۔ یعنی محبوب کا ہونا بڑی دولت اور بڑی بات ہے)

والسلامُ سلامٌ علیکم طِبْتُمْ فَادْخُلُوْهَا خَالِدِیْنَ۔

## مکتوب ۲۲

بجانب شیخ زادہ بر جادہ شیخ اولیا عرف شیخ بدھ

در بیان بے نیازی حق تعالیٰ

### حق حق حق

سلام علیکم سلام علیک۔ روحی فداک وقلبی لدیک

(تجھ پر ہزاروں سلام، میری روح تجھ پر فدا ہو اور قلب تیرے ساتھ وابستہ ہو)

قدم بوس و زمین بوس بجناب عالی مآب لایزال عالیاً آستانہ علیا حضرت پیرزادہ سجا، شین درگاہِ عالی فو د حقیقت، مد و کالقت، بحر حقیقت، شیخ المشائخ والاولیاء، شیخ الاولیا عرف شیخ بدھ، دامت مشیخیۃ، فقیر حقیر مبتلا عبدالقدوس اسمٰعیل الحنفی عرض پرداز ہے کہ: المقصود ھوالمقصود و لا مقصود سواہ فاللہ و لا سواہ۔

فَمَنۡ یَّکۡفُرۡ بِالطَّاغُوۡتِ وَ یُؤۡمِنۡۢ بِاللّٰہِ فَقَدِ اسۡتَمۡسَکَ بِالۡعُرۡوَۃِ الۡوُثۡقٰی

(جس نے شیطان کا کہنا نہ مانا اور جو اللہ پر ایمان لایا وہ محفوظ ہو گیا)

نوازش نامہ ملا۔ سر آنکھوں پر رکھا۔ آں جناب کے گھر میں چوری ہونے کی خبر سن کر ملال ہوا۔ لیکن صبر کے سوا کیا ہو سکتا تھا۔ حق تعالیٰ کا کام اسی طرح ہے کہ ایک آدمی رنج و مشقت سے جو کچھ کماتا ہے دوسرے کو بلا رنج و مشقت دِلا دیتا ہے۔ ایک کو عزت دیتا ہے دوسرے کو ذلت۔ ایک کو عصیاں کے بعد طاعت کی طرف لے جاتا ہے اور دوسرے کو طاعت کے بعد عصیاں میں مبتلا کرتا ہے۔ یہ شانِ لاابالی (بے پروائی) ہے۔ اِنَّ اللّٰہَ لَغَنِیٌّ عَنِ الۡعٰلَمِیۡنَ۔

(اللہ تعالےٰ بے شک تمام جہانوں سے مستغنی ہے) سارے جہان اور ساری مخلوقات سے بے نیاز ہے اس نے اعلان کر دیا ہے کہ:

هٰؤُلَاءِ فِی الْجَنَّۃِ وَلَا اُبَالِی وَ هٰؤُلَاءِ فِی النَّارِ وَلَا اُبَالِی۔

(وہ لوگ جنت میں ہیں اور مجھے پرواہ نہیں اور وہ لوگ دوزخ میں ہیں اور مجھے پرواہ نہیں)

اس کی رضا کے ساتھ راضی رہنے کے سوا کوئی چارہ نہیں خود ساری دنیا متاع فانی اور زینت بارانی ہے ہم مفلسوں کے ہاتھ کیا آئے گا۔ لہٰذا آخرت کا فکر کرنا چاہئے، طلب حق میں مشغول رہنا چاہیئے اور اس راہ میں جدوجہد کرنی چاہیئے کیونکہ وَالْآخِرَۃُ خَیْرٌ وَّ اَبْقٰی وَاللّٰہُ عِنْدَہٗ اَجْرٌ عَظِیْم (آخرت بہتر اور باقی رہنے والی ہے اور اللہ تعالیٰ کے ہاں اجر عظیم ہے) کا نقارہ بج چکا ہے نیز حصول علم میں کما حقہٗ کوشش کرنی چاہیئے کیونکہ علم کے بغیر عمل ہرگز ممکن نہیں۔ آپ کو معلوم ہے کہ قرآن مجید کہتا ہے کہ:

وَلَمْ یَکُنْ وَلِیٌّ مِنَ الذُّلِّ وَبِہٖ صَرَّحَ السَّادَۃُ بِقَوْلِہٖ مَا اتَّخَذَ اللّٰہُ وَلِیًّا جَاهِلًا

ہوشیار اور خبردار رہنا چاہیئے کہ یوم جزا آج نہیں ہے اور فرصت غنیمت ہے اور علم کی فضیلت کسی عاقل سے پوشیدہ نہیں ہے۔ قاضی جمال کے پاس ضرور جایا کریں اور علم حاصل کیا کریں۔

(والسلام)

---

## مکتوب ۲۳

**بجانب شیخ حمید پسرِ کلاں حضرت شیخ۔**
**در نصیحت و طلب حق تعالیٰ**

حق حق حق!

شعر: سلام علیکم سلام علیک   روحی فداک وقلبی لدیک

دعائے برخورداری وثنائے بزرگواری، فرزندِ دلبند، نورِ چشم، میوہ دل، برگزیدہ حضرت

لا الٰہ الا اللہ، مقبولِ اللہ، و اہلِ اللہ بر جادۂ شریعت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا زال کاسمہٖ حمیداً و الیٰ اہلِ الحق مجیداً جعل اللہ تعالےٰ من العلماء الآخرۃ و العلماء باللہ والاتقیا المستبرین عما سویٰ اللہ۔ از فقیر بے نوا، حقیر مبتلا، عبد القدوس اسمٰعیل الحنفی۔ المقصود ھو المقصود سواہ فاللہ ولا سواہ۔

فمن یکفر بالطاغوت ویومن باللہ فقد استمسک بالعروۃ الوثقیٰ

(جس نے شیطان کا کہانہ مانا اور اللہ پہ ایمان لایا وہ محفوظ ہوگیا)

اے فرزند! فرصت غنیمت ہے رات دن تحصیل علم کی کوشش کرنی چاہیئے کیونکہ علم حاصل کرنے کا وقت یہی ہے۔ اور دائمی وضو کے ساتھ رہنا چاہیئے۔ اور سنن اور فرائض کی ادائیگی خشوع وخضوع کے ساتھ کرنی چاہیئے جس طرح کہ صاحب شریعت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حکم فرمایا ہے۔ خوب جد وجہد کرنی چاہیئے اس کام میں سعادتِ دوجہانی اور دولتِ جاودانی پنہاں ہے اس کام میں بے شمار برکات ہیں۔ جاننا چاہیئے کہ علم کا مقصود عمل ہے کیونکہ کل عمل کی بابت پرسش ہوگی نہ کہ زیادتیٔ علم کے متعلق۔ اور عمل کا مقصود حق تعالےٰ سے اخلاص ومحبت ہے کیونکہ یسئال الصادقین عن صدقھم (صدقین سے ان کے صدق کے متعلق پرسش ہوگی) کا نقارہ ہر خاص وعام کی کمر توڑ رہا ہے۔ اور اخلاص ومحبت کا مقصود خود محبوب حقیقی ہے جو وجود مطلق ومعبود برحق ہے۔

اِنَّ صَلٰوتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ لَا شَرِیْکَ لَہٗ

(بے شک میری نماز اور میری قربانی، میری زندگی اور میری موت اللہ کے لئے ہے جو رب ہے تمام جہانوں کا اور جس کا کوئی شریک نہیں)

پس طالب کو چاہیئے کہ طلب حق میں اور حصولِ جمالِ لم یزل ولایزال کے لئے صحنِ دل کو نفی ماسویٰ اللہ اور اثبات حق کے جاروب (جھاڑو) سے ہمیشہ پاک وصاف کرتا رہے۔ اور ستر علم

اور ہر عمل کی غرض و غایت یہی سمجھے ۔ اب جس طرح کفر و معصیت کو ظاہری شرع کے حکم سے یہ حضرات ترک کرتے ہیں اسی طرح عین طاعت اور علم و عمل سے بھی بھاگ جاتے ہیں اور اس طاعت کو معصیت (گناہ) سمجھتے ہیں ۔ کیونکہ معصیت اس وجہ سے معصیت ہے کہ بندہ خود ہے۔ (یعنی خودی موجود ہے اور فنا حاصل نہیں ہوئی) چونکہ طاعت میں خود موجود ہے اس لئے تمام حجابات اور افکار حائل رہتے ہیں ۔ اے فرزندِ دلبند! معصیت کا لشکر ذرا سی ندامت سے بھاگ جاتا ہے کیونکہ الندم توبۃ ندامت (ندامت توبہ ہے) لیکن سیاہ طاعت جو حجاب نوری وسد سروری ہے اس کا توڑنا بے حد مشکل ہے ۔

(حاشیہ سابقہ طاعت اور علم و عمل سے بھاگنے کے یہ معنی ہیں کہ اسے مقصودِ حقیقی نہ سمجھے اور اس کے اندر مقید نہ رہے ۔ یہ معنی نہیں کہ طاعت اور علم و عمل ترک کر دے ۔ نعوذ باللہ ۔ احقر مترجم ۔

عرض پرداز ہے کہ جیسا کہ ... دلبراںؒ میں لکھا ہے حجاب کی تین قسمیں ہیں اول حجاباتِ ظلمانی یعنی معصیت اور گناہوں کا پردہ جو انسان اور حق تعالےٰ کے درمیان حائل ہے ۔ دوم حجاباتِ نورانی یہ وہ حجاب ہیں جو کشف و کرامات کی وجہ سے سالک کو ذاتِ حق سے علیحدہ رکھتے ہیں کیونکہ کشف و کرامات میں پھنس کر آدمی کی مزید ترقی رک جاتی ہے ۔ سوم حجاباتِ کیفی ۔ یہ وہ حجاب ہے جو کیفیات کی وجہ سے سالک اور حق کے درمیان حائل ہو جاتا ہے یعنی آدمی کیفیات کی لذت میں مست ہو جاتا ہے اور آگے نہیں بڑھ سکتا ۔ یہاں حضرت شیخ نے طاعت کو حجابِ نوری اور سدِ سروری کہا ہے اس میں دونوں قسم کے حجابات آگئے ہیں یعنی نورانی اور کیفی اور ان حجابات کا توڑنا سخت مشکل ہے کیونکہ حجابات ظلمانی تو معصیت کی وجہ سے ہوتے ہیں اور معصیت کا ترک کرنا آسان ہے کیونکہ معصیت کی وجہ سے آدمی خلقت کے نزدیک بھی بُرا سمجھا جاتا ہے لیکن حجابات نورانی اور کیفی جو طاعت اور نیکی سے پیدا ہوتے ہیں، کا ترک کرنا بہت مشکل اس لئے ہے کہ ایک تو طاعت میں شہرت ہوتی ہے اور آدمی خلقت کے نزدیک نیک نام ہوتا ہے دوسرے کیفیات میں لذت بھی ہوتی ہے اور لذت بھی ایسی جو جائز ہے)

اس حقیقت کو سمجھنا بہت مشکل ہے مردانِ خدا اور اہلِ اسرار کا کام ہے۔ خداوند تعالیٰ کی شانِ لاابالی ہے وہ صد ہزار طاعت کو خاک میں ملا دیتا ہے اور صد ہزار گنہگاروں کو ایک لمحے میں بزرگی کی مسند پر بٹھا دیتا ہے اور ندا دیتا ہے کہ

اِنِّیْ اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ

(میں جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے)

ہم پردہ غیب کے تمام اسرار سے واقف ہیں اور ہم جانتے ہیں کہ اہل اور دانا کون ہے۔

وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ

(وہی ہدایت یافتگان کو بہتر جاننے والا ہے)

اس مقام پر کام درہم برہم ہو جاتا ہے اور حیرانی کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ اور آدمی سر میں دھول ڈال کر بیٹھ جاتا ہے۔ خود سرورِ کائنات فخرِ موجودات صلی اللہ علیہ وسلم کا حال دیکھو کہ اس قدر رفعت اور بزرگی اور تاجِ لولاک کے باوجود اور لِيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ (ہم نے تمہارے سب اگلے اور پچھلے گناہ معاف کر دیئے ہیں) کی خلعت کے باوجود اپنی طاعت اور تاجِ عصمت سے کس قدر گریزاں تھے اور فریاد کرتے تھے کہ:

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِیْ مِنْ عُتَقَائِكَ مُحَرَّرًا بِكَ مِنَ النَّارِ

(اے اللہ! مجھے اپنی امان میں رکھ اور آگ سے بچا)

ہیہات ہیہات! یہ کیا حیرانی اور سرگردانی ہے! سالک کو چاہیئے کہ مردانہ وار قدم رکھے اور یافت سے دور بھاگے کیونکہ اس طائفہ کے نزدیک نایافت اس کوچہ میں ہزار بار بہتر اور افضل ہے یافت سے۔ اس طائفہ کا ایک مقصود ہی نایافت ہے کیونکہ یافت کا تعلق ہستی سے ہے اور نایافت نیستی اور توحید ہے لیکن ہستی سب ظلمت اور شرکت (شرک) کا موجب ہے۔ پس نیست ہو جانا چاہیئے اور نیستی میں خوش اور منہمک رہنا چاہیئے۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے:

در رہِ ما بوئے عدم مے زند      کیست دریں راہ قدم مے زند

(ہمارے راستے میں عدم کی بو آتی۔ کون ہے جو اس راہ میں قدم رکھے یعنی اس کوچے میں تو عدم اور نیستی ہی نیستی ہے کس کی ہمت ہے جو ہمارے ساتھ چل سکے)

استغفر اللہ استغفر اللہ من کل ما سوی اللہ واللہ عندہ اجر عظیم

(میں ماسوی اللہ سے بیزار ہو کر اللہ کے ساتھ پناہ مانگتا ہوں اور اللہ کے ہاں اجر عظیم ہے) والسلام

---

## مکتوب ۲۴

### بجانب شیخ ابراہیم تھانیسری نو مسلم
### در بیانِ اعتبارِ دل و عزت ایمان

حق حق حق!

بیت : سلامٌ علیکم چو در خاطری
گر از چشم دوری بدل حاضری

(خدا تجھے سلامت رکھے تو میرے دل میں ہے۔ اگرچہ آنکھوں سے دور ہے لیکن دل کے ساتھ حاضر ہے)

آپ کا خط ملا، باعثِ مسرت ہوا۔ المقصود ھو المقصود ولا مقصود سواہٗ فلا موجود الا سواہ (ہمارا مقصود وہی ایک مقصود ہے جس کے سوا اور کوئی مقصود نہیں۔ اور جس کے سوا کوئی موجود نہیں)۔

اے عزیز! اگرچہ ظاہری ملاقات نہیں ہے لیکن تم دل میں ہو اور دل ہی اصل چیز ہے ہر کام اور ہر چیز دل پر منحصر ہے یہ دل ہی ہے جو بعید کو قریب اور قریب کو بعید کرتا ہے کیونکہ دل

کے اندر یا محبت جبلت کی گئی ہے یا عداوت اور وہ اپنی فطرت کے مطابق کام کرتا ہے۔ [۱] اس سبب سے وہ ہمیشہ محبوب کی جانب کشاں کشاں لے جاتا ہے۔ حتیٰ کہ پردہ درمیان سے اٹھ جاتا ہے اور جمال دوست پر ظاہر ہو جاتا ہے وَ لَوْ كُشِفَ الْغِطَاءُ مَا ازْدَدْتُ يَقِيْناً (اگر پردہ اٹھ جائے تو میرے یقین میں اضافہ نہ ہوگا) کا اشارہ اسی حقیقت کی طرف ہے۔

القلوب مع القلوب تتشاهد والضمائر تتناجى استشهاد

قلوب کی قلوب کے ساتھ مشابہت ہوتی ہے اور ضمائر آپس میں ہمکلام ہوتے ہیں۔

اس پر دلالت کرتا ہے۔ اور وہ اسی وجہ سے غیر محبوب سے ہمیشہ دور بھاگتا ہے جس طرح ایک پرندہ قفس کی قید سے گھبراتا ہے اور صحرا کی آزاد فضا میں اڑنا چاہتا ہے مرغ دل بھی حق تعالیٰ کی محبت میں غیر اللہ سے گھبراتا ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَنْظُرُ اِلٰى صُوَرِكُمْ وَلَا اِلٰى اعمالكم ولٰكِنَّ اللّٰهَ يَنْظُرُ اِلٰى قُلُوْبِكُمْ وَنِيَّاتِكُمْ

(اللہ تعالیٰ تمہاری ظاہری صورتوں اور تمہارے ظاہری کاموں کو نہیں دیکھتا بلکہ تمہارے قلوب اور نیتوں کو دیکھتا ہے)

---

[۱] یعنی دل مجبول اور مخلوق ہے محبت یا عداوت پر۔ البتہ ایک چیز کو دوست رکھتا اور البتہ ایک چیز کو دشمن۔

کا اس حقیقت کی طرف اشارہ ہے (یعنی اللہ تعالیٰ کے نزدیک محبت بھرے دل کی قدر ہے دل میں اللہ کی محبت نہ ہو تو ظاہری شکل اور اعمال خواہ جس قدر مسلمانوں جیسے ہوں اللہ کے نزدیک کچھ وقعت نہیں رکھتے) اہل حق کے نزدیک ایمان و کفر دونوں دل کی صفات ہیں۔ پس آج دل جس چیز کے ساتھ لگا ہوا ہے اس کا سرمایہ ہمیشہ وہی ہوگا۔ اس لئے اس بات کا فکر کرنا چاہیئے کہ دل کی بیماری دُور ہو جائے اور غیر اللہ سے اس کا تعلق ٹوٹ جائے اور مذموم دنیا کی محبت دل سے نکال باہر پھینک دی جائے تا دل جو حق تعالےٰ کا عرش اور بارگاہ قدس ہے، شیاطین کا گھر نہ بن جائے۔ اور یہ بات کثرتِ ذکر طاعت و مجاہدہ سے حاصل ہوتی ہے:

اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ

(یاد رکھو! اطمینانِ قلب اللہ ہی کے ذکر میں ہے)

معاذ اللہ اگر دل پر غفلت طاری ہو جائے تو شیطان لعین کے تصرف میں آجاتا ہے۔ اور حق کی بجائے شیطان کا قرب حاصل ہو جاتا ہے۔

ومن یعش عن ذکر الرحمن نقیض لہٗ شیطانا فھو لہ قرین

(جو ذکر اللہ سے اعراض کرتا ہے اس کے دل پر شیطان کا قبضہ ہو جاتا ہے اور وہ اس کے قریب ہو جاتا ہے)

اے عزیز! حق تعالیٰ نے تجھے اپنے فضل و کرم سے دولتِ اسلام عطا فرمائی۔ اس غیبی مہمان کی عزت کرنی چاہیئے۔ یہ صد ہزار دولتِ دو جہان اور سعادتِ جاودان ہے اور صد ہزار جان سے روزانہ بلکہ ہر لحظہ اس دولت کا شکریہ ادا کرنا چاہیئے۔ اور آج اس عزیز مہمان کو صد ہزار عزت و تکریم اور تواضع سے پیش آنا چاہیئے۔ تاکہ تو کل قیامت کے دن اس دولت کا تماشا دیکھے۔ اس دولت کا بیان کرنا ناممکن ہے کل تم خود دیکھو گے کہ کیا نعمت ہے لیس الخبر کالمعاینہ (سننا دیکھنے کے برابر نہیں ہو سکتا) اور اس مہمان کی عزت و تکریم کیا ہے دل کو غیر اللہ سے خلاف شرع امور سے پاک و صاف کرنا ہے۔ کسی نے خوب کہا ہے:

ہر چہ جز حق بسوز و غارت کن
ہر چہ جز دین از و طہارت کن

(جو کچھ غیر اللہ ہے اُسے جلا دے اور برباد کر دے اور دین کے سوا باقی سب کچھ دل سے نکال دے)

وقت تھوڑا ہے اس لئے اختصار سے کام لیا ہے دانا کے لئے اشارہ کافی ہے۔ عافیت بخیر باد۔

---

## مکتوب ۲۵

بجانب ملک شادی تھانیسری۔ در بیان غریب بودن اسلام و دوستانِ حق سبحانہٗ

حق حق حق!

دعائے مستجاب و ثنائے مستجاب بجناب دولت مآب ملک شادی دام صحتہٗ و زید عمرہٗ و دولتہٗ واعلیٰ فی الدارین قدرہٗ۔ از کاتب حروف داعی کافر اہل اسلام، فقیرِ حیران، و حقیر سرگرداں مشتاق سبحان، المقصود ہو المقصود.....

اے عزیز! حق تعالےٰ کا فرمان ہے:

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى

(رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم جو کہتا ہے خواہش نفس سے نہیں کہتا بلکہ یہ وحی ہے جو اس پر حق تعالےٰ کی طرف سے نازل کی جاتی ہے)

نیز حدیث شریف میں آیا ہے کہ:

اَلْاِسْلَامُ بَدَاءَ غَرِيْبًا وَسَيَعُوْدُ كَمَا بَدَاءَ فَطُوْبٰى لِلْغُرَبَاءِ

(اسلام غریب ہو کر دنیا میں آیا اور غریب ہو کر واپس جائے گا)

پس خوش ہونا چاہیئے کہ غریبوں کے لئے اس حدیث کے اندر صد ہزار معانی و اسرار سبحانی پنہاں ہیں لیکن آنکھ دیکھنے والی اور کان سننے والے ہوں۔ حاصل کلام یہ کہ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں غریب تھے۔

آپ کو اٹھارہ ہزار جہان میں سے کسی چیز کی پروا نہ تھی۔ اور آپ کی حقیقت کو کوئی شخص نہیں سمجھ سکتا۔ آپ فرماتے ہیں کہ:

لَوْ کُنْتُ مُتَّخِذاً خَلِیْلاً لَاتَّخَذتُ اَبَا بَکْرٍ وَلٰکِنْ خَلِیْلِیْ اللہ

(اور میں کسی کو دوست رکھتا تو ابوبکرؓ کو دوست رکھتا لیکن میرا دوست اللہ ہے)

اب صدیق اکبرؓ جیسے جانباز اور جاں نثار کا وہ رتبہ ہے کہ ان کی گرد تک کوئی نہیں پہنچ سکتا دوسرں کی کیا مجال کہ اس کے آشنا و شناسا ہو سکتا۔ اور اسلام کے جہان میں غریب ہونے کے یہ معنی ہیں کہ اس کا حسن و جمال اور اس کی عزت کا کمال ہر آلودگی سے منزہ اور پاک ہے اور پاک رہے گا (لَا یَمَسُّہٗ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ (سوائے پاک لوگوں کے اسے کوئی نہیں چھو سکتا یعنی اسلام کی حقیقت پاکی اور بلندی تک سوائے پاک لوگوں کے اور کسی کی رسائی نہیں ہو سکتی) اس دنیا کے تمام مردود اور منحوس لوگ اسلام سے کوسوں دور ہیں۔ اور دوستان خدا کے دنیا میں غریب ہونے کے یہ معنی ہیں ان کے سوا دنیا میں کوئی شخص حق تعالیٰ کا مشتاق نہیں ہے اور وہ دوست کی ظاہر دنیا میں ذلیل و خوار ہیں، دوست کے لئے جہاد میں قسم کھاتے ہیں اور جان قربان کرتے ہیں اور تیر ہائے بلا اور تیغ ہائے ابتلائے دوست (مصیبت)، کو دل و جان میں جگہ دیتے ہیں، پس جو شخص آج غریب ہے وہ دوستان حق سے نسبت رکھتا ہے اور جو شخص غرباء اور فقراء کو دوست رکھتا ہے اور ان کی دلجوئی کرتا ہے خدا تعالےٰ تک رسائی

حاصل کرتا ہے۔ سبحان اللہ! یہ دولت جس نیک بخت اور مقبول کو نصیب ہو۔ الحمد للہ کہ اِس دولت کا نشان آپ کے اندر موجود ہے تا باد چنین باد (جب تک رہو اسی طرح رہو) والسلام علی من اتبع الھدیٰ۔

---

## مکتوب ۲۶

بجانب شیخ المشائخ شیخ درویش قاسم اودھی۔ در انکسار حال و تواضع پیش بزرگانِ تاسف دین۔

حق حق حق!

بعد حمد و صلوٰۃ بندہ شرمسار، خاکسار، خجل و شرمندہ، از گناہ ہائے بیشمار، عبدالقدوس اسمٰعیل الحنفی بجناب عالی مآب، کمالاتِ ایاب، فلک رفعت، ملک نزہت، برہان العاشقین، سلطان العارفین، قطب زمان حضرت شیخی و مخدومی نفع اللہ المسلمین بطولِ بقائہٖ و برکات انفاسہٖ (خدا تعالیٰ آپ کی زیادتی عمر سے اور نفوس کی برکت سے مسلمانوں کو نفع پہنچائے) یہ بندہ تباہ حال کند ذہن اور خطا کار ہے ممکن نامناسب بات لکھ دے اور بے ادبی کا مرتکب ہو جائے ورنہ اس کی کیا مجال ہے کہ پیرانِ دستگیران کی خدمت میں مواعظ اور تنبیہات لکھے۔ یہ سیاہ بخت سگِ دنیا ہر وقت گناہوں میں مستغرق اور نیکی سے کوسوں دُور ہے۔ اس کی مجال کہ مشائخیت اور اقتدا کا دم بھرے یا اپنے اوپر یہ گمان رکھے۔ حضرت شیخ روشن ضمیر اور واقفِ اسرار ہیں۔ جن پر اس بندہ کی کیفیت نیک روشن ہے۔ واللہ بعزۃ اللہ ہوا ایم در ہوا خداست۔ جز دوست دو پروائے ورائے ماست

(اللہ کی قسم اور اس کی عزت کی قسم! دوست کی رضا میری رضا ہے اور دوست کے سوا مجھے کسی کی پروا نہیں) یہ ہمارا مقام ہرگز نہیں ہے۔ چنانچہ اس سیہ کار کا ماتم اسی وجہ سے ہے کہ کل کیا بنے گا۔ اگر کتے کو تخت پر بٹھا دیا جائے تو وہ بادشاہ نہیں بن سکتا۔ اس آوارہ کو مشیخت اور اقتدار سے کیا حاصل۔ بے بہرہ کو بہرہ ور کون کر سکتا ہے۔ محجوب (جو حجاب میں ہو) کے سامنے چراغ رکھنے سے کیا حاصل جو راندۂ درگاہ ہوا سے کون بارور کر سکتا ہے اور جو بارور ہوا سے کون راندۂ درگاہ کر سکتا ہے محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں تشریف لائے اور آپ پر قرآن اس لئے نازل ہوا کہ خلقتِ خدا کو خدا سے ملا دے۔ لیکن جو ازلی بے راہ رہا اور جو ازلی تباہ تھا تباہ رہا۔ یہ ہے شانِ الوہیت جس کے سمجھنے سے عقول قاصر ہیں یہ دیکھ کر زہرہ پانی پانی اور دل کباب ہو گیا ہے کہ کوئی عرقاب جاں بر نہ ہوا بلکہ خراب زیادہ خراب ہوا اور بحرِ نامرادی میں غرق ہوا اور داد سے ہاتھ دھو بیٹھا حتیٰ کہ سوائے عجز کے ہاتھ میں کچھ نہ رہا۔ اس کے متعلق یہ تباہ حال مزید عرض کرے گا۔ بیت ؎

لائق بندگی نہ ام بے ہنر و قیمتے
گر تو قبول مے کنی باہمہ نقص کاملم!

(بے ہنر اور بے قیمت یعنی لاشے ہوں اور درگاہ کے لائق ہرگز نہیں ہوں گے۔ ہاں اگر تو قبول کرے تو تمام نقائص کے باوجود کامل ہوں)

اب یہ تباہ حال آپ جیسے کریم کے دروازے پر پڑا ہے از راہِ کرم بندہ پروری کریں اور اس کی لئیمی (ملامت) پر نظر نہ کرتے ہوئے نوازش فرمادیں اور شرفِ قبولیت بخشیں۔

بیت ؎ گر ما مقصریم و تو دریائے رحمتی
عذریکہ مے دہد بامید وفائے تست

(ہم گنہگار ہیں اور تو دریائے رحمت ہے اب صرف تیری وفا کی امید کا سہارا باقی ہے)

وصلی اللہ علی خیر خلقہ محمد وآلہ اجمعین واللہ اعلم بالصواب۔

## مکتوب ۲۷

بجانب بہلول صوفی سروانی۔ در بیان دشواریٔ راہ حق و لغزش بعضے نا اہلاں و ناداں اور طالبانِ حق کے باطنی تفرقہ کے علاج میں ؎

بیت ؎ چنانی در دلم حاضر کہ جاں در جسم و خوں در رگ
فراموشم نہ وقتے کہ دیگر بار یاد آئی

(تو میرے دل میں اس طرح حاضر ہے جس طرح جان جسم میں ہے اور خون رگوں میں۔ میں تجھے کسی وقت نہیں بھولتا۔ اس لئے دوسری بار یاد کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

حق حق حق!

بعد ادائے حمد و صلواۃ۔ واضح ہو کہ آپ کا خط موصول ہوا۔ اور حال معلوم ہوا۔ دل کو مسرت ہوئی اور حق تعالےٰ کا شکر بجالایا۔ اے بھائی! راہ حق ایسا پُرخطر اور پُر تکلیف راہ ہے کہ نامرد اور مخنث اس پر چلنے کے قابل نہیں۔ اس کوچے میں ایسا مرد قدم رکھ سکتا ہے جو جانباز اور جہاں تاز (جہاں نورد یعنی تلاش حق میں دنیا کا گوشہ گوشہ پھرنے والا) ہو۔ جو اپنے آپ سے ہاتھ دھو چکا ہو اور طلب حق اور میدان وحدت میں گم ہو چکا ہو۔ جو کونین کو پس پشت ڈال چکا ہو اور غیر اللہ سے منہ موڑ چکا ہو۔ کسی نے خوب کہا ہے ؎

مردے باید سر او را نہ پای
جملہ گم گشتہ درو او در خدا

(ایسا مرد ہونا چاہیئے کہ جس کا سر و پا یعنی نام و نشاں باقی نہ رہا ہو۔ ساری کائنات اس کے اندر اور وہ خدا کے اندر گم ہو چکا ہو)

بیت ؎ ہر چہ جز حق بسوز و غارت کن

ہر چہ جز دین ازو طہارت کن

(جو کچھ غیر اللہ ہے اسے جلا دے اور تباہ کر یعنی ترک کر اور دین کے سوا جو کچھ ہے اس سے دور بھاگ)

لیکن آج جو کچھ بعض نادانوں اور نااہلوں کے گمان میں ہے سخت آسان ہے۔

لیکن راہِ حق ایسا نہیں ہے۔ اگر اس قدر آسان ہوتا تو محمد مصطفےٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اہتمام کے ساتھ یہ حکم نہ ملتا کہ:

یَا اَیُّهَا الْمُدَّثِّرُ قُمْ فَاَنْذِرْ وَ رَبَّكَ فَكَبِّرْ

(اے نبی اٹھ یعنی راتوں کو جاگ … اور اپنے رب کی بزرگی بیان کر

اور یہ فرمان نہ ہوتا:

وَ اَنْذِرْ عَشِیْرَتَكَ الْاَقْرَبِیْنَ

(اور اپنے اہل و عیال و اقربا کو تنبیہ کر)

لہٰذا آدمی کے لیے اس مطلب کی معرفت حاصل کرنا لازمی ہے۔

وَ اللّٰهُ یَدْعُوْا اِلٰی دَارِ السَّلَامِ

(اور اللہ دار السلام کی طرف بلاتا ہے)

اے عزیز! اگر آج طالبانِ حق کے لئے یافت یعنی وصول الی اللہ کی شادی (خوشی) نہ ہوتی تو نایافت کا غم ہوتا۔ اور نایافت کے غم کا ایک لمحہ صد ہزار بہشت سے افضل ہے۔ اس غم

کے لشکر پر سو جان فدا کر دینی چاہیئے کیونکہ یہ سعادت جاودان ہے۔ مصرعہ:

از ہر چہ مے رود سخن دوست خوشتر است

(دنیا میں جو کچھ ہے اس سے دوست کی بات افضل ہے)

اے نفس عمارہ اور شیطان لعین کے ہاتھوں سب رو رہے ہیں۔ اور حق تعالیٰ سے استعانت طلب کرتے ہیں یہ ماتم تنہا میرا اور تمھارا نہیں ہے بلکہ تمام طالبین کا آج یہی ماتم ہے ؎

در عشق تو عاجزی سر استادی است

در کوئے تو بندگی در آزادیست

(تیرے عشق میں عاجزی سربلندی ہے اور تیرے کوچے میں غلامی آزادی ہے)

اے عزیز! تفرقۂ باطن کا علاج کئی قسم کا ہوتا ہے لیکن اُس کی اصل تین چیزیں ہیں۔ اوّل ترکِ دنیا کہ حُبِّ دنیا راس کل خطیئۃٌ (دنیا کی محبت تمام گناہوں کی جڑ ہے)۔ دوم صحبت خلق سے اجتناب کہ فَاِنَّھُمْ عَدُوٌّ لِّیْ اِلَّا رَبَّ الْعٰلَمِیْنَ

سوم ذکر ہے کیونکہ اَلذِّکْرُ جُنَّۃٌ مِّنَ النَّارِ وَحِرْزٌ مِّنَ الشَّیْطَانِ وَبَرَاءَۃٌ مِّنَ النِّفَاقِ (ذکر آگ سے رہائی ہے شیطان سے جائے پناہ ہے اور نفاق سے نجات ہے)۔ قاعدہ کلیہ ہے کہ مشروط بلا شرط نہیں ہوتا۔ چنانچہ نماز کی شرط یہ ہے کہ وضو ہو جب تک وضو نہ ہو نماز نہیں ہوتی۔ اے عزیز جب تک دم ہے آخرت کا غم کھانا چاہیئے۔ اور باقی سب بالائے طاق رکھ کر حق کے ساتھ مشغول ہو جانا چاہیئے۔ اے عزیز! آج جسے یہ ماتم ہے کل صدیقین اور شہدا کے زمرے میں ہوگا نہ کہ اندھوں کی زمرے میں۔ کیونکہ اندھوں کا زمرہ ہے اور یہ قوم (اولیاء) اور ہیں۔ اس غم میں جان دینی چاہیئے اور خون پسینہ ایک کر دینا چاہیئے۔ وَالْمُخْلِصُوْنَ عَلٰی خَطَرٍ عَظِیْمٍ (مخلصین کے لئے بہت بڑا غم ہے اور خوف ہے) اے عزیز! مصیبت غلبۂ ذکر کے بغیر دور نہیں ہوتی۔ جہاں غلبۂ ذکر ہو سلطانِ ذکر صحن دل کو غیر کے خس و خاشاک سے پاک کر دیتا ہے۔ دعا ہے کہ حق تعالےٰ اُن عزیز کو اپنے فضل و کرم سے مقصود اعلیٰ تک پہنچا دے۔

# مکتوب ۲۸

بجانب شیخ خان خضر برہمن جونپوری۔ در جواب مسئلہ الشان وتفسیر حروف کہ اشارت بر شرائط و احکام ذکر دارند

حق حق حق!

سلام علیکم سلام علیک    روحی فداکم وقلبی لدیک

بعد حمد و صلوٰۃ...... واضح ہو کہ آپ کا خط ملا۔ فرحت حاصل ہوئی آپ نے تلقینِ ذکر کے متعلق تحریر کیا ہے۔ اس چیز کا تعلق زیادہ تر ... سے ہے چونکہ آں برادر کا فرمان ہے اس میں دیر نہ کی جائے گی۔ آپ کو چاہیئے شغل باطن میں ہر ... کوشاں رہیں۔ ہر لحہ اپنی ترقی وتنزل پر نظر رکھیں۔ آپ نے بعض مسائل کا جواب طلب کیا ہے جس میں سے ایک مولانا رومؒ کا یہ شعر ہے جس کے آپ نے معنی دریافت کیے ہیں:

## قربِ نفل

عالم نبود و ن بدم آدم نہ نبود و من بدم
او خود نبود من بدم من ملحد دیرینہ ام

(جہاں نہ تھا اور میں تھا۔ آدم نہ تھا اور میں تھا۔ وہ خود نہ تھا اور میں تھا میں پرانا ملحد ہوں)

جاننا چاہیئے کہ سب سے زیادہ جاننے والا اللہ ہے۔ اس قسم کے اشعار اور کلمات شطحیات کہلاتے ہیں اور ان کا تعلق خاص وقت اور حال سے ہوتا ہے۔ جب درویش پر توحید کے انوار اور اسرار منکشف ہوتے ہیں، بحر توحید میں غرق ہو جاتا ہے اور اس مقام پر پہنچ جاتا ہے کہ حق سبحانہٗ وتعالیٰ کو اپنے ساتھ پاتا ہے (یا اپنے اندر پاتا ہے) پس اپنی بے خودی میں کوشاں رہتا ہے حق تعالیٰ کو ثابت کرتا ہے اور اپنے آپ کو قطعاً نہیں دیکھتا۔ چونکہ حق تعالےٰ واحد لاشریک ہے اس لئے دوئی

کو ازلاً و ۔ ا اور نہیں رکھتا اور اپنے آپ کو غیب اور غیر نہیں سمجھتا۔ اور لفظ او (وہ) کو کہ جس کا اشارہ غیب اور غیر کی طرف ہے جائز نہیں جانتا۔ اور یہ کہتا ہے کہ او خود نبود من بدم (وہ خود نہیں تھا میں تھا) یعنی حق میں ہوں اور میرے سوا حق نہ تھا، نہ ہے، اور نہ ہوگا۔ اِسے قربِ نفل کہتے ہیں۔ شریعت کی رو سے قتل کا فتویٰ یہاں ملتا ہے اور طریقت میں فنا ہو جانا اسے کہتے ہیں ایسے صوفی کا شمار اولیائے مستہلک (فنافی اللہ) میں ہوتا ہے۔ اگرچہ وہ واصل باللہ ہے لیکن ابھی راستے میں ہے اور کمال تک نہیں پہنچا۔

**قربِ فرض** کمال یہ ہے کہ "خود را بحق یابد وہمہ تسلیم حق شود آنجا ہیچ آفت نیست" (کہ اپنے آپ کو حق سے پائے یا حق کے ساتھ پائے۔ اور ہمہ تن تسلیم و رضا بن جائے۔ اس مقام پر کوئی آفت نہیں) اور یہی مقام مَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى (جب تو نے مٹی پھینکی تھی تو نے نہیں پھینکی تھی بلکہ اللہ نے پھینکی تھی) ہے۔ حضرت بایزید بسطامی علیہ الرحمہ آخر میں جب کمال کو پہنچے تو آپ نے یہ کہا:

> الٰہی ! قلت یوماً سبحانی ما اعظم شانی فانا الیوم مجوسی فاقطع زناری و اقول لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔
>
> (الٰہی ایک دن میں نے کہا تھا کہ میں پاک ہوں اور میری شان بلند ہے اس دن میں مجوسی (کافر و زندیق) ہو گیا پس میں اپنا زنار توڑتا ہوں اور اقرار کرتا ہوں کہ نہیں ہے کوئی معبود اللہ کے سوا اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں یعنی رب کفر سے توبہ کر کے از سرِ نو مسلمان ہوتا ہے)

اس مقام کو قربِ فرض کہتے ہیں اور ایسے صوفی کا شمار اولیائے مقرب میں ہوتا ہے اور یہ جو مولانا رومؒ نے کہا ہے کہ "من ملحدِ دیرینہ ام"۔ اس لئے کہا ہے کہ خود را متبدل حال یافت (اپنے آپ کو دوسری حالت میں دیکھا یعنی اپنے آپ کو حق دیکھا) اور یہی سمجھا کہ ازل سے ابد تک

اسی طرح ہوں :

اسی طرح شیخ اوحدالدین کرمانیؒ فرماتے ہیں :

## رُباعی

کاشکے دانستمے کاندر جہاں من کیستم ۔۔۔ یا چنیں سرگشتہ و حیراں ز بہر کیستم

یا چہ ام یا در چہ ام یا از چہ ام یا بر چہ ام ۔۔۔ دوش زیں غم تا سحر بر خویشتن بگریستم

(کاش مجھے معلوم ہو جاتا کہ میں کون ہوں یا اس قدر حیران و پریشان کس لئے ہوں یا کیا ہوں

کس میں ہوں کس سے ہوں، یا کس پر ہوں، رات اس غم میں میں اپنے آپ پر صبح تک روتا رہا)

یہ اشعار اور اس قسم کے کلمات درماندگیٔ حال و وقت سے سرزد ہوتے ہیں جب عارف اپنے آپ کا ذاتِ الوہیت، احدیت و محمدیت کے ۔ دیکھتا ہے اور بحرِ عرفانِ حق میں مستغرق ہوتا ہے تو اس قدر متحیر ہوتا ہے کہ اگر اپنے متعلق کچھ کہے تو شرک اور کفر لازم آتا ہے۔ اگر حق تعالےٰ کے متعلق لب کشائی کرے تو اس قسم کے سوال پیدا ہو ۔ ہیں کہ میں کون ہوں اور میرا وجود کیا ہے۔ اگر ہمہ اوست یعنی سب کچھ وہی ہے تو میرا وجود کیا ۔ اگر خود میں ہوں تو وہ کون ہے یا در چہ ام یعنی اپنا اثبات عالمِ الوہیت میں کروں یا عالمِ عبودیت ں۔ کچھ نہیں کر سکتا ہوں کیونکہ ایک کے اثبات سے دوسرے کا ارتفاع (نفی) لازم آتا ہے اور دونوں ناروا (ناجائز) ہیں۔ یا از چہ ام یعنی عالم

---

لہ :- جاننا چاہیئے کہ انسان حق تعالےٰ کے تمام صفات کا مظہر ہے۔ اور حقائق میں ظاہر اور مظاہر ایک ہے۔ بس عالمِ شہادت میں انسان ہے اور عالمِ غیب ں حق ہے۔ پس عارف اس حیرت میں آکر کہتا ہے کہ حقیقت میں جو کچھ میں ہوں کما حقہٗ ہم نے اسے نہیں پہچانا اور میری حقیقت مجھ پر کشف نہیں ہوتی۔ اور جب یہاں طالب و مطلوب ایک ہیں تو اپنے لئے حیران و سرگرداں ۔تا ہے لیکن غربت کے اعتبار سے۔ بس سوال کرتا ہے کہ میں کون ہوں کہاں سے ہوں کیا ہوں ۔۔۔۔

غیب سے ہوں یا عالمِ شہود سے۔ اور یہ دونوں نہیں ہو سکتے کیونکہ میں اس سے غیب نہیں ہوں اور اس کے سوا میرے اندر کوئی شاہد نہیں۔ اور میں شاہد ہوں اور وہ غیب ہے یا وہ غیب اور اس غیوب میں شہود میں ہے اور میرا شہود اس کے غیب میں ہے یا برچہ ام یعنی حدوث (فانی ہونا) پر ہوں یا قِدم (ازلی ابدی ہونا) پر۔ یا ازل پر ہوں یا ابد پر۔ یا وجود پر ہوں یا عدم پر۔ اور یہ سب اضداد ہیں (یعنی ایک دوسرے کی ضد ہیں) لہٰذا حیرت میں ہوں کہ حقیقت کیا ہے۔ پس ان حضرات کا آہ و نالہ خواہ ازلی ابدی ہونے کے متعلق ہو خواہ قضا و قدرت کے متعلق ہو صحیح ہے۔ چنانچہ ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ :

قَتَلَتنِی مسئلہ القضاءِ والقدر (مجھے مسئلہ قضا و قدر نے مار ڈالا ہے)

کیونکہ اس مسئلہ میں بھی حیرت کے سوا کچھ ہاتھ نہیں آتا۔ پس ان حضرات کے درد و اندوہ کی کوئی حد نہیں :

مَن لَم یَذُق لَم یَدرِ بِہ (جس نے نہیں چکھا اُسے کیا معلوم کہ کیا ہے)

یہاں تقریر و تحریر بے سود ہے کہنے سننے سے یہ مسائل حل نہیں ہوتے۔ اللہ تعالیٰ ہم تم کو اور تمام طالبینِ حق کو یہ دولت نصیب کرے۔

**تفسیر حروفِ ذکر** اور جہاں تک ان حروف مقطعات کا تعلق ہے جو رسالہ شیخ عبداللہ میں مذکور ہیں۔ واضح ہو کہ یہ سب اسمأ و صفات کا بیان ہے کہ جب مرید کو ذکر میں استقامت حاصل ہوتی ہے۔ اور درجہ بدرجہ ترقی کرتا ہے تو اس کے حال کے مطابق دوسرا ذکر تلقین کیا جاتا ہے اسے انتقال ذکر بذکر دیگر کہتے ہیں (یعنی ایک ذکر سے دوسرے ذکر پر لے جانا)۔ اگرچہ اس چیز کے لکھنے کی اجازت نہیں لیکن آں عزیز کی خاطر تشریح کی جاتی ہے۔ حق تعالےٰ مبارک کرے اور مقصود تک پہنچائے لیکن نااہل سے محفوظ رکھے۔

وہ آٹھ چیزیں جن کی طرف ابتدا میں اشارہ ہے یہ ہیں :

برزخ   اسم ذات   صفات   مراعیٰ مفہوم صفات یعنی ملاحظہ   تحت   شد

ب   ا   ص   م   ت   ش

مدٗ، اَلقدر کہ برزخ و صفات با مفہوم درو نگنجد   نفسِ واحد تا نہ اسم مرتب کند واگر زیادت بود بہتر

م   و

اور یہ سب جس کی طرف شیخ نے مقطعات میں اشارہ کیا ہے اس رسالہ میں انھوں نے اس کی تشریح بھی کر دی ہے لیکن اس طریق سے کہ نااہل اس سے آگاہ نہ ہو اور غور و خوض کے بعد معلوم ہو۔ دوسری بات یہ ہے کہ بعض حروف اپنی اصل ترتیب سے مکتوب میں نہیں لکھے گئے۔ وہ ان کی اصلی ترتیب یہ ہے:۔

شنوا   بینا   دانا   دائم   قائم   حاضر   ناظر   شاہد

ش   ب   د   د   ق   ح   ن   ش

جب اس ذکر میں استقامت حاصل ہو تو یہ ذکر تلقین کہلاتا ہے۔ یہ سب اسی ترتیب سے ایک سانس میں تین مرتبہ بطریق نزول و عروج کرے۔ اور اسی طرح ہر مرتبہ ایک سانس میں تین مرتبہ وہ ذکر کرے جو بتایا گیا ہو (شاید مطلب یہ ہے کہ ان حروفِ مقطعات کو ایک سانس میں تین مرتبہ کرنے کے بعد اصلی ذکر ایک سانس میں تین مرتبہ کرے اور حروف سے معلوم ہوتا ہے کہ اصلی ذکر شغل سہ پایہ ہے[1])۔ اور تمام اذکار خواہ مفرد ہوں یا مرکب اس ضعیف نے اس دُعا میں جمع کر دیئے ہیں دوبارہ لکھنے کی ضرورت نہیں ہے وہ دُعا یاد کر لینی چاہیئے۔ اس دعا کے لئے ایک وقت مقرر کر لینا چاہیئے اور حضورِ قلب و ذوق و شوق سے پڑھنی چاہیئے اس سے بہت فوائد و برکات حاصل ہوں گے۔ نیز الفاظ شنوا (سننے والا)۔ دانا (جاننے والا)۔ بینا (دیکھنے والا) ایک بار پڑھنا چاہئیں، دوسری مرتبہ تکرار کی ضرورت نہیں جس طرح دعا میں درج ہے اسی طرح کرنا چاہیئے۔ والسلام

[1] شغلِ سہ پایہ کو سلسلہ عالیہ قادریہ میں دائرہ قادریہ کہا جاتا ہے۔ یہ شغل رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے باطنی طور پر براہ راست حضرت غوث الاعظمؒ کو تعلیم فرمایا اور انھوں نے حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیریؒ کو فرمایا۔ اسی طرح شغل سہ گوشی آنحضرت صلعم نے براہ راست حضرت خواجہ معین الدینؒ کو تعلیم فرمایا اور انھوں نے وہ شغل حضرت غوث الاعظمؒ کو بتایا۔

## مکتوب ۲۹

بجانب شیخ سلمان قزلی۔ درمنت و رعایت مستحقان

حق حق حق!

بعد حمد وصلوٰۃ، دعائے مستجاب وثنائے مستطاب، دعائے دولت ابدی ونعمت سرمدی جناب عالی مآب معین الضعفاء والفقراء (فقراء وضعیفوں کے مددگار) محب العلماء والصلحا (علما اور صلحا سے محبت کرنے والے) برگزیدۂ حضرت لا الہ الا اللہ مقبول درگاہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ......... یعنی شیخ سلمان از داعی کافہ اہل اسلام فقیر حقیر عبدالقدس اسماعیل الحنفی۔ المقصود آنکہ اس میدان (دنیا) میں سعادت کی گیند پھینک دی گئی اور وہ گیند مساکین وغربا کی ہے تاکہ کون سعید ازلی اسے حاصل کرتا ہے اور ہمیشہ کی دولت سے سرفراز ہوتا ہے۔ الحمدللہ آج یہ دولت آں عزیز کی ذات کے اندر نظر آرہی ہے دعا ہے کہ یہ دولت ہمیشہ آپ کے ساتھ رہے۔ خلاصہ یہ کہ شیخ المشائخ شیخ خاں خضر صوفی جو اس فقیر کے خلیفہ ہیں کسی ضرورت کے تحت فوج کے ساتھ آئے ہوئے ہیں۔ انھوں نے اس فقیر کی صحبت میں رہ کر علم اور حق تعالےٰ کی معرفت حاصل کی ہے۔ بڑے بزرگ اور خدارسیدہ ہیں۔ دیکھنے سے معلوم ہوگا۔ ان کو نعمت عظیم ولا انتہا ملی ہے۔ چونکہ آں عزیز ایسے بزرگ کے طالب ہیں اگر ان سے ملاقات ہو سکے تو بڑی خوش نصیبی ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی کیونکہ حدیث میں ہے کہ:

مَنْ زَارَ تَقِیًّا عَالِمًا فَکَانَ اِنَّمَا زَارَنِیْ

(جس نے ایک متقی عالم کی زیارت کی پس بلاشبہ اس نے میری زیارت کی۔ متقی عالم سے مراد عارف اور واصل باللہ ہے کیونکہ حقیقی معنوں میں عالم اور متقی وہ ہے جسے اللہ کی ذات وصفات کا عرفان حاصل ہو اور حد درجہ بے لوث اور بے نفس ہو۔ عام عالم جو صرف علم

احکامِ دین رکھتے ہیں اور حرص وطمع سے خالی نہیں مراد نہیں ہیں)۔
اعتماد ومحبت کی بنا پر یہ سطور لکھی گئیں۔ خدا تعالےٰ درجات میں ترقی دے۔

---

## مکتوب ۳۰

**بجانب خواص خاں۔ درجواب خط جس میں اشتیاقِ ملاقات کا اظہار تھا**

حق حق حق!

الحمد لله الذی لا اله الا هو له الحمد فی الاولیٰ والآخرة وله الحکم والیه ترجعون والصلوٰة التامة النامة المبارکة الدائمة سرمدیة الابدیة الازلیة الموصلة الیٰ اعلیٰ درجاتِ العارفین علیٰ رسول رب العٰلمین محمد رسول الله صلی الله علیه وسلم وعلیٰ آله واصحاب الطیبین والطاهرین اجمعین۔

(سب تعریفیں اس ذات کے لیے ہیں جس کے سوا کوئی معبود نہیں ازل سے ابد تک حمد اسی کے لیے ہے وہی قادرِ مطلق ہے اور اسی طرف سب نے لوٹ کر جانا ہے اور درود وصلوٰۃ کامل ومکمل، مبارک، دائمی قائمی، ابدی ازلی ہو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جو تمام عارفین کے سردار ہیں اور اس کی آل پر، اس کے اصحاب پر جو پاک اور مقدس ہیں تمام کے تمام۔

امّا بعد دعائے ابدی ونعمتِ سرمدی (ہمیشہ کی نعمت) جناب عالی مآب، سعادت اکتساب (سعادت کمانے والے) محب العلماء والصلحاء (علما وصلحا سے محبت کرنے والے) معین الضعفاء و الفقراء (غریبوں اور فقیروں کے مددگار) نیک بخت، نیک نام، صاحب الجود ولاکرام (سخاوت وبخشش

کرنے والے) خدا پرست، جواں بخت، مسند عالی، خواص خاں دام عالیاً۔ از کاتب حروف داعی کافۂ اہل اسلام فقیر حقیر عبدالقدوس اسماعیل الحنفی۔ المقصود آنکہ!

آپ کا خط ملا جس میں لکھا تھا کہ اشتیاق ملاقات فوق الحد (حد سے زیادہ) ہے۔ دعا ہے کہ اس میں زیادتی ہو۔ اے عزیز! اس طائفہ کی محبت سعادت دارین کا موجب ہے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ

(ہر محب اپنے محبوب کے ساتھ ہوگا یعنی جو شخص جس سے محبت کرتا ہے قیامت کے دن اسی کے ساتھ ہوگا)

وجہ یہ ہے کہ ہر عضو کا عمل صرف ایک ہوتا ہے (یعنی ہاتھ کا کام کرنا ہے، پاؤں کا کام چلنا ہے، کان کا کام سننا ہے وغیرہ) لیکن دل سب کام کرتا ہے۔ اور تمام طاعات وعبادات، معرفت، محبت پر محیط ہے۔ اس لئے دل کے عمل کی کوئی حد نہیں۔ نیۃ المومنین خیر من عملہ (مومن کی نیت اس کے عمل سے بہتر ہے) کا مطلب یہی ہے۔ پس عمل دل میں مشغول رہنا چاہیے اور غم دل کھانا چاہیے (یعنی دل کا فکر کرنا چاہیے) اور دل میں حق تعالیٰ اور اہل کی محبت سے سوا کچھ داخل نہیں ہونے دینا چاہیئے بزرگوں نے فرمایا کہ مومن وہ ہے کہ جس کا ظاہر عبادت سے آراستہ ہو اور باطن محبت سے۔ تاکہ اس کی خلقت کا مقصد یعنی معرفت وعبادت پورا ہو۔ پس ملاقات معنوی (روحانی ملاقات) تو فریقین کو حاصل ہوتی ہی ہے۔ ظاہری ملاقات کے لئے بھی وقت مقرر ہے کیونکہ الملاقات مقسومۃ کما قسمۃ ارزاق (ملاقات بھی رزق کی طرح مقدر رہے) اور اپنے وقت پر حاصل ہوتی ہے لیکن یہ تباہ حال اپنی تباہ حالی میں اس قدر مستغرق ہے کہ سیاہ بال سفید ہو چکے ہیں لیکن جمال اسلام نصیب نہیں ہوا کسی بزرگ نے کہا ہے:

بیت ؎ سودہ گشت از سجدۂ راہ بتاں پیشانیم
چند خود را تہمتِ دینِ مسلمانی نہم

(میری پیشانی بتوں کو سجدہ کرتے کرتے گھس گئی ہے کب تک مسلمانی کا دعویٰ کرتا رہوں گا)

میری سیاہ روئی اور تباہ خوئی ملاقات کے قابل نہیں۔ تسمع بالمعیدی خیر من ان تراہ (دور سے سنتے رہنا دیکھنے سے بہتر ہے) اس فقیر کے حق میں شاہد ہے۔ اس تباہ حال کے حق میں کمالِ شفقت یہ ہے کہ اسے اپنے سایۂ رافت میں رکھ کر اس قدر طاقِ نسیاں میں ڈالنا کہ پھر یاد نہ آئے تاکہ فارغ ہو کر مشغول بحق رہے اور گوشۂ تنہائی میں مسلمانوں کے لئے اور مسلمانوں کے بادشاہ کے لئے دعائے خیر کرتا رہے۔

---

## مکتوب ۱۳۱

**بجانب شیخ بہلول صوفی سروانی۔ دربیانِ عدم صبر در عشق**

حق حق حق!

بعد حمدِ درگاہِ معلیٰ و صلوٰۃ بارگاہِ اعلیٰ صلی اللہ علیہ وسلم دعواتِ عاشقانہ و تسلیمات مشتاقانہ، برادرِ دینی و محبِ یقینی، مردِ راہ، خواندۂ درگاہ (جسے دربارِ حق میں باز یابی حاصل ہو) صوفی صافی (پاک دل، حاذق فائق برادرم بہلول دامَ شوقہٗ، ومحبۃٗ للہِ باللہِ وفی اللہ (اللہ کے لئے اللہ کے ساتھ اور اللہ میں اس کا شوق و محبت دائم رہے۔ للہ کے معنی ظاہر ہیں یعنی اللہ کے لئے، یہ دعا مبتدی کے لئے ہے باللہ کے معنی ہیں اللہ کے ساتھ یعنی قرب و محبت حق میں اضافہ ہو یہ حال متوسط ہے فی اللہ کے معنی ہیں ذاتِ حق میں یعنی فنائیت ذاتِ حق) از فقیر بے نوا، حقیر مبتلا، عبد القدوس اسمٰعیل الحنفی۔ (آپ اپنے آپ کو حنفی اس لئے لکھتے ہیں کہ آپ حضرت امام ابو حنیفہ قدس سرہٗ کی اولاد ہیں اور حضرت شیخ صفی الدین قدس سرہٗ کے پوتے ہیں۔ شیخ صفی الدین جو اس قدر عالم تھے کہ ابو حنیفہ ثانی کہلاتے تھے۔ حضرت شیخ صفی الدینؒ، حضرت شیخ اشرف جہانگیر سمنانی قدس سرہٗ کے خلیفہ تھے۔ حضرت شیخ اشرف جہانگیرؒ حضرت شیخ نظام الدین اولیاء محبوب الٰہی قدس سرہٗ کے خلیفہ کے خلیفہ تھے۔)

## وحدت الوجود

جاننا چاہیئے کہ حق تعالیٰ باہمہ اور بے ہمہ ہیں و پاک از ہمہ ہیں سبحان ربك رب العزت عما یصفون (یعنی سب کے ساتھ اور سب سے علیحدہ ہیں) بلکہ خود ہمہ ہے اور پاک از ہمہ ہے (یعنی کوئی چیز خدا سے جدا نہیں لیکن خدا نہیں یہ کلمات بظاہر متضاد معلوم ہوتے ہیں لیکن حقیقت بین نظر ہو تو ان میں کوئی تضاد نہیں دیکھئے کائنات حق تعالےٰ کی صفت تخلیق کا مظہر ہے پس اگر صفت کو موصوف کا غیر تصور کیا جائے تو کائنات عین نہیں غیر ہے۔ صرف نقطۂ نظر کا فرق ہے ایک نقطۂ نظر سے عین ہے اور ایک سے غیر ہے۔ لہٰذا اس میں جھگڑے اور مباحثے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا)۔ درعین وصال فراق و درعین فراق وصال است تاہماں سوز ساز است وہموں ساز سوز است و ایں تیر جگر دوز درجان اوست (عین فراق کی حالت میں وصال ہے اور عین وصال کی حالت میں فراق ہے یعنی ظاہری طور پر اگرچہ حق سے علیحدہ ہے باطن میں اس کے ساتھ واصل ہے۔ عین وصال میں فراق کے یہ معنی ہیں کہ ذات باری تعالیٰ کی کوئی انتہا نہیں اس لئے واصل سالک منزلوں پر منزل طے کرتا ہوا جہاں پہنچتا ہے اس سے اوپر اور منزل نظر آتی ہے پھر اس سے اوپر اور۔ اسی طرح یہ سلسلہ جاری رہتا ہے نہ پرواز کی حد ہے نہ ذات کی۔ اسی لئے حضرت شیخ سعدی نوحہ کرتے ہیں کہ

نہ حسنش غایتے دارد نہ سعدی را سخن پایاں      بمیرد تشنہ مستسقی و دریا ہمچناں باقی

یعنی نہ اس کے حسن کی حد ہے نہ سعدی تعریف کرنے سے باز آتا ہے۔ حتیٰ کہ مرض استسقار کے مریض کی طرح دریا پر بیٹھے پانی پی پی کر مر جاتا ہے اور دریا اسی طرح چلتا رہتا ہے۔ ہمہ سوز ساز است کا مطلب یہ ہے اگرچہ راہ طلب بہت طویل اور درد عشق دل سوز ہے لیکن یہ درد دوا کا کام بھی کرتی ہے کیونکہ اس میں بے حد لذت محسوس ہوتی ہے۔ کسی نے سچ کہا ہے:

بیت ؎ من لذتِ درد تو بدر ماں نفروشتم
کفرِ سرِ زلفِ تو بایماں نفروشتم

ہمہ ساز سوز کا مطلب وہی ہے جو عین وصال میں فراق کا ہے۔ آخر میں حضرت شیخ فرماتے ہیں کہ ایں تیر جگر دوز در جان اوست یعنی اس قرب و وصال کے باوجود جگر میں ہر وقت تیر چبھا رہتا ہے کیونکہ محبوب کی منزل ہر منزل سے اوپر نظر آتی ہے اور وردِ اشتیاق میں کوئی کمی واقع نہیں ہوتی۔ نیز چونکہ محبوب کی شان لاابالی ہے چھیڑ چھاڑ کرتا ہی رہتا ہے کبھی پاس بلا کر دیدار کراتا ہے کبھی دور پھینک کر ہجر و فراق میں مبتلا کرتا ہے۔ اس لئے بزرگوں کا قول ہے کہ:

مُشَاہِدَۃُ الْاَبْرَارِ بَیْنَ التَّجَلِّیْ وَالْاِسْتِتَارِ

(یعنی کاملین کا مشاہدۂ حق کیا ہے کبھی دیدار ہے کبھی پردہ پوشی۔)

اس کی وجہ یہ ہے کہ ایک تو محبوب کی شان لاابالی ہے دوسرے انسان کی فطرت اس طرح ہے کہ ایک حالت دیر تک رہے تو اس سے جی اکتا جاتا ہے۔ وَاصْبِرْ وَمَا صَبْرُكَ اِلَّا بِاللّٰہِ درشان اوست (صبر کرو اور تمہارا صبر کیا ہے سوا اس کے کہ اللہ کے ساتھ صبر ہو۔ اللہ کے ساتھ کے معنی احقر مترجم کے ناقص خیال میں یہ ہیں کہ فنائیت فی الذات میں جب سالک پر کیفیت کا بے پناہ غلبہ ہوتا ہے تو بلند ہمتی سے کام لیتے ہوئے صبر و ضبط و استقلال کے ساتھ برداشت کرے اور مغلوب ہو کر وجد میں نہ آجائے بلکہ دریا نوش بن کر اپنے عالی ظرف میں کچھ سنبھالتا جائے۔ بے قابو نہ ہو۔ ایسے سالک کو ابو الحال کہتے ہیں اس کے برعکس جو سالک مغلوب الحال ہو جائے اُسے ابن الحال کہتے ہیں۔ پہلی صورت میں سالک وہ حال پر پورا تسلط اور قبضہ ہے اس لئے اسے "حال کا باپ" کہا گیا ہے۔ دوسری حالت میں سالک بے بس اور مغلوب ہو جاتا ہے اس لئے اسے "حال کا بیٹا" کہا گیا ہے۔ اب باپ اور بیٹے میں جو فرق ہے وہی فرق استقلال اور مغلوبیت میں ہے۔ پس اللہ کے ساتھ صبر کرنے کے طریقت میں یہی معنی ہیں) ہیہات ہیہات!

## جلنا مقام صبر نہیں مقام شکر ہے

این چہ صبر است کہ شکر خوئی است بہر دم

دریں صبر با دوست روبروئی است۔ صد ہزار جہاں فدائے ایں صبر تواں کرد۔ وازیں صبر صبر نتواں کرد (چنانچہ آگے چل کر حضرت شیخ خود فرماتے ہیں کہ افسوس صد افسوس! لوگوں نے اس نعمت کا نام صبر رکھ دیا ہے یہ صبر نہیں بلکہ مقام شکر ہے کیونکہ سالک ہر لحظہ وصال یار کے مزے لے رہا ہے ایسے صبر پر صد ہزار جہاں قربان کئے جا سکتے ہیں اور اس صبر سے صبر نہیں کیا جا سکتا یعنی اس مقام کے حصول کے بغیر چین نہیں آتا) گویند صبر ہمہ جائے محمود است مگر در عشق کہ آں نا محمود است۔ مرحبا آں صابر و جانم فدائے آں صابر کہ محبوب صبر او لعشق است۔ آرام و دل آرام او عشق است و بدانی کہ عشق اینست۔

بیت ؎

حالِ عشقت نہ سخن بیش نیست
سوختن و سوختن و سوختن

(لوگ کہتے ہیں کہ صبر کا پھل ہر جگہ پر میٹھا ہے سوائے عشق کے کہ وہاں صبر کا پھل کڑوا ہے۔ لیکن حضرت شیخ کے نزدیک یہ لوگ حقیقت صبر سے نابلد اور بے بہرہ ہیں۔ حضرت شیخ فرماتے ہیں کہ مبارک ہے وہ صابر اور اس صابر پر جاں قربان کروں کہ جو عشق میں صابر ہے۔ اور عشق اس کا آرام اور عشق اس کا محبوب ہے۔ اور تمھیں معلوم ہے کہ عشق کیا ہے؟ عشق یہ ہے :۔

عشق تین چیزوں سے زیادہ نہیں اول جلنا، دوم جلنا، سوم جلنا۔

آپ کا خط ملا۔ فرحت حاصل ہوئی۔ وشنیدہ شد کہ آں برادر را سوزِ عشق در اضطراب آوردہ است۔ مبارک باد باید کہ دریں طرف بیاید و طرفے دیگر نرود کہ مریض بہ درماندگی مرض بر طبیب کوَد

تا غلط نشود کہ بر غلط شود واگر غلط بر غلط شود معذور ایں غلط شود وایں نہ غلط شود کمال صحت اینست ۔

(نیز سنا ہے کہ آں برادر سوزِ عشق سے بے چین ہیں ۔ مبارک ہو کہ اس طرف آئے ہو اور دوسری طرف نہیں گئے ۔ اس طرف سے مُراد عشقِ حقیقی ہے اور دوسری طرف سے مُراد عشقِ مجازی ہے مریض مرض سے بے چین ہو کر طبیب کے پاس جاتا ہے تاکہ نقصانِ صحت نہ ہو لیکن یہ اس کا طبیب کے پاس جانا غلط ہوتا ہے یعنی عشقِ مجازی سے اطمینان حاصل کرنا غلط ہوتا ہے ۔ اور طبیب کے پاس نہ جانا یا عشقِ مجازی میں مبتلا نہ ہونا صحیح ہوتا ہے اور مریض کے نقطۂ نگاہ سے جو کام غلط تھا یعنی طبیب کے پاس نہ جانا اور عشقِ مجازی میں مشغول نہ ہونا وہ عین صحت ہے اس لئے مبارک ہو کہ تم عشقِ حقیقی میں آئے اور مجازی کو ترک کر دیا ہے) ۔

---

## مکتوب ۴۲

**بجانب شیخ سلمانی فرملی ۔ در بیانِ مقصود از خلقتِ بشر ۔**

حق حق حق !

بعد حمد و صلوٰۃ و ثنا مستطاب ، جناب عالی مآب ، سعادت اکتساب ، محب العلماء و الصلحاء معین الضعفاء والفقراء برگزیدہ حضرت اللہ مقبول اہل اللہ عارض بحرِ عرفان شیخ زادہ برجادۂ شیخ سلمان دام عالیاً ۔ از داعئ کافۂ اہل اسلام فقیر بے نوا ، حقیر مبتلا عبد القدوس اسماعیل الحنفی ، بشرف منظور فرماید ۔ المقصود ہو المقصود ۔

خُلِقَ ابْنُ آدَمَ لِمَعْرِفَةِ اللّٰهِ (آدم کو معرفتِ حق کے لئے پیدا کیا گیا)

بحرِ احدیت از مقام صمدیت در تموّج آلاء واحدیت جوہر انسانیہ را در کتم بحت بکتمان ذات مکتوم بود بساحل وجود انداخت تا انیسِ حق آمد و انسان نام یافت واگر نہ محض صورت را اعتبار نیست و بے معنی

صورت بختیار نیست اُولٰئک کالانعام خبر ایں حال مے زہد وَطُوْبیٰ لِمَنْ عَرَفَ وَلَہٗ بُرْهَانٌ جَلِیٌّ۔

بیت ۔
نہ ہر تر دامنے را عشق زیبا است
نشانِ عاشقی از دور پیدا است

ترجمہ: بحرِ احدیت (لاتعین) نے جوش مارا اور واحدیت یعنی حقیقتِ انسان کو جو ذات لاتعین میں پوشیدہ تھی نکال کر ساحل پر پھینک دیا چونکہ اُسے حق سے محبت تھی انسان نام پایا (انسان، لفظ انس سے مشتق ہے)۔ ورنہ خالی صورت کا کوئی اعتبار نہیں اور وہ صورت جس کا کوئی معنی نہ ہو بے کار ہے۔ اس لیے قرآن نے ان کو جانور کہا ہے۔ خوش نصیب ہیں وہ لوگ جنھوں نے ذات حق کا عرفان حاصل کر لیا اور وہی برہانِ حق کے حامل ہیں)۔

## مکتوب ۳۳

بجانب شیخ احمد تھانیسری درجواب مکتوب او متعلق
یَمْحَقُ اللّٰہُ مَا یَشَاءُ

حق حق حق!

سلام مشتاقانہ و دعائے محبانہ فرد احدیت، مرد صمدیت برادرم شیخ احمد۔ از فقیر حقیر عبدالقدوس اسمٰعیل الحنفی بشرف منظور فرمانید۔ المقصود هوالمقصود (مقصود آنکہ وہی مقصود ہے)

آپ کا خط ملا۔ فرحت حاصل ہوئی۔ آپ نے یَمْحَقُ اللّٰہُ مَا یَشَاءُ (اللہ مٹا دیتا ہے جو چاہتا ہے) کی تفسیر کے متعلق دریافت فرمایا ہے۔ ایں وجہ کہ من فنیٰ عَنِ الحق بالحق لِقیامِ الحَقِّ فنیٰ عَنِ الربوبیۃِ فَضْلاً عَنِ العبودیۃِ معنی ایں وجہ آنچہ در خاطرِ مبارک بگذرد بنویسد برحکم علیکم بالسمع والطاعۃِ اعانت نمودہ آمد۔ (اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ جو کوئی فانی ہوا حق سے حق

کے ساتھ برائے قیامِ حق، وہ ربوبیت و عبودیت کے بکھیڑوں سے فارغ ہوا۔ اس کا جو مطلب سمجھو لکھو کیونکہ حق تعالیٰ نے سب کو بصیرت دی ہے۔

## مکتوب ۳۴

بجانب سلطان لودھی بادشاہِ دہلی در نصیحت و تیمار داری و غمخواری خلق بالخصوص ائمہ و علماء و صلحاء

حق حق حق!

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

الحمد للہ الذی لا الٰہ الا ھو لہ الحمد فی الاولیٰ والاخرۃ و له الحکم و الیہ ترجعون۔ والصلوٰۃ التامۃ الدائمۃ النامیة الازلیة السرمدیة الموصلة الی اعلیٰ درجاتِ العارفین علیٰ حضرت رسول اللہ رب العلمین شفیع المذنبین حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

(تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ ازل سے ابد تک اسی کی حمد ہے اور اسی کا حکم ہے۔ سب نے اس کی طرف لوٹ جانا ہے اور درود و سلام مکمل، دائمی ازلی، ابدی ہوں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جو عارفین کے سردار اور گنہگاروں کے شفیع ہیں)

بعد حمد و صلوٰۃ تسلیمات مستطاب، دعوات مستجاب، ترقی درجات، مزید حیات، نیل مرادات بجناب عالی مآب لازال عالیاً، حضرت ظل اللہ فی الارض، آسمان جاہ، فلک سپاہ، جہاندار، شہریار، سلیمانِ جہانیاں، سکندرِ زمان، خلد اللہ ملکہ ابداً فی العلمین رافتہ، وعلیٰ فی الدارین شانہ، عم اشانہ، فقیر بے نوا، حقیر مبتلا، خادمِ درویشاں، بلکہ تراب نعال ایشاں (بلکہ ان کے جوتوں کی خاک) عبدالقدوس اسمٰعیل الحنفی کی طرف سے۔

بیت ؎ تو سلطانی ترا زیبد عطاء عام بخشیدن
که عالم بخش مے گردد غنائم ہائے سلطانی

(تو بادشاہ ہے اور تجھے عطا و بخشش زیب دیتی ہے کہ سارا جہاں جود و کرم سے مالا مال ہو جائے)

روشن ضمیر، منیر حق پذیر، شہریار تاجدار، ان صفات کے ساتھ شغل جہانداری (انتظام سلطنت) نہایت اعلیٰ و اشرف شغل ہے، اور تمام اولیاء و اتقیاء (متقی لوگ) علماء و صلحاء مجاہدین فی سبیل اللہ کا جامع شغل عدل ہے کیونکہ ایک ساعت کا عدل دوسروں کی ساٹھ سال کی عبادت سے بہتر و افضل ہے۔ دین کی بقا اور سلطنت کا استحکام بادشاہ وقت کی ذمہ داری ہے اس لئے بادشاہ اپنے ملک میں جان کی طرح ہے۔ جس طرح جسم کا قیام جان کے ساتھ ہے اسی طرح ملک کا قیام سلطان کے ساتھ ہے۔ کیونکہ لو لا سلطان لاکل الناس بعضهم بعضاً (اگر بادشاہ نہ ہوتا تو لوگ ایک دوسرے کو کھا جاتے) یہ فرض دعائہ کدعاء الایمان لقوله فرض علیکم دعائن دعاء الایمان ودعاء السلطان وبه قیل النظر الی وجه السلطان العادل عبادة (بنا بریں اس کی دعا کو ایمان کی دعا کی مانند قرار دیا گیا اس لیے تم پر دو دعائیں فرض ہیں ایمان کی دعا اور بادشاہ کی دعا اور بنا بریں کہا گیا ہے کہ بادشاہ عادل کی طرف دیکھنا عبادت ہے)۔

جیسا کہ حدیث پاک میں ہے کہ:

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم اَحَبُّ النَّاسِ اِلَی اللّٰهِ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ اِمَامٌ عادلٌ لِاَنَّ مُنْفِعَةً عدلهٖ شاملة لجمیع خلقه فَهُوَ مِنَ السَّبْعَةِ الَّذِیْنَ یظلهم اللّٰه فی ظل عرشه یوم لَاظِلَّ اِلَّا ظِلُّهٗ ولا یخلو امیرٌ من مُطلق العدل فیستحقه مُطلقاً۔

(فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ لوگوں میں سے اللہ کے نزدیک محبوب ترین امام عادل ہے کیونکہ اس کی ذات سے ساری خلق کو فائدہ ہوتا ہے اور وہ ان سات آدمیوں میں سے ہے جو اللہ کے عرش کے سایہ میں ہوں گے اس دن جب کوئی سایہ نہ ہوگا سوائے سایہ عرش کے اور کوئی امیر مطلق عدل سے خالی نہیں وہ مطلقاً مستحق ہوگا)۔

اور جس طرح تن کے ساتھ آرام جان ہے اسی طرح جہاں کے ساتھ آرامِ سلطان ہے۔ اور اس میں شک نہیں کہ جس طرح جسم میں رکن اعظم سر ہے اسی طرح خلق کے اندر طائفہ علماء ہے۔ چنانچہ اس طائفہ کو سلطنت میں اس قدر رونق اور عزت دینی چاہیئے کہ ہر عہد سے سبقت لے جائے۔ چنانچہ ملک کے سب مفسد بدکار آپ کی تیغِ قہر آلود سے ڈر کر چھپ گئے ہیں بلکہ ناپید ہو گئے ہیں اور سب خاص و عام امن و اماں سے بسر کر رہے ہیں۔ ہم لوگ شاید اپنی بداعمالی کی وجہ سے وظائف و روزگار سے محروم ہو کر پریشان ہیں اور زندگی دوبھر ہو گئی ہے۔ نہ راہِ نجات ملتی ہے نہ کوئی چارہ ساز ہے نہ صبر پشت پناہی کرتا ہے نہ فریاد رسی ہوتی ہے الغیاث الغیاث۔

مصرعہ ؎ نہ با تو مے تواں بودن نہ بے تو مے تواں ماند

(نہ تمہارے پاس پہنچ سکتے ہیں نہ تمہارے بغیر رہ سکتے ہیں۔)

بیت ؎ دریاب اگر تو در نیابی

ناچیز شوم درین خرابی

(ہماری پرسش کر اگر تو نے بے پروائی کی تو میری خیر نہیں)

قطرہ دریا میں کیا بھیجے اور ذرہ آفتاب کو کیا دکھائے۔ اس کے باوجود عرضداشت کی ضرورت محسوس ہوتی ہے۔

## قطعہ

ما قصہ نبشتیم بہ سلطان کہ رساند | جاں سوختہ گردیم بہ جاناں کہ رساند

حالِ دلِ مسکین بہ دل آرام کہ گوید | دردِ دلِ مورے بہ سلیمان کہ رساند

(ہم نے اپنا حال لکھ لیا ہے بادشاہ تک کون پہنچائے۔ جاں سوختہ بن گئے ہیں جاناں تک کون پہنچائے مسکین کے دل کا حال محبوب تک کون پہنچائے چیونٹی کے دل کا درد سلیمان سے کون جا کر کہے)

حق تعالٰے نے شاہانِ عالم کو دنیا میں سربلند اور برگزیدہ فرمایا ہے۔ قوت اور حکومت دے کر حکمرانی کی طاقت بخشی ہے۔ ظل اللہ فی الارض (بادشاہ دنیا میں اللہ کا سایہ ہیں) کا تاج سر پر

رکھا ہے اور اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ (اطاعت کرو اللہ کی اطاعت کرو رسولؐ اللہ اور ان کی جو تم میں سے تمہارے حکمراں ہیں) کا فخر بخشا ہے پس اگر سلاطین ضعفاء (کمزور) صلحاء علماءؒ، اور مشائخ کی دلجوئی غمخواری نہ کریں تو نعوذ باللہ ملک میں فساد برپا ہو جائے گا کیونکہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ:

اِنَّمَا تُنْصَرُوْنَ وَ تُرْزَقُوْنَ بِضُعَفَائِکُمْ

(تمہاری مدد کی جاتی اور تمہیں رزق دیا جاتا ہے تمہارے کمزوروں کی وجہ سے)

کا مفہوم یہی ہے کہ بڑے لوگ کمزوروں کی امداد کرتے رہیں۔ اور دولتِ دو جہانی اور سعادت جاودانی ان دو امور سے ہے اوّل یہ کہ صدق و اخلاص سے اللہ کی اطاعت کی جائے دوم یہ کہ خلق خدا کی خدمت میں کمر بستہ ہونا چاہیئے۔ کیونکہ اَلتَّعْظِیْمُ لِاَمْرِ اللّٰہِ والشفقۃ علی خلق اللّٰہ مخصوص طائفہ مومنان لا سیما زمرہ صلحاء و علماء (اللہ تعالیٰ کے احکام کی حرمت اور خلق خدا بالخصوص زمرۂ صلحاءؒ و علماء پر شفقت) کا بڑا درجہ ہے۔ قرآن مجید میں ہے:

وَاخْفِضْ جَنَاحَکَ لِمَنِ اتَّبَعَکَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ

(مسلمانوں میں سے جو آپ کا اتباع کریں ان کے آگے اپنے پر جھکا دے)

حدیث شریف میں آیا ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

خصلتان لیس فوق ھما شیءٌ مِنَ الخیر الایمان باللہ والنفع لِعِباد اللّٰہِ

(دو خصلتیں ایسی ہیں کہ جن کے اوپر کوئی چیز نہیں ایمان باللہ اور خلق خدا کی بہبودی) اور یہ دونوں خصلتیں سلاطین میں جمع ہو سکتی ہیں۔ کیونکہ ان کی شفقت سارے جہاں پر ہوتی ہے اس سے بہتر کیا خوبی ہو سکتی ہے کہ دونوں چیزیں یکجا ہوں۔ اور یہ چیزیں بلند ہمتی سے حاصل ہو سکتی ہیں تاکہ ان کی بدولت آدمی سب سے زیادہ سر بلند ہو جائے۔ اس کا نام فُتوّتْ (مروت) ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ: اَلْیَدُ العلیا خیرٌ من الید السفلیٰ

(اوپر والا ہاتھ یعنی دینے والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے یعنی لینے والے ہاتھ سے بہتر ہے)

بیت ؎ ہر کہ صاحب ہمت آمد مرد شد
ہمچو خورشید از بلندی فرد شد

(جس نے ہمت بلند کی وہ جوان مرد ہوا اور وہ سورج کی طرح سب سے زیادہ بلند ہوا)

درہم و دینار جاہ وجلال فقراء اور صلحاء پر نثار کرنا چاہیئے۔ کیونکہ ان کی خدمت سے سعادت نصیب ہوتی ہے مَنْ اَحَبَّ الْعِلْمَ والعلماء لَمْ یُکْتَبْ خطیئۃ ایام حیاتہ (جس نے علم اور علماء سے محبت رکھی اس کی زندگی کے ایام میں اس کی کوئی خطا نہیں لکھی جاتی)، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

یَا دَاوٗد اِذَا رَاَیْتَ طَالِباً لِیْ فکن لہ خادِماً

(اے داؤد جب تجھے کوئی میرا طلب گار نظر آئے تو تم اس کے خادم بن جاؤ)

کیا شان ہے۔ ظاہر ہے کہ جہاں حضرت داؤد علیہ السلام جیسے پیغمبر کو خادم بننے کا حکم دیا جا رہا ہے وہاں جبرائیل اور میکائیل کیا ہوں گے۔ اسی طرح روایت ہے کہ:

ان اللہ یحب معالی الھمم ویبغض سفسافہا

(اللہ تعالےٰ بلند ہمت لوگوں سے محبت کرتے ہیں اور پست ہمت سے نفرت کرتے ہیں)

اور اس کا اطلاق سب پر ہے۔ کسی نے خوب کہا ہے کہ عارفِ حق را ہمت از دو کون گذشتہ و بر مکون کون آویختہ تا رو را سلطان ہمت خوانند (عارف باللہ کی ہمت کونین سے تجاوز کر کے خالق کونین تک پہنچ جاتی ہے) ایک بزرگ کا مقولہ ہے کہ ہمت کو لوثِ دنیا سے پاک رکھنا چاہیئے۔ اگر ساری دنیا میری ملکیت ہو جائے تو اس کا ایک لقمہ بنا کر کسی بھوکے کے منہ میں دے دوں گا اور ابھی اس پر میری شفقت کم نہ ہوگی۔ سارا جہاں آپ کے لطف و کرم کا امیدوار ہے۔ جہانداری اور جہانبانی مبارک ہو۔

بیت ؎ چہ کم گردد ز گلزار جمالت
کہ برگے باید از وے بے نوائے

(تیرے گلزار حسن میں کیا کمی آجائے گی اگر ایک بے نوا نے اس سے ایک پھول کی پتی حاصل کر لی)

و للارض من کاس الکرام
نصیب عاقبت و خاتمت

## مکتوب ۳۵

بجانب بہلول صوفی سروانی در جواب مسالۃ اُو (اس خط کے جواب میں جس میں اس مصرعہ کے معنی دریافت کئے گئے ہیں۔ مصرعہ:

**سالک کی آخری منزل** ؛ قلندر آنکہ فوق الوصل جوید
(قلندر وہ ہے جو وصال سے اوپر کا متلاشی)

اور اس ہندی کلام کے معنی دریافت کئے ہیں :-

"کرہ پربت رہیچ بسے ہمارو میت"
(معلوم نہیں ہمارا محبوب کس پہاڑ پر رہتا ہے)

حق حق حق!

بعد حمد و صلوٰۃ و تحیات کثیرہ۔ واضح باد کہ

آپ کا خط ملا جو وصول (وصول الی اللہ) سے بھی بلند حال سے لبریز تھا۔ عزیز من! اس سوختہ کو ہندی کلام "کرہ پربت رہیچ بسے ہمارو میت" نے ایسا زخم لگایا اور جسم وجان اور چشم کو اس قدر مجروح کیا کہ بے چین ہو گیا اور اس درد کی دوا کہیں نہ مل سکی۔ سائل کے سوال کا جواب شاید دے سکوں اور مشتاق کے شوق کو بڑھا دوں۔ بیت ؎

بے قراری عشق شور انگیز  شر و شور سے فگند در عالم

(قیامت بپا کرنے والے عشق نے سارے جہاں میں شور و شر پیدا کر دیا)

اس ہندی کلام نے مجھے آتشِ حیرت میں ڈال دیا ہے اور اس کے معانی کے سمندر میں اور بے آشنا کی آشنائی میں ڈوبا ہوا تھا۔ میں نے اس کلام کو حق تعالیٰ کی عظمت و جلال و کبریائی کا پہاڑ سمجھا۔ الکبریاءُ ردائی و العظمۃ اَزارِی (کبریائی میری چادر ہے اور عظمت میرا تہبند) کا راز یہی ہے۔ حجاب ذاتی دور ہوتا ہے وصل و فصل (وصال و ہجر) دونوں رخصت ہوتے ہیں۔ کبریائی سب اسی کی ہے اس قدر کہ ناداں دانا پر خندہ زن ہے اِنَّمَا نَحْنُ مُسْتَھْزِءُوْنَ (تحقیق ہم مذاق کرتے تھے) یہ سب اسی کی کبریائی ہے انما نحن مستھزون قرآن کی آیت ہے لیکن یہ قول کافروں کا ہے۔ منافقین جب اپنے دوستوں کے پاس جاتے تھے تو ان سے کہتے تھے کہ تم مسلمان ہوگئے ہو منافق جواب دیتے تھے کہ نہیں ہم تو مسلمانوں کے ساتھ مذاق کرتے تھے کہ ہم مسلمان ہوگئے ہیں۔

اس سے حضرت شیخ کا مقصد یہ ہے کہ حق تعالیٰ کی شان کبریائی دیکھو دو کوڑی کے کافر بھی سرورِ کائنات پر مذاق کرتے تھے یہ شانِ کبریائی نہیں تو کیا ہے۔

یہ سب شانِ کبریائی ہے کہ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور سب انبیاءً کو خاکِ مذلت کے سپرد کیا ہے اور سب کو در بدر رُلایا ہے آہ آہ ہزار آہ!

بیت ؎ نیست کس را ز حقیقت آگہی
جملہ در رفتند با دست تہی

(کوئی حقیقت سے آگاہ نہ ہوا سب خالی ہاتھ قبروں میں چلے گئے)

ذکر بربت، پخ بلسے ہمار و میت، یہ کیا کبریائی اور عظمت ہے کہ سب برگزیدہ لوگ خاک سے اٹھے اور خاک میں گئے اور خاک ہی کے اندر قیامت دیکھتے ہیں۔

مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ وَفِيْهَا نُعِيْدُكُمْ وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً اُخْرٰى

(خاک سے ہم نے تمھیں پیدا کیا اور ہم دوبارہ خاک میں لوٹاتے ہیں اور خاک سے آخری بار

اٹھائیں گے )

چنانچہ سب خلقت نفسی نفسی کہے گی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم امتی امتی کہیں گے۔ عارفین قلبی قلبی کہیں گے (یعنی سوز و گداز میں دل تھامے ہوئے ہوں گے)۔ حق تعالیٰ عبدی عبدی فرمائیں گے۔

بندہ در خدا نبود از غم جدا (راہ خدا میں بندہ غم سے کبھی جدا نہیں ہوتا)، کُلَّمَا اَرَادُوا ان نخرجوا منها مِنْ غَمٍّ اُعِیْدُوا فِیْهَا

ہیہات ہیہات! کجا افتادم و چہ گویم (میں کہاں جا پڑا اور کیا کہوں) اَسْتَغْفِرُاللہ اَسْتَغْفِرُ اللہ وَلَا حَولَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللہ بس یہی ورد ہے۔

بیت ؎ بے قراری عشق سر انگیز

شر و شور فتنہ در عالم (اس شعر کے معنی پہلے بیان ہو چکے ہیں)

اَلْغَمّ مِنَ الْغَمِّ اِلَی الغم فَاسْتَجَبْنَا لَہٗ وَنَجَّیْنَا مِنَ الْغَمِّ فِی الْغَمِ بِالْغَمِ

ہم غم ہی غم میں مستغرق ہیں ہم نے غم کو قبول کیا اور غم نے ہم کو غم سے نجات دلائی۔

بر پربت ایک بسے ہمارو میت ایک کیا شور و غوغا ہے کہ جس سے کوئی راہ فرار نہیں۔ نہ اس کے سوا کوئی وجود ہے نہ نمود (ظاہر)۔ جس طرح کفر و معصیت حجاب ہے اور اس سے تبرّا لازمی ہے اسی طرح ایمان کو بھی حجاب کہا گیا ہے۔ طاعت و عبادت، اور ورد و اوراد کو بھی حجاب کہا گیا ہے۔ اور زہد و تقویٰ، اور معرفت اور توحید کو بھی حجاب کہا گیا ہے وَمَا یُؤْمِنُ اَکْثَرُهُمْ بِاللّٰہِ اِلَّا وَهُمْ مُّشْرِکُوْنَ (اکثر ایمان دار لوگ ایسے ہیں جو مشرک ہیں۔ یعنی شرک خفی میں مبتلا ہیں مثلاً افسروں اور بڑے آدمیوں سے امیدیں وابستہ رکھتے ہیں حالانکہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ جو شخص کسی کو دنیاوی اغراض کی خاطر سلام علیک کرتا ہے اس کا چوتھائی حصہ ایمان ضائع ہو جاتا ہے)۔ اسی طرح دنیا و عقبیٰ، عرش و فرش، حیات و ممات، جان و تن، نفس و دل، عقل و فکر و ذکر کو بھی حجاب کہا گیا ہے۔

وَالْعِلْمُ حِجَابُ اللّٰہِ الاعظم (علم اللہ تعالیٰ کے راستے میں حجاب اکبر ہے)

بلکہ مکاشفات و مشاہدات اور عین الیقین و حق الیقین کو بھی حجاب سمجھو۔ صدیق اکبرؓ ہر رات ساری رات

ذوق وشوق اور حق تعالیٰ سے وصل وصال میں بسر کرتے تھے لیکن جب صبح ہوتی تھی تو اپنی کوتاہی پر۔ آہیں بھرتے تھے اور آپ کے جگرِ سوختہ سے بھونے ہوئے گوشت کی بُو آتی تھی۔ یہ سب دوست سے دوری اور بے حضوری کی وجہ سے تھا۔ اور اس سے آپ نالاں اور فریاد کناں تھے کہ یا رسول اللہ ایمان کیا چیز ہے؟ افسوس صد افسوس! مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا نالہ بھی یہی تھا آپ فرمایا کرتے:

یَالَیْتَ رَبَّ مُحَمَّدٍ لَمْ یَخْلُقْ مُحَمَّدًا (کاش محمد کا رب محمد کو پیدا نہ کرتا)

دیکھو محمدؐ کو محمدؐ حجاب ہے۔ پس یہ کیا فتحیابی کا مقام ہے؟

بیت ؎
این چہ دریا ایست قعرش ناپدید
وین چہ درگاہیست قفلش بے کلید

(یہ کیا دریا ہے کہ جس کی تہ نامعلوم ہے اور یہ کیا درگاہ ہے جس کا قفل بے کلید ہے یعنی جس کی چابی نہیں)

یہ جو صاحبِ سبحانی ہے اور انا الحق شانی ہے محض پریشانی ہے بلکہ غفلت اور حیرانی ہے۔ ہمارے شیخ سید محمد گیسو درازؒ نے زبان درازی کی اور حیرانی کے عالم میں کہا کہ حق تعالیٰ ورار الورا ہے (سب پردوں کے پیچھے ہے)۔ اگرچہ یہ بات تھی درست لیکن جویندہ کو سرتن کی بازی لگا کر ہر چیز سے گذر جانا چاہیئے اور ورار الورا کی جانب دوڑنا چاہیئے محققین کا مقولہ ہے کہ وہ ابتدائی منزل پر واپس پہنچ جائے جس طرح کہ دائرہ پر سفر کرنے سے ہوتا ہے۔ لیکن چونکہ ابتدا کی بھی کوئی نہایت حد نہیں نہایت (آخری منزل) کی بھی کوئی حد نہیں۔ اس لئے حق تعالیٰ کی بھی کوئی حد نہیں ہے۔ طالب کو نہایت کی طلب میں بے نہایت ہونا چاہیئے تاکہ ہدایت کی طرف رجوع کرے۔ کہتے ہیں کہ مومن لوگ حق تعالیٰ کو بہشت میں پائیں گے۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ خدا بہشت میں ہوگا۔

تعالیٰ اللہ عن ذالک علوًا کبیرًا (اللہ تعالیٰ اس سے پاک ہے اور بلند و برتر ہے)

لیکن طالب کو اس کی طلب میں بہشت میں جانا چاہیئے اور بہشت سے جانا چاہیئے۔ حضرت مصطفیٰ اور سب انبیاء علیہم السلام نے بہشت کی دعوت دی اور بہشت سے ان کی مراد وہی ذات تھی کہ اِنَّ

اللهَ جَنَّۃٌ لَیْسَ فِیْھَا حُوْرٌ وَّلَا قُصُوْرٌ (تحقیق اللہ جنت ہے اس میں حور ہے نہ قصور)۔ خدا تعالیٰ قریب قریب است (یعنی نہایت قریب ہے) اور لطیف لطیف (یعنی نہایت لطیف) وہ ذات ورار الورار نہیں، بے ہمہ اور باہمہ ہے لیکن یہ مقید انسان کسی چیز کا طالب نہ بنے۔ بلکہ سب سے بلند اور ورا الورا رہے۔ او تعالیٰ معرفتِ خود خود آید (اس کی معرفت وہ خود آپ ہے) اور مافی الجنۃ احد سوی اللہ (جنت میں اللہ کے سوا کچھ نہیں) کی حقیقت آشکارا ہو جاتی ہے۔ پس ورار الورار اور تحت الثریٰ ایک ہو جاتے ہیں۔ ورار الورار کی کیا مجال ہے وہ ذات سب سے ورار ہے ہر جا سے مقدس ہے اور ابتدا و انتہا سے پاک ہے۔ اس کے سوا نہ کسی چیز کا وجود ہے نہ کوئی چیز متصور ہے۔ ورار الورار سے بے فہمی کے سوا کچھ حاصل نہیں اور کفر و شرک کے سوا کوئی نتیجہ نہیں۔ اور یہ کفر و شرک وہ نہیں جسے تو کفر و شرک سمجھتا ہے اور نہ وہ بے فہمی ہے جسے تو بے فہمی کہتا ہے۔ یہ مقام کفر و ایمان سے بلند ہے کہ جس کے اندر ہمارے شیخ سید محمد گیسو دراز قدس سرہٗ محو ہیں اور ورار الورا کے نام سے موسوم کرتے ہیں اور حیرت میں ہیں۔ قرآن کہتا ہے:

قُلْ ھُوَ اللہُ اَحَدٌ (تو کہہ دے اللہ احد ہے)

وہ اپنی ذات سے تنہا ہے۔ اس کا اسم پاک اللہ ہے کہ جس کا لفظاً و معناً کوئی اشتقاق نہیں (یعنی لفظ اللہ کا کوئی مصدر نہیں ہے) ورار الورا اور تحت الثریٰ کا احاطہ ہو سکتا ہے لیکن وہ بے حد محیط اور بے حد بسیط ہے اس جہان اور اٹھارہ ہزار جہانوں میں سے کوئی ذرہ اس کی ذات سے باہر نہیں، یا اس کے ہمراہ اور اس سے آگاہ نہیں۔ بلکہ کوئی ذرہ ایسا نہیں ہے جو اس کا عین نہیں۔ اس کے اسمائے حسنہ ہیں کریم، رحیم، ستار، جبار، غفار، قہار ذوالجلال والاکرام۔ یہ صد ہزار اور بیشمار نام ہیں جو اس کی صفات سے تعلق رکھتے ہیں۔ سالک کے لئے اِن اسمار کی سیر میں لا انتہا منازل ہیں۔ تخلق باخلاق اللہ سے یہی مراد ہے (یعنی سالک کا اللہ تعالیٰ کے صفات سے متصف ہونا) سالکین کمالات لَمْ یَزَلْ وَلَا یَزَال (ہمیشہ سے اور ہمیشہ سے) کے متلاشی ہیں۔ اور در ہمہ باہمہ اور بے ہمہ پر کار بند ہیں۔ تو بھی چلتا رہ جس قدر چل سکے چل۔ بلکہ اس سے بھی آگے بلند اور

بالاتر جاؤ۔ اللہ کی محبت میں جاؤ۔ باہمہ جاؤ بے ہمہ جاؤ وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَمَا كُنْتُمْ کا پیغام سنو اور چلتے رہو۔ نام اور بے نشان چلو۔ یہ چھوڑ کر چلو۔ وہ چھوڑ کر چلو مست ہو کر چلو۔ ہوشیار ہو کر چلو۔ نیند میں چلو، بیداری میں چلو۔ سب سے بیزار ہو کر۔ قرآن کے ساتھ چلو۔ طاعت سے چلو ورد اوراد کے ساتھ چلو، ذکر کے ساتھ چلو۔ فکر کے ساتھ چلو۔ بے تفصیل و اجمال چلو، فنا میں چلو، بقا میں چلو۔ لِقا یعنی مشاہدہ۔ دیدار )۔ بے لقا چلو۔ غرضیکہ چلتے رہو چلتے رہو۔ اس کی کوئی انتہا نہیں۔ جاننا چاہیئے کہ بعض لوگ اس قدر سفر کرتے ہیں (راہ حق میں) کہ جس کی انتہا نہیں اور سفر کرتے کرتے دوست سے متصل ہو جاتے ہیں لیکن اس مقام پر وہ ہزار بلا میں گرفتار ہو جاتے ہیں کیونکہ اگر وہ اس پر قانع رہیں تو مقید ہو جائیں اور یہ کفر ہے۔ اگر مقصد شناسد بہ شرک افتد (اگر اپنی مقصد شناسی کریں تو شرک میں مبتلا ہوں)۔ اگر تفکر کریں تو شک میں مبتلا ہوتے ہیں۔ اور یہ نفاق (منافقت) ہے۔ یقین کی بجائے فکر میں گرفتار ہوتے ہیں يَا لَيْتَ (یعنی نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نوحہ) کیا تھا۔ وہ اسی میں گھلے جاتے تھے۔ آہ، آہ! ہزار آہ! یہ کیا اسلام ہے جو کفر، شرک اور نفاق کی طرف کھینچ کر لے جائے۔ ایسا وصال فراق ہے، اور قرب بعد ہے۔ غیر سے انفصال خداوند سے اتصال ہے۔ انفصال اور اتصال خیالِ مستمند (مستمند بمعنی غمگین و حاجتمند) ہے (یعنی دونوں خیالی ہیں) اور دونوں کا وجود نہیں۔ اور عدم کے متعلق کیا کہا جا سکتا ہے۔ اگر خود "ہمہ اوست" ہے تو یہ کیا ہے جو ہم ہیں۔ وہ کیا ہے جو وہ ہے۔ وصال و فراق کوئی چیز نہیں سب کچھ وہی ہے وہی ہے۔ ہم جو ہیں اسی سے ہیں بے چارہ قلندر کیوں وصال سے بالاتر کا متلاشی ہو۔ کیونکہ عین وصال میں وہ انفصال سے ٹکراتا ہے اور ایک کو دو کہتا ہے وہ اہل بے حاصل اور بے حاصل واصل۔ اور نہ حاصل ہے نہ واصل ہے جو واصل ہے حیران ہے سعدی علیہ الرحمہ نے کیا خوب کہا ہے ؎

تعجب ایں است کہ من واصل و سرگردانم

(تعجب یہ ہے کہ میں واصل ہوں اور سرگرداں ہوں)

کر بر بست برج لیسے ہمارو میت! محبوب ایسے پہاڑ میں جا چھپا ہے کہ جتنا اوپر جاؤ اتنا نیچے گرتے ہو۔

مصرعہ:۔ گر ہمے کو ہی فرو افتی بچاہ

(جس قدر اوپر چڑھتا ہے کوئیں میں گرتا ہے)

یہ دیکھ کر سب انبیاء اور اولیاء فرو بالا ہوتے ہیں (بہت کوشش کرتے ہیں) لیکن اوپر نہیں جا سکتے۔ ملائک زمین پر نزول کرتے ہیں کہ شاید زمین والوں سے بوئے دوست ملے۔ لیکن اسی طرح حجاب میں رہتے ہیں۔ عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر گئے۔ موسیٰ علیہ السلام پہاڑ پر گئے ادریس علیہ السلام بہشت میں، حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰی پر گئے لیکن ہر ایک واصل بے حاصل میں حیران و سرگرداں ہے۔

آہ آہ ہزار آہ! اس درد کی کوئی دوا نہیں کیونکہ اس کی دوا بھی سب درد ہے اور یہ بلا ختم نہ ہوگی کیونکہ اس کا اختتام بھی بلا ہے۔

بیت ؎ از درد بمردیم بدو راہ ندادند

فریاد ازیں درد کہ فریاد رسی نیست

(اس درد میں ہم مر گئے لیکن دوست تک رسائی نہ ہوئی۔ اس درد سے فریاد ہے کہ جس کی فریاد فریاد رسی نہیں ہے)

پہاڑ ظاہر ہوا اور بشر نے سر پر اٹھا کر اپنے آپ کو بلا میں گرفتار کیا۔ بلکہ آگ میں کود پڑا،

وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ (وہ آگ انسان اور پتھر جس کا ایندھن ہے)

آفتاب آسمان پر چمکا اور چاند اور ستارے اس کے ہمراہ تھے۔ لیکن چاند ستاروں کو دن کی روشنی کھا گئی اور سورج کو زمین کے نیچے دفن کر دیا گیا اور فرمان ہوا کہ

اِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ وَ اِذَا النُّجُوْمُ انْكَدَرَتْ

جب سورج ڈوب جائے اور ستارے ماند پڑ جائیں۔

اسی طرح جسے دیکھو خود بینی کی وجہ سے ہزار بلا میں اور مصیبت میں گرفتار ہے چنانچہ وصول کیا اور حصول کہاں بے چارہ قلندر کرے تو کیا کرے " کر پربت نہیک بسے ہمارو میت"۔ ہیہات ہیہات! قرآن میں فرمان ہوتا ہے :

اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَ رَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا۔

(آج ہم نے تمہارے لئے دین مکمل کر دیا اور تم پر نعمت تمام کر دی اور تمہارے لئے دین اسلام پسند کیا)

لیکن کیا کمال ہے وہی کمال اس کے لئے نقصان دہ ثابت ہوا چنانچہ نہ اسے دین کے کمال سے نہ اتمام نعمت سے فائدہ ہوا کیونکہ بحر محیط کا کوئی کنارہ نہیں۔ اگرچہ بارانِ رحمت موسلا دھار ہے لیکن طالب کا حال نزار ہے۔ اس لئے اس کی رضا کا کوئی مطلب سمجھ نہ آیا سوا اس کے کہ وعدہ دیا گیا۔ بہت مومن مشرک ہو گئے اور بے شمار منعم (امیر) مفلس بن گئے۔ جو کچھ قرآن نے کہا درست کہا۔ ہمارا اعتقاد یہی ہے لیکن ہے سب بے سامانی کا عالم اور اہل کے لئے وصول تاوان بن گیا ہے اس لئے بے چارہ قلندر وصول سے کیوں نہ بھاگے اور بے حاصلی میں پھنسے۔ اگر کوئی کہتا آمَنَّا (میں ایمان لایا) جواب ملتا ہے قُلْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا (ان سے کہو تم ایمان نہیں لائے)۔ اور جو لوگ ایمان رکھتے ہیں اُن کے حلقے وحی آتی ہے کہ

یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا آمِنُوْا بِاللّٰهِ (اے ایمان والو! ایمان لے آؤ اللہ کے ساتھ)

پس وصول کہاں اور حصول کس کا۔ توحید کیا ہے اور ایمان کیا ہوتا ہے۔ کافر کون ہے اور کفر کیا ہے اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ۔ مکتوب در وقت درد از سر درد مسطور یافتہ است از نا اہل دور دارند۔ (یہ خط درد کے اسرار و رموز میں لکھا گیا ہے اسے نا اہلوں سے دور رکھنا)

لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ اَنْ تَنْفَدَ كَلِمَاتُ رَبِّیْ (اگر حق تعالیٰ کی تعریف لکھنے کے لئے سارا سمندر سیاہی بن جائے تو سمندر ختم ہو جائے گا لیکن حق تعالیٰ کی حمد و ثنا ختم نہ ہو گی)۔

بیت ؎ نہ حسنش غایتے آخر دارد نہ سعدی راسخن پایاں
بمیرد تشنہ مستسقی و دریا ہمچناں باقی!

(نہ محبوب کے حسن و جمال کی کوئی حد ہے نہ سعدی کے کلام کی انتہا ہے۔ مرضِ استسقا کا بیمار دریا کے کنارے بیٹھے پانی پی پی کر مر جائے گا لیکن دریا اسی طرح چلتا رہے گا۔ یعنی ہم حمد و ثنا بیان کرتے کرتے ختم ہو جائیں گے اور حمد ختم نہ ہو گی)۔

مخالف کو مخالف سمجھیں اور موافق کو موافق۔ اگرچہ یہاں موافق و یہاں مخالف۔ لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَظِیْم۔ کیا لکھوں۔ خاک سر میں ڈالتا ہوں اور کہتا ہوں کہ

؎ گفتم بشمارم سر یک حلقۂ زلفش
یک پیچ بہ پیچید و غلط کردہ شمارم

(میں نے چاہا کہ اس کی زلفوں کے ایک حلقہ کا شمار کروں۔ ہر پیچ ایسا پیچیدہ ہوا کہ ساری گنتی بھول گئی)

اب خاموشی بہتر ہے۔ والسلام

## مکتوب ۳۶

بجانب بایزید صوفی، حدیث نبوی اِنَّ اللہَ خَلَقَ آدَمَ علیٰ صورتہٖ.... کے معنی میں۔

حق حق حق

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بعد از سلام وَاللہُ یَدْعُوْا اِلیٰ دَارِ السَّلَامِ (اللہ تعالیٰ دار السلام کی طرف بلاتے ہیں)۔

از کاتب حروف فقیر حقیر عبد القدوس اسمٰعیل صفی الحنفی۔

آں برادر کا خط ملا۔ حال معلوم ہوا۔ آپ نے حدیث نبوی اِنَّ اللہَ خَلَقَ آدَمَ عَلیٰ صُوْرَتِہٖ (اللہ نے آدمؑ کو اپنی صورت پر پیدا کیا) اور چند دیگر معاملات کے متعلق دریافت کیا ہے۔ واضح باد کہ قمری باغ احدیت نے شاخ صمدیت پر یہ ترنم الاپا کہ وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْھَوٰی اِنْ ھُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحیٰ (اور پیغمبر اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی خواہش نفس سے نہیں بولتے بلکہ جو ان پر وحی ہوتی ہے وہی بیان کرتے ہیں) اِنَّ اللہَ خَلَقَ آدَمَ عَلیٰ صُوْرَتِہٖ کے مصداق عالم غیب کو صورت عطا فرمائی اور صورت کو غیب بنایا۔ ظاہر اور باطن کو کہ جس کا ظہور بطون اور بطون ظہور ہے ظہور میں کھینچ لایا۔ حقیقت کو مجاز کی صورت میں دکھایا اور مجاز کو حقیقت بنایا۔ اب جاننا چاہیے کہ علمائے شریعت اس حدیث کی یہ تاویل کرتے ہیں کہ آدم اللہ تعالیٰ کی صنعت بدیع (شاندار تخلیق) ہے اور کوئی دوسری مخلوق اس طرح نہیں۔

اور یہ حدیث آدم کی کمال مدحت ہے اور امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ عَلٰی صُوْرَتِہٖ کے معنی ہیں عَلٰی صِفَتِہٖ (یعنی اپنی صفت پر)

اور یہ فقیر کہتا ہے کہ "عَلٰی صُوْرَتِہٖ" کے معنی ہیں عَلٰی حُکْمِ ذَاتِہٖ (یعنی اللہ تعالیٰ نے آدمؑ کو اپنی صفات پر نہیں بلکہ اپنی ذات پر پیدا یعنی آدمؑ کی ذات اسی ذات مطلقہ سے ہے۔

امام غزالیؒ آدمؑ کی صورت کو صفتِ حق بتاتے ہیں جس سے وہ (آدم) سمیع، بصیر، متکلم، خبیر، علیم، حکیم، مختار وغیرہ ہے تا حق تعالےٰ کو اپنے اندر اسی کمال سے پہچان لے۔ چنانچہ کسی بزرگ کا مقولہ ہے کہ:

ما الفرق بینی و بینہٗ الا بصفۃ الوجودیۃ والقیامیۃ ای وجودنا منہٗ وقیامنا بہٖ

(میرے اور حق تعالےٰ کے درمیان کیا فرق ہے سوائے اس کی صفتِ وجودیہ اور صفت قیامیہ کے کہ میرا وجود اس کے وجود سے ہے اور میرا قیام اس کے ساتھ ہے)

وَاِلَّا لَیْسَ اِلَّا ھُوَ فَلَا ھُوَ اِلَّا ھُوَ

اور یہ فقیر بے تدبیر آدم کی صورت سے یہ مفہوم لیتا ہے کہ اس کی ذات محض غیب سے ہے اور اس کا وجود لاریب سے ہے (یعنی اسی ذات سے ہے جو بالکل یقینی ہے) اور اس یعنی انسان کے عوالم (جمع عالم) شہادت اور غیب میں (یعنی ظاہر و باطن میں) حق تعالےٰ کے عوالم کی مانند ہیں۔ چنانچہ آدمؑ کے متعلق کہا گیا ہے کہ فَاِنَّہٗ سِرُّ اللّٰہِ (آدم اللہ کا راز ہے) اور آدم کی صفتِ فردیت ہے جس سے مراد امورِ کلیات کی شان ہے اور وہ حقیقتِ ذات ہے وَھُوَ حَیْوَانٌ نَاطِقٌ (اور انسان حیوان ناطق ہے) اور وہ محض غیب ہے اور اس کا وجود لاریب ہے۔

اور انسان کے بھی ظہور اور غیب میں چار عالم ہیں جس طرح حق تعالےٰ کے چار عالم ہیں حق تعالےٰ کا عالم شہادت یہ جہان ہے اور انسان کا عالم شہادت یہ جسم مرکب ہے۔ حق تعالےٰ کے عالم عقول و ملکوت کے مقابلہ میں انسان کا عقل اور قلب ہے (حق تعالےٰ کے) عالم امر جو عرش و فرش سے ورار ہے کے مقابل آدم کا روح ہے یہ عالم جبروت کے مقابل بھی ہے۔ عالم لاہوت کے مقابل انسان کا (لطیفۂ) سِر وخفی واخفیٰ ہے اور حق تعالےٰ کے صفات کمال کے مقابل آدم کا صفائے قلب ہے جس کے حق میں اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے:

وَ اِنَّکَ عَلٰی خُلُقٍ عَظِیۡمٍ (اور تم خلق عظیم کے مالک ہو)

پس جو حق تعالیٰ کے متعلق کہا جاسکتا ہے انسان (کامل) کے متعلق بھی کہا جا سکتا ہے اور دونوں کی صورت بے مثل ہے اور یہ جو انسان کے ظاہری اعضا ہیں یہ اس کی صورت نہیں بلکہ اس کے شہود یا عالم شہود کی صورت ہے نہ کہ اس کے وجود کی صورت ہے۔ جس طرح کہ یہ عالم (کائنات) (حق تعالےٰ) کے شہود کی صورت ہے نہ کہ اس کے وجود کی صورت ہے۔ چنانچہ قرآن مجید میں ہے کہ:

اِنَّہٗ عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ قَدِیۡرٌ

(اور وہ یعنی حق تعالےٰ ہر چیز پر شاہد ہے یعنی ہر چیز اس کا شہود اور ظہور ہے)

العیاذ باللہِ عَمَّا لَا یلیق بہٖ (خدا پناہ دے اس سے جو اس کے لائق نہیں) نیز اٹھارہ ہزار عالم اسی کے وجود سے قائم ہیں وَ اِنۡ مِّنۡ شَیۡءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمۡدِہٖ (اور کوئی چیز نہیں جو اس کا حمد بیان نہ کرتی ہو) اور ہر چیز کی حمد کا شغل اس لئے ہے کہ ہر چیز کا وجود اسی سے ہے کشغل الحوتِ بالماءِ ولٰکن لا تفقھون تسبیحھم (ہر چیز کا شغل در حمد ایسا ہے جیسے مچھلی کا پانی میں شغل ہے لیکن تم اس کی تسبیح کو نہیں سمجھ سکتے) لیکن غافل اپنے شغلِ حمد و تسبیح کو نہیں جانتا (جب ہر چیز حق تعالیٰ کی تسبیح بیان کرتی ہے تو انسان بھی اس کائنات کی ایک چیز ہے وہ بھی تسبیح بیان کرتا ہے لیکن غافل خود اپنی تسبیح کو نہیں جانتا) حقیقت یہ ہے کہ انسان ہر وقت شغل حق میں مشغول ہے وَ سَقٰھُمۡ رَبُّھُمۡ کے مصداق حق تعالےٰ نے عارفین کے وجود کا خمیر ازل سے ذکر حق سے کیا

حتیٰ کہ ان کی حیات دوست کی حیات سے قائم ہے بلکہ ان کی جان بھی دوست کی جان ہے اور جسم و جاں میں کوئی فرق نہیں۔ عزیز من! یہ جواب ذرا مشکل تھا (امید ہے سمجھ میں آجائے گا)۔ جہاں تک حلول کا تعلق ہے حلول وہاں ہوتا ہے جہاں دُوری ہو (یعنی دو الگ الگ چیزوں کے ایک دوسرے میں مدغم ہونے سے دونوں کے علیحدہ وجود یا دوئی کا قائل ہونا پڑتا ہے) لیکن یہاں دوری نہیں ہے بلکہ بے حضوری ہے (یعنی وحدت وجود ہے لیکن اس کا شعور اور علم نہیں) جب خدا بصیرت دے دیتا ہے تو وہ جان لیتا ہے کہ وہی ہے (یعنی سالک پر وحدتِ وجود عیاں ہو جاتی ہے)

نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْد (ہم انسان کی شہ رگ سے بھی اس کے زیادہ قریب ہیں)

میں اسی مقام (یعنی توحید ذاتی) کی خبر دی گئی ہے۔

عزیز من! روح کی شرح حرام ہے اور اس کی طرف اشارہ ناممکن ہے۔

(جو کچھ توحید باری تعالیٰ کے متعلق کہا جاسکتا ہے وہ سب تیرے متعلق یعنی انسان کے متعلق صادق آتا ہے)

بعضوں نے روح کو قدیم کہا ہے اور یہ بات ایک نقطۂ نگاہ سے صحیح ہے لیکن سب کے نزدیک روح کا معاملہ دوسری مخلوقات کا سا نہیں ہے۔ روح کی شرح یہی بہتر ہے جو حق تعالےٰ نے کی ہے یعنی قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّیْ (روح امرِ ربّی ہے یعنی عالم امر میں سے ہے نہ کہ عالم خلق میں)۔ ورنہ یہ (شاید حضرت شیخ خود) قدیم سے یہی معنی لیتا ہے کہ اس کا معاملہ حق تعالےٰ کے ساتھ آج کل کا نہیں بلکہ روح نہیں تھا اور اس کا معاملہ حق تعالےٰ کے ساتھ تھا پس ازلی اور ابدی ہوا۔

## حدیث مَنْ عَرَفَ نَفْسَهٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهٗ کا مطلب

عزیز من!

حدیث مَنْ عَرَفَ نَفْسَهٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهٗ دونوں قسم کے عرفانوں کی خبر دیتی ہے، استدلالی عرفان اور مشاہدتی عرفان۔ تمام علماء اور عرفاء (جمع عارف) اپنے مقام پر حق تعالےٰ کو از خود در خود (یعنی اپنی ذات سے اور اپنے اندر) اپنے عرفان کی استعداد کے مطابق پہچانتے ہیں۔ اس سے مراد حقیقتِ انسان ہے نہ کہ اس کی ظاہری صورت (یعنی انسان اپنی حقیقت جب پہچان لیتا ہے تو حق تعالےٰ کو بھی پہچان لیتا ہے) اور معرفت سے مُراد از خود رفتن (اپنے آپ کو گم کر دینا) اور بدوست پیوستن (اور دوست سے پیوست ہو جانا) خود را بدوست دیدن (اپنے آپ دوست کے ذریعے دیکھنا) وہمہ را بدوست یافتن (اور سب کو دوست کے ذریعے دیکھنا) ہے۔ (یعنی بی یبصر) اور یہ جو کہا گیا ہے کہ الانسان اکبر من اللّٰہ (انسان اللہ سے بڑا ہے) اگر کسی بزرگ نے اسی طرح کہا ہے تو شریعت کے مطابق اس کی تاویل یوں کی جا سکتی ہے کہ اکبر منْ مخلوق اللّٰہ تعالیٰ (یعنی اللہ تعالےٰ کی مخلوق میں سے سب سے بڑا انسان ہے) اور یہ معنی بھی ہو سکتے ہیں کہ ہر شخص کی بزرگی اس کے ملک کی عظمت کی بنا پر ہوتی ہے چنانچہ حضرت بایزید بسطامیؒ نے فرمایا:

مُلکی اَعْظَمُ مِن مُلکِ اللّٰہ (میرا ملک بڑا ہے اللہ کے ملک سے)

کیونکہ حق تعالیٰ کا ملک بایزید ہے اور بایزید کا ملک حق تعالےٰ ہے اور حق تعالےٰ بایزید سے بڑا ہے پس بایزید کا ملک اللہ کے ملک سے بڑا ہوا۔ اَلْاِنْسَانُ اَکْبَرُ مِنَ اللّٰہِ کے یہی معنی ہو سکتے ہیں العیاذُ باللہ من الخلل والذلل (اللہ سے پناہ
یہ جواب بھی ذرا مشکل تھا (امید ہے سمجھ میں آ گیا ہو گا)

## حدیث اَوَّلَ مَا خَلَقَ اللّٰہُ عشقی کا مطلب

یہ جو حدیث ہے اَوَّلُ مَا خَلَقَ اللہ عشقی (اللہ نے سب سے پہلے میرا عشق پیدا کیا) یہ مقام محض غیب سے تھا جہاں عشق کے سوا کسی چیز کو سبقت نہ تھی۔ پس اس وجہ سے اس حدیث کے معنی یہ ہوئے کہ

اَوَّلُ مَا ظَھَرَ اللّٰہُ بِہٖ فی غیب الغیب عشقہٗ وعشق حق عشق محمد است کہ دائرہ ازل و ابد گرفتہ است وَ ھو بِکل شیءٍ محیط

(سب سے پہلے جو کچھ غیب الغیب میں اللہ نے ہوا اس کا عشق تھا اور اللہ کا عشق محمد کا عشق ہے علیہ الصلوٰۃ والسلام جو دائرہ ازل و ابد میں ظاہر ہوا ہے اور وہ سب چیز کو احاطہ کئے ہوئے تھے)

## حدیث اَوَّلَ مَا خَلَقَ اللّٰہُ رُوْحِیْ کا مطلب

اور حدیث اوّل مَا خلق اللہ رُوحِی (اللہ نے جو سب سے پہلے پیدا کیا وہ میرا روح تھا) میں روح کے ساتھ اضافت مراد ہے یعنی جو کچھ اللہ تعالےٰ اسب سے پہلے پیدا کیا میری روح سے تھا اور یہاں روح محمد کے سوا کسی چیز کو سبقت نہیں۔ پس اس کے یہ معنی ہوئے کہ:

اوّل ماظھر وجودہٗ فی عالم الامر رُوحی

(عالمِ امر میں سب سے پہلے جو کچھ ظاہر ہوا میرا روح تھا)

اسی طرح مقامِ عقل میں اور مراتب وجود کے ہر مرتبہ میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو سبقت تھی (یعنی پہلے تھے) اپنے غیر پر بجز اس کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا جسم مبارک بعد میں ظاہر ہوا۔ اوّل آدم تھے اور

آخرین محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ حتیٰ کہ اول بھی محمدؐ ہوں گے اور آخر بھی محمدؐ۔ اور اس میں راز یہ ہے کہ نقطۂ اول وہی ہے (یعنی دائرہ کی محیط پر چلنا شروع کرو تو جو ابتدائی مقام تھا وہی انتہائی مقام ہو جائے گا:

وَهُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ

(وہی اول ہے وہی آخر ہے وہی ظاہر ہے وہی باطن ہے اور وہ ہر چیز کا علم رکھتا ہے)

یہاں علم عین وجود اور وجود عین علم ہے نیز جاننا چاہیئے کہ عبارت مختلف ہے کیونکہ ہر دفعہ وقت کے مطابق کہا گیا ہے لیکن مراد ایک ہے وہی عشق ہے وہی روح ہے وہی عقل ہے۔ جیسا کہ پانی کا مختلف مظاہر میں علیحدہ نام ہو جاتا ہے لیکن اس کی حقیقت ایک ہے۔ چنانچہ حضرت جنید بغدادیؒ نے فرمایا ہے کہ:

لَوْنُ الْمَاءِ لَوْنُ اِنَائِہٖ (پانی کا رنگ وہی ہوتا ہے جو برتن کا رنگ ہے)

یہ بات بھی مشکل تھی۔ (سمجھ گئے ہو گے)

## امانت سے کیا مراد ہے

عزیز من! امانت جو انسان کے سپرد ہوئی کے متعلق اختلاف ہے بعض کہتے ہیں اوامر و نواہی کا حکم ہے (یعنی نیکی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا) کیونکہ انسان کے سوا کوئی چیز یہ بوجھ نہیں اٹھا سکتی تھی اور یہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا قول ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ امانت سے مراد نور معرفت ہے کہ کائنات کی کوئی چیز اس نور کی متحمل نہ ہو سکی۔ کیونکہ عند ظہور الحق ثبور الخلق (حق کے ظاہر ہوتے ہی خلق رخصت ہوتی ہے) اس مقام پر حضرت جبرائیل علیہ السلام نے یہ کہا:

لَوْ دَنَوْتُ اُنْمُلَةً لَاحْتَرَقْتُ اگر میں ایک انگلی بھر آگے بڑھوں تو جل جاؤں

یہ ظلومی انسان ہے جو وجود کونی کی عین ظلمت میں نور حق کا متلاشی ہے اور اسی نور کی بدولت حضور حق میں رقصاں و پویاں ہے انسان اپنے مقام جہولی میں بے خود ہو کر اس کے ساتھ یعنی حق کے ساتھ پیوست ہو جاتا ہے اور از و، بدو، با او سے آمیزد (اور حق کی بدولت حق کی معیت میں حق کے ساتھ

واصل ہو جاتا ہے) اور اس سے اسے وہ قوت حاصل ہوتی ہے کہ دونوں جہانوں کے بوجھ کو اس طرح سمجھتا ہے جس طرح پہاڑ پر گھاس کا تنکا۔ یہ سب کچھ برداشت کر لیتا ہے اور کہتا ہے کہ حسبی اللہ و اللہ معنا (مجھے اللہ کافی ہے اور اللہ ہمارے ساتھ ہے) (ظلومی اور جہولی کے الفاظ قرآن مجید میں حق تعالیٰ نے انسان کے متعلق استعمال کئے ہیں انہ کان ظلوماً جہولاً (یعنی جب یہ امانت آسمانوں اور پہاڑوں کے پیش کی گئی تو انھوں نے قبول نہ کی لیکن ظالم اور جاہل تو مذمت کے الفاظ ہیں اور حق تعالیٰ کا یہاں مقصد ہے آدمی کی تعریف کرنا ہے۔ کیونکہ جب ایک بڑی امانت اور بھاری بوجھ کائنات کی کوئی چیز حتیٰ کہ ملائک بھی برداشت نہ کر سکے اور اٹھانے سے انکار کر رہے اور انسان نے لبیک کر کے اسے قبول کر لیا تو ستائش اور تحسین کا مستحق ہے نہ کہ مذمت کا۔ لہٰذا عارفین کے نزدیک ظلوماً کے معنی ہیں تاریک۔ کیونکہ انسان مرکب ہے روح اور جسم انسان کا روحانی پہلو پاک اور شفاف ہے اور جسمانی پہلو تاریک ہے جو شیشے پر زنگار کا کام دے کر اس کے اندر عکس قبول کرنے کی صلاحیت پیدا کر دیتا ہے۔ فرشتوں کے اندر اسماء وصفات الٰہیہ کا عکس قبول کرنے کی استعداد اس لئے نہیں کہ وہ سراپا نور ہیں۔ زمین اور پہاڑوں میں یہ استعداد اس لئے نہیں کہ وہ سراپا ظلمت ہیں۔ کائنات میں صرف انسان کا وجود ہی ایسا تھا کہ جس کا ایک پہلو نورانی تھا اور دوسرا تاریک۔ اس لئے انسان نے امانت قبول کر لی اور وہ امانت کیا تھی جیسا کہ اوپر اشارہ ہو چکا ہے ظہور ذات مع اسماء وصفات تھا۔ کیونکہ اس کا حامل صرف انسان ہو سکتا تھا اور ہو الفظ ”جہولا“ سے بھی یہی تاریکی مراد ہے کیونکہ جہل بھی تاریکی ہی ہے)۔

نیز عزیز من! یہ امانت کا پیش کرنا تکلیف نہ تھی بلکہ تعریض اور تعریف تھی۔ کیونکہ تکلیف تو پایان وجود میں ہے (پایانِ وجود سے مراد مراتب وجود کا آخری مرتبہ ہے یعنی انسان چونکہ تمام کائنات کے آخیر میں پیدا کیا گیا اس لئے منتہائے نزولِ وجود انسان ٹھہرا[1]

---

[1] نز کہ تعریض در بدوِ وجود است (تعریض ظہور وجود میں ہے یعنی ظہور وجود انسان کے پیش کیا گیا۔ اس لئے یہ تعریف ہے نہ کہ تکلیف۔

حق تعالےٰ فرماتے ہیں :

اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوْا بَلٰی (کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں ؟ کہا ہاں !)

یہ خطاب ازل میں حق تعالےٰ نے روحوں کو کیا۔ روحوں نے جواب دیا "بلیٰ" یعنی بیشک تو ہمارا رب ہے یہی تھی وہ تعریض امانت یعنی امانت کا پیش کرنا جو فرشتوں اور پہاڑوں نے قبول نہ کی اور انسان نے قبول کرلی) یہ اس لئے تھا کہ ہر ایک اپنے مقام پر بلا تکلیف آئے اور حق تعالیٰ کی تلاش میں جدوجہد کرے اور عزت حاصل کرے کیونکہ یہ دولت بلا جدوجہد حاصل نہیں ہوتی۔ اِلَّا بِشِقِّ الْاَنْفُسِ (نفس کشی سے) سے یہ دروازہ کھلتا ہے۔
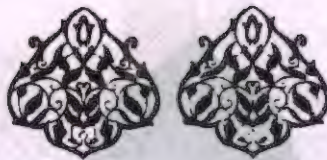
## مکتوب ۳۷

بجانب شیخ المشائخ شیخ درویش قاسم اودھیؒ۔
یہ خط ذاتی معاملات کے متعلق ہے مثلاً تعزیت
بروفات زوجۂ شیخ اس لئے ترک کر دیا ہے۔

## مکتوب ۳۸

بجانب شیخ عزیز اللہ دانشمند برادرِ حضرت شیخ۔ دربیان
الم مفارقت و افلاس و انکسار۔

بیت ؎ بسیار صبح شد کہ نسیمت نمے رسد
اے گل مگر تو پائے صبا را شکستہ

(کئی صبحیں گذر چکی ہیں کہ تیری خوشبو کی نسیم نہیں پہنچی اے گل شاید تو نے باد صبا کے پاؤں
توڑ دیئے ہیں)

حمد و صلوٰۃ ........ المقصود ہُوَ المقصود۔ بے چارہ محب جو ایک دارالسلام سے دوسرے
دارالسلام میں جا پڑا ہے[1] اُسے آتشِ ہجر اور زخمِ خنجرِ قہر کے سوا کچھ نصیب نہیں۔ ہر لحظہ سو مصیبت میں

---

[1]:۔ دارالاسلام سے مُراد نورِ حق ہے جو مقامِ سلامت ہے اور یہ جملہ کون و مکان ہے یعنی آدم علیہ السلام
کو پہلے بہشت میں اور پھر دنیا میں لایا گیا دوسرے دارالاسلام سے مُراد قربِ حق ہے جو مقامِ سلامت ہے۔

حیران ہے اور ہر لحہ سو رنج میں سرگردان رکھتے ہیں۔ اس کے ساتھ اوامر و نواہی (یعنی نیکی کی تلقین اور برائی سے روکنے) کی ذمہ داری بھی عائد کر کے مکر و فریب کے سمندروں میں پھینک دیا ہے:

احسب الناس ان یترکوا ان یقولوا امنا وَھُمْ لا یفتنون

کیا لوگ گمان کرتے ہیں کہ وہ دعویٰ ایمانی کے بعد آزمائے نہیں جائیں گے۔

(مطلب یہ کہ یہ کہاں کا دار الاسلام ہے جو ان مصائب سے پُر ہے) زہے سرگردانی و زہے حیرانی) آرام کہاں کا اور قرار کیا کیونکہ عشق کی آفت درپیش ہے جو ہمیشہ رہنے والی ہے وہ آفت جس سے انبیاء اور اولیاء کے جگر کباب ہو گئے ہیں۔ خود اہل بصیرت یہ چاہتے ہیں کہ عدم میں چلے جائیں اور نیست و نابود ہو جائیں۔ یہی وجہ ہے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ:

یَا لَیْتَ رَبَّ مُحَمَّدٍ لَمْ یَخْلُقْ مُحَمَّدًا

(افسوس ربِ محمدؐ محمدؐ کو پیدا نہ کرتا)

بیت ؎

کاشکے ہرگز نہ زادی مادرم

تا نگشتے کشتۂ نفس کافرم

(کاش کہ مجھے ماں نہ جنتی تاکہ میں کافر نفس کے ہاتھوں ہلاک نہ ہوتا)

بیت ؎

خونِ صدیقاں ازیں حسرت بسوخت

آسماں بر فرقِ ایشاں خاک ریخت

(اس حسرت سے صدیقین کے دل کباب ہو گئے اور آسمان نے ان کے سروں پر خاک ڈالی)

جب انبیاء و اولیاء اور اصفیاء کا یہ حال ہے تو ہم جیسے بدوں کا کیا ٹھکانہ؟ مرغ در ہوا اور ماہی (مچھلی) اور دریا ہمارا ماتم کر رہے ہیں اور ہمیں خبر نہیں۔

تَکَادُ السَّمٰوٰتُ یَتَفَطَّرْنَ مِنْ فَوْقِهِنَّ

قریب ہے کہ آسمان اوپر سے پھٹ جائیں۔

بیت ؎
ہر دو عالم در لباس تعزیت
اشک مے بارند و تو در معصیت

(دونوں جہاں تیرے لئے ماتم کا لباس پہنے آنسو بہارہے ہیں اور تو گناہوں میں بتلا ہے)

آہ ھزار آہ! سرکس کے قدموں پر رگڑوں اور ہاتھ کس کے دامن میں ڈالوں۔ وَ لَا یَشْفَعُوْنَ اِلَّا لِمَنِ ارْتَضٰی وَ مَنْ یَشْفَعُ شَفَاعَۃً اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰہِ (جس کو اللہ قبول نہ کرے اس کی شفاعت کوئی نہیں کرتا۔ اور اللہ کے حکم کے بغیر کوئی شفاعت نہیں کر سکتا) لہٰذا سر میں مٹی نہ ڈالوں تو کیا کروں۔

رَبَّنَا ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا وَ اِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَ تَرْحَمْنَا لَنَکُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ

(اے ہمارے رب! ہم نے اپنے آپ پر ظلم کیا اور اگر تو نے بخشش نہ فرمائی تو ہم برباد ہو جائیں گے)

اس برباد حال اور مہجور کے لئے دعا کیجئے کہ نفس امارہ کی نحوست سے نجات ملے۔ وَ لَیْسَ ذَالِکَ بعید فانظر الی آثار رحمۃ اللہ کیف یحیی الارض بعد موتہا (اور یہ بات بعید نہیں۔ پس دیکھو اللہ تعالیٰ کی رحمت کے کرشمے جس نے مردہ زمین کو زندہ کر دیا یعنی ابر رحمت سے)

وصلی اللہ علی خیر خلقہ محمد و علی الہ اجمعین

---

## مکتوب ۳۹

بجانب سعید خان سروانی، در بیان فنا دولت دنیاوی

حق حق حق!

المقصود ھُوَ المقصود۔ عزیز من! یہ روزمرہ کے مشاہدہ کی بات ہے کہ اس دنیا کی زندگی اور جاہ و حشمت آنی جانی ہے۔ لحظے میں مل جاتی ہے اور لحظے میں چلی جاتی ہے۔ اور حسرت و یاس کے

سوا کچھ ہاتھ نہیں آتا۔ لہٰذا مومن کو چاہیئے کہ ہوشیار اور عاقبت اندیش ہو کر رہے اور ہر وقت آخرت کی فکر کرتا رہے۔ اور نیکی کے کاموں میں مشغول رہے تاکہ اللہ تعالٰے کے ہاں سرخرو ہو کر جائے

وَمَا تُقَدِّمُوا لِاَنْفُسِكُمْ مِنْ خَيْرٍ تَجِدُوْهُ عِنْدَ اللّٰهِ وَهُوَ خَيْرًا وَّ اَعْظَمَ اَجْرًا

(اور جو نیکی کہ تم اپنے لئے بھیجتے ہو تم اسے اللہ کے ہاں پاؤ گے اور یہ بڑے درجے کا کام ہے

ورنہ معاذ اللہ! فما ربحت تجارتھم وما کانوا مھتدین (ان کی یہ تجارت سودمند نہ ہوگی اور وہ لوگ راہ ہدایت نہ پائیں گے) کی سیاست عمل میں لائی جائے گی۔

ایاك والاسراف واتباع الهوىٰ

پس فراغت اور فرصت کو غنیمت سمجھنا چاہیئے اور اعمال صالح طاعت اور خیرات کی بدولت دو جہاں کی سرخروئی حاصل کرنی چاہیئے۔ الدنیا مزرعة الاخرت (دنیا آخرت کی کھیتی ہے)۔

بیت ۔ ز دنیا توانی کہ عقبیٰ خری

بخر جانِ من ورنہ حسرت بری

(تو دنیا دے کر عقبیٰ خرید سکتا ہے۔ اے میری جان! یہ سودا ضرور کر ورنہ حسرت لے جائیگا)

والسلام علیٰ خیر الانام وصلی اللہ علیٰ خیر خلقہ محمد والہ العظام۔

---

## مکتوب ۴۰

بجانب مولانا جمن، در بیان تمنائے نجات
ازیں جہانِ فانی

حق حق حق!

المقصود ھوا المقصود - مدت ہوئی آپ کی خبر خیریت نہیں ملی -

بیت ~ بسیار صبح شد کہ نسیمت نمے رسد
اے گل مگر پائے صبا را شکستہ

(کئی آفتاب طلوع ہو چکے ہیں لیکن تیری نسیم خیریت نہیں ملی - اے پھول شاید تم نے صبا کے پاؤں توڑ دیئے ہیں)

یہ روزمرہ مشاہدہ کی بات ہے کہ یہ جہان اور اس کی تمام نعمتیں فانی ہیں - لہٰذا اس سے عبرت حاصل کرنی چاہیئے نہ کہ اس کی رغبت دل میں رکھنی چاہیئے - یاد رکھو کہ :

اَلدُّنْیَا سِجْنُ الْمُؤْمِنِیْن (دنیا مومنوں کا قید خانہ ہے)

اور سب جانتے ہیں کہ قید خانہ میں کس قسم کی زندگی ہوتی ہے قید خانے کے لوگ ہمیشہ نجات کے متلاشی ہوتے ہیں - لہٰذا آخرت کا فکر کرنا چاہیئے کیونکہ اصلی وطن اور ہمیشہ کا مسکن وہی ہے :

فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْن (اور اگر تم سچے ہو تو موت کی دعا مانگو)

آج مفلس اور مغموم کی مدد کرو کل اللہ تمھاری مدد کرے گا :

مَنْ كَانَ لِلّٰهِ كَانَ اللّٰهُ لَهٗ (جو اللہ کا ہو جاتا ہے اللہ اس کا ہو جاتا ہے)

عاقبت بہ خیر!

# مکتوب ۴۱

بجانب ملک شادی تھانیسری۔ در بیان دستگیریِ درماندگان (مفلسوں کی امداد کے بیان میں)

المقصود ھُوَ المقصود - اس دنیا کی زندگی کا مقصد آخرت کے لئے حیات طیبہ (پاکیزہ زندگی) کا حصول ہے:

مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً

(مردوں اور عورتوں میں سے جو نیک عمل کرتے ہیں وہ ایماندار ہیں اور ہم ان کو حیات طیبہ عطا کرتے ہیں)

اور اس کام کا فکر آج کرنا ہے اور آج کے دن اور اس دن میں صرف ایک سانس کا فرق ہے۔ پس عقلمند وہ ہے جو ہر وقت اور ہر کام میں آخرت کا فکر کرے اور نیکی کماتا رہے۔ تاکہ اس حیاتِ فانی سے گذر کر حیاتِ باقی جو طیبہ ہے پہنچ جائے۔ اور زندۂ جاوید ہو جائے۔ نیز کمزوروں اور محتاجوں کی دستگیری کرتا رہے تاکہ اس مشکل وقت میں کہ جس میں انبیاء اور اولیاء پریشاں ہوں گے۔ تیری دستگیری ہو۔

مصرعہ ؎ رہا نند شو تا شوی رستگار

(لوگوں کی دستگیری کرنا تاکہ تیری دستگیری ہو)

بیت ؎ تو ہم ہستی بر درِ امیدوار
پس امید بر در نشیناں بر آر

(تو بھی کسی کے در پر امیدوار کھڑا ہے پس جو تیرے دَر پر بیٹھے ہیں ان کی امید پوری کر)

تاکہ یہ تھوڑا سا عملِ صالح تیرے طویل سفر کے لیے توشۂ کثیر بن جائے۔

وعاقبت بخیر!

---

## مکتوب ۴۲

**بجانب مولانا محی الدین دانشمند۔ دربیان منت۔**

حق حق حق!

سَلَامٌ عَلَیْکُمْ سَلَامٌ علیک

رُوحِی فِدَاکُمْ وَ قَلْبِی لَدَیْک

(آپ پر خدا تعالیٰ سلامتی نازل کرے اور سلامت رکھے میری روح تجھ پر فدا ہو اور قلب تیرے لئے ہے)

المقصود هو المقصود ولا مقصود سواه فالله ولا سواه فلا مبتداء ومنتهاً الا هو والیه المصیر

(ہمارا مقصود وہی ہے اور اس کے سوا کوئی مقصود نہیں۔ اللہ ہے اور اس کے سوا کسی کا وجود نہیں۔ نہ کوئی اول ہے نہ آخر سوا اس کے اور اسی کی طرف لوٹنا ہے)

بزرگان نے کہا ہے کہ جب تک خودی میں سے ایک تار (معمولی سی رگ) باقی ہے دوئی خود پرستی باقی ہے۔ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ (وہ ایک ہے اور اس کے ساتھ کوئی نہیں یا اس کا شریکِ وجود کوئی نہیں) یہ بات اس وقت مُسَلَّم (صحیح) ہوتی ہے جب محویتِ محض طاری ہوتی ہے۔ اور بے خود ہو کر یادِ دوست رہ جاتا ہے۔

مصرعہ ؎ قلب زر اندودہ نستانند در بازار حشر

(سونے چاندی سے طیبت کماؤں کی بازارِ حشر میں کوئی مانگ نہیں)

یہ تباہ حال اسی مصیبت میں گرفتار ہے۔ الغیاث، الغیاث! حق تعالےٰ خود فرماتے ہیں:

هُوَ الَّذِيْ يُنَزِّلُ الْغَيْثَ مِنْ بَعْدِ مَا قَنَطُوْا

(وہی ہے جو بارش دیتا ہے مایوسی کے بعد)

معلوم نہیں اس سے حق تعالیٰ کیا چاہتے ہیں شاید کمالِ محویّت مراد ہے۔ ہیہات ہیہات! یہی وجہ ہے کہ صدیق اکبر رضؓ نے فریاد کی کہ:

مَا الایمان یا رسول اللّٰہ (یا رسول اللہ ایمان کیا ہے)

کیونکہ یہ بات بہت دشوار ہے ہر شخص اس دولت تک نہیں پہنچ سکتا۔ اور ہر سر اس کمال کے لائق نہیں۔ ہاں اگر ہم دوست میں مشغول ہوں تو بڑی دولت اور بڑی سعادت ہے۔

بیت ؎ خوش وقت آں کساں کہ شب و روز و روز شب

تسبیح وِردِ شاں ہمیں دوست دوست دوست

(کیا ہی خوش بخت ہیں وہ لوگ جو رات دن اور دن رات دوست دوست کی تسبیح کا وِرد رکھتے ہیں)

السلام! آنکہ برادرم قاضی ابراہیم دیوبندی آپ کی خدمت میں روانہ ہیں۔ ان کے حال پر شفقت فرمائیں۔ وہ اس فقیر سے پڑھ رہے ہیں اور کام کے وسلے میں سفر پر روانہ ہوتے ہیں۔ حق تعالےٰ انھیں جلدی اور خیریت سے واپس لائیں۔ حق تعالےٰ اپنے فضل و کرم سے عاقبت بخیر کریں۔

## مکتوب ۴۳

بجانب قاضی جلال تھانیسری۔ در صرف انفاس نفیس بذکر حق تعالے (حق تعالےٰ کے ذکر میں بسر کرنا۔

حق حق حق!

واضح باد کہ عمر تھوڑی ہے اور سفر طویل، فرصت عزیز، مطلوب محال، طلب مقصد بیروں از حد اس لئے ضرورت اس بات کی ہے کہ زندگی کا ہر سانس یاد حق، اور طلب دوست میں صرف کرنا چاہیئے۔ ذکر حق میں اس قدر منہمک ہونا چاہیئے کہ ذکر حیات بن جائے اور غفلت موت نظر آئے۔ روایت ہے کہ ایک بزرگ ایک لمحہ کے لئے ذکرِ حق سے غافل ہوگئے آسمان اور زمین میں منادی کردی گئی کہ فلاں مرد جو غافل تھا مرگیا اور ذاکر زندہ رہا۔ عزیز من! مثل مشہور ہے کہ:

مصرعہ ؎ قدر گوہر شاہ داند یا بداند گوہری

(گوہر کی قدر بادشاہ جانتا ہے یا گوھری)

لہٰذا اس خالق دوجہاں اور بادشاہِ جہانیاں سے بہتر کون قدر دان ہو سکتا ہے۔

یہ وہ مقام ہے کہ داؤد علیہ السلام کو حکم ہو رہا ہے کہ:

یا داؤد اذ رایت لِی طالباً فکن لہٗ خادماً

(اے داؤد جب تم میرا کوئی طالب دیکھو تو اس کے خادم بن جاؤ۔)

اور محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم جانتے ہیں کہ وہ اِن جواہرات کے جوہری ہیں اس لئے فرمایا:

مَثَلُهُمْ كَمَثَلِ الْاَنْبِيَاءِ

(ان کی مثال یعنی طالبانِ حق کی مثال ایسی ہے جیسے انبیاء کی)

پس گوہرِ طلبِ حق جس سے مُراد ذکر اللہ ہے کانِ محمدیؐ یعنی تعلیمات مشائخ میں محفوظ ہے اس گوہر

کی قدر وقیمت وہی جانتے ہیں اور نہاں خانہ دل میں محفوظ رکھتے ہیں تاکہ بادشاہ دوجہان کی پیشی کی دن کام آئے اور کمالِ جمال کُنْ لِیْ اَکُنْ لَکَ ( تو میرا ہو جا میں تیرا ہو جاؤں گا) ظاہر ہو۔ ھنیاً لارباب النّعیم نعیمھا (مبارک ہوں اربابِ نعمت کو نعمتیں)۔

---

## مکتوب ۴۴

**بجانب خواجہ جوہر۔ در بیانِ حال درویشی و ترک اہل دنیا**

حق حق حق!

المقصود ھو المقصود۔ بزرگوں نے فرمایا ہے کہ درویش کو پائے شکستہ (پاؤں ٹوٹے ہوئے) اور چشم بستہ (آنکھیں بند کئے ہوئے) ہونا چاہیئے تاکہ نہ دنیا کو دیکھے نہ اہل دنیا کے دروازے پر جائے، ہاں آخری عمر میں ضعیفی کم ہمتی اور کثرت اہل و عیال کی وجہ سے جو تھوڑا بہت قبول کرلیا جاتا ہے یہ بھی نظر بر دنیا ہے اس سے بھی گریز کرنا چاہیئے ورنہ درویش سے کچھ نصیب نہ ہوگا اور درویشوں کے زمرہ میں کیسے قدم رکھے گا اور مشائخ کو کیا منہ دکھائے گا۔ آں عزیز! نیت المومن خیرٌ من عملہ (مومن کی نیت اس کے عمل سے بہتر ہے) کے مصداق اجرِ عظیم کے مستحق ہوگئے (شاید مکتوب الیہ حضرت شیخ کے ساتھ حسن ظن کا اظہار کیا ہوگا)۔ آں عزیز! بہتر جانتے ہیں کہ نفس و شیطان کس طرح دو دشمن انسان کے بڑے ہوئے ہیں۔ اور مومن کے دل میں کس طرح وساوس پیدا کرتے ہیں۔ پس درویش کو چاہیئے کہ دنیا سے معذول ہو کر گوشہ نشینی اختیار کرے۔ تاکہ شغل حق سے حصہ ملے اس درویش کو معذور رکھیں۔ اور اس پریشانی سے نجات دیں۔ (شاید مکتوب الیہ نے اپنے خط میں حاضر خدمت ہونے کی اجازت طلب کی ہوگی جس کے جواب میں آپ احسن الفاظ میں انکار فرما رہے ہیں) اگر ملاقات مقدر میں لکھی جا چکی ہے تو ضرور واقع ہوگی۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

## مکتوب ۴۵

بجانب شیخ زادہ معروف محمد فرملی۔ در معنیٔ حدیث:

اِنَّ اللّٰہَ خَلَقَ آدَمَ عَلٰی صُورَتِہٖ

حق حق حق!

المقصود ھُوَ المقصود۔ مجھے معلوم ہوا ہے کہ آں عزیز نے حدیث نبویؐ ان اللہ خلق آدم علی صورتہٖ کے معنیٰ بعض حضرات سے دریافت کئے ہیں۔ جاننا چاہیئے کہ حق تعالیٰ نے کلامِ پاک میں فرمایا ہے:

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ يُّوْحٰى

(پیغمبر اسلام علیہ الصلاۃ والسلام اپنی خواہشِ نفس کے مطابق بات نہیں کرتے بلکہ وہی کہتے ہیں جو حق تعالیٰ سے ان پر وحی ہوتی ہے)

اِنَّ اللّٰہَ خَلَقَ آدَمَ عَلٰی صُورَتِہٖ (حق تعالیٰ نے آدم کو اپنی صورت پر پیدا کیا)

اس سے ظاہر ہے کہ عالمِ غیب صورت میں ظاہر ہوا اور صورت کو غیب کی طرف لے گیا۔ ظاہر و باطن کو کہ جس کا ظہور بطون ہے اور بطون ظہور ہے عالمِ ظہور میں کھینچ لایا حقیقت کو مجاز میں ظاہر کیا۔ اور پھر مجاز کو حقیقت میں لے گیا۔ اب جاننا چاہیئے کہ علماءِ شریعت نے اس حدیث کی یوں تاویل کی ہے کہ

اِنَّ اللّٰہَ خَلَقَ آدَمَ عَلٰی صُورَتِہٖ (یعنی آدم کو اللہ تعالیٰ نے آدم کی صورت پر پیدا فرمایا)

وہ کہتے ہیں کہ آدم حق تعالیٰ کی عجیب و غریب خلقت ہیں اور دوسری کوئی مخلوق اس مرتبے کو نہیں پہنچ سکتی۔ لہٰذا یہ حدیث آدم کی مدحت میں کہی گئی ہے۔ لیکن امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ صورت کے معنی ہیں علی صفتہٖ یعنی حق تعالےٰ نے آدم کو اپنی صفت پر پیدا کیا (یعنی جس طرح اللہ علیم ہے آدمی بھی علیم ہے جس طرح اللہ کلیم ہے آدمی بھی کلیم ہے جس طرح اللہ سمیع و بصیر ہے آدمی بھی سمیع و

بصیر ہے) لیکن یہ فقیر کہتا ہے کہ علیٰ ذاتہٖ (یعنی حق تعالیٰ نے آدم کو اپنی ذات پر پیدا کیا)۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ آدم کی صورت سے صفتِ حق کی خبر دیتے ہیں۔ یعنی آدمی سمیع و بصیر، مرید، متکلم و خبیر حکیم و قدیر مختار جیسی صفات سے حق تعالیٰ کو پہچانتا ہے۔ ایک بزرگ نے فرمایا ہے کہ:

ما الفرق بینی وبینہ الا صفتہ الوجودیہ القیامیۃ الوجود

ای وجود نا منہٗ وقیامنا بہ۔ فلیس الا ھُوَ فلا ھُوَ الا ھُوَ۔

(میرے اور اس کے یعنی حق کے درمیان کیا فرق ہے سوائے صفت الوجودیہ قائمہ کے یعنی ہمارا وجود اس سے ہے اور ہمارا قیام اس کے ساتھ ہے نہ وہ اس کے سوا ہے نہ وہ اس کے سوا)۔

اس فقیر کے نزدیک صورتِ آدم سے مُراد ذاتِ حق ہے کہ جس کی ذات محض غیب اور وجود لاریب ہے (یعنی یقینی ہے)۔ اس کے عوالم (جمع عالم) عالمِ شہادت (ظاہری دنیا) اور عالمِ غیب (بطون) ہیں۔

کذالک الحکم الآدم فانہٗ سر اللہ (اور آدم کے متعلق بھی یہ کہا گیا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کا راز ہے) اور آدم سے مُراد انسان ہے۔ یہاں کلیات سے کلام کیا گیا ہے۔ انسان کو حیوانِ ناطق بھی کہا گیا ہے۔ اور اس کی حقیقت محض غیب ہے اور اس کا وجود لاریب ہے۔ حق تعالیٰ کی طرح انسان کے لئے بھی ظہور میں عالمِ شہادت اور عالمِ غیب ہے۔ حق تعالیٰ کی طرح اس کے بھی چار عالم (جہان) ہیں۔ حق تعالیٰ کا عالمِ شہادت یہ جہان ہے۔ اور انسان کا عالمِ شہادت اس کا جسم ہے۔ عالمِ عقول ملکوت کے مقابلہ میں انسان کا عقل اور قلب ہے عالمِ امر جو کہ عرش و فرش سے ماوریٰ ہے کہ مقابل آدمی کا روح ہے۔ باقی جو عالمِ جبروت اور عالمِ لاہوت ہیں ان کے مقابل انسان کے لطائفِ ستر، خفی اور اخفیٰ ہیں۔ وَاِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ (اور تم خلق عظیم پر ہو) کی وضاحت اسی سے ہوتی ہے کیونکہ آدمی کا حکم (اخلاق) حق تعالیٰ پر ہوتا ہے۔ حق اور

انسان کی صورت عالمِ مثال ہے۔ لیکن یاد رکھو کہ یہ اعضاء صورت نہیں ہیں بلکہ اس کی صورت مشہود ہے عالمِ ظاہر ہیں نہ کہ صورتِ وجود۔

کما انّ العالم للحق تعالیٰ اِنّہٗ علیٰ کُلِّ شیءٍ شہید والعیاذ باللہ عما لا یلیق بحالہٖ۔

(جیسا کہ بے شک سارا جہان اللہ کا ہے اور وہ ہر چیز پر شاہد ہے اور جو چیز اس کی شان کے لائق نہیں اس سے اللہ کی پناہ)۔

شاید محمد مصطفیٰ علیہ السلام نے اسی وجہ سے فرمایا ہے:

مَنْ عَرَفَ نَفْسَہٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّہٗ

(جس نے اپنے نفس کو پہچانا اس نے اپنے رب کو پہچان لیا)

اے عزیز! اس بات کا خیال رکھو کہ صورت اور معنی سے باہر نکل کر حق سے پیوست ہو جاؤ۔ شاید محمد مصطفیٰ علیہ السلام نے اسی وجہ سے فرمایا:

اِنَّ اللہ جَنّۃٌ لَیْسَ فِیْھَا حُوْرٌ وَّلَا قُصُوْرٌ

(اللہ کی جنت وہ ہے جس میں نہ حوریں ہیں نہ محلات)

اور اس کے کیا معنی ہیں کہ مَافِی جَنَّۃٍ اَحَدٌ سوی اللہ (اللہ کے سوا جنت میں کچھ نہیں) اگر آئینہ میں جو کسی شخص کا عکس پڑ رہا ہے وہ عکس یہ دعوٰہ کرے کہ میں خود وہ شخص ہوں تو روا جائز ہے المومنُ مراتُ الربِّ (آدمی حق تعالیٰ کا آئینہ ہے) اور قلبُ المومنُ عرش اللہِ تعالیٰ (مومن کا قلب اللہ تعالیٰ کا عرش ہے) لیکن اس کے لئے چشم بینا چاہیئے۔

بیت ؎

نہ انتظارِ لقائش بود حسین گہے
کہ در مقابل چشمش ہمیشہ صورت اوست

(حسین نام شاعر کہتا ہے کہ مجھے اس کے لِقائیعنی دیدار کا کبھی انتظار نہیں ہوتا کیونکہ میری آنکھوں کے سامنے ہر وقت اس کی صورت ہے)

یعنی اس عالم کو خوب اچھی طرح پہچاننا چاہیئے اور اس سے آگے گذر جانا چاہیئے تاکہ حقیقت سے آگاہی حاصل ہو۔ ورنہ ہم اور حیوان اور جمادات سب برابر ہیں۔ روایت ہے کہ ایک دفعہ ایک درویش کو کسی بادشاہ سے ملنے کا اتفاق ہوا۔ بادشاہ نے پوچھا کیا حال ہے درویش نے کہا یہ زمین و آسمان ایک سربستہ دیگ ہے۔ یہ ہوا اللہ تعالٰے کا کف گیر ہے۔ یہ آفتاب اس دیگ کے لئے آگ ہے اور رات دن جنہیں قرآن مجید میں تلک الایام نداولہا بین الناس اس آگ کے لئے ایندھن ہیں۔ اور یہ کئی ہزار موجودات گوناگوں جو تم دیکھتے ہو سب اس دیگ میں جلتے رہتے ہیں اور فنا ہوتے رہتے ہیں۔ اب اے بادشاہ ہوش کر تاکہ تو اس دیگ کے اندر نہ جل جائے اور ضائع نہ ہو جائے۔

اَفَحَسِبْتُمْ اِنَّمَا خَلَقْنَاکُمْ عَبَثاً وَّ اَنَّکُمْ اِلَیْنَا لَاتُرْجَعُوْنَ

(کیا تم نے خیال کر رکھا ہے کہ جو کچھ ہم نے پیدا کیا ہے بے کار ہے تحقیق تم نے ہمارے پاس لوٹ کر آنا ہے)

اس کا تعلق دل سے ہے۔ والسلام

---

## مکتوب ۴۶

### بجانب شیخ زادہ معروف محمد فرملی۔

### در بیانِ حیرت عارفان

حق حق حق!

المقصود ھوالمقصود۔

آپ کا خط ملا۔ خط لانے والے سے معلوم ہوا کہ آپ کا ذہن معرفت کے میدان میں خوب

جولانی کر رہا ہے لیکن اس میدان بعض مشکلات پیدا ہوگئی ہیں ہاں عارف کے لئے معرفت کی ترقی میں حیرت در حیرت ہے اور معروف (مکتوب الیہ) کو اس سے غیرت در غیرت ہے۔ واللہ غیورٌ وَمَنْ غیرتہ حَرّمَ الفواحش (اللہ تعالےٰ غیور ہے اور غیرت کی وجہ سے فواحش (جمع فحش، کو حرام کر دیا ہے) تاکہ حرم میں نامحرم داخل ہو سکے۔ اور نہ نامحرم محرم نہ بن سکے۔ اگرچہ محرم اور نامحرم کی اصل حقیقت میں ایک ہے :

وَلَا تعدد فی الحقیقتِ وانما ھو خیالٌ ومثالٌ فی مثال

(اور حقیقت میں کوئی تعدد یعنی گنتی نہیں ہے۔ تحقیق یہ تعدد خیالی اور مثالی ہے عالم مثال کےلئے)

لیکن آسمانِ الوہیت سے بشریت کی غیرات میں یعنی مختلف المزاج و مختلف الطبع ہونے کی ہزاروں قسم کی تجلیات کا نزول ہوتا رہتا ہے اور ہزاروں قسم کی نباتات یعنی وجودات بشریہ کا ظہور ہوتا رہتا ہے۔ فھم من فھم وعرف من عرف (سمجھ گیا جو سمجھ گیا اور جان گیا جو جان گیا) جب مشاہدہ حاصل ہو جاتا ہے تو سب پردے اٹھ جاتے ہیں۔

---

## مکتوب ۴۷

**بجانب خواص خان۔ در مستوری اولیاء**

حق حق حق!

واضح باد کہ دنیا میں ایسے لوگ ہیں جو اہل معرفت اور اہل حق کی قدر جانتے ہیں اور ان کی خدمت کے لئے کمر بستہ رہتے ہیں۔ زمین ان کے لئے فرش اور آسمان چتر ہے۔ اولیا اللہ اور عارفان حق آج غیرت و عظمت کے پردوں میں اس طرح چھپے ہوئے ہیں کہ جبرئیل اور میکائیل کو بھی علم نہیں۔ اولیائی تحت قبائی لَا یَعْرِفُھُمْ غیری (میرے اولیا میری قبا کے نیچے ہیں انھیں میرے سوا

کوئی نہیں جانتا) لیکن حق تعالےٰ نے کمال حکمت سے اُن کے اسرارِ الوہیت کو لباس بشری میں ظاہر فرمایا ہے:

اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ (میں تمھاری طرح ایک بشر ہوں)

کا اُسی طرف اشارہ ہے۔ حق تعالیٰ ان کو بشری شکل میں پیدا کر کے خوراک، مسکن اور لباس کا محتاج بنا دیا تاکہ جو سعید ازلی ہیں ان کی خدمت میں جائیں اور مراد حاصل کریں۔ کیونکہ مَنْ اَحَبَّ قَوْمًا حُشِرَ مَعَهُمْ (جو شخص جس قوم سے محبت کرتا ہے اس کا حشر اُسی قوم سے ہوگا)۔

---

## مکتوب ۴۸

بجانب خواص خاں۔ دربیان معرفت و عبادت

حق حق حق!

بیت ؎
حکیماں کہ دور اندیش بودند
دوائے خلق دردِ خویش بودند

(وہ حکیم یا طبیب جو دُور اندیش ہوتے ہیں خلق کی بہبودی کا درد اپنے دل میں رکھتے ہیں)

عزیز من! آدمی کی صحِ کار (کامیابی) کا انحصار دو چیزوں پر ہے۔ ایک صدق و خلاص سے حق تعالیٰ کی معرفت و عبادت، دوسرے خلق خدا کی خدمت۔ لِاَمْرِ اللّٰہِ وَالشَّفَقَۃُ عَلٰی خَلْقِ اللّٰہِ (زندگی ان دو چیزوں میں صرف کرنی چاہیئے اللہ کی عبادت اور خلق کی خدمت) سے یہی مراد ہے۔ خاص طور پر اہل حق کی خدمت کا بڑا درجہ ہے اور دونوں جہانوں کی سعادت کا موجب ہے۔ جس شخص نے عارفانِ حق کی مُراد کو پہنچا۔ اور مَنْ اَحَبَّ قَوْمًا حُشِرَ مَعَهُمْ کا تاج پہنا۔ سعید لوگوں کا کام یہ ہے کہ ہمیشہ دونوں جہانوں کی سعادت کے حصول میں کوشاں رہتے ہیں! اور

آج یہ سعادت آپ جیسے بلند ہمت کو حاصل ہے۔ الحمد للہِ علیٰ ذالک۔ خدا نہ کرے آپ جیسے عارفین حق کو جاننے پہچاننے والوں کی ہمت میں ضعف ہو۔ عزیز من!

ماخلق ابن آدم الا لمعرفۃِ اللہ وَمَا سکن فی الارض الا لعبادۃ اللہِ

(آدمی کو نہیں پیدا کیا گیا سوائے حصول معرفت حق کے عبادت حق کے)۔

اور یہ دولت صحبتِ اولیاءِ کرام سے منسوب ہے۔ خدا جسے یہ دولت نصیب کرے۔

بیت ؎ محرم دولت نبود ہر سرے
بار مسیحا نکشد ہر خرے

(ہر شخص اس دولت کو حاصل نہیں کر سکتا اور ہر گدھا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا بوجھ نہیں اٹھا سکتا)

کسی کو یہ دولت بغیر مانگے مل جاتی ہے اور کسی کو ہزار کوشش اور گریہ و زاری کے باوجود نہیں ملتی۔ سچ ہے کہ ہر پتھر گوہر نہیں بن سکتا۔

بیت ؎ پرتوِ خورشید عشق بر ہمہ تابد ولیک
سنگ بیک نوع نیست تا ہمہ گوہر شود

(آفتاب کی روشنی سب پتھروں پر پڑتی ہے لیکن سب پتھر ایک جیسے نہیں ہوتے کہ سب گوہر بن جائیں)

بیت ؎ من مے جویم و دیگراں مے جویند
تا دوست کرا خواہد و میلش بکدام است

(میں بھی تلاش کر رہا ہوں اور لوگ بھی تلاش کر رہے ہیں معلوم نہیں دوست کسے چاہتا ہے اور کسے بامراد کرتا ہے)۔

---

## مکتوب ۴۹

**بجانب خواص خان۔ دربیان حکم باعمال واعتبار محبت دل**

حق حق حق!

آپ کا خط ملا، بہت فرحت حاصل ہوئی۔ اگرچہ عاقبت کی خبر نہیں لیکن سعادت اور شقاوت (نیکی اور بدبختی) کی علامت ہمت و محبت سے محکم ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ:

اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ (آدمی کا حشر اسی کے ساتھ ہوگا جس سے اُسے محبت ہے)

اور یہ بات ظاہری اعمال سے نظر آجاتی ہے۔ اِعْمَلُوْا فَكُلٌّ مُيَسَّرٌ لِمَا خلق لہٗ

مصطفےٰ علیہ السلام نے اس جگہ فرمایا ہے:

اَلنَّاسُ مَعَادِنُ كَمَعَادِنِ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ

(آدمی بھی کانیں ہیں سونے اور چاندی کی کانوں کی طرح)

یعنی جس طرح حق تعالےٰ نے اپنی قدرت سے کانوں میں سونا بھر دیا ہے اسی طرح اپنی قدرت کاملہ سے لوگوں کے اندر بھی جوہر سعادت پیدا کر دیا۔ اور انسان کی آفرینش سے یہی مقصود ہے یعنی جوھر المعرفت فی معدنِ الانسانیہ (معرفت کا جوہر انسانی کان کے اندر) نیز حق تعالےٰ فرماتے ہیں:

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنَ

(ہم نے پیدا کیا جن اور انسان کو سوائے عبادت کے یعنی سوائے معرفت کے)

اور اس کا ظہور جدوجہد اور ہمت اور محبت پر منحصر ہے۔ قِيْمَةُ الْمَرْءِ هِمَّتُهٗ (آدمی کی قیمت ہمت ہے) یعنی جو شخص کام کر گیا سعادت حاصل کر گیا اور جس نے غفلت کی نحوست اور خسارت میں غرق ہوا۔ یہی وجہ ہے کہ ایک عارف نے رو کر کہا ہے ؎

اے دریغا جان و تن در باختم — قیمتِ جان ذرہ نشناختم

(صد افسوس! جان و تن گنوا دیا۔ لیکن جان کی قیمت ذرہ بھر نہ پہچانی)

تشنہ مے بریم در طوفان ہمہ — زانکہ آب از چشمۂ حیواں ہمہ

(طوفان کے اندر پیاسے ہم رہے ہیں اس وجہ سے کہ آبِ حیات کے چشمہ تک رسائی نہیں ہوئی)

تشنہ از دریا جدائی میکنم — بر سرِ گنجے گدائی مے کنم

(دریا سے پیاسا واپس جا رہا ہوں۔ اور خزانے پر بیٹھے ہوئے گدائی کر رہا ہوں یعنی خزانے کے باوجود گداگری کر رہا ہوں۔ مطلب یہ کہ خزانہ موجود تھا اس سے فائدہ نہ اٹھایا)

یعنی رحمت کے دروازے کھلے ہیں اور قسم قسم کی نعمتیں موجود ہیں ابرکرم کی بارش ہو رہی ہے تاکہ نیک بخت اور سعید اسے طلب کریں۔

سب سے پہلے طلب یعنی نیت دل میں پیدا کرنی چاہیئے۔ الاعمال بالنیات (اعمال کا انحصار نیت پر ہے) اس کے بعد کسی صدیق کی خدمت میں حاضر ہونا چاہیئے۔ کلام پاک میں حکم ہے:

كُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ (صدیقین کی صحبت اختیار کرو)

اس میں حکمت یہ ہے کہ بادشاہ کے دربار میں خاصانِ حق کی مصاحبت اور استعانت کے بغیر رسائی دشوار ہے چنانچہ پہلے صدیق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے بعد آپ کے خلفاء ہیں۔ کیونکہ وَمِمَّنْ خَلَقْنَا أُمَّةٌ يَهْدُوْنَ بِالْحَقِّ وَبِهٖ يَعْدِلُوْنَ (اور ہم نے جماعت پیدا کی جو حق کی ہدایت دیتی ہے اور حق کے ساتھ فیصلہ کرتی ہے) جب تک یہ جہان باقی ہے مردانِ خدا باقی ہیں اور کارِ خدا میں لگے ہوتے ہیں۔ ان کی زبانیں ذکرِ حق سے تر ہیں، اعضاء عبادت حق میں مشغول ہیں اور دل مشاہدہ حق میں مستغرق ہیں۔ اس لئے سب کچھ ان کے قدموں پر قربان کر دینا چاہیئے۔ اور صادق کو مخلص بن جانا چاہیئے تاکہ اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (اللہ آسمانوں اور زمین کا نور ہے) کے جمالِ باکمال سے اِن حضرات کی نظرِ شفقت کے صدقے بہرہ مند ہو۔ اور سعادت ابدی

حاصل ہو۔

بیت ؎ جمالِ ہم نشین در من اثر کرد
وگرنہ من ہماں خاکم کہ ہستم

(ہم نشیں کے حسن و جمال نے مجھے سونا بنا دیا ورنہ میں تو وہی خاک تھا)

سبحان اللہ! گوش ہوش سے سننا چاہیئے۔

دنیا کی کوئی قدر و قیمت نہیں اور فنا کے سوا اس سے کچھ حاصل نہیں۔ اور امانت ہمارے ہاتھ میں ہے۔ وَلِلّٰہِ مِیْرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (اللہ کے لئے ہے میراث آسمانوں اور زمین کی) دنیا کو طلب حق میں اور محبانِ حق پر خرچ کرنا چاہیئے۔ تاکہ آخرت کے لئے زادِ راہ بنے۔ اور حق تعالیٰ اور محبانِ حق کی محبت کے حصول کا ذریعہ ہو۔ فنعما ھی الحمد للہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کہ اس دولت و نعمت کے آثار آں عزیز کے چہرے سے روشن ہیں بر حکمِ تَعْرِفُ فِیْ وُجُوْھِھِمْ نضرۃ النعیم (ان کے چہروں سے نعمت کے آثار ظاہر ہیں) اور سِیْمَاھُمْ فِیْ وُجُوْھِھِمْ مِنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ (اور کثرتِ سجود سے ان کی پیشانیوں پر نشان پڑ گئے ہیں) سے چہرہ منور ہے۔

والسلام

---

## مکتوب ۵۰

بجانب عزیزے۔ در فائدہ شکر

حق حق حق!

آپ کا خط ملا۔ حال معلوم ہوا اور بہت فرحت حاصل ہوئی۔ بیشک دوستانِ حق اور سعیدانِ مطلق سے یہی مناسب ہے اور اس سے درجات میں بہت ترقی ہوتی ہے۔ کیونکہ حق تعالےٰ کا

شکر ادا کرنا بڑی نعمت ہے۔ حق تعالیٰ فرماتے ہیں :

لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ (اگر تم نعمت کا شکر ادا کرو تو ہم زیادہ دیتے ہیں

حَتّٰى يَتَرَقّٰى اِلٰى اَنْ يَصِلَ اِلَى القربِ الَّذِى يَسْتَحِقُّ السلام فيه

من الله سلام عليكم طِبْتُمْ فَادْخُلُوْهَا خالدين۔

(حتیٰ کہ ترقی کرتے کرتے قربِ حق میں پہنچ جائے اور دربارِ معلی میں سلام کا مستحق ہو جائے اور یہ خطاب ہو کر سلامتی ہو تم پر۔ خوش رہو اور ہمیشہ کے لئے جنت میں داخل ہو جائیے)

چاہیئے کہ ساری ہمت طلبِ حق میں صرف کر دینی چاہیئے۔ اور کونین کی تمام نعمتوں کو وصولِ حق (واصل بالحق ہونے) کا ذریعہ بنانا چاہیئے۔ ذَالِكَ فَضْلُ اللهِ وَاللهُ ذُوالْفَضْلِ الْعَظِيْم۔ (یہ اللہ کا فضل ہے اور اللہ بڑا فضل کرنے والا ہے)۔ وَالسَّلام

---

## مکتوب ۵۱

**بجانب مولانا نصر اللہ دیپال پوری۔ در اسرارِ عشق کے رموز میں**

حق حق حق!

اعیانِ ممکنات (یعنی کائنات کی سب چیزیں) ظہور سے پہلے عشق کے عین، شوق کے شین اور قربت کے ق اور صفا کے الف، میم کے آلام (مصائب) اور میم کے بھید سے سربستہ تھے حتیٰ کہ مطلعِ قدس سے آفتابِ عشق برج جوزا میں مقامِ جمال سے اپنی تابانی سے طلوع ہوا۔ فلک کو چھت اور زمین کو فرش بنا کر شاہ عالم (دنیا کے بادشاہ) کو قدم (ابد) سے وجود میں لایا گیا۔ ہر طرف سے نصرت ہوائیں اور رحمت کے بادل محبت کے ملک سے نمودار ہوئے اور جوہرِ معرفت جس کا دوسرا نام نورِ عشق ہے اس کا تاج۔ فَقَعُوْا لَهٗ سَاجِدِيْنَ (سب اس کے لئے سجدہ میں گر گئے)

اور ملائک اس دبدبۂ شاہی سے آگاہ ہوئے۔ اور سب اس کی فرمانبرداری میں کمر بستہ ہوئے:
یُسَبِّحُ لَهٗ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (آسمان کی ہر چیز اس کی تسبیح بیان کرتی ہے)
سے شاید یہی اشارہ ہے۔ فهم من فهم (سمجھا جس نے سمجھا)[1]

---

## مکتوب ۵۲

بجانب شیخ الہداد صالح دانشمند سرہندی۔ دربیان رعایت سخن حق
اس خط کی عبارت نہایت ادق ہے سمجھ میں نہیں آسکی

---

## مکتوب ۵۳

بجانب شیخ زادہ حماد فرملی۔ دربیان ترک دُنیا۔

حق حق حق!

المقصود آنکہ، حضرت نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے:
الدنیا مزرعة الاخرة وانما الزراعة فیها لاخرة بترکها فان ترک الدنیا راس کل عبادة فالزهد فیها للعبادة کالارض للعمارة فلابد من ترکها لطلاب آخرة۔ (دنیا آخرت کی کھیتی ہے اور آخرت کی کھیتی ترک ہے

---

[1] ۱۔ برج جوزا کی صورت چونکہ انسانی ہے اس سے مُراد حقیقتِ انسانیہ ہے۔

کیونکہ ترک دنیا تمام عبادت کی جڑ ہے اور زہد مثل اراضی کے سیلے ہے جس پر عمارت تعمیر کی جاتی ہے اور آخرت کے طالب کو ترک کے سوا چارہ نہیں۔

ترکِ دنیا کے دو طریقے ہیں ایک مشکل دوسرا آسان۔ مشکل طریقہ یہ ہے کہ مال و دولت، گھر بار، اہل و اطفال سے قطع تعلق کر کے تجرید اختیار کرے۔ اور جان کی بازی لگا دے۔ آسان طریقہ یہ ہے کہ مال کو راہِ حق اور لوگوں کی دلجوئی میں خرچ کرے۔ چنانچہ یہ دنیا نقصان نہیں دیتی۔ بلکہ اعلیٰ درجات پر پہنچاتی ہے:

مَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْۢبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِيْ كُلِّ سُنْۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَآءُ

وہ لوگ جو اپنے اموال فی سبیل اللہ خرچ کرتے ہیں ان کی مثال اس بیج کی ہے جس سے سات خوشے نکلتے ہیں اور ہر خوشے سے سو دانے برآمد ہوئے۔ اللہ بڑھاتا ہے جسے چاہے۔

اور اس سب کا تعلق دل سے ہے۔ یحشر الناس یوم القیامۃ علی نیاتھم ای علیٰ ما قلوبھم (لوگوں کو قیامت کے دن ان کی نیات پر یعنی جو کچھ ان کے دلوں میں ہے اس پر اٹھایا جائے گا) کا مطلب یہی ہے۔ پس دل کا فکر کرنا چاہیئے اور دل کو غیر اللہ سے نہیں لگانا چاہیئے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ دلوں کو دیکھتے ہیں نہ کہ جسم کو تم بھی نظر دل پر رکھو اور اس سے مراد عالم غیب ہے لیکن جسم کا تعلق خاک سے اور خاک افلاک سے دور ہے۔ روح ملکِ غیب ہے اور ملک سے ہے:

وَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلًا فَمَا اَنْتُمْ مِّنْهُ اِلَّا قَلِيْلًا

(اور تم علم قلیل دیئے گئے ہو پس تم قلیل ہو)۔

پس دل کی دنیا پر ہاتھ مار اور دل کے بغیر سب کچھ بے کار سمجھ۔ وَ اِنَّهُمْ مُّلٰقُوْا رَبِّهِمْ (وہ اپنے رب سے ملاقات کریں گے) کا تعلق بھی دل سے ہے لہٰذا قلب میں جو کچھ ہے اس کی حفاظت

کرو اور حق تعالیٰ کے اسرار و انوار قلب کے خزانے میں تلاش کرو۔

بیت ؎ عالمِ دل عالمے است ہر دو جہاں اندرو
کیست کہ ہر دم کند ہم تماشائے دل

(دل کا جہان وہ جہان ہے کہ جس کے اندر دونوں جہاں ہیں۔ کون ہے جو ہر وقت دل کا تماشا کرتا رہتا ہے۔)

پس جو سعادت اور جو دولت تھی اہلِ دل لے گئے اور جن لوگوں نے اہلِ دل کا دامن تھام لیا اور ہمت واستقلال سے ان کے ساتھ وابستہ رہے وہ بھی ان کے زمرہ (گروہ) میں شامل ہو گئے۔ مَنْ اَحَبَّ قَوْمًا حُشِرَ مَعَھُمْ (جس نے کسی قوم سے محبت کی اسی قوم کے ساتھ اس کا حشر ہوگا)۔

---

## مکتوب ۵۴

**بجانب شیخ علیم الدین تھانیسری۔ دربیان مکر و فریبِ دنیا۔**

حق حق حق!

المقصود دنیائے مکار و غدار ہر وقت سو خاوند کھڑے کرتے ہیں اور ہر لحظہ ہزار قسم کے مصائب پیدا کرتی ہے۔ انبیاء اور اولیاء کی جانیں ہمیشہ دنیا کے ہاتھوں خون کے گھونٹ نوش کرتی رہی ہیں۔ دنیا کے جادو کا سمندر ہمیشہ تلاطم میں رہتا ہے اور کوئی مومن دنیا میں کبھی چین سے نہیں بیٹھ سکتا۔ خاص طور پر عاشقانِ الٰہی جو ہمیشہ محبت کے میدان میں حیران و پریشان رہتے ہیں۔ کسی نے خوب کہا ہے ؎

ہر بلا کہ ایں قوم را حق دادہ است
زیرِ آں گنجِ کرم نہادہ است!

(جو بلا و مصیبت حق تعالےٰ اس طائفہ پر نازل کرتا ہے اس کے نیچے لطف و کرم کا خزانہ بھی پنہاں ہوتا ہے)۔

لیکن اہل دل اس خیال میں مست رہتے ہیں کہ آخر یہ دنیا گذر جائے گی۔ چنانچہ ہر لحظہ وہ زادِ راہ فراہم کرنے اور رضائے حق حاصل کرنے میں کوشاں رہتے ہیں۔ یہ ہے دنیا اور یہ ہے اہلِ حق کا طریق۔ دعا ہے کہ حق تعالےٰ اپنے فضل و کرم سے ہمیں اپنے راستے میں ثابت قدم رکھے۔

---

## مکتوب ۵۵

بجانب بایزید صوفی۔ ایک خط کے جواب میں جس میں انھوں نے ذات اور فقر کے متعلق سوال کیا اور اس حدیث کے معنی دریافت کئے یَا لَیْتَ رَبَّ مُحَمَّدٍ لَمْ یَخْلُقْ مُحَمَّدًا (کاش محمّد کا رب محمّد کو پیدا نہ کرتا)۔

حق حق حق!

بعد حمدِ احدیت ثنائے صمدیت اور درودِ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم..... واضح ہو کہ آپ کا خط ملا۔ ہاں اسی طرح بلند ہمت اور بلند خیال ہونا چاہیئے۔ ؎

بیت ؎ چنگ در حضرت خدا زدہٗ
ہر چہ آں نیست پشتِ پائے زدہٗ

(تم نے حضرت حق کے دامن میں ہاتھ ڈالا ہوا ہے اور غیر حق پر لات مار دی ہے)

عزیز من! تم نے جس چیز کے متعلق دریافت کیا ہے وہ کونین کا سرِّ مکنون (چھپا راز) ہے اب جاننا چاہیئے کہ ذات ہستی مطلق ہے جو اطلاق میں اطلاق سے باہر ہے۔ بے نام و نشان ہے۔

بے وصف اور بے زباں ہے۔ نہ اس کی کوئی حد ہے نہ حساب۔ نہ اوّل ہے نہ آخر۔ نہ ظاہر ہے نہ باطن۔ نہ مجمل ہے نہ مفصل۔ نہ وسم ہے نہ رسم (وسم بمعنی نشان۔ داغ) نہ عبارت ہے نہ اشارت۔ نہ ہار ہے نہ ہُو۔ نہ گفت ہے نہ گو۔ نہ یہ ہے نہ وہ۔ ''ہمہ اوست'' لَا ھُوَ اِلَّا ھُوْ۔ فَھُوَ ھُوْ۔ اِنَّمَا ھُوَھُو۔ فَلَا ھُوَھُوُ اِلَّا ھُوْ ھُوْبَلَا ھُوْھُوْ۔ زہے اشکالِ ہُوّیت! زہے مشکلاتِ احدیت! ذاتِ حق اسماؤ صفات سے منزہ ہے نہ ان کی نہایت ہے نہ غایت۔ اسی وجہ سے محمد مصطفےٰ علیہ السلام نے فرمایا ہے:

لَا اُحْصِیْ ثَنَاءً عَلَیْكَ اَنْتَ كَمَا اَثْنَیْتَ عَلٰی نَفْسِكَ

(میں تیری حمد بیان کرنے سے عاجز ہوں تو ایسا ہے جیسا کہ تو نے اپنی حمد آپ کی ہے)

یعنی جو کچھ میں کہتا ہوں اور بیان کرتا ہوں وہ میری ہستی کے مطابق ہے۔ میرے شایان ہے میرا کلام ہے، میرا مقام ہے۔ میرا زماں ہے۔ میری زباں ہے تیری بلندی کے مطابق ہرگز نہیں ہے جیسا تو ہے تو ہی جانتا ہے ہمیں اس کا علم نہیں۔ تیری حمد و ثنا سے ہمارے منہ بند ہیں اور زبانیں گنگ ہیں، ہمیں بس بتلایا گیا ہے کہ:

قل ادعو اللہ او ادعو الرحمٰن ایاما تدعوا فلہ الاسماء الحسنٰی

(کہہ دو کہ اللہ ہی کو پکارو یا رحمٰن کو جیسے پکارو اس کے اسمائے حسنیٰ بہت ہیں)

اصل میں دو اسم ہیں ایک اسم اعظم ذاتِ خاص دوسرا اسم اعظم صفات۔ جس کی رحمت ہے عرش سے فرش تک۔ سب کاموں کا انتظام اسی سے ہے اور سب کو آرام اسی میں ہے۔ سب کی پناہ اور سب کی راہ ہے۔ سب اُسی کو چاہتے ہیں اور سب کو وہی چاہتا ہے۔ سب اسی کو ڈھونڈتے ہیں اور سب کو وہی ڈھونڈتا ہے۔ سب کو امید و نوید اسی سے ہے۔ تو اسے جس نام سے پکارے وہ بے نام اور بے نشان ہے۔ اس کا نام سبحان ہے۔ ہر شخص بلکہ ہر چیز اُسے ہر نام سے پکارتی ہے۔ ہر نام سے جانتی ہے، حق تعالیٰ بھی ہر شخص کو ہر نام سے بُلاتا ہے ہر نام سے دیکھتا ہے ہر نام سے چاہتا ہے ہر پر نظر رکھتا ہے ہر پر گذر رکھتا ہے اور ہر ایک کی خبر رکھتا ہے۔ جس نام سے تو اسے پکارے

جواب دیتا ہے۔ اُدْعُوْنِی اَسْتَجِبْ لَکُم سبحان اللہ (جس نام سے تو اسے پکارے جواب دیتا ہے اللہ کی ذات پاک ہے) یہ کیا راز ہے کہ پکارنے کے ساتھ جواب دینے کا ذکر ہے کسی نے کیا خوب کہا ہے: ؎

بحقِ آنکہ او نامے ندارد بہر نامے کہ خوانی سر برارد

(شروع کرتا ہوں اس کے نام سے جو نام نہیں رکھتا لیکن جس نام سے تو اُسے پکارے جواب دیتا ہے)

اور یہی معنی ہیں ذات کے صفات میں ظاہر ہونے کے۔ یعنی ذات کی ہر صفت کا ایک تعین ہے (ظاہری شکل ہے) اگر تعین نہ ہو تو ذات لاتعین یعنی خالص ذات (ذات بحت) رہ جاتی ہے۔ یہ جو کہا جاتا کہ ذات پوشیدہ ہے صفات کے پردہ میں اس سے یہی مُراد ہے۔ مثلاً آتش کی ذات بھی ہے اور صفات بھی۔ دراصل آتش کی ذات بے نام و نشان ہے۔ اگر آتش ظاہر ہے تو اپنے جلانے کی صفت سے ظاہر ہے فَہِمَ مَنْ فَہِمْ (سمجھا جو سمجھا)۔ یہ جو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ:

؟ اِنِّیْ آنَسْتُ نَارًا (بے شک میں نے آگ دیکھی)

اس سے یہی مُراد ہے۔ عزیز من! فقیر اس عزت کا نام ہے جس کا فخر حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہے۔ (اس میں اشارہ ہے حدیث پاک کی طرف کہ الفقر فخری یعنی فقر میرا فخر ہے) فقر کی حقیقت کمال استغنا ہے (یعنی تمام کائنات سے مستغنی ہونا اور کسی سے کچھ طلب یا مراد نہ رکھنا بجز اللہ کے) وَالْمُسْتَغْنِی ھُوَاللہ اور اِذَا تَمَّ الْفَقْرُ ھُوَاللہ (استغنیٰ کامل جب حاصل ہوتا ہے بس اللہ۔ اور (جب فقر انتہا کو پہنچتا ہے تو اللہ ہی اللہ رہ جاتا ہے)

بیت ؎ برہنگان حقیقت بہ نیم جو نخرند
قبائے اطلس آنکہ از ہنر عاریست

(حقیقت کے ننگے یعنی جو حجابات کے ظہور سے گذر کر عریانی کے بطون تک پہنچ چکے ہیں وہ

اطلس کے قبا کو اس شخص سے نہیں خریدتے جو ہنر سے عاری ہے یعنی جو فقر سے معرّا ہے۔)

وَلَا هُوَ تعين من تعينات القدمَ المحضِ والوجود البحتِ فليسَ الاحدِ

اِذا تمّ الفقر فهو الله

(نہیں ہے وہ بجز تعینات قدم محض میں سے ایک تعین اور وجود بحت۔ اس کے سوا کوئی نہیں کہ جب فقر کی تکمیل ہوتی ہے اللہ ہی اللہ ہوتا ہے)۔

لیکن اس سے واضح تر بات یہ ہے کہ فقر کے دو رُخ ہیں۔ فنا اور بقا۔ جو غیر ہے غیرت سے فنا ہو جاتا ہے اور جو عین ہے جمال حق نکھرتا ہے اور نشان حق سے ظاہر ہوتا ہے۔ اس سے زیادہ واضح بات یہ ہے کہ فقر کمال کو پہنچ کر کمال سے ملا رہتا ہے (یعنی واصل حق کرتا ہے) اور فقیر غیر سے بیگانہ کرتا ہے۔

اَلْفَقِیْرُ هُوَ الله اس سے واضح تر بات یہ ہے کہ جب فقر فقیر اتمام کو پہنچتا ہے اور متخلق حق تو حق کا نشان اس سے ظاہر ہو جاتا ہے۔ اذا تمّ الفقر فهو الله کا ظہور ہوتا ہے۔ منصورؒ کا انا الحق اور بایزیدؒ کا نعرۂ سبحانی ما اعظم شانی اسی مقام سے تھا۔ کیونکہ جب آئینہ اچھی طرح صاف ہو جاتا ہے اور آفتاب کے جمال کے عکس کے قابل ہو جاتا ہے تو اس سے آفتاب ظاہر ہوتا ہے لہٰذا دعوئے آفتاب اس کو درست آتا ہے۔

عزیز من! حدیث:

يَا لَيْتَ رَبَّ مُحَمَّدٍ لَمْ يَخْلُقْ مُحَمَّدًا (کاش محمد کا رب محمدؐ کو پیدا نہ کرتا)

نمکِ زارِ حقیقت ہے جو پاک و ناپاک چیز وہاں تک پہنچتی ہے اس کی کیمیا گری سے پاک و مصفا ہو جاتی ہے۔ حضرت عین القضاۃ ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس حالت کو جاننا چاہیئے جس میں مصطفےٰ علیہ السلام نے فرمایا: یالیت رب محمدٍ لم یخلق محمداً۔ یہاں بہت حالات اور بیشمار مقامات ہیں۔ اور ہر مقام اپنی حقیقت کے مطابق ظاہر ہوتا ہے۔ کیونکہ تو اند بود (ممکن ہے) کہ در مقامِ غیرت گفتہ باشد کہ چوں سر از عدمِ محض بر آوردہ ہژدہ ہزار عالم در وجود آمد مطلوبے پوشیدہ درشت کہ در طلب آں در وجود آمد ہر وجودے را در طلب آں یافت سرِ پوشیدہ بیروں افتاد و راز

در بازار آشکارا شد به غیرت نعرہ برآوردہ یالیت رب محمداً لم یخلق محمداً ۔ (ممکن ہے کہ غیرت کے مقام میں فرمایا ہو کیونکہ جب عدم محض سے سر اٹھایا اٹھارہ ہزار عالم وجود میں آئے ۔ مطلوب پوشیدہ رکھا ۔

پوشیدہ راز افشا ہوگیا اور سر بازار ظاہر ہوا ۔ چنانچہ غیرت میں آکر نعرہ لگایا ۔ یالیت رب محمداً ۔ ۔ ۔ ۔ )

یہ بھی ہوسکتا ہے کہ یہ جہان آپ کے وجود کے طفیل وجود میں آیا ہے اور کفر و شرک اور دوئی سب اس میں موجود ہے ۔ جب آپ کی نظر اس پر پڑی اُسے وحدہ لا شریك له کہنا درسب نہ آیا چنانچہ نعرہ مارا یالیت رب محمداً ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ جب مقام محبوبیت سے مقام محبت تنزل فرمایا نفس کل اور عقل کل جو آپ کے ہمراہ تھے اس سے اگرچہ عین تھا غیر نظر آیا ۔ انہ لیغان علی قلبی فاستغفر الله فی کل یوم و لیلة سبعین مرة (قلب پر غنودگی کی وجہ سے میں دن رات میں اللہ سے ستّر دفعہ مغفرت مانگتا ہوں) ۔ لہٰذا اس استغفار کی کیفیت میں آپ سے نعرہ سرزد ہوجاتا ہے یالیت ابی محمداً ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اگرچہ حق تعالیٰ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف فرماتے تھے اور انك لعلیٰ خُلُقٍ عَظِیْم ( آپ خلق عظیم کے مالک ہیں) اور والضحیٰ واللّیل اذا سجیٰ ، طٰهٰ اور یٰسین کی بشارت دیتے تھے لیکن آپ اپنے وجود کی دیوار کو حق تعالےٰ اور اپنے درمیان حجاب سمجھتے تھے اور نعرہ مارتے تھے کہ یَالیت رب محمداً ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ " یہ بھی ممکن ہے کہ اگرچہ آپ سب سے زیادہ برگزیدہ تھے اور سب مُرادیں آپ کو حاصل تھیں حتیٰ بمصداق کنت له سمعاً و بصراً و یداً و لساناً ( اللہ تعالیٰ کی سمع بصر ہاتھ اور زبان آپ کے سمع بصر ہاتھ اور زبان تھے ) لیکن کمال عشق و کمال طلب کے مقام پر ہوتے ہوئے آپ مزید دستِ طلب دراز کرتے تھے اور کنگرۂ قدس لم یزل ولا یزال پر ہاتھ مارتے ہوئے فرماتے تھے " یالیت محمداً لم یخلق محمداً " ۔ اس وقت حسب حال جو کچھ سمجھ میں آیا ۔ یا لیتَ محمداً ۔ ۔ ۔ کے متعلق لکھا گیا ۔

در شانِ ذات ، در کسوتِ صفات ، در عزِّ فقر ، در شور یالیت رب محمداً لَمْ یَخلق

محمدؐ گم و محو گشت (یہ جملہ معلوم نہیں حضرت شیخ نے اپنے یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق لکھا ہے کہ ذات کی شان، صفات کے لباس، فقر کی عزت اور یا لیت رب محمدؐ کے شور میں گم اور محو ہو گئے)۔

بیت ؎ رسیدم من بدریائے کہ موجش آدمی خوار است
نہ کشتی اندراں دریا نہ ملاحے عجب کار است

(میں دریا پر پہنچا کہ جس کی موجیں آدم خوار ہیں نہ اس میں کشتی ہے نہ ملاح عجب حیرت کا مقام ہے)

اِنَّکَ لَفِی ضَلَالِکَ الْقَدِیْمُ (تم قدیم گمراہی میں ہو) ایک قید ہے جس کی فریاد "یَالَیْتَ رَبِّ محمدٌ الَمْ یخلق محمدًا"، ہے۔

بیت ؎ مجنونِ عشق را دگر امروز حالتست
کہ اسلام دین لیلیٰ دیگر ضلالتست

(بادیۂ عشق میں مجنوں کی آج یہ حالت ہے کہ اس کے لئے لیلیٰ دین و اسلام ہے باقی سب گمراہی ہے)۔

بس مختصراً بیان کر دیا گیا کہ بشر مختصر سوائے "یالیت رب محمدًا الم یخلق محمدًا" کے کوئی چارہ نہیں۔ وصلی اللہ علی خیر خلقہٖ محمد و آلہٖ واجمعین۔

---

## مکتوب ۵۶

بجانب شیخ راجو سردانی۔ درجواب مکتوب و در بیان رجوع بحضرت شیخ کہ مرشد وقت باشد

حق حق حق!

المقصود آنکہ، آپ کا نوازش نامہ ملا۔ حالات سے آگاہی ہوئی۔ ظاہر ہے کہ یہ دولت جس کے متعلق آپ نے دریافت کیا ہے :

وَمِمَّنْ خَلَقْنَا أُمَّةٌ يَهْدُونَ بِالْحَقِّ

(اور ان میں سے ہم نے جماعت پیدا فرمائی جو حق کی راہنمائی کرتی ہے)

وعلى الاعراف رجال يعرفون كلاً بسيماهم

(اور اعراف پر مرد ہوں گے وہ ہر ایک کو ان کی پیشانیوں سے پہچانیں گے)

کی کان سے طلب کرنی چاہیئے۔ نہ کہ نرہ فروشِ حرص و ہوا سے جو درگاہِ مقدس عالی اور بارگاہِ متعالی سے محروم و محجوب ہیں۔ حق تعالٰے فرماتے ہیں :

لَا يَمَسُّهُ إِلَّا الْمُطَهَّرُونَ

(کلام پاک کے حقائق کو سوائے پاک لوگوں کے اور کوئی نہیں چھو سکتا)

اور اس بدکار تباہ حال کی یہ کیفیت ہے کہ :

بیت ؎ در کوئے بتاں رفت ہمہ عمر دریغا!

چوں برہمنِ پیر ہمہ بت خانہ بماندیم

(افسوس کہ ہم نے ساری عمر بتوں کے کوچے میں گذار دی اور بوڑھے برہمن کی طرح بت خانہ میں زندگی بسر کی)

اس کے باوجود عمر چالیس سال سے زیادہ ہو چکی ہے۔ اعضا ضعیف اور سست ہو گئے موت اور سفر آخرت در پیش ہے لیکن زادِ راہ جو سید الاولین والآخرین کی متابعت پر مشتمل ہے میں سے کچھ ہاتھ نہیں آیا۔ اور خوف و حیرت اس وجہ سے بڑھ گئی ہے کہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے : اکثر ما يسلب الايمان عند النزع (اکثر لوگ ایسے ہوتے ہیں جن کا ایمان نزع کے وقت سلب کیا جاتا ہے) معلوم نہیں جان کنی کے وقت کیا پیش آئے گا۔ سعادت یا شقاوت۔ بیت ؎

راندہ سابقت ندانم کیست خواندۂ خاتمت ندانم کیست

(خدا معلوم راندۂ درگاہ کون ہے اور خواندۂ درگاہ کون ہے ۔ راندۂ درگاہ: اُسے کہتے ہیں ۔
جیسے دربار سے نکال دیا گیا ہو اور خواندۂ درگاہ وہ ہے جسے دربار میں باریابی حاصل ہو)

جو شخص اپنے ماتم و مصیبت میں اس قدر گرفتار ہے وہ بے چارہ دوسروں کی اصلاح کس طرح کر سکتا ہے

ع طبیب یداوی والطبیب مریض

(طبیب علاج کرتا ہے حالانکہ وہ طبیب بیمار ہے)

اس تباہ حال کی دستگیری اور گمراہی سے نکالنے کے لئے سو مردانِ حق کی ضرورت ہے۔ایک عارف نے خوب کہا ہے ؎

درد را دارو کجا خواہیم کرد        عمر شد ماتم کجا خواہیم کرد

(اس درد کی کیا دوا کی جائے ۔ ساری عمر گذر چکی ہے ماتم کب کیا جاتے)

اے عزیز! کام بے حد مشکل ہے لیکن آج کل لوگ خوش فہمی میں مبتلا ہو کر عمر برباد کر رہے ہیں ۔ مجالس و محافل میں سوائے کشف و کرامات کے بات نہیں کرتے لیکن حقیقت یہ ہے سوائے حسرت کے کچھ حاصل نہیں ۔کیا کیا جائے ہم تباہ کاروں کی یہی حالت ہے الغیاث الغیاث!

بیت ؎ آفت کردارِ خود گر تو بہ بینی یقین
محو کنی بے شکے قیمت مقدارِ خود

(اگر تو اپنے کردار کی آفت سے آگاہ ہو جائے تو ضرور اپنی قدر و قیمت کچھ نہ سمجھے گا) ۔

ہر کرا کہ در پیش ایں مشکل بود
خوں تواند کرد گر صد دِل بود

(جسے یہ مصیبت در پیش ہو اگر اس کے سو دل بھی ہوں تو خون ہو جائیں گے)

سرورِ انبیاء علیہ السلام نے اس حالت کی یوں خبر دی:

الاسلام بدا غریباً و سیعود کما بدأ ؏

(اسلام غریبی کی حالت میں ظاہر ہوا اور غریبی کی حالت میں جائے گا) ۔

اب اس حقیقت کا مشاہدہ ہو چکا ہے ۔ لہٰذا آج سر میں مٹی ڈال کر اپنا ماتم کرنا چاہیئے اور یہ نالہ کرنا چاہیئے ۔

بیت ؎ نمیدانم کراماتم بدیں سیرت گرفتارم
نہ من ہندو نہ من مسلم نہ من مرتد نہ بدکارم

(کشف و کرامات تو درکنار مجھے تو یہ مصیبت درپیش ہے کہ نہ ہندو ہوں نہ مسلمان ہوں نہ مرتد ہوں نہ بدکار ہوں یعنی سخت بے عمل ہوں کسی قوم کے اچھے عمل میرے اندر نہیں ہیں)

آج کل پیر اور راہنما کبریت احمر (سرخ گندھک یعنی مفقود) ہو چکے ہیں ۔ یَسْمَعُ وَلَا یُرٰی (سنتے ہیں اور دیکھتے نہیں) ان کی حالت ہے لہٰذا ہم جیسے تباہ حالوں کو کون ہدایت دے ۔ اور یہ سعادت کیسے حاصل ہو لیکن اس کے ساتھ یہ خوشخبری بھی ہے کہ :

لا یزال طائفۃ من ھذا الامۃ قائمون بالحق یدعون الخلق الی الخلق

(اس امت میں ایک گروہ ایسا ضرور رہے گا جو حق کے ساتھ قائم ہوں گے اور خلقت کو حق کی طرف بلائیں گے)۔

لیکن وہ پوشیدہ ہیں اور قضا و قدر کے نیش خوردہ ہیں یعنی قضا و قدر کے سامنے سر تسلیم خم کئے ہوئے ہیں ۔ بیت ؎
پیر ہم ہست ایں زماں پنہاں شدہ
تنگ خلقاں دیدہ در خلقاں شدہ

(اس زمانے میں پیر بھی چھپ گئے ہیں

جب پیر سے ملاقات ہو اور وہ قبول کرے تب پیر پیر ہے اور مرید مرید ۔ باقی سب رسم عادت ہے اور رسم و عادت ہوا پرستی ہے نہ کہ خدا پرستی ۔ یہ جو کہا گیا ہے کہ علیکم بدین العجائز (بوڑھی عورتوں کا دین اختیار کرو) یعنی نماز روزہ دور محراب و ممبر کو لازم پکڑو ۔ ہم تباہ حال کہاں اور دینِ مرداں کہاں ۔ یہ ذلیل کہاں اور مردِ جلیل کہاں ۔ جب سے سید المشتاقین حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے جگر پر لن ترانی کا زخم کھایا ہے ۔ طالبان کو اپنی خبر نہیں کہ کہاں ہیں ۔ جو طلبِ حق میں قدم رکھتا ہے نہ اسے دنیا کا

چھوڑتے ہیں نہ عقبیٰ کا۔ نہ اس کے تن کا خیال کرتے ہیں نہ جان کا ان کا حال یہ ہوتا ہے۔ ؎

چنگ با حضرتِ خدا زدہ ہر چہ آں نیست پشتِ پا زدہ

(کنگرۂ عرش پر ہاتھ مارا ہے اور ماسوائے اللہ کو لات ماری ہے)

اس کے باوجود کہ ہم نے اپنے فضلِ عمیم سے یہ مژدۂ جانفزا سنایا ہے کہ:

وَ الَّذِیْنَ جَاهَدُوا فِیْنَا لَنَهْدِیَنَّهُمْ سُبُلَنَا

(جو لوگ ہمارے لئے جہاد یعنی جدوجہد کرتے ہیں ہم انہیں اپنے تک پہنچنے کے راستے دکھاتے ہیں)

لیکن اس خوشخبری کے ساتھ یہ خوف بھی شامل ہے۔ اِلَّا بِشِقِّ الانفس (مگر نفسوں کو دبانے سے)۔ پس مرحبا وہ طالب اور مبارک ہے وہ عاشق اور جان قربان ہے اس صادق پر جو تھوڑے بہت پر اکتفا کرتا ہے اور

مصرعہ ؎ از ہر چہ میرود سخن دوست خوش تراست

(جو کچھ دنیا میں ہے اس سے دوست کی بات خوش تر ہے)

کے مصداق دل وجان سے سب کچھ ترک کرکے بلکہ اپنے آپ کو بھی ترک کرکے صدق و اخلاص تامہ کے ساتھ اور اللہ سے امید رکھتے ہوئے تگ و دو کرتا ہے۔

بیت ؎ خوش وقت آں کساں کہ شب و روز و روز و شب
تسبیح وردِ شاں نست ہیں دوست دوست دوست

(مبارک ہیں وہ مردانِ خدا جو رات دن اور دن رات اس تسبیح کا ورد کرتے ہیں کہ دوست دوست دوست)

اسی لئے بزرگوں نے کہا ہے کہ

مصرعہ ؎ گر نتولیسی قلمے مے تراش

(اگر تو لکھتا نہیں تو قلم بنا)

اس سے کوئی نقصان نہ ہوگا۔ اور تمہاری جان بے کار نہیں جائے گی۔ اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے کہ:

اِنَّ اللّٰہَ لَا یُضِیْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِیْنَ

(اللہ تعالےٰ احسان کرنے والوں کی محنت ضائع نہیں فرماتے)

پس بلند ہمت رکھو۔ اپنے آپ کو درمیان سے اٹھالے اور طلب حق میں کمربستہ ہو جا۔ بہت ممکن ہے کہ بند دروازہ تیرے لیئے کھل جائے اور جمال عروس بے کیف کا مشاہدہ ہو جائے۔ لیکن جاننا چاہیئے کہ پہلا کام جو مرید کے لئے لازم ہے یہ ہے کہ غفلت چھوڑ کر ایسے شیخ کی خدمت میں حاضر ہو جو عارف ہو نصیحت و امانت میں مصروف ہو، دقائق راہ کا واقف ہو، اور اسرار و رموزِ الٰہیہ سے باخبر ہو۔ کیونکہ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ :

مَنْ لَمْ یعرف امام زمانہٖ فَقَدْ مَاتَ میت الجاھلیہ

(جس نے امام زمانہ کو نہ پہچانا وہ جہالت کی موت مرا)

چاہیئے کہ ہوشیار اور خبردار رہے کیونکہ مدعیان راہ اور گمراہ کنندگانِ خلق بہت پیدا ہو گئے ہیں اگر ان صفات کا مالک شیخ مل جائے یا کہیں اس کا پتہ لگے خواہ شرق میں ہو خواہ غرب میں حالانکہ وہ خود نہ شرقی ہوتا ہے نہ غربی لا شرقیۃٍ ولا غربیۃٍ۔ سب کچھ ترک کر کے اور اپنے آپ کو ترک کر کے اس کی خدمت میں جا کر حاضر ہو۔ اور اس کا دامن مضبوطی سے تھام لے۔ اور اپنے آپ کو اس طرح اس کے سپرد کر دے جس طرح مردہ غسل دینے والے کے ہاتھ میں ہوتا ہے۔ اگر مردہ کا ایک بال بھی حرکت کرنے لگے تو غسّال (غسل دینے والا) اس سے ہاتھ کھینچ لیتا ہے۔ یہاں بھی یہی حال ہے۔ اے عزیز! پیری مریدی آسان کام نہیں۔ اس جہان میں خدا اور رسول کی نشانی پیر ہی ہے۔ اگرچہ اللہ تعالےٰ تک پہنچنے کے اس قدر راستے ہیں جس قدر مخلوقات کے سانس یا ریت کے ذرات ہیں لیکن پیری مریدی سے قریب تر، عزیز تر، شریف تر، بلند تر، نزدیک تر اور آسان تر کوئی راستہ نہیں۔ تا ہر شخص کے نصیب کرے۔

## قطعہ

ہر کہ از ہمت دریں راہ آمدہ است　　　گر گدائی مے کند شاہ آمدہ است

با محبت درنگنجد ذرہ ! نیست مردی دوستی ہر غرہ

(جو شخص ہمت کرکے اس راستے میں قدم رکھتا ہے اگرچہ گدائی کرتا ہے لیکن بادشاہ ہے ۔

محبت ہو تو درمیان میں ذرہ بھر نہیں سما سکتا یعنی محب اور محبوب کے درمیان کوئی چیز حائل نہیں

ہو سکتی لیکن دوستی کے قابل ہر بوالہوس نہیں ہے)۔

چونکہ آں عزیز ! استعداد کامل رکھتے ہیں اور اس کام میں لگے ہوئے ہیں نہ سونا کان سے مخلوط ہو جاتا ہے نہ شکر نیشکر کے ساتھ ۔ الحمد للہ علی ذالک ۔ جب تک اس درد کی دوا نہ مل جائے طلب سے باز نہیں رہنا چاہیئے ۔

بیت ۔ اگر ترا در دست پیر آید پدید

قفل دردت را کلید آید پدید

(اگر تجھے پیر مل جائے تو بس تیرے درد کی دوا مل گئی)

من ادمن قرع الباب یوشک یفتح لہ (جو شخص دروازہ کھٹکھٹاتا ہے اس کے لئے دروازہ کھل جاتا ہے)۔ یہ بات عارفین اور محققین کے نزدیک مسلم ہو چکی ہے کہ یہ کام بغیر شیخ کامل کے انجام نہیں ہو سکتا، کیونکہ من لا شیخ لہ فشیخہٗ شیطان (جس کا کوئی شیخ نہیں اس کا شیخ شیطان ہوتا ہے)۔

بیت ۔ ہر کرا پیر نباشد پیر دے شیطان بود

خواجگی بے پیر بودن کار ناداں بود

(جس کا کوئی پیر نہیں اس کا پیر شیطان ہے۔ پیر کے بغیر خواجگی کرنا یعنی پیر بننا نادانی ہے)

پیروں کی قدر مرید جانتے ہیں اور مریدوں کی عزت پیر سمجھتے ہیں۔ اگر کسی کا پیر قضائے حق سے فوت ہو جائے تو اس پر فرض عین ہے کہ دوسرے پیر کی تلاش کرے تاکہ اس کے کام میں خلل واقع نہ ہو، اور سلوک تمام کر سکے اگرچہ بیس سال میں بیس سال لگیں، چالیس سال یا ستر سال لگ جائیں۔ مرید کی مثال ایسی ہے جس طرح مرغی کا انڈا۔ اگر مرغی کو بلی لے جائے تو انڈا خراب ہونے سے پہلے

اسے دوسری مرغی کے نیچے دینا پڑتا ہے تاکہ اس سے چوزہ برآمد ہو سکے اور اسے پرورش کر کے مرغ بنا دے۔ یہی ہے راہِ خدا۔ نہ کعبہ میں ہے نہ مشرق میں نہ مغرب میں نہ آسمان میں نہ عرش میں نہ کرسی میں۔ اور اس تباہ حال نے اپنی حالت بنا دی ہے کہ کس طرح ہے۔ اس کے باوجود چونکہ آں عزیز سے دریغ نہیں کیا جائے گا، یقین جانیئے۔ والسلام علیٰ من تبع الھدیٰ۔

---

## مکتوب ۵

بجانب شیخ محب اللہ خواجگی سدہوری۔ در بیانِ اختیار بندہ و در تحریص نمودن و مستقیم ماندن بر سجادۂ پیران

حق حق حق!

برادرم علاؤالدین کا خط ملا۔ حالات سے آگاہی ہوئی۔ خیریت کی خبر سن کر فرحت ہوئی جاننا چاہیئے کہ ہر جاندار حق تعالےٰ کے دستِ قدرت میں گرفتار ہے بحکم آیہ

مَا مِنْ دَابَّةٍ فِي الْاَرْضِ اِلَّا هُوَ اٰخِذٌ بِنَاصِيَتِهَا

(کوئی جاندار ایسا نہیں ہے جس کے پیشانی کے بالوں میں اس کا ہاتھ نہ ہو)۔

پس بالوں میں ہاتھ ڈالے ہوئے وہ جہاں چاہتا ہے لے جاتا ہے۔ اس کی چوگان کے آگے گیند بننے کے سوا کیا چارہ ہے۔ ایک حکیم نے خوب لکھا ہے:

العالم کاکرۃٌ والارض نقطۃٌ والافلاک قوسٌ والحوادث سِھامٌ والانسان ھدفٌ واللہُ رامٍ فاَین المضر۔ کَانَ اَمْرُ اللہِ مقدوراً کَانَ اَمْرُ اللہ مَفْعُولاً۔

(یہ جہاں ایک گیند ہے۔ زمین نقطہ ہے۔ افلاک کمان ہے۔ حوادث تیر ہیں انسان نشانہ ہے

اور اللہ تیر چلانے والا ہے۔ پس کوئی بھاگ کر جائے تو کہاں جائے۔ اللہ کا حکم برحق ہے اور ہو کر رہتا ہے)۔

جاننا چاہیئے کہ هذا العذر وان کان هو کما هو ولکن اختیار باق ومعتبر فی الشرع وبه یواخذ ویعاقب والا یلزم مذهب الجبریة فاستعذ بالله من الضلال ومن موجبات الوبال (یہ عذر ہو جو ہو لیکن اختیار باقی ہے اور اسی پر حساب کتاب کا دارومدار ہے ورنہ مذہب جبریہ لازم آتا ہے جس سے پناہ بخدا) لباس تشبہ مشائخ دور کرنا (یعنی مشائخ کا طریق ترک کر کے دنیا داروں کا طریق اختیار کرنا) کھال کھینچوانے سے زیادہ سخت ہے کیونکہ یہ کام یعنی کھال کھینچوانا اس جہان کا عذاب ہے اور وہ کام یعنی مشائخ کا لباس ترک کرنا اس جہان کا عذاب ہے۔ قرآن مجید میں ہاروت اور ماروت کے قصے سے واضح ہے کہ انھوں اس جہان کا عذاب اختیار اور اسے اگلے جہاں کے عذاب سے آسان سمجھا پس جو لوگ آخرت کے غم میں مستغرق ہیں اور مشغول بحق ہیں رضائے حق سے ذرہ بھر تجاوز نہیں کرتے۔ اور رضائے حق پر مستحکم رہنے کی کوشش کرتے رہتے ہیں خواہ آسمان سے اُن پر بلائے عظیم کیوں نہ نازل ہو۔ انھیں اس کا کوئی فکر نہیں۔ پس یہ شعر ان کا ورد رہتا ہے ؎

جانے دارم کہ بار عشق تو کشد<br>
تا در سر کارت نشود نگریزم

(میں ایسی جان رکھتا ہوں جو تیرے عشق میں قربان ہونے کو تیار ہے۔ اور جب تک مقصود ہاتھ نہ آئے اس کام سے گریز کرنے والی نہیں ہے)۔

یہ لوگ رضائے حق کے خلاف کوئی قدم نہیں اٹھاتے اس خیال سے کہ عذاب میں گرفتار نہ ہو جائیں۔ ہمارے شیخ الطریقۃ علیہ رحمۃ فرماتے ہیں کہ افسوس ہے ان لوگوں پر جو مشائخ کا سجادہ کہ دولت دو جہاں اور مملکت جاودان ہے چھوڑ دیتے ہیں اور لباس مشائخ جو نجات دارین، قبول دعوات (دعا کے قبول ہونے) وطاعات اور ترقی درجات کا موجب ہے اتار دیتے ہیں۔ ہیہات ہیہات! اس مصیبت کا کیا علاج ہے۔ چاہیئے کہ جلدی سے مقام مشائخ اور سجادۂ مشائخ کی جانب رجوع کریں۔

اورلباس شیخ جو دولت دو جہاں ہے پہن لیں۔ ممکن ہے موت گھات میں ہو اور یہ مصیبت قبر میں لے جانی پڑے۔ فسر بما تتمناہ فلا تنالہ کی آواز سنیں۔ مجھے یقین ہے کہ مخدوم زادہ (مکتوب الیہ) تمام علوم و اعمالِ حسنہ سے متزین ہیں مزید کہنے اور لکھنے کی ضرورت نہیں۔ جو کچھ لکھا ہے دردِ دل کی آواز ہے۔ اس سے مجھے معذور سمجھیں۔ والسّلام

---

## مکتوب ۵۸

بجانب خواص خاں (وزیرِ شاہ)۔ در طلب پاکی و خلقت نفس در ناپاکی۔

حق حق حق!

شعر ؎

سلامٌ علیکم چو در خاطری
گر از چشم دوری بدل حاضری

(سلامتی ہو تم پر کہ تمھارا مقام میرا دل ہے اگرچہ آنکھوں سے دور ہو دل میں حاضر ہو)

قال اللہ تعالیٰ قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَکّٰھَا (فلاح پائی اس نے جس نے تزکیہ نفس کیا)

اس سے ظاہر ہے کہ فلاح کا دارو مدار تزکیۂ نفس (نفس کی پاکی) پر ہے اور نفس کی فطرت کفر کی طرف راجع ہے:

اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَۃٌ بِالسُّوْءِ (بیشک نفس امارہ برائی کی طرف مائل ہے)

اس سے طالبین حق کی پا ٹوٹ گئے ہیں۔ جگر خون ہو گئے ہیں۔ خون پانی ہو گئے ہیں دل کباب اور جانیں خراب ہو گئی ہیں۔ ؎

خون صدیقاں ازیں حسرت بریخت     آسماں بر فرق ایشاں خاک ریخت

(اس سے صدیقین کے کلیجے پانی ہو گئے ہیں اور آسمان نے ان کے سروں پر خاک ماتم ڈال دی ہے)۔

انبیاء اور اولیاء اس حقیقت کی ہیبت سے چاہتے ہیں کہ عدم ہو جائیں شاید مصطفےٰ علیہ السلام نے اسی وجہ سے نعرہ مارا۔ یالیت رب محمدً الم یخلق محمداً (کاش کہ محمد کا رب محمد کو پیدا نہ کرتا)۔ یہ کیا شور اور کیا غوغا ہے کہ جس سے مردانِ دین کے چہرے زرد اور بال سفید ہو گئے ہیں۔

ہمہ مردانِ دین را ازیں مصیبت — جگر ہا تشنہ و دلہا کباب است

(تمام مردانِ دین کے اس مصیبت سے جگر تشنہ اور دل کباب ہو چکے ہیں)

ہمہ پیران راہ را ازیں مصیبت — محاسن ہا بخوں دل خطاب است

(اور تمام مشائخ کے بال اس خون سے رنگیں ہو چکے ہیں۔)

شاید رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اسی وجہ سے نعرہ بلند کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ شَیَّبَتْنِیْ سورۃ ھود (سورہ ہود نے میرے بال سفید کر دیئے ہیں)۔ اور میری طاقت چوس لی ہے۔ لہٰذا اب تزکیۂ نفس کو مضبوط پکڑا جائے۔ اور یہ بات خلاف شرع اور خلاف رضائے حق اعمال کے ترک سے حاصل ہوتی ہے۔ کیونکہ خلقت بشر یہی ہے۔ فان النفس اذا تزکت یعنی جب نفس شریعت کے احکام پر عمل کرنے سے پاک ہو جاتا ہے تو انجلت مراۃ القلب (دل کا آئینہ صاف وشفاف ہو جاتا ہے) جس کی وجہ سے اس کے اندر انوار عظمت الٰہیہ چمکتے ہیں اور جمال توحید باری تعالیٰ نظر آتا ہے۔ یہ ہے مقام توحید و یگانگی۔ پس اس وقت معلوم ہوتا ہے کہ وحدہٗ لاشریک لہٗ کے کیا معنی ہیں۔ اور لا الہ الا اللہ کیا ہے۔ اس مقام پر پہنچ کر آدمی حق تعالےٰ کا عاشق ہو جاتا ہے اور غیر کی طرح نظر نہیں کرتا۔ آخرت پر نگاہ رکھتا ہے اور دنیائے دوں کا خیال دل سے نکال کر پھینک دیتا ہے۔ اس دولت کا حصول دو چیزوں سے ہے اول صحبت شیخ دوم دائمی ذکر و عبادت۔ جیسا کہ رسولِ خدا تعالےٰ نے فرمایا ہے:

حاکیا عن ربہ اذا کان الغالب علی عبدی الاشتغال بی



(وہ حکایت بیان کرنے والا ہے اپنے رب سے جب میرا شغل میرے بندے پر غالب ہو جائے)

عزیز من! یہ دولت فضلِ رب سے حاصل ہوتی ہے نہ کہ کوشش سے کیونکہ بندہ کی کوشش سے حق تعالےٰ پاک و بلند ہے اور کسی شخص کا کوشش کی وجہ سے حق تعالےٰ پر استحقاق نہیں پیدا ہوتا اور نہ کوشش کا الزام عائد ہوتا ہے لیکن حکم یہی ہے کہ کام کرو اور اللہ جزا دے گا۔ ادعونی استجب لکم فاذکرونیَ اذکرکمْ (مجھے پکارو تو میں جواب دیتا ہوں مجھے یاد کرو تو میں تمھیں یاد کرتا ہوں)۔ اللہ کی راہ میں چلنے کے بغیر چارہ نہیں۔ واللہ یدعوا الی دار السلام (اللہ دار السلام کی طرف بلاتا ہے) یعنی اے میرے بندو! خوانِ نعمت لگا ہوا ہے۔ نعمت موجود ہے۔ بادشاہ مطلق نے تمھاری مہمانی کی ہے۔ جلدی آؤ اور مقصود حاصل کرو۔ اگر غفلت مانع ہوئی تو حسرتِ دوام اور حرمانِ ابدی کا سامنا ہوگا، اور کوئی چیز چارہ گر نہ ہوگی۔ جو لوگ میدان طلب میں گامزن ہوتے ہیں حق تعالےٰ ان کو ندا دیتے ہیں:

وَاللّٰہُ یَھْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ وَیُضِلُّ مَنْ یَّشَآءُ

(اللہ جسے چاہے ہدایت بخشتا ہے اور جسے چاہے گمراہ کرتا ہے)

پس اس کے سوا کیا چارہ ہے کہ سر میں مٹی ڈال کر اور جبیں زمین پر رکھ کر یہ کہنا چاہیئے:

رَبَّنَا ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَکُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ

(اے ہمارے رب! ہم نے ظلم کیا اپنے نفسوں پر۔ اب اگر تو ہمیں نہ بخشے اور ہم پر رحم نہ کرے

تو ہم بڑے خسارے میں ہیں)۔

---

# مکتوب ۵۹

## بجانب ہیبت خان شروانی۔ در شوق و محبت

حق حق حق!

میدانِ محبت کے شاہباز، مردِ مجاہد، مقبولِ حق، غواصِ بحرِ سبحانی، برادرم ہیبت خاں شروانی...

### قطعہ

خورم آں روز کہ از یار پیامے رسد ۔۔۔ تا دلِ غمزدۂ یک لحظہ بکامے برسد

عجبے نیست کہ گر زندہ شود جان عزیز! ۔۔۔ چوں ازاں یارِ جدا ماندہ سلامے برسد

(وہ دن کیا ہی مبارک ہوگا کہ جب دوست سے پیغام ملے گا اور دلِ غم زدہ کی گہرائیوں تک پہنچ جائے گا جب اس دوست سے سلام موصول ہوگا تو عجب نہیں کہ جان مردہ زندہ ہو جائے)

آپ سے ملنے کا اشتیاق ہر وقت دامنگیر ہے۔ اس دنیا میں بوئے وفا بہت کم میسر آتی ہے اور کسی کی ملاقات سے آسائش دل نصیب نہیں ہوتی۔ بس یہ حال ہے کہ:

ع ۔۔۔ هجرت الخلق طرا في هواكا

وايتمت العيال لكي اراكا

میں نے لوگوں سے تیری محبت کی وجہ سے دوری اختیار کی اور اہل و عیال کو چھوڑا تاکہ تجھے دیکھوں۔

---

## مکتوب ۶۰

بجانب فقیر حقیر جامع ایں مکتوبات خضر بدہن رکن صدیقی جونپوری المعروف میاں خاں۔ در بیان سکون مع اللہ وتحمل مشتاق فقر و صبر بر بلا۔

حق حق حق!

آپ کا خط ملا۔ حالات معلوم ہوئے۔ اُس علاقے کے حالات خراب ہونے کی خبر سن کر دل کو ملال ہوا۔ اللہ تعالےٰ تمام آفات و بلیات سے محفوظ رکھے۔ جو تکلیف آن عزیز کو پہنچ رہی ہے وہ اس تباہ کار کی شامتِ اعمال کی وجہ سے ہے کیونکہ آپ کو اس سیہ کار سے محبت ہے اور کئی برس اس سیہ کار کی صحبت میں رہے ہیں لیکن اس سے چارہ نہیں کہ یہ محبت ازلی ہے؛

ان الارواح جنود مجندۃ فما تعارف ایتلف وما تناکر اختلف -

(بے شک روحیں لشکر کی صورت میں تھیں جو باہم متعارف ہوئیں انھوں نے الفت کی اور جو نہ ہوئیں انھوں نے اختلاف کیا)

لیکن رنج والم کے یہ چند روز گذر جائیں گے۔ اس کے بعد راحت نصیب ہو گی اور پھر کوئی تکلیف نہ ہو گی۔ انشا اللہ تعالےٰ۔ اے فرزند! یہ سب دوست کی دوست کے ساتھ چھیڑ چھاڑ، جلوہ گری، عشوہ و غمزۂ جمال خد و خال اور کرشمہ و ناز ہے جو ہر شخص کے حسب مرتبہ و حسب حال و حسب قرب بارگاہ معلیٰ ہوتا ہے۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہ سن کر کہ:

ما اوذی نبی مثل ما اوذیت (میری طرح کسی نبی کو نہیں ستایا گیا)

جگر پارہ پارہ ہوتا ہے۔ اے فرزند! یہ کیا کم جگر سوز بات ہے کہ نبی علیہ السلام کے دندان مبارک لوگ پتھروں سے توڑ رہے ہیں اور آپ یہ فرما رہے ہیں کہ:

اَللّٰهُمَّ اهْدِ قَوْمِيْ فَاِنَّهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ

(یا اللہ! میری قوم کو ہدایت دے کیونکہ وہ نہیں جانتے)

باوجودیکہ اگر آپ ایک آہ نکالتے تو آن کی آن میں کفار ناپید ہوجاتے۔ کیا کمال ہے! اور کیا جمال ہے! کہ انہی پتھروں کے متعلق آپ فرماتے ہیں کہ:

احد جبل یحبّنا و نحبّہ

(اُحد وہ پہاڑ ہے جو ہم سے محبت کرتا ہے اور ہم اس سے محبت کرتے ہیں)

روایت ہے کہ کل قیامت کے روز جبلِ اُحد کو آدمیوں کی شکل میں صدیقوں کی صف میں کھڑا کیا جائے گا۔ یہ دیکھ کر عقل دنگ ہے اور دل پیچ و تاب کھاتا ہے۔ لیکن یہ سنت اللہ (اللہ کی سنت یا دستور) ہے وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيلًا (اور اللہ کی سنت میں تبدیلی واقع نہیں ہوتی)۔ اس تباہ حال کا بھی یہی حال ہے جس طرف رُخ کرتا ہے وہی ویران کردی جاتی ہے۔ فرزندانِ دل بندان اولادنا اکبادنا (ہماری اولاد ہمارے جگر پارہ ہیں) کے مصداق اس امر کی اجازت نہیں دیتے کہ کسی ویرانے میں جا کر رہوں تاکہ میرے رہنے سے آبادیاں خراب و برباد نہ ہوں۔

مصرعہ ؎     کہ از دیہ ویراں ستاند خراج

(کیونکہ ویران زاویے بھی خراج وصول کرتے ہیں)

فان الخراب فی الخراب خراب ولا شی علی الخراب ففی الخراب لیس الا الله فالله ولا سواہ وھو کنز لا یفنی وھو ملک لا یبلی فطوبی لاھل الله۔

(تحقیق لوگوں میں رہنا باعث بربادی ہے۔ آبادی میں کچھ نہیں دھرا۔ لوگوں کی کثرت میں بھی حق موجود ہے اس کے سوا کچھ نہیں۔ اور یہ وہ خزانہ ہے کہ جس کو کوئی زوال نہیں اور یہ وہ سلطنت ہے کہ جس کو فنا نہیں۔ مبارک ہیں حق تعالےٰ کی محبت میں بسر کرنے والے)۔

بیت ؎     ہر بلا کہ ایں قوم را حق دادہ است
زیرِ آں گنجے کرم بنہادہ است

(جو بلا و مصیبت حق تعالےٰ نے اس قوم یعنی اولیاء اللہ پر نازل کی ہے۔ اس بلا کے نیچے لطف و کرم کا خزانہ پنہاں رکھا ہے)۔

آں فرزند چونکہ مقبول بارگاہ ہیں ہرگز ضائع نہیں ہوں گے کیونکہ حق تعالےٰ اپنے دوستوں کو ضائع نہیں کرتے۔ اور ہمیشہ کے لئے رنج والم میں گرفتار نہیں کرتے۔ فان مع العسر یسراً ان مع العسر یسراً (بیشک ہر تکلیف کے بعد آرام ہے)

اے فرزند! خدا تعالےٰ کو خلقِ خدا سے کیا کام (یعنی خدا خلق کا محتاج نہیں)۔ دل میں یہ وسوسہ نہ رکھ درویش دل کو خدا کے سپرد کر کے غیرِ خدا سے فارغ ہو جاتا ہے۔ درویش خدا پرست ہوتا ہے نہ کہ خلق پرست۔ اللہ تعالےٰ سے دعا ہے کہ آں فرزند کو ہر پریشانی سے محفوظ رکھے تنگی سے بچائے اور فراخی عطا کرے۔ انشا اللہ تعالیٰ آں عزیز اپنے گھر میں آرام رہیں گے اور پہاڑ میں جاکر کوئی تکلیف نہ ہوگی، خدا تعالےٰ تمھاری سب مراد پوری کریں گے، خواہ پہاڑ ہو یا بیاباں، صحرا ہو یا آبادی۔ وَھُوَ مَعَکُمْ اَیْنَمَا کُنْتُمْ۔ (اللہ تمھارے ساتھ ہے جہاں بھی تم ہو)۔ آں فرزند خلق کے لئے رحمت اور مقتدائے وقت ہیں، چاہیئے کہ خلق کے اندر رہیں۔ اور لوگوں کی دستگیری کریں۔ اور یہ جو کہا گیا ہے کہ:

الفرار مما لایطاق من سنن المرسلین حق ولکن فی حال دون حال و فی اقوام دون اقوام، و فی وقتٍ دون وقت والوقت سیف القاطع فالمقرب یعلم وقتہ وحالہ ولا یجاوزہٗ۔

(یہ جو کہا گیا ہے کہ جس چیز کی برداشت نہ ہو سکے اس سے بھاگ جانا لازم ہے صحیح ہے۔ لیکن یہ بات دوسرے حال، دوسری اقوام، دوسرے وقت میں صحیح ہے۔ وقت سیف قاطع یعنی کاٹنے والی تلوار ہے۔ پس مقربِ بارگاہ کو معلوم ہے کہ کس وقت اور کس حال میں ناقابل برداشت حالات سے فرار جائز ہے)۔

پس اہل دانست اور اہل دل کے فتویٰ کے مطابق عمل کرنا چاہیئے اور اس سے تجاوز نہیں کرنا چاہیئے۔
(ھو سکون القلب مع اللہ بلا اضطراب (اور اسی کا نام ہے حق تعالیٰ کی معیت میں سکون پانا)۔
صاحب عوارف المعارف (شیخ الشیوخ حضرت شیخ شہاب الدین عمر سہروردی قدس سرہٗ) فرماتے ہیں کہ:

وما اضطر الطبایع الا ضرب من الجھل خلیل اللہ وسکون القلب مع اللہ

طبیعت میں اضطراب نہیں ہوتا اللہ کے دوست کو اور سکون قلب قرب حق میں ہے)

جب حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام ڈھیلے کی طرح منجنیق سے ہوا میں جا رہے تھے تو حضرت جبرئیل علیہ السلام نے دریافت کیا کہ حضرت کوئی کام ہو تو فرمایئے۔ آپ نے جواب دیا کہ کام ہے لیکن تجھ سے نہیں ہے اور جب جبریل علیہ السلام نے کہا اپنے رب سے عرض کیجئے تو فرمایا حسبی علمہٗ بحالی (اس کا علم میرے حال کے متعلق میرے لئے کافی ہے)۔ اسی طرح حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام سے جب آپ کے اصحاب نے سکون قلب کے متعلق کہا: انا المدرکون (ہم سکون قلب کو نہیں پاتے) کلا ان معی ربی سیھدین (سوائے معیت حق کے جو راہ دکھاتا ہے)۔ سرور کائنات مصطفےٰ علیہ السلام نے بھی سکون قلب کے متعلق حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے فرمایا لا تحزن ان اللہ معنا ومع ذالک حقی ما حنلی (غم مت کھاؤ اللہ تعالےٰ ہمارے ساتھ ہے، اس کے ساتھ جو گذرا سو گذرا)۔ اے فرزند مستقل مزاج ہو کر رہنا چاہیئے اور خلق کے خیر و شر کا ہرگز دل میں خیال نہیں لانا چاہیئے۔ روایت ہے کہ شیخ الاسلام شیخ جمال الدین ہانسوی قدس اللہ روحہٗ نے اپنے شیخ قطب عالم شیخ الاسلام شیخ فرید الدین قدس اللہ العزیز سے عرض کیا کہ افلاس زوروں پہ ہے اور قوت برداشت نہیں رہی۔ حضرت شیخ نے جواب دیا کہ "ولایت را استمالت دہند" (ولایت کی طرف رجوع کرو) قطب عالم شیخ الاسلام شیخ نصیر الدین محمود چراغ دہلی قدس اللہ روحہٗ بیان فرماتے ہیں کہ استمالت ولایت یہ ہے کہ دل کو غیر حق سے پاک کیا جائے۔ اور نقش غیر دل سے دھو ڈالے۔ پس اے فرزند! درویش کا یہ کام ہے کہ دل کو غیر سے محفوظ رکھے۔ جب دل خدا کے ساتھ قرار حاصل کرے تو غیر سے التفات

نہ کرے نہ کوئی اضطراب ظاہر ہو نہ دل میں تنگی ہونے پاتے ۔ فطوبیٰ لِمَن له قلب سلیم ۔
(مبارک ہیں وہ لوگ جن کو حق تعالے نے قلب سلیم عطا کیا ہے) ۔ عاقبت بخیر باد ۔

---

## مکتوب ۶۱

بجانب فقیر حقیر خضر المعروف میاں خان جونپوری
جامع ایں کتاب در بیان حل بعضے مشکلات

حق حق حق!

جن امور کے متعلق آپ نے دریافت کیا ہے ان کے جوابات ذیل کی سطور میں لکھے جاتے ہیں:

### سوال اول :

اس حدیثِ پاک کے کیا معنی ہیں :

قال النبی صلی الله علیه وسلم رایتُ ربّی وَلَیْسَ بَیْنِیْ وبینه حجاب
الا حجاب من یاقوت ابیض فی روضة خضراء

(فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ دیکھا میں نے اپنے رب کو اور میرے اور اس کے درمیان کوئی حجاب نہ تھا سوائے سفید یاقوت کے روضۂ سبز میں) ۔

### جواب :

جاننا چاہیئے کہ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے عین الیقین کے ساتھ حق تعالےٰ کے جمال کا مشاہدہ پردۂ قلبی اور روضۂ قالبی میں کیا کیونکہ آپ کا قلب حق تعالیٰ کے نور سے منور ہے ابیض اس لئے فرمایا کہ آپ کے قلب میں نور ہے ظلمت نہیں ہے ۔ آپ کا قالب روضۂ حیاتِ ابدی ہے جس کی طرف اس حدیث میں اشارہ کیا ہے کیونکہ حق تعالیٰ خارج نہیں ہے ۔ لہذا بندہ حق تعالیٰ

کو اپنے اندر دیکھتا ہے اپنے قلب اور قالب کی صفائی اور کمال کے مطابق ۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :

وَفِیۡۤ اَنۡفُسِکُمۡ ؕ اَفَلَا تُبۡصِرُوۡنَ (اور وہ تمھارے اندر ہے پس تم کیوں نہیں دیکھتے)

اگر حجابِ عبودیت جو حجابِ کبریا و عزت حق ہے نہ ہوتا تو عدمِ صرف و امتناعِ محض ہوتا ۔ فلا عبد و لا رؤیة کما زعمت المعتزلہ ۔ (پس نہ عبد ہوتا نہ رویت جیسا کہ فرقۂ معتزلہ کا عقیدہ ہے) ۔ بندہ اپنی صفائی اور دوست کے مشاہدہ میں اس قدر مستغرق اور محو ہوتا ہے کہ اپنی طرف کوئی اضافت نہیں کر سکتا ۔ اور نہ دولت کے شہود میں اپنی خودی کا اُسے کوئی شعور ہوتا ہے ۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ بندہ ناپید ہو جاتا ہے نہ یہ کہ بندہ خود خدا ہو جاتا ہے لیکن اپنے کمال صفا کی وجہ سے اس مقام پر پہنچ جاتا ہے کہ اس سے اپنی خودی اٹھ جاتی ہے اور کوئی دوئی درمیان میں نہیں رہتی ۔ پس وہ اپنے صفائے باطن کے مطابق لقائے دوست سے مشرف ہوتا ہے اور حق تعالیٰ کی تجلی کا اس پر ظہور ہوتا ہے ۔ اسی وجہ سے کہتے ہیں کہ انبیاء و اولیاء پر تجلی حق دنیا اور آخرت دونوں میں ہوتی ہے اور عام مومنین پر صرف آخرت میں ان کی استعداد کے مطابق ہوگی ۔ تجلی اللہ للخلق عامة ولابی بکر خاصة (حق تعالیٰ کی تجلی باقی خلقت پر عام ہے اور صدیق اکبر پر خاص ہے) ۔ سعدیؒ نے خوب فرمایا ہے ۔

مصرعہ ؎ سعدی حجاب نیست تو آئینہ صاف دار

(سعدی یہاں کوئی حجاب نہیں ہے بس تو اپنا آئینہ صاف رکھ) ۔

قلب المومن مرآة الرب (مومن کا قلب حق تعالیٰ کا آئینہ ہے) کے معنی یہی ہیں ۔

تجلی کے سوا کچھ نہیں بلکہ عین ظہور حق ہے بندہ پر اس کے صفائے قلب کے مطابق اور اس کے اقتضائے وقت کے مطابق، اس کے کمال و جمال میں ۔ وَلِیۡ مَعَ اللہِ وَقۡتٌ (مجھے حق تعالیٰ کے ساتھ ایک وقت ہوتا ہے) میں اسی وقت کی طرف اشارہ ہے ۔ یہی وجہ ہے کہ بعض لوگ دائمی مشاہدہ میں ہوتے ہیں اور بعض کبھی کبھی اپنے صفائے وقت کے مطابق مشاہدہ کرتے ہیں ۔ فَاِنَّ سِرَّ الوجود ھو ولیس الّا ھو (اور سرِ وجود وہی ہے اور اس کے سوا کوئی نہیں) کا اشارہ اسی حقیقت کی طرف ہے کہ حق تعالیٰ کے مشاہدۂ جمال کے وقت مکان و زمان سکڑ جاتے ہیں اور پردے اٹھ جاتے ہیں

اور کوئی کیفیت و کمیت نہیں رہتی۔ (یعنی وہ کیسا ہے اور کس طرح ہے)۔ اُس وقت بہشت اور نعیم گم ہو جاتے ہیں

و نسیون النعیم اذا رداہ وتحتمل ان یکون سرہٗ حجابا ابیض وقلبہٗ روضۃ خضراء ای رائیت ربی ووجدت سری وقلبی ھکذا فی استغراق انوار ربی مرتقبا من الکون مشتغلا من الحق تعالٰی ویحتمل ان یکون الحجاب والروضۃ من انوار ربانیۃ فی عالم الغیب حین رویت الرب من لطف ربہ لقیامۃ وثباتہ عند الروئیہ وما ذالک کلہ الا من سر وجودہ فان الوجود واحد مستکثر فی التجلیات والانوار ولیس ھو فائت۔

(اور بھول جاتے ہیں نعیم کو جب اسے دیکھتے ہیں اور احتمال ہے کہ ان کا راز سفید پردہ ہو۔ اور اس کا قلب روضہ خضرا ہو۔ "دیکھا میں نے اپنے رب کو' پایا اپنے راز کو اور قلب کو" اسی طرح انوار ربانی میں استغراق عالم کون و مکان میں انہماک اور حق سے انحراف کا حال ہے۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ انوار ربّانی حجاب ہوں عالم غیب میں بوقت رویت حق قیامت میں اس کے لطف و کرم سے۔ اور یہ تمام رویت الٰہی کے وقت نہیں ہوتا سوائے اس سے سرِ وجود کے۔ کیونکہ وجودِ واحد تجلیات و انوار کی وجہ سے کثرت بن جاتا ہے)

## دوسرا سوال:

یہ کہ مجاہد نے کہا ہے کہ بالائے عرش ستر پردے ہیں نور اور ظلمت سے لیکن عام مشہور یہ ہے کہ عرش سے اوپر کچھ نہیں۔ اس کے کیا معنی ہیں۔

## جواب:

جاننا چاہیے کہ بالائے عرش سے مُراد ورائے عرش ہے خواہ عرشِ قلبی ہو خواہ عرشِ فلکی۔

اور ورلئے عرش عالم جبروت اور عالم امر حق تعالے ہے۔ و هو الوجود با القوة یعنی اس میں یہ صلاحیت ہے کہ وجود اختیار کرے اور مخلوق کہلائے۔ روح کو مخلوق اسی لئے کہتے ہیں کہ قدرتِ حق تعالے سے اس کا ظہور عالم امر سے عالم خلق میں ہوتا ہے۔ اور متصرف ہو کر مستحق سزا و جزا ہوتی ہے۔ ورنہ عالم قدس میں وہ عالم کون و مکان سے بلند و برتر تھی۔ ولا یطلع علیه الا الله (اور اللہ کے سوا اس کے راز سے کوئی مطلع نہیں)۔ پس عالم امر بوجہ کمالِ قربِ حق تعالے کے قسمت پذیر نہیں ہوتا (یعنی منقسم ہونے سے بالاتر ہے) اور نہ کیفیت اور کمیت قبول کرتا ہے۔ وله الخلق و الامر (اور عالم خلق و عالم امر حق تعالے کے لئے ہیں)۔ اور وہ ستر حجاب جو نور و ظلمت سے ہیں عالم خلق سے بالاتر ہیں۔ عالم امر سے تعلق رکھتے ہیں اور انوارِ تجلیات ربانی سے ہیں۔ ان کے نور سے مراد بقا ہے اور ان کی ظلمت سے مراد فنا ہے یعنی درویش ترقی کرتا ہوا اُن انوار میں فانی، اور فنا فی اللہ، بقا باللہ، اور فنا الفنا اور بقا البقا میں باقی ہو جاتا ہے اور لفظ ہفتاد (ستر) سے مراد کثرتِ تجلیات ہے نہ کہ تعین۔ نیز تعین کے معنی یہ بھی ہو سکتے ہیں۔ لیکن یہاں تعین (تعدّد) مُراد نہیں کیونکہ جب ستر بار تجلی حاصل کی تو کمال کو پہنچا اور صفائے تام کر کے اپنی حد تک پہنچا۔ اور خدا تعالے بے حد اور بے نہایت ہے۔ فلا خبر منه بالحقیقة لاحدٍ (اور حقیقت سے کسی کو آگاہی نہیں)۔ کسی نے خوب کہا ہے ؎

بیت ؎ نیست کس را از حقیقت آگہی

جملہ ؎ میروند با دستِ تہی

(کوئی شخص حقیقت سے آگاہ نہیں۔ سب خالی ہاتھ مر جاتے ہیں)

فلیس شیٔ من الکون ولا للانوار الربانیة وسماء العرش وجود الا بالتجلیات الحجابیة من النور و الظلمة بحسب اقتضاء الوقت السبحانی علی طالب الحق سبحانهٗ و تعالیٰ و ذالك الحجاب حجاب کشفی له حجاب سدی فاعرف۔ (پس نہیں کوئی چیز کائنات میں سے اور نہ انوار ربانیہ کے لیے مگر ساتھ تجلیات حجابیہ کے نور و ظلمت سے مطابق اقتضاء وقت سبحانی کے اوپر طالب حق تعالیٰ کے

اور یہ حجاب حجابِ کشفی ہے نہ کہ حجاب سدی ہے پس میں جانتا ہوں)۔

## تیسرا سوال:

یہ کہ مقرب بارگاہ ترقی کرتا ہے اور اس کے مشاہدہ کو سہو کہا جاتا ہے جیسا کہ کاشکی سہو مصطفےٰ علیہ السلام۔

## جواب:

فرزندِ من! مقربین کا سہو (غلطی یا لغزش) ان کے کمال قرب کی وجہ سے ہوتا ہے۔ مشاہدہ حق میں اُن پر تجلیاتِ نوری وارد ہوتی ہیں جن کی وجہ سے وہ مقرب ترقی کرتا ہے اس کے اس مشاہدہ کو سہو کہا جاتا ہے لیکن درحقیقت وہ کمال ہوتا ہے (نہ کہ نقص)۔

کما قال خلیل اللہ فی تجلیات انوار الربانیۃ ھذا ربی للکوب الربانی المتجلی فی العالم القدس مترقیا من الکون وما رآے الا الحق سبحانہ وتعالیٰ کما قال و لکنہٗ ترقی منہ الی الکشف والمشاھدۃ المطلقہ التی لا یعبر عنھا بشیٔ الا بالاطلاق والاحاطۃ بکل شیٔ المعبر عنہ بانی وجھت وجھی للذی فطر السمٰوٰت والارض حنیفا۔ (جیسا کہ خلیل اللہ نے انوار تجلیات ربانی کے بارے میں فرمایا کہ تجلیات ربانی عالم قدس سے متعلق ہیں اور کائنات سے بڑھ کر ہیں۔ جن کو حق تعالےٰ کے سوا کوئی نہیں دیکھ سکتا۔ لیکن اس سے کشف اور مشاہدہ مطلقہ کی طرف ترقی کی جو کہ اس سے اطلاق و احاطہ کے سوا کسی چیز کو تعبیر نہیں کیا جاسکتا کیونکہ میں نے اپنا چہرہ زمین و آسمان کے فاطر کی طرف متوجہ کر دیا ہے۔

فالعارف الطالب المشتاق لا جرم فی کمال شوقہ کاشکی سہو محمد بودے (پس عارف طالب مشتاق نے یقیناً کمال شوق میں کہا، کاش کہ محمدؐ کا سہو نصیب ہوتا)۔

اور وہ سہو نور بخش مشاہدۂ جمال صمدی لم یزلی ولایزالی تھا اور عارف کے لئے کمال الیقین تھا اور عطا تھی نہ کہ خطائے عقلی تھی۔ خدا اس سے پناہ دے۔ فاعرف (پس سمجھ لو)۔

## چوتھا سوال:

یہ جو کہا گیا ہے کہ عشق خدا جوہر جان ما آمد وعشق ما جوہر وجود او را عرض آمد۔ عشق ما او را عرض وعشقِ او جانِ ما را جوہر (خدا کا عشق ہماری جان کا جوہر ہے اور ہمارا عشق اس کے جوہر وجود کا عرض ہے۔ ہمارا عشق اس کا عرض ہے اور اس کا عشق ہماری جان کا جوہر ہے) اس کے کیا معنی ہیں؟

## جواب:

جاننا چاہیئے کہ ہمارے ارواح (جمع روح) یُحِبُّھُمْ (اللہ ان سے محبت کرتا ہے) کے نور سے پیدا ہوئے ہیں لہٰذا نورِ عشق ہماری جان یا روح کا جوہر ہے یعنی ہماری جان کی حقیقت ہمارے خداوند تعالےٰ کا عشق ہے اس وجہ سے حق تعالیٰ کے لئے ذوق وشوق ہماری جان کا سرمایہ ہے۔ پروانہ شمع پر اس لئے گرتا ہے کہ اس کی جان میں ایک ایسی آگ بھر دی گئی ہے کہ شمع پر جان دیتا ہے) اور وہ آگ اس کے اندر موجزن ہے۔ لہٰذا لازماً ہماری جان اس کے عشق میں جلتی ہے اور محبوب کے سوا کسی کے ساتھ قرار نہیں پکڑتی۔ اور ہمارا عشق جو اس کے عشق کا پرتو (عکس) ہے اس کے جوہرِ وجود کے لئے عرض وظہور کا درجہ رکھتا ہے۔ پس ہمارا عشق اس کے لئے عرض اور اس کا عشق ہماری جان کے لئے جوہر ہے اور یہ جوہر اور عرض اصطلاحی معنوں میں نہیں یعنی ہمارا عشق حق تعالےٰ کے انوار و اسرار کی وجہ سے ہے اس لئے اُسے عرض کہا گیا ہے۔ اور اس کا عشق ہماری جان کی حقیقت ہے اس لئے اُسے جوہر کہا گیا ہے۔

بیت ؎
عشق او در جانِ ما جانانِ ماست
جانِ ما را عشق او سلطان ماست

(اس کا عشق ہماری جان کے اندر ہمارا جاناں یعنی محبوب ہے۔ اور ہماری جان کے لئے

سلطان یعنی بادشاہ ہے)۔

حق تعالےٰ اور اس کے مقربین کے درمیان ایک دوسرے کے عشق میں اصلاً و فروعاً، جوہراً و عرضاً، ازلاً و ابداً تلازم و تعارف ہے (یعنی ایک دوسرے کیلئے لازم ملزوم ہیں) اور جس قدر کسی کے اندر یہ چیز ہے اسی تناسب سے عصمتِ انبیاء علیہم السلام اور حفظِ اولیاء کرام ہے (یعنی چونکہ انبیاء میں یہ چیز زیادہ ہوتی ہے اس لئے وہ معصوم ہیں اور اولیاء میں کسی قدر کم ہوتی ہے اس لئے وہ معصوم نہیں بلکہ محفوظ ہیں۔ یاد رہے کہ انبیاء علیہم السلام اس لئے معصوم ہیں کہ ان کی فطرت میں گناہ کا مادہ موجود ہے لیکن گناہ کے ارتکاب سے حق تعالےٰ ان کو محفوظ رکھتا ہے) پس مشتاقین کے لئے خوشخبری ہے۔ فاعرف (پس سمجھ لو)۔

## پانچواں سوال :

رزقِ جسم اور رزق روح کیا ہے اور یہ جو کہا گیا کہ روح کے بھی ہاتھ اور پاؤں ہیں اور طعام کھاتی ہے :

ان فی جسد ابن آدم خلقاً من خلق اللہ کھیئۃِ الناس ولیس الناس

(ابن آدم کے جسم کے اندر یعنی روح میں وہی بناوٹ ہے جو انسان میں ہے لیکن انسان نہیں)

اس کے کیا معنی ہیں۔

## جواب :

جاننا چاہئے کہ رزقِ روح مایتحلّی بہ من الطاعت، التقربات و من حیث الحقیقت (حقیقت میں) قالب قلب سے پرورش پاتا ہے (یعنی جسم روح سے پرورش حاصل کرتا ہے)۔ فصلح بصلاحۃ وفسد بفسادہٖ (روح کی خیر میں جسم کی خیر ہے اور روح کی برائی میں جسم کی برائی ہے)

وصلاح القلب بالصفاۃ الحمیدۃ المرضیۃ حتی یصل الی الجنۃ فان جنۃ

وفسد القالب بفساد القلب وفسادہ بالذمائم من صفات البہائم والسباع

حتی ینسلخ ویصل الی النار

(اور قلب کی اصلاح صفات حمیدہ مرضیہ میں ہے حتی کہ وہ پہنچ جاتی ہے جنت میں۔ اور جسم کا فساد روح کے فساد سے ہے اور روح کا فساد صفاتِ ذمیمہ سے ہوتا ہے اور خواہشاتِ نفسیہ اور حیوانیہ سے حتی کہ وہ پہنچ جاتا ہے دوزخ میں)۔

اس کا بیان رسالہ اسرار الاخیار میں مفصل آچکا ہے[1] اور قلب اپنی صفائی کے مطابق روح سے پرورش حاصل کرتا ہے یعنی جب روح کی قلب پر تجلی ہوتی ہے تو قلب منور ہو جاتا ہے اور قوت حاصل کر کے حق تعالےٰ کی طرف رجوع کرتا ہے۔ اپنے آپ کو حق کے حوالہ کرتا ہے۔ حق کے ساتھ ہمکلام ہوتا ہے۔ اور حق تعالےٰ سے خبر دیتا ہے۔ اور یہی رزقِ روح ہے کہ جب روح پر تجلی ہوتی ہے تو انوار ربانی اور اسرار سبحانی میں پرواز کرتی ہے اور لامکان میں پہنچ جاتی ہے۔ مصطفےٰ علیہ السلام اسی مقام میں جب کہ آپ کا قلب روح کی صفت پر تھا اور روح حق تعالےٰ کی صفت پر اور زمان و مکان کو پیچھے چھوڑ کر میدان قاب قوسین او ادنیٰ میں پہنچ گئے۔ زہے کمال و زہے جمال! هو الاول هو الاخر هو الظاهر هو الباطن ای فهو الحق فی الحق و الخلق بالخلق و لیس الا الحق وهو الحق ذو القوتِ المتین (وہی اول ہے وہی آخر ہے وہی ظاہر ہے وہی باطن ہے وہی حق ہے حق میں اور خلق ہے خلق میں اور نہیں ہے سوائے حق اور وہی حق زبردست قوت والا)۔

اسی مقام پر کہا گیا ہے کہ روح جسم کی طرح ہے اور ہاتھ پاؤں رکھتی ہے لیکن اس کے دست و پا نورانی ہیں اور غذائے عالم قدس تناول کرتی ہے۔ اس مقام پر درویش روح کی صفت پر ہوتا ہے۔ طعام بہشت کھاتا ہے اور عرش پر جاتا ہے۔

ابیت عند ربی هو یطعمنی و یسقینی

---

[1] رسالہ اسرار الاخیار حضرت مصنف کی تصنیف ہے۔ اس میں یہ لکھا ہے کہ روح کا رزق یہ ہے کہ جب روح پر تجلیات کی بارش ہوتی ہے تو انوار و اسرارِ ربانی سے پرورش پاتی ہے اور ذوق و شوق میں ترقی ہوتی ہے۔

رات، میں اپنے رب کے ساتھ بسر کرتا ہوں وہی مجھے کھلاتا ہے اور پلاتا ہے۔ (حدیث)

اور قرآن سے سنو:

هو من عند الله وہ اللہ سے ہے

فرزندِ من! جسدِ آدم کوئی چھوٹی چیز نہیں ہے۔ بلکہ ایسی چیز ہے کہ اٹھارہ ہزار عالم اس کے اندر پنہاں ہیں۔ جب حق تعالےٰ کے فضل و کرم سے کشف رونما ہوتا ہے تو درویش جو کچھ کہتا سنتا ہے اپنی آنکھ سے دیکھ لیتا ہے کہ عرش، فرش، بہشت، دوزخ، اٹھارہ ہزار عالم سب اس کے ساتھ ہیں۔ پس تم حق میں مشغول رہو تاکہ حجاب اٹھ جائیں اور سب کچھ تیرے سامنے آجائے۔ اور عالم غیب کی مخلوق اگرچہ آدمیوں کی شکل پر ہے لیکن آدمی نہیں۔ کیونکہ الناس فی الظاهر لا غیب (دیکھنے میں آدمی نظر آتے ہیں لیکن دراصل نہیں ہیں) پس سمجھ لو۔

## چھٹا سوال:

یہ کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حق تعالےٰ سے خانۂ نون والقلم میں ایک لاکھ چودہ ہزار بار کلام سنا۔ وکلم الله موسیٰ تکلیما

(اور کلام فرمایا اللہ نے موسیٰؑ سے خوب کلام)

اس کے کیا معنی ہیں؟

## جواب:

فرزندِ من! واضح باد کہ آج جو کچھ کسی کے پاس ہے روزِ اوّل سے تھا۔ یعنی اس وقت جب کہ عالم کون و مکان وجود میں بھی نہ آیا تھا۔ چنانچہ مقربین حق کا کمال اور جمال بھی عالمِ نون والقلم یعنی عالم قدس میں بن چکا تھا۔ تم یہ سمجھتے ہو کہ حق تعالےٰ نے آج موسیٰ علیہ السلام سے کلام فرمایا لیکن بات یہ ہے کہ حق تعالےٰ نے عالم قدس کے احاطوں میں آپ سے روحِ موسیٰ علیہ السلام ان ایام میں کلام فرمایا جس کا ظہور آج مخلوقات پر ہو رہا ہے۔ اس سے ظاہر ہوا کہ مردانِ حق کی دولت ازلی و ابدی ہے اور جو کچھ ان کے پاس ہے روزِ ازل سے ہے باقی سب دیوار پر نقش و نگار ہیں۔ فاعرف دلیس

سمجھ لو)۔ عاقبت بہ خیر باد۔

## مکتوب ۶۲

بجانب دلاور خان۔ ان کے ایک رشتہ دار کی موت
پر تعزیت کے بیان میں

حق حق حق!

...المرام دنیا محنت کدہ ہے یہ ایک سرائے ہے جس کی بنیاد نیستی پر ہے لہٰذا یہ ہست نما بے وفا ہے۔ دکھ درد کی حویلی ہے۔ نامردوں کے لئے مکر و فریب اور نااہلوں کے لئے باعث غرور ہے۔ دنیا کیا ہے یہ آخرت کی پُل ہے۔ لہٰذا مردانِ خدا اس سے دل نہیں لگاتے۔ آتے ہیں اور آزاد نکل جاتے ہیں۔ دنیا جائے غفلت و غرور اور مقام فناد عبور (گذرگاہ) ہے یہاں کسی کو بقا نہیں۔ لیکن اس کے باوجود مردانِ حق کی موت خلق کے لئے مصیبت ہے کیونکہ دنیا کی بقا ان کی برکت سے ہے۔ مرحوم کا شمار دوستانِ حق میں ہوتا ہے۔ وہ ہر وقت دوستان حق کے ساتھ رہتے تھے اور جو کچھ ان کے پاس تھا راہ حق میں خرچ کرتے تھے۔

ان کی موت خبر دیتی ہے۔ ان کی موت تمام خلق کے لئے سانحہ جانکاہ ہے خاص طور پر ان کے عزیز و اقارب کے لئے۔ پس کلمہ انا للہ و انا الیہ راجعون کا ورد ضروری ہے۔

---

## مکتوب ۶۳

بجانب برادرانِ حضرت شیخ در جواب سوال متعلق
بہ جامۂ پیران برائے سید محمد نصیر آبادی۔

حق حق حق!

آپ کا خط ملا۔ فرمان کے مطابق مشائخ کا پیرہن سید محمد نصیر آبادی کے لئے ارسال کر دیا ہے۔ آپ نے دیکھ لیا ہوگا۔ ان کو چاہیئے کہ خرقہ مشائخ کا ادب ملحوظ رکھیں کیونکہ خرقۂ مشائخ میں ہزاروں برکات پنہاں ہیں۔ مشائخ کے چشمہ کو جاری رکھنا چاہیئے اور ان کی سنت کو سنتِ حق سمجھتے ہوئے اس کی بجاآوری کے لئے سرتوڑ کوشش کرنی چاہیئے۔ ہم جیسے تباہ حال لوگوں کے لئے اسلام کے بعد یہی مشائخ کی پناہ ہے ورنہ ہماری سیہ کاری، سیہ روئی اور بد اعمالی اور بد روئی تو عیاں ہے ہم کون ہیں کہ مقتدائے خلق ہونے کا دعویٰ کریں بس ہم تو اپنے مشائخ کی سنت جاری کرنے والے ہیں۔ باقی ہمارے پاس کچھ نہیں ہے۔

بیت ؎
ہر چہ او کرد کردۂ حق داں
ہر چہ او گفت گفتۂ حق داں

(جو کچھ اس نے کیا ہے حق کا کیا ہوا سمجھ اور جو کچھ اس نے کہا ہے حق کا کہا ہوا جان)۔

اس کام سے دل کو بہت فرحت حاصل ہوئی (یعنی خرقہ عطا کرنے سے) اور حق تعالےٰ کی درگاہ میں ہزاروں شکر ادا کئے۔ الحمد للہ علی ذالک۔ اگر اس فقیر کی سلوک کی کتابوں میں سے کوئی کتاب ان کے پاس ہو تو اس کا مطالعہ کرتے رہیں اور اس فقیر کے مشرب کو تازہ رکھیں۔ انشاءاللہ العزیز مشرب میسر ہوگا اور حق تعالےٰ کا ذوق وشوق بڑھے گا۔ جس طرح کہ عارفان و موحدان کا ذوق وشوق ہوتا ہے پس اس فقیر کو بھی دعائے خیر میں یاد رکھیں۔ عاقبت محمود باد۔ والسلام۔

## مکتوب ۶۴

بجانب سید محمد نصیر آبادی در ارسالِ جامہ پیران و فوائد آن و فرقِ مراتب طالب دنیا و طالب آخرت (خرقہ مشائخ کے فوائد کے بیان میں اور طالب دنیا اور طالب آخرت کے درمیان فرق کے بیان میں۔

حق حق حق!

بھائی عزیز اللہ نے خط لکھا ہے کہ سید محمد نصیری آبادی نے حق تعالیٰ کی طرف رجوع کر لیا ہے اور ترکِ ماسوی اللہ پر کمر بستہ ہو گئے ہیں۔ الحمد للہ علیٰ ذالک' (اس پر حق تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہوں) اس سے دل کو بے حد خوشی حاصل ہوتی۔ خرقہ خلافت جو آپ نے شیخ الاسلام برادرم شیخ عزیز اللہ سے حاصل کیا ہے مبارک باد۔ نیز جو جامہ مشائخ فقیر نے ارسال کیا ہے زیب تن کرنا چاہیئے اور حتی الوسعیٰ حق تعالےٰ کی طاعت و محبت میں رہنا چاہیئے۔ حق تعالیٰ کی بارگاہ میں دوگانہ شکر ادا کریں اور خوش و خرم رہیں۔ دنیا مردانِ خدا اور دوستان بارگاہِ قدس سے خالی نہیں۔ اگرچہ بساط نبوت (نبوت کا دستر خوان) تہ کیا جا چکا ہے۔ لیکن چتر ولایت مردانِ حق پر قائم کیا جاتا ہے اور قائم ہوتا رہے گا۔ بقائے عالم ان کے وجود سے قائم ہے طالبانِ حق شیرِ ولایت (ولایت کا دودھ) اور علم درائت (عقل و دانش) سر چشمۂ نبوت سے حاصل کرتے ہیں اور حق تعالیٰ تک رسائی حاصل کرتے ہیں۔

ذالک الکتاب لا ریب فیہ ھدیً للمتقین الذین یومنون بالغیب

(یہ وہ کتاب ہے جس میں کوئی شک و شبہ نہیں۔ یہ راہ دکھاتی ہے ان لوگوں کو جو حق تعالیٰ سے ڈرتے ہیں اور غیب پر ایمان لاتے ہیں)۔

کا اسی حقیقت کی طرف اشارہ ہے۔ لہٰذا جو شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچا صحابی ہوا

اور دین کا سردار بنا۔ چونکہ وہ آفتاب عالم تاب ہم تباہ حالوں کے سر سے غروب ہو چکا ہے۔ اور وہ دودھ جو سرچشمہ نبوت سے ملتا تھا بند ہو گیا ہے ناچار وہ دودھ سرچشمہ ولایت سے حاصل کرنا چاہیئے۔ کیونکہ العلماء ورثۃ الانبیاء (علماء انبیاء علیہم السلام کے وارث ہیں)۔ پس اب نور ولایت سے پرورش حاصل کرنی چاہیئے۔ تاکہ عالم سفلی سے گذر کر عالم علوی پر پہنچ جائے اور اپنی ہمت اور نصیب کے مطابق جمال دوست سے محظوظ ہو۔

بیت ؎ از بختِ بدم اگر فرو شد آفتاب

از نورِ رخت مہا چراغ مے گیرم

(اگر میری بدنصیبی سے آفتاب غروب ہو گیا ہے لیکن اسے محبوب تیرے چہرے کے نور سے روشنی حاصل کرتا ہوں)۔

اور یہ کوئی کم دولت نہیں کہ آدمی عالم ملکوت میں پہنچ کر ملائک کا ہمنشین ہو۔ بلکہ ملائک اور افلاک سے بھی گذر کر اللہ تعالےٰ کے نور کے ساتھ واصل ہو جائے اللہ نور السمٰوٰت والارض (اللہ آسمانوں اور زمین کا نور ہے) کے یہی معنی ہیں، کسی نے خوب کہا ہے ؎

ہر نفس آواز عشق مے رسد از چپ و راست ما بفلک میرویم عزم تماشا گر است

ما بفلک بودہ ایم یار ملک بودہ ایم باز ہمانجا رویم جملہ کہ شہر ماست

خود ز فلک برتریم، وز ملک افزوں تریم

زیں دو جہاں مے گذریم منزل ما کبریاست

(ہر لحظہ عشق کی آواز دائیں بائیں طرف سے آرہی ہے ہم آسمان پر جاتے ہیں اگر تماشا دیکھنے کا شوق ہے۔

ہم آسمان پر رہ چکے ہیں اور ملائکہ کے دوست بن چکے ہیں۔ ہم پھر وہیں جاتے ہیں کیونکہ وہ سب ہمارا شہر ہے۔

ہم خود آسمان سے بھی بلند تر اور ملائک سے برتر ہیں ہم دونوں جہانوں سے اوپر چلے گئے

ہیں اور ہماری منزل حق تعالیٰ ہے)۔

زہے نصیب جس سعید کو یہ دولت میسر آئے کہ رحم مادر سے پیدا ہو کر عالم ناسوت میں آئے اور پھر رحم ولایت سے پرورش پا کر عالم غیب میں پہنچ جائے اسی وجہ سے کہا گیا ہے کہ لن یلج ملکوت السمٰوات والارض من لم یولد مرتین (جو شخص دوبارہ پیدا نہیں ہوتا ملکوت السمٰوات والارض میں داخل نہیں ہو سکتا یعنی موتوا قبل ان تموتو کے مصداق فنائے نفس حاصل کر کے مقام بقا باللہ پر پہنچ جائے)۔ اس ولایت میں سالک ایسے مقام پر پہنچ جاتا ہے کہ انا الحق اور سبحانی ما اعظم شانی کا دم مارتا ہے اور قُمْ بِاِذْنِیْ (زندہ ہو جاؤ میرے حکم سے) کا اس سے ظہور ہوتا ہے۔ حدیث

من رانی فقد رای الحق (جس نے مجھے دیکھا حق کو دیکھا)

کا اسی طرف اشارہ ہے۔ اس کے باوجود عبد عبد ہے اور رب رب ہے۔ جس قدر بلند پرواز کرتا ہے مقامِ عبودیت جو عبدہٗ و رسولہٗ کا تقاضا ہے دامن نہیں چھوڑتا۔ اور سالک کو میدانِ عبدیت میں پکڑ لاتا ہے جو فعل و ایجاد کا مقام ہے (یعنی جہاں آدمی اپنے افعال و اعمال کا ذمہ دار قرار دیا جاتا ہے) اور متابعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں ثابت قدم بناتا ہے۔ اگرچہ آنحضرتؐ خود نور ہیں باحضور ہیں با خدا ہیں اور اپنے آپ سے دُور بھی ہیں۔

بیت ؎ این است کمالِ مرد در راہ یقین

در ہر چہ نظر کند خدا را بنید

(یہ ہے کمال مرد کا راہ یقین میں کہ جس چیز پر نظر کرتا ہے خدا دیکھتا ہے)۔

اس کا نام ہے ہمت اور مبلغ علم۔ مبلغ علم بھی دو قسم کا ہے ایک علم دنیا جو غم روزی کے سوا کسی چیز میں مشغول نہیں ہوتا اور یہ خطرناک ہے۔ خدا اس سے پناہ دے۔ دوسرا مبلغ علم علمِ آخرت ہے جو ہمیشہ غم دین میں رہتا ہے اور خوف و رجا کے سوا کسی چیز میں مشغول نہیں ہوتا۔ جنت کا خواہش مند رہتا ہے اور دوزخ سے ڈرتا ہے۔ یہاں اللھم اجرنا من النار یا مجیر یا مجیر (اے اللہ ہمیں دوزخ کی آگ سے محفوظ رکھ اے محفوظ رکھنے والے) کی دعا مانگتا ہے۔ اگر اس قسم کے لوگ تارک

ہوتے ہیں اور دنیا اور اہلِ دنیا سے کنارہ کش ہوتے ہیں اور آخرت کے طالب رہتے ہیں اور اس کے سوا کسی چیز کا فکر نہیں رکھتے یہ لوگ مومن ہیں اور جنت میں جاتے ہیں. لیکن دوست کے حضور سے محروم رہتے ہیں۔ اس کے برعکس مردانِ حق وہ ہیں کہ جن کے حق میں یہ فرمایا گیا ہے:

سبقت لهم منا الحسنیٰ          سبقت دی ہم نے ان کے لیے نیکیاں۔

یہ لوگ دونوں جہانوں میں مشاہدۂ دوست میں محو رہتے ہیں اور دوست کے سوا ایک دم بھی زندہ نہیں رہ سکتے کیونکہ یہی ان کی سرشت (فطرت) میں رکھا گیا ہے۔

بیت ؎          نے درغم دوزخ و بہشت رند
این طائفہ را چنیں سرشتند

(اس طائفہ کے لوگوں کی سرشت اس طرح پر ہے کہ نہ وہ دوزخ کا غم رکھتے ہیں نہ بہشت کی فکر)۔

یہ لوگ کفر سے نکل جاتے ہیں بعض معصوم ہوتے ہیں بعض محفوظ اور مغفور۔ (انبیاء علیہم معصوم اور اولیا کرام محفوظ و مغفور ہوتے ہیں)۔ نورِ حق میں مستور اور حق کے ساتھ مسرور رہتے ہیں۔ دین کے ظاہری احکام میں مشغول نہیں رہتے بلکہ دین کو چراغ راہ کے طور پر استعمال کر کے حق کے ساتھ مشغول ہو جاتے ہیں، یہ لوگ دین پر نظر نہیں رکھتے بلکہ حق پر نظر رکھتے ہیں۔

بیت ؎          کفر کافر را و دین دیندار را
ذرہ دردِ دل عطّار را

(کفر کافر کو چاہیئے اور دین دیندار کو لیکن عطار کو فقط ذرہ بھر دردِ دل چاہیئے)۔

بیت ؎          ذرۂ دردِ خدا در دل ترا
بہتر از دو جہاں حاصل ترا

"اللہ کے لیے ایک ذرہ بھر دردِ دل دو جہاں کی بادشاہی سے بہتر ہے"

اللہ کے درد و محبت کے سوا جو کچھ ہے خواہ طاعت ہے خواہ گناہ سب نامرادی ہے۔

بیت ۔ در راہ یگانگی چہ طاعت چہ گناہ
رخسارۂ عاشقان چہ روشن چہ سیاہ

اے بھائی ہمت بلند رکھ۔ جس قدر تمہاری ہمت ہے تم وہی کچھ ہو گے (یعنی اسی قدر حاصل ہو گا اور تیری قدر وہی ہو گی)۔ کسی نے سچ کہا ہے۔ قیمۃ المرء ھمتہٗ (آدمی کی قیمت اس کی ہمت ہے)۔ ہر شخص کو اتنا ملتا ہے جتنی اس کی ہمت ہے۔ مردانِ حق کا کہنا ہے کہ :

المولیٰ لی ومن لہ مولیٰ فلہ الکل (اللہ میرا ہے اور جس کا اللہ ہے اس کا سب کچھ ہے)

دوزخ اور جنت کی ان کے دل میں کوئی وقعت نہیں۔ ما فی الجنت احد سوی اللہ (اللہ کے سوا جنت میں کیا ہے)۔ ان حضرات کا مسلک یہ ہے :

ان اللہ جنۃ لیس فیھا حور ولا قصور
(اللہ وہ جنت ہے جس میں نہ حور ہے نہ قصور)۔

ان حضرات کے لئے اگرچہ رویتِ حق (دیدارِ حق تعالیٰ) کا وعدہ ہے لیکن زخمِ لَنْ تَرَانِی (موسیٰ علیہ السلام کو جو حق تعالیٰ سے جواب ملا تھا کہ تُو ہرگز دیدار نہیں کر سکے گا) بھی ان کی قسمت میں لکھا ہوا ہے۔ پس وہ زخم کی پروا نہیں کرتے اور طالبِ دیدار رہتے ہیں کیونکہ لَنْ تَرَانِی معشوق کا ناز ہے اور اَرِنِی (میری طرف دیکھ۔ یہ موسیٰ علیہ السلام کی درخواست تھی کہ اے میرے رب میری طرف چہرہ مبارک کیجئے تاکہ میں دیدار کر سکوں) عاشق کا نیاز ہے۔ لہٰذا محب اور محبوب کے درمیان کوئی پردہ نہیں۔ بلکہ ہر وقت فتح باب ہے (دروازہ کھلا ہے) من اذ من قرع الباب یوشک ان یفتح لہ

پر یقین محکم رکھو۔ اور ہر وقت محبوب کے دامن میں ہاتھ ڈالے رکھو۔ جان پر کھیل جاؤ۔ جہان پر کھیل جاؤ۔ سینے کو چھلنی کر دو ہر دم ہر لحظہ اس کی طلب میں رہو۔ خونِ دل پیو اور لختِ جگر کھاؤ۔ دیگ کی طرح جوش و خروش کرو۔ دامن کو کون و مکان سے پاک رکھو۔ خلقِ خدا سے کنارہ کش رہ کر عملِ پیہم میں مصروف رہو۔ وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَمَا كُنتُمْ (وہ تمہارے ساتھ ہے جہاں بھی تم ہو)۔

اس سے تم ایسے مقام پر پہنچ جاؤ گے کہ درمیان میں کوئی پردہ حائل نہ ہوگا اور جمالِ لم یزلی اور کمال لایزالی کے سوا کچھ نہ ہوگا۔ پس گوش ہوش سے سنو اور اس پر قائم رہو۔ کیونکہ اِنَّهٗ هُوَ يُبْدِئُ وَ يُعِيْدُ (وہی پیدا کرتا ہے اور دوبارہ اٹھاتا ہے)۔ حق تعالےٰ اس قدر بلند کرتا ہے کہ دنیا و مافیہا کسی شمار میں نہیں آتا۔ ولا تحزن ان اللہ معنا (غم مت کھاؤ اللہ ہمارے ساتھ ہے)۔ یہ وہ مقام ہے جہاں سوائے دوست کے کچھ نہیں رہتا۔ ولہ الکبیر ولہ الکبریاء فی السموات و الارض وھو العزیز (سب بڑائی اور بلندی اُسی کے لئے ہے آسمانوں اور زمینوں میں۔ اور وہی ہے زبردست حکمت والا)۔

---

## مکتوب ۶۵

**بجانب شیخ عبدالرحمٰن در بیان آنکہ سہ طائفہ رند (خلق کے تین گروہ ہیں)**

حق حق حق!

واضح باد کہ مردانِ خدا جو کچھ کرتے ہیں خدا کے لئے کرتے ہیں اور جو قدم اٹھاتے ہیں خدا کے لئے اٹھاتے ہیں۔ عزیز من! خلق خدا کے تین گروہ ہیں پہلا گروہ وہ ہے جو اپنے مفاد کی خاطر اللہ سے جنگ کرتے ہیں۔ یہ لوگ اہل لذات و شہوات ہیں اور دنیا کی محبت کی وجہ سے بے ایمان جاتے ہیں۔ العیاذاً باللہ (پناہ بخدا)۔ دوسرا گروہ وہ ہے جو اللہ کی خاطر لوگوں سے جنگ کرتے ہیں۔ یہ لوگ سلاطین، امرأ و حکمران ہیں۔ اور شریعت پر قائم رہ کر یہ لوگ پاک ہوتے ہیں اور ایمان سلامت لے جاتے ہیں اور بہشت میں جاتے ہیں۔ تیسرا گروہ وہ ہے جو حق تعالےٰ کی خاطر اپنے آپ سے جنگ کرتے ہیں اور حق تعالےٰ کے ساتھ مشغول ہوتے ہیں۔ الزاھدون فی الدنیا والراغبون فی الآخرۃ۔ (دنیا میں زہد و تقویٰ اختیار کرتے ہیں اور آخرت میں راغب ہوتے ہیں یعنی

اَبْدَانُهُمْ فِی الدُّنْیَا وَقُلُوْبُهُمْ فِی الدُّنْیَا (ان کے جسم دنیا میں ہیں اور قلوب آخرت میں)۔ ان کی شان میں آیا ہے۔ یہ طائفہ اخیار کہلاتا ہے جو تخلقوا باخلاق اللّٰہ (اللہ تعالیٰ کی صفات سے متصف ہو جاؤ) کے زیور سے آراستہ ہیں۔ یہ حضرات متصوفہ اور اہلِ دل بھی کہلاتے ہیں۔ یہ لوگ باطن کے بادشاہ ہیں۔ اہلِ اللہ ہیں اور ماسوی اللہ سے گذر کر حضرت حق سے پیوست اور واصل ہو چکے ہیں یہ مقربانِ حق ہیں اور تخلیق عالم کے مقصود اور مطلوب ہیں۔ ان کو جیسا کہ یہ ہیں سوائے خدا کے اور کوئی نہیں جانتا۔ عالمِ قدس میں فرشتے ان کی گرد تک نہیں پہنچ سکتے۔

بیت ؎ چنگ در حضرت خدا زدہ
ہر چہ آں نیست پشتِ پا زدہ

(تو نے اللہ کے دامن میں ہاتھ ڈال رکھا ہے اور جو کچھ اللہ کے سوا ہے اس پر لات مار دی ہے)۔

یہ تباہ حال اپنا ماتم کر رہا ہے کہ ستر سال سے عمر زیادہ ہو چکی ہے لیکن راہِ حق میں ایک قدم بھی نہیں چلا۔ مرتبہ بہائم (وحشی جانور) پر ہوتے ہوئے گروہِ اوّل میں شامل ہے جو اپنے نفس کی خاطر اللہ سے جنگ کرتا ہے۔ ہیہات ہیہات! سفرِ آخرت در پیش ہے لیکن زادِ راہ کچھ نہیں۔ سوائے سیاہ روئی اور تباہ حالی کے کچھ ہاتھ میں نہیں۔ لہٰذا جب بھی اپنے احباب کو خط لکھتا ہوں اپنا ماتم کرتا ہوں اور سر میں مٹی ڈالتا ہوں۔

بیت ؎ آہ دلم خون شد در کار او
آہ درد ہیچ رہے کار نیست

(آہ دل اس کی راہ میں خون ہو گیا ہے۔ لیکن کیا کیا جائے کہ کچھ نہیں بنتا)۔

## مکتوب ٦٦

بجانب بی بی اسلام خاتون۔ در بیان عدم جواز خلافت برائے زنان
ہر چہ بکمال مردان رسند (عورتوں کے لئے خلافت ناجائز ہے
خواہ وہ کس قدر مردانہ کمالات حاصل کریں۔

حق حق حق!

خواہرم سیدہ عفیفہ ساجدہ راکوفخر النساء فی العالمین بی بی اسلام خاتون........
واضح باد کہ دنیا آخرت کا پل ہے اور دنیوی زندگی کا مقصد طلب حق ہے۔ اس لئے
اس جہاں میں غم آخرت کھانا چاہیئے اور اپنے آپ کو مسافر سمجھتے ہوئے ساری زندگی عبادت،
ذکرِ ظاہر و باطن، اور حق تعالٰے کے ذوق وشوق میں بسر کرنی چاہیئے۔ سانس کو غنیمت سمجھنا چاہیئے۔
کسی نے خوب کہا ہے ؎

ہر یک نفس کہ مے رود از عمر گوہر است
کان را خراجِ ملک دو عالم بود بہا

(ہر سانس جو نکلتا ہے ایک گوہر ہے اور دونوں جہاں کا خراج اس کا خون بہا ہے یعنی ہر
سانس کے ضائع ہونے پر دونوں جہاں خون بہا کے طور پر ترک کر دینے چاہیئیں)

اسماو صفات اور اسمِ ذات (اللہ) کا ذکر مع تصور شیخ اس شدومد سے کرنا چاہیئے کہ خدا
کے سوا دل میں کچھ نہ رہے۔ اور دِل مستغرق ہو جائے۔ چونکہ آپ نے ذی بیسی ہمت سے کام
لیا ہے لازم ہے کہ مشائخ کا سلسلہ جاری کریں لیکن چونکہ عورتوں کے لئے خلافت جائز نہیں ہے
خرقہ مشائخ ارسال نہیں کیا گیا اور اجازتِ بیعت نہیں دی گئی۔ لیکن اگر کوئی عورت یا مرد بیعت
کی درخواست کرے تو عورتوں کو سامنے بٹھا کر یا غیبی طور پر اور مردوں کو غیبی طور پر اپنے شیخ

کی وکالت سے کلاہ و جامہ عطا کرو اور مشائخ کا شجرہ لکھوا کر دو اور اپنے شیخ کا اسے مرید بنا دو۔
اور اس دولت کو دولتِ عظیم سمجھو۔ عاقبت محمود باد۔

---

## مکتوب ۶۷

بجانب شیخ رکن الدین فرزند حضرت شیخ
در بیانِ ارشادِ راہِ حق و ترقی آں بتدریج

حق حق حق!

آں عزیز کا خط ملا۔ حال معلوم ہوا۔ اور دل کو مسرت حاصل ہوئی۔ چونکہ آں فرزند راہِ حق میں گامزن ہیں اس دولت اور اس سعادت کی خوشی میں یہ فقیر حق تعالےٰ کی بارگاہ میں شکر گذار ہے دعا ہے کہ حق تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے آں فرزند کو زمرۂ محبوباں میں رکھے اور حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی پناہ نصیب فرماوے۔ اسے فرزند! اس میدان میں مردانہ وار قدم رکھ کر جان اور جہاں سب کچھ قربان کر دینا چاہیئے اور بلند ہمتی اور ترک ماسوای کی بدولت میدانِ لامکان میں کرتے ہوئے عین الیقین اور حق الیقین کے ساتھ مشاہدہ جمال لم یزلی و لایزالی میں منہمک ہو جانا چاہیئے۔ لیکن طلبِ حق میں گرم جوشی، شجاعت اور وسیع حوصلہ کی ضرورت ہے پاؤں دنیا میں اور سر عقبیٰ میں رکھنا چاہیئے۔ اور مردانِ حق کے جس قدر مقامات حاصل ہوں ان پر قانع نہیں ہونا چاہیئے۔ ہمت کو ہمیشہ بلند رکھنا چاہیئے۔ اگر دنیا پیش آئے تو اسے مردار خور کتا سمجھنا چاہیئے۔ اگر دل میں عقبیٰ کا خیال آئے تو اُسے زہدِ شہوت طلب سمجھو۔ اگر صفاتِ الٰہیہ ظاہر ہوں تو اُسے طلبِ عزّ و جاہ تصور کرو۔ فرزندِ من! بغلبۂ شغلِ باطن اور سکرِ حال میں صفات ذمیمہ اس طرح یکبارگی زائل ہوتے ہیں جس طرح طلوعِ آفتاب سے ظلمتِ شب دور ہو جاتی ہے۔ سرورِ کونین

صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت اور شریعت کی پابندی میں جم جانا چاہیئے۔ اور خدا تعالےٰ اور مخلوق خدا کے ساتھ حسن معاملہ اور صدق سے پیش آنا چاہیئے۔ اپنے نفس کی خاطر کسی سے جھگڑا نہیں کرنا چاہیئے اپنا انصاف دوسروں سے طلب نہیں کرنا چاہیئے (یعنی اگر کوئی شخص سختی سے پیش آئے تو اسے معاف کر دینا چاہیئے) لوگوں کے ساتھ نرمی سے پیش آنا چاہیئے۔ قول و فعل سے کسی شخص کی دل آزاری نہیں کرنی چاہیئے۔ تمام حرکات و سکنات میں خدا سے ڈرتے رہنا چاہیئے اور ہر وقت اپنے کام میں مشغول رہنا چاہیئے۔ کوئی ذکر بلا ملاحظہ واسطہ اور نہیں رکھنا چاہیئے (یعنی ہر ذکر دلی توجہ اور واسطۂ شیخ سے کرنا چاہیئے)۔ جب شغل باطن میں استغراق حاصل ہوتا ہے تو اس سے عالمِ غیب کا دروازہ کھل جاتا ہے۔ اور اس حال کو اس مقام پر پہنچانا چاہیئے کہ مقید سے مطلق میں پہنچ جائے اور جمالِ ازلی و لم یزلی نصیب ہو۔ لیکن اے فرزندِ من! یہ راستہ اس قدر دراز ہے کہ اگر فلک ملک یا ارواح کی رفتار سے اس کو تمام کرنا چاہیں اور ابدالآباد تک چلتے رہیں تو بھی یہ سفر ختم نہ ہوگا۔

وَاِنَّ اِلٰی رَبِّکَ الْمُنْتَھٰی (تحقیق تیرے رب پر راستہ ختم ہوتا ہے)۔

کبھی میسر نہیں آتا۔ خاص طور پر بے چارہ سالک جس کی رفتار طبع بشری سے وابستہ ہے۔ یعنی جس کی رفتار چیونٹی کی رفتار سے بھی کمتر اور ضعیف تر ہے۔ وہ کس طرح اس راہ میں چل سکتا ہے اور کیسے کعبۂ وصال تک پہنچ سکتا ہے۔ لیکن جب عنایتِ خداوند جل و علیٰ شامل حال ہوتی ہے اور جذبہ رونما ہوتا ہے جسے استغراق اور کبوترِ عشق کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔ تو ایک لمحہ میں اس مقام پر پہنچا دیتی ہے کہ ملائک انگشت بدنداں ہو کر رہ جاتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ؛

مَا ھٰذَا بَشَرًا اِنْ ھٰذَا اِلَّا مَلَکٌ کَرِیْمٌ ای مقرب اللہ تعالیٰ وصل باللہ

(یہ بشر نہیں ہے بلکہ ایک فرشتہ ہے یعنی حق تعالےٰ کا مقرب اور واصل باللہ ہے)

بیت ؎

مورِ مسکین ہوسے داشت کہ در کعبہ رسد
دست در پائے کبوتر زدہ ناگاہ رسید

(مسکین چیونٹی کے دل میں خواہش پیدا ہوئی کہ کعبہ کی زیارت کروں۔ اس نے کبوتر کے

پاؤں کو پکڑ لیا اور فوراً پہنچ گئی یعنی پیر کامل کے توسط سے ۔)

اے فرزند! اے فرزند! کام کرو اور بہت کام کرو۔ حق تعالےٰ کی حکمت کا تقاضا یہی ہے کہ بشر بیچارہ کے بلند مقامات پر بتدریج رسائی ہو کیونکہ عند ظهور الحق ثبور الخلق (حق کے ظہور سے خلق کالعدم ہوتی ہے) چونکہ مقصود مشاہدۂ جمال حق ہے۔ آہستہ آہستہ سالک کو آشنا کرایا جاتا ہے کبھی مستی میں کبھی ہوشیاری میں، کبھی دوست کے ساتھ کبھی اغیار کے ساتھ بٹھاتے ہیں تاکہ پرورش ہوتی رہے اور کمال پر پہنچ جائے۔ اور نہادِ بشری (یا بنیاد بشری) نہاد روحی و نوری میں مبدل ہو جائے۔ تب جا کر عالم غیب کا متحمل ہوتا ہے کہ لا یحمل عطایا الملك الا مطایا الملك (بادشاہ کے انعامات کو سوائے بادشاہ کے مقربین یا نائب کے کوئی برداشت نہیں کر سکتا) جب طالب کو آہستہ آہستہ وجودِ نوری و روحی مل جاتا ہے تو بادشاہ کا مطایا (مقرب یا نائب) ہو جاتا ہے اس وقت بادشاہ کے انعامات (عطایا) جن سے مراد اسرار و انوارِ ازلی و لم یزلی ہے برداشت کرنے کی طاقت آجاتی ہے اور مراد حاصل ہوتی ہے۔ اگر کسی شخص کی ترقی تیزی سے ہوتی ہے تو وہ مجذوب مطلق اور مجنون مستغرق ہو جاتا ہے۔ اگرچہ یہ بھی بڑی بات ہے لیکن مردان حق کے نزدیک یہ نقصِ حال ہے کیونکہ انبیاء علیہم السلام کے لئے مجنون ہونا (یعنی مغلوب الحال ہونا) بدترین عیب ہے۔ شیر خوار بچوں کے لئے جَو کی روٹی اور بھونا ہوا گوشت موجب ہلاکت ہے۔ پس ترقی آہستہ آہستہ ہوگی انشاءاللہ تعالےٰ۔ اور یہی وجہ ہے کہ پیغمبروں کی پیغمبری کا چالیس سال بعد ظہور جیسا کہ قرآن مجید میں ہے کہ:

وَلَمَّا بَلَغَ اَشُدَّهٗ وَاسْتَوٰىٓ اٰتَيْنٰهُ حُكْمًا وَّعِلْمًا

(اور جب وہ جوان پہنچے تو ہم نے ان کو حکم دیا اور علم عطا فرمایا)

یعنی جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کمالِ وجود کو پہنچے اور چالیس سال سے عمر زیادہ ہوئی اور صفات و افعال کو استوی (راستگی یا پختگی) حاصل ہوئی تو انہیں حکم و علم پیغمبری اور تبلیغ رسالت کا کام سپرد ہوا۔ نیز یہی راز ہے کہ مومنین اور مقربین کو دنیا میں رکھ کر ہزاروں تکالیف سے آشنا کرتے ہیں اور پھر قبر کی منزل تک پہنچا کر کئی ہزار سال وہاں رکھتے ہیں.......... اور وہاں سے میدان

حشر میں لا کر کھڑا کرتے ہیں جہاں پچاس ہزار سال کا اس قدر وحشت ناک دن ہو گا کہ انبیاء و اولیاء کانپ رہے ہوں گے۔ پس اعمال کا وزن ہو گا۔ پل صراط سے گذارا جائے گا۔ اگر وہاں سے خداوند تعالیٰ کے فضل سے گذر گیا تو بہشت میں جگہ دیتے ہیں کہ مقامِ رحمتِ الٰہی ہے اور وہاں بقدر درجات دیدارِ الٰہی نصیب ہوتا ہے اور تیس ہزار سال تک مشاہدۂ جمالِ بے چون و بے چگون میں مستغرق اور مدہوش رکھ کر افاقہ دیتے ہیں اور پھر تجلی کرتے ہیں۔ اسی طرح ہر شخص کے درجات کے مطابق تجلیات کا تکرار ہوتا رہتا ہے۔ اور بعض لوگ ایسے ہیں جو ایک لمحہ کے لئے بھی حجاب میں نہیں ہوتے بلکہ ہمیشہ جمالِ دوست میں مستغرق رہتے ہیں۔ مقصد یہ ہے کہ اے فرزند! کام کرو اور دردِ محبت میں بے قرار ہو کیونکہ بزرگوں نے کہا ہے کہ "این کار درد و اندوہ است" (یہ کام درد و غم ہے)۔ کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم متواصل الحزن و دائم الفکر (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ غم اور فکر میں رہتے تھے)۔ آپؐ ہمیشہ دوست کے شوق اور فراق میں جلتے رہتے تھے اور یہی آپ کا سکونِ قلب تھا۔ آپؐ دوست کے سوا کسی چیز کے ساتھ چین نہیں پاتے تھے۔ پس مرد کا کام یہ ہے کہ:

"نہ با کس شمارے، و نہ بر پشت بارے، و نہ در سینہ آزارے و نہ با غیر کارے باشد"
(نہ کسی کو حساب میں لائے، نہ پیٹھ پر کوئی بوجھ ہو یعنی علائق دنیا سے آزاد ہو۔ نہ دل میں کوئی تمنا ہو، نہ غیر کے ساتھ کوئی کام)۔

اے فرزند! تمام عبارات کا مطلب ایک ہے یعنی وہی مطلوب و مقصود ہے اور اس کے سوا سب مفقود۔ ہاں حیاتِ بشری کے لئے جو امور ضروری ہیں اُن میں مشغول ہونے میں مضائقہ نہیں۔ جب مطلوب ایک ہے تو پھر کسی چیز کا دل پر قبضہ نہیں ہونا چاہیئے۔ قبضے کا مطلب یہ ہے کہ دیگر مطالب کے لئے دل میں تفرقہ اور پریشانی پیدا ہو۔ اور قلب سیاہ ہو جائے۔ عیاذاً باللہ (خدا پناہ دے)۔ بچوں کو خطرہ درپیش ہوتا ہے (یعنی وساوس پیدا ہوتے ہیں) لیکن تفرقہ نہیں ہوتا۔ درویش اپنے دل کا پاسبان ہوتا ہے اور ایک درد کے سوا دوسری کوئی چیز نہیں لاتا۔ اور نہ

متفرق ہوتا ہے (یعنی تفرقہ میں مبتلا نہیں ہوتا)۔ جب تمھارا دل منور ہو گا تو معلوم ہو جائے گا کہ کیا لکھا گیا ہے۔ دوسرا خط برادرم میاں عبدالرحمٰن کو دے دینا۔ عاقبت محمود باد۔

---

## مکتوب ۶۸

بجانب میاں عبدالرحمٰن در بیانِ ادب کردن و نگوساری و خدمت گذاری نمودنِ مریدان پیش فرزندان و قرابتیاں شیخ خود (اپنے شیخ کی اولاد اور رشتہ داروں کے ادب اور خدمتگاری کے بیان میں)۔

حق حق حق!

معلوم ہوا ہے کہ آں برادر میرے بیٹے شیخ رکن الدین سے رنجیدہ ہیں۔ اے برادر! آج آفتاب اسلام غروب ہونے والا ہے۔ لَبَدَاءَ الْاِسْلَامُ غَرِیْباً وَّ سَیَعُوْدُ کَمَا بَدَاءَ (اسلام غریبی کی حالت میں ظاہر ہوا اور اسی حالت میں واپس جائے گا)۔ آج کل معاملہ برعکس ہو گیا ہے۔ اگر شیخ رکن الدین تجھ سے رنجیدہ خاطر ہو جاتے اور تم عجز و نیاز سے اس کی خوشنودی حاصل کرتے تو مناسب حال ہوتا۔ اور اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل ہوتی۔ لیکن یہ بات (یعنی تمھارا ناراض ہونا) محض گمراہی ہے اور شیطان لعین نے تمھارے دل پر قبضہ کر رکھا ہے۔ شیطان کو لاحول کے خنجر سے دفع کرنا چاہیئے۔ اور اپنے آپ کو بچانا چاہیئے۔ اگر اس لعین نے اپنا وار کر لیا تو مردودِ ابدی بنا دے گا۔ اور ابدالآباد تک راستہ بند کر دے گا۔ العیاذاً باللہ من ذالک (اللہ اس سے پناہ دے)۔ اے برادر! عجیب ہے کہ ہم سے نعمت طلب کرتے ہو اور ہماری اولاد سے برگشتہ ہو۔ ہیہات ہیہات! وہ نعمت ہرگز نہیں ملے گی اور راہِ حق کبھی نہ پاؤ گے۔ جو کچھ تم جانتے ہو وہ ضلال گمراہی اور وبال

ہے اور جسے تم نور سمجھتے ہو ظلمت اور غرور ہے۔ جب تک شیطان زندہ ہے طالبانِ حق کے دلوں کا خون کرتا رہے گا۔ فرصت کو غنیمت سمجھنا چاہیئے اور توبہ سے فائدہ اٹھا کر بخشش مانگنی چاہیئے۔ شیطان کے تیروں سے اپنے آپ کو بچاؤ۔ اے برادر! قرآن میں نظر کرو۔ اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں کہ:

قُلْ لَّآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِى الْقُرْبٰى

(اے نبی ان لوگوں سے کہہ دو کہ ہدایت کے بدلے میں تم سے کوئی اجر طلب نہیں کرتا سوائے اس کے میرے قرابت داروں سے الفت کرو)۔

پس جو شخص آج اپنے شیخ کی اولاد سے قطع تعلق کرتا ہے کل قیامت کے دن حق تعالیٰ کو کیا جواب دے گا۔ اور کیا منہ دکھائے گا۔ یہ فقیر ضعیف حضرت شیخ جلال قدس اللہ روحہٗ پانی پتی جو چار پانچ پشت دور ہیں کی اولاد سے کس قدر عجز و نیاز سے پیش آتا ہے اور خاکساری کرتا ہے۔ ہوشدار، ہوشدار، ہوشدار (خبردار! خبردار!! خبردار!!!)۔ متنبہ ہو جاؤ اور استغفار کرو تاکہ سلامتی سے گذر جاؤ۔ تم دونوں بھائیوں کو ایک دوسرے کے ساتھ اس قدر محبت ہونی چاہیئے کہ درمیان میں کوئی رنجش نہ رہے اور شیطان شکست کھا جائے۔ نیز شغل باطن میں کوشش بلیغ کرنی چاہیئے اور حصولِ علم میں کوئی دقیقہ نہیں چھوڑنا چاہیئے۔ کتب سلوک کا مطالعہ بھی نہایت ضروری ہے ہر روز کتبِ سلوک کا مطالعہ اپنے اوپر لازمی سمجھو اور انہیں اپنا سلوکِ راہ سمجھو۔ کیونکہ کتابیں چراغ کا کام دیتی ہیں اور چراغ کے بغیر نور نہیں اور نور کے بغیر حضور ناممکن ہے کیونکہ جو جہل ہے وہ حجاب ہے۔ پس علم کے بغیر کوئی چارہ نہیں۔ پس کام کرتے رہو حتیٰ کہ فضلِ خداوندی شاملِ حال ہو اور نعمت حاصل ہو۔ جو کچھ قسمت میں لکھا ہے انشا اللہ تعالےٰ ضرور اپنے وقت پر مل جائیگا۔

ہر وقتے موقوف است بعجلت برنمے آید ‏ ‏ ‏ ‏ چو وقتِ نیک درآید انار بستہ بکشاید

(ہر کام کے لئے ایک وقت ہے عجلت (جلد بازی) سے کام نہیں بنتا۔ مناسب وقت پر بند انار خود بخود کھل جاتا ہے)۔ عاقبت محمود باد۔

## مکتوب ۶۹

بجانب شیخ رکن الدین ومیاں عبدالرحمٰن در بیانِ اکمالی مریدان بتادیب و تفقتے نمودن پیران دَر راہ دین (شیخ کا مریدوں کو کامل بنانا بذریعہ تادیب و سختی)۔

حق حق حق!

شعر ؎ سلامٌ علیکم چو در خاطری
گر از چشم دُوری بدل حاضری

اِنّما المقصود ھُوَ ولا سواہٗ (تحقیق اللہ مقصود ہے اور اس کے سوا کوئی نہیں)

تم دونوں بھائیوں کو چاہیئے کہ دونوں بھائی ایک دوسرے کے ساتھ تحمل سے برتاؤ کریں۔ اور باہمی اخوت میں مستحکم رہیں۔ اور مشائخ کی خدمت جان و دل سے کرنی چاہیئے کہ وہ مردانِ کار اور شیرانِ روزگار ہیں۔ دونوں جہانوں کو خرچ کر ڈالو اور پس حق تعالیٰ کے سوا کسی چیز کے ساتھ قرار نہ پکڑو۔ نزدل کو چھوڑ کر ہمیشہ عروج کے طلب گار رہو۔ تاکہ کون و مکان سے باہر نکل کر لامکان میں منزل ہو جائے۔ مردانِ حق کی یہ شان ہے کہ ملک و ملکوت سے گذر کر خورشید فلک کو پاؤں کے نیچے لاتے ہیں۔ خواجہ نظامی فرماتے ہیں ؎

رنج خود و راحتِ یاراں طلب
سایۂ خورشید سواراں طلب

(اپنے لئے رنج اور احباب کے لئے راحت کا طالب بن۔ ان حضرات کا سایہ طلب کر جو خورشید سوار ہیں)۔

لیکن عشق کا بوجھ اٹھانا لازمی ہے خواہ کس قدر بھاری ہو اور عاشق صادق بن کر رہنا چاہیئے کیونکہ

کام عشق ہی سے بنتا ہے۔

بیت ~ ہر بلا کہ قوم را حق دادہ است

زیر آں گنج کرم بنہادہ است

(جو بلا و مصیبت کہ حق تعالےٰ نازل کرتے ہیں اس بلا کے نیچے رحمت کا خزانہ پوشیدہ ہوتا ہے)

طالبین کے لئے بلا میں وہ نعمت ہوتی ہے جو عطا میں نہیں۔ اَدَّبَنِی رَبِّیْ فَاَحْسَنَ تَادِیْبِیْ (حق تعالیٰ نے مجھے ادب سکھایا اور وہ بہترین تادیب ہے) کا اسی حقیقت کی طرف اشارہ ہے۔

فتحنا علیھم ابواب کل شیٔ جزا شوط فلما نسوا ما ذکروا بہ

(اس پر ہم نے ہر چیز کے دروازے کھول دیئے پس جب وہ بھول گئے جو کہ ہم نے ان کو یاد دلایا)

پس خاک کا سر میں ہونا بہتر ہے۔ اور جان و جہان کی بربادی اختیار کرنی چاہیئے تاکہ عمارتِ دل غارتِ دوست ہو۔ یہی وجہ ہے کہ جب شیخ مشفق تادیباً مرید صادق پر غصہ ہوتے ہیں اور کچھ عرصہ بیزاری اختیار کرتے ہیں تو اس وقت مرید کو بے حد فائدہ حاصل ہوتا ہے کیونکہ سنتِ الٰہی یہی ہے۔ حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم پر کئی بار عتاب نازل ہونے کے معنی ہیں۔ نیز حضرت رسالت پناہ کا حضرت ابوبکرؓ و حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہما پر بعض اوقات خفہ ہونا اسی قبیل سے ہے۔ اسی طرح بعض مشائخ کا مریدین سے رنجیدہ ہونا جو کتابوں میں پایا جاتا ہے ان کے کمال کا موجب تھا۔ اے برادر! عاشق صادق بنو۔ کہ اَلصِّدْقُ یُنْجِیْ وَالْکِذْبُ یُھْلِکُ (صدق نجات دیتا ہے اور کذب ہلاک کرتا ہے)۔ یہ ہے وہ اصول جو مومنین کا دستگیر اور جہانوں میں موجب پناہ ہے۔ پس ان کو کیا ڈر ہے۔ اَلْمُخْلِصُوْنَ عَلٰی خَطَرٍ عَظِیْمٍ (مخلصین بڑی مصیبت میں ہوتے ہیں) کے یہی معنی ہیں۔ (یعنی طالب حق پر بلا کا نزول رہتا ہے تاکہ اس کی پرورش ہو اور کمال کو پہنچے)۔ پس مردانہ وار برداشت کرنا چاہیئے اور تیزی سے نکل جانا چاہیئے۔ وَاللّٰہُ الْمُسْتَعَانُ (اللہ تعالےٰ مددگار ہیں) کا ورد رکھ۔ کام کر اور بردبار ہو کر رہ۔ دوست کا دروازہ نہ چھوڑ اور اس کے پاؤں تھامے رکھ۔ حضرت شیخ سعدیؒ فرماتے ہیں ~

سعدی بجفا ترکِ محبت نتواں کرد
بر در بنشینم کہ از خانہ براننـد

(دوست کے ظلم کو دیکھ کر ہم اس کی محبت نہیں چھوڑیں گے۔ ہم در پر بیٹھے ہیں اس امید میں کہ وہ آکر ہمیں بھگا دیں)۔

خاطر جمع رکھو ایک دن وہ ہوگا کہ دوست اپنے جمالِ باکمال سے مشرف فرمائیں گے اور اپنے محب دور افتادہ کو ہمکنار کریں گے۔ اور جہاں میں منادی کر دیں گے کہ،

مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلٰى وَلَلْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰى وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى۔

(نہیں چھوڑا تیرے رب نے تجھے نہ ہی بیزار ہوا ہے تجھ سے۔ پہلے وقت سے بعد کا وقت تیرے لئے بہتر ہوگا اور تیرا رب تجھ کو اس قدر عطا کرے گا کہ تو راضی ہو جائے گا)۔

اس سے شیطان مردود ہو جائے گا، نفس ذلیل اور دشمن خوار ہوں گے۔ دوست نوازے جائیں گے اور وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ (اور ہم نے بلند کیا تیرے ذکر کو) کا تاج ان کے سر پر رکھا جائے گا۔ اور وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ (اور تم خلق عظیم کے مالک ہو) کی پوشاک زیب تن کرائی جائے گی۔

فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَ الشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا

(اور وہ ان لوگوں میں سے ہوگا جن پر اللہ تعالٰے نے انعام کئے ہیں یعنی انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین میں ہوگا

کے زمرہ میں شامل کیا جائے گا۔

ذٰلِكَ فَضْلٌ مِّنَ اللّٰهِ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا (یہ اللہ تعالٰی کا فضل ہے اور اللہ تعالٰی بہترین وکیل ہے)

مطالعہ کتب سلوکِ راہِ حق اور طلبِ علم سے ہرگز دور نہیں رہنا چاہیئے۔ بلکہ کمال اور جمال اسی میں سمجھو اور اس کے لئے سعیٔ بلیغ کریں کیونکہ علم نور ہے اور مشاہدہ اور حضوری بغیر نور میسر نہیں۔ اللہ

نور السموات والارض (اللہ آسمانوں اور زمین کا نور ہے) کے یہی معنی ہیں۔ جس کسی کو یہ نور حاصل ہے حضور بھی ہے۔ یہاں اپنے آپ کو سارے جہاں کو ترک کرنا واجب ہے بلکہ دونوں جہانوں کا ترک لازم ہے (یعنی آخرت یا بہشت کی خواہش سے بھی خواہش نفس ہے ترک کرنا چاہیئے) تاکہ کشف حاصل ہو کیونکہ مَنْ عَرَفَ اللّٰہُ لَا یَخْفٰی عَلَیْہِ شَیْءٌ (جس نے اللہ کو پہچان لیا اس سے کوئی چیز مخفی نہیں رہتی) اور شغل باطن میں ہمیشہ کوشاں رہنا چاہیئے اور دل کو اس کے لئے بے قرار رہنا چاہیئے۔ تاکہ شغل کا اثر دل پر ہو اور دل نور حق سے منور ہو۔ حتیٰ کہ قلب المومن عرش اللہ تعالےٰ (مومن کا قلب حق تعالےٰ کا عرش ہے) کا ظہور ہو۔ وَیَتَجَلّٰی رَبُّنَا ضَاحِکاً کا نور چمکے۔ ذالک فضل اللہ یُؤْتِیہِ من یشاء واللہ ذوالفضل العظیم۔

(یہ اللہ کا فضل ہے جسے عطا کرے تحقیق اللہ تعالیٰ بڑے فضل کرنے والے ہیں)۔

بیت ؎

من مے جویم دیگراں مے جویند
تا دوست کرا خواہد و میلش بکدام است

(میں بھی تلاش میں ہوں دوسرے بھی تلاش میں ہیں معلوم نہیں دوست کسے چاہتا ہے اور کس سے محبت کرتا ہے)۔

عاقبت محمود باد۔

---

## مکتوب

بجانب شیخ عبدالرحمٰن در بیان بلند کردن ہمت والتفات بجز نہ نمودن بغیر دوست (ہمت بلند کرنے اور بغیر دوست کے کسی کی طرف التفات نہ کرنے کے بیان میں)

حق حق حق!

آں برادر کا خط ملا۔ حال معلوم ہوا اور دل کو فرحت ہوئی۔ اے برادر! راہِ حق کے عجائب و غرائب ہزاروں لاکھوں ہیں، اور تقریر و تحریر سے باہر ہیں۔ ان کی طرف التفات نہیں کرنا چاہیئے۔ ہمت بلند کر کے اپنے کام میں مشغول رہنا چاہیئے اور سستی نہیں کرنی چاہیئے۔ استقامت حقیقی دولت ہے۔ مردانِ حق کا مقولہ ہے کہ اگر طالبِ حق کو خلیلؑ کی خلت، کلیمؑ کی مکالمت، اور روح اللہ کی روحانیت یا اس قسم کی کوئی اور چیز مل جائے اور وہ اس میں مشغول ہو جائے تو اس کا مردوں میں شمار نہیں ہوتا، بلکہ بے ہمتوں میں شمار ہوتا ہے ہر دم ھَل مِن مَّزِید کا نعرہ لگانا چاہیئے۔ قبض و بسط ( روحانی بندش یا کشائش ) ذوق و شوق کا غلبہ اور باطنی شور و غل جس قدر پیش آئے مردانہ وار برداشت کرنا چاہیئے۔ نہ اس سے گھبرانا چاہیئے نہ لوگوں کے سامنے دم مارنا چاہیئے۔ راستی، تیزی اور شجاعت سے آگے بڑھنا چاہیئے۔ اس راستے میں بزدلی روا نہیں ہے۔ مردانِ حق نے کہا ہے کہ " ہر کہ بدانگِ آویزد یا ببانگے بگریزد از وے ہیچ نہ خیزد " ( جو شخص چھ رتی ( نصف ماشہ ) میں اٹک جاتا ہے یا ( مخالف ) آواز سنتے ہی بھاگ نکلتا ہے اس سے کچھ نہیں بنتا )۔ ابھی میدان وسیع اور کام بہت ہے بڑھتے رہو اور ھَل مِن مَّزِید کا نعرہ لگاتے رہو۔ لیکن حق تعالیٰ کا شکر ادا کرو کہ اس نے اپنے فضل و کرم سے اور مشائخ کی بدولت عالمِ غیب میں پہنچا دیا ہے۔ جو کچھ سالہا سال میں حاصل نہیں ہوتا چند دنوں میں مل گیا ہے۔ پس مرد بن کر لَآ اُحِبُّ الْاٰفِلِیْنَ پر عمل کرنا چاہیئے ( یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرح یہ کہہ کر طلب حق میں آگے بڑھنا چاہیئے کہ فانی چیزوں سے میں دل نہیں لگاتا )۔ اور نور و ظلمت، آوازہائے دل پذیر یا راستے کی خوبصورتی کی طرف بالکل توجہ نہیں کرنی چاہیئے۔ مشائخ نے لکھا ہے کہ خطرہ کا رد کرنا طالب کے لئے آسان ہے لیکن جب وہ خطرہ باطن میں نور یا ظلمت کی صورت اختیار کرتا ہے تو مشکل ہو جاتا ہے۔ لیکن اس رکاوٹ کو بھی عبور کرنا ہے اور اسی سے مرد کی قیمت معلوم ہوتی ہے۔ قِیْمَۃُ الْمَرْءِ ھِمَّتُہٗ ( مرد کی قیمت اس کی ہمت ہے )۔ اور یہ بلا ذکر باطن کے غلبہ کے بغیر سالک کے راستے سے دور نہیں ہوتی۔ ذکر و عبادت میں اس قدر مشغول ہونا چاہیئے کہ ذکر و عبادت حیات بن جائے اور بے ذکر و عبادت موت

نظر آئے۔ اس وقت حق تعالٰے کے فضل و کرم سے وہ کشش پیدا ہوگی کہ ذاکر محو و مستغرق ہو جائے گا۔ اور عالمِ قید و اضافت سے نکل کر عالمِ اخلاق میں پہنچ جائے گا۔ سیر الی اللہ شروع ہو جائے گی اور وَاِنَّ اِلٰی رَبِّكَ مُنْتَهَا (تحقیق انتہائی مقام تیرا رب ہے) مقام ہو جائے گا۔ اور اس کی کوئی انتہا نہیں۔ پھر کشف در کشف اور مشاہدہ در مشاہدہ نصیب ہوگا۔ اور سالک کا کام بن جائے گا۔ ذَالِكَ فضل اللہ یوتیہِ من یشاءُ واللہ ذوالفضل العظیم (یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جسے چاہے عطا کرتا ہے۔ اللہ بڑا فضل کرنے والا ہے)۔ اگر ہو سکے تو آپ اور فرزندین شیخ رکن الدین طال عمرہ وزید ذوقہ، وشوقہ، باللہ صبح کے وقت یا کسی دوسرے وقت ذکر جہر حضور کے قلب اور تصورِ شیخ کے ساتھ کر لیا کریں۔ تاکہ ذکر جہری اور ذکرِ سری دونوں سے فائدہ حاصل ہو اور فارغ بالکل نہیں رہنا چاہیے۔ ورنہ ہم دونوں کو یہاں بلالیں گے۔ پس اسی جگہ مشغول رہو اور کم و بیش جو کچھ پیش آئے تحریر کر دیا کرو تاکہ ارشاد ہو سکے اور اسی کے مطابق خط تحریر کیا جا سکے۔ ابھی یہ مکاشفاتِ صدری ہیں، مکاشفاتِ قلبی و روحی ابھی آگے ہیں۔ دعا ہے کہ حق تعالٰے اپنے فضل و کرم سے زیادہ عطا فرمائے۔ عاقبت محمود باد۔

---

## مکتوب ۱۰

بجانب قاضی عبدالرحمٰن و شیخ رکن الدین ذکر جہری چار ضربی اور حجرہ کی پاکی اور تنگی کے بیان میں۔

حق حق حق!

حضرت محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

مَنْ طَلَبَ شَیْئًا وَجَدَّ وَجَدَ

(جس نے کسی چیز کو طلب کیا اور اس نے جد و جہد کی اس نے پایا)۔
طلب میں جِدّ (کوشش) شرط آتی ہے۔ یعنی صدقِ طلب مطلوب تک پہنچا دیتی ہے اور یہاں جان باختن اور جہان تاختن (جان پر کھیل جانا اور اپنی دنیا جلا دینا) ہے اور جو کچھ محبوب کا غیر ہے اس سے بچ نکلنا شرائطِ طلب بجا لانا، راہِ حق ہمت سے قدم رکھنا اور استقلال سے اس درگاہ میں مشغول ہونا ہے کیونکہ بزرگوں نے کہا ہے کہ قیمۃ المرء ھمتہ و بقدرھا الکدّ ینقسم المعالی (مرد کی قیمت اس کی ہمت ہے اور اس کے مطابق انعامات تقسیم ہوتے ہیں)۔
طالب کو چاہیئے کہ دن رات، خفیہ اور ظاہر ہر قسم کی عبادات اور تقرباتِ الٰہی (مراقبات وغیرہ) میں مشغول رہے اور دنیا اور مخلوقات سے ظاہراً و قلباً کنارہ کش رہے۔ شغلِ باطن میں اس قدر کوشش کرے کہ غیرِ دوست کی دل میں ہرگز جگہ باقی نہ رہے اور دوست اور غیر دوست دل میں جمع نہ ہونے دے۔

مصرعہ ؎ یا خانہ جائے رخت بود یا خیالِ دوست

(خانۂ دل یا سامان کی جگہ ہو سکتا ہے یا دوست کے خیال کی جگہ۔ دونوں چیزیں دل میں جمع نہیں ہو سکتیں۔ کسی نے خوب کہا ہے ؎

ہم خدا خواہی و ہم دنیائے دون ایں خیال است و محال است و جنوں )

بے کاری ہرگز اختیار نہ کرے۔ اور سستی اور افسردگی (مایوسی) سے دور بھاگے کیونکہ اس سے مراتب میں تنزل اور دوست سے بُعد ہوتا ہے۔

"غیبے کہ شیر غیب است طفل آں راہ را بداں مے پرورند نباشد کہ لَا دَاءَ لِمَنْ لَا دُوْدَ لَہٗ۔" (اس کے معنی صاف نہیں شاید معنی ہو سکتے ہیں کہ غیب کی طرف متوجہ نہیں ہونا چاہیئے کیونکہ غیب ایک قسم کا دودھ ہے جس سے اس راستے کے بچگان یعنی نو آموز لوگوں کی پرورش ہوتی)

بزرگوں نے کہا ہے کہ تو کام کرتا رہ ایک دن وہ آئے گا کہ تو اسی مقام پر ہو گا جہاں

دوسرے پہنچ چکے ہیں اور تو وہی دیکھے گا جو دوسروں نے دیکھا ہے اور تو وہی سنے گا جو دوسروں نے سنا ہے۔ اور تو وہی کہے گا جو دوسروں نے کہا ہے۔ لِیْ مَعَ اللّٰهِ وَقت (پیغمبر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ مجھے اللہ کے ساتھ ایک وقت ہوتا ہے کہ کوئی مقرب سے مقرب فرشتہ یا نبی وہاں تک نہیں پہنچ سکتا) کی شراب حلق میں ڈالتے ہیں اور ندا دیتے ہیں کہ:

وَصَلَ الْحَبِیْب اِلٰی الحبیب واقترن الطالب بالمطلوب

(دوست واصل ہوا دوست سے اور طالب جا ملا مطلوب سے)۔

جب اربعین (چلہ) کرنے کا خیال ہو تو پاک وصاف اور تنگ و تاریک حجرہ تلاش کرکے بیٹھ جانا چاہیئے۔ چلہ ذکر جہری سے کرنا چاہیئے۔ اور رات دن ذکر جہری میں مستغرق رہنا چاہیئے۔ لیکن حاجتِ بشری (بیت الخلاء کے وقت) یا استنجا کی حالت میں ذکر جہری نہیں کرنا چاہیئے بلکہ ذکرِ خفی سے کام لینا چاہیئے۔ ذکر جہری چار ضربوں سے کرنا چاہیئے۔ ذکر اسم ذات (اللہ) تمام اسماء وصفات کا خیال رکھتے ہوئے تصورِ جمالِ شیخ کے ساتھ کرنا چاہیئے۔ اور ہر ضرب میں یہ بات ملحوظ رکھے۔ اور کوئی اسم بلا حضورِ دل و واسطہ شیخ نہیں ہونا چاہیئے۔ پہلی ضرب بائیں طرف، دوسری ضرب دائیں طرف تیسری ضرب سامنے کی طرف مصحف پر اور چوتھی ضرب دل پر مار کر ذکر کرنا چاہیئے۔ ایک سانس میں ایک سو چالیس دفعہ ذکر (اسمِ پاک اللہ اللہ) کرنا چاہیئے۔ جب تک ایک سانس مکمل نہ ہو دوسرا سانس نہیں لینا چاہیئے۔ اور مصحف (قرآن مجید) خلوت میں اپنے سامنے رکھ کر اس پر ضرب لگانی چاہیئے۔ اور جو کچھ حاصل ہو کسی سے اس کا ذکر نہیں کرنا چاہیئے۔ اگر ایک چلہ خیریت سے ہو جائے تو ہو سکے تو دوسرا اور تیسرا چلہ متواتر کرنا چاہیئے۔ اور ذکر جہری رات دن جاری رکھنا چاہیئے۔ اگر اس فقیر کا آنا ہوا تو اپنے سامنے تربیت دے گا۔ ورنہ خدا تعالیٰ کے سپرد ہیں۔ روحانیتِ شیخ مریدِ صادق سے جدا نہیں۔ خواجہ اویس قرنی رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے تربیت حاصل کی لیکن آنحضرتؐ کے ساتھ ظاہری ملاقات کبھی نہ ہوئی۔ لہٰذا کوئی فکر نہ کرو اور کام میں مشغول رہو۔ انشاءاللہ تعالےٰ پردہ اٹھ جائے گا اور کمالِ ازلی و کمالِ لم یزلی سے نوازے

جاؤ گے۔ اور تھوڑا بہت جو کچھ پیش آئے مطلع کر دیا کرو تاکہ ارشاد کیا جا سکے۔ پہلے خط کا جواب دیا جا چکا ہے۔ واضح ہو جائے گا۔ عاقبت محمود باد۔

---

## مکتوب ۲۰

بجانب شیخ جلال الدین تھانیسری حیرت عارفین کے بیان میں یعنی

دوہرہ — پنڈت ات بُدہو لسک پوتھا بانچہ پران

پڑھ بہا کہ بے بہلکھے دو سر بھکیا نجبان

حق حق حق!

از خراب شدہ، وسوختہ، و دوختہ، و ہیچ نیوختہ فقیر عبدالقدوس اسمٰعیل الحنفی . . .

واضح باد کہ ہر حال میں شکر ہے اور یہ کوئی شکر نہیں سوائے کفر کے[۱] اور خرابی کے سوا کوئی چارہ نہیں۔ اور اس کام کے لئے کوئی شخص بے چین نہیں۔

---

[۱]۔ شکر درحقیقت وہ ہے کہ اس نعمت میں منعم یعنی عطا کرنے والے کو دیکھے اور نعمت کو مشاہدہ منعم میں بھول جائے۔ لیکن اگر نعمت کو دیکھ کر منعم بھول جائے یہ کفر ہے کیونکہ ظہور نعمت میں ستر منعم (منعم کا چھپ جانا) کفر ہوتا ہے۔ اور اس کفر سے کوئی آگاہ نہیں۔

یعنی عینِ اسلام میں دوئی کفر حقیقی ہے اور اس سے کوئی شخص آگاہ نہیں۔ احقر مترجم کا خیال ہے کہ دوئی اس لئے کفر حقیقی ہے کہ وحدتِ مطلقہ کا ترک یا انحراف ہے۔

آہ ہمیں کیا پیش آیا ہے اور در حقیقت ہمیں کچھ پیش نہیں ہے آہ یہ کیا دین ہے اور در حقیقت کوئی دین نہیں (یعنی ظاہر میں دوئی ہے عبادت ہے اور سجدہ سجود لیکن حقیقت میں نہ کوئی عابد ہے نہ معبود نہ ساجد ہے نہ مسجود) آہ کیا خویش ہے اور در حقیقت کوئی خویش نہیں ہے ان بے چارے سوختگان (جلے ہوئے)۔ دوختگان (پروئے ہوئے) اور ان خراب حال بندگان کو اس طرح مبتلا کر دیا ہے کہ نہ تن کے ساتھ چھوڑتے ہیں نہ جان کے ساتھ۔ نہ دنیا کے ساتھ نہ عقبیٰ کے ساتھ۔ نہ کوئی پرسان حال ہے پس وہ فریاد کرتے ہیں اور کہتے ہیں:

## غزل

آہ کہ آں شوخ وفادار نیست     آہ کہ آں یار مرا یار نیست
آہ کرا گویم ایں درد آہ     آہ کس محرم اسرار نیست
آہ دلم خون شدہ در کارِ او     آہ درد ہیچ رہ کار نیست

آہ پریشان شد ایں سعید
آہ کہ آں زلف بہنجار نیست

(آہ وہ محبوب وفادار نہیں افسوس کہ وہ دوست مرا دوست نہیں۔ (۲) افسوس کس سے دردِ عشق کا حال بیان کروں کہ کوئی محرم راز نہیں (۳) افسوس کہ میرا دل اس کے عشق میں خون ہو گیا لیکن اُسے اس سے کوئی سروکار نہیں۔ (۴) افسوس کہ یہ سعید پریشان ہے اور افسوس محبوب کی زلفیں بہنجار نہیں)۔

جس نے تقویٰ اختیار کر رکھا ہے اس سے خطاب ہوتا ہے اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّنَعِيْمٍ

(متقی لوگ جنت میں ہوں گے اور انعامات پائیں گے)۔ جس نے عمل صالح کئے ہیں ان سے کہا جاتا ہے۔ کَانَتْ لَهُمْ جَنّٰتُ الْفِرْدَوْسِ (ان کے لئے جنت الفردوس ہے)۔ جو اہل آسمان ہیں ان کے متعلق کہا گیا ہے: کُلٌّ فِیْ فَلَکٍ یَّسْبَحُوْنَ (تمام سیارے فلک میں تیرتے پھرتے ہیں)۔

جو اہل زمین ہیں اُن کے لئے یہ تازیانہ (چابک) ہے وَلٰکِنَّہٗ اَخْلَدَ اِلَی الْاَرْضِ (جن لوگوں نے تباہی اختیار کرلی ہے ان کو لَهُمْ نَارُ جَهَنَّمَ (ان کے لئے نارِ جہنم ہے) سے مردود کر دیا ہے۔ آہ! کہاں جائیں اور کیا کریں! شاید اسی وجہ سے محمد مصطفےٰ علیہ السلام نے کمال صفا سے نعرہ مارا کہ یا لیت رب محمداً لم یخلق محمداً (کاش محمدؐ کا رب محمدؐ کو پیدا نہ کرتا)۔ رابعہ بصریؒ ایک دن نعرہ مارتی ہوئی صحرا میں نکل گئیں۔ فرمان ہوا بہشت چاہتی ہو۔ عرض کیا خداوندا بہشت نیکوں کا ٹھکانہ ہے۔ فرمان ہوا دوزخ چاہتی ہے۔ عرض کیا خداوندا دوزخ بدکرداروں کی جگہ ہے۔ فرمان ہوا کیا چاہتی ہے عرض کیا خداوندا! بندہ کو چاہنے سے کیا کام۔ چاہنا پابندی ہے۔ خواست (چاہنے) سے کوئی کام راست نہیں آتا۔ دین میں چاہنا کیا معنی رکھتا ہے۔

بیت ؎ کارے بمرادِ خود خواہی و دین درست

این ہر دو نباشد نہ فلک بندۂ تست

(ایک طرف تو تم اپنی مراد چاہتے ہو اور دوسری طرف صلاحِ دین۔ یہ دونوں کام یک جا نہیں ہوتے کیونکہ فلک تمھارا غلام نہیں ہے کہ ہر کام تمھاری مرضی کے مطابق ہو)۔

بیت ؎ گر مرادِ خویش خواہی ترک گیر از وصلِ ما

ور مرا خواہی رہا کن اختیارِ خویش را

(اگر تم اپنی مراد چاہتے ہو یعنی اپنی خواہش پوری کرنا چاہتے ہو تو ہمارے وصل کا خیال چھوڑ

دو۔ اور اگر مجھے چاہتے ہو تو اپنا اختیار (خواہش) ترک کر دو)۔

اس کے بعد رابعہؒ کو حکم ہوا کہ اوپر دیکھو۔ اس نے اوپر دیکھا۔ کیا دیکھتی ہے کہ زمین و آسمان کے درمیان خون کا دریا موجزن ہے۔ فرمان ہوا کہ اے رابعہ! یہ میرے عاشقوں کا خون ہے جو اپنے آپ کو ترک کر کے ہم سے پیوست ہوئے ہیں۔ اگر اپنے خون کا قطرہ اس کے اندر دیکھے تو آ جا اور ہمارے ساتھ بیٹھ۔ اس بے چاری نے آہ نکالی اور بے ہوش ہو کر گر پڑی۔ اور کیا کرے کہاں جائے۔ کعبہ کھو بیٹھی۔ بت خانہ گم کر بیٹھی اور زبان حال سے کہنے لگی ؎

ابروئے تو قبلۂ من بود
من گم شدہ سجدہ کجا کنم

(تیرا ابرو میرا قبلہ تھا۔ میں اپنے آپ کو گم کر کے سجدہ کہاں کروں)۔

بروم سر کوئے تو جاں دہم
ایں حیلہ و چارہ رہا کنم

(اب یہی ہے کہ تیرے کوچے میں جان دے دوں اور سب حیلے اور بہانے چھوڑ دوں)

آہ! ہزار آہ! یہ کیا ہے اور کہاں کی بات ہے کہ اگر طلب نہ کریں تو کہتے ہیں:

وَلَا تَكُنْ مِنَ الْغَافِلِيْنَ (غافلین میں سے نہ ہو جاؤ)

اگر طلب کریں اور کسی طرف کا رُخ کریں تو فرماتے ہیں:

فَاَيْنَ تَذْهَبُوْنَ (پس کہاں جاتے ہو یعنی تم کو کیا ہو گیا ہے)۔

اگر جاں بازی کریں تو حکم ہوتا ہے کہ:

وَلَا تُلْقُوْا بِاَيْدِيْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ (اپنے ہاتھوں سے ہلاکت کی طرف نہ جاؤ)۔

اگر اپنی خواہش کے مطابق عمل کریں تو فرماتے ہیں:

اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَةٌ بِالسُّوْءِ (نفس امارہ تمہیں برائی کی طرف لے جاتا ہے)

بیت ؎ کاش کہ ہرگز نہ زادے مادرم تا نگشتی کشتۂ نفس کافرم

(کاش میں ماں کے پیٹ سے پیدا ہی نہ ہوتا تاکہ میرا نفس کافر مجھے ذبح نہ کرتا)

کیا لکھوں، اپنے سر میں مٹی ڈالتا ہوں اور اپنا ماتم کرتا ہوں۔ اِنِّی کُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ (تحقیق میں ظالموں میں سے ہوں)۔ جو عاشق نہیں خوش رہتا ہے۔

مصرعہ ؎ کہ عشق آسان نمود اوّل و لے افتاد مشکلہا

(عشق شروع میں آسان نظر آیا لیکن بعد میں مشکلات کا سامنا ہوا)

عاقبت محمود باد (خدا عاقبت خیر کرے)۔ اور عاقبت کبھی محمود نہیں ہوتی کیونکہ عاقبت اور سابقت (اوّل اور آخر) دونوں تفرقہ کی علامت ہے۔ صرف وَاللّٰهُ مَعَکُمْ (اللہ تمھارے ساتھ ہے) نقدِ وقت ہے (اصلی کام ہے یا حقیقی دولت ہے)۔ کیا کہوں اور کہاں جاؤں۔ وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰی مَا تَصِفُوْنَ (اللہ تعالٰے مددگار ہے اس سے زیادہ جتنا تم بیان کرو) کہہ کر کمر توڑ دیتے ہیں، دل کا خون کرتے ہیں اور جلا دیتے ہیں۔

دوہرہ ؎ جلتی جلتی جل گئی جل سی اٹھی آگ

کاس پکاروں کس کہوں جھنڈ سی لگی آگ

فَاللّٰهُ خَیْرٌ حَافِظًا وَّهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ

---

## مکتوب ۳

بجانب شیخ احمد پسرِ حضرت شیخ عالمِ قرب سے عالمِ بُعد کی طرف تنزّل کے بیان میں۔

حق حق حق!

بعد حمد و صلوٰۃ، دعاء مزیدِ حیات، و ترقیِ درجاتِ دارین، قرۃ عینی شیخ الاسلام ابو المکارم

بشیخ عبد اللہ الملقب شیخ احمد طال عمرہٗ و زید عرفانہٗ باللہ۔ از فقیر حقیر عبد القدوس اسمٰعیل الحنفی مطالعہ ہو۔ امور مشکور است للہ الحمد جمیعاً۔ المقصود

بیت ؎ ذوق دو جہاں گیرم در یاد تو اے دوست
ہر بار کہ نامِ تو مرا در دہن آید

(جس وقت بھی تمھارا نام میرے لبوں پر آتا ہے اے دوست دو جہان کی لذت حاصل ہوتی ہے)

"انبیاء علیہم السلام از عالم قدس قدم از قدم در سفر عالم زدند و در سفر شدند تا بدوست رسند و بجمال و کمال دوست مشرف شوند و باشراق آں نور و آں حضور منور گردند و ہمہ دوست یابند چہ ہر چند قدسی بودند چوں روے بہ ہستی نہادند بختی فتادہ و بر قدر تعلقِ وجود رو بفراق آوردند فَاِنَّہٗ ھُوَ الغَیُوْرُ دالا لیس الا ھو جدائی پیش افتاد ہمیں کیش افتاد ولا یبغون عنہا حِوَلاً سدِّ وقتِ شاں شد نعرہ زدند یَا لَیْتَ رَبَّ مُحمداً لَمْ یخلق محمّداً"۔

(انبیاء علیہم السلام اطلاقِ وجود سے سفر کر کے عالمِ عدم یعنی عالمِ تعینات عدمیہ اور تقییداتِ فانیہ میں قدم رکھا تاکہ دوست تک رسائی ہو۔ اور اس کے جمال اور کمال سے مشرف ہوں اور اس نور کی تجلیات اور دوست کے حضور سے منور ہوں اور وصال دوست حاصل کریں۔ اگرچہ وہ قدسی تھے جب عالمِ ہستی میں قدم رکھا پستی میں پہنچ گئے اور اپنے وجود کونی کے تعلق کے مطابق فراق سے روشناس ہوئے فَاِنَّہٗ ھُوَ الغیور و الا لیس الا ھو

جدائی پیش آئی اور یہی ان کا دین ہو گیا۔ لا یبغون عنہا حِوَلاً

ان کی راہ میں رکاوٹ ہو گئی۔ اس لئے انھوں نے نعرہ لگایا یا لیت رب محمد الم یخلق محمداً" (کاش کہ محمد کا رب محمد کو پیدا نہ کرتا) کیونکہ عالمِ قدس میں جو ان کا مسلک تھا یعنی وحدتِ وجود، عالمِ ہستی (دنیا) میں آکر اس حقیقت سے منحرف ہونا پڑے۔ اس پر تنبیہ آئی وعصیٰ آدم ربہ

نَغَوٰیؐ (اور آدم علیہ السلام سے خطا ہوئی اور اپنے رب کی نافرمانی کے مرتکب ہوئے۔) اس سے وہ گریہ وزاری میں مبتلا ہوتے اور کہنے لگے کہ :

## رُباعی

آن رہ کہ من آمدم کدام است اے جاں — تا باز روم کہ کار خام است اے جاں

در ہر نفسے ہزار دام است اے جاں — نامراداں را عشق حرام است اے جاں

(اے دوست! وہ راستہ کہ جس سے میں اس جہان میں آیا کہاں ہے تاکہ میں واپس جاؤں،

کیونکہ ہمارا کام خراب ہوگیا ہے۔ اس جہان کے اندر ہر سانس میں ہزار جال ہیں اور نامرادوں

کے لئے یہاں عشق حرام ہے۔)

عشق جانبازی اور جہان تازی (یعنی جہان تج دینے کا نام ہے۔ جو عاشق نہیں محرم راز نہیں۔ دنیا سے گذر کر عاشقوں نے عقبیٰ کے ساتھ دل لگا لیا اور اس بات کی خبر دی کہ :

اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی جَنَّةٌ لَیْسَ فِیْهَا حُوْرٌ وَ لَا قُصُوْرٌ

(اللہ تعالیٰ کے ہاں وہ جنت ہے جس میں نہ حور ہے نہ قصور)

ہاں وہ جنت میں ہوتے ہیں :

اُولٰٓئِكَ الْمُقَرَّبُوْنَ فِیْ جَنّٰتِ النَّعِیْمِ

(وہ مقرب بارگاہ ہیں اور نعمتوں سے بھری جنت میں ہیں۔)

لیکن جنت کی خاطر وہاں نہیں ہوتے :

یَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَ الْعَشِیِّ یُرِیْدُوْنَ وَجْهَهٗ

صبح شام اپنے رب کو پکارتے ہیں اور اس کے دیدار کے طالب رہتے ہیں۔

جو کچھ دیکھتے ہیں دوست دیکھتے ہیں جو کچھ چاہتے ہیں دوست چاہتے ہیں۔ دوست کے ہم نشین ہوتے ہیں،

وهم جلساء الله يوم القيامة الملك يَوْمَئِذٍ لِلّٰهِ -

وہ یوم قیامت کو اللہ کے ہم جلیس ہوتے ہیں اور اس دن اللہ ہی اللہ ہوتا ہے۔

جمال و کمال لم یزل و لایزال سامنے ہوتا ہے اور یہی ان کا دین ہوتا ہے:

وھو اللہ فی السمٰوات و الارض

(آسمانوں اور زمین میں اللہ ہی اللہ ہے۔)

کا دور دورہ ہوتا ہے۔ مشاہدۂ جمال سے مشرف ہوتے ہیں اور بقا باللہ کا مقام حاصل کرتے ہیں:

صُنْعَ اللّٰہِ الَّذِیْ اَتْقَنَ کُلَّ شَیْءٍ

(یہ کاریگری اللہ ہی کی ہے جس نے ہر چیز کو مضبوط بنا رکھا ہے)

وہ باخود نہیں ہوتے بلکہ بادوست ہوتے ہیں:

فَاَیْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْہُ اللّٰہِ

جس طرف دیکھو اللہ کا چہرہ یعنی ذات ہے۔

ان حضرات کا مقام ہو جاتا ہے۔ سبحان اللہ! یہ کیا جمال ہے اور کیا کمال ہے۔ اگرچہ عدم میں یعنی لَیْسَ اِلَّا ھُوْ کے مقام وجود سے قبل دوست کے سوا کچھ نہ تھا:

کَانَ اللّٰہُ وَلَمْ تَکُنِ الْاَشْیَاءَ مَعَہٗ وَھٰذَا مستمرہ لا تعلق لہ بالزمان والمکانِ ولکنہ۔ (صرف اللہ ہی تھے اور اس کے ساتھ صرف ایک چیز تھی اور اس کا زمان و مکان سے کوئی تعلق نہ تھا۔)

لیکن:

بعد الوجود نشاء التحلق یا الوددِ وذالک ھو الحرمان والخسران

مقامِ وجود کے بعد دوست سے انقطاع پیدا ہوا اور یہی محرومی اور خسران ہے)۔

لامحالہ اپنے آپ سے نکل کر دوست سے پیوست ہو جاتے ہیں اور جس قدر ترقی کرتے ہیں اس سے بلند تر ہو جاتے ہیں:

فلا حل للرب ولا للعبد فالعبد عبد فی النوال والذلال ابدا

سرمدا و الرب فی الجمال و الکمال لم یزل و لا یزال الحمد للہ علی ذالک۔

(پروردگار اور بندے میں باہم حلول ناممکن ہے کیونکہ بندہ ہمیشہ مقام عبودیت میں رہتا ہے اور پروردگار مقام معبودیت میں رہتا ہے اسی بنا پر جمیع حمد دائمی پروردگار کے لیے ہے)۔

بیت :
ہم یار بدست آمد و ہم کار فراہم شُد
المنت للہ کہ ایں ہم شد و آں ہم شُد

(دوست کا وصال بھی ہوا اور کام بھی بن گیا۔ اللہ تعالےٰ کا شکر ہے کہ دونوں نعمتیں مل گئیں)

خاطر جمع رکھو اور ہمیں ہمیشہ اپنے ساتھ سمجھو وَھُوَمَعَکُمْ (اور وہ تمہارے ساتھ ہے) مقام ہے۔ عزیزوں کی تیمار داری غنیمت سمجھو۔ یہ دولت دو جہانی ہے:

واللہ یعلم المفسد من المصلح

(اللہ تعالیٰ فتنہ پرداز اور مصلح میں خوب تمیز کرتے ہیں۔)

عاقبت محمود باد۔ پیرہن ارسال ہے اسے پہنو اور مشائخ کی سنت پر قائم رہو۔ علم و عمل میں مشغول رہو اور علم و سلوک کے متعلق جو کتاب ملے اسے خرید لو۔ والسلام

---

## مکتوب ۴۲

### بجانب شیخ جلال تھانیسری در شوریدگیٔ حال

حق حق حق!

امور مشکور است و از شکر دور است، کہ شکر در حضور است، و حضور در نور است و نور اللہ نور است، و نور را خود با خود نور ست، و حضور عبیر در نور در نفور و در عدم مستور، فَاِنَّ

الشکر و اَینَ الحضور، وَاَینَ نور، فَثَمَّ وجہ اللہ وجہ النور

(ہر حال میں شکر ہے لیکن راقم شکر سے دور ہے کیونکہ مقامِ حضوری حاصل ہے اور حضور میں کون شاکر اور کون مشکور۔ اور یہ حضور کیا ہے عین نور ہے یعنی حق تعالےٰ کا نور، اور نور میں مستغرق ہو کر حضور بھی گم ہے کیونکہ یہ عدمیت محض ہے۔ پس کہاں کا شکر، کہاں کا حضور اور کہاں کا نور، فَثَمَّ وَجْہُ اللہ (جس طرف دیکھو اللہ ہی ہے۔ (قرآن))۔

ہیہات ہیہات! کیا لکھوں! معلوم نہیں کیا لکھ رہا ہوں۔

ما گم شدہ ایم مرا جوئید
با گم شدہ گان سخن نگوئید

(ہم گم ہو چکے ہیں، ہمیں مت ڈھونڈو۔ جو گم ہو چکے ہیں ان کے ساتھ بات مت کرو)
کیونکہ جو بولنے والا ہوتا ہے وہ کثرت میں مشغول ہے اور یہاں کثرت کا نام و نشان نہیں۔ ہم تو دوست کے ساتھ زندہ اور دوست کے ساتھ پائندہ ہیں:

فَاِنَّہٗ ھُوَالْحَیُّ الْقَیُّوْمُ فَلَیْسَ اِلاَّ

اور وہی زندہ ہے اور زندہ رکھنے والا اس کے سوا کوئی نہیں

لا جرم کُلَّ لِسَانُہٗ عرفانہ مَنْ عرف اللہ کل لسانہ

لسان در کون وَ ہُوَ بلا کون (زبان عالم کون و مکان سے ہے اور عارف مکان و زبان سے بالاتر ہے)
سارا جہان اس ذاتِ لامکان کی ہیئتِ مجموعی ہے اور یہ بات بیان سے باہر ہے۔

کُلَّ یَوْمٍ ھُوَ فِیْ شَانٍ (اس کی ہر تجلی کی نئی شان ہے۔ یوم بمعنی تجلی)
شان بر شان ہے اور اس میں ازل و ابد کی وسعت ہے اور اس کی شان ہر شان میں ہے۔ ہم چنیں داں

سے ۱۔ عارف از خود بے نشان شد و متحیر گشت۔

یک نشان　　كَلَمْحٍ بِالْبَصَرِ اَوْهُوَ اَقْرَب

(ایک تجلی آنکھ جھپکنے کی دیر تک ہوتی ہے یا اس سے بھی کم۔)

آنکھ کا جھپکنا ہر چہ لطیف ہے کثیف ہے کیونکہ یہ اس جہان سے تعلق رکھتا ہے اور لامکان سے اِسے کوئی خبر نہیں۔ اور خبر اشارت ہے جو سراسر غارت ہے کیونکہ وہی عبارت ہے اور وہی غارت ہے (یعنی جو کچھ ہے فانی ہے)۔

اذا تجلی اللہ لشیٔ خضع لہ وخشع لہ وخشعتِ الاصوات للرحمن فلا تسمع الا ھَمْساً۔

(جب اللہ تجلی فرماتا ہے کسی چیز پر تو وہ اس کے آگے خشوع وخضوع کرتی ہے لیکن اس کی تسبیح سنائی نہیں دیتی)۔

بیت ؎　　در بحر فنا چوں غوطہ خوردند
جز حق ہمہ را وداع کردند

(جس نے بحر فنا میں غوطہ لگایا حق کے سوا سب چیز سے بیزار ہو گیا)

اَلْیَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰۤی اَفْوَاهِهِمْ

آج ہم نے ان کے منہ پر مہر لگا دی یعنی منہ بند کر دیا۔

کی ندا دی جاتی ہے۔ اور سب کچھ عالم نیستی میں گم ہو جاتا ہے

اخْسَـُٔوْا فِیْهَا وَلَا تُكَلِّمُوْنِ

(اس میں یعنی جہنم میں سکونت کرو اور بات نہ کرو۔)

پس پتھر کی طرح بے قدر وقیمت ہوں:

سیأتی علی جهنم یوم تصفق الریح ولیس فیها احد وبَرَزُوا لِلّٰهِ الواحد القهار۔

(سو عنقریب وہ جہنم میں پہنچیں گے......

آہ ہزار آہ! معلوم نہیں کہاں پڑا ہوں اور کیا کہہ رہا ہوں:

سبحٰن رب السمٰوات والارض رب العرش عما تصفون

(پاک ہے رب آسمانوں کا اور زمین کا وہ رب العرش ہے اور بلند ہے اس سے کہ تم جو بیان کرتے ہو)۔

نہ عالم قدم میں دسترس ہے نہ عالم عدم سے واقفیت ہے۔ نہ ممتنع نہ متمنع (نہ منع کیا ہوا نہ فائدہ اٹھانے والا) اگر تم یہ کہو کہ واجب راچہ حاجت (یعنی جو واجب یا ضروری ہے اس سے کیا پردہ یا اس کو محافظ کی کیا ضرورت) تو یہاں نہ واجب ہے نہ حاجب۔ یہ سب چیزیں اضافتی یعنی اعتباری ہیں جس اشعری اپنی بے شعوری کے متعلق دو باتیں سکتے ہیں۔

صفات او جز صفاتِ ذاتی وسلبی ہمہ اضافی اند در مرتبہ فعل حدوث باقی اند تکوین را حادث گفت و در حدوث بپیوست تکوین و مکون دریک سلک سفت۔"

(اس کی صفات سوائے ذاتی وسلبی کے تمام مرتبہ فعل وحدوث میں باقی ہیں۔ اس نے تکوین کو حادث کہا اور حدوث میں جم گیا اور اس طرح تکوین اور مکون (خلق وخالق) کو ایک ہی دھاگے میں پرو دیا)۔

وَهُوَ اللّٰهُ فِی السَّمٰوٰتِ وَفِی الْاَرْضِ (وہی اللہ ہے آسمانوں اور زمین میں)

کا جلوہ ہر طرف اور ہر جگہ ہے یہ کیا شور ہے اور کیا غارت گری ہے کوئی کس طرح آپے میں رہ سکتا ہے اور خود کیسے قائم رہ سکتا ہے جب کہ سب کچھ وہی ہے:

ولہ الکبریا فی السموات والارض وھو العزیز الحکیم

اسی کی عظمت ہے آسمانوں میں اور زمین میں اور وہی زبردست حکمت والا۔

وہ اس قدر طاقت ور ہے کہ کسی کا ہاتھ اس کی بلندی تک نہیں پہنچ سکتا۔ ایسا حکیم ہے کہ لامکان میں مکان کر رکھا ہے اور سبحان ہونے کی خبر دیتا ہے:

سُبْحَانَ الَّذِیْ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ

پاک ہے وہ ذات جس نے اپنے بندے کو سیر کرائی۔۔۔ (قرآن)

بیت ؎ زمین زادہ بر آسمان تاختہ
زمین و آسمان را پس انداختہ

زمین زادہ آسمان پر جا پہنچا اور زمین و آسمان کو پیچھے چھوڑ گیا۔ یہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی معراج کی طرف اشارہ ہے)۔

مصرعہ ؎ آں را کہ خبر شد خبرش باز نیامد

(جسے خبر ہوئی یعنی حقیقت سے آگاہی ہوئی اس کی خبر پھر نہ ملی یعنی اس کی ہستی گم ہوگئی)۔

بیت ؎ کسے رہ سوئے گنج قارون نبرد
وگر بردہ رہ باز بیرون نبرد

(قارون کے خزانے تک کسی کی رسائی نہ ہوئی اگر ہوئی تو وہ واپس نہ آیا)

اس راستے پر چلنے والا بے راہ ہوا (یعنی لامکان ہوگیا)۔ آہ یہ کیا واقع ہوا۔ ایسا سمندر ہے کہ جس کا ساحل نہیں اور ایسی فضا ہے جس کی کوئی انتہا نہیں۔

بیت ؎ دریں ورطہ کشتی فرو شد ہزار
کہ پیدا نشد تختہ بر کنار

(اس بھنور میں ہزاروں کشتیاں غرق ہوگئیں اور ایک تختہ بھی کنارے پر ظاہر نہ ہوا)

یہاں ماتم مصیبت سوز اور درد کے سوا کچھ نہیں۔

قُلْ نَارُ جَهَنَّمَ اَشَدُّ حَرًّا کہہ دو اے دوزخ کی آگ اور گرم ہو جا۔

سن کر جگر پارہ ہوتا ہے۔ جان نکلتی ہے، کلیجہ منہ کو آتا ہے اور عقل دنگ ہو جاتی ہے۔ جب عاقلوں کا یہ حال ہے تو ہدہد بے چارہ خدا کو کیسے پہچان سکتا ہے۔

يَسْجُدُوْنَ لِلشَّمْسِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ۔

(اللہ کے سوا وہ سورج کو سجدہ کرتے ہیں)

اسی لئے کہا گیا ہے۔

وَاِنْ مِنْ شَيْءٍ اِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ (اور کوئی چیز نہیں جو اللہ کا حمد نہیں کرتی)
اسی چیز کی خبر دیتی ہے۔ خبر گیا خود ہی ہے دوسرا کوئی نہیں۔

مصرعہ ؎ حسن رخِ معشوق بہر سو نگرم

(معشوق کے چہرے کا حسن ہر طرف دیکھتا ہوں)

عزیز من! واقعہ یہ ہے کہ:

لیس لوقعتها کاذبة حالیاً

اس کے وقوع میں کوئی تکذیب نہیں۔

پس اسی سے سوز حاصل کرو۔ اسی سے ساز حاصل کرو۔ کلیجہ چھلنی کرتے رہو۔ جوش و خروش میں آؤ، نعرہ لگاؤ اور نالہ بلند کرو، خونِ جگر پیو، لختِ جگر کھاؤ اور یہ گاؤ ؎

آہ کہ آں یار مرا یار نیست　　آہ کہ آں شوخ وفادار نیست
آں پریشاں شد ایں سعید　　آہ کہ آں زلف بہنجار نیست

(آہ میرا محبوب میرا نہیں بنتا۔ افسوس کہ وہ شوخ بے وفا نکلا۔ افسوس یہ سعید پریشان ہوگیا۔ افسوس کہ وہ زلف، پریشان رہ گئی)

اس بھائی کا مکاتبہ شریف موصول ہوا۔ دل کو فرحت ہوئی۔ خدا کرے ذوق و شوق میں ترقی ہو اور اسی پر عاقبت ہو۔

---

## مکتوب ۷۵

بجانب شیخ رکن الدین و شیخ عبد الرحمٰن در بیان معنی آیت یاایها الذین آمنوا لا تدخلوا بیوتاً غیر بیوتکم حتی تستانسوا و تسلموا علیٰ اَهلِهَا

حق حق حق!

بعد حمد و صلوٰۃ دعائے مزید حیات و ترقی درجات مردانِ دین و شیرانِ اہلِ یقین فرزندم شیخ رکن الدین و برادر دینی و محبِ یقینی شیخ عبدالرحمٰن ۔۔۔۔۔۔

واضح ہو کہ حقائقِ قرآن جن کا اہلِ اللہ کو کشف ہوتا ہے وہ ایسے اسرارِ الٰہی نامتناہی ہیں جو دائرہ تحریر و تقریر سے باہر ہیں۔ ہاں اشارت سے بات کی جاتی ہے کیونکہ شرع شریف کی سیاست لگا دی گئی ہے اور شریعت سے باہر کوئی بات نہیں کی جا سکتی:

تِلْكَ حُدُودُ اللّٰهِ یہ اللہ کی مقرر کردہ حدود ہیں۔

کی منادی ہو چکی ہے۔ اور

فَلَا تَعْتَدُوهَا اور ان حدود سے باہر نہ جاؤ۔

کا اعلان ہر کان میں پہنچ چکا ہے کیونکہ حکمتِ الٰہی نے ندیم کو عدیم اور عدیم کو ندیم بنا دیا ہے (یعنی یگانہ بیگانہ اور بے گانہ کو یگانہ بنا دیا ہے)۔ اور کچھ اسرار و رموز بھی بنا دیئے ہیں تاکہ حقیقت وجود ظاہر ہو اور باطل حق کا رنگ نہ اختیار کرنے پائے۔ اس آیت کے یہی معنی ہیں یعنی شریعت نے حدود مقرر کر دی ہیں۔ اور بلا اجازت ان سے تجاوز نہیں کرنا چاہیئے۔ اور اہلِ خانہ پر سلام کہنا چاہیئے یعنی اگر مقام اسرار میں پہنچے تو عجز و انکسار سے اور ڈرتے ہوتے داخل ہو۔ اور اپنے اختیار اور ارادہ کو سلب کر کے آئے یعنی جب محارم غیب میں داخل ہو تو حق تعالیٰ کے ارادہ میں اپنا ارادہ گم کر دے تاکہ شائستہ اسرارِ قدیم ہو جائے اس مقام پر حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لِكُلِّ مَلِكٍ حمى و حمى اللّٰه المحارم

ہر بادشاہ کے لئے مرغ زار یعنی مقام خلوت یا سیر ہے اور حق تعالےٰ کی مرغ زار محارم ہیں۔

لہٰذا بادشاہ کی جائے خلوت میں بے گانوں کا گذر نہیں ہوتا بلکہ یگانے بلائے جاتے ہیں۔

اس لئے کافر کا داخلہ بند ہے اور مومن کو اجازت ہے۔ خلوت خانۂ وحدت میں داخل ہو اور یگانہ بنا کر مملکت کا تاج اس کے سر پر رکھا جائے اور صاحبِ تصرف ہو۔ اسی لئے کہا گیا ہے کہ انبیاء اور اولیاء کے قول و فعل پر اعتراض نہیں کرنا چاہیئے اور سلامتی سے گذر جانا چاہیئے:

فلا تسئالنی عن شئ حتی احدث لک منہ ذکرا

(پس کسی چیز کے بارے میں مجھ سے سوال نہ کرنا حتیٰ کہ میں خود تجھے بیان کر دوں گا)۔

پس مومن پر اجازت اور سلام کی پابندی لگا دی گئی ہے لیکن اس کے داخلے پر پابندی نہیں ہے۔ یعنی مومن کو جب اجازت مل جاتی ہے اور متواضع ہوتا ہے تو اُسے اسرارِ خلائق اور انوارِ حقائق میں داخل ہونے کی اجازت مل جاتی ہے:

اِنّ اللہ غیورٌ من غیرتہٖ حرم الفواحش

کیونکہ اللہ تعالیٰ غیور ہیں اور اپنی غیرت سے فواحش کو حرام کر دیا ہے۔

اور افشائے رازِ ربوبیت کو فواحش کہا گیا ہے کیونکہ:

افشاءُ سرِ الربوبیۃ کفرٌ

ربوبیت کا راز فاش کرنا کفر ہے۔

اے برادر! عجیب بات ہے کہ غیرت کا تقاضا یہ ہے کہ حرم میں نامحرم کا داخلہ نہ ہو۔

مصرعہ ؎ غیرتش غیر در جہاں نگذاشت

اس کی غیرت نے دنیا میں کوئی غیر نہ چھوڑا۔

یہ کیا شور ہے یہاں کون ماسوی اللہ کا نشان پا سکتا ہے۔ اس جگہ عقل کام نہیں کرتی۔ عاقلوں کو یہاں ہدایت کی جاتی ہے کہ

مصرعہ ؎ عقل را غارت کن دیوانہ باش

عقل کو غارت کر کے دیوانہ ہو جاؤ۔

اور عشق کے دامن میں ہاتھ ڈال:

العشق جنون الٰہی    عشق خدائی جنون ہے۔

جب عشق سر اٹھاتا ہے عاشق کو معشوق سے ملا دیتا ہے اور سب نامحرمیت دور ہو جاتی ہے۔ یعنی وحدت طاری ہو جاتی اور کثرت اٹھ جاتی ہے۔ حلول و اتحاد کی یہاں گنجائش نہیں۔ اس مقام پر کوئی گرفت نہیں:

ان اللہ لا یواخذ العشاق بما صدر منہم

جو کچھ عاشقوں سے سرزد ہوتا ہے اللہ تعالےٰ گرفت نہیں کرتے۔

یہاں مصطفےٰ علیہ السلام نے اس اعرابی بیچارے کی تو خطا معاف کر دی اور ابو عبیدہ جراح رضؓ سے فرمایا:

حرم اللہ جسدک من النار

اللہ تعالےٰ نے تمہارے جسم پر آگ حرام کر دی۔

اور خدیمہ رضؓ کی گواہی کے متعلق فرمایا:

خدیمۃ ذو الشہادتین    خدیمہ دو شہادتوں والا۔

یہ لوگ اپنے صدقِ معاملہ کی بدولت جو کہ مقامِ عشق ہے معذور قرار دیئے گئے۔ بلکہ معمور ہو گئے (یعنی نعمت سے مالامال ہو گئے)۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صاحب تصرف اور ماذون (اجازت یافتہ) تھے جو چاہا حکم دے دیا۔ لیکن خشوع و خضوع کو ہاتھ سے نہ جانے دیا اور بارگاہِ الٰہی میں ہاتھ اٹھا کر نہایت عاجزی سے یہ دعا مانگتے تھے:

الٰہی ذنبی عظیم فانہ لا یغفر الذنب العظیم
الا الرب العظیم

یا الٰہی میرا گناہ عظیم ہے اور سوائے ربِ عظیم کے گناہ عظیم کوئی معاف نہیں کر سکتا۔

بیشک دوست محروم نہیں ہوتے لیکن وہ معدوم ہوتے ہیں (یعنی اپنے آپ کو کھو کر دوست کو

پاتے ہیں)۔ اگر ذرہ بھر درمیان میں آئیں (یعنی ذرہ بھر نفسانیت سرزد ہو) یا ایک بال بھر جنبش کریں تو :

وَجُوْدُكَ ذَنْبٌ لا قیاس — تیرا وجود بڑا گناہ ہے۔

کی تیغ سے راندے جاتے ہیں۔ اور :

لَنْ تَرَانِیْ — تم مجھے نہیں دیکھ سکتے۔ (قرآن)

کا تیر کھا کر واپس پھینک دیئے جاتے ہیں۔ لیکن حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اپنا مقام جانتے تھے اس لئے عجز و نیاز کی بدولت حرم

قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی

درمیان میں ایک کمان کا فاصلہ تھا یا اس سے بھی کم (قرآن)

کے محرم ہوئے۔ اور ابلیس نے خودنمائی کی اور داغ ہجر ابدی :

وَاِنَّ عَلَیْكَ لَعْنَتِیْ — اور تجھ پر میری لعنت ہے۔

کھا کر محروم ہوا یہی وجہ ہے کہ اس مقبول بارگاہ (حضرت محمد مصطفیٰ علیہ السلام) نے فرمایا :

مَنْ عَرَفَ نَفْسَهٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهٗ

جس نے اپنے نفس کو پہچانا اس نے اپنے رب کو پہچانا ہے

لیکن اس مردود (شیطان لعین) نے کہا :

اَنَا خَیْرٌ مِّنْهُ — میں اس سے یعنی آدم سے افضل ہوں۔

پس مقبولؐ کے حق میں فرمان ہوا کہ :

مَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰہَ۔

جس نے رسول صلعم کی اطاعت کی اس نے اللہ عزوجل کی اطاعت کی۔

اور اس مردود کے حق میں حکم ہوا کہ :

لَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّیْطٰنِ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ

شیطان کا کہا مت مانو یہ تمہارے لئے ظاہر دشمن ہے۔

راز کی بات ہے اور محرم راز کے سوا کوئی نہیں سن سکتا۔ لیکن جو کچھ تم سن سکتے ہو سنو حضرت مصطفیٰ علیہ السلام شب معراج کو جنت الفردوس میں تشریف لے گئے اور سب مومنین کی جائے رہائش کا ملاحظہ فرمایا لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے مقام پر تشریف نہ لے گئے۔ اور فرمایا کہ عمر کی غیرت سے عمر کے گھر نہ گیا۔ حضرت عمر رضی نے عرض کیا یا رسول اللہ سب کچھ آپ کی بدولت ہے اور سارا جہاں آپؐ سے روشن ہے اور نہاں آپ کی وجہ سے عیاں ہے۔ اور حق تعالیٰ نے آپ کے حق میں فرمایا ہے :

اِنَّکَ عَلٰی خُلُقٍ عَظِیْم       بیشک آپ صاحب خلق عظیم ہیں

تیرے ایک بال نے بھی جنبش نہیں کی (یعنی اپنے آپ کو رضائے حق میں کما حقہٗ گم کر دیا اور نفسانیت کی بو تک نہیں رہی اس سے بڑھ کر کون سا خلق ہو سکتا ہے)۔ پس اے برادر! جب حق تعالیٰ کے فضل و کرم سے مکاشفاتِ غیب کے دروازے کھل جائیں اور جنت میں داخلہ ملے تو مقام استیذان (اذن یا اجازت) کا خیال رکھنا اور وہاں کے رہنے والوں پر سلام کہنا (یعنی لَا تَدْخُلُوْا..... ........ حتی تستانسوا و تسلموا کے مطابق اجازت طلب کرو اور اہلِ خانہ پر سلام کہو) اور جب اسرار خلائق (لوگوں کے راز) اور انوار و حقائق سے سابقہ ہو تو جب تک اللہ تعالیٰ کی طرف سے یا رسول اللہؐ کی طرف سے یا اپنے شیخ کی طرف سے ماذون نہ ہو (اجازت نہ ملے) کوئی جرأت نہ کرنا اور حکم نہ چلانا۔ ایسا نہ ہو کہ راندے جاؤ اور ہلاک ہو جاؤ۔ اب تمہیں معلوم ہو گیا ہے کہ کرامت کیا ہے اور خلافت کیا ہے؟ العیاذ باللہ (اللہ کی پناہ)، مکاشفات ہزار در ہزار آتے ہیں اور چلے جاتے ہیں۔ ان کی طرف التفات نہیں کرنا چاہیئے۔ اور غیر سے لگاؤ نہیں رکھنا چاہیئے۔ اگرچہ غیر کی طرف التفات کرنا پڑتا ہے لیکن خلیل علیہ السلام کی طرح مردانہ وار :

لَآ اُحِبُّ الْاٰفِلِیْنَ

میں غروب ہو جانے والے سے محبت نہیں کرتا۔

کہو اور سلامتی سے گذر جاؤ تاکہ تمہیں مقام تمکین حاصل ہو اور :

فِیْ مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِیْکٍ مُّقْتَدِرٍ

(وہ شہنشاہ عالی قدر کے پاس مقامِ صدق پہ فائز ہیں) ۔

پر قرار پکڑو ۔

اس سے کچھ نیچے اور کچھ آسان مقام یہ ہے کہ جب نفس کا تزکیہ ہو جائے اور صفائے حاصل ہونے کے بعد کشفِ قلوب اور کشفِ قبور ہو تو اِسے ظاہر نہ کرنا چاہیئے تاکہ تم خود ظاہر ہو کر برباد نہ ہو جاؤ ۔ دیکھتے رہے اور چھپاتے رہو ۔ جو علم حاصل ہو اس سے ذوق و شوق حاصل کرو لیکن ظاہر نہ کرو ۔ دنیا کو اہلِ دنیا کے لئے چھوڑ دو ۔ اور اپنے آپ کو سلامت رکھو ۔ اسی سلامتی کے متعلق حضرت حارثؓ نے فرمایا ہے :

استوی عندی ذھب الدنیا و مدرھا

( میرے لیے دنیا کا سونا اور مٹی برابر ہے ) ۔

یہاں اصابت اور ملازمت ضروری ہے کیونکہ شریعت کا حکم ہے کہ : اصبت فالزم

یعنی جب صفائے قلب حاصل ہو گئی اور راہِ حق میں قدم رکھا تو اس آستانہ کی ملازمت ضروری ہے تاکہ مالکِ مطلق کا اِذن (اجازت نامہ) حاصل ہو ۔

## کشفِ قلوب سے کمتر مقام

اس سے کم تر اور آسان تر مقام یہ ہے کہ اخلاقِ ذمیمہ جو نفس و شیطان کا مسکن و ماویٰ اور خلافت کا گھر ہے اس سے بچنا چاہیئے اور ہوائے نفس غیض و غضب اور شہوت و دیگر صفاتِ ذمیمہ کو ترک کرنا چاہیئے تاکہ اخلاقِ حمیدہ حاصل ہوں اور حدِ اعتدال پر پہنچ جاؤ کیونکہ یہ بھی اہلِ خانہ کا استیذان (اذن) اور سلام ہے ۔

## صفاتِ بشری کا قلع قمع مقصود نہیں

اے برادر! صفات بشری کا قلع قمع مطلوب نہیں ورنہ یہ بشری جسم تباہ ہو چکا ہے اور مقصد فوت ہو جائے گا مقصود و مطلوب اصلاح واعتدال ہے اور یہ طالبین کا تقویٰ ہے کہ جس سے دل کی اصلاح ہوتی ہے :

فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْب

(پس اس کا تعلق تقویٰ قلب سے ہے)

اس آیت کے ایک معنی یہی ہیں کہ زمینِ صفات میں طالبین کی سیر کرو :

فسیروا فی الارض فانظر کیف کان عاقبة المکذبین

اور سیر کرو زمین میں اور دیکھو کہ جھٹلانے والوں کی عاقبت کس طرح ہوئی

یعنی جب تو اپنی سیر میں صفات کی اصلاح اور اخلاق کے اعتدال کے مقام پر پہنچو تو دیکھو کہ شہر ذمائم (اخلاق ذمیمہ والوں کے قلوب) میں لوگ کس طرح ہلاک ہو کر ابدی بدبختی کو جا پہنچے ہیں بعض غرق ہو چکے ہیں بعض پر پتھروں کی بارش ہوتی ہے، بعض جبرائیل علیہ السلام کی دہشت ناک آواز سے مر گئے ہیں اور یہ سب معاملات حقیقت جھٹلانے والے اور اصلاح نایافتگان کی عاقبت کے ہیں۔ یہ چیزیں تمہارے باطن کے اندر بھی موجود ہیں لیکن شاہ مرسلان صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل تم سے دُور ہیں :

وَ الْعِبرۃ للمعنی لا للصورۃ (باطن میں غور کرو نہ کہ ظاہر میں)

ہوش کرو اور ڈرتے رہو۔ ورنہ یہ قصہ بیان کرنے کا کیا فائدہ تھا۔ اس سے غرض مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی اصلاح اور ہماری تنبیہ مقصود ہے :

وَکُلًّا نقص علیک من انباء الرسل ما نثبت بہ فوادک وجاءک فی ھٰذہ الحق وموعظة و ذکریٰ للمومنین۔ (یہ سارے واقعات انبیاءؑ آپؐ کے دل کو ثابت رکھنے کے لیے ہم نے بیان کیے اور تیرے پاس اس میں حق آیا اور مومنین کے لیے اس

میں نصیحت اور یاددہانی ہے)۔

## مکتوب ۷۶

بجانب شیخ رکن الدین و قاضی عبدالرحمٰن در بیان معنی آیت

وَاعْبُدُ اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ

حق حق حق.....!

واضح ہو کہ اس آیت میں طالبین و بندگان حق کے لئے بہت معانی اور بے شمار اسرار ہیں جو تمام کتابِ ربانی و کلامِ سبحانی کے جامع ہیں۔ لیکن جو کچھ سمجھ میں آسکتا ہے تحریر کیا جاتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ عبادت کرو اور سر زمین پر رکھو اور مقامِ یقین حاصل کرو۔ اور زمین سے مُراد مقامِ عدم ہے یعنی وجود سے گذر کر عدم یا نیستی کی طرف جاؤ تاکہ حق تک رسائی ہو سکے۔ غیر کے ساتھ مشغول نہ ہو جاؤ کہ:

لَاغَيْرَ اِلَّا بالغير وهو الاشارة بالشركْ والشركُ بالغير

(غیر سے مراد غیر میں مشغول ہونا یہ اشارہ ہے شرک کی طرف کیونکہ شرک غیر کے ساتھ مشغول ہونا ہے)۔

پس وَاعْبُدُ اللّٰهَ میں حق تعالےٰ کا حکم ہے اپنے آپ کو درمیان میں سے ہٹا دو تاکہ شرک نہ رہے اور وجودِ حق میں دوئی کی آمیزش نہ ہو جائے:

وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا

(اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو یعنی غیر اللہ کی نفی کرو)۔

یہ عام شرک کی نفی ہے تمام اشیاء کے ساتھ۔ یعنی شرک کا تعلق غیر کے وجود سے ہے پس غیر کو ہٹا دو اور کسی چیز کو شائستہ وجود مت سمجھو۔ تاکہ شرک سے نجات پاؤ اور درگاہِ حق میں پہنچ کر موحد بن جاؤ اور مومن ہو جاؤ۔ اس وقت تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ وَاعْبُدُ اللّٰهَ کیا ہے۔

حکم ہے کہ اللہ کی عبادت کرو۔ اللہ اسم ذات ہے اور جامع جمیع صفات ہے اس اسم میں وجود حق جل وعلاء کے وجود کے سوا کوئی وجود نہیں کیونکہ وجود کا تعلق صفات سے ہے اور یہاں صفات کی طرف التفات حرام ہے کیونکہ یہ جنبش حظ و ہوائے نفس ہے اور ہوا (خواہش) ناجائز ہے:

اَفَرَاَیْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوَاهُ

اور تم نے اس کو نہیں دیکھا جس نے اپنا معبود ہوائے نفس کو بنا رکھا ہے

انکار اسی ہوا سے ہے اسی لئے کہا گیا ہے کہ عبدالرحمٰن اور عبدالرزاق دنیا میں بہت ہیں لیکن عبداللہ ایک بھی نہیں ہے کیونکہ وہ اپنے آپ سے فانی اور حق کے ساتھ باقی ہے۔ وہ خود نہیں ہے بلکہ حق کے ساتھ قائم ہے پس وہ نہیں حق ہے:

اِذَا تَمَّ الْفَقْرُ فَهُوَ اللّٰه۔

جب فقر کی تکمیل ہوتی ہے تو اللہ ہی اللہ ہوتا ہے۔

سے یہی مراد ہے۔ سبحان اللہ کیا اسرار ہیں۔ عَرَفَ مَنْ عَرَفَ (سمجھا جس نے سمجھا) تم نے وَاعْبُدُ اللّٰهَ کے معنی سمجھ لئے اب حق تعالےٰ کے قول:

مُخْلِصِیْنَ لَهُ الدِّیْن

کے متعلق سنو "مخلصین" حال ہے "وَاعْبُدُ اللہ" اخلاص کے بغیر کوئی حال نہیں۔ اور اخلاص یہ ہے کہ عبادت میں عقیدہ مضبوط رکھے اور عبادت کو ماسوی اللہ سے پاک اور دور رکھے۔ جب غیر یا غیر کے ساتھ التفات نہ رہا تو اخلاص صحیح ہو گیا۔ اور عبادت کے اس حال کا تعلق لَهُ الدِّیْن سے ہے یعنی جب دین حق تعالےٰ کا نور ہے تو اے اہلِ یقین غیر خدا کیا چیز ہے:

وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَاْتِيَكَ الْيَقِيْن

اپنے رب کی عبادت کرو حتےٰ کہ مقام یقین حاصل ہو جائے۔

یہی حکم ہے یقین سوائے حق تعالےٰ کے جائز نہیں اور یہ ہے دین۔ اور اس دین کے سوا کوئی دین

نہیں اور دین صرف حق تعالےٰ کا ہے :

لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ

اللہ ہی کے لئے ہے آسمانوں اور زمین کی سلطنت ۔

اسی حقیقت کو ظاہر کرتا ہے ۔ کاش کوئی سمجھ لے ۔ کسی نے خوب کہا ہے ؎

تا تو مے باشی عدد بینی ہمہ

چو شوی فانی احد بینی ہمہ

جب تک تو ہے عدد یعنی کثرت میں گرفتار ہے جب تو فنا ہوا تو سب احد ہی احد ہے ۔

اَی عزیز پر جو اسرار و انوار وارد ہوتے ہیں انہیں شیرِ طریقت ( طریقت کا دودھ ) کہتے ہیں :

تلك خيالات تُرَبِّیْ بها اطفال الطريقة

یہ وہ خیالات ہیں جن سے اطفالِ طریقت کی پرورش ہوتی ہے ۔

حق تعالےٰ اس میں برکت دے ۔ اور زیادہ کرے ۔ جو ماں بچے کی پرورش کرتی ہے وہی جانتی ہے کہ دودھ کا وقت کیا ہے اور روٹی اور گوشت جو جواں مردوں کی خوراک ہے ، کا وقت کیا ہے ۔ اور حسبِ استعداد اسے خوراک بہم کرتی ہے ۔ اور اصلاح کرتی ہے ۔ جب وقت آتا ہے تو اسے طوارق اور لوارق ( بلندیوں ) میں ڈالتے ہیں اور مست و مدہوش کرتے ہیں ۔ یہاں سے عالمِ ملکوت میں پہنچاتے ہیں اور فرشتوں کے ساتھ بٹھاتے ہیں اور عیسٰی علیہ السلام جو روح اللہ تھے کمال کو پہنچے ۔ وہاں سے عالمِ جبروت میں لے جاتے ہیں اور عالمِ بے نشان میں پہنچا دیتے ہیں جہاں حق کے سوا کچھ نہیں رہتا ۔ نہ دوست کے سوا کسی کو دیکھتا ہے نہ جانتا ہے :

مَنْ عَرَفَ اللّٰهُ لَا يَعْرِفُ غَيْرُ اللّٰه

جس نے اللہ کو پہچان لیا وہ کسی اور کو نہیں پہچانتا ۔

کا مقام حاصل ہوتا ہے ۔ " اللہ نور السمٰوٰتِ والارض " کا جلوہ ہر طرف لیکن بلا طرف نظر آتا ہے ۔

اور : ولاح له جمال التوحيد من صفحات الموجودات

( اسے موجودات میں جمالِ حق نظر آتا ہے ) ۔

پیش آتا ہے۔ لیکن یہ کام کسی کے بس کا نہیں۔ بس آدمی کا کام ہے طلب میں مشغول رہے اور خونِ دل پیتا رہے۔ ؎

بیت ؎

من مے جویم و دیگراں مے جونید
تا دوست کرا خواہد میلش بکدام است

میں تلاش میں ہوں اور دوسرے بھی تلاش میں ہیں، معلوم نہیں دوست کسے چاہتا ہے اور کس سے محبت کرتا ہے۔

طالبانِ اہلِ ہمت کا تو یہ کام ہے کہ

## رُباعی

در بحرِ عمیق غوطہ خواہم خوردن — یا غرق شدن یا گہرے آوردن
کارِ تو مخاطر است خواہم خوردن — یا سُرخ کنم روئے ز تو یا گردن

غم کے گہرے سمندر میں غوطے لگاتا رہوں گا یا غرق ہو جاؤں یا گوہر نکال لاؤں میری قسمت دوست کا کام جان جوکھوں ڈالنا ہے اور میں تیار ہوں خواہ سرخ روئی حاصل ہو خواہ گردن سرخ ہو یعنی گردن کٹ جائے۔

جب ہمت اس قدر بلند ہوتی ہے تو مشکل کام آسان ہو جاتا ہے۔ اور جو کام مشکل ہوتا ہے وجود کو مشکل نظر آتا ہے لیکن جب راہ حق میں طالب وجود سے نہیں ڈرتا اور جان پر کھیل جاتا ہے اور مرشد کے حکم سے شریعت کی پناہ میں مستحکم ہو جاتا ہے تو سب مشکلیں آسان ہو جاتی ہیں۔ مردانِ حق نے کہا ہے کہ جو شخص آواز سے ڈرتا ہے یا آواز سے الجھ جاتا ہے اس سے کوئی کام نہیں بنتا۔ پس کام کرتا رہ۔ اور مردانہ وار اس راہ میں چلتا رہ۔ سر کی بازی لگا دے اور جان اور جہاں تج دے۔ اگر ہزار بار یا صد ہزار بار تجھ سے کہیں کہ واپس ہٹ جاؤ تو بھی نہ ہٹو اور اسی کے کوچہ میں ڈیرہ ڈال دو۔ انھوں نے خود فرمایا ہے کہ وَاِلَیْہِ الْمَصِیْرُ (وہی ہے پناہ گاہ) پس کہاں واپس جائیں اور کس کے در پر

جائیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

ہم اللہ کے ہیں اور اسی کی طرف واپس جانا ہے

ہمارا سہارا ہے۔ لوحِ دل کو نقشِ غیر سے پاک رکھو اور قوتِ ذکر اور شغل دوام سے تخمِ غیر نکال کر باہر پھینک دو۔ اور یہ کہو۔

بیت ؎ خواہم کہ بیخ صحبت اغیار برکنم

در باغ دل رہا نکنم جز نہال دوست

میں چاہتا ہوں کہ غیر کو جڑ سے نکال کر پھینک دو اور دل کے باغ میں نہال دوست (دوست کا درخت) کی بجائے کچھ نہ لگاؤں۔

اے برادر! جو آواز پیچھے سے بائیں طرف سے آئے تو اس کا کوئی اعتبار نہیں۔ اور اس پر لاحول پڑھو اور قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ پڑھو اور سینہ پر دم کرو اور اس کی طرف کوئی التفات نہ کرو۔ اور جو کچھ دائیں طرف یا سامنے اور اوپر سے پیش کرے وہ مبارک ہے لیکن اس پر توقف نہ کرے اور لَآ اُحِبُّ الْاٰفِلِیْنَ میں اتر جانے والے سے محبت نہیں کرتا۔ کی تلوار سے اسے ہٹا کر آگے بڑھ جائے اور سرمہ مازاغ البصر لگا کر اس کی طرف التفات نہ کرے حتیٰ کہ عالمِ اخلاق تک رسائی ہو جائے۔ اس وقت عَرَفْتُ رَبِّیْ بِرَبِّیْ (میں نے اپنے رب کے ذریعے اپنے رب کو پہچانا) کا ظہور ہوتا ہے اور اپنی تعریف آپ کرتا ہے۔

امام جنید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ معرفت کی دو اقسام ہیں۔ معرفتِ تعریف اور معرفتِ تعرف۔ معرفتِ تعریف خلق سے خالق کی طرف لے جانے، دلیل سے پہچاننے، اور اثر سے مؤثر میں فکر کر کے معرفت حاصل کرنے کا نام ہے اور یہ عامۃ الناس (عام لوگوں) کی معرفت ہے اس کے متعلق حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ:

عَرَفْتُ اللّٰہَ بِاللّٰہِ وَعَرَفْتُ الْاَشْیَاءَ بِاللّٰہِ

میں نے اللہ کو اللہ کے ذریعے پہچانا اور اشیا کو اللہ کے ذریعہ پہچانا۔

اور یہ جو تم نے دریافت کیا ہے کہ شراب محبت کی ظاہری صورت ہوتی ہے یا نہیں۔ اے برادر! اس کے حقیقی معنی صیغہ راز میں رکھے گئے ہیں۔ بہر حال ظاہری و باطنی دونوں معنی درست ہیں۔ اور ہر شخص کے مرتبے کے مطابق اسے ہزاروں نعمتیں ملتی ہیں۔ کیونکہ بہشت کے متعلق یہ کہا گیا ہے کہ:

اِنَّ الْاَبْرَارَ یَشْرَبُوْنَ مِنْ کَاْسٍ کَانَ مِزَاجُهَا کَافُوْرًا عَیْنًا یَّشْرَبُ بِهَا عِبَادُ اللّٰهِ یُفَجِّرُوْنَهَا تَفْجِیْرًا۔

(ابرار لوگوں کو شراب وحدت کے پیالے دیئے جائیں گے جن کا ذائقہ کافور کا ہوگا۔ یہ وہ چشمہ ہے کہ جس سے اللہ کے مخلص بندے سیراب ہوں گے اور وہ چشمہ ہمیشہ جاری رہے گا)

مطلب یہ کہ نیک لوگوں کو بہشت میں وہ شراب عطا ہوگی کہ جس کا مزاج کافور ہوگا۔ یہ وہ چشمہ ہے کہ جس سے بندگانِ خدا سیراب ہوں گے اور وہ چشمہ ہمیشہ جاری رہے گا اور اس میں کوئی کمی واقع نہ ہوگی۔ اور جب درویش مقام قلب میں پہنچ جاتا ہے تو وہ بہشت میں پہنچ جاتا ہے۔ بہشت میں جو چاہے گا پائے گا۔ اور یہ بھی روا ہے کہ وہ بھی اسے اس دنیا میں دی جائے جیسا کہ حضرت مریم رضی اللہ عنہا کے متعلق فرمایا گیا ہے کہ:

فَلَمَّا دَخَلَ عَلَيْهَا زَكَرِيَّا الْمِحْرَابَ وَجَدَ عِنْدَهَا رِزْقًا

جب حضرت ذکریا علیہ السلام ان کے حجرہ میں داخل ہوئے تو دیکھا کہ ان کے پاس رزق یعنی اشیائے خورو نوش پڑی ہیں۔

یہ دیکھ کر حضرت ذکریا علیہ السلام حیران ہوئے اور دریافت کرنے لگے کہ یہ کہاں سے آیا ہے۔ حضرت بی بی مریمؑ نے فرمایا:

هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ (وہ اللہ کی جانب سے ہے)

یعنی یہ نعمتیں جو تم دیکھ رہے ہو حق تعالیٰ مجھے اپنے فضل سے عنایت فرماتے ہیں۔ یہ نعمتیں عالم

اُخروی سے تعلق رکھتی ہیں جو اللہ کے حکم سے فرشتہ مجھے لاکر دیتا ہے۔ پس اے برادر! جب نعمت اور دولت کا دروازہ کھول دیتے ہیں تو سب کو عطا کرتے ہیں اور کچھ دریغ نہیں کرتے۔ اس مقام پر جب ولی پہنچتا ہے تو اپنی اور خلق کی عاقبت سے آگاہ ہوتا ہے لیکن اس میں دخل نہیں دے سکتا جو کچھ پیغمبر علیہ السلام جانتے ہیں اس میں دخل دے سکتے ہیں۔ یہی وجہ ہے ولی کے لئے درد بڑھتا رہتا ہے اور اس کی کمر ٹوٹ جاتی ہے۔ پس اپنا سر پیٹ کر کہتا ہے:

بیت ؎ ہمہ پیراں رہ را زیں مصیبت
محاسن ہا چون دل خضاب است

اس مصیبت سے تمام اولیاء کرام کے دل خون ہو چکے ہیں۔

---

## مکتوب

بجانب شیخ رکن الدین کھانے پینے میں اعتدال اور افراط و تفریط کے ترک کے بیان میں۔

حق حق حق!

آں فرزند کو علم اور عمل میں مشغول رہنا چاہیئے۔ اور اپنے آپ کو کم کھانے سے ہلاک نہیں کرنا چاہیئے۔ کیونکہ اس کام کی ترقی کا تعلق حضور (حضوری) سے ہے۔ انشاء اللہ عنقریب آپ کا اس طرف آنا ہوگا۔ آں فرزند کو چاہیئے کہ تحصیل علم میں پوری جد و جہد کریں کیونکہ علم کے بغیر اسلام اور دین سے اچھی طرح واقفیت حاصل نہیں ہوتی اور ذکر کشش دم (سانس کھینچنا) اور ضربِ شدید سے کرنا چاہیئے (یعنی تصور میں ذکر کے وقت شدت سے قلب پر ضرب مارنی چاہیئے) کیونکہ اصل کام یہی ہے نہ کہ محض بھوک۔ بلکہ حسب ضرورت کھانا چاہیئے اس راستے میں اعتدال محمود (بہترین) اور افراط و

وتفریط دونوں مذموم ہیں نیز یہ کام جلدی کا نہیں ہے بلکہ آہستہ آہستہ راستہ طے ہوتا ہے لہٰذا کم کھانے کی طرف زیادہ مائل نہیں ہونا چاہیئے اور والدہ کی رضا ملحوظ خاطر رکھنی چاہیئے۔ کیونکہ یہ اہم بات ہے اور فرض عین ہے۔ اور تحصیل علم میں کوتاہی نہیں کرنی چاہیئے۔ اور جائز امور میں سے جو کام کرو اس میں نیت للٰہیت کی ہونی چاہیئے۔ ان کے حقائق بھی انشا اللہ حسب استعداد و مقام سمجھ میں آجائیں گے شغل باطن میں بھی کوشش کرنی چاہیئے جس قدر کام کروگے اسی قدر عند اللہ مرتبہ بلند ہوگا بزرگوں نے سالہا خونِ دل نوش کیا تب منزل پر پہنچے ہیں۔ تم کچھ فکر نہ کرو انشا اللہ ایک دن کام بن جائے گا اور غیب سے آگاہی ہو جائے گی:

مَنْ طَالَبَ شَيْئًا وَجَدَّ وَجَدَ

جو کسی چیز کا طالب ہوا اور جد و جہد کی اس نے پایا۔

اس سے طالبین کی بڑی دستگیری ہوتی ہے۔ حق تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ:

وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا

جس نے ہماری راہ میں جد و جہد کی ہم اسے اپنے راستے دکھاتے ہیں

یہ بڑی خوشخبری ہے۔ من ادمن قرع الباب یوشك ان یفتح لہ یعنی جو شخص متواتر دروازہ کھٹکھٹاتا ہے اس کے لئے جلدی کھول دیتے ہیں اور اسے آغوش میں کھینچ لیتے ہیں۔ مجھے اپنے ساتھ سمجھو اور ہمیشہ کام میں لگے رہو۔

بیت ؎ نصیحت ہمیں است اے جانِ برادر
کہ اوقات ضائع مکن تا توانی!

اے جانِ برادر! میری نصیحت یہی ہے کہ جہاں تک ہو سکے اوقات ضائع نہ کرو۔

---

## مکتوب ۷۸

بجانب سیدی احمد در بیان اسرار

حق حق حق:

سید السادات، منبع السعادات، عالم ربانی، عامل سبحانی، عالم باعمل اور عامل باعلم جس کی شان میں آیا ہے کہ:

نوم العلماءِ عبادۃ — ہماری نیند عبادت ہے

مطلب یہ کہ نیند نہیں بلکہ سب عبادت ہے ورنہ نیند کیا چیز ہے یہ سب تعطل اور عادت ہے اہل حق کی عادت عبادت پر ہوتی ہے یہی عبادت کہ سید الاولین والآخرین کی متابعت ہے۔

فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ

میری اطاعت کرو یعنی پیغمبر علیہ السلام کی اطاعت کرو حق تعالیٰ تجھ سے محبت کریگا

کا تاج طالبین کے سر پر رکھتے ہیں اور ان کو قدوۃ المتقین بنایا جاتا ہے۔ مشہور ہے کہ:

القلوب مع القلوب تتشاھد — دل کو دل کے ساتھ میلان ہے۔

نیز:

حنین المحب الی المحب — محب کو محب کے ساتھ تعلق ہے۔

یہ اپنے حق میں صحیح سمجھیں کیونکہ نقطہ یُحِبُّوْنَہٗ ابھی وجود میں نہیں آیا تھا بلکہ پردۂ عدم میں تھا کہ یُحِبُّھُمْ کی ندا عالم غیب میں ہوئی تھی جس سے محب وجود میں آیا اور واجب سے ممکن میں خراماں ہو کر محب و محبوب کی جلوہ گری شروع ہوئی۔ یُحِبُّھُمْ وَیُحِبُّوْنَہٗ (اللہ ان سے محبت کرتا ہے اور وہ اللہ سے محبت کرتے ہیں)۔

ورنہ نقش غیر کیا ہے اِس کے اور اس کے درمیان۔ ازل سے ابد تک دیکھو تو نقش غیر کا کہیں نشان نہیں۔ افسوس صد افسوس اتم معلوماتِ ازلی کو ممکن کہتے ہو اور نہ ازل میں کوئی ممکن سمجھتے ہو۔ یہاں یہ بیت یاد آیا ہے ؎

یک عین متفق کہ جز او ذرّۂ نبود
چوں گشت ظاہر ایں ہمہ اغیار آمدہ

ایک ذات واحد جس کے سوا ایک ذرہ کا بھی وجود نہ تھا جب ظہور پذیر ہوئی تو یہ سب اغیار ہو گئے۔

بے شک ظاہری صورتوں کو غیب سے کوئی تعلق نہیں، اگرچہ غیب کے سوا کوئی نقش نہیں۔ کیونکہ ہر نقش بذات خود کچھ نہیں اور غیب کے سوا اُسے کوئی چارہ نہیں۔ الفاعِل واحد (فاعل حقیقی ایک ہے) سے اپنی خبر آپ دیتا ہے۔ لیکن یہ بات کون سمجھ سکتا ہے۔

بیت ؎ اہل دل را ذوق فہمے دیگر است
کاں ز فہم ہر دو عالم برتر است

اہلِ دل کا انداز فہم اور ہے کیونکہ وہ ذات دونوں جہانوں کے فہم سے بالاتر ہے۔

ہمارا اعتقاد بھی یہی ہے کہ الفَاعِلُ هُوَ اللّٰہ (اللہ ہی فاعل حقیقی ہے) اور خود حکم دیتا ہے کہ:

لَیْسَ اِلَّا اللّٰہِ اللہ کے سوا کوئی نہیں۔

لیکن یہاں عقل کا پردہ چاک کرنے اور ماورائے عقل نظر کرنے کی ضرورت ہے۔

بیت ؎ تشنہ از دریا جدائی مے کنی
بر سرِ گنج گدائی مے کنی

دریا سے تشنہ آب واپس جا رہا ہے اور خزانے پر بیٹھے ہوئے بھیک مانگ رہا ہے۔

افسوس ہزار افسوس! مطلوب سامنے ہے اور طالب کوئی نہیں۔ رہبر کیا کرے جب راستہ

طلب کرنے والا کوئی نہ ہو۔ دوا کیا کرے جب درد کے طلب کرنے والا اور دوا طلب کرنے والا کوئی نہیں۔ ورنہ حقیقت یہ ہے کہ ہر طرف اور بے طرف پیدا و پنہاں وہی ہے :

هُوَ الْاَوَّلُ وَ الْاٰخِرُ وَ الظَّاهِرُ وَ الْبَاطِنُ

وہی اول آخر ظاہر و باطن ہے۔

کا اعلان ہو چکا ہے۔

مصرعہ ؎ طبل پنہاں چہ زنم طشتِ من از بام افتاد

چپکے چپکے بات کیوں کروں جب کہ حقیقت اظہر من الشمس ہو چکی ہے۔

جب کان ہی نہیں تو کوئی سنے گا کیا؛ جب آنکھ ہی نہیں تو کیا ظاہر اور کیا باطن۔

بیت ؎ دہل را گنہ چیست چوں گوش کر
چو کور است چشمش چہ بنید قمر

جب کان ہی نہ ہوں تو ڈھول کا قصور، جب آنکھ ہی نہ ہو تو چاند کیسے دیکھے گا۔

سبحان اللہ یہ کیا چیز ہے کہ :

ان الله جنة ليس فيها حور ولا قصور

اللہ کے ہاں جنت ہے جس میں نہ حور ہے نہ قصور۔

اس مقام کے متعلق ایک بزرگ نے فرمایا ہے :

ما فى الجنة احدٌ سوى الله

جنت میں کچھ نہیں سوائے اللہ کے۔

اسی ذوق میں آکر اس نے نعرہ لگایا کہ :

ليس فى الدارين غيرى دونوں جہانوں میں میرے سوا کوئی نہیں۔

اور جب یہ جمال یعنی مشاہدہ کمال کو پہنچا تو سب حق ہی حق تھا چنانچہ ایک بزرگ نے تحقیق حق پر پہنچ کر فرمایا ہے :

ما فی الوجودِ الا اللّٰہ — وجود میں سوا اللہ کے کوئی نہیں۔

اور یہ سب شغل سلطان الاذکار کی بدولت ہے (سلطان الاذکار ایک شغل کا نام ہے جس میں تمام لطائف ستہ زندہ ہو کر ذاکر ہو جاتے ہیں) پس جو ذاکر ہے وہ حق کے ساتھ شاغل ہے۔

ھنیئًا لارباب النعیم نعیمھا — (ارباب جنت کو جنت مبارک)

یہ خط اس لئے مختصر لکھا گیا ہے کہ اختصار کے سوا چارہ نہیں۔ کیونکہ فانی کے لئے کیا ہے۔ واللہ المستعان علی ما تصفون وصلی اللہ علی خیر خلقہٖ محمدٍ وآلہٖ اجمعین۔

---

## مکتوب ۷۹

**بجانب سید احمد در تنبیہ توحید۔**

حق حق حق!

... اے نور رسول اور اے قرۃ العین بتول (حضرت خاتونِ جنت کی آنکھوں کی ٹھنڈک) خدا کرے تمہارا قدم مقامات بلند اور معرفتِ حق تعالٰی کے ساتھ صراطِ مستقیم پر قائم رہے:

اِنَّ رَبِّیْ عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ — بیشک میرا رب صراط مستقیم پر ہے۔

ہیہات! راہ مستقیم (حقیقت کا راستہ) زمان و مکان، اور جسم و جان اور این و آن سے باہر ہے:

والاستقامۃ متنزّہ عن التحول والتغیر والزوال والنقصان

ونحن امرنا بدعائہ لقولہ تعالٰی اھدنا الصراط المستقیم۔

اور استقامت تبدل و تغیر اور نقص و زوال سے منزہ اور پاک ہے اور ہم کو یہ دعا کرنے کا حکم ہوا کہ یا اللہ راہ دکھا ہم کو سیدھی (یعنی راہِ حقیقت)

کیونکہ بندہ مکان و زمان کی قید میں مقید ہے ورنہ حق تعالٰی تو جسم و جان سے نہایت ہے بلکہ یہاں

غیر کی جگہ نہیں اور وحدت کے سوا کسی وجود کی گنجائش نہیں۔ اور یہ راہِ مستقیم حق تعالےٰ کے ساتھ وجود پانے اور اس کے ساتھ موجود ہونے کا نام ہے ورنہ حق کے سوا کسی کا وجود ہے! اور ہمارا جو یہ وجود ہے عدمِ محض ہے (یعنی مطلقاً نیست ہے) اور وہ ممتنع الوجود ہے (یعنی عدمِ محض وجود کا متقاضی نہیں)۔ اسی لئے خطاب ہوتا ہے کہ کہو:

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ دکھا ہمیں سیدھی راہ۔

یعنی اے بندہ ہمارے ساتھ یگانہ ہو جا۔ دوئی اور بے گانگی کو جہانِ فانی میں چھوڑ دے۔ اور فانی ہو جا تاکہ تو باقی ہو جائے (یعنی فنافی اللہ میں پہنچ جا تاکہ باقی باللہ ہو جائے) حق تعالیٰ کی بقا سے آگاہ ہو جائے اور راہِ مستقیم پر پہنچ جائے اور وحدتِ وجود کو پالے۔ اور حق تعالیٰ جل وعلیٰ کے وجود کے سوا کسی وجود کو موجود نہ دیکھے۔

بیت ؎ تا تو مے باشی عدو بینی ہمہ
چوں شوی فانی احد بینی ہمہ

جب تک تو موجود ہے تمہارا واسطہ اعداد سے ہوتا ہے اور کثرت میں مبتلا ہے جب تو فانی ہوتا ہے تو احد دیکھتا ہے یعنی احدیت یا اور لاتعین کا مشاہدہ کرتا ہے۔

لیکن آج یہ فکر کس کو ہے اور راہِ حق کی تلاش کسے ہے۔ نفسِ نفیس اور

وَنَفَخْتُ فِيهِ مِنْ رُّوحِي

اور ہم نے پھونکی اس کے اندر یعنی آدم کے اپنی روح میں سے

کی جلوہ گری ہے لیکن ہم کورانِ روزگار (کور بمع نابینا) پر اس کا کوئی اثر نہیں۔ ہیہات، ہیہات!! ازل کے بدقسمتوں کا کیا علاج! اگر آج اس قید سے آزاد نہ ہوئے تو مقیدِ ازل (ہمیشہ کا قیدی) بن جائے گا۔ اور جمالِ وحدت تک ہرگز رسائی نہ ہوگی۔ اگرچہ بہشت میں کیوں نہ ہو؛

وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَشْتَهِي أَنْفُسُكُمْ

اور تمہارے لئے بہشت میں وہی ہوگا جو تمہارا جی چاہے گا۔

یہ اس کی قید وقت ہوگی :

یا حسرتا علیٰ ما فرطت فی جنب اللہ

(ہائے افسوس پروردگار کے بُعد پر)۔

یہ اس کی ندامت اور خسارتِ حال ہوگی۔ بیشک مُرغ بریاں ہوگا لیکن دوست مہمان نہ ہوگا۔ اور جان و جہاں بہ سبحان نہ ہوگا۔ تجلّی عام ہوگی لیکن ہم ناتمام اور ناکام ہوں گے۔ اور اپنی دولت تک ہماری رسائی نہ ہوگی۔

بل قالوا لمن کان امرہ فرطا

(بلکہ انھوں نے کہا اس کے لیے جس کا معاملہ فرط تھا)

پس بقدرِ ہمت کوشش کر رہے ہیں اور اس کی حسرت میں دل اور جان جلاتے ہیں ممکن ہے :

كَانَ سَعْيُهُمْ مَشْكُورًا ان کی کوشش بر لائے گی۔

کے مصداق ہم درماندگان کو حصہ مل جائے کیونکہ کسی کی محنت ضائع نہیں ہوتی ؛

إِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيعُ إِيمَانَكُمْ اللہ تعالیٰ تمھارے ایمان کو ضائع نہیں کرتا۔

اور آج جس چیز کے ساتھ تیرا دل لگا ہوا ہے وہی تیرا مقدر ہے۔ اس میں کوئی کمی واقع نہیں ہوتی۔ پس ایمان طلب کرنا چاہیئے اور طلبِ صادق ہونی چاہیئے اور حق تعالیٰ کے ساتھ صدق معاملہ درست ہونا چاہیئے۔ یحشر الناس یوم القیٰمۃ علیٰ نیاتھم

قیامت کے دن لوگوں کا حشر ان کی نیات پر ہوگا۔

کا اعلان ہو چکا ہے۔ عاقبت وخاتمت بخیر تریں خیر باد۔ (آمین)

---

ے : یعنی روح و جسم کو درمرتبۂ وحدتِ وجودی عین سبحان یعنی عین حق ہے حاصل نہ ہوگا۔

## مکتوب ۸۰

بجانب شیخ خان صوفی در تاسفِ حال (اپنے حال پر افسوس) رباعیہ "قومے متحیر اندر راہ یقین"..... الیٰ آخر کے بیان میں۔

حق حق حق!

### رُباعی

قومے متحیر اندر راہِ یقینؔ قومیست دِگر بماند اندر غمِ دین

مے ترسم ازاں بانگ برآید روزے کاے بے خبراں راہ نہ آنست نہ ایں

ایک قوم یعنی گروہ راہِ یقین میں حیران ہے۔ دوسری قوم دین کے غم میں مبتلا ہے۔ مجھے اس آواز سے ڈر لگ رہا ہے کہ ایک دن پکارا جائے گا کہ اے بے خبر لوگو! حقیقی راستہ نہ وہ ہے نہ یہ۔

یعنی راہِ یقین جو عمارتِ باطن ہے اور جس کا مطلب ہے اخلاقِ حمیدہ کا حصول اور غمِ دین جس سے مراد ہے اوامر و نواہی پر عمل کرنا، عاقبت کا خوف درجات کی طلب اور ثوابِ آخرت۔ لیکن راہِ حق ان دونوں سے علیحدہ ہے۔ اور ہم کو نصیب کیا جائیں۔ کیونکہ ہم تو ابھی دنیائے مُردار کی قید، اور نفس وحشیہ ان کی غلامی میں گرفتار ہیں۔ عمر پچاس سال سے زیادہ ہو چکی ہے لیکن زادِ راہِ حق (حقیقت کے راستے کا سامان، حاصل نہیں ہوا۔ دونوں جہانوں کی سیاہ روئی اور ابدی بدبختی دامنگیر ہے۔ جب یہ حالت ہے تو آخری لمحہ کس طرح ہوگا۔

---

لہ:۔ آں راہ راہِ فنا بالکلیہ و محویتِ مطلقہ است یعنی وہ راستہ ذاتِ حق میں فنائے تام اور محویت مطلقہ ہے۔

بیت ؎ شستیم بسے بہ چارہ سازی

پیراہنِ ما نشد نمازی

ہم نے اپنا پیراہن بہت دھویا لیکن پھر بھی پاک نہ ہوا۔

یہاں پیراہن سے مُراد مومن کا ظاہری جسم اور اس کے ظاہری احکام ہیں مطلب یہ کہ اب تک ہمیں طہارت ظاہری حاصل نہیں ہوئی طہارت قلبی اور طہارتِ سِرّی جو سلطان وحدت کی جائے نزول ہے ہم بدنصیبوں کو کہاں حاصل ہو سکتی ہے۔ پس اس شعر کا ورد کر کے اپنا ماتم کرتے ہیں۔

بیت ؎ درد را دارو کجا خواہیم کرد

عمر شد ماتم کجا خواہیم کرد

درد کا دوا کہاں کریں گے۔ عمر گذر چکی ہے ماتم کب کریں گے۔

آں فرزند کے راہِ حق پر گامزن ہونے سے بے حد خوشی حاصل ہوئی ہے۔ پس جب بیٹا غنی ہو جاتا ہے تو مفلس باپ کی نگاہداشت اس پر لازم آتی ہے اور اس کے حال کی خبر گیری ضروری ہوتی ہے اگرچہ یہاں زکوٰۃ جائز نہیں لیکن افلاس کی چارہ جوئی ضروری ہے۔ (یہاں ظاہری امداد مُراد نہیں بلکہ امداد باطنی و قلبی مُراد ہے) لہٰذا اس کم نصیب (یعنی خود حضرت شیخ) پست منزل کو اپنی بلند ہمت سے اوپر اٹھا کر خدا تعالےٰ سے دعا کرو کہ جب تک زندگی ہے دوست کے عشق اور درد و محبت سے کچھ مل جائے تاکہ:

یَا حَسرتَا علیٰ مافرطت فی جنب اللّٰہ

(ہائے افسوس اس پر جو اللہ تعالےٰ کی دوری میں ہے)

بدبختی اور دائمی حسرت سے نجات ملے کیونکہ عادت اور سنت اللہ یہی ہے کہ پیر مریدیں کے دستگیر ہوتے ہیں. اور فضل ربی یہ ہے بلند مرتبہ مرید کم درجہ پیر کی دستگیری کرے آیۂ پاک:

سنشد عضدک بِاَخیک

ہم تیرے ہاتھ تیرے بھائی کی بدولت مضبوط کر دیں گے۔

کے یہی معنی ہیں۔ راہِ حق میں بلند ہمت رہنا چاہیئے کیونکہ جس قدر ہمت بلند ہوگی مرتبہ بلند ہو گا:

قِيْمَةُ الْمَرْءِ هِمَّتُهٗ  آدمی کی قیمت اس کی ہمت ہے۔

بالکل صحیح ہے۔ ہمت ایسی ہو کہ اس کے اندر حق تعالٰے کے سوا کسی چیز کا گذر نہ ہو ایک ذات میں مستغرق ہو جائے اور سلطانِ ذکر (یعنی شغل سلطان الاذکار جس سے مُراد یہ ہے کہ تمام لطائف ستہ زندہ ہو جائیں) ایک ہی حملے سے دونوں جہانوں سے باہر نکال کر (یعنی نہ دنیا کا غم رہے نہ عاقبت کا غم بھی دراصل نفسانیت ہے) صحرائے ازل میں ڈال دے اور عالمِ اطلاق (فنائے ذاتی) کا باسی ہو جائے کسی نے خوب کہا ہے۔

بیت ۔ چنگ در حضرتِ خدا زدہٗ

ہر چہ آں نیست پشتِ پا زدہٗ

تم نے حضرتِ حق میں ہاتھ ڈالا ہے اور جو کچھ غیر اللہ ہے اس پر لات ماری ہے۔

اور اس راہ میں جو حقائق وارد ہوں انھیں مُربیِ وقت سمجھو۔ کونوا مع الصادقین (ہو جاؤ صادقین کے ساتھ) کے یہی معنی ہیں، کیونکہ اس راستے میں ہزاروں انوار پیش آتے ہیں۔ عاقبت و خاتمت بخیر باد۔ بالنبی و آلہ الامجاد۔ والسلام۔

---

## مکتوب ۸۱

بجانب ملک العلماً مولانا عبد اللہ دانشمند دہلوی۔

حق حق حق!

اس بیان میں کہ شرع شریف میں کلیۂ واجب الوجود جائز نہیں اور حق تعالٰے کی قدرت میں اونٹ کا سوئی کے سوراخ میں داخل ہونا ممکن ہے۔ المرام اگر اللہ ہے اور اس کے سوا کچھ

نہیں۔ میرا بیٹا شیخ حمید طال عمرہٗ و زید علمہٗ و عرفانہٗ آپ کی خدمت میں ہے۔ امید ہے کہ آپ کی نظر شفقت اور اثر صحبت سے کمال کو پہنچ جائے گا:

فان کمال الانسان بالعلم والعرفان وذالک صفۃ القلب ولا صفۃ اللسان

انسان کا کمال علم اور عرفان سے ہے اور یہ قلب کی صفت ہے نہ کہ زبان کی۔

کیونکہ زبان مٹی اور پتھر سے بنی ہے اور زبان اور دل کے درمیان ہزار کوس کا فاصلہ ہے فرشتہ اگرچہ مقرب ہے دل نہیں رکھتا۔ لہٰذا سرپردۂ خاص میں اس کا گذر نہیں۔

بیت ؎ راز درونِ پردہ ز رندان مست پرس
کایں حال نیست صوفی عالی مقام را

رندانِ مست کے دل کا راز دریافت کر کیونکہ اس مقام تک صوفی عالی مقام بھی نہیں پہنچ سکتا

پس مرد وہ ہے جو میدان دل میں پہنچ جاتا ہے اور لامکاں سے خبر دیتا ہے:

فَاعْلَمْ اِنَّہٗ لَا اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہ۔

پس جاننا چاہیئے وہ ہے اور اس کے سوا کوئی نہیں موجود

پس حقیقت یہی ہے اور یہ راز دل کے سوا کہیں نہیں

اِنَّ فِیْ ذَالِکَ لَذِکْرٰی لِمَنْ کَانَ لَہٗ قَلْبٌ وَالقلبُ بَحْرٌ لاسَاحِلَ لَہٗ

تحقیق اس میں نصیحت ہے اس کے لئے جو قلب رکھتا ہے اور قلب وہ سمندر ہے جس کا ساحل نہیں۔

اسی حقیقت کی طرف اشارہ کرتا ہے۔

بیت ؎ عالم دل عالمیست ہر دو جہاں اندرو
کیست کہ ہر دم کند عزم تماشائے دل

---

ہ: یعنی ملک مقرب کما فی

عالم جہاں کا دل ہے اور دو جہاں اس کے اندر ہی کون ہے جو دل کا تماشا دیکھنے کا خواہشمند ہے۔

اگر سو سال تک زبان پر بات رہے تو دل کو اس کی خبر نہیں ہوتی۔ اور اگر دل ہوا و ہوس میں گرفتار ہے اور کثرت میں پھنسا ہوا ہے تو خدا تک اسے کیسے رسائی ہوسکتی ہے :

قَطْرَةٌ من الهوى تكدر بحرا من العلم

حرص و ہوا کا ایک قطرہ علم کے سمندر کو خراب کر دیتا ہے۔

بیت ؎ بر بند ہوا از دل و از زباں گفتار

در محوِ خودی سعادتِ خود بپندار

دل کو حرص و ہوا سے اور زبان کو گفتگو سے باز رکھ اپنی خودی میں محویت کو اپنی سعادت جان۔

والعلم نور ربانی یرد فی القلوب فضلاً من الله العزیز الحکیم

علم نور ربانی ہے جو دلوں میں اللہ تعالےٰ زبردست حکمت والا اپنے فضل سے وارد کرتا ہے۔

حضرت شیخ الشیوخ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :

قال الله تعالیٰ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَسَالَت اَوْدِيَةٌ بِقَدَرِهَا

اللہ تعالیٰ نے فرمایا، اتارا اس نے آسمان سے پانی جس کی بنا پر وادیاں بہ نکلیں اپنے مقدر بھر۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :

الماء العلم و الاودية القلوب

(علم پانی ہے اور دل وادیاں ہیں)

اور وہ علم وراثت ہے کیونکہ انبیاء علیہم السلام سے اولیاء کرام کو میراث پہنچتا ہے :

العلماءُ ورثة الانبیاء وھو المقصود من الورثة وبذالك فضل الانبیاء العلماء قال علیه السلام علماء امتی کانبیأ بنی اسرائیل وذالك العلم بالله والعرفان به من عرف الاشیاء بالله ولا یحجبه الاشیاء عن الله فاعرف حق العرفان کشف مشاھدة وحینا لا یخطر بباله غیر المعبود وتیقن انه لا یتصور فی العقل تکثر واجب الوجود ۔

( علماء انبیاء کے وارث ہیں اور اس سے یہی ( علم ) کا ورثہ مراد ہے ۔ چنانچہ آپ نے فرمایا میری امت کے علماء بنی اسرائیل کے انبیاء کی طرح ہیں اور یہ علم و عرفان اللہ سے ہے ۔ جس نے جمیع اشیاء کو باللہ کے ذریعے پہچان لیا اور جو چیز مخفی رہی تو اس نے پہچاننے کا حق ادا کر دیا ۔

چنانچہ غیر اللہ کی پرواہ اس کو نقصان نہیں دیتی اور واجب الوجود کا تکثر عقل میں متصور نہیں ہوتا ) ۔

بیت ؎ از انکہ آشنائی با توام شد
شدم بےگانہ از ہر آشنائے

جس وقت سے اے محبوب ! آپ کے ساتھ آشنائی ہوئی ہے سب آشناؤں سے میں بیگانہ ہوگیا یا تجھ سے اس وقت آشنا ہوا جب سب آشناؤں سے بے گانہ ہوا ۔

اور چونکہ عاقل وہ ہوتا ہے جو محال ( ناممکن ) قبول نہ کرے کون ایسا عاقل ہے جو وحدتِ الٰہیہ کے سوا واجب الوجود کے تکثر ( کثرت ) کی طرف مائل ہو ،

فانه وبال والتصورة خیال الا کل شی ما خلا الله باطل و الباطل فانی والحق باقی فتوکل علی الحی الذی لا یموت و

ایضاً ان کلیۃ واجب الوجود قبیح لعینہ والعقل لا یتصورھا بدون القبح فلا یجوزھا قط وذکر فی الصحائف ولا یثبت النبوۃ الا بثلثہ اشیاء الاول اظہار المعجزۃ والثانی ان لا یدعی ماینکرہ العقل ظاھر کمایقول واجب الوجود اکثر من واحد الی اخرہ ایضاً لوکان واجب الوجود کلیا لکان اللہ تعالیٰ جزئیا والکلی جزء الجزی فیلزم الترک فی ذات اللہ تعالیٰ وذالک لا یجوز فما ذا بعد الحق الا الضلال۔

(کیونکہ یہ وبال ہے اور تصور بمعنی خیال ہے خبردار اللہ کے سوا ہر چیز باطل ہے اور باطل فانی ہے اور اللہ باقی ہے پس اس ذات حی پر توکل کر جس کو موت نہیں۔ نیز بے شک واجب الوجود کی کلیت قبیح ہے اپنے عین کے لیے۔ اور عقل اسے قبیح کے بغیر متصور نہیں کرتی۔ اور اُسے کبھی متحیز نہیں کرتی اور صحائف میں مذکور ہے کہ نبوت تین اشیاء کے سوا ثابت نہیں ہوتی۔ اول اظہار معجزہ، دوم یہ کہ جسے عقل ظاہراً غلط سمجھتی ہے نبوت اس کا دعویٰ نہیں کرتی۔ جیسے وہ کہتا ہے کہ واجب الوجود واحد سے زیادہ کثیر ہے۔۔۔۔ الی الاخرہ، نیز واجب الوجود کلی ہوتا تو حق تعالیٰ جزی ہوتا اور کلی جزی کا جزو ہوتا۔ پس لازم آتا ہے کہ ترک اللہ کی ذات میں ہونا جائز ہے۔ اور یہ حق کے بعد گمراہی ہے)۔

بیت ؎
چنگ با حضرت خدا زدہ اند
ہر چہ آں نیست پشت پا زدہ اند

انھوں نے یعنی مردانِ خدا نے حضرتِ حق میں ہاتھ مارا ہے اور ماسوائے اللہ کو لات ماردی ہے۔

بیت ؎
مردے باید نہ سرا ُو را نہ پائے
جملہ گم گشتہ درو او در خدائے

مرد وہ ہے کہ جس کا سر ہو نہ پاؤں، تمام کائنات اُس میں گم ہو اور وہ خدا میں۔

سر اور پاؤں نہ ہونے سے مراد یہ ہے کہ ظاہری وجود اور اعضا کے حسن و جمال سے آدمی نہیں بنتا بلکہ آدمی وہ ہے جس کے اندر تمام کائنات گم ہو اور وہ خدا کی ذات میں گم ہو۔ انسان کے اندر کائنات کے گم ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس کے نزدیک تعینات عالم مٹ جائیں اس کے بعد وہ خود بھی مٹ جائے اور ذاتِ حق میں گم ہو جائے۔ اگرچہ جنت جاوداں کی خوشخبری اور دوزخ کی عقوبت کا خوف موجود ہے لیکن مردانِ حق سوائے حق سبحانہٗ کے کسی چیز کا غم نہیں کرتے اور دردِ عشق کے لئے مرہم کے متلاشی نہیں ہوتے۔

بیت ؎

نے در غم دوزخ و بہشت اند

ایں طائفہ را چنیں سرشت اند

اس طائفہ کے لوگوں کی سرشت یعنی ضمیر اس طرح کی گئی ہے کہ نہ دوزخ سے ڈرتے ہیں نہ بہشت کے طلب گار ہیں۔

اور نادان اس میدان میں مجال نہیں رکھتا اور اپنے کم مایہ عقل کی وجہ سے محروم رہ جاتا ہے:

وَاِذْ لَمْ يَهْتَدُوْا بِهٖ فَسَيَقُوْلُوْنَ هٰذَآ اِفْكٌ قَدِيْمٌ

(جب اس کی راہ نہیں پاتے تو کہتے ہیں کہ یہ بہتان (جھوٹ) قدیم ہے)۔

ان کے حق میں صادق آتا ہے۔ کیا کیا جائے کہ تقدیرِ حق جس کے لئے کاف لکھ دے قاف نہیں ہوتا (یعنی ذرہ بھر فرق بھی واقع نہیں ہونے پاتا):

وَمَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ

جسے اللہ ہدایت دے اُسے کوئی گمراہ نہیں کر سکتا اور جسے اللہ گمراہ کرے اُسے کوئی ہدایت نہیں دے سکتا۔

ایک حقیقت ہے۔ اور اس میں کسی کو کلام نہیں:

لَا يُسْئَلُ عَمَّا يَفْعَلُ وَهُمْ يُسْئَلُوْنَ

(خدا سے کوئی نہیں پوچھ سکتا۔ خدا ہر ایک سے پوچھ سکتا ہے)

سارے جہاں کے لبوں پر مہرِ سکوت لگادی ہے اور انبیاء و اولیاء کو حیرت میں ڈال دیا ہے:

بیت ؎
کرا زہرۂ آں کہ از بیم اُو
کشاید زباں جز بہ تسلیم اُو

کس کی مجال ہے کہ سوائے تسلیم و رضا کے اس کے سامنے دم مارے۔

وہ کیا ہی احمق ہے جو حق تعالیٰ کی قدرت میں کلام کرتا ہے اور اس کی قدرت کو کون و لامکاں پر جاری اور ساری نہیں سمجھتا۔ اُسے یہ بھی معلوم نہیں کہ خدا قدرت پر ہے نہ کہ عادت پر۔

بیت ؎
دوئی را نیست را در حضرت تو
ہمہ عالم توئی و قدرت تو

دوئی کو تیرے حضور میں کوئی گنجائش نہیں۔ سارا عالم تو ہے اور تیری قدرت ہے یعنی تیری صفات کا مظہر ہے۔

وہ ذاتِ پاک اس بات پر قادر ہے کہ ممتنع لنفسہٖ (غیر واجب الوجود) کو وجود میں لائے اور میدان امکان میں چھوڑ دے:

خَلَقَ السَّمٰوٰتِ بِغَیْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا

اس نے پیدا فرمایا آسمانوں کو بغیر ستون کے جنھیں تو دیکھ رہا ہے۔

خواجہ نظام فرماتے ہیں: ؎

حصارِ فلک برکشیدی بلند | بروکردہ اندیشہ را شہر بند
چناں بست ایں طاق نیلوفری | کہ اندیشہ را نیست ازو برتری

تو نے فلک کا بلند قلعہ کھڑا کر دیا ہے وہ قلعہ کہ جہاں اندیشہ یعنی خیال بشری کی رسائی نہیں
یہ نیلگوں چھت اس طرح تیار کی ہے کہ اس سے بہتر وہم و گمان میں بھی نہیں آسکتی۔

نادان کو یہ بھی معلوم نہیں کہ روح اضافی (روح انسانی) ایک لمحہ میں لامکان سے مکان میں یعنی کائنات میں اور مکان سے لامکان میں پہنچ جاتی ہے:

كَلَمْحٍ بِالْبَصَرِ اَوْ هُوَ اَقْرَبُ

آنکھ کے جھپکنے میں یا اس سے بھی کم وقت میں۔

وما كان الله ليعجزه من شيئ في السمٰوات والارض

(اللہ کو کائنات کی کوئی چیز عاجز نہیں کر سکتی)

نادانوں کو یہ بھی معلوم نہیں کہ فانی کو (یعنی بشر فانی کو) عالم فانی سے نکال کر عالم باقی میں پہنچا دیتے ہیں۔ اور ہمیشہ کے لئے باقی باللہ کر دیتے ہیں؛

من الملك الحي الذي لا يموت الى الملك الحي الذي لا يموت

(اللہ کے ملکِ لازوال سے اللہ کے ملک لازوال کی طرف)

کے مطابق؛

بیت ؎ ہر چہ در توحید مطلق آمدہ است

آں ہمہ در تو محقق آمدہ است

جو کچھ توحید مطلق یعنی توحید باری تعالیٰ کے لئے آیا ہے وہی تیرے لئے یعنی انسان کامل کے لئے محقق ہے۔

حضرت مصطفیٰ حبیب خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جوش عشق میں کون ومکاں سے گذر کر قاب قوسین سے بھی پرواز فرما گئے اور لامکاں اور اَوْ اَدْنٰی کے مقام پر واصل حق ہوئے اور حق تعالیٰ کا بے جہت بے زمان بے کیف اور بے مکاں مشاہدہ کیا؛

بیت ؎ رفت بجائے کہ دوئی دو بود

دید خدا را نہ از خدا دور بود

ایسے مقام پر پہنچے جہاں دوئی نہ تھی۔ خدا کو دیکھا لیکن خدا سے جدا نہ تھے۔

صاحب عوارف المعارف نے اسی بات کی وضاحت فرمائی ہے فرماتے ہیں:

وهو المقام الذي خطى به رسول الله ليلة المعراج ومنع عنه

مُوسیٰ بَلَن تَرَانِیْ

یہی وہ مقام ہے جو شبِ معراج میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو نصیب ہوا اور جس سے

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو لن ترانی کہہ کر منع کیا گیا۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ایک لمحہ میں اٹھارہ ہزار عالم سے گذر گئے :

سُبْحَانَ الَّذِیْ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلاً

پاک ہے وہ ذات جس نے سیر کرائی اپنے بندے کو ایک رات...

اسی حقیقت کو ظاہر کرتا ہے :

بیت ؎ زمین زادہ برآسماں تاختہ

زمین آسماں راپس انداختہ

ایک زمین زادہ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آسمان پر پہنچ گئے بلکہ زمین وآسمان کو بھی پیچھے

چھوڑ گیا۔

اس کی حکمت اس کی قدرت سے اور اس کی قدرت اس کی حکمت سے ظاہر ہے لیکن کون خوش نصیب اسے سمجھے۔ حضرت شیخ الشیوخ شہاب الدین عمرؒ عوارف المعارف میں قدرت کے بیان میں فرماتے ہیں کہ مرد یعنی مردِ حق اس مقام پر پہنچ جاتا ہے کہ اگر مشرق میں ہے اور دائیں پہلو سے بایاں پہلو بدلے تو مغرب میں پہنچ جائے۔ اور فرشتہ ایک ساعت میں بلکہ ایک لمحہ میں عرش سے فرش پر فرش سے عرش پر پہنچ جاتا ہے اور راستے میں کوئی حجاب حائل نہیں ہوتا چونکہ بشر فرشتے سے بہتر ہے اس لئے قدرت میں بھی اس سے برتر ہے اگرچہ حکمت میں کمتر ہے اور جو ایک کی عادت ہے دوسرے وہ خلافِ عادت ہے یاد رہے کہ خلاف عادت ہے نہ کہ خلاف قدرت۔ چنانچہ اونٹ سوئی کے سوراخ سے نہیں گذر سکتا کیونکہ یہ اس کے لئے خلافِ عادت ہے اور یہ خلافِ عادت ہے نہ کہ خلاف قدرت۔ ایک بشر جو کون ومکان سے نہیں گذر سکتا خلافِ عادت ہیں کیا لازم کرے کہ خلاف عادت ہو۔ قدرت کی نفی نقائص میں ہوتی ہے نہ کہ کمالات میں۔ اور یہ کمال الوہیت کی وجہ سے ہے کہ بندہ خدا تک رسائی

حاصل کرلیتا ہے اور خدا کا پتہ بتاتا ہے :

مصرعہ ؎ فیہ خسران لاھل اعتزال

(اصل میں معتزلہ کے لیے خرابی ہے)

لیکن غیب کی یہ ندا کہ :

وَاِنَّ اِلٰى رَبِّكَ الْمُنْتَهٰى اور تیرے رب تک سالکین کی انتہا ہے۔

اگر عالم غیب سے لوگوں کے کانوں تک نہ پہنچے اور یہ مقام حاصل نہ ہو تو کوئی کیوں غم کھائے یا اس سے کیوں انکار کرے :

مصرعہ ؎ محجوب را ز ہیچ چراغے نصیب نیست

محجوب کو یعنی جس کے سامنے سے پردے نہیں ہٹے اس کو کوئی چراغ فائدہ نہیں پہنچا سکتا۔

خدا کی قسم وہ : وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَمَا كُنْتُمْ

اور وہ یعنی خدا تمھارے ساتھ ہے جہاں کہیں تم ہو

تجھے ایسے مقام پر پہنچا دیتا ہے کہ سب حجاب اٹھ جاتے ہیں۔ اور کوئی پردہ حائل نہیں رہتا۔ اور سوائے مشاہدۂ جمال لم یزلی اور کمال لایزالی کے اور کچھ نہیں رہتا۔ اور کون قسمت والا اس کی تمنا کرتا ہے اور کون اس تمنا کی بدولت مقامِ لقا یعنی حق کا وصال کرتا ہے :

جَاهِدُوْا فِى اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ

اللہ میں یعنی ذاتِ حق میں جہاد کرو اور جہاد کا حق ادا کرو۔

سے یہی مراد ہے۔

ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ

یہ اللہ تعالےٰ کا فضل ہے جسے عطا کرے اور اللہ بڑا فضل و کرم کرنے والا ہے

خدا ہم سب کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بدولت یہ دولت نصیب کرے۔

---

## مکتوب ۸۲

بجانب فقیر حقیر خضر بد ہن صدیقی جونپوری المعروف میاں خاں جامع ایں مکتوبات ایک خط کے جواب میں جو حالات اور واردات کے متعلق تھا۔

حق حق حق!

آں برادر کا خط ملا۔ مضمون سے آگاہی ہوئی۔ آپ نے لکھا ہے کہ دل میں بعض ایسی چیزیں نازل ہوتی ہیں کہ قلم لکھنے سے قاصر ہے۔ اے بھائی! مردانِ حق کے لئے ہر شب، شبِ برات' اور روز، روزِ عید ہے۔ لیکن وہ عید نہیں جو اہلِ جواں اور اہلِ غوغا (یعنی لڑنے جھگڑنے والے لوگوں) کو نصیب ہے:

بیت ؎ عیدے کہ درو ہزار جاں قربانست
چہ جائے دلِ زنانِ بے سروسامانست

وہ عید جس پر ہزار جان قربان ہے۔ بے سرو سامان عورتوں کے ڈول میں کہاں سماسکتی ہے

عزیز من! مشاہدۂ جمالِ دوست اور کمالِ دوست جو مردانِ حق کو حاصل ہے عام زاہدوں اور عابدوں کو کہاں نصیب ہے۔ اہلِ ظاہر جو ظاہری تسبیح اور مصلّے پر قانع ہیں عشقِ دوست کو کیا جانیں۔ ظاہر پرست لوگوں کی مثال عورتوں کی سی ہے جو ظاہری حسن و جمال پر قناعت کرتی ہیں۔ خدا پرستوں کا مقام اور ہے کیونکہ خدا تعالٰے صورت اور کیفیت سے پاک ہے۔ لہٰذا مردانِ جانباز اور جہاں تاز (جہاں کو آگ لگا دینے والے یعنی مستغنی عن الناس) طلبِ حق اور مقامِ عشق میں عالمِ صورت سے گذر کر عالمِ قدس میں جولانی کرتے ہیں (دوڑتے ہیں) اور محوٗ بےخود اور مستغرق ہوجاتے ہیں۔ دوست کے سوا اُن کے دل میں کسی اور کی جگہ نہیں ہوتی۔ اور اس کے سوا کسی کی پروا نہیں کرتے۔ توحیدِ حق اور وصالِ دوست ان کی غذا ہوتی ہے:

بیت ؎ مرغ عشقم کہ مرا دانہ توحید دہند
زیر ہر کنگرۂ عرش بود پروازم

میں عشق کا پرندہ ہوں اور مجھے توحید کا دانہ ملتا ہے عرش کے ہر کنگرہ کے نیچے میری پرواز ہوتی ہے۔

وہ ہمیشہ دوست میں اس قدر مستغرق رہتے ہیں کہ اگر ملکِ مقرب (مقرب فرشتہ) ان کو تلاش کرے تو نہ پا سکے۔ کیونکہ وہ بے چارہ اگرچہ مقرب ہے لیکن عالم کون (کائنات) میں ہے اور درویش کون و مکان سے باہر ہے:

فِیْ مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِیْکٍ مُّقْتَدِرٍ

(شاہِ عالی مقام کے ہاں مقام صدق میں ہیں)۔

پس عزیز من! ان کے دل کی حرارت (عشق کی گرمی) ان کی راحت ہے کیونکہ اس حرارتِ عشق کی بدولت انہیں دوست تک رسائی ہوئی ہے اور جس قدر قرب و وصال ان کو حاصل ہوتا ہے اس سے مطمئن نہیں ہوتے کیونکہ ذاتِ حق کی کوئی انتہا نہیں ان کے سوز و گداز کی بھی کوئی انتہا نہیں۔

"مے سازو مے سوزمے کش و مے کوش مے پز و مے پاز" (جلتے رہو اور خوش رہو کوشش کرو اور کاوش میں رہو حرارتِ عشق میں پک جاؤ اور پکاؤ)۔ کسی نے خوب کہا ہے:

بیت ؎ دل خرابی میکند دلدار را آگہہ کنید
زینہار اے دوستاں جانِ من جانِ شما

دل خرابی مچا رہا ہے اور دوستوں اور دلدار کو اس سے آگاہ کرو وہ دلدار جو ہم سب کی جان ہے۔

یہ بے چارہ (یعنی حضرت شیخ خود) بھی حیرت میں ہے اور اس کی کوئی دستگیری نہیں کرتا۔ اور دردِ عشق اور سوزِ دل کے سوا اسے کوئی کام نہیں۔ کچھ تسلی نہیں ہوتی اور معلوم نہیں ہوتا کہ کیسے ہوں:

بیت ؎ رسیدم من بدریائے کہ موجش آدمی خوار است
نہ کشتی اندراں دریا نہ ملاحے عجب کار است

میں ایسے دریا میں پہنچ چکا ہوں کہ جس کی موجیں آدم خوار ہیں اور عجب یہ ہے کہ نہ اس کے اندر کشتی ہے نہ ملاح ہے۔

ہر وقت بے خود بناتے ہیں اور دریائے فنا میں پھینک دیتے ہیں لیکن انزل السکینۃ فی قلوب المومنین (مومنین کے قلوب میں سکون کا نزول ہوا) کے مصداق بے قراری میں قرار، سوز میں ساز اور حرارت میں راحت ہے۔ فَصَبْرٌ جَمِیْلٌ (پس صبر جمیل ہے یعنی صبر میں قرار ہے)۔ جہاں چاہے لے جائے۔ مصطفےٰ علیہ السلام اسی حرارت میں راحت تلاش کرتے تھے! اور فرماتے تھے:

ارحنی یا بلال

اے بلال مجھے راحت پہنچاؤ۔

اللہ اکبر کہہ کر میری جانِ بے سرو سامان کو راحت پہنچاؤ۔ اور جب گھر تشریف لے جاتے تھے تو فرماتے تھے کہ:

کَلِّمِیْنِیْ یَا حُمَیْرَا

اے حمیرا یعنی عائشہ رضی میرے ساتھ بات کرو۔

سبحان اللہ! وہ بلال یعنی بلبلِ بوستانِ احدیت، اور وہ عائشہ عروسِ جمالِ صمدیت، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حرارت قلبی میں راحت پہنچانے والے ہیں تاکہ حق تعالےٰ کی حکمتِ ازلی کے مطابق کچھ عرصہ اپنے اصحاب کے ساتھ رہ سکیں اور خلقت کو ہدایتِ عشق سے نوازیں۔ ورنہ ہم کہاں اور وہ ذاتِ بابرکات کہاں: بیت ؎

مصطفےٰ را بود دائم ایں دو حال
کَلِّمِیْنِیْ یَا حُمَیْرَ وَ اَرِحْنِیْ یَا بِلَالُ

مصطفےٰ پر دائمی طور پر یہ دو حال طاری رہتے تھے۔ ایک کلمنی یا حمیرا اور ایک اَرِحْنِی یا بلال یعنی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا سے بات چیت کی وجہ سے آپ استغراق ذات سے نکل کر عالمِ ناسوت میں آتے تھے اور حضرت بلال رضی سے اذان سن کر آپ عالم بالا کی طرف پرواز فرماتے تھے۔

چنانچہ آپ کون و مکاں سے گذر کر مقامِ قاب قوسین واَو ادنیٰ پر خیمہ زن ہو جاتے تھے:

بیت ؎ بنالہائے حزیں گوئے قصۂ محبوب
چو یار آمد و اغیار در نمے گنجد

اپنے دلسوز نغموں سے محبوب کو یاد کر کیونکہ جب یار آتا ہے تو غیر کی جگہ نہیں رہتی ۔

---

؎ ۔ منجانب محمد مجیب ابن شیخ محمد چشتی قدوسی انصاری سہارنپوری : نقل ہے کہ حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی وقت فرماتے تھے کہ کَلِّمِیْنِیْ یَا حُمَیْرَا یعنی اے عائشہؓ میرے ساتھ بات کرو اور کبھی یہ فرماتے تھے کہ ارحنی یا بلال یعنی اے بلالؓ مجھے راحت پہنچاؤ ۔ ان دو احادیث کے معنی حجۃ اولیا شیخ نظام الدین تھانیسریؒ نے یہ فرمائے ہیں کہ جس وقت اس سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر لطافت طاری ہوتی تھی اور ظاہر پر باطن کا غلبہ ہو جاتا اور یہ خوف لاحق ہوتا تھا کہ عالم لطافت ( ذات ) میں رہ کر عالمِ ناسوت سے تعلق منقطع ہو جائے گا تو آپ ناقصین کے لئے تکمیل کے عالم ظاہری کی طرف رجوع کرنا چاہتے تھے اس لئے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا جو آپ کی محبوبِ ظاہری تعین کو حکم فرماتے تھے میرے ساتھ بات کرو اور مجھے اپنی طرف کشش کرو تاکہ باطن سے ظاہر کی طرف آؤں ۔ اور جس وقت عالمِ ظاہر میں اشتغال بڑھ جاتا تھا اور منصب نبوۃ پورا ہو جاتا تھا تو باوجودیکہ عالمِ صورت آنحضرتؐ کی نظر میں جلوۂ باطن سے خالی نہ تھا آپ کا طائر روح یعنی محض طلبگار ہوتا تھا اور اس مقام کی طرف پرواز کرنا چاہتا تھا جہاں نہ صورت ہے نہ شکل نہ تمثیل ۔ پس آپ فرماتے تھے کہ اے بلال ! مجھے راحت پہنچاؤ اور اذان دو تاکہ نماز میں مشغولی کی وجہ سے عالمِ صورت سے قطع تعلق واقع ہو اور عالمِ معنی کی طرف پرواز ہو سکے ۔ اس کی دوسری توجیہ یہ ہو سکتی ہے کہ دونوں احادیث کا اشارہ ایک ہی حال کی طرف ہے ۔ یعنی اے بلال اگر تیری خواہش یہ ہے کہ نماز میں مشغول ہو کر عالمِ ظاہر سے فارغ ہو جائیں تو اذان دے اور مجھے راحت پہنچا تاکہ عالمِ معنی یا عالمِ باطن میں پہنچ جاؤ اور اے عائشہ ! اگر تو یہ چاہتی تو تیرے ساتھ بات چیت کر دوں اور میں باطن سے ظاہر کی طرف متوجہ ہو جاؤں تو بات کر میری حالت میں فرق نہیں آئے گا کیونکہ عالمِ ظاہر میں رہتے ہوئے شہود و حقائق الٰہیہ مجھ پر جلوہ گر رہتے ہیں اور ظاہر و باطن میری چشم بصیرت کے لئے یکساں ہے ۔

## شیخ کا مختلف مقامات پر دیکھا جانا

نیز آپ نے یہ بھی لکھا ہے کہ بعض لوگ آتے ہیں اور کہتے ہیں کہ میں نے آپ (حضرت شیخ کو) فلاں فلاں جگہ دیکھا ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ بیچارہ تو نماز جمعہ اور جماعت کے سوا کہیں نہیں جاتا۔ مفت میں لوگوں نے اس فقیر کو بدنام کر دیا ہے اس بیچارے کے پاس کیا دھرا ہے البتہ مردانِ خدا مقامِ قدرت حق اور کشف میں پہنچ کر ایک لمحے میں ہزار مقامات پر حاضر ہو سکتے ہیں۔ عرش پر جاتے ہیں۔ بہشت میں جاتے ہیں۔ اٹھارہ ہزار عالم کی سیر کرتے ہیں کیونکہ عالمِ توحید میں مکان و زماں کوئی چیز نہیں اور اہل مکان و زماں انھیں اپنے مکان اور زماں میں پاتے ہیں لیکن وہ دوست کے ساتھ بے مکان و بے زماں ہوتے ہیں۔ اور اس مقام میں یہ حضرات اس قدر بلند چلے جاتے ہیں کہ مقرب فرشتہ کو بھی حیرت ہوتی ہے اور یہ چلا اٹھتا ہے کہ یہ خاک کا پتلا کہاں سے کہاں چلا گیا۔ یہ دیکھ کر عالم ملکوت میں (فرشتوں کے جہان) شور برپا ہو جاتا ہے اور حق تعالیٰ کا دوست نہایت سکون و اطمینان کے ساتھ حق کے ساتھ مشغول ہوتا ہے۔ ابتدائے حال میں اُسے اس بات کی خبر نہیں ہوتی لیکن جب کمال کو پہنچتا ہے تو اسے اس حال سے آگاہی ہو جاتی ہے اور دوست کا وصال محسوس کرتا ہے اس حالت کا نام ہے باہمہ او بے ہمہ۔ اس حالت میں دنیا و عقبیٰ (عالم ظاہر و عالم باطن) ازل و ابد ان کے لئے ایک ہو جاتا ہے اور غیر کا وجود ختم ہو جاتا ہے۔ یہاں پہنچ کر معلوم ہوتا ہے کہ محققین کے قول:

النھایة ھو الرجوع الی البدیة ۔۔۔ انتہا کیا ہے ابتدا کی طرف رجوع کرنا۔

کے کیا معنی ہیں:

بیت ؎

کسے از شوقِ جاناں گشت مدہوش
ہمہ عالم شدہ اورا فراموش

وہ شخص جو دوست کی محبت ہو جاتا ہے سارے جہاں کو بھول جاتا ہے۔

آیندہ وہی ہوگا جو حق تعالےٰ کی طرف سے منکشف ہوگا۔

## ظہورِ خدّ و خالِ دوست

آپ نے یہ بھی لکھا تھا کہ خدّ و خال کے رموز جلوہ گر ہوتے ہیں۔ اے برادر خدا تعالےٰ ان جلووں میں ترقی عطا فرمادے۔ رموزِ خد صحرائے ازل میں منقش ہوتے ہیں اور رموز خال یہاں ابد کی بنیاد رکھتے ہیں۔ کمال قرب میں حیرت ہی حیرت ہے:

یا دلیل المتحرین زدنی تحیرا

اے حیرت زدوں کے سہارا میری حیرت میں اضافہ کر۔

ان حضرات کے لئے نقد وقت ہوتا ہے لیکن

قُلْ رَبِّ زِدْنِی عِلْمًا

اے میرے رب! میرے علم میں اضافہ کر۔ (القرآن)

میں یہ اشارہ ہے کہ جو شخص بحر علم میں غرق ہو جاتا ہے کنارے تک نہیں پہنچتا کیونکہ:

اِنَّہٗ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ وَلَا حَدَّ الاشیاء لِاَنَّہٗ لَا حدّ للحق وملکہ وذالک یورث الحیرۃ فی عرفان الحق سبحانہ وتعالےٰ فتعالیٰ اللہ الملک الحق لا الٰہ الاھو۔

(ہر چیز اس کے اعیان ثابتہ کا نتیجہ ہے چونکہ حق تعالےٰ کی کوئی حد نہیں اشیاء عالم کی بھی حد نہیں۔ یہ ہے نتیجہ عرفانِ حق تعالےٰ کا جو بلند و برتر ہے اور جس کے سوا کوئی چیز نہیں)۔

بیت ؎ مرغے کہ ازیں بحر گذر دارد کو

زاں قطرہ کہ از قعر خبر دارد کو

وہ پرندہ جو اس سمندر (بحر فنا) سے گذر گیا ہو کہاں ہے یعنی نہیں ہے اور وہ قطرہ جو دریا کی تہ سے خبر رکھتا ہو کہاں ہے یعنی کوئی نہیں ہے۔ مطلب یہ ہے ذات مطلق بے حد بے چون و چگوں بے نہایت و بے غایت اور لاتعین کی انتہا تک کوئی سالک نہیں پہنچ سکتا۔

## ظہور انوار و قلّتِ گفتار

نیز آپ نے لکھا ہے کہ انوار کا اس کثرت سے ظہور ہوتا ہے کہ علم سے مالا مال ہو جاتا ہوں لیکن نہ تحریر کی مجال ہوتی ہے نہ بیان کی۔ اے برادر! واضح باد کہ حق تعالیٰ کلامِ پاک میں فرماتے ہیں:

اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۔ اللہ آسمانوں اور زمین کا نور ہے۔

پس جب ہر جگہ نور ہی نور ہے تو حق تعالیٰ کے دوست کے لئے نور کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے۔ نہ یہاں ظلمت کی گنجائش ہے نہ حجابات کا گذر ہے۔ بحرِ علم میں اس قدر آشنائی اور وسعت نصیب ہوتی ہے اور:

وَعَلَّمْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا

اور ہم نے اسے اپنی جانب کا علم عطا کیا۔

کے مصداق اس قدر فتوح غیب میسر آتی ہے کہ جس کی کوئی حد نہیں۔ اس حالت میں تحریر و تقریر کی مجال ہے کہ اس استغراق اور محویت کو بیان کر سکے۔ یہاں مقصود کلی عرفان ہے نہ کہ بیان۔ پس طالب کے مرتبہ کے مطابق بیان کیا جا سکتا ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ:

كَلِّمُوا النَّاسَ عَلٰى قَدْرِ عُقُوْلِهِمْ

لوگوں سے بات کرو ان کی عقل کے مطابق۔

پس سالک کا بیان کیا ہے سب عرفان ہے اور عرفان کیا ہے عینِ سبحان ہے:

بیت ؎ بندہ جائے رسد کہ محو شود

بعد ازاں کار جز خدائی نیست

بندہ اس مقام پر پہنچتا ہے کہ محو ہو جاتا ہے۔ اس کے بعد خدائی کے سوا کوئی کام نہیں ہوتا۔

بندہ خدا نہیں بن جاتا لیکن اس جگہ پہنچ جاتا ہے کہ بندہ سے بندہ ہونا اٹھ جاتا ہے:

اذا تم الفقر فهو الله ۔

جب فقر انتہا کو پہنچ جاتا ہے تو اللہ ہی اللہ رہ جاتا ہے۔

کا اشارہ اسی مقام کی طرف ہے۔ اور یہ سب حق سبحانہٗ تعالےٰ کے کمالات کی تجلیات کا ظہور ہے
حق تعالےٰ اس میں ترقی دے :

بیت ؎ بنما رُخِ خویش چہ مے پوشی اکنوں
اوصاف جمال تو چو بشنید جہانے

اے محبوب! اب جب کہ سارے عالم میں تیرے حُسن وجمال کا چرچا ہے اب تو چہرے
سے نقاب اٹھا اب چھپانے کا کیا فائدہ۔

## دِل کا بے قرار ہونا اور نظر پر دلدار ہونا

یہ جو آپ نے لکھا ہے کہ اکثر اوقات دل ہر وقت
پرواز میں رہتا ہے لیکن کسی چیز سے قرار نہیں پکڑتا البتہ نظر خواب و بیداری میں ہر وقت دلدار پر رہتی
ہے۔ اے برادر! واضح باد کہ یہ عالمِ تجرید وتفرید ہے جہاں مردانِ حق غلبۂ حال کی وجہ سے خلق سے
غیب ہو جاتے ہیں اور کوہ و بیابان میں چلے جاتے ہیں۔ ان کو ابدال واوتاد کہتے ہیں۔ ابتدا میں تمام
طالبین کو یہی معاملہ درپیش ہوتا ہے۔ لیکن مردانِ حق جو انبیاء علیہم السلام کی متابعت پر مستحکم ہوتے ہیں ان
سالکانِ مبتدیاں کو خلق کے ساتھ رہنے پر مجبور کرتے ہیں تاکہ یہ خلقت کی دستگیری کریں۔ اور ان کی راہ
نمائی کریں۔ ایسے لوگوں کو مشائخ طبقات کہا جاتا ہے۔ حق تعالےٰ سے دعا ہے کہ آں عزیز کو مشائخ چشت
کے طریق پر قائم رکھے اور خلقت کے درمیان رکھ کر ان کی دستگیری کا موجب بنائے۔ امید ہے یہ
دعا مستجاب ہوگی۔ لیکن آں برادر کو چاہیئے کہ اس بے چارہ کے لئے جو کہ غرق ہو چکا ہے۔ دعا کریں تاکہ
حق تعالےٰ اس کا ممد و معاون ہو :

بیت ؎ یار کارِ افتادہ را یاری ہم از یاراں رسد
پیل در گل ماندہ را شہ پیل باید تا کشد

دوست کو چاہیئے کہ گئے گذرے دوست کے لئے مددگار بنیں۔ کیچڑ میں غرق شدہ ہاتھی کے
لیے ایک شہ پیل یعنی بہت ہی طاقتور ہاتھی آئے اسے باہر نکالے۔

## غلغلہ و شورشِ عشق

آپ نے لکھا ہے کہ غلغلہ و شورش اس قدر ہے کہ تحریر سے باہر ہے آنکھیں کانپ رہی ہیں، قلم کبھی دوڑنے لگتی ہے اور کبھی ساکت ہو جاتی ہے۔ زلف پریشان ہے اور حیرانی درپیش ہے:

بیت ؎ یقیں مے داں کہ آں شاہِ نکو نام
بدست سر بریدہ مے رہد جام

یقین جانو کہ وہ مہربان بادشاہ جور و ستم کے بعد اپنے ہاتھ سے جامِ شربت بھی پلاتا ہے۔

اے برادر! واضح باد کہ مردانِ حق کے عشق و حال کا غلغلہ (شورش) کون و مکان میں شور بپا کرتا ہے اٹھارہ ہزار عالم کو مسخر کرتا ہے۔ اور تاجِ شاہیٔ دو جہان ان کے سر پر رکھتا ہے اور شاہِ کونین بنا دیتا ہے اور ان کے دل کو نورِ حق سے منور کرتا ہے:

بیت ؎ محراب جہاں جمالِ رخسارۂ ماست
سلطانِ جہاں در دلِ بیچارۂ ماست

ہمارے چہرے کا جمال سجدہ گاہِ خلق ہو گیا ہے اور سارے جہاں کا بادشاہ ہمارے دلِ حزیں میں سما گیا۔

کسی وقت عالمِ تحیّر میں آنکھیں کانپنے لگتی ہیں اور فَاِنَّكَ بِاَعْيُنِنَا (بس تو ہماری آنکھوں میں آ گیا) سے خبر دیتی ہیں۔ کسی وقت:

وَالطُّوْرِ وَكِتَابٍ مَّسْطُوْرٍ فِيْ رَقٍّ مَّنْشُوْرٍ

(قسم ہے طورِ سینا کی اور کتاب مسطور کی)۔

کے مقام میں قلم دوڑنے لگتی ہے اور رموز و اسرار بیان ہونے لگتے ہیں۔ کسی وقت زبان گنگی ہو جاتی ہے اور کمالِ معرفت کی وجہ حیرت طاری ہو جاتی ہے اور کمالِ قرب کی وجہ سے جمالِ لم یزل و لایزال میں محو ہو جاتے ہیں۔ قربِ دوست اور اس کے ساتھ دلربائی اور عشق بازی میں وہ مقامِ حیرت

حاصل ہوتا ہے کہ اپنے سر و سامان کی کچھ خبر نہیں رہتی۔ اس مقام پر مردانِ حق سر اور تن کی بازی لگاتے رہتے ہیں اور دوست کے ہمراز ہو کر دنیا و مافیہا کی پروا نہیں کرتے:

بیت ؎ ایں راہ محققان سربازانست
داری سر تو آنکہ کلہ مے طلبی

یہ راستہ جان پر کھیل جانے والے محققین کا ہے۔ یہ جو تو تاج طلب کر رہا ہے کیا تو سر رکھتا ہے، یعنی جب سر ہی نہیں تو تاج کس کام آئے گا۔

تاج وہ طلب کرے جو سر رکھتا ہے۔ لوگوں سے تعلق اس وقت پیدا کیا جاتا ہے جب کسی کے ساتھ لگاؤ ہو۔ اس بے چارے کا نہ کسی سے کوئی لگاؤ ہے نہ یہ سر رکھتا ہے لہٰذا اس نے جان دوست کے سپرد کر دی ہے موم کی طرح جمالِ دوست کی شمع کے سامنے پگھل رہا ہے اور پروانے کی طرح آتشِ محبت میں کود کر سر دے چکا ہے۔

بیت ؎ عشق بازاں دیگر اند و عیش سازاں دیگر اند
آنچہ در فرہاد مے بینم در پرویز نیست

عشق باز اور ہیں اور عیش پرست اور ہیں جو کچھ ہم فرہاد میں دیکھ رہے ہیں پرویز میں نہیں ہے۔

گر عشق مے بازی دلا پروانہ شو نے مگس
بالائے آتش چرخ زن پرواز بر حلوہ مکن

اگر تو عشق بازی کرتا ہے تو پروانہ بن کر آگ میں جل جا لیکن مکھی کی طرح حلوے کے گرد چکر نہ لگا۔

اور یہ جو آپ نے لکھا ہے حضرت شیخ نے جو کچھ فرمایا تھا لکھ لیتا ہوں یہ کام مبارک ہو کیونکہ مرید صادق وہ ہے جو جو کچھ اپنے شیخ سے سنے قلمبند کر لے ہر حرف کے بدلے اس کے عنداللہ ہزاروں درجے بلند ہوتے ہیں اور یہ سارا علمِ الٰہی اہل اللہ کے نصیب ہوتا ہے خدا یہ دولت اور یہ سعادت نصیب کرے۔ اے برادر احوال و انوار و وارداتِ ربانی میں سے جو کچھ دل پر منکشف ہو سب قلمبند کر لینے چاہئیں۔ تاکہ یہ چیز آگے چل کر رشد و ہدایت میں کام آئے۔ ممکن ہے کوئی طالبِ صادق اس سے بہرہ مند ہو۔ اور

منزلِ مقصود پر پہنچ جائے۔ اصل فیض رساں حق تعالے ہیں اور میں اور تو درمیان میں بہانہ ہیں۔ اس کا فیض کبھی منقطع نہیں ہوتا۔ ہر روز اور ہر لحظہ ہزاروں کو نوازا جاتا ہے اور محرم اسرار بنایا جاتا ہے:

وَرَأَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُونَ فِي دِينِ اللّٰهِ أَفْوَاجًا

اور اے پیغمبرِ اسلامؐ تو دیکھے گا لوگوں کو اللہ کے دین میں داخل ہوتے ہوئے فوج در فوج۔

سے یہی مراد ہے۔ تم نے نہیں دیکھا نان بائی بیچارہ دوسروں کے لئے آٹا گوندھتا ہے اور روٹی پکاتا ہے یہ سنت اللہ ہے جو ہر وقت جاری ہے:

وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيلًا

اور اللہ کی سنت میں تُو کوئی تبدیلی نہ دیکھے گا۔ اور سنت اللہ یہی ہے کہ ہر شخص دوسروں کے فائدے کے لئے محنت کرتا ہے لہٰذا سالک کو بھی چاہیئے کہ مجاہدات کرے اور وارداتِ الٰہی قلمبند کرتا جائے تاکہ دوسروں کے کام آئیں۔

حق تعالے اپنے فضل وکرم سے اس بے چارے کی اُس بھائی کی اور جمیع مسلمانوں کی عاقبت بخیر کرے بطفیل نبی علیہ السلام وآلہ۔

---

## مکتوب ۸۳

بجانب قاضی عبدالرحمٰن صوفی شاہ آبادی۔ ایک خط کے جواب میں جس میں انھوں نے اپنے حالات اور واردات بیان کیے ہیں۔

حق حق حق!

آپ نے لکھا ہے کہ اکثر اوقات گریہ یا خندہ (رونا یا ہنسی) کی حالت طاری رہتی ہے اور

اس قدر ہنسی آتی ہے کہ جس کا ضبط ناممکن ہوتا ہے اور اس میں اس قدر لذت ہوتی ہے کہ لذاتِ دو جہاں اس کے سامنے ہیچ ہے۔ واضح باد کہ جب درویش پر حالتِ انبساط (روحانی کشادگی) طاری ہوتی ہے تو خود بخود ایسے قہقہے نکلتے ہیں۔ اور جب حالتِ قبض (روحانی بندش) طاری ہوتی ہے تو گریہ طاری ہو جاتا ہے۔ چونکہ یہ دونوں واردات مقامِ تلوین (مغلوبیت حال) سے تعلق رکھتے ہیں ضبط ناممکن ہوتا ہے۔

فان الحال یغلب علیہ ویحول حولھا وھذا معنی السیر الی اللہ تعالٰی۔

(اس پر حال کا غلبہ ہوتا ہے اور وجد طاری ہو جاتا ہے۔ یہ ہیں معنے سیر الی اللہ کے)۔

اور ذوق وشوق کی وجہ سے ان مقامات پر اس قدر لذت حاصل ہوتا ہے کہ دو جہانوں کی کوئی لذت اس کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ خواہ عرش ہو خواہ جنت اس کی نظروں میں اس کی کوئی وقعت نہیں رہتی اس مقام پر دوست دوست کی طرف لپکتا ہے اور حکم ہوتا ہے کہ:

مازاغ البصر وما طغٰی    نہ اس کی آنکھ جھپکی نہ گمراہ ہوا۔

سبحان اللہ! یہ کیا ذوق ہے اور کیا لذت ہے یہ خاک کا پتلا کون ومکان سے گذر کر حق کے ساتھ پیوست ہو جاتا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ بندہ خدا نہیں بن جاتا لیکن ایسے مقام پر پہنچ جاتا ہے کہ اس کا بندہ ہونا ختم ہو جاتا ہے:

بیت ؎    قطرہ کو غرقۂ دریا بود
ہر دو کونش جز خدا سودا بود

جب قطرہ دریا میں غرق ہوتا ہے اس کے لیے دونوں جہاں گم ہو جاتے ہیں۔ اور خدا باقی ہوتا ہے۔

اے عزیز! مبارک ہو خدا اس میں ترقی دے اور ہَلْ مِنْ مَزِید کی دولت نصیب فرما دے۔

## حرارتِ استغراق

آپ نے یہ بھی لکھا ہے کہ مراقبہ میں استغراق پیدا ہوتا ہے اور اس

استغراق میں ایسی حرارت ہوتی ہے کہ تحریر میں نہیں آسکتی۔ واضح ہو کہ روحانی ترقی کے دوران میں استغراق موجبِ حرارت ہوتا ہے۔ جسم کے اندر جب حق تعالیٰ کی محبت کی آگ بھڑکتی ہے تو اُسے کون و مکاں سے اوپر لے جاتی ہے اور غیرِ حق کو جلا دیتی ہے۔ چونکہ یہ مقامِ تلوین ہوتا ہے اس لئے حرارت کا ہونا لازمی ہے۔ لیکن تلوین کے بعد تمکین خود بخود حاصل ہو جاتی ہے (یاد رہے کہ تلوین و تمکین سالک کی راہ میں دو حالتوں کا نام ہے ابتدا میں جب سالک پر کیفیات کا غلبہ ہوتا ہے تو وہ مغلوب ہو کر بےخود ہو جاتا ہے اس حالت کو تلوین کہتے ہیں اور ایسے سالک کو ابن الحال کے نام سے موسوم کرتے ہیں یعنی حال کا بیٹا یا مغلوب الحال۔ لیکن جب رفتہ رفتہ اس کے حال میں پختگی آجاتی ہے اور قوت برداشت پیدا ہوتی ہے تو وہ کیفیات سے مغلوب نہیں ہوتا نہ مست ہوتا ہے نہ بےخود بلکہ عالمِ غیب سے جو انوار و تجلیات وارد ہوتے ہیں۔ ان کے جام در جام نوش کرتا جاتا ہے اور ھَلْ مِنْ مَّزِیْد کا نعرہ لگاتا رہتا ہے۔ اس حال کو تمکین کہتے ہیں اور اس مقام کے سالکین کو اَبُ الحال کہتے ہیں یعنی حال کا باپ یا حال پر غالب)

مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اسی حرارت میں راحت چاہتے تھے اور حضرت بلالؓ سے فرماتے تھے کہ ارحنی یا بلال (اے بلال مجھے راحت پہنچاؤ) یعنی اے بلال اے گلزار احدیت کی بلبل نسیمِ گلزار دوست میری جانِ بے سرو سامان تک پہنچاؤ اور اللہ اکبر کہو (یعنی اذان دو) اور جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم گھر تشریف لے جاتے تھے تو فرماتے تھے کہ کَلِّمِیْنِیْ یَا حُمَیْرَا (اے عائشہؓ میرے ساتھ بات کرو) یعنی اے حمیرا اے عروسِ جمالِ صمدیت میرے ساتھ بات کر اور میرے دلِ سوختۂ آتشِ عشقِ ربانی کو تسکین دے۔ اس حالت کے وقت جب آپؐ نماز پڑھتے تھے تو آپ کے سینہ مبارک سے آگ پر جوش مارتی ہوئی دیگ کی سی آواز آتی تھی۔ اور یہ آواز مدینہ کے گلی کوچوں میں سنائی دیتی تھی۔ سبحان اللہ! یہ کیا حال ہے اور کیا مقام ہے جو مقرب فرشتوں کو بھی نصیب نہیں ہوتا۔ لیکن چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کمالِ مقامِ تمکین حاصل تھا آپ ہرگز بےخود نہیں ہوتے تھے:

فان الحال یحول فیہ ولا یحول فھو الغالب فی کل حال ولا یغلب علیہ حال فطوبٰی لمن لہ حال من الاحوال الربانیہ

تلونیا کان او تمکینا مرزید باھل من مزید باد۔

(جب حال طاری ہوتا ہے تو وہ مغلوب نہیں ہوتے بلکہ حال پر غالب رہتے ہیں۔ خوشخبری ہے ان کے لیے کہ جن پر انوار ربانی وارد ہوتے ہیں۔ خواہ تلوین میں خواہ تمکین میں وہ ہَل من مزید کا نعرہ لگاتے ہیں۔ (یعنی اور لاؤ اور لاؤ)۔

آپ کے خط میں یہ بھی لکھا تھا کہ دائیں بائیں بھاگتا ہوں اور نعرے مارتا ہوں اور پیران عظام کی برکت سے تمام واردات قلبی کو حتی المقدر برداشت کرنے کی کوشش کرتا ہوں۔ اس کا علاج تجویز کیجئے واضح باد کہ اولیاء کی طاقت انبیاء علیہم السلام کی طاقت سے زیادہ نہیں۔ جب وہ خود اس آتش عشق میں بے اختیار ہو جاتے ہیں تو دوسرے بیچارے کیا کریں۔ خیر جس قدر ہو سکے کوشش کرو۔ برداشت کرو۔ جان پر کھیلو۔ جوش میں آؤ لیکن خروش نہ کرو (یعنی آواز مت نکالو) سالکین کی طاقت کا راز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت میں ہے۔ جس قدر آدمی متابعت میں بلند ہوتا ہے طاقت میں بھی بلند ہوتا ہے۔ اور اپنے شیخ سے جس قدر تعلق اور رابطہ قوی ہوگا قوت زیادہ ہوگی۔ کیونکہ:

الرفیق ثم الطریق فمن ھو فی حمایۃ الشیخ ولایتہ فھو فی کمال صحت الحال العقل والذین ولھذا یشترط للمزید ملازمۃِ صحبت الشیخ علی الدوام فان الشیخ فی قومہ کالنبی فی امتہ فالشیخ صاحب الکمال والمرید صاحب الجمال۔

(پہلے رفیق پھر طریق یعنے حضرت شیخ کی ولایت کے سایہ میں آ جاتا ہے۔ اس کو صحتِ حال نصیب ہوتی ہے۔ لہٰذا زیادہ سے زیادہ صحبت شیخ میں رہے کیونکہ شیخ اپنی قوم میں نبی کی مانند ہوتا ہے امت میں۔ پس شیخ صاحب کمال ہوتا ہے اور مرید صاحب جمال)۔

نہ کہ جس طرح آج کل پیری اور مریدی دنیا میں ہے کہ جاہل اور نااہل بلکہ فاسق وفاجر اور حرص وہوا

کے بندے بھی پیر اور مرید بنے ہوئے ہیں یہ حد درجہ کی گمراہی ہے۔ ولی برحق حضرت شیخ نور فرماتے ہیں: دوہڑہ ـ جس کا گرو دونیا چیلا کائن ترائن
اندھا اندھی تھلیا دونو کوئی پرائن

خدا تعالےٰ تمام مومنوں کو ایسی پیری مُریدی سے محفوظ رکھے۔

## پیر پرست بہ از خدا پرست

آپ کے خط میں یہ بھی لکھا تھا کہ جب نئے واقعات (یعنی واردات قلبی) رونما ہوتے ہیں تو حضرت شیخ کے ساتھ زیادہ محبت پیدا ہوتی ہے۔ اور دل میں زیارت کا شوق جوش مارتا ہے لہٰذا اب انشاء اللہ ضرور حاضر ہوگا۔ جاننا چاہیئے کہ بے شک جب مرید کی حالت میں ترقی ہوتی ہے تو یہ سب شیخ کی بدولت ہوتی ہے لہٰذا پیر و مرید کے درمیان تعارف ازلی کی وجہ سے محبت میں اضافہ ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ شیخ کا جمال مرید کے لئے حق تعالےٰ کے جمال کا آئینہ بن جاتا ہے اس وقت مرید شیخ پرست ہو جاتا ہے۔ اس لئے کہا گیا ہے کہ:

"مرید پیر پرست بہ از خدا پرست"

کیونکہ پیر پرست کو حق تعالےٰ کا مشاہدہ حاصل ہوتا ہے لیکن ظاہری خدا پرست مشاہدۂ خود میں ہوتا ہے اس لئے خود پرست ہوتا ہے نہ کہ خدا پرست۔ پس شیخ سے جس قدر محبت زیادہ ہوگی کمال و جمال بھی زیادہ ہوگا یہی وجہ ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے دریافت فرمایا کہ اے عمر! کیا تو مجھ سے محبت کرتا ہے۔ انھوں نے کہا جی ہاں! یا رسول اللہؐ! اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ کیا تم مجھے اپنی جان سے زیادہ محبوب رکھتے ہو؟ چونکہ حضرت عمرؓ صادق الحال تھے انھوں نے اپنے صدق کی بنا پر جواب دیا کہ یا رسول اللہ! اپنی جان سے زیادہ محبت اپنے دل میں نہیں پاتا کیونکہ جان سب چیزوں سے زیادہ عزیز ہے۔ اس پر آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تک تم مجھے جان سے زیادہ عزیز نہ رکھو گے ایمان دار نہ ہو گے۔ کیونکہ جب تک

جانبازی سے کام نہ لوگے اور اپنے آپ کو درمیان سے نہ اٹھاؤ گے حقیقی ایمان حاصل نہ ہوگا۔ اس لئے کہ ایمان اور خود پرستی جمع نہیں ہوتے۔ پس پیر پرستی درحقیقت خدا پرستی ہے اور از خود رستگی ہے (یعنی خود پرستی سے نجات ہے)۔ جو شخص دو سو سال لا الہ الا اللہ کہتا رہے اور محمد رسول اللہ نہ کہے مقام خلوص تک نہیں پہنچتا اور مومن نہیں بنتا۔ خدا پرستی پیر پرستی میں ہے نہ کہ پیر پرستی خدا پرستی ہے۔ چونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ عاشق صادق تھے فوراً انھوں نے اپنے آپ کو بیچ میں سے نکال دیا اور پیر پرست ہو گئے اور کہنے لگے کہ یا رسول اللہ اب میں آپ کو جان سے زیادہ عزیز سمجھتا ہوں۔ ایک جان کیا چیز ہے سو جان تمھارے کوچے میں فدا کرنا چاہتا ہوں:

فطوبیٰ لمن لہ حب الشیخ بالکمال

مبارک ہے وہ آدمی جس کے دل میں شیخ کی محبت بدرجۂ کمال ہے

آپ کے خط میں یہ بھی لکھا تھا کہ حضرت شیخ کی صحبت کا اثر اب مجھ پر ظاہر ہوا ہے کیونکہ مولانا عبدالقادر اس بندہ سے جو سوال کرتے ہیں اس کا جواب فوراً دے دیا جاتا ہے۔ اور وہ قبول کر لیتے ہیں۔ اور حضرت شیخ سے محبت میں اضافہ ہوتا ہے اس لئے اب ارادہ کر لیا ہے کہ چند سال کے لئے حضرت کی خدمت میں مزید بسر کروں۔ واضح باد کہ بیشک مرید صادق کا کمال شیخ کامل کی صحبت پر منحصر ہے۔ جس قدر صحبت زیادہ ملے گی کمال و جمال اسی قدر زیادہ ہوگا۔ اس لئے کہا گیا ہے:

لا یبلغ ولی مرتبۃ الصحابی ولا یجد فضلہ قط وان کان یترقی من الکون والمکان و یبلغ حضرت السبحان وانتشر ولایتہ وکراماتہ وکمالاتہ وجمالاتہ فی اطراف العالم

ولی صحابی کے مرتبہ تک نہیں پہنچ سکتا اور نہ ہی اس کا سا کمال حاصل کر سکتا ہے خواہ ترقی کرتا ہوا کون و مکان سے تجاوز کر کے ذات حق میں کیوں نہ پہنچ جائے اور اس کے کمالات اور کرامات کا شہرہ سارے جہاں میں کیوں نہ بلند ہو جائے۔

یہی وجہ ہے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ یار غار تھے اور آپ کے کمالات و جمالات کا یہ عالم

تھا کہ اولیاء اولین و آخرین میں سے کوئی شخص آپ کے مرتبہ تک نہیں پہنچ سکا؛

فطوبیٰ لمن صحبت علی الکمال و ترقی علی الکمال

پس خوشخبری ہے اس کے لئے جسے صحبتِ شیخ حاصل ہے اور راہِ حق میں ترقی کر رہا ہے۔

---

## مکتوب ۸۴

بجانب شیخ منور دانشمند صوفی لکھنوتی ایک خط کے جواب میں جس میں ان کے وارداتِ قلبی کا بیان تھا

حق حق حق!

### فنا فی الشیخ

آپ نے لکھا ہے کہ کبھی کبھی بندہ اپنی صورت کو حضرت شیخ کی طرح دیکھتا ہے:
اے برادر! یہ دولت مفتاحِ کنوز تجلیاتِ احدیت و انوارِ صمدیت ہے (یعنی اس چیز سے یعنی اپنے آپ کو شیخ کی صورت میں دیکھنے سے تجلّیات حق تعالےٰ کا دروازہ کھلتا ہے)۔ اس سلسلے میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالےٰ عنہ اس قدر بلند پہنچے کہ ابتدا سے لے کر انتہا تک کوئی ولی اللہ آج تک ان کی گرد تک نہیں پہنچ سکا۔ وہ بھی رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت مبارک کو اپنی صورت میں دیکھتے تھے شئی وقر فی قلبہ ( کا اشارہ اسی حقیقت کی طرف ہے۔ نیز:

لَوْ کُنْتُ مُتَّخِذًا خَلِیْلًا غَیْرَ رَبِّیْ لَاتَّخَذْتُ اَبَا بَکْرٍ خَلِیْلًا

اگر میں خدا کے سوا کسی اور کو دوست رکھتا تو ابو بکر کو دوست رکھتا۔ (الحدیث)

کے یہی معنی ہیں۔ کیونکہ صدیق اکبر رضی اللہ تعالےٰ عنہ اپنی صورت سے گذر کر اپنے پیر کی صورت میں اپنے آپ

کو دیکھتے تھے۔ اور اپنے پیر کے ساتھ ایک ہو گئے تھے یعنی محمد رسول اللہ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنیٰ میں اور صدیق اکبرؓ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم میں معناً وصورتاً ایک ہو چکے تھے۔ یہاں خلیل کے معنی حاجت روا یا امداد کرنے والا نہیں (کیونکہ خلیل مشتق ہے خلت سے اگر خا کی زبر پڑھی جائے تو اس کے معنی ہیں "حاجت"۔ اگر ضم پڑھا جائے تو خُلت کے معنی ہیں دوستی۔ اس لئے حضرت شیخ فرماتے ہیں کہ اگر خلیل کا مصدر خَلت بفتح خا لیا جائے تو یہ صحیح نہیں کیونکہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے مددگار اور حاجت روا اللہ ہیں) حقیقت یہ ہے کہ صدیق اکبرؓ باطن میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک ہو چکے تھے۔ اور یہ ہے مقامِ فناء فی الشیخ والبقاءُ بہ (شیخ کی ذات میں فانی اور اس کے ساتھ باقی ہونا)۔ اے برادر! یہ دولت اس وقت حاصل ہوتی ہے جب شیخ کے ساتھ کمالِ ربطِ قلب میسّر آتا ہے۔ اُس وقت جس قدر اپنے آپ کو تلاش کرتا شیخ کو پاتا ہے اس کے بعد فنا فی اللہ کا مقام حاصل ہوتا ہے:

فان الحقیقه هو الله احد الله الصمد

کیونکہ حقیقت کیا ہے اللہ ہے جو احد ہے اور صمد بھی۔

اس مقام پر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے آپ سے گذر کر عالمِ احدیّت میں پہنچ گئے تھے:

سُبْحَانَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلاً

پاک ہے وہ ذات جس نے سیر کرائی اپنے بندے کو رات۔

سے یہی مُراد ہے۔ مطلب یہ ہے کہ مشاہدۂ حق کرایا گیا اور ان کی اپنی ہستی سے نجات دلائی گئی یعنی کون ومکاں طے کرتے ہوئے لامکان میں پہنچ گئے۔ لفظ "ذات" سے اس حقیقت کی جانب اشارہ ہے کہ رات کے وقت شور وغل نہیں ہوتا اور خلوت کے لئے بہترین وقت ہے۔ جب خدا کے سوا کوئی نہیں ہوتا۔ بندہ خدا نہیں ہوتا لیکن خدا سے جدا بھی نہیں ہوتا[1]

---

[1]: یعنی مقید بجمیع وجوہ قید سے باہر نہیں آتا اور بجمیع وجوہ مطلق نہیں بنتا جس قدر کون ومکان سے بلند ہوتا ہے اور اطلاق کی جانب گامزن ہوتا۔ عبد اور رب کے درمیان جو فرق ہے باقی رہتا ہے۔

بیت ؎ تجدنی فی سواد اللیل عبد

قریباً منک فاطلبنی تجدنی

(اے میرے بندے تو مجھے رات کی تاریکی میں پا! اور مجھ سے طلب کرے گا تو پالے گا کیونکہ میں تیرے قریب ہوں)

پس سالک کو چاہیئے کہ اپنے آپ کو اپنے آپ سے نجات دلا کر بے خود ہو جائے اور شغل باللہ میں اس قدر کمال حاصل کرے کہ ماسوی اللہ کی نفی ہو جائے اور ذاتِ حق میں محو اور مستغرق ہو جائے اور اس کام میں ہرگز ہرگز تساہل نہ کرے۔ باقی ہر کام کو بالائے طاق رکھ دے خواہ وہ تحصیل علم ہے خواہ وِرد و اوراد سب کو ایک طرف پھینک کر گوشہ نشین ہو جائے حتیٰ کہ محویت و بے خودی طاری ہو جائے:

رُباعی

از دل بروں کنم غم دنیا و آخرت یا خانہ جائے رخت بود یا خیالِ دوست

خواہم کہ ہیچ صحبتِ اغیار برکنم در باغِ دل رہا نکنم جز نہالِ دوست

میں یہ چاہتا ہوں کہ دل سے دنیا و آخرت کا غم نکال کر پھینک دوں کیونکہ خانۂ دل میں یا دنیا کا ساز و سامان رکھا جا سکتا ہے یا دوست کا خیال۔ پس اللہ کے سوا جو کچھ بھی ہے اسے نکال کر دل میں صرف دوست کو جگہ دوں۔

اللہ تعالےٰ سے دعا ہے کہ آں عزیز کو یہ دولت نصیب ہو اور ایسا مقام عطا ہو کہ خلق خدا کے لئے ملجا اور ماویٰ بن جاؤ، سراجاً منیرا بنو اور قطب وقت ہو جاؤ انشاء اللہ العزیز۔ اے برادر! ہمت بلند رکھنی چاہیئے اور خدا تعالےٰ اور سایۂ شیخ کے سوا کسی طرف رجوع نہیں کرنا چاہیئے۔ ہمیشہ خط لکھتے رہو۔ تاکہ راہ ہدایت کی طرف ہدایت ہوتی رہے۔ عاقبت محمود باد بالنبی وآلہٖ۔

---

## مکتوب ۸۵

بجانب میاں بایزید افغان اس بیان میں شغل بحق کعبہ خانے سے افضل ہے۔

حق حق حق

جاننا چاہیئے کہ سالکین کے مراتب کا انحصار حق تعالے کی معرفت اور محبت پر ہوتا ہے۔ پس رات دن حق تعالے میں مشغول رہنا چاہیئے اور ہمیشہ اخلاص سے کام لینا چاہیئے کیونکہ اخلاص کے بغیر حق تعالے کے ساتھ خلوص پیدا نہیں ہوتا۔ اخلاص یہ ہے کہ تمام عبادات و مجاہدات حق تعالے کی محبت کی وجہ سے ہوں نہ کہ دوزخ کے ڈر سے یا بہشت کے طمع پر۔ حق تعالے کے ساتھ خلوص ایک خاص تعلق اور قرب کا نام ہے ) جب تک اخلاص نہ ہو اس جہاں اور اس جہاں کے شر سے نجات نہیں ملتی۔ اگر سو سال عبادت میں مشغول رہے مناسکِ حج بجالائے اور رات دن اس کے اندر مستغرق رہے مردانِ حق کو اخلاص کے بغیر کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔ برادرم قطب خاں سے معلوم ہوا ہے کہ آں عزیز حج کا ارادہ رکھتے ہیں۔ اے برادر! اس میں شک نہیں کہ حج رکن دین ہے لیکن طلبِ حق اور شیخ کی صحبت کے بغیر اہل یقین یہ کام نہیں کرتے؛

بیت ؎

کعبہ چہ مے روی چہ کشی رنج بادیہ
کعبہ است کوئے دلبر قبلہ است روئے دوست

کعبہ کی طرف کیوں جاتے ہو اور سفر کی تکلیف کیوں برداشت کرتے ہو۔ ہمارا کعبہ تو دوست کی گلی ہے اور قبلہ دوست کا رُخِ انور ہے۔

ہزاروں حاجی ہر طرف سے حج کو جاتے ہیں، حاجی بنتے ہیں، اور زیارتِ روضۂ رسول اللہؐ سے مشرف ہو کر ثواب حج اور ثواب زیارت حاصل کرتے ہیں لیکن صحابی نہیں بن سکتے۔ اور صحابہ کرامؓ کے مرتبہ

تک نہیں پہنچ سکتے کیونکہ اس کا تعلق ہدایت و ارشاد (یعنی سلوک طے کرنے) سے ہے۔ پس اے برادر! اگر مردانِ حق کا سا کمال درکار ہے تو پیرو مرشد کی صحبت اختیار کرو۔ اپنے آپ کو اس کے سپرد کر دو اور جانبازی اور جہاں تازی (اپنی دنیا تج دینا) سے کام لو۔ اس وقت تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ تم کیا تھے اور کیا ہو گئے۔ تم فرشی تھے اور عرشی ہو گئے۔ بلکہ عرش سے بھی گذر کر رب العرش تک پہنچ گئے۔ افسوس صد افسوس! نفس اور شیطان دونوں راہزن طالبانِ حق کے راستے میں کھڑے ہیں۔ اور رہزنی کر رہے ہیں۔ پس ان سے ہوشیار رہنا چاہیئے۔ یہ جو آں عزیز کے دل میں طلبِ حق کا جذبہ پیدا ہوا ہے مبارک ہو۔ اس وقت یہ سیہ کار اپنے بیٹوں کی خاطر اس جگہ چند روز قیام پذیر ہے۔ امید ہے کہ عنقریب واپسی ہوگی۔ آں عزیز کو چاہیئے کہ صبر و ضبط سے کام لیتے ہوئے اس فقیر کا انتظار کریں اور جلد نہ کریں تاکہ یہ فقیر آکر آں عزیز کو راہِ حق میں مشغول کرے۔ البتہ اگر جذبۂ الٰہی بہت قوی ہو جائے اور حقیقتِ کعبہ کہ جس کے متعلق قرآن مجید یہ فرماتا ہے:

ببکة مبارکاً و هدی للعلمین فیه آیات بینات مقام ابراهیم و من دخله کان آمنا

مکہ مبارک وہ مقام ہے کہ جو خلقت کے لئے باعث ہدایت ہے۔ اس کے اندر تین علامات ہیں اور مقامِ ابراہیم ہے۔ جو شخص اس میں داخل ہوا امن میں آیا یعنی بہشتی ہوا۔

اگر جذبۂ حق کا ورد اور حقیقتِ کعبہ کا ظہور ہو تو پھر کسی شخص کے درمیان میں آنے کی ضرورت نہیں۔ پس ایسی صورت میں دیوانہ وار مطلوب کے دامن میں ہاتھ ڈال دے اور نہ کسی کو درمیان میں حائل ہونے دے نہ کسی کی نصیحت پر کان دھرے کیونکہ یہ مقام منزلِ ارشاد سے بلند تر ہے:

إِنَّ اللّٰهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوفٌ الرَّحِيْم

بے شک اللہ تعالےٰ ان لوگوں سے نہایت مشفق و مہربان ہے

یہ حقیقت اپنا کام کرتی ہے اور ان واحد میں ایسے مقام پر پہنچا دیتی ہے کہ جبرائیل اور میکائیل اور تمام مقرب فرشتے وہاں پر نہیں مار سکتے۔ پس اسی حالت میں سبحان الذی اسریٰ بعبدہ

لَیۡلاً اس کا مشاہدہ وقت ہو جاتا ہے اور لِیۡ مَعَ اللّٰہِ وَقۡتٌ اس کا حال بن جاتا ہے۔ اگر یہ دولت میسر آئے تو صد مبارک:

مصرع ؎ هَنِیۡئاً لِاَرۡبَابِ النَّعِیۡمِ نَعِیۡمُهَا

ارباب نعمت کو نعمت مبارک باد۔

عاقبت عاقبت بخیر باد۔

---

## مکتوب ۸۶

بجانب شیخ عبد الصمد جونپوری نواسہ حضرت شیخ ابو الفتح تھانیسری منت کے بیان میں اور اس آیت کے بیان میں کہ ما ننسخ من آیۃ او ننسھا نات بخیر او مثلھا۔

حق حق حق!

..... المقصود ھو اللہ و لا سواہٗ مقصود صرف اللہ ہے اس کے سوا کچھ نہیں۔

مردانِ حق دنیا و آخرت سے سروکار نہیں رکھتے۔ لیکن ہم جیسے تباہ حال عالمِ سفل میں پھنسے ہوئے ہیں معلوم نہیں مردانِ حق کے سامنے کل قیامت کے دن یہ سیاہ کار کس طرح منہ دکھائے گا:

اللھم وفقنا لما تحب وترضیٰ

الٰہی جو بات تجھے محبوب ہے اور جس کام سے تو راضی ہو وہی مجھے عطا کر

عمر آخر کو پہنچ چکی ہے لیکن کام پورا نہیں ہوا۔ اب ندامت درپیش ہے۔ ممکن ہے وَالنَّدَمُ تَوۡبَۃٌ (ندامت توبہ ہے) اس ندامت سے میری توبہ قبول ہو جائے:

اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ التَّوَّابِیۡنَ

اللہ تعالٰے توبہ کرنے والوں کو محبوب رکھتے ہیں۔

کے مطابق حق تعالٰے ہر ساعت پکار رہے ہیں کہ کون ہے مخلص اور کون ہے صادق۔ لیکن آں مخدوم عالم کو حق تعالٰے نے توفیق عطا کی ہے درماندگان اور مفلساں کی دستگیری کریں اور یہ کوئی معمولی بات نہیں؛ مَا اَحْسَنَ الدِّیْنَ والدنیا اذ اجتمعا

کیا ہی اچھی بات ہے جب دین و دنیا دونوں جمع ہوں

سے یہی مُراد ہے۔

الدنیا مزرعة الآخرة دنیا آخرت کی کھیتی ہے۔

کا اسی حقیقت کی طرف اشارہ ہے، یہ تباہ حال دنیا و آخرت دونوں میں خاسر (خسارہ اٹھانے والا) ہے۔ اس تباہ کار کا جب اس وقت یہ حال ہے معلوم نہیں آگے کیا ہوگا:

رَبَّنَا اکْشِفْ عَنَّا الْحُزْنَ اِنَّ رَبَّنَا لَغَفُوْرٌ شَکُوْرٌ

اے رب ہمارے ہماری پریشانی دور فرما بیشک ہمارا رب بخشنے والا قدر دانی ہے

المرام آنکہ فرزند برگزیدہ واصل بحق شیخ المشائخ شیخ خضر بڈھن صدیقی مظلوم ہیں اور آں حضرت کو معلوم ہے۔ اب کس طرح ایک حق دار کے حق پر کوئی ظالم چھاپہ مار سکتا ہے۔ آپ کوشش فرمادیں کہ اگر اس بزرگ کا پورا حق نہیں تو اس کا کچھ حصہ ان کو مل جائے تاکہ یہ بالکل محروم نہ رہ جائیں۔ باز آمدم بر سرِ مطلب۔ اس بیچارے کا آج کل یہ ورد ہے:

بیت ؎

پر کن قدحے بادہ جانم بستاں
مستم کن واز ہر دو جہانم بستاں

شراب محبت کا پیالہ بھر دے اور مجھے مست بنا کر دونوں جہانوں سے نجات دلا۔

قِیْمَةُ الْمَرْءِ هِمَّتُهٗ

انسان کی قیمت اس کی ہمت ہے یعنی جس قدر ہمت زیادہ قدر و قیمت زیادہ۔

پس یہی ہمت درکار ہے اس وجہ سے یہ بیچارہ اس آیت میں حیران ہے اور ساحل ناپید ہے؛

اللہ تعالٰے فرماتے ہیں :

ما ننسخ من آیۃٍ او ننسھا نات بخیر منھا اور مثلھا الم تعلم ان اللہ علی کل شیٔ قدیر۔

( جو موقوف کرتے ہیں ہم ان آیتوں سے یا بھلا دیتے ہیں ہم ان کو لاتے ہیں بہتر ان سے یا مانند ان کی کیا تو نہیں جانتا کہ اللہ تعالٰے ہر چیز پر قادر ہے ۔

فانھا بحر من بحور اللہ تعالٰی نسخت فیھا ایات الانبیاء و تحرت فیھا عقول الانبیاء و العلماء فقلت فیھا ماسخ بخاطری بعون اللہِ الکریم و بحرمتِ الحبیب صلی اللہ علیہ وسلم فان اللہ خلق بنورہٖ وظھر بہ بذاتہٖ وجمیع صفاتہٖ وخلق الانبیاء علیھم السلام بطفیلہٖ وجعلھم جنودہٗ ومقدمات لدولتہٖ فجعل شریعتہ جامعہ لسرائعھم و الجامع للکل غالب علیہ دناسخ لہ لانہ بالجمع والغلبہ لم یبق للغیر حکم و ذالک معنی النسخ کانور النجوم تضمحل وتستر بنور عند طلوعھا ۔

( پس یہ اللہ کے سمندروں میں سے سمندر ہے جس میں انبیاء کی آیات موقوف ہیں اور جس میں علماء و انبیاء کی عقول کوشش کرتی ہیں۔ پس اس بارے میں میں اللہ کی امداد اور آپ کے طفیل کہتا ہوں کہ بے شک اللہ نے اس کو اپنے نور کے سبب پیدا کیا۔ اور اپنی ذات وصفات کا اظہار ان کے ذریعہ فرمایا اور انبیاء کو ان کے طفیل پیدا فرمایا اور آپ کی شریعت کو جمیع شریعتوں کا جامع بنایا اور ناسخ بنایا ۔ بنا بریں نسخ کا معنے اسی طرح ہے جیسے سورج کے طلوع ہونے کی وجہ سے

ستاروں کی روشنی چھپ جاتی ہے)۔

اگرچہ انبیاء علیہم السلام انوار ربانی ہیں اور اپنے اپنے وقت میں درخشندہ رہے ہیں، حق تعالےٰ سے احکام لاکر خلق تک پہنچاتے رہے ہیں، امین رہے ہیں متین (مضبوط) رہے ہیں اور تمام مسلمانوں کے لئے اُن پر ایمان فرض ہے اور اگر کوئی شخص انبیاء علیہم السلام میں سے کسی ایک نبی پر ایمان نہ رکھے یا ان کی کسی کتاب کو برحق نہ سمجھے تو وہ کافر ہے لیکن اس کے باوجود جو کچھ ان کی شریعت کی تنسیخ کے متعلق حق تعالےٰ کی طرف سے قرآن مجید میں وارد ہوا ہے۔ آیاتِ منسوخہ سے روشن تر (بہتر) یا مساوی وارد ہوا ہے اور اگرچہ نورانیت اور حقیقت میں مساوی ہیں ہر افادیت وقت کے لحاظ سے موافق تر ہیں اسی طرح جو آیات قرآن مجید میں منسوخ ہوئی ہیں اور جو آیاتِ احکام اور تلاوت کے لحاظ محفوظ ہوئی ہیں اُن پر ایمان و عمل ضروری ہے کیونکہ جو کچھ حق تعالےٰ نے کیا ہے بہتر کیا ہے اور جو کچھ فرمایا ہے بہتر فرمایا ہے:

بیت ؎ ہر چہ او کرد کردۂ حق داں
ہر چہ او گفت راز مطلق داں

جو کچھ اس نے کیا ہے حق کا کیا ہوا سمجھو اور جو کچھ اس نے کہا ہے رازِ حق سمجھو۔

جو شخص اس پر عمل نہیں کرے گا نقصان اٹھائے گا۔ پس مصطفےٰ علیہ السلام کی شریعت میں کمربستہ ہو جاؤ۔ تمھارے لئے یہ شریعت کافی ہے اور اس کی متابعت سے خدا تک پہنچ جاؤ گے۔ اگرچہ دوسری اُمتوں کے لوگ بھی خدارسیدہ تھے لیکن کُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّۃٍ (تم بہترین امت ہو) کے مطابق مسلمان سالک کا خدارسیدہ ہونا افضل تر ہے اور یہ فضیلت سرورِ انبیاء علیہ صلواۃ والسلام کی بدولت ہے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

کُنْتُ نَبِیًّا اِذًا اٰدَمُ بَیْنَ الْمَاءِ وَالطِّیْنِ

میں اس وقت نبی تھا جب آدمؑ پانی اور مٹی کے درمیان تھے۔

بیت ؎ کنت نبیاءً کہ عَلَم در کشید ختم نبوت بمحمدؐ رسید

کنت نبیاً کا جو سسلسلہ چلا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر آکر ختم ہوا۔

نحن السابقون الآخرون          ہم سب سے اول اور سب سے آخر ہیں (الحدیث)

اوّل و آخر نے ایک دائرہ کی صورت اختیار کرلی ہے جس میں کسی دوسرے کو سبقت حاصل نہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

وَاللّٰهِ لَوْكَانَ مُوسٰى حَيًّا لِمَا وَسِعَهٗ اِلَّا اِتِّبَاعِیْ

خدا کی قسم اگر موسٰیؑ زندہ ہوتے تو انھیں میری متابعت کے بغیر چارہ نہ ہوتا۔

کیا ہی کمال ہے اور کیا ہی جمال ہے کہ: هُوَ الْاَوَّلُ هُوَ الْاٰخِرُ وَهُوَ الظَّاهِرُ هُوَ الْبَاطِنُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ مُحِيطٌ حق تعالٰے کی صفت ہے لیکن حق تعالٰے حضرت مصطفٰے علیہ السلام کو اپنی ذات وصفات کا مظہر بنایا ہے یہ کمال الوہیت ہے۔ فرمان ہوتا ہے:

لولاك لما اظهرت الربوبية

اے نبی اگر آپ نہ ہوتے تو میری ربوبیت ظاہر نہ ہوتی۔

باقی سب نبی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا راستہ دکھانے والے تھے اور مقصود بالذات اور غایت الغایات حق تعالٰی تھے نیز اللہ تعالٰے فرماتے ہیں:

وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيمٍ

اے پیغمبر علیہ السلام آپ نہایت ہی بلند اخلاق کے حامل ہیں۔

یہ بھی آپ کے کمال مرتبت پر شاہد ہے تاکہ دنیا کو معلوم ہو جائے کہ آپ کے کمالات کی نہ کوئی حد ہے نہ حساب۔ نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

مَنْ رَاٰنِی فَقَدْ رَاَى الْحَقَّ ۔ جس نے مجھے دیکھا حق کو دیکھا۔

پس تم خدا تعالٰے کی پرستش کرو اور نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی متابعت کرو اس خیال سے کہ سارا جہان رانی فقد رای الحق پر مبنی اور حق کے ساتھ قائم ہے اور اسی کی قدرت کا نتیجہ ہے:

اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِيرٌ

کیا تم نہیں جانتے کہ اللہ تعالے ہر چیز پر قادر ہے۔

جب یہ حقیقت ظاہر ہوتی ہے حجاب اٹھ جاتا ہے۔ کسی نے خوب کہا ہے :

بیت ؎ اینست کمال مرد در راہ یقین

در ہر چہ نظر کند خدائے را بیند

مرد راہِ یقین کا کمال یہ ہے کہ جس چیز میں نظر کرتا ہے حق تعالےٰ کو دیکھتا ہے۔

اللہ تعالےٰ ہم سب کو یہ دولت نصیب کرے۔ عاقبت محمود باد۔

---

## مکتوب ۸۷

بجانب شیخ عبدالستار سہارنپوری۔ حدیث پاک شیبنی سورۃ ھود اور آیہ پاک لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوا مِنْ مَا تُحِبُّوْنَ کے بیان میں۔

حق حق حق !

### حدیث شَیَّبَتْنِیْ سُوْرَۃُ ھُوْد کا مطلب

آپ نے دریافت کیا ہے کہ عام مشہور یہ ہے کہ جب سورۃ ہود کی یہ آیت نازل ہوئی کہ :

فَاسْتَقِمْ كَمَا أُمِرْتَ جو تم پر حکم ہوا ہے اس پر مضبوط رہو۔

تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

شَيَّبَتْنِيْ سُوْرَةُ هُوْد سورہ ہود نے مجھے بوڑھا کر دیا ہے۔

اس کے کیا معنی ہیں۔

واضح باد کہ عام طور پر لوگ اس کے یہ معنی کرتے ہیں کہ چونکہ یہ حکم سخت تھا اس لئے اس کی پابندی میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بال سفید ہو گئے اور فرمایا شَیَّبَتْنِیْ سُوْرَۃُ ھُوْد۔ لیکن یہ معنی شانِ نبوت کے شایان اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کمال و جمال کے لائق نہیں۔ کیونکہ مقام نبوت یہ ہے کہ جو حکم نبی پر نازل ہوتا ہے نبی کے اندر اس پر عمل کرنے کی صلاحیت موجود ہوتی ہے۔ اگر صلاحیت نہ ہو تو عصیاں لازم ہوتا ہے اور پیغمبر عاصی نہیں ہوتا۔ پس کوئی امر نبی پر دشوار نہیں ہوتا کہ جس کی ہیبت سے اس کے بال سفید ہو جائیں۔ نیز یہ آیت دو سورتوں میں آئی ہے تو پھر سورۂ ہود کی تخصیص کے کیا معنی؟ حضرت سید اجمل خلیفہ مخدوم جہانیاں قدس اسرارہم نے جو سلطان محمود شاہ جونپور کے وزیر تھے، یہ تشریح کی ہے کہ چونکہ سورۂ ہود کی آیت کے الفاظ مَنْ تَابَ مَعَكَ امت کے لئے صریح حکم تھا لہذا مصطفےٰ علیہ السلام امت کے غم میں درماندہ ہوئے اور آپ کے بال سفید ہو گئے۔ چنانچہ علمائے وقت نے یہ معنی قبول کئے اور کہا کہ اچھی تعبیر ہے۔ لیکن اصل بات یہ ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے بال دشواری امر کی وجہ سے سفید نہ ہوئے بلکہ یہ استقامتِ امر کی وجہ سے تھا کیونکہ استقامت کمالِ مردانِ حق ہے۔ مردانِ استقامتِ امر ہمیشہ مشاہدۂ ربانی میں رہتے ہیں اور اصحاب تمکین کہلاتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس مقام کی وجہ سے کون و مکاں سے گذر کر ہمہ تن نور ہو گئے تھے اور اس نور کی وجہ سے آپ کے موئے مبارک میں اثر ظاہر ہوا تو فرمایا:

شَیَّبَتْنِیْ سُوْرَۃُ ھُوْد      سورہ ہود نے مجھے بوڑھا کر دیا۔

(یاد رہے کہ حضرت مولانا و مرشدنا سید محمد ذوقی قدس سرہٗ کے ملفوظات موسوم بہ "تربیت العشاق" میں بھی آیۂ پاک فَاسْتَقِمْ كَمَا اُمِرْتَ کے یہی معنی کئے گئے ہیں۔ مترجم)۔ اور یہ کمال نبوت ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کوئی شخص اس مقام پر نہیں پہنچا۔

## شرح آیۂ پاک لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰی تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ

واضح باد کہ تفسیر زاہدی میں آیا ہے کہ حق تعالےٰ نے اپنے فضل و کرم سے مَا تُحِبُّوْنَ کے ساتھ لفظ من

لگا دیا ہے یعنی تم اس وقت تک نجات نہ پاؤ گے جب تک اپنی محبوب اشیاء میں سے راہِ خدا میں خرچ نہ کرو۔ اگر لفظ مِن نہ ہوتا تو آثارِ بندگی نہ رہتے۔ کیونکہ جو شخص سارا مال خرچ کر دیتا ہے بہشت کا مستحق ہو جاتا ہے۔ اور یہ بندگان کے بس کی بات نہیں کیونکہ مال میں ان کی حیات و بقا ہے اور ہر شخص کی طبع مال کی طرف مائل ہے۔ مال میں سے بعض مال یعنی زکوٰۃ کی حد مقرر کر دی گئی کہ زکوٰۃ ادا کر کے بہشت میں جا سکتے ہو۔ اور یہ فضلِ ربّی ہے۔ بات یہ ہے کہ جب دریائے احدیّت میں عشق و محبت کی وجہ سے جوش آیا تو دو موجیں پیدا ہوئیں۔ ایک موجِ محبت تھی جس کا تعلق بندگان سے تھا تاکہ عشق و محبت میں جلتے رہیں۔ دوسری موج محبوبیت کی تھی جس کا تعلق مولا سے تھا جس کی وجہ سے محبوب اپنی محبوبیّت میں ناز کرتا ہے اور خود بے نیاز ہے:

بیت ؎ عاشقِ حسنِ خود است آں بے نظیر
حسنِ خود را خود تماشا مے کند

وہ بے نظیر اپنے حسن پر خود عاشق ہے اور حسن کا وہ خود تماشا کرتا ہے۔

یہ عالمِ کثرت ہے اگرچہ عشق ہے لیکن اضافت درمیان میں ہے اس وجہ سے جہاں میں شور و غل برپا ہے اور عاشقوں کی جان کے ٹکڑے اڑ رہے ہیں۔ پس عالمِ احدیّت سے فرمان صادر ہوا کہ لن تنالوا البر حتی تنفقوا مما تحبون یعنی اے بندہ جب تو چاہے کہ ہم تک پہنچے یعنی فنایت تامہ حاصل کرے اور اپنے آپ سے بے نام و نشان ہو جائے اور ہمارا نشان اختیار کرے تو عالمِ اضافات سے پوری طرح منقطع ہو جا اور احدیّت میں گم ہو کر محبوبیت میں آ جا جو کلمہ مِمَّا تُحِبُّوْنَ میں مضمر ہے یعنی جانباز ہو کر بعض و کل سے گذر جا اور دوست سے واصل ہو۔ عاقبت محمود باد۔

عاقبت محمود باد۔

---

## مکتوب ۸۸

بجانب شیخ جھجو ہانسوی۔ آیہ پاک اللّٰه نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ کی شرح میں۔

حق حق حق!

آپ نے آیہ مبارک اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (اللہ نور ہے آسمانوں اور زمین کا) کا مطلب دریافت کیا ہے۔

واضح باد کہ یہ ایک سمندر ہے ناپیدا کنار۔ اٹھارہ ہزار عالم۔ صد ہزار عالم اور اس جیسے کئی ہزار عالم ایک قطرہ ہیں اس بحرِ بے کراں میں۔ اب قطرے کی کیا مجال کہ سمندر کے سامنے دم مارے۔ سوا اس کے کہ وہ سمندر کے اندر گم ہو کر نیست و نابود ہو جائے لیکن اس کے باوجود سوال کا جواب دینا لازمی ہے اگرچہ حیرت کے سوا چارہ نہیں۔

جاننا چاہیئے کہ اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالاَرض کمالاتِ ذات وصفات بیان کئے گئے ہیں۔ اس آیت کے آتے ہی جہان میں شور و غوغا برپا ہو گیا۔ اور ہر عارف اور ہر عالم نے اپنی معرفت اور علم کے مطابق اس بحرِ بے کراں میں غوطے لگائے اور اس کے معانی سے قطرہ قطرہ بیان کیا۔ لیکن اس کی کنہہ تک نہ کوئی پہنچا نہ پہنچ سکتا ہے کیونکہ ذات بیان سے باہر ہے۔ اس مقام پر صاحب سبحانی (حضرت بایزید بسطامیؒ جنھوں نے فرمایا سبحانی ما اعظم شانی) فرماتے ہیں:

اَلطَّلَبُ رَادٌّ وَالسَّبِیْلُ سَدٌّ وَمَا فِیْ یَدِ الْخَلْقِ اِلَّا قِیْلٌ وَ قَالٌ

طلب رد کی جاتی ہے راستے بند کر دیئے گئے ہیں اور خلق کے ہاتھ میں سوائے قیل و قال کے کچھ نہیں۔

یہ کہہ کر وہ اپنے آپ سے الگ ہو کر اوپر پہنچے اور سلطان العارفین بن گئے۔ ذرا لیفا کیا بیان کروں کہ

کچھ بیان کر سکتا۔ دل حیرت میں ہے، زبان گنگ ہے اور قلم بند ہے۔ عارفِ حق (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قلم کو ترک کیا نبی الاُمّی کا خطاب حاصل کیا۔ نادانوں نے قلم اٹھائی یا زبان کھولی تو پھنس گئے (جیسے منصور ابن حلاج اور عین القضاۃ ہمدانیؒ)۔ عجب حیرت کا مقام ہے کہ اگر کچھ نہ کہوں تو فرماتے ہیں:

قُلْ اِنَّ رَبِّیْ عَلِیْمٌ حَکِیْمٌ — تم کہہ دو کہ میرا رب علیم و حکیم ہے۔

اور کچھ کہوں تو فرمان ہوتا ہے:

لَا تُحَرِّكْ بِهٖ لِسَانَكَ — اس کے متعلق اپنی زبان سے کچھ نہ کہو۔

ناطق (بولنے والے) کے متعلق فرماتے ہیں:

فِیْ کُلِّ وَادٍ یَّھِیْمُوْنَ — ہر وادی میں سرگردان پھرتے تھے۔

اور ساکت و خاموش رہنے والے کو حکم ملتا ہے:

قُمْ فَاَنْذِرْ وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ — اٹھو لوگوں کو متنبہ کرو اور اپنے رب کی عظمت بیان کرو۔

ہیہات ہیہات! یہ کیا حیرانی اور سرگردانی ہے۔ عالمِ حیرت میں آکر مجھے یہ بھی معلوم نہیں کہ کیا کہہ رہا ہوں اور کہاں پڑا ہوں:

بیت ؎ رسیدم من بدریائے کہ موجش آدمی خوار است
نہ کشتی اندراں دریا نہ ملاّحے عجب کار است

میں ایسے دریا میں پھنس گیا جس کی موجیں آدم خور ہیں اور جس کے اندر نہ کوئی کشتی ہے نہ ملاّح ہے عجب معاملہ ہے۔

وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰى مَا تَصِفُوْنَ

جو تم وصف بیان کرتے ہو اللہ تعالیٰ اس میں تمہارا مددگار ہے۔

یہ کہہ کر خلق کی زبان بند کر دی۔ اور کسی کو اپنے تک رسائی نہ بخشی کیونکہ اس کی ذاتِ پاک نورِ محض ہے

جس کا نہ کوئی نقش ہے نہ نشان۔ اور نہ کوئی پردہ درمیان میں حائل ہے کیونکہ نور کو خود بخود حضور ہے (یعنی نور خود بخود ظاہر ہے)، اور نور میں کوئی چیز پوشیدہ نہیں رہتی بلکہ جو چیز پردۂ غیب میں پوشیدہ تھی وہ نور کی وجہ عالم ظہور و اظہار میں آئی اور آسمان و زمین اور عرش و فرش کے یہ تمام نقوش پیدا ہوئے۔ یہ سب پردہ اٹھنے کی بدولت ہے کہ جو کچھ غیب تھا ظاہر ہوا اور یہ غیوب و شہود کیا ہے:

اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ کی تفسیر ہے۔ خدا تعالےٰ آسمان و زمین کا نور ہے جو کچھ تو دیکھتا ہے حق دیکھ، جو کچھ تو جانتا ہے حق جان اور جو کچھ تو کہتا ہے حق کہہ (حق خواں) لِلّٰهِ الْمَشْرِقُ والمغرب یعنی مشرق اور مغرب خدا کا ہے نہ کہ اس کا غیر ہے۔ پس نہ مشرق ہے نہ مغرب۔ تو غیر جانتا ہے غیر دیکھتا ہے غیر کہتا ہے اور غیر رہتا ہے لیکن درحقیقت غیریت نہیں ہے:

فالغیر انت والحق هو ولا انت ولا هو الحق واحد فی الغیب والشاهد والفارق هو وانت فارق ولا فارقٌ فی الحق فاہتفع انت ولا غیر وهو الحق ذوالقوة المتین۔

(بس غیر تو ہے اور وہ حق ہے نہ تو ہے نہ وہ ہے ذات حق واحد ہے غیب میں شہود میں۔ تیرے اور اس میں جو فرق نظر آتا ہے وہ فرق مفقود ہے خود کو بلند کرلے اور کوئی غیر نہیں رہے گا وہی حق ہے قدرت والا)

دریغا کہ اگر اس آیت کا کشف ہو جائے جو کچھ ہے یعنی واجب، ممکن، زماں و مکاں، اوّل و آخر سب کشف نور حق کے لئے غایت ہو جائے؛

وَلَا غَايَةَ لِلْحَقِّ اور حق کے لئے غایت نہیں ہے۔

اس آیت میں غایت عرفان کا بیان ہے لیکن جس قدر بیان ہے اسی قدر نہان (پوشیدہ مخفی) ہے۔ کیونکہ اس کا ہر بیان نہاں ہے اور ہر نہان بیان ہے یعنی وہی ظہور ہے وہی بطون، وہی اوّل ہے وہی آخر" ہوالاول ہوالآخر ہوالظاہر ہوالباطن" یہ سب تو ہے اور تیرے متعلق کہا گیا ہے وہ بے نشان ہے لیکن ہر نشان میں اس کی نشانی موجود ہے کسی نے خوب کہا ہے:

ہر کجا یابم نشانِ پائے دے زانجا بچشم
خاک برگیرم چنداںنے کہ آب آید بروں

جس جگہ اس کے پاؤں کا نشان پاتا وہاں کی مٹی اس قدر اپنی آنکھوں سے اس قدر اٹھاتا ہوں کہ پانی نکل آتا ہے۔

عزیز من! چونکہ ذاتِ پاک نے اپنے آپ کو نور کہا ہے یعنی وہ کہتا ہے کہ میری ذات جو تیرے علم میں تجھ سے غیب ہے نورِ محض ہے اس لئے اس کے لئے نہ کوئی پردہ ہے نہ وہ کوئی نقش قبول کرتا ہے۔ کیونکہ وہ اپنے قدیم علم سے جانتا تھا کہ نور کو نور کا جزو (یعنی نور کا ایک حصہ) نہیں جانتا۔ کیونکہ نور کا ایک جزو (حصہ) نور (کل) کے ساتھ نہیں رہ سکتا اور جزا اپنے کل کے ساتھ یکجا نہیں ہو سکتا۔ اور جز کو کل کے ساتھ حضوری نہیں۔ مخاطب (انسان) اگرچہ نور ہے لیکن وہ جزو ہے اور اُسے کوئی ظہور نہیں لہٰذا وہ اپنی ظلمت میں رہ کر نورِ محض کی معرفت سے محروم ہے اور اپنی ظلمت کی وجہ سے مغرور ہے اس لئے وہ اپنے سوا کسی کو نہیں جانتا اس لئے وہ خود پسند ہے اور یہ معرفت اُسے حاصل نہیں کہ وجود تمامی وہی ہے:

ولیس الا هو وهو الله فی السموات والارض

حق کے سوا کچھ نہیں اور اللہ ہی ہے آسمانوں میں اور زمین میں۔

پس اس نے خبر دی اور فرمایا:

اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ  اللہ نور ہے آسمانوں اور زمین کا۔

یعنی میں نور ہوں اور اپنے آپ کے ساتھ حضور ہوں۔ آسمان اور زمین کا میں نور ہوں میرے نور کے سوا کوئی چیز نہ جان اور میرے سوا کچھ نہ کہہ اور اپنے آپ کو ہیچ سمجھ (یعنی کچھ نہ جان) پس اپنے سے منہ پھیر کر میری طرف منہ کر اور میرے چہرے کے سوا کوئی چہرہ نہ سمجھ:

فَأَيْنَمَا تُوَلُّوا فَثَمَّ وَجْهُ اللهِ

پس جس طرف منہ کرو اللہ کا چہرہ (یعنی ذات) ہے۔

یہ آیت اسی حقیقت کی طرح اشارہ کرتی ہے اور چونکہ حق تعالےٰ کو معلوم تھا کہ ہم جس قدر بتائیں کہ سب کچھ ہم ہیں اور سب لباسوں میں ہماری جلوہ گری ہے لیکن مخاطب (انسان) چونکہ اپنی خودی میں محجوب ہے اور اس وہم میں گرفتار ہے وہ ہرگز نہیں مانے گا اور ہمیشہ انکار کرتا رہے گا اس لیے اسے اچھی طرح سمجھانے کی خاطر حق تعالےٰ نے یہ مثال دی:

کمشکوٰۃ فیہا مصباح المصباح فی زجاجۃ الزجاجۃ کانہا کوکب دری

یعنی میرے نور کی مثال ایک طاق کی سی ہے جس کے اندر ایک چراغ ہو اور وہ چراغ ایک ایسے شیشے میں ہو جو چمکتے ہوئے ستارے کی طرح ہو۔

چونکہ مضمون مشکل تھا اس لئے سمجھانے کی خاطر مثال دی گئی ہے یعنی وہ نور جو آسمان و زمین کا نور ہے اس کی مثال ایک طاق کی سی ہے کہ جس میں ایک چراغ ہو اور چراغ شیشے میں ہو اور وہ شیشہ ایک چمکتے ہوئے تارے کی طرح ہو یعنی شیشہ ایسا صاف و شفاف ہو کہ اس کے نور کے ظہور میں مانع نہ ہو۔ طاق یعنی شیشہ اور طاق اُسی نور سے منور ہوتا ہے اور وہی نظر آتا ہے جو نورِ چراغ کے ساتھ کمال

قرب رکھتا ہے اور طاق بھی نور کے ساتھ عین حضوری میں ہوتا ہے۔ اور شیشے اور طاق کا کوئی نقص نور پاک کے لئے لازم نہیں آتا کیونکہ نور طاق اور شیشے کے مقام سے بلند تر ہے۔ یہ عالم قدس کی چیز ہے اور سب نقائص شیشہ و طاق کے مرتبہ تک ہو سکتے ہیں :

فَلَا يَتَغَيَّرُ بِتَغَيُّرِهٖ وَلَا يَتَعَيَّنُ بِتَعَيُّنِهٖ -

نہ اس کے تغیر سے تغیر پذیر ہے نہ اس کے تعین سے تعین پذیر ہے۔

شیشہ اور طاق کا مرتبہ ایک اسم سے زائد نہیں :

اِنْ هِيَ اِلَّآ اَسْمَآءٌ سَمَّيْتُمُوْهَا

یہ سوائے اسموں کے یعنی ناموں کے کچھ نہیں جن ناموں سے کہ چیزیں پکاری جاتی ہیں

یعنی تو نے خود بخود نام رکھا اور نشان دیا۔ یہ بھی وہی راز ہے جو شیشے و طاق کی مثال سے بیان کیا گیا ہے ورنہ خالی اسمار میں وجود کی سی قوت نہیں ہوتی اور تھوڑے سے زخم سے منہدم ہو جاتے ہیں ؎ اور طاق جو مٹی سے بنا ہوا ایک نقش ہے نقش برآب کی مانند اس کی کوئی بنیاد نہیں ہے سوائے اس کے کہ اسے گمان ہو گیا ہے کہ میں ہوں ، ولیس هو بنفسه شيءٌ فلیس هو بشیءٍ (فی نفسہٖ اس کا کوئی وجود نہیں ) اور جو کچھ باقی ہے وہی نور ہے جسے اپنے آپ کے ساتھ حضور ہے اور جس سے جملہ اشیار کا ظہور ہے ؎

---

؎ :- آں زخم فہم معرفت است . . . .

؎ :- اس مقام کے مناسب یہ رباعی ہے :

در کون و مکاں نیست عیاں جز یک نور | ظاہر شدہ آں نور بہ انواع ظہور
حق نور تنوع ظہورش عالم ! | توحید ہمین است دگر وہم و غرور

یعنی کون و مکاں میں ایک نور کے سوا کچھ نہیں اور وہی نور صورتوں میں ظاہر ہوا ہے۔ حق تعالےٰ وہ نور ہے اور اس کے مختلف صورتوں میں ظاہر ہونے کا نام عالم یعنی جہان ہے۔ توحید یہی ہے باقی سب وہم اور غرور ہے۔

فَهُوَ هُوَ وَلَيْسَ اِلَّا هُوَ ۔ وہ وہی ہے اور اس کے سوا کچھ نہیں۔

زمین و آسمان، عرش و فرش سب کو طاق سمجھ اور روحِ علوی کو اس طاق میں شیشہ جان۔ اور نورِ ربانی کہ جس سے رُوحِ علوی منور ہے چراغ ہے۔ اور روحِ علوی اس نورِ ربانی سے ستارے کی طرح چمکتا ہے کیونکہ اس نور نے مراتبِ ظہور (مراتب وجود یا تنزّلات) کے سب سے پہلے مرتبہ میں شیشے کا نام پایا جو چمکتے ہوئے ستارے کی مانند ہے۔ اور اسی سے آگے سب ظہور ہوا۔[1]

بزرگوں نے کہا ہے کہ جو شخص روحِ علوی تک پہنچ جاتا ہے خدا رسیدہ ہو جاتا ہے اور سوائے خدا کے کچھ نہیں دیکھتا:

مَنْ عَرَفَ نَفْسَهٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهٗ

جس نے اپنے آپ کو پہچانا اس نے اپنے رب کو پہچانا ہے۔

سے یہی مُراد ہے اور یہ حدیث اسی حقیقت کا ظاہر کرتی ہے کہ حقیقت وہی وجودِ حق ہے:

وَلَيْسَ اِلَّا هُوَ ۔ اور اس کے سوا کوئی نہیں۔

اور کوکب (ستارہ) اس لئے کہا گیا ہے کہ وہ نور جو شیشہ اور روح کی وساطت سے ظاہر ہوتا ہے۔ بحرِ نور سے ایک ستارے یا قطرے کی مانند ہوتا ہے کیونکہ اجرامِ فلکی میں ایک ستارے سے کمتر کوئی چیز نہیں۔ یہ جو حضرت ابراہیمؑ نے ستارا دیکھ کر فرمایا کہ:

هٰذَا رَبِّيْ یہ میرا رب ہے۔

اسی حقیقت کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ آیۂ زیرِ بحث میں ستارے کے متعلق یہ کہا گیا يُوْقَدُ مِنْ شَجَرَةٍ مُّبٰرَكَةٍ یعنی وہ چراغ ایک درخت سے روشن کیا جاتا ہے جو نہایت بابرکت ہے یعنی وہ درخت اپنے مقام پر غیر محدود اور بے نہایت ہے۔ اس درخت سے مُراد ذات ہے۔[2]

[1]:۔ کہ جیسے روحِ علوی اور نورِ ربانی سے منور قرار دیا گیا ہے۔

[2]:۔ یعنی چراغ روحِ علوی جو نورِ ربانی سے منور ہے حق سبحانہٗ و تعالےٰ کی ذات کے فیض سے روشن کیا گیا ہے۔ پس شجرۂ مبارک سے مرادِ ذاتِ حق تعالےٰ ہے۔

وہ درخت زیتون ہے جو نہ شرقی ہے نہ غربی یعنی جو نہ کونِ علوی سے تعلق رکھتا ہے نہ سفلی سے۔ بلکہ وہ درخت عالمِ کون ومکاں، ظرف اور زمان سے پاک ہے[1] پس تم سوائے عبارت کے اسے زبان پر نہیں لاسکتے کیونکہ یہ زباں پر نہیں آسکتا۔ یہاں صرف مثال کے طور پہ زبان پر اور عبارت میں لایا گیا ہے۔ زیتون اس لئے کہا ہے کہ درخت زیتون عرب میں بہت عزیز ہے۔ اس شرف کی وجہ سے اس کی مثال دی گئی ہے آیۂ پاک میں آگے فرماتے ہیں:

يَكَادُ زَيْتُهَا يُضِيءُ وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ

قریب ہے کہ اس درخت کا تیل روشن ہو بغیر اس کے کہ اسے کسی آگ نے نہ چھوا ہو۔
یعنی چونکہ فیضِ نور ربانی تمام اشیائے کو پہنچتا ہے اس لئے وہ سب اس سے منور ہیں قریب ہے کہ اپنی قوتِ جاذبہ سے تمھیں اپنی طرف کھینچ لے۔ اس سے کششِ عشقِ الٰہی مُراد ہے جو ہر لحظہ اور ہر زمان عاشقوں کے دلوں میں بھڑک رہی ہے۔

بغیر تیل کا مطلب یہ ہے کہ آتشِ عشق بلا احساس دلوں میں موجود ہوتی ہے اور کوئی بیرونی چیز اس کے لئے محرک نہیں ہوتی۔

مطلب یہ ہے کہ نورِ ذات بخود نور ہے اور اس سے جملہ کون ومکان روشن ہے اور جو چیز ہے اس کی تسبیح بیان کرتی ہے اگرچہ کسی وجود کو یہ معلوم نہیں کہ میں کیا ہوں اور میرے اندر مسبّح (تسبیح کیا گیا) کون ہے۔ عزیز من! تسبیح نور ہے اور صفت حق ہے بلکہ عین حق ہے لیکن اپنے ظہور میں تجھ سے ظاہر ہے اور تجھے اس لئے اپنی ذات کا احساس ہے ورنہ فی الحقیقت لَيْسَ اِلَّا هُوَ (اس کے سوا کچھ نہیں) اسے آگ کی اس لئے ضرورت نہیں کہ وہ خود نور ہے اور غیر کا محتاج نہیں۔ ہاں اگر اس نور کے ساتھ آتشِ عشقِ الٰہی قلب میں بھڑک اٹھے تو نُورٌ علیٰ نُور ہے۔ اس سے اتنے نور پیدا ہوتے ہیں کہ جس کی کوئی انتہا نہیں:

---

[1] عالمِ لامکان، لاجہت ولازماں یعنی عالمِ ذاتِ لاتعین سے ہے۔

ھم الانبیاء والاولیاء بل المومنین کلھم فی نورٍ علیٰ نور بقدر نور العرفان

اور ایسے لوگ انبیاء علیہم السلام اور اولیأ اللہ بلکہ تمام مسلمان ہیں اپنی معرفت کے مطابق نورٌ علیٰ نور ہیں۔

اور یہ بیان عالمِ کبیر تھا۔ لیکن تمھیں چاہیئے کہ اس بیان کو اپنے اندر پائے کیونکہ تمھارا روح عالمِ علوی ہے اور حق تعالےٰ کے نور سے منور ہے اور تمھارا دل شیشے اور جسم طاق کی طرح ہے جو اس نور ربّانی سے منور ہے اور تمھارا اور سارے جہاں کا قیام ذاتِ حیّ القیوم سے ہے:

وَھُوَ اللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ فاعرف ھذا نور المبین ان ھذا لھو الحق مبین

اور وہ اللہ ہے جس کے سوا کوئی معبود اور موجود نہیں۔ وہی زندہ ہے اور قائم رکھنے والا ہے ہر چیز کا۔ پس تو پہچان لے کہ یہ وہی نور المبین اور حق المبین ہے۔

عاقبت محمود باد۔

---

## مکتوب ۸۹

بجانب شیخ عبد الشکور۔ مذاہب اربعہ (چاروں مذہبوں) توحید مطلب اور صاحبِ مذہب و مجتہد کے مابین فرق کے بیان میں۔

حق حق حق!

اَلْمَقْصُوْدُ ھُوَ وَلَا سِوَاہُ مقصود وہی ہے اور اس کے سوا کچھ نہیں۔

واضح باد کہ یہ چار مذہب جن کی حقیقت پر تمام اہلِ حق متفق ہیں اصول دین کے لحاظ سے تمام ایک ہی دینِ حق پر مبنی ہیں سب اہل حق ہیں اور اہل اللہ ہیں۔ ان کے متعلق اصولِ دین میں ہمارا اعتقاد یہ ہے کہ شرع محمدی کے یہ سب امام اور مقتدا ہیں اور یہ سب اہل سنت و جماعت ہیں اور فروعات میں جو اختلاف ہے وہ رحمت ہے کیونکہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ:

اختلاف اُمَّتِیْ رَحْمَۃٌ

میری امت کا اختلاف رحمت ہے۔ یہاں یہ یاد رہے کہ اختلاف اور مخالفت میں فرق ہے اختلاف سے مراد صرف اختلاف رائے ہے جس میں کوئی مضرت نہ ہو اور باعث تعمیر ہو لیکن مخالفت دشمنی ہے جو باعث تخریب ہے۔

لہٰذا فروعی اختلاف رحمت اس لئے ہے کہ اس میں ایک وسعت اور یُسر ہے (یُسر بمعنی آسانی آسانی اس لئے کہ لوگوں کی طبائع مختلف ہیں اور فروعی اختلاف کسی نہ کسی کی طبیعت کے مطابق ہوتا ہے)۔ پس اختلافی مسائل کے متعلق اعتقاد یہ ہونا چاہیئے کہ جو روش میں نے اپنے مذہب کے مطابق اختیار کی ہے وہ صحیح ہے لیکن اس میں خطا کا احتمال ہے اور روش دوسرے مذاہب نے اختیار کی ہے وہ غلط ہے لیکن صحیح کا احتمال ہے۔ چنانچہ مسئلہ قُرُوء میں امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک قُرُوء سے مُراد حیض ہے اور اس مذہب کے لوگوں کا اعتقاد یہ ہے کہ یہ مفہوم صحیح ہے لیکن اس میں خطا کا احتمال ہے۔ اگر اسے صحیح نہ سمجھے اور اس پر مستحکم نہ ہو تو دین میں خلل واقع ہوگا اور شیطان کے پنجے میں پھنس کر حق سے دُور ہو جائے گا۔ اور اگر اس میں احتمالِ خطا کا اعتقاد نہ رکھے تو باعثِ فساد ہے کیونکہ اجتہادی مسائل میں حقیقتِ حال سے صرف اللہ تعالٰے واقف ہے اور کسی کو معلوم نہیں۔ پس اعتقادِ خطا اعتقادِ صواب کے منافی (خلاف) نہیں کیونکہ اعتقادِ صواب میں استحکامِ دین ہے اور اعتقادِ خطا میں علمِ غیب سے نجات ہے (یعنی اگر امکان خطا کا قائل نہ ہو تو اہل یقین کے نزدیک اللہ تعالٰے کے علمِ غیب میں شرک لازم آتا ہے کیونکہ علمِ غیب صرف اللہ کو ہے اور ہم تحقیقاً سے یہ نہیں کہہ سکتے ہیں کہ اختلافی مسائل میں جو ہماری روش ہے اس میں احتمالِ خطا نہیں)۔ پس احتمالِ خطا میں

فلاح دین ہے۔

## توحیدِ مطلب

توحید مطلب سے یہ مراد ہے کہ اہل سنت وجماعت کے جتنے مذاہب ہیں ان میں سے ہر ایک کا امام یا شیخ ایک ہونا چاہیئے:

فَاِنَّ الشَّیْخَ فِیْ قَوْمِہٖ کَالنَّبِیِّ فِیْ اُمَّتِہٖ

کیونکہ اپنی قوم یا جماعت کا شیخ اپنی امت کے نبی کی طرح ہے (الحدیث)

بیک وقت دو شخصوں کا مقلد ہونا روا نہیں کیونکہ یہ انتقالِ مذہب ہے جو ناجائز ہے کیونکہ انتقالِ مذہب کا مطلب ہے ایک مذہب سے دوسرے مذہب کی طرف جانا۔ پس ایک مذہب سے دوسرے مذہب کی طرف وہ آدمی جائے گا جو یا تو اپنے مذہب کو صحیح نہیں سمجھتا اور دل میں شک رکھتا ہے یا دونوں مذاہب میں سے کسی مذہب کے متعلق احتمالِ خطا کا قائل نہیں۔ اور دین کے معاملہ میں یہ دونوں اعتقاد ناجائز ہیں کیونکہ اس سے دونوں مذاہب میں شک لازم آتا ہے جو باعث فساد دین ہے۔ العیاذ باللہ (پناہ بخدا)۔ اللہ تعالٰے فرماتے ہیں:

وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِکُمْ عَنْ سَبِیْلِہٖ

مختلف طرائق پر مت چلو کیونکہ یہ روش تم کو اللہ کی صحیح راہ سے محروم کر دے گی۔

اور جو جائز ہے یہ ہے کہ طالبِ صادق جس جگہ جائے فائدہ حاصل کرے اور صاحبِ کمال بنے۔ مردانِ خدا کا ادب ملحوظ رکھے۔ اور ہر ایک سے نعمت حاصل کرے لیکن اپنے امام اور شیخ کے متعلق اعتقاد راسخ رکھے۔ یہی وجہ ہے کہ بزرگ فرماتے ہیں کہ ارادت یکجا ونعمت صد جائے (یعنی مرید ایک کا ہو اور نعمت سینکڑوں سے حاصل کرے)۔ روایت ہے کہ سلطان العارفین (شاید حضرت خواجہ بایزید بسطامیؒ) نے دو صد مشائخ کی خدمت کی اور ہر ایک سے فیض حاصل کیا اور مرید حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے تھے۔ چونکہ آپ طالب صادق تھے ہر جگہ سے کمال حاصل کیا اور اس سے ان کو کوئی نقصان نہ پہنچا۔ اس کے باوجود جن مشائخ نے اپنے مریدوں کو دوسرے مشائخ کے

پاس جانے سے منع کیا ہے انھوں نے اس لئے کیا ہے کہ شیطان زندہ ہے ممکن ہے دین کے کام میں خلل ڈال دے اور دوسرے پیر کو اس کے اپنے پیر سے افضل بتا کر گمراہ کر دے۔ اگرچہ دونوں مشائخ واصلِ حق اور مقتدائے دین ہیں کیونکہ :

الطرائق الی اللہ بعدد انفاس الخلائق

اللہ تعالےٰ تک پہنچنے کے راستوں کی تعداد اتنی ہے جتنے کہ مخلوقات کے سانس ہیں۔

اور ان میں سے ہر ایک صحیح راستے پر ہے اور حرص و ہوا سے پاک ہو کر اللہ تک اس کی رسائی ہو گئی ہے۔ اس کا قول و فعل سب حق ہے کیونکہ جب تک یہ اعتقاد نہ ہو تو راہِ دین پر چل نہیں سکتا۔ اور دوسرے پیر کے پاس جانے کا یہ مطلب ہو سکتا ہے کہ اُسے اپنے پیر کی صداقت میں شک ہے اور اس سے شیطان کو وساوس ڈالنے کا موقع ملتا ہے۔ کہتے ہیں کہ جب قطب عالم سلطان المشائخ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء رضی اللہ عنہ کو معلوم ہوا کہ شیخ نصیر الدین محمود چراغ دہلیؒ حضرت ذوالنون مصریؒ کا ایک رسالہ پڑھتے ہیں تو ان کو بلا کر فرمایا کہ ہم نے سنا ہے تم ذوالنون مصری کا رسالہ پڑھتے ہو۔ یہ کام مت کرو۔ وجہ یہ ہے کہ جب تم اگلے زمانے کے لوگوں میں کوئی ایسی چیز دیکھتے ہو جو ہمارے اندر نہیں تو شیطان کو گمراہ کرنے کا موقع ملتا ہے اور تمھارے شیخ کے متعلق تمھارے دل میں بدگمانی پیدا کرتا ہے جس سے کام بگڑ جاتا ہے۔ یہاں قابل غور یہ بات ہے کہ اگرچہ قطب عالم شیخ نصیر الدینؒ کامل اور صادق تھے اور صادقین کو شیطان گمراہ نہیں کر سکتا تاہم آپ نے انھیں منع فرمایا اور یہ منع فرمانا خلقت کی نصیحت کے لئے تھا۔

## صاحبِ مذہب اور مجتہد کے مابین فرق

صاحب مذہب اور مجتہد کے درمیان یہ فرق ہے کہ صاحب مذہب اپنی رائے کو صحیح سمجھتا ہے اور خلق کو اپنے مذہب کی طرف بلاتا ہے لیکن مجتہد اگرچہ مجتہد ہے اور اپنے اجتہاد پر قائم رہتا ہے لیکن اپنے امام کے مذہب کے اندر رہتا ہے اس کا اجتہاد اپنے امام کے مذہب کے دائرہ سے باہر نہیں جاتا۔ چنانچہ جب امام اعظمؒ فرماتے

مُراد حیض لیتے ہیں تو ان کے مذہب کے مجتہدین وہی مراد لیتے ہیں۔ اور اسی کے اندر اجتہاد کرتے ہیں اسی طرح چونکہ امام شافعیؒ قرء سے طہر (پاکی) مراد لیتے ہیں۔ اس لئے آپ کے مذہب کے مجتہدین بھی طہر مراد لیتے ہیں۔ اور اسی کے اندر اجتہاد کرتے ہیں۔

## مذہبِ اہلِ سنت و جماعت

مذہب اہلِ سنت و جماعت یہ ہے کہ جو مسلک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کا تھا وہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام تابعین تبع تابعین کے عہد سے لے کر آج تک اہلِ اسلام اور اہلِ حق کے اجماع کے ساتھ ان چار مذاہب کا مسلک رہا ہے اور اصل اور فروع کے ساتھ وہی مذہب ان بزرگوں کے ذریعے ہم تک پہنچا ہے اور قیامت تک رہے گا۔ کتاب تیسیر الاحکام میں لکھا ہے کہ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ میری امت میں تہتّر فرقے ہوں گے جن میں سے صرف ایک فرقہ نجات پائے گا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پوچھا یا رسول اللہ وہ فرقہ کونسا ہے۔ فرمایا اہلِ سنت و جماعت۔ انھوں نے دریافت کیا کہ سنت و جماعت سے کیا مُراد ہے فرمایا جس پر میں ہوں اور میرے اصحاب ہیں۔ لہٰذا مومن کو چاہیئے کہ مذہب اہلِ سنت و جماعت اختیار کرے اور ملتِ اسلامیہ میں سے جو شخص اہلِ سنت و جماعت سے تخالف (اختلاف) کرے وہ اہلِ باطل ہے اور جب وہ اختلاف معصیت کی حد تک پہنچ جائے تو وہ اہل بدعت اور گنہگار ہے لیکن عاصی (گنہگار) کی شفاعت جائز ہے جب یہ اختلاف کفر کی حد تک پہنچ جائے تو ایسا شخص حکمِ آخرت میں کافر کہلاتا ہے اور کافر ہمیشہ دوزخ میں رہے گا؛

لا عذر فی الآخرۃ ان کے لئے آخرت میں کوئی عذر نہیں۔

یہ ان سے متعلق شرع کا حکم ہے۔ فرقہ رافضیہ، قدریہ، جبریہ اور منکرین رویت اور قرآن مجید کو مخلوق کہنے والے سب جو اہلِ سنت و جماعت کی مخالفت کرتے ہیں اسی قبیل سے ہیں۔ چنانچہ بعض اہلِ بدعت حق تعالیٰ کو جسم اور جوہر کہتے ہیں اس کے لئے مکان وزماں طول عرض و عمق جائز قرار دیتے ہیں۔ یہ لوگ حکمِ آخرت میں کافر ہیں لیکن احکامِ دنیا میں ان کے ساتھ کفار کا سا معاملہ نہیں کیا جاتا۔ اور اُن کا

قتل کرنا اور ان کی اولاد کو قتل کرنا اور ان کے مال غارت کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ وہ مسلمان ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں اور مستحقِ امان ہیں :

وھذا قولھم لا تکفروا اھل القبلۃ          اہل قبلہ کی تکفیر مت کرو۔

کے یہی معنی ہیں۔ واللہ اعلم بالصواب۔

---

## مکتوب ۹۰

### محبت کے پانچ اقسام، قربِ نفل اور قربِ فرض کے بیان میں

حق حق حق!

**اقسامِ محبت** محبت کی پانچ قسمیں ہیں۔ محبتِ ذاتی، محبتِ صفاتی، محبتِ ازلی، محبتِ حسنی، محبت احسانی۔ حقیقت یہ ہے کہ عشق بیان میں نہیں آسکتا :

بیت ؎          عشق بر معشوق چشم افتادن است
بعد ازاں از بے دلی جاں دادن است

معشوق کے ساتھ آنکھ لگنے کا نام عشق ہے اس کے بعد محبوب کی خاطر جان دینا ہے

پس عشق بیان سے باہر اور چون وچرا سے بالاتر ہے۔ عشق کو وہی سمجھ سکتا ہے کہ جسے عشق ہے۔ عشق کی علامت یہ ہے کہ عاشق بے دل ہوتا ہے (یعنی والہ اور بے خود) اور یہ بات عاشقوں سے مخفی نہیں :          وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَمَا كُنْتُمْ

وہ تمہارے ساتھ ہے جہاں تم ہو۔

کا مطلب ہے۔ عاشق جو کچھ دیکھتا ہے جمالِ دوست دیکھتا ہے۔ محمد واسعؒ فرماتے ہیں :

ما نظرت فی شیئٍ الاّ ورأیت اللہ فیہ

میں نے کسی ایسی چیز کو نہ دیکھا جس میں اللہ کو نہ دیکھا۔

زہے جمال وزہے کمال کہ عشق میں وہ کون ومکاں سے گذر کر نورِ اقدس تک پہنچ گئے اور ہر چیز کو نورِ حق سے دیکھنے لگے۔

## محبتِ احسانی

جب عشق ومحبت درجۂ کمال کو پہنچ جاتا ہے تو نظر ہمیشہ دوست پر اور دوست کے احسان پر ہوتی ہے چونکہ یہ سب کچھ اسی کا احسان ہے اس لئے محب کا دل ہمیشہ اس کے احسان میں غرق ہو جاتا ہے:

فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰن

پس تم اپنے رب کو کیسے جھٹلا سکتے ہو یعنی اس کی بیش بہا نعمتوں کا کس منہ سے انکار کر سکتے ہو۔

میں دوست کے احسانات کے اقرار کا مطالبہ ہے لیکن یہ محبت عام ہے اس لئے کہ اس کے احسانات سارے عالم پر عام ہیں۔ جب اس مطالبہ میں محب ناکام رہتا ہے تو اس کے لئے باعث نقصان ہے جیسا کہ حق تعالےٰ نے شکایتاً فرمایا ہے:

اُولٰٓئِکَ هُمُ الْخَاسِرُوْنَ یہی وہ لوگ ہیں جو نقصان اٹھاتے ہیں۔

## محبتِ حُسنی

جب مقامِ احسان سے ترقی کر کے سالک محبتِ حسنی تک پہنچتا ہے تو دوست کی نظر دوست کے جمال پر ہوتی ہے اس مقام پر منع اور عطا (دوست کا عطا کرنا یا نہ کرنا) برابر ہوتا ہے۔ یہاں محب مشاہدہ جمالِ دوست میں بے خود ہوتا ہے:

وَقَطَّعْنَ اَیْدِیَهُنَّ حَاشَ لِلّٰهِ مَا هٰذَا بَشَرًا اِلَّا مَلَكٌ كَرِیْمٌ

زنانِ مصر حضرت یوسف علیہ السلام کے حسن وجمال کو دیکھ کر اس قدر محو د بے خود ہوئیں کہ کر سیب کاٹتے کاٹتے انھوں نے اپنے ہاتھ کاٹ ڈالے اور پکار اٹھیں کہ یہ انسان نہیں

ہے بلکہ کوئی اعلیٰ قدر فرشتہ ہے۔

کا اشارہ اسی مقام کی طرف ہے۔

**محبتِ ازلی** جب سالک مقامِ حسن سے گذر کر اوپر جاتا ہے تو ازل و ابد اس کی نظروں میں یکساں ہو جاتا ہے اور محبتِ ازلی کا آغاز ہوتا ہے[1] لیکن یہ بات عالمِ اخفا میں ہوتی ہے کیونکہ مومن اگر شرع کی رُو سے خدا کا دوست ہے لیکن اس بات کا اظہار نہیں ہوا (کہ واقعی خدا کا دوست ہے) ممکن ہے کہ کافر مومن ہو جائے یا مومن کافر ہو جائے :

اَلسَّعِيْدُ قَدْ يَشْقِيْ وَالشَّقِيُّ قَدْ يَسْعَدُ

سعید شقی ہو جاتا ہے اور شقی سعید ہو جاتا ہے۔

سے سب کی کمر ٹوٹ رہی ہے۔ جس قدر بلند ہو جاتا ہے اسے اپنے سعید ہونے کا یقین نہیں ہوتا۔

وَالْمُخْلِصُوْنَ عَلٰى خَطَرٍ عَظِيْمٍ مخلص لوگ بڑے خطرے میں ہوتے ہیں۔

کیونکہ انھیں یہ معلوم نہیں ہوتا کہ آخری سانس کے وقت سعادت نصیب ہوتی ہے یا شقاوت۔ اس مقام پر اولیاء کا خون آب اور جگر کباب ہو جاتا ہے :

بیت ؎ خون صدیقاں ازیں حضرت بریخت
آسمان بر فرق ایشاں خاک ریخت

اس غم میں صدیقوں کے دل خون ہو گئے اور سر، خاک آلودہ ہیں۔

پس جو شخص رویا اسی غم سے رویا :

بیت ؎ دریاب اگر تو نیابی!
ناچیز شوم درین خرابی!

حقیقت کو پالے ورنہ تباہی ہی تباہی ہے۔

---

[1] : یعنی حق تعالیٰ کی دوستی جو عالمِ غیب میں ہوتی ہے، کا بندہ پر انکشاف ہوتا ہے۔

## محبتِ صفاتی

جب محبتِ ازلی سے گذر کر سالک دوست کے صفات سے متصف ہوتا ہے تو تخلق باخلاق اللہ کا ظہور ہوتا ہے اور بی یُبْصِرُ اور بی یَنْطِقُ (مشہور حدیث ہے کہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ جب میرا بندہ نوافل کے ذریعے میرا قرب حاصل کرنا چاہتا ہے تو میں قریب ہو جاتا ہوں یہاں تک کہ میں اس کی آنکھیں بن جاتا ہوں اور وہ مجھ سے دیکھتا ہے اس کے کان بن جاتا ہوں اور وہ مجھ سے سنتا ہے ..... الی آخرہ ......) کا مقام حاصل ہوتا ہے۔ یہاں پہنچ کر وہ انانیت کا دم مارتا ہے اور انا الحق اور سبحانی ما اعظم شانی کا نعرہ بلند کرتا ہے۔ اس مقام کو قربِ نوافل کہتے ہیں کہ ذات اپنی جگہ پر قائم ہے اور دوست کی صفات ذات پر زائد متجلی ہیں (تجلی دکھا رہے ہیں)۔ اس مقام پر انا الحق جیسے کلمات غلبۂ حال کی وجہ سے سرزد ہوتے ہیں۔ اگر اس حالت میں اسے قتل کر دیا جائے تو شہید ہوتا ہے لیکن یہ درمیانی مقام ہوتا ہے اس لئے ایسے لوگوں کا شمار اولیائے مستہلک میں ہوتا ہے (اولیائے مستہلک یعنی وہ اولیاء اللہ جو ہلاک ہوگئے (یعنی فنا فی اللہ ہوتے)۔

بیت ؎
آں کس کہ گشتہ گشت ازاں خالِ ہندوش
گرچہ شہید گشت مسلمان نمے رود

جو شخص دوست کے سیاہ خال کا شکار ہوا اور اس نے جان دے دی اگرچہ وہ شہید ہے لیکن مسلمان نہیں مرا۔ یعنی حقیقی مسلمان۔

لیکن جب عالمِ سکر (محویت) سے نکل کر عالمِ صحو (ہوشیاری) میں آتا ہے تو استغفار لازم آتا ہے۔ اس لئے سلطان العارفین خواجہ بایزید بسطامی قدس سرہٗ سبحانی ما اعظم شانی کا نعرہ مارنے کے بعد استغفار پڑھتے تھے اور کہتے تھے کہ:

الٰہی ان قلت یوماً سبحانی ما اعظم شانی فانا الیوم مجوسی فاقطع زناری و اقول لا الہ الا اللہ محمد الرسول اللہ۔

یا الٰہی جس روز میں نے سُبحَانی مَا اَعْظَمْ شَانی (میں پاک ہوں اور میرا شان کیا ہی بلند ہے)
کہا تو میں کافر (مجوسی) ہوا پس اب میں توبہ کر کے اپنی زنار توڑتا ہوں اور کہتا ہوں کہ لا الٰہ
الا اللہ محمد الرسول اللہ یعنی از سر نو مسلمان ہوتا ہوں۔

لیکن جب عاشق مقامِ صفات سے ترقی کر کے جمالِ دوست تک پہنچ جاتا ہے تو اس مقام کو قربِ فرض یا قربِ فرائض یا تجلّیٔ ذات کہتے ہیں۔ یہاں پہنچ کر محبت بذاتِ خود کوئی چیز نہیں رہتی اور سوائے دوست کے کچھ باقی نہیں رہتا:

فَهُوَ لَيْسَ اِلَّا هُوَ وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى۔

وہ سوائے اس کے (سوائے دوست) کچھ نہیں اور قرآن مجید میں ہے کہ اے پیغمبر صلی اللہ
علیہ وسلم جب تم نے دشمنوں پر مٹی پھینکی تو تم نے نہ پھینکی بلکہ اللہ نے پھینکی'

کا اشارہ اسی مقام کی طرف ہے۔ اور:

يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ

اے نبی علیہ السلام! جب مسلمانوں نے تمہاری بیعت کی تو اللہ کی بیعت کی اور اللہ کا ہاتھ
اُن کے ہاتھوں پر تھا (اگرچہ بظاہر رسولؐ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں پر تھا)۔

کا بھی یہی مطلب ہے۔ یہاں پہنچ کر سالک اہلِ تمکین ہو جاتا ہے (تلوین و تمکین سلوک میں دو مقامات کا نام ہے تلوین سالکین متوسط کا نام ہے جو ہر وقت غلبۂ حال میں رہتے ہیں اہل تکوین وہ ہیں تو حال پر غالب آجاتے ہیں اور سکر و محویت سے نکل کر عالم ہوشیاری میں آتے ہیں اور تمام فرائض بشریت اور کرتے ہیں۔ یہ مقام بقا باللہ عبدیت بھی کہلاتا ہے) اس مقام پر شطحیات کا گذر نہیں ہوتا (شطحیات جمع ہے شطح کی جس کے معنی ہیں منہ سے ایسے کلمات نکلنا جو بظاہر کلماتِ کفر معلوم ہوتے ہیں لیکن ہوتے ہیں حقیقت پر مبنی مثل اَنَا الحق و سبحانی ما اعظم شانی) اور سالک کا حال صحیح ہو جاتا ہے اور خلق کے ساتھ صحیح عقل کے مطابق بات کرتا ہے۔ یہاں پر وہ:

كَلِّمُوا النَّاسَ عَلٰى قَدْرِ عُقُوْلِهِمْ

لوگوں کے ساتھ ان کے معیارِ عقل کے مطابق بات کرو۔

کا مصداق بن جاتا ہے اور احکامِ شریعت لوگوں کے مراتب کے مطابق ان تک پہنچاتے ہیں اور اصلاح دارین کرتے ہیں:

وَمَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذْنِ اللهِ

(رسول کا مقام اس کے سوا اور کچھ نہیں کہ اللہ کے حکم سے اس کی اطاعت کرے۔)

کا مطلب یہی ہے:

فَاللهُ وَلَا سِوَاهُ وہ اللہ ہے اور اس کے سوا کچھ نہیں۔

سے بھی یہی مُراد ہے۔ اس مقام پر اس کا سب قول وفعل حق اور شرع ہوتا ہے، اور انبیاء علیہم السلام میں یہ کمال بدرجۂ اتم ہوتا ہے:

وَالسّٰبِقُوْنَ اُولٰٓئِكَ الْمُقَرَّبُوْنَ اور یہ برگزیدہ لوگ مقرب بارگاہ ہوتے ہیں۔

ان کی شان میں آیا ہے۔ عاقبت محمود باد۔

---

## مکتوب ۹۱

بجانب سیدی احمد ملتانی۔ توحید کے دوسرے قسم کے بیان میں حسن اشعری دانشمند نے تکوین کو حادث کہا ہے اور تکوین اور مکون کو ایک سمجھا ہے۔

حق حق حق!

بیت ؎

سلامٌ علیکم چوں در خاطری
گر از چشم دوری بدل حاضری

اے تجھے سلام ہو کہ اگرچہ آنکھوں سے دور ہو جائے دل سے حاضر ہو۔

واضح باد کہ اس مہجور کو دور نہ سمجھیں۔ آیہ :

وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَمَا كُنْتُمْ     اور وہ تمھارے ساتھ ہے جہاں کہیں تم ہو۔

ہر وقت کارفرما ہے۔ یہاں زمان و مکاں کا کوئی اعتبار نہیں :

لَا شَرْقِيَّةٍ وَّلَا غَرْبِيَّةٍ     نہ وہ شرقی ہے نہ غربی۔

کا دور دورہ ہے۔ اور :

كُلٌّ فِيْ فَلَكٍ يَّسْبَحُوْنَ     اور سب فضا میں تیرتے پھرتے ہیں۔

کی شان ظاہر ہے (یعنی اجرام فلکی کی طرح شیخ بھی فضا میں پرواز کرتے ہیں اور جہاں چاہتے ہیں پہنچ جاتے ہیں) عشق کے لئے کوئی حجاب نہیں بلکہ گریبان ہر وقت چاک ہے (یعنی سب اسرار ظاہر ہیں)۔ غرضیکہ محبت میں بے شمار بوالعجبیاں ہیں اور ہر بوالعجبی میں ہزار اسرار ہیں۔ کون ہے جسے یہ ذوق و شوق ہے، بیت ؎ کیست دریں کار کہ جان باز بُوَد

برسرِ ایں شوق جہاں تاز بُوَد

اس کام میں کون باز آتا ہے اور کون اس شوق میں اپنی دنیا برباد کرنے والا نکلتا ہے۔

جب انسان کی ہمت بلند ہوتی ہے اور بخت یاوری کرتا ہے تو عارفِ ربانی عالم سفلی سے نکل کر اوپر کی جانب پرواز کرتا ہے اور عالمِ حس و عقل سے بھی بلند ہو کر قرب کی بلندیوں پر پہنچ جاتا ہے جہاں وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ کی حقیقت اس پر ظاہر ہوتی ہے اور عین الیقین سے دیکھتا ہے اور سمجھ لیتا ہے کہ ذاتِ حق سبحانہٗ و تعالےٰ کے سوا کسی چیز کا وجود نہیں۔ اور اس ذاتِ جَلَّ جلالہٗ کے ساتھ کسی صورت میں کوئی شریک نہیں (کسی صورت میں کوئی شریک نہیں کا مطلب یہ ہے اس تعینات کی دنیا میں ایک صورت میں یعنی ایک لحاظ سے حق تعالےٰ کے وجود کے ساتھ دوسری اشیاء کا وجود بھی موجود ہے لیکن مقام لاتعین اور ذات بحت میں پہنچ کر سب تعینات میں فنا ہو جاتے ہیں اور ذاتِ حق کے سوا کوئی موجود نظر نہیں آتا)۔ اور یہ جو علم حسی اور عقلی میں اپنے آپ کو اور خدا تعالےٰ کو دو وجود سمجھتا تھا اور حادث

وقدیم میں فرق کرتا تھا وہ تکثر اور تعدد عالم سفلی میں رہ گیا۔ پہلے وہ کچھ اور تھا اور پھر کچھ اور ہو گیا بتخانہ تھا مسجد بن گیا۔ کثرت تھی وحدت ہو گئی۔ امام جنید رضی اللہ عنہ اسی مقام کے متعلق فرماتے ہیں :

اَلْحَادِثُ اِذَا قُوْرِنَ بِالْقَدِیْمِ لَمْ یَبْقَ لَہٗ اَثَرٌ وَ ذَالِكَ اِشَارَۃٌ کُلُّ شَیْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ

جب حادث یعنی انسان کو قدیم کا قرب میسر ہوتا ہے تو اس کا کوئی اثر یعنی نشان باقی نہیں رہتا۔ اور آیہ پاک کُلُّ شَیْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ کا اسی حقیقت کی طرف اشارہ ہے یعنی ہر چیز فنا ہونے والی ہے بجز ذاتِ حق کے۔ یاد رہے کہ ھالک اسم فاعل کا صیغہ ہے جس کے معنی ہیں اب ہالک ہے نہ کہ آئندہ زمانے میں۔ یعنی اس عالم ناسوت میں بھی ہر چیز ذاتِ حق میں فنا ہے اور ذاتِ مطلقہ کے سوا کسی چیز کا وجود نہیں۔

مردانِ حق پر جب یہ تجلی ہوتی ہے تو کبھی "انا الحق" کا نعرہ لگاتے ہیں اور کبھی "سبحانی ما اعظم شانی" کہتے ہیں۔ اور یہ ایک راز ہے اللہ اور بندے کے درمیان۔ اور یہ جو پیشوائے عالم سرورِ کونین حبیب اللہ علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ :

مَنْ رَاٰنِیْ فَقَدْ رَاَی الْحَقَّ      جس نے مجھے دیکھا حق دیکھا۔

اسی حقیقت کی جانب اشارہ کرتا ہے۔ پس اگر تو دل رکھتا ہے تو اسے اسی طلب میں جلا دے، اگر جان رکھتا ہے تو اسی راہ میں قربان کر دے اگر سر رکھتا ہے تو اسی کوچہ میں دے دے، اور اپنی دنیا برباد کر کے اسے حاصل کر ورنہ گاؤ خر سے تیرا کیا کام :

بیت ؎    سرباز ہمچو مردان داری اگر سرے

ورنہ بکنج خانہ بنشیں چو بیوہ زن!

اگر سر ہے تو مردانِ حق کی طرح سر پر کھیل جا۔ ورنہ بیوہ عورت کی طرح گھر کے کونے میں بیٹھ جا۔

بیت ؎    گر مردِ راہ عشقی جاں را ہدف بساز

از تیر رو مگرداں و از تیغ دم مزن

اگر تو عشق کا مردِ میدان ہے تو جان قربان کر دے اور تیر و تیغ سے نہ ڈر۔
ہاں جب تک علم و عقل قائم رہے سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی اور مذہبِ اہلِ سنت و جماعت کے مطابق شریعت پر قائم رہو، کیونکہ وہ دولت (یعنی قربِ حق) اس دولت (پابندی شریعت) کا ثمرہ ہے۔

آیۃ : قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ۔

اے پیغمبر! کہہ دیجئے کہ اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو اللہ تعالےٰ تم سے محبت کرے گا۔

کی حقیقت قائم ہے کیونکہ انسان پر دو چیزیں ہمیشہ فرض عین ہیں ایک شریعت کے مطابق دین و ایمان کی فکر، دوسرا طلبِ حق سبحانہٗ تعالےٰ۔ ایمان کی فکر میں دونوں جہانوں کی فلاح ہے اور طلبِ حق مقامِ وحدت میں پہنچنے کا ذریعہ ہے۔ جس سے وجودِ غیر کالعدم ہو جاتا ہے اور:

اَنَا مَنْ ھُوَ وَمَنْ ھُوَ اَنَا — یں وہ ہوں اور وہ میں ہوں۔

کا وِرد دورہ ہوتا ہے۔ ایک عارف فرماتے ہیں:

## رُباعی

من تو شدی من تو شدم — تو جاں شدی من تن شدم
تا کس نگوید بعد ازیں! — تو دیگری من دیگرم

تُو میں ہوا اور میں تُو ہوا۔ تو جان ہے اور میں تن ہو گیا۔ اس کے بعد کوئی شخص یہ نہیں کہتا کہ تُو اور ہے اور میں اور۔

عزیز من! جس نے طلبِ حق نہ کی اور وصالِ حق کو محال سمجھا وہ معتزلہ ہوا۔ اگرچہ اُسے دین و ایمان کی فکر تھی لیکن بے چارہ محروم رہا:

مصرعہ ؎ محجوب را ز ہیچ چراغے نصیب نیست۔

محجوب کو یعنی جس کے آگے پردہ حائل ہے کوئی چراغ فائدہ نہیں پہنچا سکتا۔

فیا خسران اھل الاعتزال

پس اہلِ اعتزال یعنی معتزلہ کے لئے حسرت کا مقام ہے۔

اور جو شخص دین و ایمان کا فکر نہیں رکھتا:

أُولَٰئِكَ الَّذِينَ حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ

یہ وہ لوگ ہیں جن کے اعمال برباد ہوئے اس دنیا میں اور آخرت میں۔

پس جس طرح تم طلبِ حق میں لا الٰہ الا اللہ کہتے ہو دین محمدی کی طلب کے لئے محمد رسول اللہ کہو تاکہ جیسے إِلَّا اللہ غیر کو مٹا کر تجھے حق تعالیٰ تک پہنچاتا ہے اسی طرح محمد رسول اللہ تجھے فردوس اعلیٰ میں لے جائے گا اور دولتِ ابدی نصیب ہوگی۔

أَصْحَابُ الْجَنَّةِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ — یہ ہیں اصحاب جنت جو ہمیشہ اس میں رہیں گے

کا تاج تیرے سر پر رکھے گا:

بیت ؎ ہر کہ در راہ محمد رہ نیافت
تا ابد گردے از درگہ نیافت

جس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا راستہ نہ پایا ابد تک درگاہ معلّٰی کی خاک تک بھی نہ پہنچ سکے گا۔

عزیز من! اوّل تو انصاف کی نگاہ سے اپنے فعل کو دیکھ تاکہ تیرا فعل تجھ سے منسوب ہو۔ اس راستے میں ہزاروں حسن و قبح اور ہزاروں خیر و شر در پیش ہیں اور خیر کے بدلے خیر اور شر کے بدلے شر ہے اور یہ معاملہ ابد تک تمہارے ساتھ رہے گا۔ اور کسی وقت تم سے علیحدہ نہیں ہو سکتا۔ دونوں جہان تمہارے سامنے ہیں پس اعتقاد یہ رکھنا چاہیئے کہ بندہ کے فعل میں فاعلِ حقیقی خود حق تعالیٰ ہے:

لا کثرۃ ثمہ لا بالفعل ولا بالقوۃ فان اللہ تعالیٰ واحدٌ فی الذات والصفات (کثرت کا وجود مفقود ہے نہ بالفعل نہ بالقوت اس کی ذات پاک ہے اور ایک ہے ذات وصفات میں)۔

نہ فعل میں کثرت ہے نہ قوت میں کیونکہ اللہ تعالیٰ واحد ہے دونوں ذات و صفات میں۔

یہاں معتزلہ نے حق تعالیٰ کی صفات کا انکار کیا اور کثرتِ تعینات کی وجہ سے دوئی کا شکار ہوگیا،

بیت ؎ دوئی را نیست رہ در حضرتِ تو
ہمہ عالم توئی و قدرتِ تو

تیری گاہ میں دوئی کی گنجائش نہیں۔ سارا جہاں تو ہے اور تیری قدرت ہے یعنی تیری صفات کا ظہور ہے۔

فَهُوَ هُوَ لَا هُوَ اِلَّا هُوَ پس وہ وہی ہے اور اس کے سوا کوئی نہیں۔

معتزلہ نے صفات کو عین ذات سمجھا اور وحدتِ محض کا قائل ہو گیا۔ حسن اشعریؒ نے یہاں آکر تکوین (کائنات) کو حادث (فنا ہونے والا) کہا اور کائنات اور خالق کائنات کو اس اعتبار سے ایک کہا کہ فاعل خدا تعالےٰ ہے اور حدوث مرتبۂ فعل میں ہے نہ کہ مرتبۂ ذات میں اور مرتبۂ فعل سے کوئی چیز خارج نہیں کیونکہ خارج امتناع محض ہے۔ ایجاد کے اعتبار سے سب فعل ہے اور حدوث کے اعتبار سے سب مفعول ہے۔ پس اگر فعل ایجاد قدیم ہے تو مفعول کا قدم لازم آتا ہے لیکن مفعول چونکہ حادث ہے اس لئے لازماً کائنات حادث ہے۔ پس اس نے جب موجودات کو فعلِ حق کہا تو میدان حدوث سے بلند نہ جا سکا۔ اور تکوین کو حادث کہہ دیا:

وَعَلٰى هٰذَا اِفْدَا الروحی فَاِنَّهٗ وَقَعَ فی بحر شیون الربوبیۃ کُلَّ یوم هو فی شانٍ استغرق فی بحر لجی نوری یغشٰه نورٌ من فوقه نور من فوقه انوار نور فوق نور بعضه فوق بعض فان الجبروت بحر تموج فی بحریته ولا ساحل له وصار من اولیاءُ الله المستهلکین فی الطریق والشهداء فی السبیل۔

(اور اس پر میری روح فدا ہے۔ کیونکہ یہ واقع ہے بحرِ ربوبیت کے شیون میں جس کی ہر وقت نئی شان ہے اور انوار میں غرق ہے اس کے اوپر نور ہے اور اس نور کے اوپر انوار ہیں بعض کے اوپر بعض۔ پس عالم جبروت ایک بحرِ بے متلاطم۔ اس کا کوئی ساحل نہیں ہے جس کے اندر کئی اولیا اللہ ہلاک ہوتے اور کئی شہید ہوتے)۔

بیت ؎ آنکس کہ کشتہ گشت ازاں خال ہندواش

گرچہ شہید گشت مسلمان نمیرود!

جو شخص کہ تیرے سیہ خال کا قتیل ہوگیا اگرچہ شہید ہوا لیکن مسلمان نہ مرا یعنی تیری صفات پر عاشق تھا اور اسی کے لئے جان دے دی لیکن مسلمان وہ ہے طالب ذات ہو۔

اور اگر اس سنے (حسن اشعری) حسی اور عقلی اعتبار سے اور ظاہری دلیل و اجتہاد سے تکوین کو حادث کہا: فلیس بشیٔ ولا یلیق بحالہ

(یہ کوئی چیز نہیں اور نہ اس کے حال کے لائق ہے)

لیکن مرد محقق (عارف باللہ) جو واصل حق ہے کائنات کا وجود تسلیم نہیں کرتا اور وجودِ حق کے سوا کسی اور وجود کا قائل نہیں۔ اور نہ اسے حق سبحانہٗ تعالےٰ کے سوا کسی چیز کا وجود نظر آتا ہے۔ وہ سب حدود سے نکل گیا اور تکثر سے بلند چلا گیا۔ اس کے نزدیک خدا تعالےٰ اور اس کا فعل قدیم ہے:۔

وَذَالِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ۔ (اور یہ بڑا انعام ہے)۔

عزیز من! یہ غیب کے اسرار ہیں جو کون و مکاں میں نہیں سما سکتے۔ چھوٹی سی قلم میں کس طرح آسکتے ہیں۔ یہ چند اشارات ہیں جنھیں اہلِ غیب اور اہل دل کے سوا کوئی نہیں سمجھ سکتا:

بیت ؎ اہل دل را ذوقِ فہمے دیگر است

کاں ز فہم ہر دو عالم برتر است

اہلِ دل کا ذوقِ فہم اور ہے کیونکہ وہ دو جہانوں کے عقل و فہم سے برتر ہے۔

جس کسی کو یہ ذوق حاصل ہے خدا کرے اس ذوق میں برکت ہو اور ھَل مِن مَزِید کا نعرہ لگاتا ہے:

مصرعہ ؎ هَنِيئاً لِأَرْبَابِ النَّعِيمِ نَعِيمُهَا

مبارک ہیں ارباب نعمت خدا کرے ان کی نعمت زیادہ ہو۔

قصہ مختصر یہ ہے کہ بشر ایک مختصر سا جام جہاں نما ہے لہٰذا یہاں بھی اختصار سے کام لیا گیا ہے:

فَانْظُرْ اِلٰى آثَارِ رَحْمَةِ اللّٰهِ كَيْفَ يُحْيِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا۔

پس اللہ تعالیٰ کی رحمت کے کرشموں کو دیکھو مردہ زمین کو کس طرح زندہ کرتا ہے اس کی موت کے بعد (یعنی انسانِ خاکی کو جو بمنزلۂ مردہ خاک ہے کس طرح اپنی ذات و صفات میں فنا کے بعد زندۂ جاوید کرتا ہے)

اس آیۂ پاک میں کتنے وسیع معانی بھرے ہوئے ہیں۔ اب سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا کہہ رہا ہوں اور کہاں ہوں:

بیت ؎ رسیدم من بہ دریائے کہ موجش آدمی خوار است
نہ کشتی اندر آں دریا نہ ملّاحے عجب کار است

میں ایسے در پر پہنچ گیا ہوں جس کی موجیں آدم خور (آدمی کو کھا جانے والی) ہیں طرہ یہ کہ اس دریا میں نہ کوئی کشتی ہے نہ ملّاح۔

یہ نعمت اُن مردانِ خدا کے لئے ہے جنھوں نے بلند ہمتی سے صحرائے لامکاں میں خیمہ لگا لیا ہے اور کون و مکاں سے گذر گئے ہیں لیکن ہم سے تباہ حالوں کو نہ دین کا غم ہے نہ ایمان کا۔ اور حرصِ دنیا اور شکم پروری کے سوا کوئی کام نہیں۔

---

## مکتوب ۹۲

بجانب شیخ مبارک۔ ترکِ دنیا و اہلِ دنیا اور سجادہ نشینی کے بیان میں۔

حق حق حق!

اے برادر! فرصت کو غنیمت سمجھو:

اِغتنم فراغك فربما تتمناہ فلا تنالہ

(اپنی فراغت کو غنیمت جان پس بعض اوقات تو اس کی آرزو کرے گا لیکن نہیں پائے گا)

پر کان دھرو۔ ہلکے ہو کر چلو اور دل دنیا سے نہ لگاؤ اور:

انفروا خفافاً و ثقالاً (اللہ کے راستہ میں ہر حال میں نکلو ہلکے یا بوجھل)

کو پیش نظر رکھو ورنہ وقت گذر جانے اور فرصت ختم ہونے کے بعد سوائے پشیمانی کے کچھ ہاتھ نہ آئے گا۔ اٹھو! اٹھو! اٹھو اور اہل اللہ کے ساتھ جا ملو۔ اور دنیا اور اہلِ دنیا سے بھاگ نکلو۔

بیت: ~
زدنیا و اہل آں چو شیر بگریز
چو گریزی درو دیگر میامیز

دنیا اور اہل دنیا سے ایسے بھاگو جیسے شیر سے بھاگتے ہو۔ اور جب بھاگ جاؤ تو پھر اس کے پاس نہ جاؤ۔

سبحان اللہ! کون عقلمند ہے جو سجادۂ مشائخ جو دو جہانوں کی بادشاہی بلکہ تختِ سبحانی ہے کو چھوڑ کر مردار دنیا کا طلبگار بنے۔ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اَلدُّنیَاءُ جِیفَۃٌ وَطَالِبُھَا کِلَابٌ

دنیا ایک مردار ہے اور اس کا طالب کتے کی مانند ہے۔

نوٹ: احقر مترجم کہتا ہے کہ دنیاوی کاموں میں شاغل ہونا اور کسبِ معاش کرنا طلب دنیا نہیں ہے۔ مسلمان کا مطلوب اور حقیقی منزلِ مقصود اللہ ہے باقی سب کام ذریعہ ہیں منزلِ مقصود تک پہنچنے کا۔ ہاں جو شخص مطلوبِ حقیقی کو نظر انداز کر کے ہمہ تن طلبِ دنیا میں مصروف ہو جاتا ہے اس کی مثال واقعی ایک کتے کی سی ہے۔ اسی لئے عارف رومی رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ~

چیست دنیا از خدا غافل بُدن ۔۔۔ نے قماش نقرہ و فرزند و زن
آب در کشتی ہلاکِ کشتی است ۔۔۔ آب زیرِ کشتی پشتی است

یعنی وہ دنیائے مذموم جیسے حدیث شریف میں مُردار کہا گیا ہے خدا سے غافل ہونے کا نام ہے نہ سونا ہے نہ چاندی نہ اہل وعیال۔ دنیا کی مثال پانی کی سی ہے کہ اگر پانی کشتی کے اندر داخل ہو جائے تو کشتی غرق ہو جائے اور پانی کشتی کے نیچے ہو تو نجات ہے اسی طرح اگر دنیا کو ذریعہ بنا کر محبوب حقیقی تک رسائی حاصل کی جائے تو محمود ہے اور اگر دنیا دل کے اندر گھر کر جائے تو ہلاکت ہے۔

افسوس ہزار افسوس! کہ شیر اور شیر کا بچہ مُردار کا طالب بن جائے اور اپنی ساری ہمت اور طاقت کو اپنی ذلت اور خواری کے حصول میں خرچ کر دے:

بیت ؎ اے دریغا روبہے شد شیرِ تو

تشنہ مے میری و دریا زیرِ تو

افسوس کہ شیر نے لومڑی کا رویہ اختیار کر لیا ہے تو پیاسا مر رہا ہے اور دریا تمھارے پاؤں کے نیچے ہے۔

تشنہ از دریا جدائی مے کنی

بر سرِ گنجی گدائی مے کنی

تو دریا کے کنارے پیاسا جا رہا ہے خزانے پر بیٹھا ہوا ہے اور گدائی کرتا ہے۔

اے برادر!: اَلدُّنْيَا وَمَا فِيْهَا مَلْعُوْنَةٌ

دنیا و مافیہا سب ملعون ہے۔

کی ہیبت سے لوگوں کا خون پانی ہوا جاتا ہے اور دل بے چین ہے۔ اور اہل غفلت دنیائے دوں کی طلب میں بے تاب ہیں۔ حیف صد حیف! جن مجالس میں دنیائے دوں کا ذکر جائز نہیں وہاں اس کی فکر اور اس کے غم کی کیا گنجائش ہے:

بیت ؎ دنیا آنقدر ندارد کہ برو رشک برند

یا وجود عدمش را غم بیہودہ خوانند

دنیا کی کیا ہستی ہے کہ اس کا رشک کیا جائے جو چیز عدم محض ہے اس کا غم کیوں کھایا جائے۔

افسوس ہزار افسوس! کہ اس مردار دنیا کی خاطر آدمی ساری عمر برباد کر دے اور کتے کی طرح ذلیل و خوار پھرے:

بیت ؎ سگ دوں ہمت استخواں جوید

پنجۂ شیر مغز جاں جوید

ذلیل کتا ہڈی کے پیچھے مارا مارا پھرتا ہے۔ اس کے برعکس شیر مغز جان پر ہاتھ مارتا ہے۔

آہ ہزار آہ! کہ ساری ہمت دنیا اور طلب دنیا پر لگائی جائے حالانکہ دنیا کی حالت یہ ہے کہ:

بیت ؎ حب دنیا ذوق ایمانیت برد

زور از تن نور از جانت برد

دنیا کی محبت تیرا ایمان غارت کرتی ہے۔ اور تیرے جسم کی طاقت اور جاں کا نور تباہ کرتی ہے۔

اے برادر! اگر دوستانِ خدا کے پاس دنیا کی کوئی چیز بھی نہ ہو اور پھٹے پرانے کپڑوں میں ملبوس ہوں تب بھی حق کے ساتھ واصل اور دونوں جہانوں کے بادشاہ ہوتے ہیں:

بیت ؎ نفس قانع گر گدائی میکنید

در حقیقت پادشائی میکنید!

انسانِ قانع اگرچہ گداگری کرتا ہے لیکن در حقیقت وہ بادشاہ ہوتا ہے۔

حدیث پاک: اَلْفُقَرَاءُ اُمَّتِیْ مُلُوْکُ الْاٰخِرَۃِ

میری امت کے فقرا آخرت کے بادشاہ ہیں۔

ان کے سر کا تاج ہے جس کی بدولت وہ دونوں جہانوں کے بادشاہ ہیں: بیت ؎

ما سلیمانیم مارا گرچہ تخت و تاج نیست ملکِ درویشی بہ کرّ و فرّشہ محتاج نیست

ہم بادشاہ ہیں اگر ہمارے پاس تخت و تاج نہیں۔ کیونکہ ملکِ درویشی کے لئے شاہانہ کرّ وفر کی ضرورت نہیں۔

درویش کی سلطنت کون و مکان میں نہیں سما سکتی۔ درویش کی سلطنت کا علاقہ کونسا ہے؟ فضائے سبحان اور صحرائے لامکاں اور میدانِ وحدت ہے۔ شاید سلطان العارفین (حضرت بایزید بسطامی قدس سرہٗ) نے اسی وجہ سے فرمایا ہے:

مُلْکِیْ اَعْظَمُ مِنْ مُلْکِ اللّٰہِ تَعَالٰی

میرا ملک اللہ تعالٰی کے ملک سے بڑا ہے۔

کیونکہ اللہ تعالٰی کا ملک کون و مکاں ہے اور درویش کا ملک خود سبحان ہے۔ سبحان اللہ! درویش کا کمال بشر کی محدود عقل سے بالاتر ہے کیونکہ جب درویش کا دل نقشِ غیر حق سے پاک ہو جاتا ہے تو ذات و صفاتِ حق تعالٰی کی وسعت میں جولانی کرتا ہے:

لَا یَسَعُنِیْ اَرْضِیْ وَلَا سَمَائِیْ وَلٰکِنْ یَسَعُنِیْ قَلْبُ الْمُؤْمِنِیْن

میں اپنی زمین اور اپنے آسمان میں نہیں سما سکتا لیکن مومن کے قلب میں سما سکتا ہے۔

(حدیث قدسی)

اے برادر! ہمت بلند رکھو اور سجادۂ مشائخ پر قائم رہو۔ انشا اللہ تعالٰی کوئی فکر اور کوئی کمی نہ ہوگی۔ زیادہ لکھنے کی ضرورت نہیں کیونکہ آپ خود شیرزادہ اور عالم میں امید قوی ہے کہ آپ سجادۂ مشائخ کو مضبوط پکڑیں گے اور حق سے پیوست رہیں گے۔ عاقبت محمود باد بالنبی وآلہ الامجاد۔

---

## مکتوب ۹۳

بجانب میاں معروف۔ تفاوتِ حالِ طالبان اور فضل انبیار اور اولیار کے بیان میں۔

حق حق حق !

واضح باد کہ طلبِ حق تعالےٰ اور اس کی محبت مومن کے لئے فرض عین اور فرضِ دائم ہے۔ اور طالبین کے درمیان فرق ہے۔ ایک وہ ہے کہ جس نے اقرار باللسان، تصدیق بالقلب، اور فرائض واجبات اور سنن پر ظاہری شریعت کے احکام کے مطابق اکتفا کرلیا ہے اس کا باقی وقت دنیائے دوں کی طلب اور حق تعالےٰ سے غفلت میں گذرتا ہے۔ مقربانِ حق اس گروہ کو طالبِ دنیا کہتے ہیں اور سگِ دیوانہ سمجھتے ہیں کیونکہ :

اَلدُّنْیَا جِیْفَۃٌ وَّطَالِبُھَا کِلَابٌ　　دنیا مُردار ہے اور اس کا طالب کتّا ہے۔

رُباعی

حالِ دنیارا بہ پرسیدم از فرزانہٗ　　گفت یا بادیست یا خابیست یا افسانہٗ
باز گفتم حالِ آنکس گو کہ دل در وے بہ بست　　یا دیولیست یا غولیست یا دیوانہٗ

میں نے ایک دانا سے دنیا کا حال پوچھا تو اس نے کہا یا ہوا یا خواب ہے یا ایک افسانہ ہے۔ میں نے پھر پوچھا کہ اس شخص کے متعلق جس نے دنیا کے ساتھ دل لگایا آپ کیا ہیں۔ فرمایا یا وہ شیطان ہے یا بھوت ہے یا دیوانہ ہے۔

یہ کمالِ حسرت و نامرادی اور بعد از حق تعالےٰ ہے۔ خدا اس سے پناہ دے۔ دوسرا شخص وہ ہے کہ جس نے ایمان و اسلام اور عمل صالح کے بعد دل دنیا اور اہل دنیا سے پھیر لیا ہے آخرت کی جانب متوجہ ہوا ہے اور ہر وقت دین کے فکر میں رہتا ہے اس گروہ کے لوگوں کو ابرار کے نام سے موسوم کرتے ہیں :

اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِیْ نَعِیْمٍ

اور ابرار نعمت میں ہیں۔

ان کے حق میں آیا ہے۔ اگرچہ یہ لوگ دنیا سے گذر کر آخرت کے طلبگار ہوگئے ہیں مردانِ حق کے نزدیک یہ بھی دون ہمت کہلاتے ہیں کیونکہ اگرچہ بہشت میں داخل ہوں گے بہشت کی نعمتوں سے بہرہ ور ہوں گے اور حور و غلماں کے مالک ہوں گے لیکن خود سے ہرگز تجاوز نہ کریں گے اور مردانِ حق جن کا مقام

مشاہدۂ جمالِ دوست ہوتا ہے کہ مقام تک ان کی رسائی نہ ہوگی۔ حق تعالےٰ کی ان کو کوئی خبر نہ ہوگی۔ اور عالمِ قدس کی خوشبو سے ان کے ناک محروک رہیں گے۔ کسی نے خوب کہا ہے:

## رُباعی

قومے متحیر اند در راہِ یقین          قومے است دگر کہ بماند اندر غمِ دین

مے ترسم ازاں بانگ برآید روزے          کہ اے بے خبراں راہ نہ آنست نہ ایں

ایک گروہ ایسا ہے جو راہِ یقین میں مشغول ہے دوسرا گروہ ہر وقت غمِ دین میں متفکر ہے مجھے اُس آواز سے ڈر لگ رہا ہے کہ اے بے خبرو! حقیقی راستہ نہ وہ ہے نہ یہ۔

تیسرا گروہ ان لوگوں کا ہے جو سلطان الہمت ہیں اور طلبِ حق میں وہ اپنی جان پر کھیل گئے ہیں اور اپنی دنیا کو آگ لگا دی ہے انھوں نے دل حق تعالےٰ کے ساتھ لگا دیا ہے اور دل کو نہ دنیا سے لگاتے ہیں یا اپنے تن سے یا جان سے یا آخرت سے۔ کسی نے خوب کہا ہے:

بیت ؎          چنگ در حضرتِ حق زدہ

ہر چہ آں نیست پشتِ پا زدہ

انھوں نے حضرتِ حق کا دامن تھام لیا ہے اور غیرِ حق پر لات مار دی ہے۔

اس قسم کا طالب بہشت میں ہوتا ہے لیکن بہشت کے لئے نہیں ہوتا بلکہ محض حق تعالےٰ کے لئے ہوتا ہے۔ ان پر فوز و فلاح کے دروازے کھل جاتے ہیں اور دوزخ کی آگ ان کو نہیں چھو سکتی۔ بلکہ اگر وہ دوزخ پر سے گذریں تو دوزخ فریاد کرتی ہے کہ:

جز یا مومن فان نورک اطفاء لہبی

اے مومن جلدی گذر جا کیونکہ تیرے نور سے میرے شعلے بجھتے ہیں۔

حضرت خواجہ حسن بصری فرماتے ہیں کہ اگر فردوسِ اعلیٰ میں مجھے ایک لمحہ کے لئے دوست سے حجاب واقع ہو تو ایسی فریاد کروں گا کہ دوزخیوں کو بھی مجھ پر رحم آجائے گا۔ حضرت عین القضاۃ رحمہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہاں بھی کھانا پینا اور وہاں بھی (بہشت میں) کھانا پینا، میں بہشت میں جا کر

غیرِ حق کے ساتھ ہرگز ہرگز مشغول نہ ہوں گا۔ سبحان اللہ! یہ کیسے لوگ ہیں کہ جن کے حق میں فرمان ہوتا ہے:

اولیائی تحت قبائی لا یعرفہم غیری

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے اولیاء میری قبا کے نیچے ہیں جنھیں میرے سوا کوئی نہیں جانتا۔

شاید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہی حضرات کی خواہش کرتے ہوئے فرمایا کہ:

وَاحْشُرْنِی فِی زُمْرَةِ الْمَسَاكِيْن — اے اللہ! مجھے مساکین کے گروہ میں اٹھانا۔

یعنی مجھے اپنے دوستوں کے ساتھ رکھیو جن کا تیرے سوا کوئی نہیں اور جو کون و مکاں سے گذر کر فضائے لامکان میں جولانی کرتے ہیں اور وحدت کے میدان میں چوگانِ ذوق و شوق سے گوئے شہود لے جاتے ہیں۔ اس سے ظاہر ہے کہ انبیاء علیہم السلام بھی ان حضرات کے کمالات کی خبر پاکر ان کے طلبگار ہوئے۔

حضرت رسالت مآب علیہ السلام فرماتے ہیں:

مَا صَبَّ اللّٰهُ شَيْئًا فِي صَدْرِي اِلَّا وَقَدْ صَبَّ فِي صَدْرِ اَبِي بَكْرٍ

یعنی نہیں ڈالی اللہ نے میرے قلب میں کوئی چیز جو نہ ڈالی ہو ابوبکر رضؓ کے قلب میں

یعنی جو واردات قلبی مجھ پر ہوئے وہی حضرت ابوبکر صدیق رضؓ پر ہوئے۔

سے شاید یہی مُراد ہے۔

بَلِّغْ مَا اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ

جو کچھ تمہارے رب کی طرف سے تم پر نازل ہوا، لوگوں تک پہنچا دو اگر نہ پہنچایا تو حق رسالت ادا نہ کیا۔

یعنی اگر آپ نے ان لوگوں سے کوئی چیز دریغ رکھی تو رسالت صحیح نہ ہوئی اور یہ لغزش ہوگی۔ ہیہات ہیہات! یہ کیا کمال اور کیا جمال ہے۔

اَلْوَلَايَةُ اَفْضَلُ مِنَ النُّبُوَّةِ — ولایت افضل ہے نبوت سے۔

یہ ایک ایسا راز ہے جو علم و عقل سے بلند تر ہے۔

اولیائے کرام اپنے کمال و جمال کی وجہ سے انبیاءؑ کے کمال و جمال میں حیران ہوتے ہیں اور اپنے آپ کو اپنے اعتقاد کے مطابق انبیاءؑ کے طفل و طفیل سمجھتے ہیں لیکن کلی طور پر افضلیت انبیاءؑ علیہم السلام کے لئے ثابت ہے اور کوئی شخص ان کے سوا خدا تک نہیں پہنچ سکتا۔ اگرچہ ولی ہے اور مقرب حق تعالٰی ہے لیکن جب تک انبیاءؑ کے نور کا عکس کسی پر نہ پڑے ولی اور مقرب نہیں ہو سکتا اسی لئے آنحضرتؐ نے فرمایا ہے:

اَلْعُلَمَآءُ وَرَثَۃُ الْاَنْبِیَآءِ      علماء یعنی اولیاء انبیاء کے وارث ہیں۔

لہٰذا ولایت میراث ہے نبوت کا۔ لہٰذا تم غلطی نہ کرنا اور ولی کو نبی سے افضل کہہ کر گمراہ نہ ہونا۔

عزیز من! مردانِ خدا کے رموز کا تعلق ان کے حال سے ہوتا ہے۔ چنانچہ کسی نے کہا ہے:

بیت ؎      رازِ درونِ پردہ ز رندانِ مست پرس

کایں حال نیست صوفی عالی مقام را

رندوں یعنی قلندروں کے راز و رموز کا حال نہ پوچھ یہاں صوفی عالی مقام کی جگہ نہیں۔

جو کچھ دیوانہ کہتا ہے ہوشیار نہیں کہہ سکتا کیونکہ وہ اپنے آپے سے نکل کر مست اور گستاخ ہو گیا ہے لیکن معذور ہے:

لاجرم دیوانہ را گرچہ خطا است      ہرچہ مے گوید بگستاخی رواست

ہرچہ از دیوانہ آید در وجود      عفو فرمائید از دیوانہ زود!

اگرچہ دیوانہ غلطی پر ہوتا ہے لیکن جو کچھ گستاخی کے ساتھ کہتا ہے روا ہے۔ جو کچھ دیوانہ سے سرزد ہوتا ہے اس سے درگذر کرنا چاہیئے۔

پس تم اعتقاد درست رکھو اور کام میں لگے رہو:

بیت ؎      کار کن کار بگذر از گفتار

کاندریں راہ کار دارد کار

کام کرو کام کرو اور گفتار چھوڑ دو کیونکہ اس راستہ میں عمل کام آتا ہے۔

اور طالب کا کام یہ ہے کہ:

؎      بر بند ہوا ز دِل و زباں از گفتار

در محو خودی سعادت خود پندار

دل اور زبان کی ہوس کی وجہ سے گفتار میں مشغول نہ رہ بلکہ محویت میں اپنی سعادت سمجھ۔

طالبِ حق کو طلب میں محو رہنا چاہیئے۔ اور دونوں جہانوں کو آگ لگا دینی چاہیئے:

بیت ؎ محو باید بود در ہر دو سرائے
پائے از سر ناپدید و سر ز پائے

دونوں جہانوں میں محوِ طلب رہنا چاہیئے نہ پاؤں کا سر سے پتہ چلے نہ سر کا پاؤں سے۔
صفحۂ دل کو نقشِ غیرِ حق سے دھو دینا چاہیئے تاکہ جمال دوست آئینہ دل کے اندر ظاہر ہو اور مشاہدہ
حاصل ہو۔

بیت ؎ چوں نہ ماند در دل از اغیار نام
پردہ از محبوب برخیزد تمام

جب دل کے اندر اغیار کا نام و نشاں تک باقی نہیں رہتا تو محبوب کے رُخ انور سے
پوری طرح پردہ اٹھ جاتا ہے۔
اور طالب حق کا صحیح راستہ راہِ وحدت ہے فنائے نفس خود اور فنائے غیرِ حق کی بدولت۔ اس کے
بعد وہ خدا رسیدہ ہو جاتا ہے اور خدا کے سوا کچھ نہیں دیکھتا:

بیت ؎ تا توئے باشی عدو بینی ہمہ
چوں شوی فانی احد بینی ہمہ

جب تک تو ہے اعداء میں گھرا ہوا ہے جب تو فنا ہو جاتا ہے تو جمالِ احدیت کا مشاہدہ
کرتا ہے۔
سبحان اللہ! یہ کیا مردانِ حق ہیں جو کسی دوسرے فن میں کمال کی خاطر اپنے مقصود کو ترک نہیں
کرتے اور جمالِ حق کے سوا کونین میں کوئی مطلوب نہیں رکھتے:

بیت ؎ نے در غمِ دوزخ و بہشتند
ایں طائفہ را چنیں سرشتند

نہ دوزخ کا غم ہے نہ بہشت کی۔ خدا جانے ان لوگوں کی سرشت کس پر ہوتی ہے۔
حق تعالےٰ کی محبت اور طلب میں یہ لوگ کفر سے نکل کر دین پر بھی نہیں ٹھہرے بلکہ خود حق تعالےٰ

تک پہنچنے کے لئے کمربستہ ہوگئے ہیں :

بیت ؎ کفر کافر را و دین دیندار را

ذرۂ دردت دلِ عطار را

خدا کرے کفر کافر کے اور دین دیندار کے نصیب ہو۔ عطار (فریدالدین عطار) کے لئے تو فقط تیرے درد کا ایک ذرّہ درکار ہے۔

اس وجہ سے گُرو کے بغیر کون و مکاں لاحاصل ہیں۔ اور دردِ حق ہی مقصودِ کلی ہے، خدا یہ دولت جس کے نصیب کرے :

بیت ؎ ذرۂ دردِ خدا در دل ترا

بہتر از ہر دو جہاں حاصل ترا

عشقِ مولا کے درد کا ایک ذرہ تیرے لئے دونوں جہانوں سے بہتر ہے۔

خواہ کفر ہو خواہ دین، دونوں حجاب اور بندش ہیں :

يَالَيْتَ اُمِّیْ لَمْ تَلِدْنِیْ کاش میری ماں مجھے نہ جنتی۔

یہ طالبانِ حق کی فریاد ہے۔ جب تک حجابِ ہستی قائم ہے عاشقوں کی یہ فریاد دائم ہے :

رَبِّ لَا تَذَرْنِیْ فَرْدًا وَّ اَنْتَ خَیْرُ الْوَارِثِیْنَ وَاِنِّیْ مَسَّنِیَ الضُّرُّ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحَانَكَ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ ط وَمَا اُبَرِّیُٔ نَفْسِیْ اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَةٌ بِالسُّوْٓءِ۔

(اے رب! مجھے اکیلا نہ چھوڑ اور تو بہترین وارث ہے۔ مجھے تکلیف پہنچی ہے اور تو بڑا رحم کرنے والا ہے۔ تیرے سوا کوئی معبود نہیں تو پاک ہے اور میں گنہگار ہوں۔ میں اپنے نفس کی برأت نہیں کرتا کیونکہ نفس برے کاموں کی طرف رغبت دلاتا ہے)۔

شاید محمد مصطفٰے علیہ السلام اسی وجہ سے یہ نعرہ بلند کرتے تھے :

یَا لَیْتَ رَبَّ مُحَمَّدٍ لَمْ یَخْلُقْ مُحَمَّدًا

کاش کہ محمدؐ کا رب محمدؐ کو پیدا نہ کرتا۔

محمدؐ حجاب محمدؐ ہے ورنہ خدا تعالٰی کے سوا کیا چیز ہے اور اس کے سوا کون ہے:

رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَط هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ

وَالْبَاطِنُ وَهُوَ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ

وہ مشرق اور مغرب کا رب ہے۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہی اول ہے وہی آخر ہے

وہی ظاہر ہے وہی باطن ہے اور وہ ہر چیز کا علم رکھنے والا ہے۔

یہ کیا شور اور کیا غوغا ہے۔ کسی نے خوب کہا ہے:

## رباعی

آں لقمہ کہ در دہان نگنجد بطلب    آں سرکہ درو نشاں نگنجد بطلب

سر لیست میانِ دل درویش و خداوند    جبریل امین دراں نگنجد بطلب

وہ لقمہ طلب کرو جو ذہن میں نہ سمائے۔ اور وہ سر طلب کرو کہ جس میں نام و نشان کی گنجائش نہ ہو درویش کے دل اور خدا تعالٰی کے درمیان ایک راز ہے کہ جس کی جبریل امین کو بھی خبر نہیں۔

اور یہ کام درد کا کام ہے اور بار بار درد ہے:

بیت ؎    درد خواہ و درد خواہ و درد خواہ

گر تو ہستی اہلِ درد و مردِ راہ

اگر تو اہل درد اور مرد حق ہے تو درد طلب کر، درد طلب کر، درد طلب کر۔

یہ بے چارہ جب تک زندہ ہے دردمند رہے گا اور اس درد کے ساتھ حشر میں اُٹھے انشاءاللہ تعالٰی۔

بیت ؎    در گور برم از سر گیسوئے تو تارے

تا سایہ کند بر سر من روز قیامت

تیری زلفوں کا ایک بال قبر میں لے جاؤں گا تا کہ قیامت کے دن مجھ پر سایہ افگن ہو۔

عاقبت بخیر باد۔

## مکتوب ۹۴

بجانب شیخ احمد تھانیسری۔ میاں عبدالرحمٰن
کی تیمار داری کے متعلق۔

حق حق حق!

اس مہجورِ دور افتادہ کو دور نہ سمجھیں کیونکہ زمان و مکاں کی کوئی حیثیت نہیں۔ اور:

لَا شَرْقِيَّةٍ وَّلَا غَرْبِيَّةٍ (نورِ حق) نہ شرقی ہے نہ غربی۔

کا دور دورہ ہے۔ اور محبت میں بے شمار لوالعجبیاں اور ہزار ہزار اسرار و رموز ہیں۔ جسے یہ دولت نصیب ہو: بیت ؎

یک نظر از دوست ہزار سعادت است
منتظر تا کے آں وقت نظر آید

دوست کی ایک نگاہ میں ہزار سعادت ہے میں اس انتظار میں ہوں کہ کب وہ وقت میسر آتا ہے۔

مختصر یہ کہ یہ مختصر بشر ایک مختصر جامِ جہاں نما ہے لہٰذا اس کا کام بھی مختصر رکھا گیا ہے یعنی فرمان ہوتا ہے:

فَاطْلُبْنِی تَجِدْنِیْ جو مجھے طلب کرے گا پائے گا۔

یہی بشر کا راز ہے ورنہ کہاں تراب (مٹی کا پتلا) اور کہاں ربّ الارباب:

فَانْظُرْ اِلٰی اٰثَارِ رَحْمَتِ اللّٰهِ كَيْفَ يُحْيِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا

اللہ تعالیٰ کی قدرت پر نظر کرو کہ کس طرح مردہ زمین کو زندہ کرتا ہے۔ یہاں مردہ زمین کا اشارہ بشرِ خاکی کی طرف بھی ہے کہ کس طرح ایک نظرِ رحمت سے اُسے ذات و صفاتِ حق میں فنا کر کے زندۂ جاوید کیا جاتا ہے۔

حق تعالیٰ کی ایک نظر کا یہ کرشمہ ہے کہ ہزاروں نعمتیں اور اسرار و رموز بشر کو حاصل ہوئے۔

برادرم قاضی عبدالرحمٰن علیل اور کمزور ہیں اس پر نظر شفقت فرمادیں تاکہ طلب علم میں کمربستہ ہو جائیں :

لِقَاءُ الْخَلِيلِ شِفَاءُ الْعَلِيلِ — دوست کی ملاقات بیمار کے لئے شفا ہے۔

نیز فرمایا کہ :

اَنَا عِنْدَ مُنْكَسِرَةِ الْقُلُوْبِ — میں غمگین دلوں میں ہوتا ہوں ۔

اسی راز کی طرف اشارہ کرتا ہے ۔ دعا ہے کہ سِرِ دراسرار مستور اور ضمیر در انوار مکشوف ہو بطفیل نبی علیہ السلام و آلہ الکرام ۔

---

## مکتوب ۹۵

بجانب قاضی عبدالرحمٰن صوفی ۔ در بیانِ آیۂ وَمَنْ يَخْرُجْ مِنْ بَيْتِهِ مُهَاجِرًا إِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ ثُمَّ يُدْرِكْهُ الْمَوْتُ ...... و در مسئلۂ تعبیر خواب ۔

حق حق حق !

آں برادر کا خط موصول ہوا جس سے بہت فرحت ہوئی ۔ آپ نے لکھا ہے کہ رات کو زلزلہ معہود آیا اور زلزلے کے دوران وہ دعا برائے ایمان یاد آئی جو قبل ازیں سمجھ میں نہ آئی تھی ۔ اے برادر! جاننا چاہیئے کہ جس قدر حال غلبہ کرتا ہے اور سالک مغلوب ہوتا ہے اسی قدر مراتب میں ترقی واقع ہو کر تمکین حاصل ہوتی ہے اور اس ترقی کی وجہ سے دین کا غم اور آخرت کا فکر بڑھتا ہے کیونکہ جس قدر مرتبہ بلند ہوتا غمِ دین زیادہ ہوتا :

كُلَّمَا اَرَادُوْا اَنْ يَّخْرُجُوْا مِنْهَا مِنْ غَمٍّ اُعِيْدُوْا فِيْهَا

(جب وہ بوجہ غم خروج کا ارادہ کریں گے دوبارہ لوٹا دیے جائیں گے)

چنانچہ جن لوگوں کو عاقبت کا فکر بہت ہوتا ہے ان کے مراتب بھی بلند ہوتے ہیں مخبرِ صادق و مرشدِ ازل صلی اللہ علیہ وسلم

اَعْرَفُكُمْ بِاللّٰهِ وَاَخْشٰكُمْ لِلّٰهِ

میں تم میں سے سب سے زیادہ عارف اور سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا ہوں۔

میں اسی حدیث کی طرف اشارہ فرماتے ہیں۔ پس اس عاقبت کے فکر سے مردانِ حق کی کمریں ٹوٹ چکی ہیں کیونکہ جس قدر قرب کی جانب ترقی کرتے ہیں عاقبت کے خوف سے اسی قدر زیادہ کانپتے ہیں: اَللّٰهُمَّ ثَبِّتْ قَدَمِیْ عَلٰی دِیْنِكَ

اے اللہ! اپنے دین میں مجھے ثابت قدم رکھ۔

میں عاشقوں کا سہارا ہے۔

## آیہ پاک مَنْ یَخْرُجْ مِنْ بَیْتِهٖ مُهَاجِرًا... کی تفسیر

مَنْ یَّخْرُجْ مِنْ بَیْتِهٖ مُهَاجِرًا اِلَی اللّٰهِ ثُمَّ یُدْرِكْهُ الْمَوْتُ فَقَدْ وَقَعَ اَجْرُهٗ عَلَی اللّٰهِ

جو کوئی نکلا اپنے گھر سے ہجرت کر کے اللہ کی جانب اور پھر آ لیا اس کو موت نے پس اس کا اجر اللہ پر واجب ہو گیا۔

جاننا چاہیئے کہ جو شخص اپنے خانۂ بشریت سے ہجرت کر کے شہر احدیت کی جانب سفر کرتا ہے اور حضرت صمدیت کا مشتاق ہوتا ہے اور ابھی وہ راستے میں ہوتا ہے اور بارگاہِ معلّٰی تک پہنچنے میں ہزاروں منازل باقی ہیں کہ مقام فنا و عدم ہوش آجاتا ہے اور محظوظاتِ بشریہ و طبعیہ سے باہر نکل جاتا ہے اور دوست کی طرف حیران و پریشان اور جمالِ حبیب کی پیاس دل میں لئے جا رہا ہے تو اگر کعبۂ مقصود تک پہنچ گیا اور مشاہدۂ حق و رسولِ حق میسر ہو گیا تو:

فَقَدْ وَصَلَ الحبیبُ اِلَی الحبیبِ        پس دوست، دوست سے جا ملا۔

اور:

اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰہِ لَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ

تحقیق اولیاء اللہ کے لئے نہ کوئی ڈر ہے نہ وہ غمگین ہوں گے۔

کی سلطنتِ ابدی اور تختِ سرمدی پر متمکن ہوتا ہے اور دونوں جہانوں کا بادشاہ بن جاتا ہے لیکن اگر اس ہجرت میں کعبۂ مقصود تک پہنچنے سے پہلے اس جہاں سے کوچ کر گیا تو:

فَقَدْ وَقَعَ اَجْرُہٗ عَلَی اللّٰہِ یعنی تحققِ ظھُوْرِ اللّٰہ عَلَیْہِ عَلٰی مَا ھُوَ مُرَادِہٖ اضعافاً مُضَاعِفَۃً۔

(اس کا اجر اللہ پر واجب ہو جاتا ہے یعنی ظہورِ حق اس پر متحقق ہو جاتا ہے اور اس کو زیادہ سے زیادہ مراد ملتی ہے)

کیونکہ اس نے اپنی جان راہِ حق میں قربان کر دی جس کا اسے وہاں ثمر ملا:

وَمَثَلُ الَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَھُم فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ کَمَثَلِ حَبَّۃٍ اَنْبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِیْ کُلِّ سُنْبُلَۃٍ مِّائَۃُ حَبَّۃٍ وَیُضَاعِفُ لِمَنْ یَّشَآءُ وَاللّٰہُ وَاسِعٌ عَلِیْمٌ۔

(ان لوگوں کی مثال جنھوں نے خرچ کئے اپنے مال فی سبیل اللہ اس تخم کی ہے جس سے اُگتے ہی سات خوشے اور ہر خوشے میں سو دانے ہوتے ہیں۔ اللہ بڑھاتا ہے رزق (ظاہری و باطنی) جس کا چاہے اس کا علم بے حد وسیع ہے)۔

**تعبیرِ خواب** نیز آپ نے لکھا ہے کہ خواب میں ایک کم سن لڑکی نے بچہ جن کر میرے حوالے کیا ہے۔ واضح باد کہ خواب عالمِ غیب کی چیز ہے اور تعبیر کے لئے بھی اہلِ غیب درکار ہے تاکہ صحیح نکلے۔ اور اہلِ غیب پیغمبر تھے۔ اس معاملے میں حضرت ابوبکر صدیق رضؓ سے غلطی سرزد ہو گئی کہ حضرت عمر رضؓ

کا خواب مصطفےٰ علیہ السلام کے سامنے بیان کیا اور مصطفےٰ علیہ السلام نے فرمایا :

اَصَبْتُ بَعْضًا وَ اَخْطَأْتُ بَعْضًا

(تم نے کچھ صحیح دیکھا کچھ خطا کی)

اب اس تباہ حال کی کیا ہستی ہے کہ اپنے اوپر یہ بوجھ ڈالے۔ پس اس کی طرف کوئی توجہ نہ کرو اس قسم کے ہزاروں انکشافات ہوتے رہتے ہیں طالب کو چاہیئے کہ دوست کا دامن مضبوط پکڑ رکھے :

بیت ؎ چنگ در حضرتِ خدا زدہٖ

ہر چہ آں نیست پشتِ پا زدہٖ

تو نے حضرت حق کا دامن تھام لیا ہے اور جو اس کا غیر ہے اس پر لات ماری ہے۔

چوں طالب در کار بود خداوند یار بُوَد

جب طالب اپنے کام میں لگا رہتا ہے تو خداوند تعالےٰ اس کا یار و مددگار ہوتا ہے۔

---

## مکتوب ۹۶

بجانب قاضی عبد السمیع دانشمند تھانیسری۔ در بابِ اطلاق ممتنع بر محالات و عدمِ جوازِ کلیۂ واجب الوجود۔ و در بیانِ تمثیلِ توحید در ظہور ملک در صورتِ بشر۔

حق حق حق!

### اقسامِ وجود

واضح باد کہ وجود کی تین اقسام ہیں۔

اوّل : واجب الوجود جو ذاتِ حق تعالےٰ ہے۔

دوم : ممتنع الوجود یعنی شریکِ باری تعالےٰ کہ جس کا وجود کسی طرح ممکن نہیں اور وہ عدم محض ہے۔

سوم : ممکن الوجود یعنی جملہ کائنات ۔لیکن وہ چیزیں جو عقل و حس کے خلاف ہیں وہ بھی ممتنع لنفسہٖ کے زمرہ میں داخل ہیں ۔ کیونکہ اجتماع ِضدیّن جو خلاف حکمت وعقل ہے محال ہے مثلاً انبیا علیہم السلام کا دوزخ میں اور کافروں کا بہشت میں جانا۔ اسی طرح ابوجہل اور فرعون کے لئے ایمان ثابت کرنا بھی امتناع وجود ہے ۔

عزیز من ! ایک بات جو مردانِ حق کے لئے عروۃ الوثقیٰ (مضبوط رسّی) کا کام دیتی ہے یہ ہے کہ جب دین کے معاملہ میں کوئی مشکل پیش آئے تو اس کی خاطر دین کی توڑ موڑ درست نہیں بلکہ یہ کرنا چاہیئے کہ اس کی تاویل و توجیہ کے لئے واقف دین و علمائے راسخ الیقین کی طرف رجوع کرنا چاہیئے ۔

## جواز کلیۂ واجب الوجود

کلیۂ واجب الوجود کے لئے کوئی جواز نہیں نہ عقلاً نہ شرعاً ۔ اس قسم کا اعتقاد رکھنے والے کی توبہ خدا قبول کرے :

وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰى مَا تَصِفُوْنَ

(اللہ مددگار ہے اس سے زاید جو تم بیان کرتے ہو ) ۔

عزیز من ! مردانِ محققین کا کلام اہل ظاہر کی سمجھ سے بالاتر ہے کیا کیا جائے ۔

بیت ؎ اہل دل را ذوق وفہمے دیگر است

کاں زفہم ہر دو عالم برتر است

اہلِ دل کا ذوق و فہم اور ہے اور یہ دونوں جہانوں کے فہم سے بلند تر ہے ۔

ان کے اعتقاد کے مطابق ایمان رکھنا باعث ہزارہا سعادت ہے :

حدیث هم القوم لا یشقیٰ جلیسهم

یہ وہ قوم ہے جن کے پاس بیٹھنے والا بھی شقی نہیں ہو سکتا۔

امام جنیدؒ فرماتے ہیں :

اِیۡمَاننا ھٰذا فی طریقنا و لایه (یہ ہمارا ایمان ہے ہمارے طریقِ ولایت میں)

عزیز من! عارفین کا قول ہے کہ مرتبۂ ذات میں غیر حق تعالےٰ کا کوئی وجود نہیں۔ وہاں عدم محض اور امتناعِ محض ہے (یعنی فی الوجود اس کا قطعاً کوئی شریک نہیں)۔

لَیۡسَ اِلَّا ھُوۡ، ھُوَالۡوَاحِدُ الۡقَھَّارُ

اس کے سوا کوئی نہیں اور وہی ہے اکیلا قہار یعنی زبردست قوای کا مالک جس کے سامنے سب موجودات اضافی اس طرح فانی ہیں جس طرح سورج کے سامنے ستارے۔

لیکن مرتبۂ افعال الٰہی میں ایجاد کا درجہ ثابت ہے:

ھُوَاللّٰہُ الۡخَالِقُ الۡبَارِیُٔ الۡمُصَوِّرُ

وہ ہے اللہ جو خالق ہے موجد ہے اور مختلف صورتیں پیدا کرنے والا ہے۔

اگرچہ حقیقت میں اس کا غیر موجود نہیں لیکن ہست نظر آتا ہے جس سے یہ جہاں، وہ جہان، امر و نہی ثواب و عتاب سے واسطہ پڑتا ہے:

بیت ؎ دوئی را نیست رہ در حضرت تُو
ہمہ عالم توئی و قدرت تُو

تیری بارگاہ میں دوئی کا کوئی وجود نہیں سارا جہان تو ہے اور تیری صفات کا ظہور۔

اہلِ ظاہر کی عقل سے یہ بات بالاتر ہے۔ صفائے سرّ باید تا سر بکشاید (یہ راز سمجھنے کے لئے تصفیۂ قلب کی ضرورت ہے):

بیت ؎ حرف کو کاغذ سیاہ کند
کے دلِ تیرہ را چو ماہ کند

ایک حرف جو دیکھنے میں تو کاغذ کو سیاہ کرتا ہے اپنی سیاہی سے لیکن دراصل اس کی حقیقت پر غور کیا جائے تو تاریک قلب روشن ہو جاتے ہیں۔

## تمثیل توحید در ظہور ملک در صورتِ بشر

عزیز من آیۂ پاک :

فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا (اس کے سامنے خوبصورت انسان کی شکل میں ظاہر ہوا)۔

میں انصاف کی نظر ڈال اگر تو دیکھ سکتا ہے اور گوشِ ہوش سے سُن اگر سننے کی طاقت ہے :

بیت ؎

جہاں پُر از آفتاب و چشمہا کور
جہاں پُر از حدیث و گوشہا کر

سارا جہاں آفتاب سے پُر ہے لیکن آنکھیں نابینا ہیں جہاں آواز سے بھرا ہوا ہے لیکن کان بہرے ہیں۔

---
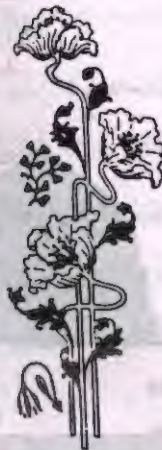
## مکتوب ۹۷

بجانب شیخ جلال الدین تھانیسریؒ: آیہ پاک:

خَالِدِیْنَ فِیْهَا مَادَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ

کی تفسیر کے بیان میں۔

حق حق حق!

اَلْمَقْصُوْدُ هُوَ الْمَقْصُوْدُ وَلَا مَقْصُوْدُ سِوَاهُ

مقصد یہ ہے کہ وہی مقصود ہے اور اس کے سوا کوئی مقصود نہیں۔

واضح یاد کہ لفظ کُنْ کی اصل عالم عشق ومحبت ہے چنانچہ حدیث قدسی میں فَاَحْبَبْتُ آیا ہے (پوری حدیث یہ ہے:

کُنْتُ کَنْزًا مَخْفِیًا فَاَحْبَبْتُ اَنْ اُعْرَفَ فَخَلَقْتُ الْخَلْقَ

اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں کہ میں ایک مخفی خزانہ تھا مجھے چاہت ہوئی کہ میں پہچانا جاؤں یعنی کوئی مجھے دیکھے اس لئے خلقت کو پیدا کیا۔

کَنْزًا مَخْفِیًا (چھپا ہوا خزانہ) سے مراد ذات وصفاتِ حق سبحانہٗ تعالےٰ ہے جس سے ہزارہا وجود میدانِ ظہور میں آئے اور غیر حق کہلائے:

بیت ؎
یک عین متفق کہ جز او ذرہ نہ بود
چو گشت ظاہر ایں بہ ہمہ اغیار آمدہ ست

اصل ایک ہے جس پر سب متفق ہیں اور ذرہ بھر غیریت نہیں لیکن جب اس کا ظہور ہوا تو یہ سب اغیار نظر آنے لگے۔

اس کے بعد سب اپنی اصل کی طرف لوٹ کر ایک بن جاتے ہیں:

اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

ہم اللہ سے ہیں اور اسی کی جانب لوٹنے والے ہیں۔ یاد رہے کہ رَاجِعُوْنَ فاعل کا صیغہ ہے جو حال اور مستقبل دونوں میں صحیح ہے یعنی تمام اشیاء کا وجود اب بھی اللہ کی طرف لوٹ رہا ہے اور حقیقتِ واحدہ کا اقرار کر رہا ہے۔

کسی نے خوب کہا ہے:

بیت ؎ تا تو مے باشی عدد بینی

چوں فانی شوی احد بینی!

جب تک تو ہے یعنی تیرا وجود باقی ہے تو اعداد میں گھرا ہوا ہے جب تو فنا ہو گا یعنی مقام فنا فی اللہ حاصل ہو گا اَحد رہ جائے گا۔

یہی وجہ ہے کہ اہلِ بصیرت اپنا ماتم کر رہے ہیں اور نالاں ہیں اور حیران و پریشان ہو کر کہتے ہیں:

وَمَالِیَ لَآ اَعْبُدُ الَّذِیْ فَطَرَنِیْ وَاِلَیْہِ تُرْجَعُوْنَ

مجھے کیا ہوا ہے کہ میں اس ذات کی عبودیت اختیار نہ کروں جس نے مجھے پیدا کیا اور پھر اسی کی طرف لوٹ جانا ہے یعنی جس نے وجود ظاہر بنایا اور پھر وجود کو مٹا کر اس کے ساتھ یکجا ہونا ہے تو ہمیں کیا پڑی ہے کہ عبودیت یعنی فنائے نفس کے ذریعہ خود بخود اس سے پہلے ایک ہو جائیں۔

ظہور و کمون (ظاہر ہونا اور پوشیدہ ہونا) اعتباری امور ہیں جن سے حجاب حائل ہے تو انھیں حاضر اور غیب کہتا ہے اور عبد اور معبود سمجھتا ہے۔ تو ظاہر و باطن اور یہ اور وہ کا شکار ہو گیا ہے۔ افسوس ہزار افسوس! یہ کیا شعور ہے کہ جس سے یہ جہاں اسی شور سے بھر گیا ہے۔ ایک جہان کو فانی کہا جاتا ہے اور دوسرے کو باقی اور اس جہاں باقی کے اندر دوزخ اور بہشت پیش کیا جاتا ہے اور:

فَرِیْقٌ فِی الْجَنَّۃِ وَفَرِیْقٌ فِی السَّعِیْرِ

ایک فریق جنت میں جائے گا اور ایک دوزخ میں۔

کی آواز بلند کی جاتی ہے اور حکم ہوتا ہے کہ :

خَالِدِیْنَ فِیْهَا مَا دَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ

لوگ اس میں رہیں گے جب تک کہ آسمان وزمین قائم ہیں.

یہی اس دوزخ اور بہشت کے اندر وہ لوگ ہمیشہ رہیں گے جب تک کہ دوزخ کی تہہ اور اس کی چھت اور جنت اور اس کی تہہ اور چھت قائم ہے یہاں آسمان سے چھت ہے اور زمین سے مُراد تہہ یا وہ جگہ جہاں دوزخ اور بہشت قائم ہیں. لامحالہ دوزخ اور بہشت کے لئے ایک قرارگاہ کی ضرورت ہے جسے زمین کے نام سے تعبیر کیا گیا ہے اور اس کی ایک پوشش یا چھت ضروری ہے جسے آسمان کے نام سے موسوم کیا گیا ہے. اور یہ عرب کے لوگوں کی عادت ہے کہ ہر چیز کے اوپر والی چیز کو آسمان اور اس کی قرارگاہ کو ارض کہتے ہیں. اور اس قرارِگاہ اور چھت کو فنا نہ ہوگی اور ہمیشہ باقی رہیں گے۔

## تاویل دیگر

اس کی دوسری تاویل یہ ہے کہ :

خَالِدِیْنَ فِیْهَا مَا دَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ زَعْمِکُمْ

یعنی دوزخ اور جنت میں ہمیشہ رہیں گے جب تک کہ آسمان وزمین قائم ہیں تمھارے زعم (خیال) کے مطابق۔

عربوں کی عادت ہے کہ ما دامت السموات والارض کا جملہ استعمال کرتے ہیں تو اس سے مراد ہمیشہ کی لیتے ہیں مثلاً وہ کہتے ہیں :

لا افعل ما دامت السمٰوات والارض یعنی یہ کام میں کبھی نہیں کروں گا۔

بس اس سے مُراد ابد ہے نہ یہ کہ آسمان اور زمین ہمیشہ قائم رہیں گے. نہیں بلکہ آسمان وزمین فنا ہونے والے ہیں اور کالعدم ہو جائیں گے۔

ایک اور تاویل یہ ہے کہ مَا دَامَتِ السَّمٰوٰتِ ابتدائے ایک نیا جملہ ہے جس میں لفظ مَا نفی کے معنوں میں آیا ہے یعنی آسمان اور زمین باقی نہیں رہیں گے۔ اِلَّا مَا شَآءَ رَبُّكَ (جب تک تیرا رب چاہے گا) یعنی جب تک اللہ کو دنیا قائم رکھنا منظور ہو گا۔ چنانچہ ایک اور جگہ فرمایا ہے کہ:

يَوْمَ تُبَدَّلُ الْاَرْضُ غَيْرَ الْاَرْضِ وَالسَّمٰوٰتُ

یعنی قیامت کے دن زمین کے بدلے دوسری زمین لائی جائے گی اور آسمان کے بدلے دوسرا آسمان۔

یعنی جس دن زمین کو تبدیل کیا جائے گا تو ایک زلزلہ آئے گا جس سے پہاڑ گر جائیں گے اور بلندی پستی سے مل کر زمین ہاتھ کی ہتھیلی کی طرح بن جائے گی اور مومن کے ایمان اور کافر کے کفر کے متعلق گواہی دے گی۔ اس کے بعد خلقت کو پُل صراط سے گذارا جائے گا اور اہلِ جنت جنت میں اور اہلِ دوزخ دوزخ میں پہنچ جائیں گے۔ اسی طرح آسمان کا حشر ہو گا۔ جیسا کہ فرمایا گیا کہ:

وَفُتِحَتِ السَّمَآءُ فَكَانَتْ اَبْوَابًا وَّسُيِّرَتِ الْجِبَالُ فَكَانَتْ سَرَابًا

(آسمان کھل گیا اور دروازے ظاہر ہوتے اور پہاڑ ریت بن کر اڑنے لگے)

کائنات کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے اسے عدم کر دیا جائے گا اور مومنوں کو جنت میں اور کافروں کو دوزخ میں ڈال دیا جائے گا جہاں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ لہٰذا مَا دَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ کا مطلب یہ نہیں کہ آسمان اور زمین ہمیشہ رہیں گے۔ یہ خیالِ فاسد ہے اور اعتقادِ باطل ہے۔

آہ ہزار آہ! کہ اہلِ دنیا کہاں جا پڑے ہیں اور کس غلط فہمی میں مبتلا ہو کر فانی کے طالب ہو گئے اور باقی کو ترک کر کے حق تعالیٰ سے محجوب ہو گئے ہیں۔ اور محبوبِ حقیقی سے دور جا پڑے ہیں۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ حق تعالیٰ دُور ہیں بلکہ:

لا تعمی الابصار ولکن تعمی القلوب التی فی الصدور

آنکھیں نابینا نہیں ہیں بلکہ دل نابینا ہیں۔

جس کا دل نابینا ہے وہ حق کو نہیں دیکھ سکتا جس شخص کی آنکھ بینا اور دل نابینا ہو اہلِ بصیرت اس کو نابینا اور محجوب کہتے ہیں اور قیامت کے دن وہ نابینا ہو کر اٹھے گا خواہ اس کی آنکھیں بینا کیوں نہ ہو۔ چنانچہ دنیا میں وہ آنکھوں والا بھی حق نہ دیکھے تو اسے نابینا کہتے ہیں:

وَمَنْ كَانَ فِي هٰذِهٖ أَعْمٰى فَهُوَ فِي الْآخِرَةِ أَعْمٰى

جو اس دنیا میں اندھا ہے آخرت میں بھی اندھا ہوگا۔

سے یہی مُراد ہے۔ اس روز کافر کہے گا کہ یا خدایا میں دنیا میں بینا تھا اب نابینا اٹھایا گیا ہوں میری آنکھ دیدار کے قابل نہیں یہ کیا ہو گیا۔ پس وہ خاک حسرت اپنے سر پر ڈالے گا اور غلبۂ مصیبت میں اپنا منہ پیٹتے ہوئے فریاد کرے گا کہ:

يَا لَيْتَنِي كُنْتُ تُرَابًا کاش! میں مٹی ہوتا۔

اب فرمان ہوگا کہ تُو دنیا میں کور دل تھا پس اب نابینا ہوگا اور ہمیں نہیں دیکھ سکے گا لہٰذا ہمیشہ دوزخ میں رہو۔ اور اہلِ بصیرت آج خدا کو دل سے دیکھتے ہیں (یعنی اس دنیا میں) لہٰذا قیامت کے دن بینا اٹھیں گے اور ان کی آنکھیں جمالِ الٰہی کے دیدار سے ٹھنڈی ہوں گی۔ کسی نے خوب کہا ہے:

بیت ~ صبحِ محشر کہ من از خواب گراں خیزم

بجمال تو چوں نرگس نگراں خیزم

محشر کی صبح کو جب گھری نیند سے بیدار ہونگا تو تیرے جمال کو چشمِ نرگس کی طرح دیکھتے ہوئے اٹھوں گا۔

چنانچہ بزرگوں نے فرمایا ہے کہ جو کوئی آج یعنی اس دنیا میں حق تعالیٰ کا دل کی آنکھ سے مشاہدۂ باطن کر سکتا ہے کل قیامت کو سر کی آنکھ سے مشاہدۂ ظاہری کرے گا۔ اور جسے یہ نصیب نہیں وہ بھی نصیب نہ ہوگا:

بیت ؎ امروز گر ندیدی اندر حجاب ماندی
فردا چہ کار داری باحسن نازنینش

اگر تو نے آج محبوب کا رخ انور نہ دیکھا اور پردے میں رہا تو کل حسن نازنین کا کس طرح تماشا کرے گا۔

قولہ تعالیٰ: وَاعْلَمُوْا اَنَّكُمْ مُلٰقُوْهُ فِى الدُّنْيَا بالسر وفى الآخرۃ بالاعیان هٰذا كَمَا قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى لَتَرَوُنَّ الْجَحِيْمَ ای فی الدنیا بالسر وفی العقبیٰ بالعین۔

(اللہ تعالےٰ فرماتا ہے تحقیق تم اس کا مشاہدہ کرو گے یعنی اس دنیا میں دل کی آنکھوں سے اور آخرت میں سر کی آنکھوں سے۔ جیسا کہ حق تعالےٰ نے فرمایا ہے تم جہنم کو دیکھو گے یعنی اس دنیا میں دل کی آنکھوں سے اور آخرت میں سر کی آنکھوں سے)

اور اللہ تعالےٰ کا فرمان ما دامت السمٰوات والارض الا ما شاء ربك متشابہات میں سے ہے جو ظاہر کے خلاف ہے لہٰذا علماً نے اس کی تاویل کی طرف رجوع کیا ہے پس جو چیز دین کے موافق اور اعتقاد کے مطابق ہو اس پر ثابت قدم رہنا چاہیئے۔

عزیز من! یہ دنیا فانی ہے اور فنا ہو کر معدوم ہو جائے گی فنا کے بعد اس کے متعلق ہمیں کوئی خبر نہیں ملی کہ اس کا حشر کیا ہو گا۔ لہٰذا سوائے عدم کے ہمارا اس کے متعلق کوئی اعتبار نہیں فنا ہونے کے بعد ہرگز وجود میں نہ آئے گی۔ میں نے اپنے شیخ شیخ الاسلام شیخ ابن حکیم اودھیؒ سے سنا ہے کہ جب مومنین بہشت میں چلے جائیں فرشتے حق تعالےٰ کے فرمان کے مطابق زمین سے ایک روٹی بنائیں گے اور اس مچھلی کے جگر سے کہ جس کی پشت پر تمام جہان قائم ہے، سالن بنا کر بہشت میں مومنین کی پہلی مہمانی کی جائے گی۔ الحمد للہ علیٰ ذالك وعاقبت محمود باد۔

---

## مکتوب ۹۸

بجانب شیخ المشائخ درویش قاسم اودھی، مذمتِ حال اور اظہار انکسار و تاسف پیش بزرگاں کے بیان میں۔

حق حق حق!

بندۂ کرم، خریدۂ بے دام، اسیر نفس ناروا، جریح ناوک ابتلا، سرگرداں، شکستہ بخود، حیران فقیر حقیر عبد القدوس اسماعیل الحنفی عرض پرداز ہے کہ یہ تباہ حال اپنی بدبختی سے سخت حیران اور سرگرداں ہے کیونکہ دنیائے دُوں اور مبغوضۂ حق (دنیا جس پر حق تعالیٰ کا غضب ہو) اور مطلقۂ ثلاثۂ مردانِ حق (جس سے مردان حق نے تین طلاقیں دے دی ہوں) سے اب تک نجات نہیں ملی۔ اور اس سے کوئی تزکیہ و تصفیہ نصیب نہیں ہوا۔ عمر تقریباً پچاس سال کو پہنچ گئی ہے اور اعضاً میں سستی، قوائے میں کمی واقع ہو چکی ہے نہ دین کا رہا نہ دنیا کا۔ اس حالتِ مفلسی میں سفر آخرت درپیش ہے لیکن زادِ آخرت کچھ جمع نہیں کیا۔ معلوم نہیں حشر کے میدان میں کیا حال ہو گا اور کیا پیش آئے گا۔ الغیاث الغیاث!۔ تنگدستی نے پیچھا نہیں چھوڑا تا کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آستانۂ عالیہ کی خاکروبی کرتا۔ اور آخرت کی فکر کرتا۔ ہیہات ہیہات! آہ! ہزار آہ! کسی نے خوب کہا ہے:

بیت ؎ در کوئے بتاں رفت ہمہ عمر دریغا

چو برہمن پیر بہ بت خانہ بماندیم

ساری عمر کوئے بتاں میں گذر گئی افسوس کہ ہم آخیر عمر تک برہمن کی طرح بت خانہ میں رہ گئے۔

مقبلانِ حق کے راستے سے یہ بدکار بہت دُور رہ گیا ہے اور درمیان میں سو پہاڑ حائل ہیں۔ معلوم نہیں کہ اس تباہ حال کا قیامت کے روز کیا حشر ہو گا۔ اس خوف سے دِل بیٹھا جاتا ہے:

وَالْقُلُوْبُ تَحْزَنُ وَالْعَیْنُ تَدْمَعُ

دل رنج و ملال سے لبریز ہیں اور آنکھیں خون بہا رہی ہیں۔

جس سے آنکھیں دھندلی ہوگئی ہیں اور نظر کمزور پڑگئی ہے اس بدکار کا ظاہری حال یہی ہے جو عرض کیا ہے اس سے ظاہر ہے کہ باطن کیا ہوگا:

اَلظَّاهِرُ عُنْوَانُ الْبَاطِنِ — ظاہر آئینہ ہے باطن کا۔

نے کمر توڑ دی ہے۔ پس اعلیٰ حضرت کے دامن میں ہاتھ ڈال کر فریاد کر رہا ہے کہ:

دریاب اگر تو در نیابی

ناچیز شوم در من خرابی

نظر شفقت فرمائے اور نظر شفقت نہ ہوئی اپنے اعمال کی بدحالی سے یہ بندہ ہلاک ہو جائے گا۔

---

## مکتوب ۹۹

بجانب شیخ جلال الدین تھانیسریؒ شورش اور غلبۂ حال کے بیان میں

بریم سیر کوئے تو جاں دہیم

ایں حیلہ و چارہ رہا کنیم!

شاید بریم مخفف ہے برویم کا یعنی ہم جاکر تیرے کوچہ میں جاں دے دیں گے اور سب حیلے بہانے چھوڑ دیں گے۔

حق حق حق!

ہر حال میں شکر ہے لیکن شکر میں حضوری نہیں[1] کیونکہ جب شاکر و مشکور ہے تو دوئی قائم ہے۔ حضوری یعنی وحدت نہیں آ بلکہ شکر میں غرور ہے۔ شکر مانع حضور ہے۔ کہاں کا شکر اور کہاں

---

[1] :- کیونکہ شاکر اپنی ذات کو بھی ذاتِ حق کے ساتھ قائم کرتا ہے۔

کا شاکر۔ عشق کے لئے میدان بھی ہے اور گیند اور چوگان بھی ہے۔ عشق در شکر آتش است و شکر در عشق آب ہے[1] کے معنی یہی ہیں

وَاللّٰهُ غَالِبٌ عَلٰى اَمْرِهٖ — اللہ تعالیٰ ہر کام میں غالب ہے۔

کا جلوہ جابجا ہے

فَلِلّٰهِ الْحُجَّةُ الْبَالِغَه — اللہ تعالیٰ کے لئے حجت عظیم ہے۔

کا دور دورہ ہے:

بریم بیر کوئے تو جاں دہیم
صد حیلہ و چارہ رہا کنیم!

بیت ؎
آبروئے تو قبلۂ جاں بود!
من گم شدہ سجدہ کجا کنم

تیرا ابرو میری جان کے لئے قبلہ بن چکا ہے اب میں گم شدہ کہاں سجدہ کروں

بریم بیر کوئے تو جاں دہیم
صد حیلہ و چارہ رہا کنیم!

ہر چہ جز دیں از و طہارت کن
ہر چہ جز حق بسوز و غارت کن

دین کے سوا ہر چیز سے طہارت کر یعنی ترک کر دے اور حق کے سوا سب کچھ جلا کر غرق کر دے۔

---

[1] :- جاننا چاہیئے کہ جہاں شکر ہوتا ہے وہاں محبت نہیں ہوتی اور اگر محبت کے ساتھ شکر ہے تو وہ آتش ہے جو شاکر بیچارے کو جلا دیتی ہے اور پھر عشق نعمتِ عظمیٰ ہے اور نعمت کے ساتھ شکر پانی کی طرح ہے جو عشق کی پرورش کرتا ہے اور عشق کو کمال تک پہنچاتا ہے جس سے غیر درمیان سے اٹھ جاتا ہے، وَلَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ (یعنی جب تم شکر کرتے ہو تو ہم نعمت زیادہ کرتے ہیں) کے یہی معنی ہیں اور یہی فتح باب یعنی دروازے کا کھلنا ہے۔

بریم سر کوئے تو جان دہیم صد حیلہ و چارہ رہا کنیم

درد تو دروں گرفت نکو کرد جائے اوست

عشقت خراب کرد نکو کرد جائے اوست

تیرے درد نے دل میں جگہ کر لی ہے اچھا ہوا یہ اسی کی جگہ تھی۔ تیرے عشق نے خراب کر دیا ہے اچھا ہوا یہی مناسب تھا۔

بریم بر سر کوئے تو جان دہیم .......

ابروئے تو قبلۂ من بود !

من گم شدہ سجدہ کجا کنم

تیرا ابرو میرا قبلہ ہے میں گم شدہ اور کہاں سجدہ کروں۔

بریم بر سر کوئے تو جاں دہیم .......

وَاتَّبَعَ هَوَاهُ فَتَرْدٰى بریم بر سر کوئے تو جاں دہیم

جس نے اپنی خواہشات نفس کی پیروی کی ہلاک ہوا پس تیرے کوچے میں جا کر جان دیں گے۔

اَنَحْنُ صَدَدْنٰكُمْ عَنِ الْهُدٰى بریم بر سر کوئے تو جاں دہیم

ایں حیلہ و چارہ رہا کنیم !

کیا ہم نے تجھے نیکی کے راستے سے روکا ہے۔ یعنی اے انسان تو خود اپنے اعمال کی وجہ سے ہم سے دور ہو گیا ہے اس لئے اب ہمارے لئے بس یہی چارہ ہے کہ تیرے کوچے میں جا کر جان دے دیں یعنی فنائے نفس کے بعد وصال حاصل کریں۔

بیت ؎ گر در آید نسیم از سوئے تو

پائے کوباں جاں دہم در کوئے تو

اگر تیری طرف سے نسیم سحر مجھ تک پہنچے تو رقص کرتا ہوا تیرے کوچے میں آ کر جاں دے دوں۔

بریم بر سر کوئے تو جاں دہیم

بیت ؎ اے باد اگر بگلشن احباب بگذری

زنہار عرض دہ بر جاناں پیام ما!

اے باد سحر اگر احباب کے ہاں تیرا گذر ہو تو ضرور محبوب کی خدمت میں میرا پیام دینا۔

بریم بر سر کوئے ... بریم بر سر کوئے ... بریم بر سر کوئے...

فَسُبْحَانَ الَّذِیْ بِیَدِہٖ مَلَکُوْتُ کُلِّ شَیْءٍ بریم بر سر کوئے تو جاں دہیم

ایں حیلہ و چارہ رہا کنیم

پاک ہے وہ ذات کہ جس کے ہاتھ میں ہر چیز کی سلطنت ہے اس لئے تیرے کوچے میں جاکر جان دے دیں گے کیونکہ ہم نے دیکھ لیا ہے کہ تیرے کرم کے سوا کوئی چارہ نہیں۔

بریم بر سر کوئے تو جاں دہیم ....

بیت ؎ اِنَّہٗ ھُوَ یُبْدِئُ وَیُعِیْدُ بریم بر سر کوئے تو جاں دہیم

ایں حیلہ و چارہ رہا کنیم

وہی ہے شروع میں پیدا کرنے والا اور وہی ہے پھر زندہ کرنے والا اس لئے تیرے کوچے میں جاکر جاں دیں گے کیونکہ تیرے کرم کے سوا کوئی چارہ نہیں۔

بریم بر سر کوئے تو جاں دہیم ....

بیت ؎ اِنَّمَا تُنْذِرُ مَنِ اتَّبَعَ الذِّکْرَ وَخَشِیَ الرَّحْمٰنَ بریم بر سر کوئے تو جاں دہیم

ایں حیلہ و چارہ رہا کنیم!

(تم اس کو ڈرا سکتے ہو جو قرآن کو مانتا ہے اور خدا سے ڈرتا ہے)

بریم بر سر کوئے تو جاں دہیم .....

بیت ؎ بریم بر سر کوئے تو جاں دہیم

ایں حیلہ و چارہ رہا کنیم

قرآن کیا ہے لوگوں کے لئے ہدایت ہے پس ہم تیرے کوچے میں جا کر جان دے دیں گے یعنی چونکہ منبع ہدایت فضلِ ایزدی ہے اس لئے سب کچھ محبوب کے کوچہ سے حاصل ہوگا۔

بیت ؎ اَلَیْسَ ذٰلِكَ بِقٰدِرٍ عَلٰٓى اَنْ یُّحْیِ َۧ الْمَوْتٰى
بریم بر سر کوئے تو جان دہیم
ایں حیلہ و چارہ کنیم

کیا اللہ تعالٰے اس بات پر قادر نہیں کہ مردے کو زندہ کرے۔ پس ہم دوست کے کوچے میں جا کر جان دے دیں گے یعنی جب اللہ تعالٰے کی قدرت کاملہ کے بغیر کوئی کام نہیں چلتا تو پھر کیوں نہ ہم اس کے کوچے میں جا کر فنائے نفس کے ذریعے وصال اور حیات ابدی حاصل کریں۔

بیت ؎ وَ اِنَّ اِلٰى رَبِّكَ الْمُنْتَهٰى
بریم بر سر کوئے تو جاں دہیم
ایں حیلہ و چارہ کنیم

جب ہر چیز کا منتہا اور منزل مقصود اللہ ہے تو پھر ہم کیوں نہ تیرے کوچے میں جا کر جان دے دیں اور سب بہانے چھوڑ دیں۔

بیت ؎ اِنَّهٗ هُوَ اَضْحَكَ وَ اَبْكٰى
بریم بر سر کوئے تو جان دہیم
ایں حیلہ و چارہ رہا کنیم

وہی ہے ہنساتا ہے اور رلاتا ہے۔ پس کیوں نہ ہم اس کے کوچے میں جا کر جان دے دیں اور حیاتِ ابدی حاصل کریں۔

بیت ؎ وَ اِنَّهٗ اَمَاتَ وَ اَحْیَا
بریم بر سر کوئے تو جان دہیم
ایں حیلہ و چارہ رہا کنیم

وہی جو مارتا ہے اور زندہ کرتا ہے پس ہم کیوں نہ اس کے کوچے میں جا کر جان فدا کریں۔

وَ اَنَّهٗ خَلَقَ الزَّوْجَیْنِ الذَّكَرَ وَ الْاُنْثٰى
بریم بر سر کوئے تو جان دہیم
ایں حیلہ و چارہ رہا کنیم

وہی ہے جو نر اور مادہ کے جوڑے پیدا کرتا ہے پس کیونکہ ہم اس کے کوچے میں جا کر جاں فدا کریں یعنی جب ہر چیز کا خالق وہی ہے تو ہم کیونکر اپنے اعمال کو نجات کا سبب سمجھیں اور کیوں نہ جاکر دوست کے کوچے میں جان فدا کریں۔

اِنّما اشکو بثّی وحُزنی الیٰ اللہ

بریم بر سرِ کوئے تُو جان دہیم
ایں حیلہ و چارہ رہا کنیم

میری سب شکایت اور حزن و ملال اللہ کے لئے ہے۔ جب یہ بات ہے تو پھر کیوں نہ جان اس کے کوچے میں فدا کریں۔

اَلْیَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰی اَفْوَاھِھِمْ

بریم بر سرِ کوئے تو جان دہیم
ایں حیلہ و چارہ رہا کنیم

جب ہر شخص کے لبوں پر مہر سکوت ہے اور جو کچھ کہتا ہے حق تعالےٰ کہتا ہے تو پھر ہم کیوں نہ اس کے کوچے میں جا کر جان دے دیں۔

اَمْ لَھُمْ اَرْجُلٌ یَّمْشُوْنَ بِھَا اَیْدٍ یَّبْطِشُوْنَ بِھَا

بریم بر سرِ کوئے تو جان دہیم
این حیلہ و چارہ رہا کنیم

کیا ان کے پاؤں نہیں جن سے وہ چلتے ہیں اور ہاتھ نہیں جن سے وہ پکڑتے ہیں۔ اس لئے دوست کے کوچے میں جا کر جان دے دیں گے۔ یعنی اپنے ہاتھ اور پاؤں اور دیگر قوائے کو ختم کر کے دوست کے کوچے میں جا کر پڑیں گے۔

یہ کھیل نجانے کھیل توں
سر دیہ پتا وہ میل کوں

جب تک جان پر نہ کھیلے گا تو حق تعالےٰ تک رسائی نہ ہوگی۔

بریم بر سرِ کوئے تو جان دہیم
ایں حیلہ و چارہ رہا کنیم

دوہڑہ ؎ جی نیہ ہماں سون لورئی

پربت سپھاں سون تورئی

جب تک انقطاع کلی نہ ہوگا اتصال کلی حاصل نہ ہوگا۔

بریم بر سر کوئے تو جان دہیم ــــ این حیلہ و چارہ رہا کنیم

فَبُحَانَ اِیجادِہٖ وفِعْلِہٖ هُوَهُوَ وَلَیْسَ اِلّا هُوَ ــــ بریم بر سر کوئے تو جان دہیم

اں حیلہ و چارہ رہا کنیم

جب سارا عالم فعل حق اور صفت حق ہے اور اس کے سوا کچھ نہیں تو پھر ہم کیوں نہ اس کے کوچے میں جان فدا کریں۔

دوہڑہ ؎ ایون کیتنا پیسو لاکھ ری

کر جور سر دھر پائے بینھر ملاکری

بیت ؎ تا نسوزی بر نیاید بوئے عود

پختہ داند ایں سخن بر خام نیست

بریم بر سر کوئے تو جان دہیم...

جب تک تو اپنے آپ کو نہیں جلائے گا خوشبو پیدا نہ ہوگی۔ یہ بات پختہ کار جانتے ہیں خام لوگ نہیں جانتے۔ اس لئے ہم دوست کے کوچے میں جا کر جل جائیں گے اور واصل باللہ ہوں گے۔

وَابْيَضَّتْ عَيْنَاهُ مِنَ الْحُزْنِ فَهُوَ كَظِيمٌ ــــ بریم بر سر کوئے تو جان دہیم

این حیلہ و چارہ رہا کنیم!

غم کی وجہ سے آنکھیں سفید ہوگئی ہیں اور دل بھر آیا ہے پس دوست کے کوچے میں جا کر جان

إِنَّهُ لَيُغَانُ عَلَىٰ قَلْبِي فَأَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ        بریم بر سر کوئے تو جان دہیم

ایں حیلہ و چارہ رہا کنیم!

بے شک یہ میرے دل پر غنودگی ہے پس میں اللہ سے بخشش طلب کرتا ہوں۔

بیت ؎    امروز گر ندیدی اندر حجاب ماندی        بریم بر سر کوئے تو جان دہیم

ایں حیلہ و چارہ رہا کنیم

اگر تو نے آج دوست کا رُخ انور نہ دیکھا تو ہمیشہ کے لئے حجاب میں رہ جائے گا۔ اس لئے کیوں نہ ہم دوست کے کوچے میں جان فدا کریں۔

بیت ؎    فردا چہ کار داری با حُسن نازنینت        بریم بر سر کوئے تو جان دہیم

ایں حیلہ و چارہ رہا کنیم

اگر آج دولتِ وصال نصیب نہ ہوئی تو کل قیامت کے دن دوست کا حسن و جمال کس طرح دیکھے گا اس لئے چل کر دوست کے کوچے میں جان فدا کریں اور سب حیلے بہانے چھوڑ دیں۔

بیت ؎    دردِ دل مورے بہ سلیمان کہ رساند        بریم بر سر کوئے تو جان دہیم

ایں حیلہ و چارہ رہا کنیم!

دردِ دل کی وجہ سے درگاہِ حق تعالےٰ میں اس طرح رسائی ہوتی ہے جس طرح چیونٹی دربارِ حضرت سلیمانؑ میں پہنچ گئی اس لئے ہم بھی کوچہ دوست میں جا کر جان فدا کریں گے تا کہ دوست تک رسائی ہو۔

بیت ؎    جاں سوختہ گردیم بجاناں کہ رساند        بریم بر سر کوئے تو جاں دہیم...

جاں جلا کر ہی دوست تک رسائی ہو سکتی ہے اس لئے ہم بھی دوست کے کوچے میں جا کر جاں فدا کریں گے۔

بیت ؎ ولولہ در شہر چیست جز شکن زلف یار
بریم بر سر کوئے تو جان دہیم
ایں حیلہ و چارہ رہا کنیم

سارے شہر میں یہ جو شور و غل مچ گیا ہے دوست کی زلف کے پریشان ہونے سے ہے پس ہم بھی کوئے یار میں جا کر جان فدا کرتے ہیں۔

بیت ؎ فتنہ در آفاق چیست جز خم ابروئے دوست
بریم بر سر کوئے تو جان دہیم
ایں حیلہ و چارہ رہا کنیم!

دنیا میں یہ جو فتنہ برپا ہے دوست کے خم ابرو کی وجہ سے ہے۔ یعنی ابرو کے ٹیڑھا پن کی وجہ سے سارا عالم ٹیڑھا اور پُر فتن بن گیا ہے۔ پس ہم بھی دوست کے کوچے میں جا کر جان فدا کر دیں گے۔

ابروئے تو قبلۂ من بود
من گم شدہ سجدہ کجا کنم
بریم بر سر کوئے تو جان دہیم
ایں حیلہ و چارہ رہا کنیم!

تیرا ابرو میری قبلہ گاہ ہے پس گم گشتہ اور کہاں جا کر سجدہ کروں۔ پس تیرا کوچہ ہی ہے جہاں جا کر ہم جان فدا کریں۔

وَلَهُ الْكِبْرِيَاءُ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ
بریم بر سر کوئے تُو جان دہیم
ایں حیلہ و چارہ رہا کنیم

زمین اور آسمان میں کبریائی اسی کی ہے۔

چونکہ آسمانوں اور زمین کی سلطنت اسی کی ہے پس ہم کیوں نہ اس کے کوچہ میں جا کر قربان کریں۔

ثُمَّ السَّبِيلَ يَسَّرَهُ ثُمَّ اَمَاتَهُ فَاَقْبَرَهُ
بریم بر سر کوئے تو جان دہیم
ایں حیلہ و چارہ رہا کنیم

پھر اس نے راستہ آسان فرمایا پھر اسے موت دی پھر اسے قبر میں لے گیا۔

عَبَسَ وَتَوَلّٰی اَنْ جَآءَهُ الْاَعْمٰی — بریم بر سرِ کوئے تو جان دہیم
این حیلہ و چارہ رہا کنیم

جب نابینا آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں طلبِ حق کے لئے حاضر ہوا اور آپ نے اس کی طرف التفات نہ فرمایا تو حق تعالے کی طرف سے تنبیہ نازل ہوئی۔ پس جب کہ حقیقتِ حال طلبِ حق ہے تو پھر ہم کیوں نہ اس کی راہ میں جان قربان کر کے قرب حاصل کریں۔

اِلٰی رَبِّكَ يَوْمَئِذِ الْمُسْتَقَرُّ — بریم بر سرِ کوئے تو جان دہیم
این حیلہ و چارہ رہا کنیم

آج کے دن تیرے رب کی درگاہ ہی قرارگاہ ہے باقی ہر جگہ بے قراری ہے پس ہم بھی جاکر اس کے کوچہ میں جان قربان کردیں گے

فَاِذَا هُمْ جَمِيْعٌ الدُّنْيَا مُحْضَرُوْنَ — بریم بر سرِ کوئے تو جان دہیم
این حیلہ و چارہ رہا کنیم

پس جب وہ سب کے سب ہمارے پیش ہوں گے۔ جب یہ عالم ہے تو پھر ہم کیوں نہ اس کے کوچہ میں جان فدا کردیں۔

یَا حَسْرَتَا عَلٰی مَا فَرَّطْتُ فِیْ حُبِّ اللّٰہ — بریم بر سرِ کوئے تو جان دہیم
این حیلہ و چارہ رہا کنیم

وائے حسرت! اللہ کی محبت میں کیا ہی انبساط ہے۔ پس ہم بھی اس کے کوچہ میں جاکر جان قربان کردیں گے۔

دوہڑہ —
اکن چھار بن رنگ نہوئی
جہ رنگ ہو اوت مر سوئی

بریم بر سرِ کوئے تو جان دہیم
این حیلہ و چارہ رہا کنیم

دوست کی محبت میں جان قربان کردینی چاہیئے اس لئے ہم بھی اس کے کوچے میں جاکر جان فدا کریں گے اور سب حیلے بہانے چھوڑ دیں گے۔

اِنَّ اللّٰهَ لَغَنِيٌّ عَنِ الْعَالَمِيْنَ — بریم بر سر کوئے تو جان دہیم
این حیلہ و چارہ رہا کنیم!

جب اللہ تعالےٰ سب جہانوں سے بے نیاز ہے تو پھر ہم کیوں نہ اس کی راہ میں جان قربان کرکے تکمیل فقر کریں۔

وَاِذَا تَمَّ الْفَقْرُ فَهُوَ اللّٰه — بریم بر سر کوئے تو جان دہیم
این حیلہ و چارہ رہا کنیم!

جب فقر مکمل ہو جاتا ہے تو اللہ ہی اللہ ہوتا ہے۔ پس ہم کیوں نہ جان قربان کرکے تکمیل فقر کریں۔

لَاشَيْءَ اَبْلَغُ مِنَ الْعِشْقِ — بریم بر سر کوئے تو جان دہیم
این حیلہ و چارہ رہا کنیم!

عشق سے زیادہ فصیح و بلیغ کوئی مرشد نہیں۔ جب یہ حال ہے تو ہم بھی عشق دوست میں جان قربان کر دیں گے۔

اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی النُّهٰی — بریم بر سر کوئے تو جان دہیم
این حیلہ و چارہ رہا کنیم

الا یا ایہا الساقی ادر کاسًا و ناولہا
کہ عشق آسان نمود اوّل ولے افتاد مشکل ہا

بریم بر سر کوئے تو جان دہیم — این حیلہ و چارہ رہا کنیم

یہ دیوانِ حافظ کا پہلا شعر ہے مطلب یہ ہے کہ اے ساقی! شراب پلا کیونکہ عشق پہلے آسان

نظر آیا اب شکل ہو گیا ہے۔ پس جب عشق کی دشواریاں میں تو ہم کیوں نہ کوئے یار میں جان فدا کر دیں۔

بیت ؎ تا تو بخاطرِ منی کسے نگذشت دردِلم
برِیم بر سرِ کوئے تو جان دہیم ....

جب سے تو میرے دل میں جاگزیں ہوا دل میں اور کسی کا گذر نہیں ہوا پس کیوں نہ تیرے کوچے میں جان فدا کریں...

بیت ؎ مثلِ تو کیست در جہاں تا ز تو مہر بگسلم
برِیم بر سرِ کوئے تو جان دہیم....

تجھ جیسا جہاں میں کون ہے کہ تجھ سے محبت چھوڑ کر اس سے لگاؤں۔ پس تیرے ہی کوچے میں جان دینا فرض ہے۔

بیت ؎ خوش وقت آں کسے کہ شب و روز و شب و روز
تسبیح درویشاں است ہمیں دوست دوست دوست

برِیم بر سرِ کوئے تو جان دہیم ایں حیلہ و چارہ رہا کنیم

خوش قسمت وہ ہے کہ جس کی زبان پر رات دن اور دن رات یہی تسبیح ہے دوست، دوست دوست۔ پھر کیوں نہ تیرے کوچے میں جان فدا کر دیں۔

وَسَلَّمَ تَسْلِيْمًا كَثِيْرًا برِیم بر سرِ کوئے تو جان دہیم
ایں حیلہ و.... عاقبت بر ہمیں باد

سلام ہوں تم پر بے شمار دوست کے کوچہ میں جان دیں اور اسی پر عاقبت ہو۔

وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ مُحَمَّدٍ وَّآلِهٖ وَسَلَّمَ

---

## مکتوب ۱۰۰

بجانب شیخ جلال الدین تھانیسریؒ، دربیان معرفت و توحید و قصورِ فہم علمائے ظاہر در ادراک حقیقت و سِرّ وجود۔

حق حق حق!

از فقیر، حقیر، سوختہ و دوختہ، از دوست مہجور و مخمور گشتہ، و ہیچ گونہ بہ ہیچ سروپا نہ پیوستہ بے سروسامان شدہ مے نالد:

بیت ؎ دستگیرے نہ، و پاہائے ورادت در گل
آشنائے نہ، و دریائے غمت بے پایاں

پاؤں کیچڑ میں پھنسے ہوئے ہیں اور کوئی دستگیر نہیں۔ تیرے غم کا دریا بے کنار ہے اور مونس و مددگار کوئی نہیں۔

ہر حال میں شکر ہے اور شکر بغیر دوست کے غرور ہے:

مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِيْم کس چیز نے تجھے رب کریم سے غرّہ کر رکھا ہے

شاکر نعمت میں منعم کو دیکھتا ہے جب تک خودی ہے (یعنی دوئی قائم ہے) شکر کہاں ہے دوئی کی حالت میں کفر کی سیاہی اور نفس کی بدخوئی کے سوا کیا ہے:

وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰى مَا تَصِفُوْنَ اللہ تعالیٰ مددگار ہے اور اس پر جو تم وصف بیان کرتے ہو

ہیہات ہیہات! ہم کہاں پھنس گئے ہیں (یعنی کثرت میں کیسے گرفتار ہو گئے ہیں) اور کہاں جا پڑے ہیں: بیت ؎ دردیست جدائی کہ ازیں درد ہماناں
ہر کوہ بہ کہسار گرفتہ است کمرہا

جدائی ایک ایسا درد ہے کہ اس سے کوہسار کا ہر پہاڑ کمر پر آ پڑا ہے۔

اُن برادر کی ضمیر منیر پر واضح ہو کہ اہلِ ظاہر نے عقل اور حس کا اعتبار کیا اور اسی میں پھنس کر رہ گئے۔ اس لئے وہ حس و عقل کی رو سے حقائق الاشیاء کو ثابت کہتے ہیں:

وَلَا شَكَّ فِيْهِ فَإِنَّ ثُبُوْتَ الْاَشْيَاءِ لَيْسَ اِلَّا فِيْ مَرْتَبَةِ الْحِسِّ وَالْعَقْلِ

اس میں کوئی شک نہیں کیونکہ اشیاء صرف مرتبہ حس و عقل میں ثابت ہیں۔

اور یہ مرتبہ تخلیق و ایجادِ حق سبحانہٗ تعالےٰ ہے:

هُوَ اللّٰهُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ وہ اللہ ہے خالق موجد اور مصور۔

پس اس مقام پر جو شخص ثبوتِ اشیاء کا منکر ہے وہ حق تعالےٰ کو نہیں جانتا اور شریعت کا تارک اور بے دین ہے اور نورِ ایمان سے بے بہرہ ہے:

بیت ؎ ہیبت ایں راہ کارے مشکل است
صد جہاں زیں سہم بر خون دل ست

اس راستے کی ہیبت بہت عظیم ہے اور خلقت کے دل خون ہو گئے ہیں اس وجہ سے کہ اس طرح یعنی شریعت کا پاس رکھتے ہوئے دو وجود ماننے پڑتے ہیں۔

پس ہر شخص کے لئے اس کے علم کے مطابق دین ہے۔ عارفین مرتبہ حس و عقل سے بلند نکل کر مرتبہ علم الیقین اور عین الیقین اور مشاہدہ تک پہنچ گئے ہیں جہاں سوائے حق تعالےٰ کے کچھ نہیں دیکھتے اور اس میں شک و شبہ کی کوئی گنجائش نہیں:

فَاِنَّ فِيْ مَرْتَبَةِ الذَّاتِ لَيْسَ اِلَّا هُوَ هُوَ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ

تحقیق مرتبہ ذات میں سوائے ذاتِ واحد کے کوئی نہیں۔ قہار اس لئے کہا گیا ہے کہ اس کے سامنے سب کچھ فنا ہے جیسے سورج کی روشنی میں ستارے۔

کیونکہ مرتبہ ذات میں صرف وجودِ حق ہے:

اول ہمو آخر ہمو ظاہر ہمو باطن ہمو است

اول وہی ہے آخر وہی ہے ظاہر وہی ہے باطن وہی ہے

بیت ؎ در ہر چہ نظر کردم غیر از تو نمے بینم
غیر از تو کسے باشد حقا چہ مجالست ایں

جس چیز پر نظر ڈالی تیرے سوا کچھ نظر نہ آیا تیرے سوا کوئی چیز اموجود ہو یہ کس طرح ہو سکتا ہے۔

اور یہی وہ مسئلہ ہے جس میں علماء کا اختلاف ہے اور اختلاف علماء رحمت ہے[1] (الحدیث) اور یہ جو اختلاف ہے علم اور عقل کی کمی کی وجہ سے ہے نہ کہ بے دینی کی وجہ سے۔ بے دینی یہ ہے کہ دین کے خلاف کوئی بات کہی جائے لیکن یہاں یہ بات نہیں ہے۔ چنانچہ امام شافعیؒ ایک نماز کے عمداً ترک کو کفر کہتے ہیں۔ اور وہ اس مشہور حدیث سے سند لیتے ہیں:

مَنْ تَرَكَ الصَّلٰوةَ عَامِدًا وَمُتَعَمِّدًا فَقَدْ كَفَرَ

جس نے جان بوجھ کر نماز ترک کی اور انکار کی وجہ سے نماز نہ پڑھی وہ کافر ہے۔ لیکن جو شخص نماز کا منکر نہیں بلکہ سستی اور کاہلی کی وجہ سے نماز نہیں پڑھتا اور ترکِ نماز کو گناہ سمجھتا ہے وہ اس حدیث کی زد میں نہیں آتا۔ واللہ اعلم بالصواب۔

لہٰذا امام اعظمؒ ترکِ صلوٰۃ کو کفر نہیں کہتے کیونکہ نماز فرض موقت ہے (مقررہ وقت پر پڑھنا) اس کا خلو جائز ہے اس کے ترک سے کفر لازم نہیں آتا۔ ہاں گناہ ضرور ہے۔ کفر اس وقت لازم آتا ہے کہ جس کا خلو (کسی وقت نہ ہونا) جائز نہ ہو جیسے ایمان۔ اور اس بات پر اجماعِ امت ہے کہ ایمان کا ترک کفر ہے۔

بہرحال اگرچہ امام شافعیؒ تارکِ صلوٰۃ کو کافر کہتے ہیں امام اعظمؒ کافر نہیں کہتے لیکن اس کے باوجود وہ ایک دوسرے کے کفر کے قائل نہیں بلکہ اپنی اپنی رائے کے کاربند ہیں۔ اور یہ بات صحیح ہے کفر یہ ہے کہ اجماعِ امت کے ہاں وہ بات کفر ہو۔ لیکن یہاں یہ بات ہے کہ ہر فریق دوسرے کو برحق سمجھتا ہے۔

---

[1] اختلاف یہ ہے کہ اہلِ ظاہر کثرتِ وجود کے قائل ہیں اور اہلِ عرفان وجودِ واحد کے۔

عزیز من الممتنع الوجود جو محالِ عقلی ہے کا شرع و عقل میں اعتقاد جائز نہیں۔ لیکن حسن اشعریؒ اسے عقلاً جائز قرار دیتے ہیں اور محال عقلی نہیں سمجھتے۔ پس اجماعِ امت کے ہاں محال عقلی وہ ہے جو الوہیت کے منافی ہو اور وہ محالِ ذاتی ہے اس کا وقوع قدرتِ حق تعالےٰ میں جائز نہیں ہے[1]

وَاللّٰهُ تَعَالٰى لَا يُوْصَفُ بِهٖ — اور اللہ تعالیٰ اس سے موصوف نہیں کیا جاتا۔

اور اہلِ حق کا جن امور میں اختلاف ہو ان میں سے کسی کی رائے کا قبول کرنا خلافِ دین حق نہیں ہے[2]

لیکن اہلِ حق یعنی اولیاء اللہ کی فہم میں قصور واقع نہیں ہوتا۔ وہ اس مقام پر ہوتے ہیں کہ جہاں حقیقت ان پر آشکار ہو جاتی ہے اور حقیقت الاشیاء کو کماحقہ، جانتے ہیں:

فَاِنَّ كَرَامَةَ الْاَوْلِيَاءِ وَاِلْهَامُهُمْ حَقٌّ

اولیاء اللہ کی کرامت اور ان کا الہام برحق ہوتا ہے۔

---

[1]: یعنی امام حسن اشعریؒ محال عقلی پر ایمان لانا شرعاً جائز نہیں سمجھتے لیکن عقلاً جائز سمجھتے ہیں وہ یہ دلیل پیش کرتے ہیں: للمالك مطلق ان يتصرف فى ملكه كيف يشاء یعنی مالکِ مطلق اپنے ملک جس طرح چاہے تصرف کر سکتا ہے۔

[2]: یعنی ان میں سے ہر ایک کا اعتقاد یہی ہوتا ہے کہ دوسرا گروہ خلافِ دین نہیں۔ بلکہ ہر ایک یہی کہتا ہے کہ مجتہد سے خطا ہو سکتی ہے لیکن اُسے ثواب ملتا ہے۔

اگرچہ ظاہری شریعت کی نگہداشت میں ادب لازمی سمجھتے ہیں اور سب انبیاء علیہم السلام کو برابر جانتے ہیں لیکن اولیاء اللہ منتہائے علم پر پہنچ جاتے ہیں اور اپنے علم کو علم حق میں گم کر دیتے ہیں پس ان کا علم حق تعالٰے کا علم ہوتا ہے ولا خلاف فیہ فلا خلاف فیہ ادب شریعت کے لحاظ سے درست ہے۔ عوارف المعارف میں لکھا ہے کہ:

عاد اولہ آخراً و آخرہ اولاً صار سماعتہ وبالست بربکم

کشفاً وعیاناً وتوحیدہ وعرفانہ تبیاً دبرھانا۔

اس کا اول آخر ہوا اور آخر اول ہوا اور اس کی سماعت ہوئی اور الست بربکم کشف و ظاہر ہوا، اور اس کی توحید اور اس کا عرفان برہان و دلیل ہو۔

بات یہ ہے کہ اہل ظاہر کے عقل میں اہل حق کا کلام کس طرح اٹکتا ہے۔ پس اس بات کی کوشش کرنی چاہیئے کہ ان کا کلام جس قدر خلاف نظر آئے اسے خلاف نہ سمجھے۔ کیونکہ اہل کی مخالفت سے نقصان عظیم ہوتا ہے۔ عوارف المعارف میں لکھا ہے کہ:

مَنْ اِقْتَدٰی بِھِمْ اِھْتَدٰی مَنْ اَنْکَرَھُمْ ضَلَّ وَاعْتَدٰی

جس نے ان کی پیروی کی یعنی اولیاء اللہ کی پیروی کی اس نے ہدایت پائی اور جس نے اُن کا انکار کیا گمراہ ہوا اور باغی ہوا۔

بیشک انبیا علیہم السلام ان کے یعنی اولیاء کرام کے مقتدی ہیں بلکہ اُن کے متلاشی ہیں کیونکہ جو کچھ انبیاء علیہم السلام حق تعالٰے سے لائے ہیں ان کے لئے لاتے ہیں۔ قرآن مجید میں آیا ہے:

بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَیْكَ مِنْ رَّبِّكَ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ

اے پیغمبر! جو کچھ آپ کو اپنے رب سے ملا ہے ان کو پہنچا دیں اور اگر آپ نے ایسا نہ کیا تو رسالت کا حق ادا نہ کیا۔

یہی وجہ ہے کہ مصطفٰے علیہ السلام نے کمال صفا کی وجہ سے فرمایا ہے کہ:

وَاحْشُرْنِیْ فِیْ زُمْرَةِ الْمَسَاکِیْنِ — اے اللہ مجھے مساکین کے ساتھ قیامت کے روز اٹھائیو

تجھے کیا معلوم کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کیا کہہ گئے ہیں (مساکین سے مراد اہل اللہ ہیں جن کا قرب خود رسول خدا طلب فرما رہے ہیں)۔ آدمی کہے تو کیا کہے! فرمان ہوتا ہے:

اَوْلِیَائِیْ تَحْتَ قِبَائِیْ لَا یَعْرِفُھُمْ غَیْرِیْ

میرے اولیاء میری قبا کے نیچے ہیں اور میرے سوا انھیں کوئی نہیں جانتا۔

یہ وہ خطاب ہے کہ جو کون و مکان میں نہیں سماتا۔ اہل ظاہر کی کیا ہمت کہ ان باتوں کو سمجھ سکیں۔ کسی نے خوب کہا ہے:

رباعی

آں لقمہ کہ در جہان نگنجد بطلب　　　آں سِر کہ درو نشان نگنجد بطلب
سِریست میان دلِ درویش و خداوند　　　جبرئیل امین درو نشان نگنجد بطلب

اس لقمہ کو طلب کرو جو جہاں میں نہیں سما سکتا اور وہ راز طلب کرو کہ جس کا نشان نہیں درویش کے دل اور اللہ تعالےٰ کے درمیان وہ راز ہے کہ جسے جبریل امین بھی نہیں سمجھتے وہی طلب کرو۔

اہل ظاہر یعنی علمائے شریعت مرتبۂ حس و عقل میں بات کرتے ہیں اور مرتبۂ فعل و ایجاد میں احکام نکلتے ہیں۔ یہ لوگ دو وجودوں کے قائل ہیں بندہ اور خدا۔ اور مرتبۂ وجود میں خدا سے حقیقتاً جدا سمجھتے ہیں اور عارفین جو اہل حق ہیں ایک وجود کے قائل ہیں اور مرتبۂ حقیقت میں پہنچ کر اشیاء کے وجود کی نفی کرتے ہیں:

رباعی

صاحب خبر آنکہ عالمِ دلدار اند　　　در نکتۂ غیب محرم اسرار اند
در آئینۂ صفا شدن زنگے نیست　　　زاں روئے زنقش دون حق بیزار اند

صاحب علم وہ ہیں جو دوست کا علم رکھنے والے ہیں اور علوم غیب کے رموز کے مالک ہیں چونکہ آئینہ صفا میں زنگ نہیں ہوتا اس لئے وہ غیر حق کے نقش سے بیزار ہیں۔

افسوس کہ: بیت ؎

جہاں پر ز آفتاب چشمہا کور
جہاں پر از حدیث و گوشہا کر

سارا جہاں آفتاب سے پُر ہے لیکن آنکھیں اندھی ہیں جہاں آواز سے پُر ہے اور کان بہرے ہیں
اس بات کو سمجھ لو کہ چوبِ موسیٰ سانپ ہے اور سانپ چوب ہے اس سے جہاں میں شور بپا ہو گیا
ہے غرضیکہ چوب ہو یا سانپ سرِ الٰہی سے کوئی چیز خالی نہیں۔ خدا کے سوا کون ہے اور کیا ہے :

مصرعہ ؎ محجوب را زہیچ چراغے نصیب نیست

محجوب کے لئے یعنی جس کے سامنے پردہ حائل ہے کوئی چراغ فائدہ مند نہیں۔

ہیہات ہیہات! علمائے ظاہری کی عقل مردانِ خدا کے راز تک نہیں پہنچ سکتی جب تک صفائے باطن
نہ ہو راز نہیں کھلتا :

بیت ؎ حرف کو کاغذے سیاہ کند
کے دلِ تیرہ را چو ماہ کند

یہ باتیں کاغذ پر لکھنے سے کیا اثر ہوتا ہے اور کس طرح سیاہ دل صاف ہو کر چاند کی طرح چمک سکتا ہے
اگر ہزار سال تک باتیں کی جائیں تب بھی صفائے قلب حاصل نہیں ہو سکتا۔ زبان گل و سنگ سے ہے
مادی چیز ہے) اور گل اور دل کے درمیان ہزاروں میل کا فاصلہ ہے۔ صاحبِ دل جو بات کرتا ہے
مشاہدہ سے کرتا ہے اور ہمیشہ حق تعالےٰ کے ذوق و فہم میں رہتا ہے :

بیت ؎ اہلِ دل را ذوق و فہمے دیگر است
کاں ز فہم ہر دو عالم برتر است

اہل دل کا ذوق و فہم اور ہے اور یہ ذوق و فہم دونوں جہانوں سے برتر ہے۔
اگرچہ فرشتہ عالمِ قدس سے تعلق رکھتا ہے لیکن دل نہیں رکھتا[1] اس لئے سراپردۂ خاص میں
گذر نہیں رکھتا۔ تو اپنا دل ہاتھ میں لے تاکہ تیرا کام بن جائے کیونکہ دل کے سوا کوئی کام نہیں بنتا۔

---

[1] قولہٗ علیہ السلام لا عرفان بمن لا قلب لہ یعنی آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے
ہیں جس کا دل نہیں اُسے عرفان حاصل نہیں ہوتا۔

تو اپنے آپ کو اپنے دل کے ساتھ محو رکھ یہ بڑی سعادت ہے :

بیت ؎ بر بند ہوا از دل و زبان از گفتار

در محو خودی سعادت پندار

دل کو ہوا و ہوس سے اور زبان کو گفتار سے محفوظ رکھ اور محویت کو سعادت سمجھ۔

اگر علم ظاہر ہے کوئی نقصان نہیں لیکن مرتبے میں کمی ضرور ہے :

وَلِكُلٍّ دَرَجَاتٌ مِّمَّا عَمِلُوْا ہر شخص کے درجات اس کے عمل کے مطابق ہوتے ہیں

حق سے دور رہنا حسرتِ عظیم اور نقصانِ جسیم ہے۔ جو حق سے دور رہتا ہے وہ قیامت تک اس دولت کو نہیں پا سکتا جس کو اہلِ حق حاصل کر لیتے ہیں۔ اگرچہ وہ آدمی جنت میں ہوتا ہے لیکن بے دوست ہوتا ہے اور وہ بے مغز پوست ہوتا ہے :

يَا حَسْرَتَا عَلٰى مَا فَرَّطْتُ فِي جَنْبِ اللّٰهِ

ہائے افسوس ذات باری تعالےٰ کی دوری پر۔

کا نعرہ لگاتا ہے اور اُسے کچھ فائدہ نہیں ہوتا۔ اگر جنت میں ہر شخص کو دوسرے کا حال معلوم ہوتا ہے لیکن عارفین کا ذوق و وجدان حق سبحانہٗ تعالےٰ سے ہوتا ہے اور غافلین ہر وقت حسرت و یاس میں رہتے ہیں :

وَيْلٌ لِّكُلِّ اَفَّاكٍ اَثِيْمٍ

ہر گنہگار کے لئے بڑی مصیبت کا سامنا ہے۔

آہ! ہزار آہ! اس کے لئے ہے جو بے دوست ہے۔ سارا جہاں دوست کے حسن و جمال سے لبریز ہے اس دولت کے بغیر اس جہان سے اُس جہان میں جانا ایسی حسرت ہے جس کا ماتم تمام انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام کرتے گئے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ مردانِ حق اس کے حصول کی خاطر خونِ دل پیتے رہے ہیں اور دونوں جہانوں پر کھیل گئے ہیں :

بیت ؎ خونِ صدیقاں از حسرت بریخت

آسماں بر فرق ایشاں خاک ریخت

اسی حسرت سے صدیقوں کا خون خشک ہو گیا ہے سروں میں خاک ہے۔

تجھے کیا معلوم کہ میرے ساتھ کیا گذرتی ہے پس دن رات یہی غم ہے اور یہی حسرت ہے جب تک زندہ ہوں اسی سوز اور غم میں رہوں گا اسی غم میں مروں گا اور اسی غم میں اٹھوں گا:

بیت ؎     درگور برم از سر گیسوئے تو تارے

تا سایہ کند بر سر من روز قیامت

تیری زلفِ سیہ سے ایک بال قبر میں لے جاؤں تاکہ قیامت کے دن مجھ پر سایہ افگن ہو۔

عاقبت محمود باد۔

---

## مکتوب ۱۰۱

بجانب میاں قطب الدینؒ در بیانِ حدیثِ نبوی مَنْ اَخْلَصَ لِلّٰہِ اَرْبَعِیْنَ صَبَاحًا ظَھَرَتْ لَہٗ یَنَابِیْعُ الْحِکْمَۃِ مِنْ قَلْبِہٖ عَلٰی لِسَانِہٖ و در بیان سلوک در طور حکمت۔

حق حق حق!

آپ کا خط ملا۔ فرحت ہوئی۔

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

مَنْ اَخْلَصَ لِلّٰہِ اَرْبَعِیْنَ صَبَاحًا لَہٗ یَنَابِیْعُ الْحِکْمَۃِ مِنْ قَلْبِہٖ عَلٰی لِسَانِہٖ

جو شخص چالیس صبح اللہ کے لئے اخلاص کرتا ہے حکمت کے چشمے اس کے دل سے اس کی زبان پر جاری ہوتے ہیں۔

مردانِ حق نے ذاتی طور پر اس بات کا تجربہ کیا ہے اور یہ دولت حاصل کی ہے۔ جاننا چاہئے کہ جو شخص

اپنے نفس کافر کو یعنی جسمانی خواہشات کو جن کا تقاضا عالم سفلی اور دون ہمتی کی طرف ہے سلوک میں لاکر عبادات و مجاہدات کی کسوٹی پر ڈالتا ہے اور اُسے تمام آلائش اور گندگی سے پاک کرکے تابناک کرتا ہے تو اس کے اندر سیر یعنی حق تعالٰی کی طرف سفر کرنے کی صلاحیت پیدا ہو جاتی ہے اس کے بعد اُسے آگ میں ڈال کر اس قدر خالص بنایا جاتا ہے کہ سیر طیر میں مبدل ہو جاتی ہے اور عالم ارواح سے ہوتے ہیں بلند مقامات پر پہنچ جاتا ہے اور صاحب کشف و مشاہدہ ہو جاتا ہے۔ یہاں پہنچ کر اس پر آفتاب حقیقت طلوع ہوتا ہے اور ہر قسم کے شکوک اور توہمات سے پاک ہو جاتا ہے:

بیت ؎

ما نہ گدایم چو سلطانِ عشق
از مددِ حسن تو سلطان ماست

ہم گدا یعنی مفلس نہیں ہیں کیونکہ تمہارے حسن و جمال کی بدولت سلطان عشق ہمارا بادشاہ ہے۔

یہ ہے حقیقی دولت۔ خدا نے جسے یہ دولت دی ہے اُسے مبارک ہو:

مصرع ؎

ارباب نعمت کے لیے خوشخبری ہے خدا انھیں خوش رکھے۔

بیت ؎

پیر رہ کبریت احمر آمد است
سینۂ او بحر اخضر آمد است

پیر کامل کبریت احمر یعنی سرخ گندھک کی طرح ہے کہ جس سے لوہا سونا بن جاتا ہے۔ اور اس کا سینہ بحر بے کنار ہے [1]

اس حدیث میں جن اربعین کا ذکر ہے انھیں مشائخ اپنے مریدین سے خلوت میں پے در پے کراتے ہیں جس سے تزکیۂ نفس، تصفیۂ قلب اور تجلیۂ روح حاصل ہوتا ہے۔ اور ناکارہ نفس امارہ برگ و بار

---

[1] :- معلوم ہوتا ہے کہ مکتوب الیہ کو کیمیا گری کا شوق دامنگیر ہے اس لئے خط میں جا بجا کیمیائے سعادت اور کیمیائے دل سے استعارات آئے ہیں۔ کبریتِ احمر بھی کیمیا کا نسخہ ہے۔

لاتا ہے اور شاندار چیز بن جاتا ہے :

اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّ نَهَرٍ فِيْ مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِيْكٍ مُّقْتَدِرٍ

(متقین جنت میں ہوں گے یعنی شاہ عالی قدر کے ہاں مقام صدق پر فائز ہوں گے)۔

عمر عزیز کو غنیمت جاننا چاہیئے اور اس سے کما حقہٗ کام لینا چاہیئے :

بیت ؎ کار کن کار بگذر از گفتار

کاندریں رہ کار دارد کار

کام کرو کام کرو اور باتیں بنانا چھوڑ دو کیونکہ اس کوچے میں کام ہی کام آتا ہے۔

عاقبت محمود باد۔

---

## مکتوب ۱۰۲

بجانب شیخ جلال تھانیسریؒ۔ در بیانِ توحید و جواب سوال یعنی دیدنِ محبوب در آئینہ صورت یا در آئینہ معنی یا ورائے صورت و معنی بشعر شیخ شرف الدین پانی پتیؒ۔

حق حق حق!

امور مشکور ہیں اور عشق میں مخمور :

اِنَّ فِی الْخَمْرِ مَعْنًی لَیْسَ فِی عِنَبٍ

شراب میں وہ اسرار ہیں جو انگور میں نہیں یہاں شراب سے مراد سکرِ معنوی ہے جو فنایت ذات کا دوسرا نام ہے۔

سبحان اللہ! کیا نور ہے اور کیا حضور ہے (یعنی دائمی حضوری) کسی محقق نے خوب کہا۔

بیت ؎ در کعبہ اگر نہ دہند بار
در بُت کدہ یارِ ہر صنم باش

اگر کعبہ میں مقصد حاصل نہیں ہوتا تو بتخانہ میں جاکر بتوں کی دوستی اختیار کرلے یعنی اگر زہد وعبادت سے محبوب حقیقی تک رسائی حاصل نہیں ہوتی تو عشق سے کام لے ۔

**بیان توحید** آں برادر کا پُرسوز و عشق افروز (عشق بڑھانے والا) خط موصول ہوا ۔ فرحت ہوئی ۔ کیا خوش ہے وہ درد اور وہ طلب جو دوست کے لئے ہو کیونکہ دردِ دوست درد بھی ہے اور درماں بھی : قَدْ عَلِمَ كُلُّ اُنَاسٍ مَّشْرَبَهُمْ
(تحقیق جان لیا ہر شخص نے اپنا جائے مشرب)

دردِ دوست دوست کی طرف رہنمائی کرتا ہے اور منزلِ مقصود پر پہنچاکر واصل باللہ کردیتا ہے کسی نے خوب کہا ہے :

بیت ؎ در ہر چہ نظر کردم غیر از تو نمے بینم
غیر از تو کسے باشد حاشا چہ مجالست ایں

جس چیز کو دیکھا میں تجھے دیکھا کسی چیز کی کیا مجال کہ تیرے سوا اس کا وجود ہو سکے ۔

جاننا چاہیئے کہ ہستی مطلق حق تعالے کی ہے اور ہستی مقید تیری ہستی ہے ۔ اور وہ بھی تیرا وہم ہے (کہ میں ہوں) کہ جس میں تو مشغول ہے اور اُسے غیر سمجھتا ہے ۔ جب غیر کا خیال ختم ہو جاتا ہے تو غیر نہیں رہتا (عین بن جاتا ہے) :

بیت ؎ تا تو مے باشی عدد بینی ہمہ
چوں شوی فانی احد بینی ہمہ

جب تک تو ہے تو سب عدد دیکھتا ہے جب تو فنا ہو جاتا ہے تو سب احد دیکھتا ہے ۔

کیونکہ اس پر سب کا اتفاق ہے کہ حق تعالے کی ہستی کے سوا باقی عدمِ محض ہے اور ہستی حق

کے لئے نہ اوّل ہے نہ آخر۔ اوّل وہی ہے آخر وہی ہے باطن وہی ہے ۔ اس کے سوا نہ نیکی ہے نہ بدی (یعنی اس کے سوا کچھ بھی نہیں) :

وَمَنْ يَدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا آخَرَ لَا بُرْهَانَ لَهٗ

اور اس کے سوا جس نے کسی اور معبود کو پکارا تو اس کے لئے کوئی دلیل نہیں۔

یہ وحدتِ صرف (وحدت محض) کا مقام ہے جہاں وَحدَہٗ لَا شَرِیکَ لَہٗ کا دور دورہ ہے ایک معبود ہے اور ایک ہی وجود ہے ایک وجود میں دو معبود نہیں ہو سکتے نہ ایک معبود کے لئے دو وجود ہو سکتے ہیں : لَوْ كَانَ فِيهِمَا آلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا ۔

اگر ایک اللہ معبود کے سوا دوسرا معبود ہوتا تو فساد برپا ہو جاتا ۔

چوں کہ دو ہستی کا تصور محال ہے لہٰذا دو اِلٰہ سے فساد اور عدم محض کے سوا کچھ مقصود نہیں :

وَالْعَدَمُ صرف العدم فَلَيْسَ اِلَّا هُوَ وَهُوَ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ

اور عدم عدم محض ہے اور اس کے سوا کچھ نہیں ۔ اور وہی اللہ ہے ایک اور قہار (جس کے سامنے وجودِ غیر ٹک نہیں سکتا ۔

کسی نے خوب کہا ہے :

بیت ؎
ہر چہ بینی ذات پاک حق بہ بیں
ایں چنیں دیدن ترا نیکو بود

جو کچھ تو دیکھے ذات پاک حق دیکھ' یہ ہے تمہاری حقیقی دید ۔

بیت ؎
اگر کافر ز بُت آگاہ گشتے
کجا در دینِ خود بے راہ گشتی

اگر کافر بت کی حقیقت سے آگاہ ہوتا تو وہ اپنے دین میں گمراہ نہ کہلاتا یعنی کافر حقیقتِ وحدت الوجود سے واقف نہیں اس لئے گمراہ ہے ۔

خدا بین جز خدا نہ بیند و غیر بین ہمہ غیر بیند (خدا بیں کو خدا کے سوا کچھ نظر نہیں آتا اور

غیر بین کو غیر نظر آتا ہے) جس نے آب و گل کے وجود کو نہ دیکھا خدا کو دیکھا اور خدا پرست ہو گیا اور
مومن نام دہرایا، جس نے آب و گل کو دیکھا خدا کو نہ دیکھا۔ وہ ہوا پرست ہوا اور کافر نام رکھوایا۔

فَرِیْقٌ فِی الْجَنَّۃِ وَفَرِیْقٌ فِی النَّارِ ایک فریق جنت میں ہو گا اور ایک آگ میں۔

سے یہی مُراد ہے اور اس کے اندر یہی راز پنہاں ہے۔

## بیانِ دیدن محبوب در آئینہ صورت یا در آئینہ معنی یا ورائے صورت و معنی

جہاں تک اس سوال کا تعلق ہے۔ اس خراب کو اپنی خبر نہیں لکھے تو کیا لکھے :

بیت ؎

ما گم شدہ ایم مرا مجوئید
با گم شدہ گان سخن مگوئید

ہم گم ہو گئے ہیں ہمیں مت ڈھونڈو! گم شدہ لوگوں کے متعلق کوئی بات نہ کہو۔

میرا حال ابتر ہے کار ابتر اور گفتار ابتر ہے :

اِنَّ سَعْیَکُمْ لَشَتّٰی ۔ بے شک تمہاری جد و جہد بے کار ہے۔

ابتر ابتر ابتر، جو کچھ لکھے ابتر ابتر ابتر ہے۔ تاہم لکھ رہا ہوں اس لئے کہ سوال کا جواب ضروری ہے
اور مشکل کا حل لازمی ہے۔ دیوانوں کا راز دیوانے جانتے ہیں اور مستوں کا کلام مست سمجھتے ہیں کیونکہ
پرندوں کی زبان پرندے سمجھتے ہیں۔ جب سلیمان دل شکل دکھاتا ہے پرندوں کی زبان معلوم ہو جاتی
ہے اور مردانِ حق کا جمال ظاہر ہوتا ہے :

فَتَبَسَّمَ ضَاحِکًا مِّنْ قَوْلِھَا

ہزاروں اسرار ظاہر ہوتے ہیں۔ جاننا چاہیئے کہ حق تعالےٰ فرماتے ہیں :

سَنُرِیْھِمْ اٰیٰتِنَا فِی الْاٰفَاقِ

ہم دکھلائیں گے ان کو اپنی نشانیاں آفاق میں۔ یعنی کائنات کو دیکھ کر اہل حق حق کو دیں گے۔
اس آیت میں اس آئینہ کا ذکر ہے (کہ جس میں جمال دوست دیکھا جا سکتا) :

وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ ۙ اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ

(اس دن چہرے خوش ہوں گے حق تعالےٰ کے دیدار سے)

کے مطابق جمال دوست بے حجاب سامنے ہوتا ہے۔ آفاق کے دو معنی ہیں شہودؔ اور غیبؔ۔ (عالم ملکوت اور عالم شہادت یا محسوس)۔ عالم شہادت اس کی صفتِ صنعت ہے یہاں تک غیریت کا نام نہیں۔ پس اس کے اندر عارف جمال حقیقی کے مزے لیتا ہے۔ عامی بچارے (عام لوگ) کیا جانیں وہ تو گویا شکم مادر میں ہے جہاں اُسے اپنی خبر تک نہیں۔ دوست کو کیا جانے گا۔ ہر شخص کو اپنے نورِ استعداد اور مقام کے مطابق علم ہوتا ہے۔ عارف صنعت میں صانع کو دیکھتا ہے اور اپنے نورِ استعداد کے مطابق دوست کا ہم نشین ہوتا ہے۔ عامی نابینا اور مہجور ہوتا ہے اُسے ذاتِ باری تعالےٰ کی بجائے اپنے نفس کے ساتھ حضوری کا مقام حاصل ہوتا ہے اس لئے وہ محروم ہوتا ہے۔ عارف کی معرفت کا وہ کمال ہے کہ وہاں فرشتہ کا بھی گذر نہیں۔ اور نہ اُسے عارف کے حال کی خبر ہے۔ بیچارے عامی اور اہل ظاہر کی کیا مجال!

بیت ؎ عارفان مسند معروف بغایت عالیست

بوالہوس ہیچ فضولے نہ دریں بار رسید

عارفین کا مقام اس قدر بلند ہے کہ بوالہوس ان کی گرد کو بھی نہیں پہنچ سکتا۔

یہ فقیر کہتا ہے کہ:

بیت ؎ زہرہ کرا دست فرازی کند

شاخ فلک دست کہ بازی کند

روز و شبے شستہ نگہبان بسے

کشتہ شود چوں کہ بہ بلند کسے

آئینۂ شہود میں یعنی عالم شہادت (کائنات) میں اس کی صفت صنعت ہے یعنی صانع کا جمال ظاہر ہے لیکن دیکھنے والے کی استعداد کے مطابق۔ اور آئینۂ غیب[۲] یعنی عالم معنی میں عارف عین الیقین سے صاف دیکھتا ہے اور اُسے حقیقت کا اچھی طرح عرفان حاصل ہو جاتا ہے۔ یہاں پہنچ کر مسلم اور کافر شک سے باہر آجاتے ہیں اور حق تعالےٰ کی وحدت کا اعتراف کرتے ہیں:

رَبَّنَا اَمَتَّنَا اثْنَتَیْنِ وَ اَحْیَیْتَنَا اثْنَتَیْنِ

اے رب دو دفعہ تونے ہم کو مارا اور دو دفعہ تونے ہم کو زندہ کیا۔

کا اقرار کرتے ہیں: یَا حَسْرَتَا عَلٰی مَا فَرَّطْتُ فِی جَنْبِ اللّٰہِ

ہائے افسوس ذاتِ حق کی دوری پر۔

کا نعرہ بلند کرتے ہیں پس مومن کے لئے عرفان۔ وجدان (وصول الی اللہ) اور راحت ہوتی ہے اور کافر کو حسرت و حرمان اور بے چینی نصیب ہوتی ہے۔ اور عارف کو یہ دولت یعنی کشف حق اسی دنیوی زندگی میں حاصل ہو جاتی ہے۔ اور دوسروں کو آخرت میں۔ کسی نے خوب کہا ہے:

بیت ؎ ہر کہ را آں آفتاب ایں جا بتافت

ہر چہ آں جا وعدہ بود اینجا یافت

جس کسی پر آفتاب توحید اس دنیا میں چمکا جس چیز کا قیامت کے لئے وعدہ تھا اس جہان میں مل گیا۔

موعود منقود گشت و بکشف و مشاہدہ بظہور پیوست (جس چیز کے لئے وعدۂ فردا تھا آج نقد مل گئی اور ظاہری کشف و مشاہدہ میں آگئی)۔ آئینۂ صورت (شہادت) میں حجابِ سدی (مادی پردہ) حائل ہو جاتا ہے لیکن آئینۂ غیب یا آئینۂ معنوی میں حجابِ کشفی میں ذوق وصال ہوتا ہے۔ اسی مردانِ حق نے کہا ہے:

جانا بارگہ وصل او بدستاں نہ دہند

شیراز قدح شرع بستان نہ دہند

اور درحقیقت محبوب کا دیدار کہ جس کا وعدہ کیا گیا ہے ورائے صورت و معنی ہے (یعنی نہ آئینہ شہادت یہاں کام آتا نہ آئینہ غیب کیونکہ ذاتِ بحت ان دونوں سے وراء اور بلند و بالاتر ۔ وہاں نہ شہود ہے نہ غیوب ۔ نہ دید ہے نہ عدمِ دید نہ اسم ہے نہ سمت ہے نہ طرف ہے نہ اشارہ) :

شعر ؎ یَرَاہُ الْمُؤْمِنُوْنَ غَیْرَ کَیْفٍ

وَاِدْرَاکٌ وَضَرْبٌ مِنْ مِثَالٍ

(مومنین نے اسے بے کیف دیکھا ہے ۔ اور لفظ ادراک فقط مثال ہے)

اگرچہ مشاہدۂ جمالِ حقیقی کا قیامت کے لئے وعدہ دیا گیا ہے لیکن عارفین کو یہ دولت اسی دنیا میں حاصل ہے ۔ اور اس کا حصول اس کے لئے آسان ہے اگرچہ رویت کی نفی آئی ہے لیکن اس بارے میں یاس بھی ناجائز ہے ۔ صاحبِ عوارف المعارف نے لکھا ہے کہ "اگرچہ مشاہدۂ جمالِ حق کا عوام کے لئے قیامت میں وعدہ ہے خواص کو اسی دنیا میں حاصل ہوتا ہے" :

مصرعہ ؎ هَنِيئًا لِأَرْبَابِ النَّعِيمِ نَعِيمُهَا

اربابِ نعمت کو نعمت مبارک باد ۔

یہاں ہم نے شوریدہ سری سے خدا جانے کیا لکھ دیا ہے اور آگے اس سے کیا مفہوم لیا جائے گا ۔

---

## مکتوب ۱۰۳

شیخ شرف الدین پانی پتی سے یہ شعر منقول ہے :

؎ بصورتے کہ تو داری ہزار سجدہ برند

وے ز باغِ وفائے تو میوۂ نخورند !

تیری صورت کے لئے لوگ ہزاروں سجدے کرتے ہیں لیکن تیری وفا کے باغ سے میوہ نصیب نہیں ہوتا ۔

حق حق حق!

جاننا چاہیئے کہ سالکین دوست کے کمالِ جمال کی وجہ سے کمال حیرت میں ہیں انہیں اپنے آپ سے بھی غیرت آتی ہے اور اپنے آپ کو دوست کے جمال کے لائق نہیں سمجھتے! اور محبوب کی کمال بے نیازی اور استغنا دیکھ کر نعرہ مارتے ہیں اور کہتے ہیں کہ:

مصرعہ ؎ وے ز باغ وفائے تو میوہ نخورند

لیکن تیرے باغ وفا سے میوہ نہیں ملتا۔

ایسا بے نیاز ہے کہ انبیاء علیہم السلام لرزہ براندام ہیں۔ باقی لوگ جس قدر فیض یاب ہوئے ہیں اپنے آپ کو اس قابل نہیں سمجھتے۔ اور ہر وقت یہی ان کا قیل و قال ہے کہ:

؎ آہ کہ آں یار مرا یار نیست
آہ کہ آں شوخ وفادار نیست

افسوس! کہ دوست میرا دوست نہیں ہے آہ! وہ شوخ وفادار نہیں ہے۔

اس کے بعد اِس قسم کا شکوہ شکایت عاشق و معشوق کے درمیان شروع ہو جاتا ہے جس سے فریقین کو غصّہ نہیں آتا بلکہ مزہ آتا ہے۔ ایسی باتوں کو عالمِ محبت میں شتمِ محبت کہتے ہیں (شتم کے معنی ہیں گالی دینا) لیکن اسے گالی کوئی نہیں سمجھتا اس گالی کو کمالِ ذوق اور کمالِ دوستی تصور کرتے ہیں۔ ان گالیوں کی قدر کچھ وہ لوگ جانتے ہیں جو دلدادگان ہے۔ بے درد اور فارغ افتادگان کیا جانیں۔

اسی مضمون کو مولانا داؤد نے ہندی زبان میں یوں ادا کیا ہے:

دوہڑہ ؎ بن کریا موری دولہی ناوا
نیکسنیار کنت نہ اوا

اسی طرح اَرِنِیْ اور لَنْ تَرَانِیْ کو سمجھ لو۔ موسیٰؑ نے کہا اَرِنِیْ جواب ملا لَنْ تَرَانِیْ یعنی

اے رب مجھے اپنا دیدار دکھا جواب ملا کہ تو نہیں دیکھ سکتا)۔ عجب ناز و نیاز ہے مردِ عارف کے نزدیک یہ دونوں کلمات مزیدار ہیں۔ عاشق اپنے نیاز اور ذوق وشوق میں اَرِنِیْ اَرِنِیْ کا نعرہ بلند کرتا ہے اور معشوق اپنے ناز اور بے نیازی میں عاشق کے منہ پر لَن تَرَانِیْ کا طمانچہ مارتا ہے۔ جس سے عاشق کے سوز و گداز اور ذوق وشوق میں اضافہ ہوتا ہے لیکن یہ سوز و گداز اور جوش و خروش محبت کا ہوتا ہے نہ کہ مخاصمت اور بُعد کا۔ اس سے نامحرم کی آنکھوں میں خاک ڈالی جاتی ہے اور اعلان کیا جاتا ہے کہ:

مَا جَزَاءُ مَنْ اَرَادَ بِاَهْلِكَ سُوْءً اِلَّا اَنْ يُّسْجَنَ اَوْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ

(اس کی کیا جزا ہے جس نے تیرے متعلقین کے لیے برائی مانگی سوائے اس کے کہ وہ قید ہو یا عذاب میں مبتلا ہو)

ہیہات ہیہات! یہ کیا راز ہے اور کیا اشارہ ہے۔

---

## مکتوب ۱۰۴

بجانب شیخ جلال تھانیسریؒ (۱) رویت (دیدار) الٰہی (۲) شغل باطن (۳) اربعین میں گوشت کھانے کے بیان میں۔

حق حق حق!

حق تعالےٰ سے دُعا ہے کہ آں برادر کو کمالِ مردان اور جمالِ عارفان نصیب ہو۔ بفضلہٖ تعالےٰ۔ سالک کو چاہیئے کہ ہمت بلند رکھے کیونکہ ہمت سے بڑے بڑے کام سرانجام ہوتے ہیں:

قِيْمَةُ الْمَرْءِ هِمَّتُهٗ۔ آدمی کی قیمت اس کی ہمت کے مطابق ہوتی ہے

شریعت کا فتویٰ ہے کہ جو کچھ کُنْ کے نیچے ہے (یعنی جو کچھ پیدا ہوا ہے)۔ اور جو کچھ کون و مکان کے

تحت آتا ہے عارفانِ عالی ہمت کی ہمت کے سامنے ہیچ ہے (یعنی ان کی ہمت اس قدر بلند ہے کہ کون و مکاں کی کوئی چیز ان کو پسند نہیں ہوتی۔ حتیٰ کہ اگر جنت میں وعدہ دیدار نہ ہوتا تو جنت کے طلب گار بھی نہ ہوتے :

بیت ؎ روز قیامت شود پلّہ بہ میزان نہند
خلق بہ جنت رَوَد من نگرم سُوئے دوست

قیامت کے دن جب لوگوں کے اعمال ترازو پر تولے جائیں گے تو خلقت جنت میں جائے گی لیکن میں دوست کا چہرہ دیکھتا رہوں گا۔

مصرعہ ؎ فردوس چہ کار آید گر یار نباشد

وہ جنت کس کام کی ہے جس میں کہ دوست نہ ہو۔

کسی نے رابعہ بصری سے پوچھا کہ بہشت طلب کرتی ہو یا نہیں؟ جواب دیا :

الجارُ ثُمَّ الدَّار

خانہ بے صاحب خانہ بتخانہ ہے نہ کہ خانہ۔ پس ہمت بلند رکھو اور کام کرتے رہو :

شعر ؎ غلام ہمت آنم کہ زیرِ چرخِ کبود
ز ہر چہ رنگ تعلق پذیرد آزاد است

بس اس کی ہمت کا غلام ہوں کہ جو اس نیلی چھت کے نیچے ہر قسم کے تعلقات سے آزاد ہے۔

وَفَوْقَ كُلِّ ذِي عِلْمٍ عَلِيمٌ اور ہر علم والے کے اوپر ایک اور عالم ہے۔

اس سے شوق پر شوق بڑھتا ہے اور ہر شخص کا کلاہِ ناموری اور شوق سروری بڑھ جاتا ہے :

هٰذا هو الكمال والجمال فی الله لا اهل الله

یہ ہے اللہ کا ذوق و شوق اللہ کے لئے۔

یہی وجہ ہے کہ حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے عجز و انکسار اختیار کیا اور سروری اور ناموری کے خیال کو پاؤں کے نیچے روند دیا۔ آپؐ فرمایا کرتے تھے :

ذنبی عظیم فانہ لا یغفر الذنب العظیم الا الرب العظیم

میں بڑا گناہ گار ہوں اور گناہِ عظیم کو سوائے ربِ عظیم کے کوئی نہیں معاف کر سکتا۔

آپؐ اس پر اکتفا نہیں کرتے تھے اور فرماتے تھے :

اَللّٰھُمَّ اجعلنی عتقائك ومحرریك من النار

اے اللہ! مجھے نارِ جہنم سے محفوظ فرما۔

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے رب تعالیٰ کے سامنے اس قدر عجز و نیاز کرتے تھے اور اس قدر خوف زدہ ہوتے تھے کہ اکثر فرماتے تھے :

یَالَیْتَ رَبَّ مُحَمَّدٍ لَمْ یَخْلُقْ مُحَمَّدً

کاش کہ محمدؐ کا رب محمدؐ کو پیدا نہ کرتا۔

مقربانِ بارگاہِ حق تعالیٰ اپنے آپ کو اس لئے ہیچ مقدار عاجز اور بیکس سمجھتے ہیں اور اس لئے آہ و نالہ کرتے ہیں کہ جب شفیعِ روزِ محشر اس قدر گریہ و زاری کرتے ہیں تو دوسروں کی کیا مجال کہ گریہ نہ کریں یا اپنے آپ کو کسی چیز کے لائق سمجھیں :

وَھٰذَا سُنَّةُ اللّٰهِ تَعَالٰی فِی الْمُقَرَّبِیْنَ وَلَنْ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِیْلًا

مقربین کے حق میں حق تعالیٰ کی عادت ہے اور اس کی عادت میں تبدیلی نہیں ہوتی۔

عزیزِ من! تا رنج نہ بری بگنج نرسی (جب تک تکلیف نہ اٹھائے گا منزلِ مقصود تک نہ پہنچے گا کیونکہ : اَجْرُكَ عَلٰی قَدْرِ تَعَبِكَ

تمھارا اجر تمھاری تکلیف کے مطابق ہوگا (حدیث)۔

تا خوار نشوی عزیز نگردی (جب تک تو تکلیف نہ اٹھائے گا عزت کو نہ پہنچے گا) :

وَاِنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ الرَّحِیْمُ اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔

جب تک تو نیست نہ ہوگا ہستی کو پائے گا

وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ اور ہم نے تمھیں عزت بخشی۔

تا در فرش نیامدی بر عرش نرفتی (جب تک تو فرش پر نہ بیٹھے گا عرش پر نہ پہنچے گا:

وَرَفَعۡنَاهُ مَكَانًا عَلِيًّا — اور ہم نے اسے بلند مقام عطا کیا۔

جب تک تو سرزمین پر نہ رکھے گا بہشت میں نہ جائے گا:

اِنَّ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ كَانَتۡ لَهُمۡ جَنّٰتُ الۡفِرۡدَوۡسِ

تحقیق جو لوگ ایمان لائے اور عمل صالح کیا ان کے لئے جنت الفردوس ہے۔

جب تک تو اپنی آنکھ کو غیرِ حق کی دید سے نہ توڑے گا جمالِ ذوالجلال تیری آنکھ میں نہ آئے گا چشمِ غیر بین خدا بین نبود (غیر کو دیکھنے والی آنکھ خدا کو نہیں دیکھ سکتی)۔

يَعۡلَمُ خَآئِنَةَ الۡاَعۡيُنِ وَمَا تُخۡفِى الصُّدُوۡرُ

(وہ آنکھوں کی خیانت کو اور جو دل میں چھپاتے ہیں، خوب جانتا ہے۔)

لیکن یہاں معتزلہ نے غلطی کی ہے اور رویت (دیدار) حق تعالےٰ کا انکار کر بیٹھا ہے۔ کیونکہ خدا کے ساتھ غیر کا وجود محال ہے اور تصور میں نہیں آسکتا کہ اس کا غیر موجود ہے:

كَانَ اللّٰهُ وَلَمۡ يَكُنۡ مَعَهٗ شَيۡءٌ

اللہ تھا اور اس کے ساتھ کسی چیز کا وجود نہ تھا۔

بندے کی آنکھ میں سوائے غیر کے نہیں ہوتا۔ اور غیر کا سوائے غیر کے تعلق نہیں ہوتا۔ دوئی اور شرک غیر کے وجود سے لازم آتا ہے۔ لہٰذا پروردگار کا دیدار غیر کو لائق نہیں۔ (یعنی جب تک مقام دوئی میں ہے دیدار کے لائق نہیں ہوسکتا)۔

ولم تعلم المعتزله اَنَّ سِرَّ الوجود هُوَ الله تعالى وبرزوُ الله جميعًا فالغيرُ فى الكون والمجاز والحقّ فى العين والحقيقه فلذلك السّر فينسون النعيم اذا راوه فلذالك السّر عرج الحبيب صلعم من الكون والمكان الى مقام او ادنىٰ عند السبحان۔

(اور فرقہ معتزلہ نہیں جانتا کہ وجود کا راز خود اللہ ہے۔ یعنی ظاہری کائنات اور مجاز میں

غیر (کثرت) ہے اور حقیقت میں سب وجودِ حق اور عین حق ہے اور اسی راز کی وجہ سے بھلا دیتے ہیں نیم کو۔ یہ وہی راز تھا جس کی بدولت حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم عروج فرما کر کون و مکان سے گذر گئے اور حق سبحانہ تعالیٰ کے قرب میں مقام اَوْ اَدْنیٰ پر پہنچ گئے)۔

عزیز من! بندہ صفات خداوند تعالےٰ میں موصوف ہوتا ہے اور ابد تک باقی بن جاتا ہے اور خدا کے صفات میں خدا کے سوا کوئی موصوف نہیں ہو سکتا لہٰذا خداوند تعالیٰ اپنی صفات میں موصوف ہوتا ہے اور بندہ درمیان میں نہیں ہوتا یعنی بندہ خداوند کے ساتھ یگانہ (ایک) ہو جاتا ہے لیکن بغیر اتحاد یا حلول۔ پس دوئی مٹ جاتی ہے اور دیدار کے وقت خدا نور خدا اور قدرت خدا سے دیکھا جاتا ہے بے کیف، بے مکاں، بے جہت (سمت) بے زمان، بے شک، بے شبہ، اور کل مثال سے پاک اور برتر۔ بندہ درمیان میں نہیں ہوتا اور غیر کا نام و نشان تک نہیں ہوتا۔ غرضیکہ خدا کے سوا کچھ نہیں ہوتا وہی ہوتا ہے اور صرف وہی ہوتا ہے:

کُنْتُ لَہٗ بَصَراً حَتّٰی بِیْ یُبْصِرُ وَبِیْ یَسْمَعُ

میں اس کی بینائی بن جاتا ہوں اور وہ مجھ سے دیکھتا اور سنتا ہے

اسی شہود کا شاہد ہے: وَذَالِكَ معنی التجلی فاعرف

اور تجلی کے یہی معنی ہیں اچھی طرح سمجھ لو۔

اس سے زیادہ صاف الفاظ میں یوں کہا جا سکتا ہے کہ دیدار کے دن بندہ کی آنکھ نورِ خدا سے منور ہو جاتی ہے اور اسے نضارت کہتے ہیں:

وُجُوْہٌ یَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَۃٌ اِلٰی رَبِّہَا نَاظِرَۃٌ

ان کے چہرے منور ہوں گے رب تعالےٰ کے دیدار سے۔

تاکہ خدا تعالیٰ کے دیدار کے لائق ہو سکے۔ عزیز من! جب کتے فیض یاب ہیں اور پتھر دیدار کرتے ہیں تو ہمیں کیوں نا امید ہونا چاہیئے۔ (کُتّے سے مُراد شاید اصحابِ کہف کا کتا ہے۔ جہاں تک پتھر کا تعلق ہے اس سے مُراد کوہ طور ہے جس پر حق تعالےٰ نے تجلی فرمائی اور ریزہ ریزہ ہو گیا)[1]

[1] یہ عبارت حاشیۂ کتاب پر درج ہے۔

معلوم نہیں معتزلہ کیوں منکرِ دیدار ہے۔ پھر بوقتِ دیدارِ خداوند صفاتِ خداوندسے موصوف ہوکر بصیر وعلیم وسمیع وقیوم ہوا اور عالمِ شہادت یاصورت سے نکل کر عالمِ معنی میں پیوست ہوا:

حَتّٰی رَاٰی رَبَّہٗ وَجَعَلَہٗ دَکًّا

حتیٰ کہ اس نے اپنے رب کو دیکھا اور ریزہ ریزہ ہوگیا۔

کا اشارہ اسی جانب ہے:

والقلب کذالک بصیر منہ الیہ ویرای ربہ

فالانسان آخر ان یرقیٰ منہ الیہ ویرا ربہ لاشک

فیہ افتمارونہ علیٰ مایرائ۔

(اسی طرح قلب بصیر ہوتا ہے اور اپنے رب کا مشاہدہ کرتا ہے۔ انسان کوشش کرتا ہے تاکہ ترقی کرے اور مشاہدہ کرے اپنے رب کا۔ لیکن لوگ اس رویت الٰہی میں اختلاف کرتے ہیں)۔

عزیز من با سوز کے ساتھ ساز بھی ضروری ہے جھلنی بنو اور جان پر کھیل جاؤ۔ ہوش وخروش سے رہو۔ مے نوش و ہیچ مفروش (پیو لیکن کچھ نہ بیچو)۔

نزہتہ الارواح میں لکھا ہے کہ تخلقوا باخلاق اللہ کے معنی کیا ہیں۔ یہ ایک بے نشانی ہے۔ بیخ و بن نکال دے اور بے نشان ہو جاؤ چونکہ حق تعالےٰ بے نشان ہے تجھے نشان لائق نہیں (تو بھی بے نشان ہو جا):

بیت ؎ درستی دریں راہ شکستِ تو آمد

کہ اول خرابیست آں کہ عمارت

اس کوچے میں سلامتی شکست ہے جس طرح عمارت بنانے سے پہلے اُسے توڑا جاتا ہے

مثنوی

تو خود را ببیں گر توانی شنید کہ در ہر دو عالم ترا کس ندید

اگر ہیچ واقف شوی زیں نفس — ازاں برتری کت نماید بکس

نگہدار خود را تو از چشم خویش — کہ اندامت از ناخن تست ریش

اگر تو میری نصیحت سنتا ہے تو اپنے آپ کو مت دیکھ اور دونوں جہانوں سے گم ہو جا۔ یہ اس سے بہتر ہے کہ تیری نمود و نمائش ہو۔ تو اپنے آپ کو اپنی آنکھ سے محفوظ رکھ کیونکہ تیرا جسم خود تیرے ناخن سے زخمی ہے۔

عزیز من! حضرت کبریا جلیل کی بارگاہ میں عجز و انکسار کے سوا کچھ لائق نہیں۔

وَلَهُ الْكِبْرِيَاءُ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ — اور آسمانوں اور زمین میں اسی کی عظمت ہے۔

اگر اس کا فضل ہو جائے تو عاجز بندہ عرش سے بھی اوپر چلا جاتا ہے اور اُسے وہ کمال اور جمال نصیب ہوتا ہے کہ کوئی مقرب اس کے دامن کو بھی نہیں چھو سکتا۔ اگر وہ عدل سے کام لے تو مقربانِ بارگاہ کو خاک پر دے مارے قعرِ ذلت میں پھینک دے۔ اور کسی کو چون و چرا کی مجال نہیں۔ پس انصاف کی بات یہ ہے کہ رات دن کام میں مشغول رہ تاکہ انتہا کو پہنچ جائے:

وَاَعَدَّ لَهُمْ اَجْرًا عَظِيْمًا — اللہ نے ان کے لئے اجرِ عظیم مقرر کیا ہے۔

دوستانِ حق کا مددگار ہے۔ اور اس سعادت اور اس دولت کو سوائے خدا تعالےٰ کے کوئی نہیں جانتا: اَعْدَدْتُ لِعِبَادِیَ الصَّالِحِیْنَ مَا لَا عَیْنٌ رَاَتْ وَلَا اُذُنٌ سَمِعَتْ وَلَا خَطَرَ عَلٰی قَلْبِ بَشَرٍ۔

(ہم نے اپنے صالح بندوں کے لئے وہ دولت جمع کر رکھی ہے کہ جسے نہ کسی آنکھ نے دیکھا ہے نہ کسی کان نے سنا ہے اور نہ کسی بشر کے قلب میں اس کی وسعت کا خیال آسکتا ہے۔)

پس سالک جو کچھ دیکھے یا سنے اور ضرور اہلِ حق دنیا کی چیزوں کو بھی دیکھتا ہے اور سنتا بھی ہے اس کے لئے لازم ہے ہرگز ہرگز کسی چیز کی طرف التفات نہ کرے۔ اور وساوس کی نفی میں اس قدر کوشاں رہے کہ کسی چیز کے ساتھ دل نہ لگائے اور صحنِ دل کو اس طرح پاک و صاف رکھے کہ غیر کی خس و خاشاک کو ہٹا کر اللہ کے سوا کچھ نہ رہے اللہ کے سوا کچھ نہ چاہے اور اللہ کے سوا

کچھ نہ جانے تاکہ اللہ میں محو اور مستغرق ہو جائے اور زماں و مکاں سے گذر کر اسے عالم وحدت اَللّٰہُ اَحَدٌ کی سیر و طیر کرائیں :

وَاللّٰہُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰی مَا تَصِفُوْنَ

میں سالکین کی حمایت ہے۔ طالبانِ صادق کو چاہیئے کہ ادب شیخ میں کہ جس کا جمال آئینۂ ذوالجلال ہے اس شدومد سے مستغرق ہو کہ فنافی الشیخ کا مقام حاصل ہو جائے تاکہ فنافی اللہ ہو جائے اور فنا الفنا اور بقاء البقا میں اس قدر ترقی ہو کہ جس کی کوئی نہایت نہ ہو اور نہ کوئی نمایت (اختتام) ہو : وَلَا غَایَۃَ لِلّٰہِ تعالٰی وتخلیاتہٖ ولا غایۃً ایضاً لصفاتہٖ و الہمآئہٖ فی التجلیات العلویات والتوقیات والرفیعات السنیاتِ۔

(اور ذاتِ حق کی کوئی انتہا نہیں۔ نہ اس کی تجلیات و صفات کی کوئی حد ہے)۔

سالک کی استعداد اور صفائے وقت اور انجلائے وجود (تجلیۂ قلب) کے مطابق نورِ جمال سمدی و انوارِ علوی بندہ پر متجلّی ہوتے ہیں اور جسمانی وجود سے ترقی کر کے ہزار ہزار تجلیات سے فنا، بقا، فناء الفنا، اور بقا البقا کے مقامات پر پہنچ جاتا ہے۔ لیکن بندہ جس قدر ترقی کرتا ہے اور فنا و بقا میں دوڑ لگاتا ہے بندہ وہی بندہ رہتا ہے اور خداوند خداوند ہوتا ہے۔ نہ بندہ ناچیز وجود محض بن جاتا ہے نہ یہ کہ بندہ خدا بن جاتا ہے۔ اَلْعِیَاذُ بِاللّٰہِ مِنْ ذَالِکَ وَاِنْ کَانَ۔ فی الحقیقۃِ لیس الی اللّٰہ (فی الحقیقت اللہ کے سوا کچھ نہیں)۔

لیکن فنا و بقا میں بندہ اس مقام پر پہنچ جاتا ہے کہ اسے اپنی خبر نہیں ہوتی اور نہ دوئی ہوتی ہے نہ کوئی انتہا۔

فالعبدُ عبدٌ والحقُ حقٌ — پس بندہ بندہ ہے اور حق حق۔

نَاعِرْدُ. فَاِنَّہٗ سِرٌّ بین اللّٰہ وبین عبدہٖ وَحْدَہٗ لَاشَرِیْکَ لَہٗ وَ عبدہٗ و رسولہٗ۔

(جاننا چاہیئے کہ وہ راز ہے درمیان اللہ اور بندہ کے وہ واحد لاشریک ہے اور محمدؐ ان کے عبد اور رسول ہیں)۔

یہ اس مقام کا کمال و جمال ہے پس شیخ مرشد کا ادب کہ صاحب شریعت ہے ہمیشہ ملحوظ خاطر رکھنا چاہیئے تاکہ شیطان کے شر سے محفوظ رہے اور نفس و شیطان مغلوب رہیں۔ کیونکہ

الرفیق ثم الطریق والشیطان مع الواحد ومن الاثنین بعیدٌ

(سفر میں رفیق ضروری ہے کیونکہ شیطان ایک کے ساتھ ہوتا ہے اور دو سے دور ہوتا ہے)

یہ شریعت کا فتویٰ ہے۔ ہوشیار رہو اور کام میں لگے رہو تا نَصْرٌ مِّنَ اللّٰهِ وَفَتْحٌ الغریب کا دروازہ اس شان سے کھل جائے کہ ملک مقرب بھی حیران ہو جائے۔ یاد رہے کہ مراقبہ صفات میں عروج و نزول کی نوبت رہتی ہے لیکن مراقبہ شیخ مُربّی کے لئے کوئی نوبت نہیں اور دل کی نظر ہمیشہ جمالِ شیخ پر رہتی ہے جس سے شغل باللہ میں مستغرق رہتا ہے کیونکہ یہی کلمہ طیبہ کے معنی ہیں یعنی کلمہ لا الٰہ سے خیال غیر کی نفی مقصود ہے اور الا اللہ کا مقصد اسمار صفاتِ الٰہی کا قائم ہونا ہے لیکن مراقبہ شیخ جو کہ صاحبِ شریعت ہے سے حقیقت محمد رسول اللہؐ کا قائم ہونا ہے۔ جس سے بقا قائم ہوتی ہے۔ سالک کو چاہیئے کہ ہر وقت اپنی نفی اور ماسوی اللہ کی نفی کرتا رہے اور حق تعالیٰ سے پیوست ہو جائے:

كُنْ لِي أَكُوْنُ لَكَ وَمَا كَانَ لِي يَكُوْنُ لَكَ

تو میرا ہو جا میں تیرا ہو جاؤں گا اور جو میرا ہو گا وہ تیرا ہو گا۔

یہ دوستانِ حق تعالے کا نقد وقت ہے (ہر وقت کا مطمح نظر ہے):

وَمَا لِذَالِكَ حَدٌّ وَلَا غَايَةٌ    اور اس کی نہ کوئی حد ہے نہ حساب۔

اسی لئے سلطان العارفین (حضرت خواجہ بایزید بسطامی قدس سرہٗ) نے فرمایا ہے کہ:

ملکی اعظم من ملکِ اللہِ تعالیٰ فانّ ملکَ اللہ تعالیٰ ھو الکون والمکان واللہُ تعالیٰ ملکی۔

یعنی میرا ملک اللہ تعالےٰ کے ملک سے بڑا ہے کیونکہ اللہ تعالےٰ کا ملک کون و مکان ہے

اور میرا ملک اللہ تعالےٰ ہے۔

ذوق وشوق کے وقت اشعار سے بھی مدد ملتی ہے اور آدمی ذکر حق اور شغل میں اس قدر مستغرق ہو جاتا ہے کہ محویت طاری ہو جاتی ہے اور:

ظَہَرَتْ ینابیع الحکمۃ من قلبہٖ علیٰ لسانہ

اور اس کے دل سے زبان پر حکمت کے چشمے جاری ہو جاتے ہیں

اور بحرِ ربانی میں موجیں اٹھنے لگتی ہیں:

فَکَانَ کَلَامُہٗ کَلَامُ الْاَنبیاءِ آتیناہُ حُکمًا وَّعِلْمًا وَکَذٰلِکَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ

(پس اس کا کلام انبیاء کا کلام ہے، ہم نے اس کو حکمت اور علم دیا اسی طرح ہم نیکوکاروں کو جزا دیتے ہیں)

یہ دوستانِ حق کا تاج ہے لیکن کون یہ تاج حاصل کرتا ہے اور کس بادشاہ کو یہ سلطنت ملتی ہے تاکہ وہ دونوں جہانوں کا بادشاہ بنے۔

## اربعین (چلہ) میں گوشت کھانا

یہ جو آپ نے اربعین میں گوشت کھانے کے متعلق دریافت کیا ہے یہ اچھا سوال ہے۔ بعض مبتدعی (روحانی کام کرنے والے) کے نزدیک گوشت کا ترک کرنا مطلقاً جائز نہیں۔ ہاں کثرت سے گوشت نہیں کھانا چاہیئے کیونکہ اس سے قساوت قلب (دل کی تاریکی) بڑھتی ہے اس لئے کبھی کبھی گوشت کھا لینا چاہیئے ہمیشہ نہیں کھانا چاہیئے۔ انبیاء علیہم السلام نے اس لئے گوشت کو روا رکھا ہے کہ خدا تعالےٰ کی حلال کی ہوئی چیز کو حرام نہ سمجھا جائے کیونکہ اس سے کفر لازم آتا ہے۔ عیاذ باللہ من ذالک۔

بعض صالحین نے صرف گھاس پر اکتفا کیا ہے اور خلق سے دور رہ کر حق تعالےٰ کے ساتھ مشغول رہے ہیں۔ پس عقیدہ مضبوط رکھو اور کام میں لگے رہو اور شغلِ حق میں مستغرق رہو۔ کسی چیز کا فکر نہ کرو:

اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الصّٰدِقِیْنَ۔ وَاللّٰہُ لَا یَھْدِی الْقَوْمَ الْفٰسِقِیْنَ

اللہ تعالےٰ صادق الحال لوگوں کے ساتھ ہے اور فاسقین کو راہ ہدایت نہیں دکھاتا

## بچوں کی دیکھ بھال

اور یہ جو آپ نے بچوں کی دیکھ بھال کے متعلق دریافت کیا ہے معلوم ہوا۔ ہاں گمراہ کے راستے میں سو پہاڑ حائل ہوتے ہیں اور مقبولِ بارگاہ کے راستے میں گھاس کا تنکا بھی حائل نہیں ہوتا۔ کیا کیا جائے جو کچھ تقدیر میں لکھا ہے وہی ہوگا۔ نیز آپ نے آنے کے متعلق دریافت کیا ہے۔ عزیزِ من! جو کچھ للہ کیا جائے اس سے ہرگز نقصان نہیں ہوتا۔ نہ کسی شخص کا نقصان ہوا ہے : فَاِنَّ ھٰذِہٖ الْقُوَّۃَ شَیْءٌ خَالِصًا مُخْلِصًا لِلّٰہِ

(پس بے شک یہ طاقت خالص پروردگار کے لیے ہے)

قدم آگے بڑھانا مردانِ حق کا کام ہے خدا جسے کامیاب کرے اور خود پرستی سے بچا کر خدا پرست بنائے!

فَاِنَّ ھٰذِہٖ الْقُوَّۃَ اُعْطِیَتْ الْاَنْبِیَآءِ فَبَعَثُوْا بَعْدَ الْاَنْبِیَآءِ عَلَیْھِمُ السَّلَامُ

آں برادر پاکانِ روزگار میں سے ہیں۔ اُمید ہے کہ جو کچھ اللہ تعالےٰ سے طلب کریں گے میسّر ہوگا۔

عاقبت بخیر باد بالنبی وآلہ الامجاد۔

## مکتوب ۱۰۵

بجانب شیخ جلال تھانیسریؒ - (۱) رات کی بیداری اور مشغولی کے متعلق سوال کے جواب میں۔ (۲) اِذَا تَمَّ الفَقْرُ فَھُوَ اللّٰہُ۔
(۳) ذکر باللسان لقلقۃ وذکر القلب وسوسۃ
(۴) خلو دل از فضول شرط خلوت است (۵) معنیٰ سیر رہ کبریت احمر است اور
(۶) ارشاد طالبانِ حق و رہنمائی کردن کے معانی کے بیان میں۔

! حق حق حق !

آپ کا خط ملا۔ حال معلوم ہوا۔

### پوری رات کا جاگنا

آپ نے لکھا ہے کہ بعض شبوں میں پوری رات جاگنے کا شوق ہوتا ہے۔ عزیز من! یہ سُن کر دل کو بہت خوشی حاصل ہوئی۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذَالِکَ وَ بَارَکَ اللّٰہُ فِیْہِ وَاَدَامَ عَلَیْہِ (اس پر خدا تعالیٰ کا شکر ہے۔ خدا برکت دے اور استقامت عطا فرمائے) شب بیداری مردانِ حق کا کام ہے اور عاشقانِ حق کی طلب کا میدان ہے۔ اس فقیر نے یگانۂ حق تعالےٰ فلک یونس رحمہ اللہ کی زبان دُربار سے سنا ہے۔ ایک بزرگ جو اپنے جنون میں اس قدر منہمک تھے کہ اپنے وجود سے خبر نہیں رکھتے تھے اور اپنی عورت پر کبھی اپنا بستر نہ کھولتے تھے مجھ سے اکثر فرمایا کرتے تھے :

بیت ؎

سید اگر روز نیابی تو زغوغائے عرب
شب محرم عاشقان است شبہا است طلب

اگر مصروفیت کی وجہ سے دن کے وقت شغل حق نہیں رکھ سکتا تو رات عاشقوں کی محرم

راز ہے پس راتوں کو طلب کر۔

عزیزِ من! بیداریٔ شب کی بدولت عاشقان وعارفان و مخلصان نے معشوق تک رسائی حاصل کی ہے اور مقصودِ مطلق تک پہنچ کر واصل باللہ ہوئے ہیں۔ جو کچھ انہیں حاصل ہے شب بیداری سے ہوا ہے انبیاء اور اولیاء کو معراج رات کی تنہائی میں ہوا۔ مصطفےٰ علیہ السلام دولتِ شب طلب کرنے کے لئے ماہ رمضان کا آخری عشرہ اعتکاف میں گذارتے تھے۔ اور ہر رات نمازِ تہجد ادا کرتے تھے۔ اسی طرح خلیل اللہ علیہ السلام کو بھی رات ہی کے وقت محرمِ راز فرما کر عالمِ مثال میں انوارِ ربانی کی بارش فرمائی اور اس تجلیٔ خاص کو ان الفاظ میں بیان فرمایا:

فَلَمَّا جَنَّ عَلَيْهِ اللَّيْلُ رَاٰى كَوْكَبًا۔۔۔

پھر جب رات ہوئی تو اس نے دیکھا ستارا۔

(نیز مصطفےٰ علیہ السلام کو حرمِ خاص کی دولتِ قابَ قوسینِ اَوْ اَدْنٰی شب ہی میں نصیب ہوئی جس کا اعلان اس طرح ہوا:)

سُبْحَانَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِهٖ لَيْلًا

پاک ہے وہ ذات جس نے اپنے بندے کو مسجدِ حرام سے مسجدِ اقصیٰ تک سیر کرائی۔

يٰٓاَيُّهَا الْمُزَّمِّلُ قُمِ الَّيْلَ

اے کملی اوڑھنے والے رات کو جاگو۔۔۔۔

کا خطاب بھی دولتِ شب لوٹنے کی خاطر تھا۔ یعنی اے گلیم پوش! اے شربتِ قرب نوش! اے مردِ ہوش! اے دریا نوش! اے صاحبِ جوش! اے لولاک پوش! اے دوست! اشب بیدار بن اور کام کر تاکہ دولتِ حضوری و مشاہدہ دوست سے نوازا جائے:

يُغْشِي الَّيْلَ النَّهَارَ (ڈھانپ لیتا ہے رات سے دن کو)

سراپردہ عاشقاں خاص ہے:

وَجَعَلْنَا الَّيْلَ سَكَنًا وَّالنَّوْمَ سُبَاتًا



اور ہم نے رات کو اور نیند کو باعثِ سکون بنایا۔

سے عاشقان دردمند اور مردانِ حق کو دعوت مل رہی ہے کہ شب دوستوں کے راز و نیاز کا وقت ہے اور بندگان خاص کے لئے معراج کا موقعہ ہے :

بیت ؎ بیدار شد ز دستِ غمت سالہا ز کے
برپائے سر نہادہ و آسودہ خواب کرد

وَجَعَلْنَا اللَّيْلَ لِبَاساً اور بنایا ہم نے رات کو لباس۔

کا مطلب یہ ہے کہ دوستوں کو لباس اور پردہ دے کر ماسوی اللہ سے پوشیدہ کرے حریم خاص سے جگہ دے۔ سبحان اللہ! اسرار شب جس قدر بیان کئے جائیں کم ہیں۔ دولت شب سے صرف شب بیدار ہی واقف ہیں کیونکہ ان کے دل زندہ ہوتے ہیں :

تَتَجَافٰى جُنُوبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُونَ رَبَّهُمْ خَوْفاً عَنِ القطیعة والحجب عن اللہ وطمعاً بالوصول الی اللہ واتصال باللہ۔

(ان کے جسم بستروں سے علیحدہ رہتے ہیں۔ یاد کرتے ہیں اپنے رب کو خوف سے تاکہ قطع ہو جائیں پردے اللہ کے مابین اور وصال حق نصیب ہو)۔

یہ ان بندگان خاص کی مدحت میں آیا ہے۔ مردہ دلوں کو جو دولتِ شب سے بے بہرہ ہیں کیا معلوم کہ شب کیا ہے اور اس کے اندر کیا انوار پوشیدہ ہیں۔ غافلوں کو حسرت و یاس سیاہ روئی اور بدبختی کے سوا کچھ حاصل نہیں :

فَالْوَيْلُ لَهُمْ ثُمَّ الْوَيْلُ لَهُمْ ان کے لئے خرابی ہی خرابی ہے۔

بیت ؎ دولتِ جاوید خواہی خیز شبہا زندہ دار
خفتہ نابینا بُوَد دولت بہ بیداراں رسد

اگر تو دولت جاوید چاہتا ہے تو راتوں کو زندہ رکھ۔ سونے والا اندھا ہوتا ہے دولت شب بیداروں کو ملتی ہے۔

عزیز من! درگاہ حق سبحانہ تعالےٰ میں جو کچھ کسی نے حاصل کیا شب بیداری سے حاصل کیا۔ شب بیدار کے لئے یہ مژدہ جانفزا ہے:

تَجِدُنِی فِیْ سَوَادِ اللَّیْلِ عَبْدِی
قَرِیْباً مِنْکَ فَاطْلُبْنِی تَجِدْنِی

میرا بندہ مجھے رات کی تاریکی میں پاتا ہے۔ میں قریب ہوں تیرے پس طلب کرو گے تو پاؤ گے۔

خدا کرے یہ دولت ہم سب کو نصیب ہو اس کے لطف و کرم سے۔

اے عزیز! اب تجھے معلوم ہونا چاہیئے کہ جو مردانِ حق شب بیداری کرتے ہیں اپنے حسبِ حال و ذوق مشغول رہتے ہیں۔ بعض ساری رات نماز میں گذارتے ہیں:

یَبِیْتُوْنَ لِرَبِّھِمْ سُجَّدًا وَّقِیَامًا

اور اپنی رات سجدہ یا قیام میں بیت دیتے ہیں۔

یہ ان کی شان میں نازل ہوا ہے۔

فَاِنَّ فِی الصَّلٰوۃِ تَنْزِیْلُ الْقَلْبِ وَمعراج المومن وَ التواضع لِلّٰہِ وَ العبودیۃِ لَہٗ ھا المصلی یُنَاجِیْ رَبَّہٗ

(بے شک نماز میں دل کا نزول ہے اور مومن کی معراج ہے اور اللہ کے لیے تواضع ہے اور اس کی عبودیت۔ اور نمازی اپنے پروردگار سے سرگوشی کرتا ہے)۔

بعض تلاوتِ قرآن میں رات بسر کرتے ہیں کہ جن کی شان اھل القرآن اھل اللہِ (اہل قرآن اہل اللہ ہیں) آیا ہے۔ بعض ذکر میں مشغول رہتے ہیں جن کی شان یہ ہے:

وَالذّٰکِرِیْنَ کَثِیْرًا وَالذّٰکِرٰتِ اَعَدَّ لَھُمْ مَّغْفِرَۃً وَّاَجْرًا عَظِیْمًا

کثرت سے ذکر کرنے والے اور ذکر کرنے والیاں وہ ہیں جن کے لئے اللہ تعالےٰ نے مغفرت

اور اجرِ عظیم مخصوص کر رکھا ہے۔

اور میری ایک اور بات سن لے جو اس کام میں ممد و معاون ہے اور اسرار کا خزینہ ہے:

وَھُوَ اِنَّ الْاِشْتِغَالَ بِالْعُلُوْمِ الشَّرْعِیَّۃِ وَ تِلَاوَۃِ الْقُرْاٰنِ اَمُوْ حَسَنَۃٌ

وَلٰکِنْ شَانُ الطَّالِب شَانٌ اٰخَر

علوم شرعیہ کا حصول اور تلاوتِ قرآن نیک کام ہیں لیکن طالب کی شان اور ہے۔

کسی نے خوب کہا ہے:

مرد مے باید سر او را نہ پائے

جملہ گم گشتہ درو او در خدائے

ترجمہ:- مرد وہ ہے جس کا نہ سر ہو نہ پاؤں بلکہ سب اس میں غرق ہو اور وہ خدا میں۔

ظاہری عبادات مثل نماز روزہ تلاوت وغیرہ ضروری ہیں اور ان پر عمل نہ کرنا گناہ ہے۔ لیکن اس کے باوجود طالبِ حق تعالیٰ وہ ہے کہ جسے کوئی خوف و خطر نہیں:

بیت ؎ در کوئے دوست جانرا باشد خطر اگرچہ

جائیکہ عشق باشد جاں را خطر نباشد

دوست کے کوچے میں اگرچہ جان کا خطرہ ہے لیکن جہاں عشق ہے وہاں کوئی خطرہ نہیں۔

## رباعی

در بحرِ عمیق تو غوطہ خواہم خوردن یا غرق شدن یا گہرے آوردن

کار تو مخاطر است خواہم کردن یا سُرخ کنم روئے زتو یا گردن

تیرے عشق کے بحرِ عمیق یعنی گہرے سمندر میں غوطے لگاؤں گا یا غرق ہو جاؤں گا یا گوہر نکال لاؤں گا عشق بازی اگرچہ خطرناک ہے لیکن ضرور کروں گا یا سرخ روئی (کامیابی) حاصل یا گردن سرخ کرنی پڑے یعنی گردن کٹوانی پڑے)

عزیزِ من! مومنین طریقِ حق میں سلامت رہتے ہیں اور ہلاکت سے دور رہتے ہیں :

يُرِيدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيدُ بِكُمُ الْعُسْرَ

اللہ تعالٰی تمہارے لئے آسانی چاہتا ہے اور تنگی نہیں چاہتا۔

لیکن طالبانِ حق خود بخود جان پر کھیلتے ہیں اور اپنا خوان و مال برباد کرتے ہیں :

وَقَٰتِلُوا فِي سَبِيلِ اللّٰهِ وَجَاهِدُوا فِي اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهِ

اور اللہ کی راہ میں قتال کرتے ہیں اور جہاد فی سبیل اللہ کا حق ادا کرتے ہیں۔

یہ ان لوگوں کا کام ہے۔ پس تن پرور اور کاسہ لیس لوگ جانبازوں اور سر اندازوں کا کب مقابلہ کر سکتے ہیں :

لَا يَسْتَوِي الْقَاعِدُونَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ غير اولی الضرر والمجاهدون فی سبیل اللّٰهِ

(نہیں برابر ہو سکتے بغیر عذر کے گھروں میں بیٹھنے والے اور اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے)

ایک بزرگ فرماتے ہیں : رُباعی

مرا نہ مرید وِرد خواں مے باید — نے زاہد نے حافظِ قرآں مے باید

صاحب درد سوختہ جاں مے باید — آتش زدہٗ بہ خانماں مے باید

ہمیں ایسا مُرید درکار نہیں جو ورد و وظائف پڑھنے والا ہو نہ ہی وہ درکار ہے جو حافظ قرآن ہو

بلکہ ایسا مُرید چاہیئے جو صاحب درد اور دل جلا ہو اور جس نے اپنا خانمان برباد کر دیا ہو۔

عزیزِ من! طالب حق سبحانہٗ کا کام چونکہ جانبازی ہے اس لئے ہر لحظہ وہ چاہتا ہے کون و مکاں سے گذر کر صحرائے لامکان میں پہنچ جائے۔ اور یہ راستہ جمع کا (یعنی فنا فی اللہ کا ہے)۔ یعنی تفرقہ (مقام دوئی) چھوڑ کر مقام میں، وصال میں یا کثرت سے مقامِ وحدت میں آنا ہوتا ہے اور یہ راستہ انقطاع ماسوی اللہ (غیر خدا سے قطع تعلق) سے طے ہوتا ہے۔ کیونکہ اس سے آئینۂ دل صاف ہوتا ہے اور دل کو دائمی شغل باطن یا مشغولیٔ حق سبحانہٗ تعالٰی حاصل ہوتی ہے۔ اس شغل میں احساس و شعور سے گذر کر آدمی پر محویت اور استغراق طاری ہو جاتا ہے۔ پس جس طرح

پیر و مرشد نے بتایا ہو جد و جہد میں مشغول رہنا چاہیئے اور تن آسانی کو نزدیک نہیں آنے دینے چاہیئے۔ اور اہلِ حق کے نزدیک یہ فرض عین ہے:

فَاِنَّ فَرَضَ کُلِّ رَجُلٍ عَلٰی قَدْرِہٖ

کیونکہ ہر شخص کی استعداد کے مطابق اس پر فرض عائد کیا جاتا ہے۔

اس درویش نے حضرت شیخ حسین سرہرپوریؒ مرید سید نجم الدین مرید شیخ الاسلام قطب اولیاء شیخ نظام الدین اولیاءؒ و خلیفہ سید خضر کہپر دھاری قلندر خراسانی سے سُنا ہے کہ بعض مردان خدا ایسے تھے اور اب بھی ہیں کہ کئی سال سے طہارت میں مشغول ہیں جب طہارت سے فارغ ہوتے ہیں تو نماز ادا کرتے ہیں:

اَلْوُضُوْءُ اِنْفِصَالُ الصَّلٰوۃِ

وضو صلواۃ کے ٹوٹنے کا نام ہے [شاید مطلب یہ ہے کہ وضو سے صلواۃ دائمی یعنی مراقبہ ذات میں خلل آتا ہے اس لئے جب وضو کرتے ہیں تو گویا صلواۃ دائمی یا باطنی نماز میں انفصال واقع ہوتا ہے اور پھر ظاہری نماز گذارتے ہیں]

مراد اس سے مقام اتصال ہے لیکن آپ ظاہری نماز نہیں پڑھا کرتے تھے۔ اور ترک صلواۃ ظاہری میں آپ کسی کی طرف التفات نہیں کرتے تھے۔ ایک دن اس درویش نے اپنے استاد حضرت شیخ الاسلام شیخ محمد فخر الدین جونپوری سے جو ہمارے قطب عالم شیخ فرید کے پیر تھے عرض کیا کہ شیخ حسین نماز نہیں پڑھتے۔ شیخ الاسلام نے فرمایا ہم نہیں کہتے کہ شیخ حسین نماز نہیں پڑھتے۔ شیخ حسین طریق حق میں ایک برگستان (گلستان) ہیں۔ ان کا طریق قلندریہ ہے اور ہمارا طریقِ تصوف ہے۔ نیز شیخ الشیوخ حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی قدس سرہٗ عوارف میں فرماتے ہیں:

یکون عبادۃ الصلواۃ الخمس بنتھا الرابتۃ فحسب وسائر اوقاتہ مشغولۃ بالذکر الواحد لا یتخللھا فتور ولا یوجد منہ

قصور لا یزول بیردو ذالک ملتزمابہ حتی فی طریق الوضوء وساعۃ الاکل لا یفتقر عنہ۔

(پانچ نمازیں سنن رابتہ کے ساتھ عبادات اور بس۔ اور چاہیے کہ اپنے تمام اوقات کو واحد لاشریک کے ذکر میں مشغول رکھے اور اوقات میں خلل نہ واقع ہونے دے اور اس کی کوتاہی نہ کرے ہمیشہ ورد میں مشغول رہے اور اس کا التزام کرے حتیٰ کہ وضو میں اور کھانا کھانے کے وقت میں بھی اس سے بے پرواہی نہ کرے)۔

## اِذَا تَمَّ الفقرُ فَہُوَ اللّٰہُ تعالیٰ سے مُراد

نیز آپ نے دریافت کیا ہے کہ اس حدیث میں فقر سے کیا مُراد ہے۔ آں برادر کو معلوم ہونا چاہیئے کہ:

المراد بالفقر ھھنا الاحتیاج باللہ و الاعتماد علی اللہ و الانقطاع عما سوی اللہ والیسر الی اللہ و السکونُ مع اللہ بلا علاقۃ و الضمیر عائد اِلیٰ مفھوم الکلام و التقدیر اذا اتم الفقر افالذی یتم بہ الفقر اللہ کما قال اللہ و الیٰ ربک المنتھا۔

(یہاں فقر سے مراد احتیاج باللہ، اعتماد علی اللہ، ماسوی اللہ سے قطع تعلق، اللہ کے ساتھ قرار، اور اللہ کے ساتھ سکون ہے۔ بغیر علائق دنیاوی کے۔ یہ فقر جب مکمل ہوتا ہے تو اللہ پر اس کا خاتمہ ہوتا ہے۔ جیسا کہ حق تعالیٰ نے فرمایا کہ تیری منزل مقصود تیرا رب ہے)۔

یعنی جب درویش حق کے ساتھ مشغول ہوتا ہے تو نوبت یہاں تک پہنچتی ہے کہ ماسوی اللہ سے بالکل منقطع ہو جاتا ہے اور اس نورِ لامتناہی میں محو و مستغرق ہو جاتا ہے جو ازل اور ابد کو احاطہ کئے ہوتے ہے۔ یہی نورِ حق ہے جو قابل پرستش ہے اور یہی وہ نور ہے کہ جس کائنات کا ہر ذرہ منور اور آگاہ ہے بقائے کائنات اسی نور سے ہے اور فنائے کائنات بھی اسی نور سے

ہے۔ جب حضرت خلیل اللہ علیہ السلام اس نور تک پہنچے تو پکار اُٹھے :

إِنِّي وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِي فَطَرَ السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضَ حَنِيفاً

(میں اپنا منہ خالق کائنات کی طرف سیدھا کرتا ہوں، اخلاص کے ساتھ)۔

اور یہ نور حقیقت عالم و حقیقت بنی آدم ہے اس لئے مصطفٰے علیہ السلام نے عوام کے حق میں فرمایا

مَنْ عَرَفَ نَفْسَهٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهٗ

(جس نے اپنے نفس کو پہچانا اس نے پہچانا ہوا ہے اپنے رب کو یعنی جو اپنے رب کو پہچان لیتا ہے وہ اپنے آپ سے بھی آگاہ ہو جاتا ہے نہ کہ برعکس)۔

اور خواص کے لئے فرمایا :

مَنْ رَاٰنِیْ فَقَدْ رَاَی الْحَق      جس نے مجھے دیکھا اس نے حق کو دیکھا۔

نیز منصورؒ کا نعرہ انا الحق اور بایزید بسطامی کا نعرہ سبحانی ما اعظم شانی اسی نور سے تھا۔ عزیز من! جب فقر تمام ہوتا ہے (مکمل) غیر بالکل اٹھ جاتا ہے اور درویش بھی درمیان میں نہیں رہتا۔ اگرچہ صورتِ بشری رہ جاتی ہے لیکن اس کا کوئی اعتبار نہیں ہوتا۔ اعتبار اسی کا ہوتا ہے جو حقیقت میں ہو :

والعبرة للمعنی لا للصورت      معنی کا اعتبار ہوتا ہے صورت کا نہیں۔

کسی بزرگ نے خوب فرمایا ہے :

بیت ؎      چوں فقر ز تو شد تمام
خواجہ خدائی بکن!

جب تیرا فقر مکمل ہو گیا تو اسے خواجہ خدائی کر مطلب یہ کہ انسان کامل منصب نیابت الٰہی

---

لہ :۔ مرشدی حضرت مولانا سید محمد ذوقی صاحب قدس سرہ نے اس حدیث کے یہی معنی بیان فرمائے جو لکھ دیئے گئے ہیں۔

اور خلافت ارضی پر فائز ہوتا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ مصطفٰی علیہ السلام نے فرمایا:

اِنِّی لَسْتُ کَاَحَدِکُمْ — میں تم میں سے کسی کی مانند نہیں ہوں۔

ایک اور موقعہ پر اپنے آپ کو بشر فرمایا ہے:

وَ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ — تحقیق میں تم جیسا بشر ہوں۔

آپ ظاہری صورت میں خلقت کے درمیان رہتے تھے جن لوگوں نے آپ کی صورت کو دیکھا اور حقیقت نہ دیکھ سکے ان کے متعلق حق تعالےٰ نے فرمایا ہے:

وَتَرٰهُمْ يَنْظُرُوْنَ اِلَيْكَ وَهُمْ لَا يُبْصِرُوْنَ

وہ لوگ آپ کو دیکھتے ہیں لیکن چشم بصیرت سے نہیں دیکھتے تا کہ حقیقت ان پر آگاہ ہو۔

جن لوگوں نے آپ کو بشری صورت میں دیکھا کہنے لگے کہ:

فَقَالُوْا اَبَشَرٌ يَّهْدُوْنَنَا فَكَفَرُوْا

کہتے ہیں کہ یہ بشر ہو کر ہمیں راہ بتلاتا ہے پس وہ منکر ہوئے۔

پس جب درویش درمیان میں نہ رہا اور کون و مکان سے گذر گیا تو خدا رہ گیا۔ اور خدا ہمیشہ ہوتا ہے لیکن درویش پہلے اپنے وہم میں مبتلا ہوتا ہے۔ جب وہم سے باہر آتا ہے اور یقین کی آنکھ سے دیکھتا ہے تو اُسے معلوم ہو جاتا ہے کہ وجود سب حق تعالےٰ کا ہے اور غیر کا وجود عدم مطلق ہے۔

مِنَ الشَّجَرَةِ اَنْ يَا مُوْسٰى اِنِّیْ اَنَا اللّٰهُ

درخت سے آواز آئی کہ اے موسیٰ میں اللہ ہوں۔

سے یہی مراد ہے۔ پس اذا تم الفقر فی الفقیر فھو اللہ کے یہ معنی ہیں کہ:

لیس ھو الفقیر بل ھو الغنی و الغنی ھو اللہ فالمعنی الفقیر اذا تم فقرہٗ باللہ فھو المخلق باخلاق اللہ ولیس ھو الا ھو ولیس ھو الا اللہ ولا سواہٗ

کہ اب وہ فقیر نہیں رہا بلکہ غنی ہوا اور غنی اللہ ہے۔ پس فقیر کے فقر تمام ہونے کا مطلب
یہ ہے کہ وہ اللہ کی صفات سے متصف ہو جاتا ہے اور اللہ کے سوا کچھ نہیں رہتا ہے۔
خدا کے حکم سے جس طرح تانبا سونا بن جاتا ہے تو سونا کہلاتا ہے اور سونے کا حکم رکھتا ہے صراف
اُسے سونے کی قیمت پر خرید تا ہے۔ اولیاء اللہ کو اللہ ہی جانتا ہے دوسرا کوئی نہیں جانتا:

اولیائی تحت قبائی لا یعرفهم غیری

میرے اولیا میری قبا کے نیچے پوشیدہ ہیں اور میرے سوا انھیں کوئی نہیں جانتا

کے مطابق وہ اس مقام پر پہنچ جاتے ہیں کہ مقرب فرشتہ بھی حیران رہ جاتا ہے۔ اور اس کی گرد تک
بھی نہیں پہنچ سکتا:     اَلْاِنْسَانُ سِرِّیْ

انسان میرا راز ہے۔

سے معلوم ہوتا ہے کہ درویش کا مقام کیا ہے۔ یہ فقیر کہتا ہے:

## غزل

| | |
|---|---|
| ۱۔ درویش نیست آنکہ بخسپد خورد چو خر | درویش سرّ حق بود از روح پاک تر |
| ۲۔ درویش ہر چہ ہست تجلی وجود اوست | از عرش برتراست ز کرسی فراخ تر |
| ۳۔ درویش را مقام ہمہ عز و کبریاست | فہم بشر چہ گنجد زاں وصف نامور |
| ۴۔ درویش غوطہ خوردہ بدریائے فرد حق | درویش گشت فارغ از بود خشک و تر |
| ۵۔ درویش راست بودہ و نابود مستوی | دل در حضور دائم مژگاں ہمیشہ تر |

۶۔ درویش در عبادت دائم بروز و شب
درویش نیست آنکہ بخسپد خورد چو خر

(۱) درویش وہ نہیں جو گدھے کی طرح کھاتے پیتے اور سوتا رہے۔ درویش حق تعالے کا راز
ہے جو روح سے بلند تر ہے۔

(۲) درویش حق تعالے کے نور کی تجلی ہے اس لئے عرش و کرسی سے بلند تر ہے۔

(۳) درویش کا مقام حق تعالےٰ کی عزت اور کبریائی کا مقام ہے بشر کی عقل اس کے مقام کو کہاں پہنچ سکتی ہے۔

(۴) درویش وہ ہے جس نے دریائے ذات میں غوطہ لگایا ہوا ہے اور ہر خشک و تر کے وجود سے فارغ ہے۔

(۵) درویش کے لئے ہونا اور نہ ہونا برابر ہے اس کا دل ہر وقت حضوری میں ہے اور آنکھیں تر ہیں اس لئے کہ محبوب کی تجلیات کی کوئی حد نہیں جب ایک منزل پر پہنچتا ہے تو اس سے اوپر وصل کی ایک اور منزل نظر آتی ہے جب وہاں پہنچتا ہے تو اور منزل پیش آئی اور یہ سفر ہمیشہ ہمیشہ جاری رہتا ہے اس لئے کہا گیا ہے کہ:

مگر قلندر آں کہ فوق الوصل جوید

یعنی قلندر وہ ہے جو وصال سے اوپر وصال کی اور منزل اور قرب سے بالاتر قرب کی دیگر منازل کا متلاشی رہتا ہے۔

(۶) درویش رات دن عبادت میں مشغول ہے اور درویش وہ نہیں جو گدھے کی طرح کھا پی کر سو جاتا ہے۔

## ذکرِ قلب شرک ہے کا مطلب

آپ نے پوچھا ہے کہ ذکرِ قلب کیوں شرک ہے۔ شرک کیا ہے اور کیسے واقع ہوتا ہے۔

عزیزِ من! بزرگان نے کہا ہے کہ:

ذکر اللسان لقلقۃ وذکر القلب وسوسۃ

ذکرِ لسان سے مُراد الفاظ اور آواز کے ساتھ ذکر اور یہ نیک کام ہے۔ ذکر قلب سے مُراد ذکر بلا حرف و بلا صوت (بغیر آواز)۔ اور اس میں بڑا ہی اجر ہے۔ خواجہ ابوسعید خرازؒ فرماتے ہیں کہ جو ذکر زبان سے کیا جائے اور دل اس سے غافل ہو تو وہ ذکر ایک عادت ہے۔ اور وہ ذکر جو

دل سے ہو اور زبان ساکت ہو تو اس ذکر کی قدر خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا :

بیت ؎ ذاکر حق چوں بصف دل شد

مرکبۂ قرب بمنزل شد

ذکر حق جب دل سے ہوتا ہے تو قرب کی منزل طے ہو جاتی ہے۔

وذکر السر شرکٌ ای التفات الی النفس وسیر فی الوجود وذالک

الذکر نور قذف فی القلب وذالک ھیبت وقعت الکلمہ ھنا فی الغیب

(اور ذکرِ سری کو شرک اس لیے کہا گیا ہے کہ اس سے نفس کی طرف التفات ہے اور وجود میں سیر ہے اور یہ ذکر قلب میں نور قذف ہے اور یہ ہیبت ہے غیب میں ایک کلمہ واقع ہے)۔

یہ مقام وصال اور سیر در مقام صفات ہے۔ اگرچہ یہ بھی بلند مقام ہے لیکن منزل مقصود اس سے بھی اوپر ہے کیونکہ یہ راہ ہے نہ کہ درگاہ۔ گذرگاہ ہے نہ کہ منزل گاہ :

بیت ؎ راز درون پردہ ز رندانِ مست پرس

کہ ایں حال نیست صوفی عالی مقام را

رندانِ مست کے دل کا راز مت پوچھ کیونکہ انھیں وہ مقام نصیب ہے جو صوفی عالی مقام کو بھی حاصل نہیں۔

اور یہ وہ شرک نہیں جو شرع میں شرک ہے اور گناہِ عظیم ہے بلکہ یہ شرک میدان اسلام میں ہے۔ اسے شرکِ خفی کہتے ہیں جس میں عام اہل اسلام مبتلا ہوتے ہیں اللہ تعالٰے فرماتے ہیں :

وَمَا يُؤْمِنُ أَكْثَرُهُم بِاللَّهِ إِلَّا وَهُم مُّشْرِكُونَ

ایمان باللہ رکھنے والے اکثر وہ ہیں جو شرک (شرکِ خفی) میں مبتلا ہوں۔

جب درویش کو یہ کشف[1] ہوتا ہے تو باطنی شرک و کفر کا مشاہدہ کرتا ہے اور اسے اسلام ظاہر اور

[1] : یعنی کشفِ شرکِ خفی۔

کفر باطن میں تضاد نظر آتا ہے لہٰذا وہ ایک راستہ اختیار کرتا ہے اور بظاہر تو وہ خرابی میں مبتلا نظر آتا ہے لیکن درحقیقت اس سے حجاب دو رنگی اٹھ جاتا ہے اور وحدت کے رنگ میں رنگا جاتا ہے یہ جو مشہور ہے کہ بعض بزرگان نے ڈاڑھی منڈواڈالی زنار پہن لیا اور ساکنِ بتخانہ ہو گئے اس کی وجہ یہی ہے کہ کفر و اسلام کی دو رنگی سے نکل کر ایمانِ حقیقی کی یک رنگی میں آگئے اور مخلص ہو گئے :

## رباعی

در دین شما دل نکشاید مارا ! ایمانِ شما کفر نماید مارا !

ایمانِ حقیقی چو بجاں روئے نماید دینِ شما کفر نماید مارا

تمھارے دین میں یعنی ظاہر اسلام میں ہمارا دل نہیں کھلتا اور تمہارا ایمان ہمیں کفر معلوم ہوتا ہے جب حقیقی ایمان جلوہ نمائی کرتا ہے تو تمھارا اسلام ہمیں کفر نظر آتا ہے ۔

## ذکرِ ذات

ذکرِ سِر کے بعد ذکر روح کا مقام ہے جو دل کے لئے گُل ریحان ہے۔ اس مقام پر وصول الی اللہ کا جمال و کمال رونما ہوتا ہے۔ اسے ذکرِ ذات کہتے ہیں۔ اس ذکر میں ترقی کی کوئی انتہا نہیں۔ اس ذکر کے مقابلے میں اس ذکر مذکور کو ذکر شرک وسوسہ اور لقلقہ کہتے ہیں :

حسنات الابرار سیئات المقربین

عام نیک لوگوں کی نیکیاں مقربین کے لئے گناہ ہوتی ہے ۔

ورنہ اللہ تعالٰے کا ہر ذکر خواہ وہ ذکر لسانی ہے یا ذکر قلبی توشہ ایمان ہے اور بڑی برکت کی چیز ہے۔ اور یہ سب اذکار یعنی ذاکر کا ذکر میں مشغول ہونا چار قسم کا ہوتا ہے۔ لیکن ذکر کا ذاکر میں ہونا اور بات ہے اور اس کے تین مراتب ہیں پہلا مرتبہ یہ ہے کہ جب ذاکر قصداً ذکر میں مشغول ہوتا ہے تو نفس کافر مانع ہوتا ہے اور سرکش ہو کر قبضے سے نکل جاتا ہے۔ دوسرا مرتبہ یہ ہے کہ اس جدوجہد میں ذاکر قلعہ دل فتح کر لیتا ہے اور نفس کافر مغلوب ہو کر رام ہو جاتا ہے اس وقت دل ذاکر ہو جاتا ہے اور ذکر کا ذاکر پر غلبہ ہو جاتا ہے اس مقام پر ذکر حیات بن جاتا ہے اور ذکر کے بغیر

موت ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ رابعہ بصری کہا کرتی تھیں کہ میں دنیا میں حق تعالیٰ کے ذکر سے زندہ ہوں اور آخرت میں اس کے دیدار سے زندہ رہوں گی۔ اس مقام پر اگر ذاکر یہ چاہے کہ ذکر کے بغیر ایک لحظہ یا ایک لمحہ بسر کرے تو نہیں کر سکتا۔ اس لئے بزرگان نے کہا ہے کہ جب عاشق معشوق کا دامن پکڑتا ہے تو اس سے رہائی ممکن ہے لیکن جب معشوق عاشق کا دامن پکڑتا ہے تو رہائی ناممکن ہو جاتی ہے :

فَاذْكُرُونِي أَذْكُرْكُمْ

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ تم میرا ذکر کرو تو میں تمہارا ذکر کرتا ہوں یعنی مذکور ذاکر اور ذاکر مذکور بن جاتا ہے۔

جب اللہ تعالیٰ خود ذاکر بن جاتا ہے تو غفلت ہرگز واقع نہیں ہوتی :

لَا تَأْخُذُهُ سِنَةٌ وَلَا نَوْمٌ — نہ اللہ کو اونگھ آتی ہے نہ نیند۔

اور یہ ذکر اس قدر ترقی کر لیتا ہے کہ مذکور کا ذاکر پر قبضہ ہو جاتا ہے۔ پس یہاں نہ ذکر رہتا ہے نہ ذاکر۔ محو در محو اور غرق در غرق کی سی حالت طاری ہو جاتی ہے۔ وہ ایسے سمندر میں جا پڑتا ہے جس کا کوئی ساحل نہیں۔ لیکن اس سمندر میں ارواحِ مطہر کے لئے نہ کوئی خوف ہے نہ خطر :

بیت ؎ رسیدم من بدریائے کہ موجش آدمی خوراست
نہ کشتی اندراں دریا نہ ملاحے عجب کار است

میں ایسے دریا میں پہنچ گیا کہ جس کی موجیں آدم خور ہیں یعنی جس میں سالک غرق ہو کر فانی از خود باقی باللہ ہو جاتا ہے۔ لیکن عجیب بات یہ ہے کہ اس دریا میں نہ کوئی کشتی ہے ملاح یعنی اس مقام کو لاتعین کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔

یہ ذکر در ذاکر کا تیسرا مرتبہ :

هُوَ الْمَطْلُوبُ وَالْمَقْصُودُ — یعنی وہی مطلوب اور وہی مقصود ہے۔

خدا کرے یہ دولت ہم سب کو نصیب ہو بفضلہٖ تعالیٰ۔

## ذکرِ سِرّ سے ذکرِ روح کی ترقی کے دو ذرائع

اب جاننا چاہیئے کہ ذکر سِرّ سے ذکر روح تک دو چیزوں سے ترقی ہوتی ہے۔ اوّل یہ کہ دوامِ ذکر اور صدق و اخلاص اور ذوق و شوق سے دوست کی طلب میں منہمک رہے اور دوست کے بغیر اُسے بالکل چین نہ آئے۔ اور ہمیشہ گریاں و بریاں ہو کر تڑپتا رہے۔ ہر وقت ترقی کا خواہاں رہے اور پورے کمال اور جمال کے باوجود اپنے آپ کو مفلس، گنہگار اور بدکار سمجھتا رہے۔ دوم یہ کہ پیر و مرشد کی برکت سے ترقی رونما ہوتی ہے۔ اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں :

وَمِمَّنْ خَلَقْنَآ اُمَّةٌ يَّهْدُوْنَ بِالْحَقِّ

(ہم نے ایسی امت پیدا کی ہے جو حق تعالیٰ کی طرف راہنمائی کرتی ہے)

اس سے شیخ کا جمال و کمال جو اُسے حضرت حق تعالےٰ کے ساتھ ہے مرید کے آئینہ دل میں جلوہ گر ہوتا ہے پس مرید اپنے شیخ کے جمال کا عاشق ہو جاتا ہے۔ اور ایک لمحہ کے لئے اس سے جدائی برداشت نہیں کر سکتا۔ وہ اپنی جان اور اپنی دنیا شیخ کے قدموں پر نثار کرتا ہے اور ہمیشہ کے لئے جمالِ شیخ کا عاشق ہو جاتا ہے۔ پس مرید اسی عشق کی وجہ سے کمال کو پہنچتا ہے۔ صدیق اکبر رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے بھی اسی وجہ سے کمال حاصل کیا اور غار میں اپنے شیخ کا ساتھ دے کر یارِ غار کا لقب پایا۔ یہی وجہ ہے کہ آپ فرماتے ہیں کہ میں نے خدا کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جان میں دیکھا۔ سبحان اللہ! پیروں کی قدر مرید کیا جانیں۔ بزرگان نے کہا ہے کہ جس نے پیر کو پہچانا اس نے اللہ تعالےٰ کو پایا اور جس نے اللہ کو پایا اس نے پیر کو پہچانا۔ اور جس قدر پیروں کو پہچانتے ہیں بچارے مرید ہی پہچانتے ہیں یہاں تک کہ اپنی جان اور یہاں تک قربان کر کے سر ان کے قدموں میں پھینک دیتے ہیں اور حقِ محبت ادا کرتے ہیں :

بیت ؎

بگذار تا بدیدہ کشم خاکِ پائے تو
زیرا کہ گذشتہ بر سرِ خاکِ آں دیار

مجھے اجازت دے کہ میں تمھارے پاؤں کی خاک کو آنکھوں میں ڈالوں کیونکہ تم کوئے دوست سے گذر کر آئے ہو۔

جی ہاں! مریدانِ صادق اور طالبان مخلص مشائخ کی خدمت میں تکلیف اٹھا کر ہی بڑے بڑے مرتبوں پر پہنچے ہیں اور شیخ بنے ہیں۔ کہتے ہیں کہ حضرت خواجہ معین الدین حسن سنجری قدس روحہ نے بیس سال تک سفر میں اپنے شیخ حضرت خواجہ عثمان ہارونی قدس سرہٗ کی خدمت کی۔ حضرت شیخ کو دن ہو یا رات، بحر ہو یا بر جس وقت کھانے، گرم پانی یا کسی اور چیز کی ضرورت ہوتی تھی اسی وقت پیش کرتے تھے۔ اس وجہ سے آپ ہر قسم کا سامان اور بھاری وزن ہر وقت اٹھائے پھرتے تھے۔ بیس سال کی محنت کے بعد آپ اس کمال کو پہنچے کہ حضرت خواجہ عثمان ہارونی قدس سرہٗ آپکو مدینہ منورہ میں لے گئے اور زیارت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مشرف کر دیا انھوں نے کہا اے فرزند! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کرو۔ حضرت خواجہ بزرگ نے کہا اسلام علیک یا رسول اللہ۔ روضۂ اقدس سے آواز آئی علیکم السلام یا قطب المشائخ وصاحب ولایت ھند۔ الحمد للہ علی ذالک۔ روایت ہے کہ جب حضرت خواجہ معین الدین قدس سرہٗ نے جہان فانی سے جہانِ باقی کی طرف رحلت فرمائی تو آپ کی جبینِ مبارک پر یہ الفاظ لکھے ہوئے تھے:

حبیب اللہ مات فی حب اللہ

یہ خدا کا دوست ہے جس نے خدا کی محبت میں جان دی۔

سبحان اللہ! یہ کیا کمال ہے اور کیا جمال ہے اور کس زبان سے اسے بیان کیا جا سکتا ہے۔

اس درویش نے بھی سالہا سال کوچۂ عشق میں اس قدر مصائب جھیلیں کہ احاطہ بیان سے باہر ہیں کئی سال بھوک و پیاس نے جان نکالی۔ چالیس سال تک آتش عشق نے جلایا اور اس شعر کو سچ کر دکھایا:

شعر

تا نسوزی بر نیاید بوئے عود

پختہ داند ایں سخن بر خام نیست

جب تک تو جلے گا نہیں عود کی خوشبو تجھ سے نہیں آئے گی۔ جو راز داں ہیں وہی اس بات کو جانتے ہیں نادانوں کو اس کا علم نہیں۔

اہل و عیال تھے لیکن گھر میں ایک پیسہ نہ تھا۔ سالہا سال چیتھڑوں سے واسطہ رہا اور گھر ایسا تھا کہ چوہوں اور بارش کے پانی کے لئے کوئی رکاوٹ نہ تھی۔ اس کے باوجود نہ کسی سے سوال کی طاقت نہ تھی نہ میل ملاقات کی خواہش۔ جہاں تک کام کاج کا تعلق ہے آب کشی، ہیزم تراشی (ایندھن کاٹنا) اور جاروب کشی (جھاڑو دینا) وغیرہ سے جان و تن برباد تھا۔ اب بھی وہی حالت ہے افلاس، تنگدستی اور بے کسی کے سوا کوئی یار و مددگار نہیں۔ رات دن محنت اور مشقت کے سوا چارہ نہیں۔ نہ کوئی حامی ہے نہ مددگار نہ کوئی دوست ہے نہ پرساں حال:

## غزل

۱۔ آہ کہ آں یارِ مرا یار نیست — آں کہ آں شوخ وفادار نیست

۲۔ آہ کرا گویم ایں درد و آہ! — آہ کسے محرم اسرار نیست

۳۔ آہ دلم خون شدہ در کار اُو — آہ درد ہیچ رہے کار نیست

۴۔ آہ پریشاں شدہ ابنِ سعید
آہ کہ آں زلف بہ ہنجار نیست

(۱) افسوس کہ وہ دوست دوست نہیں ہے اور وہ شوخ بے پرواہ ہے۔

(۲) افسوس یہ درد و ستم کس سے کہوں۔ کوئی محرم راز ہی نہیں۔

(۳) افسوس دوست کے کام میں دل خون ہو چکا ہے لیکن کوئی بن نہیں پڑتی۔

(۴) افسوس کہ ابن سعید سخت پریشانی میں مبتلا ہے افسوس کہ یہ زلف اب تک پریشان ہی ہے۔

لیکن اس کے باوجود یہ بندہ مردانِ خدا کی راہ کی خاک ہے اور طلبِ حق میں سوزاں، حیران اور سرگرداں ہے اور جب تک زندہ ہے اسی کام کے لئے زندہ رہے گا اور تا ابد اسی طلب میں

مشغول رہے گا۔ انشاء اللہ تعالےٰ ۔

## رُباعی

حاشا کہ دلم از تو جدا خواہد شد  یا با کس دیگر آشنا خواہد شد
از مہر تو بگسلد کرا دارد دوست  وز کوئے تو بگذرد کجا خواہد شد

حیف کہ دل تجھ سے جدا ہو اور کسی دوسرے کو آشنا رکھے۔ تیری محبت کو چھوڑ کر کس سے دوستی لگائے اور تیرے کوچہ کو چھوڑ کر کہاں جائے ۔

## دل کا فضول باتوں سے خالی ہونا شرطِ خلوت ہے

آپ نے لکھا ہے کہ شرح اَوْراد کے شروع میں آیا ہے کہ خلوت گزیں کے لئے دس چیزیں ضروری ہیں۔ ان میں سے نویں چیز یہ ہے کہ خانۂ دل کو فضول باتوں سے صاف رکھے اور مرید کے لئے فضول چیز یہ ہے کہ ایک دن سے زیادہ خوراک کا اہتمام کرے۔ اگر کرے گا تو خلوت صحیح نہ ہوگی لیکن اس میں تو اکثر لوگ مبتلا ہیں اگر اپنے پاس کچھ نہ رکھیں تو ڈر یہ ہے کہ سوال میں مبتلا ہو جائیں گے۔ لہٰذا کسی شخص کی خلوت بھی صحیح نہ ہوئی۔ اس کا کیا مطلب ہے۔

**جواب :** آں برادر کو معلوم ہونا چاہیئے کہ اس کوچے کے احکام جو بیان کئے ہیں از راہ تحقیق بیان کئے گئے ہیں (یعنی جو کچھ لکھا گیا ہے بالکل صحیح ہے)۔ حق تعالےٰ کلام پاک میں فرماتے ہیں :

مَا جَعَلَ اللّٰهُ لِرَجُلٍ مِّنْ قَلْبَيْنِ فِيْ جَوْفِهٖ

اللہ تعالےٰ نے انسان کے اندر دو دل پیدا نہیں کئے یعنی ایک دل پیدا کیا ہے اور ایک ہی دوست کے ساتھ لگایا جا سکتا ہے نہ کہ دنیا کے ساتھ ۔

دل وہی ایک ہے اور اس کے دو حصے نہیں ہو سکتے۔ اور دوست بھی ایک ہے جس میں کوئی تبدیلی نہیں آسکتی :

## رُباعی

نہ جانے دو دارم نہ یارے دگر !  خیال تو دارم نہ کارے دگر

ہر آں کس کہ با غیر صحبت گرفت بہر وقت سوزد بہ نارے دگر

نہ میری دو جانیں ہیں نہ کوئی دوسرا دوست ہے۔ بس دل میں تیرا ہی خیال ہے اور کوئی
کام نہیں جس نے غیر سے دوستی لگائی ہر وقت ایک اور آگ میں جلتا رہا۔

پس جب دل فضول باتوں سے خالی نہیں تو بالکل بے کار ہے خدا تعالے فضول چیزوں کے ساتھ نہیں رہ سکتا۔ لہٰذا جب خانۂ دل فضول سے خالی ہے تو خدا تعالیٰ کو اچھا لگتا ہے:

## رباعی

خواہم کہ بیخ صحبت اغیار برکنم در باغ دل رہا نکنم نہال دوست

از دل بروں کنم غم دنیا و آخرت یا خانہ جائے رخت بود یا خیال دوست

میں چاہتا ہوں کہ دل سے غیر کی بنیاد نکال دوں اور باغ دل میں سوائے دوست کے درخت کے اور کچھ نہ لگاؤ۔ دل سے دنیا و آخرت کی فکر نکال دوں کیونکہ گھر یا اسباب کا گھر بن سکتا ہے یا دوست کا۔

مرید صادق طالب حق ہوتا ہے اور طلب حق میں سر دھر کی بازی لگا دیتا ہے اس لئے اس کے لئے ایک دن سے زائد خوراک رکھنا فضول ہے کیونکہ یہ غیر کے ساتھ تعلق رکھنے کے مترادف ہے اور غیر سے تعلق حجاب راہ ہے۔ اس لئے اس سے پرہیز راہ حق میں فرض ہے۔ اہل معرفت خدا تعالے کی حقیقت کے عارف ہیں اور آداب الٰہی کے واقف کار ہوتے ہیں اس لئے غیر سے باہر نکل جاتے ہیں اور غیر حق کے ساتھ ایک وقت کی خوراک سے زیادہ تعلق نہیں رکھتے اور نہ رکھ سکتے ہیں۔ یاد رہے کہ بارگاہ حق تعالے سے اکثر خلائق کی محرومی کی وجہ صرف یہی ہے کہ وہ غیر سے محبت رکھتے ہیں پس ہم بدکار اسی لئے بدنصیب ہیں کہ غم روزی اور پیٹ کے سوا کسی اور چیز کی فکر نہیں رکھتے۔ عَبْدُ الْبَطْنِ مَلْعُوْنٌ (پیٹ کا غلام ملعون ہے) کے یہی معنی ہیں۔ دنیا میں بادشاہ ایک ہوتا ہے اور ماہ ایک ہوتا ہے لیکن ستارے آوارے بے شمار ہیں ہم بدنصیبوں کو جس قدر دولت ملی ہے آل شیطان الہمت لوگوں کی بدولت ملی ہے:

بیت ؎ چنگ در حضرت خدا زدہٗ
ہر چہ آں نیست پشت پا زدہٗ

اُن کی ہمت کے آگے غمِ بہشت و دوزخ اور غمِ شکم و روزی ہیچ ہے۔

بیت ؎ نے در غمِ دوزخ و بہشت اند!
ایں طائفہ را چنیں سرشتند

اس طائفہ کے لوگوں کی پیدائش اس طرح ہوئی ہے کہ نہ ان کو دوزخ کا غم ہے نہ بہشت کی فکر۔

پس جس قدر ہو سکے کوشش کرنی چاہیئے غیر حق سے اپنے آپ کو بچانا چاہیئے۔ حق کے کام میں حتے الامکان مشغول رہنا چاہیئے اور حق کے ساتھ دل لگانا چاہیئے۔ اس سے ایک دن ضرور سرفراز ہوں گے اور اِجْتَبَاہُ رَبُّہٗ (اللہ نے اس کو قبول کر لیا) کا تاج تمہارے سر پر رکھ کر تمہیں دو جہاں کا بادشاہ بنایا جائے۔ بزرگوں نے کہا ہے:

بیت ؎ تو ایں راہ نرفتہ و ترا نہ نمودند
کہ زد ایں در کہ برو نکشودند

کیا تو اس راستے پر نہیں چلا اور کیا تجھے راستہ نہیں دکھایا گیا۔ کون ہے جس نے در کھٹکھٹایا ہو اور اس کے لئے در نہ کھلا ہو۔

پس حتے الامکان اس کوچے میں گامزن ہونا چاہیئے اگر کمال کو نہ پہنچے تو نقصان بھی نہ ہوگا:

بیت ؎ دست و پائے زن کہ زیاں نکنی
کس زیاں نکرد تو ہم نکنی!

خوب ہاتھ پاؤں مار اس سے کوئی نقصان نہ ہوگا۔ جب اوروں کو کوئی نقصان نہیں ہوا تو تجھے بھی نہ ہوگا۔

مصرعہ ؎ گر نہ نویسی قلم متراشش

اگر تو لکھنا نہیں چاہتا تو قلم مت بنا۔

اگر اور بھی کچھ نہ ہوا تو کم از کم یہ تو حاصل ہو جائے گا:

هم القوم لا یشقی جلیسهم

یہ وہ لوگ ہیں کہ ان کے پاس بیٹھنے والا بھی محروم نہیں رہتا۔

## خانۂ دِل پاک ہو نہ کہ خانۂ گِل

دوسری بات یہ ہے کہ بزرگوں نے فرمایا ہے کہ خانۂ دِل کو غیر سے خالی رکھنا چاہیئے نہ کہ خانۂ گِل کو۔ اور دِل اور گِل کے درمیان زمین و آسمان کا فرق ہے اگر خانہ دل پاک ہے لیکن خانۂ گِل (مٹی کا گھر) آلودہ ہے تو کیا مضائقہ ہے۔

المقصود هو طهارة القلب مقصود صرف طہارت قلب ہے۔

لہٰذا ہمت تو یہ کرنی چاہیئے کہ دل کا کسی قدر بھی غیر سے تعلق نہ ہو تاکہ کام میں خلل واقع نہ ہو۔ اور یہ بھی بہت غنیمت ہے اور ہر شخص کو یہ کب میسر آسکتا ہے:

بیت ~ بفراغِ دل زمانے نظرے بہ ماہ روئے
بہ از آنکہ چتر شاہی ہمہ روز ہاؤ ہوئے

ایک لمحہ کے لئے فارغ البال ہو کر دوست کے رُخِ انور پر نظر ڈالنا اس سے کہیں بہتر ہے کہ سارا دن تخت شاہی پر بیٹھ کر شان و شوکت سے رہے۔

عوارف المعارف میں لکھا ہے کہ حضرت خواجہ رویمؒ فرماتے ہیں کہ تیس سال ہوئے ہیں کہ میرے دل کو کھانے کی فکر نہیں ہوئی پس جو کچھ سامنے لایا گیا کھا لیا۔

سبحان اللہ! کیسے بلند ہمت لوگ تھے۔ اور کہاں کہاں پہنچ گئے۔

عزیز من! مریدین صرف مشائخ ہی کی خدمت میں رہ کر اس بلا سے نجات پاتے ہیں اور سلامتی سے پار نکل جاتے ہیں۔ اگرچہ حق تعالے کو ملنے کے راستے بے شمار ہیں:

الطرق الی الله بعدد انفاس الخلائق

اللہ کے راستے مخلوقات کے سانسوں کی تعداد کے برابر ہے۔

لیکن پیری مریدی سے نزدیک تر، آسان تر، شریف تر اور عزیز تر کوئی راستہ نہیں۔ کیونکہ مرید اپنے آپ کو پیر کے سپرد کر کے اور اپنے اختیار سے دست بردار ہو کر حق تک رسائی حاصل کر لیتا ہے۔

بیت ؎
مور مسکین ہوسے داشت کہ در کعبہ رسد
دست در پائے کبوتر زد و ناگاہ رسید

بیچاری چیونٹی کو خواہش ہوئی کہ کعبہ جائے۔ کبوتر کے پاؤں پکڑے اور فوراً پہنچ گئی۔

یہی وجہ ہے کہ مریدین باصفا نے سالہا سال پیروں کی خدمت کی ہے اور اپنے آپ کو دنیا کی ہر نعمت سے محروم رکھا اور ہر قسم کے تعلقات سے آزاد رہ کر مشائخ سے فیض حاصل کیا ہے۔ چونکہ اپنے نور باطن سے شیخ مرید کی روحانی حالت سے واقف ہوتے ہیں اس لئے مناسب احکام کے ذریعہ ان کی تربیت میں مصروف رہتے ہیں اور جب وقت آتا ہے تو خدا تک پہنچا دیتے ہیں:

اَلشَّیْخُ جُنْدٌ مِنْ جُنُوْدِ اللّٰہِ — شیخ اللہ کی افواج میں سے ایک فوج ہے۔

اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں:

اِنَّكَ لَتَهْدِیْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ

بیشک اے پیغمبر! آپ لوگوں کو راہ راست بتاتے ہیں۔

بیت ؎
ہر کہ او کحلے گرفت از خاک پیر
خواہ پاک و خواہ گو ناپاک میر

بیت ؎
کہ محکومے سگ بودن دامن راہ
بہ از حکمے کہ راند نفس بدخواہ!

اس راستے میں محکوم کُتا بن کر رہنا اس سے بہتر ہے کہ نفس بدخواہ کی حکومت کے نیچے ہو۔

بزرگوں نے فرمایا ہے کہ مرید در تصرفِ گربہ بود بہ ازاں کہ در تصرف نفس خود بود۔ (یعنی اگر مرید بلی کے تصرف میں ہو تو یہ بہتر ہے بہ نسبت اس کے کہ وہ اپنے نفس کے تصرف میں ہو):

اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَۃٌ بِالسُّوْٓءِ      نفس برائی کا حکم کرتا ہے۔

اس سے انبیاء اور اولیاء کی کمر ٹوٹ رہی ہے۔ اور سب پریشان ہیں:

وَمَآ اُبَرِّئُ نَفْسِیْ

کہتے ہیں مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کمال عظمت کے باوجود ہمیشہ تنگ دست رہتے تھے بعض ازواج مطہرات کو ایک سال کا اور بعض کو چھ ماہ کا خرچ ان کی ہمت و استعداد کے مطابق دے دیا کرتے تھے۔ اہلِ صفہ کے فقر کا حال تو سب کو معلوم ہے کہ کس تنگدستی سے بسر کرتے تھے۔ اسی طرح حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کو حالتِ فقر و افلاس میں اور حضرت عثمان اور عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہما کو دولت و فراوانی میں رکھا۔ چونکہ یہ سب کچھ پیر کی منشاء کے مطابق تھا اس سے کوئی نقصان نہ ہوا بلکہ اس سے کمال پر کمال حاصل ہوا۔ اور جمال پر جمال میسر آیا۔ عزیز من! سوال سے ہمیشہ دُور رہنا چاہیئے پس جو شخص سوال سے پرہیز کرے اُسے اپنے ضروری رزق سے اجتناب نہیں کرنا چاہیئے۔ نہ اس سے نفرت کرنی چاہیئے۔ لیکن قناعت سے ضرور کام لینا چاہیئے۔ اس کے بعد جو ہونا ہے ہوتا رہے۔ جب سالک قناعت پر ثابت قدم رہے گا تو اس کی خلوت صحیح ہو جائے گی۔ کیونکہ خلوت میں جو خلل واقع ہوتا ہے وہ دل کے خلل سے ہوتا ہے اور دل کا خلل تعلق غیر سے واقع ہوتا ہے اور قناعت میں سب خیر ہی خیر ہے۔ مصطفےٰ علیہ السلام نبوت سے پہلے غارِ حرا میں خلوت گزیں ہوا کرتے تھے۔ اور ایک دو ہفتے کی خوراک ساتھ لے جایا کرتے تھے۔ چونکہ آپ کی نیت نیک تھی اور دین حق کے لئے تھی جو کچھ آپ نے کیا سب دین تھا اور اس کو کوئی نقصان نہ ہوا پس مرید کو چاہیئے کہ اپنے آپ کو اللہ کے سپرد کر کے شاکر و قانع رہے:

غزل

دو نانِ خشک گر از گندم است یا از جو      سر تا ئے جامہ گر از کہنہ است یا ز نو

چہار گوشۂ دیوار خود ز خاطر جمع | کہ کس نگوید زینجا بہ خیز و آنجا زد
ہزار بار نکوتر بہ نزد دانایاں ! | زکرّ و فرّ ملک کیقباد و کیخسرو !

(۱) دو سوکھی روٹیاں خواہ گیہوں کی ہوں خواہ جَو کی اور تین کپڑے خواہ نئے ہوں یا پرانے۔

(۲) اس کے ساتھ تیرے گرد چار دیواری ہو تاکہ یہ کوئی نہ کہے کہ یہاں سے اٹھ اور وہاں جا۔

(۳) داناؤں کے نزدیک کیقباد اور کیخسرو کی شان و شوکت سے یہ ہزار مرتبہ بہتر ہے۔

## توکّل کتنے دن صحیح ہے

روایت ہے کہ ایک مرید توکّل میں بیٹھے تھے تین دن گذر گئے اور کوئی چیز نہ ملی، چوتھے دن قطب الاولیاء حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء قدس سرہٗ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی کہ اگر کوئی شخص توکل کرکے بیٹھ جائے اور ایک دن گذر جائے اور کچھ نہ ملے تو کیا کرے۔ آپ نے فرمایا دوسرا دن آنے دے۔ اس نے کہا اگر دوسرا دن گذر جائے اور کچھ نہ آئے تو کیا کرے فرمایا تیسرا دن آنے دے۔ عرض کیا اگر تین گذر جائیں تو کیا کرے۔ آپ نے فرمایا اب اس کے توکّل میں خلل واقع ہو جائے گا۔

کہتے ہیں ایک شخص نے حضرت خواجہ ابراہیم بن ادھم قدس روحہٗ سے توکّل کے متعلق استفسار کیا اور کہا کہ تیسرے دن موت ہے تو آپ نے فرمایا کہ:

دیت بر کشندہ لازم آید و صادق را شہادت رو نماید (اس کو مار ڈالنے والے پر خون بہا لازم آتا ہے اور مرید صادق کے لئے شہادت ہے)۔

عزیز من! مردانہ وار رہو اور حق تعالٰی کے ساتھ یگانہ رہو۔ اصل چیز ہمت ہے:

قِیْمَۃُ مَرْءٍ ھِمَّتُہٗ

آدمی کی قیمت اس کی ہمت کے مطابق ہوتی ہے۔

ہمت جس قدر بلند ہو گی مرتبہ اسی قدر بلند ہو گا۔

## پیر کبریت احمر ہے

آپ نے دریافت کیا ہے کہ پیر کبریت احمر ہے اس کے کیا معنی ہیں۔ بزرگوں نے فرمایا ہے :

بیت ؎
پیر رہ کبریت احمر آمد است
سینۂ او بحرِ اخضر آمد است

شیخ طریقت کبریت احمر یعنی سُرخ گندھک یا کیمیا ہے۔ پیر کا سینہ چشمہ آب حیات ہے۔ کبریت احمر اکسیر کو کہتے ہیں کہ جس کا ایک ذرہ بھر تانبے میں ڈالا جائے تو زرِ خالص بن جائے۔ اور بحرِ اخضر سے مُراد چشمہ آب حیات کہ جس سے ایک گھونٹ پی کر آدمی زندۂ جاوید ہو جاتا ہے۔ عارف واصل باللہ کا بھی یہی حال ہے جو شخص اس کی صحبت اختیار کرتا ہے حق تعالےٰ کے فضل کرم سے اُس جیسا بن جاتا ہے اور زندہ جاوید بن جاتا ہے۔ یہ اولیاء کرام کی شان ہے کہ جن کی نظر شفا اور کلام دوا ہے :

بیت ؎
آنانکہ کہ خاک را بنظر کیمیا کنند
آیا بود کہ گوشۂ چشمے بما کنند

وہ حضرات جو ایک نظر سے خاک کو کیمیا بناتے ہیں کیا ہمیں بھی وہ اپنی نظرِ عنایت سے نوازیں گے۔

اولیاء کرام کی صحبت کیا ہے فضل خداوندی ہے خدا کرے سب کو یہ دولت نصیب ہو۔ اعتقاد کی کتابوں میں لکھا ہے کہ اگر کوئی غیر صحابی جس قدر بلند مراتب پر پہنچے اور صاحب ولایت و تصرف و عطا ہو جائے لیکن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مرتبہ کو نہیں پہنچ سکتا۔ وجہ یہ ہے کہ فضل صحبت (صحبت کی فضیلت) فضل کلی ہے اور دوسرا فضل فضل جزوی ہے۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو جملہ اولیاء پر اس لئے فضیلت ہے کہ آپ کی صحبت ابتدا سے انتہا تک صحیح تھی :

مَا صَبَّ اللّٰہُ فِی صَدْرِیْ اِلَّا وَقَدْ صَبَبْتُہٗ فِی صَدْرِ اَبِیْ بَکْرٍ

میرے قلب میں کوئی چیز وارد نہیں ہوئی، جو ابوبکرؓ کے قلب میں وارد نہ ہوئی ہو یعنی جو چیز پیغمبر اسلام کے قلب میں وارد ہوئی وہی حضرت ابوبکر کے قلب میں وارد ہوا۔

## ایک شعر کی تشریح

آپ نے اس شعر کے معنی دریافت کئے ہیں:

شعر — محجوب شدی ز صحبت خود

از دوست برو قلندر شوی

تو اپنی خودی کی وجہ سے حجاب میں ہے اپنے نفس کی دوستی چھوڑ دے قلندر بن جائے گا۔

جاننا چاہیئے کہ راہ حق میں حجاب اسی خودی کی وجہ سے ہوتا ہے ورنہ خدا دور نہیں ہے لیکن بندہ خودی کی وجہ سے خدا سے دُور اور غائب ہے جب خودی اٹھ جاتی ہے تو خدا ظاہر ہو جاتا ہے کیونکہ وہ تو خود بخود ظاہر ہے اور خدا کے سوا ہر چیز ناپید ہے۔ جب تک بندہ اپنی صحبت یعنی اپنے نفس کی صحبت میں رہتا ہے اپنے آپ کو دیکھتا ہے اور خدا کو نہیں دیکھتا۔ جب قلندر صفت ہو جاتا ہے پردہ اٹھ جاتا ہے اور محجوبی ختم ہو جاتی ہے:

### رُباعی

معشوق عیاں بود نمے دانستم — با من بمیان بود نمید انستم

گفتم بطلب مگر بجائے نرسم — خود تفرقہ ایں بود نمے دانستم

معشوق ظاہر تھا لیکن مجھے معلوم نہ تھا۔ وہ تو میرے ساتھ تھا اور مجھے اس کا علم نہ تھا۔ میں اپنے دل میں کہتا تھا کہ طلب تو کر رہا تھا لیکن کچھ حاصل نہیں ہوتا مجھے کیا معلوم کہ تفرقہ کا باعث میں خود تھا۔

خدا کرے ہم سب کو یہ دولت نصیب ہو بطفیل محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام۔

## مکتوب ۱۰۶

### بجانب شیخ سلطان جونپوری در بیان سلطان الذکر

حق حق حق!

آپ کا خط ملا، فرحت ہوئی۔ واضح باد کہ عموماً سلطان الذکر مسلسل ذکر کے بعد دوسرے یا تیسرے سال جاری ہوتا ہے اور اس کی کیفیت یہ ہو جاتی ہے کہ ہر آواز، ہر طرف، ہر چیز یہاں تک کہ در و دیوار درختوں کے پتوں سے اور ہوا کی جنبش میں سے وہی آواز سنائی دیتی ہے۔ جس سے سینے میں جوش اور سر میں خروش اٹھتا ہے اور عجیب شور و غوغا پیدا ہوتا ہے۔ آں عزیز پر حق تعالےٰ کا فضل و احسان ہے کہ ایک ہی اربعین (چلّہ) میں یہ دولت مل گئی ہے۔ پس اللہ تعالےٰ کا شکر ادا کرو اور رات دن صبح شام ہر لحظہ و ہر لمحہ گاہ و بے گاہ اسی کام میں لگے رہو اور بالکل آرام سے نہ بیٹھو تاکہ سلطانِ ذکر جاری رہے اور بے خودی و مستی، اور محویت و استغراق کی حالت طاری ہو جائے۔ ذکر دل میں گھر کرے، قلب جاری ہو جائے اور وساوس ختم ہو جائیں۔ مردانِ خدا نے بہت عرصے کے بعد یہ چیز حاصل کی ہے۔ امام جنیدؒ دس سال کے مجاہدہ کے بعد اس مقام پر پہنچے۔ ہر بوالہوس کو یہ دولت کب نصیب ہوتی ہے:

بیت ؎
جاں باز کہ وصل او بدستان ندہند
شیر از قدح شرع بہ مستان ندہند

اے عزیز! جد و جہد میں مشغول رہو، تن من کی بازی لگا دو، خون کی ہولی کھیلو اور جان قربان کر دو۔ اگر اللہ نے چاہا تو منزلِ مقصود پر پہنچ جاؤ گے۔ لب گور تک کوشاں رہو، اگر یافت (وصل) کی

بسبب نہ ہوئی تو دولتِ نایافت (ہجر و فراق) تو کہیں نہیں گئی : (نایافت ایک بلند مقام کا نام بھی ہے)

بیت ؎ چوں نداری شادی از وصل یار

خیز بر خود ماتم ہجراں بدار

اگر دوست کے وصل کی خوشی نہیں ہوئی تو اٹھ اور ماتم ہجر کی چادر اوڑھ لے۔

یاد رہے کہ ہجر و فراق بھی طالبانِ خدا کے لئے دولت ہے۔ لیکن یہ کام پانچ دس دن یا دو تین سال کا نہیں۔ یہاں تو جان بازی اور جہاں تازی (دنیا جلاڈالنا) سے کام بنتا ہے۔ اے برادر! فکر مت کرو۔ یہ بات تجربہ سے ثابت ہے کہ مردانِ حق منزلِ مقصود پر پہنچے ہیں۔ تمھیں یہ دولت ضرور مل جائے گی اور محنت ہرگز رائگاں نہیں جائے گی بفضلہٖ تعالےٰ۔ وصلی اللہ علی خیر خلقہٖ محمد و آلہٖ۔

---

## مکتوب ۱۰۷

بجانب سید احمد ملتانیؒ۔ در بیان توحید در طورِ چند طوائف ملت اسلام بر حکمِ واقعہ و معاملہ باطن۔

حق حق حق!

سَلَامٌ عَلَیْکُمْ سَلَامٌ عَلَیْکُمْ

رُوْحِیْ فِدَاکُمْ وَقَلْبِیْ لَدَیْکُمْ

ضمیر حق پذیر پر واضح ہو کہ ایں بیچارۂ ناکارہ حیرت میں ہے اور اپنے اوپر افسوس بھی آتا ہے کہ جس قدر بحرِ وحدت میں سفر کیا ہے اور عرفانِ احدیت میں جان کنی کی ہے کشتی ساحل تک نہیں پہنچی ؎

رسیدم من بدریائے کہ موجش آدمی خوار است

نہ کشتی اندراں دریا نہ ملاحے عجب کار است

میں اس بحرِ بیکراں میں پہنچا ہوں کہ جس کی موجیں آدم خور ہیں اور جس میں نہ کوئی کشتی ہے نہ ملاح ہے

معلوم نہیں یہ حال اس بے چارے کا ہے یا سب لوگوں کو یہی واقعہ پیش آتا ہے :

بیت ؎ دریں ورطہ کشتی فرو شد ہزار
کہ پیدا نہ شد تختۂ بر کنار

اس چکر میں ہزاروں کشتیاں غرق ہو گئی ہیں یہاں تک کہ ایک تختہ بھی کنارے نہ لگا

ایک دفعہ خواب میں یہ رموز قدرے بیان کئے گئے اور بیداری کی حالت میں لکھ لئے گئے لیکن افسوس کہ عالمِ غیب کی چیزیں تحریر میں نہیں آسکتیں۔ اور نہ زبان سے بیان ہو سکتی ہیں نہ اشارات عبارات میں آسکتے ہیں نہ عبارات اشارات کو بیان کر سکتی ہیں :

اَلرَّحْمٰنُ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ خَلَقَ الْاِنْسَانَ عَلَّمَهُ الْبَيَانَ

رحمٰن نے قرآن سکھایا اور انسان کو طاقت بیان دی۔

قرآن عربی ہے دل عربی ہے اور محمد حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم عربی ہیں۔ نیز دل غیبی ہے، قرآن غیبی ہے اور محمد علیہ السلام غیبی ہیں :

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ

محمد صلی اللہ علیہ وسلم تم میں سے کسی آدمی کے باپ نہیں ہیں بلکہ اللہ کے رسول اور آخری نبی ہیں

اہل دل جانتے ہیں کہ اس کا کیا مطلب ہے :

اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَذِكْرٰى لِمَنْ كَانَ لَهٗ قَلْبٌ

اس میں یعنی قرآن پاک میں نصیحت ہے ان لوگوں کے لئے جو اہل دل ہیں

لیکن اس کے باوجود زبانیں ناطق ہیں اور قلمیں متحرک ہیں۔ ہر طرف ہزاروں گویاں اور ہزاروں طلبگار، ہزاروں موحد و مشرک گامزن ہیں کوئی ہدایت کو پہنچا اور کوئی وادی ضلالت میں گم ہوا لیکن (انتہا) کنہہ تک کوئی نہ پہنچ سکا :

وَمَا يُؤْمِنُ اَكْثَرُهُمْ بِاللّٰهِ وَهُمْ مُشْرِكُوْنَ

اللہ تعالےٰ پر ایمان لانے والے اکثر ایسے ہیں جو شرک میں مبتلا ہیں۔

اس نے سب کی کمر توڑ دی ہے۔

عزیزِ من! مجھے عالم واقعہ میں دکھایا گیا کہ "ہر کہ بشتغل باللہ بفضل اللہ رسیدہ مشاہدہ یافت ودائم الصلوٰۃ گشت" (جو کوئی اللہ تعالےٰ کے ساتھ شاغل ہوا یعنی مقام فنا کو پہنچا دائمی صاحب مشاہدہ ہوا اور دائمی نماز کے مقام کو پہنچا۔"

وَهُمْ عَلٰى صَلٰوتِهِمْ دَائِمُوْنَ　　　وہ لوگ ہیں دائمی نماز میں۔

یہ ان کے حق میں صادق آتا ہے۔

فان الصلوٰۃ اتصال وھو وصل والوضوء انفصال وھو فصل

(بے شک نماز سے اتصال ہوتا ہے یہ مقام وصل ہے اور وضو سے انفصال ہوتا ہے اور یہ مقام جدائی ہے)

ای طھر جوارحہ وقلبہ ظاھرہ وباطنہ عن الاخباث علیٰ حکم الشریعۃ والطریقۃ۔

(یعنی اعضا کو ظاہری اور قلب کو باطنی طہارت حاصل ہوئی۔ گناہوں سے بحکم شریعت و طریقت)۔

حَسَنَاتُ الْاَبْرَارِ سَيِّئَاتُ الْمُقَرَّبِيْنَ　　　نیک لوگوں کی نیکیاں مقربین کے لئے گناہ ہیں

تاہم اتباع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دامن نہیں چھوڑتا اور ترک صلوٰۃ کسی حالت میں روا نہیں رکھا جاتا۔ اگر کوئی ایک نماز عمداً ترک کرے تو کافر اور مردود ہو جاتا ہے۔ خدا اس سے پناہ دے۔ یہی وجہ ہے کہ اس بات پر سب کا اتفاق ہے کہ جب تک علم و عقل باقی ہے شرع اور تکالیفِ شرعی (یعنی نماز روزہ وغیرہ) باقی ہیں۔ آدمی جس قدر بلند مقامات طے کرتا ہے اور وصول الی اللہ میں ترقی کرتا ہے شریعت کا احترام ترک نہیں کیا جا سکتا۔ یہ جو کہا گیا ہے کہ بعض اوقات تکالیف

شریعت اٹھ جاتی ہیں اس سے مراد احکام شریعت (یعنی نماز روزہ وغیرہ) نہیں بلکہ راہ حق میں زیادہ مشقت اختیار کرنا مراد ہے:

وَمَآ اَنَآ مِنَ الْمُتَكَلِّفِيْنَ ہم ان میں سے نہیں جو تکلیف اٹھاتے ہیں

ان پر صادق آیا ہے۔

يُسَبِّحُوْنَ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ لَا يَفْتُرُوْنَ رات دن ذکر میں مشغول رہتے ہیں۔

یہ ان کا حال بن جاتا ہے۔

طٰهٰ مَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ لِتَشْقٰۤى

اے پیغمبر علیہ السلام! ہم نے قرآن تم پر اس لئے نہیں اتارا کہ تم مشقت اٹھاؤ۔

اس میں وہ راز ہے کہ جسے کوئی زبان یا قلم بیان نہیں کر سکتی پس تم انتظار کرو تاکہ وہ خود تمھیں بتائیں کہ کیا راز ہے۔

## طائفہ جبریہ

عزیزِ من! عالم واقعہ میں دکھایا گیا کہ کچھ طالبانِ حق میدانِ وحدت میں گھوڑے دوڑا رہے ہیں حتٰی کہ انھیں بتایا گیا کہ حق سبحانہ وتعالٰے تمام خلقت کے افعال وتمام اشیاء کے تشخص کے خالق ہیں خواہ وہ عالمِ حاضر سے تعلق رکھے یا عالمِ غیب سے محسوسات سے ہیں یا غیر محسوسات سے۔ اور مکان وزمان، مادہ، آلہ وغیرہ میں سوائے حق تعالٰے کی قدرت کے کسی اور چیز کو کوئی دخل نہیں اور سب چیز اللہ کے دست قدرت میں ہے اور یہ کہ جس قدر افعال و اعمال یا حرکات وسکنات میں غیر کی قدرت کو کوئی نسبت ہے وہ محض عارضی اور برائے نام ہے بلکہ ایک تہمت ہے۔ اس طائفہ کے لوگ ہر چیز اور ہر فعل کی اصل خدا سے جانتے ہیں اور اپنے آپ کو درمیان میں سے بالکل اٹھا لیتے ہیں اس طائفہ کے لوگ اہلِ اللہ کے نزدیک جبریہ کہلاتے ہیں یعنی مقام وحدت میں پہنچ کر جبر کے قائل ہوتے ہیں اور اس شعر کا مصداق بن جاتے ہیں:

دوئی را نیست رہ در حضرتِ تو
ہمہ عالم توئی و قدرت تو

بارگاہِ حق تعالےٰ میں دوئی کا کوئی تعلق نہیں سارا جہاں تو ہے اور تیری قدرت کا اظہار۔

اگر ان لوگوں کو دولتِ عرفان میسر ہے تو سبحان اللہ اس سے بڑھ کر کونسی دولت ہو سکتی ہے:

هَنِيْئًا لِاَرباب النعيم نعيمها — اربابِ نعمت کو نعمت مبارک ہو۔

لیکن اگر یہ عقیدہ صرف دلائل عقلی پر مبنی ہے تو:

فلا يليق بالمذهب والتحقيق فان فيه فساداً بينا والعياذ بالله من ذالك۔

(یہ دولت مذہب اور اس کی چھان بین سے حاصل نہیں ہوتی کیونکہ اس کام میں جھگڑا ہے جس سے خدا پناہ دے)۔

## طائفہ قدریہ

پھر دیکھا بزرگوں کا ایک اور طائفہ میدانِ وحدت میں گامزن ہے اور اس نتیجے پر پہنچا ہے کہ حق سبحانہٗ و تعالیٰ وحدانی الذات والصفات ہے [1] اور بندہ نے مقام وحدت میں وجود پایا ہے [2] اور مقامِ الوہیت و ارادت میں مختار بنایا گیا ہے۔ پس بندہ کو اختیار قوی حاصل ہے اور اپنے اختیاری افعال میں کسی غیر کی شرکت روا نہیں رکھتا [3] لہٰذا مقامِ وحدت

---

[1]:۔ هو تعالىٰ واحد فى الذاته وصفاته ليس له شريك فى ذاته وصفاته یعنی حق تعالےٰ ذات و صفات میں واحد ہیں اور ان کا کوئی شریک نہیں نہ ذات میں نہ صفات میں۔

[2]:۔ فان الوجود واحدٌ وضده العدم المحض وليس الا الله تعالىٰ یعنی وجود ایک ہے اور اس کی ضد عدم محض ہے اور ماسویٰ اللہ کا وجود نہیں۔

[3]:۔ کیونکہ غیر کا وجود نہیں ہے اور ہر چیز کا وجود و ظہور اسی ایک ذات میں شامل ہے اور یہ (بقیہ آئندہ صفحہ پر)

میں جو حق تعالےٰ کا فعل ہے وہی بندہ کا فعل ہے لیکن چونکہ ایک مفعول میں دو فعل روا نہیں اس لئے عالم ظاہر میں فعل حق سے فعل بندہ کو الگ سمجھا جاتا ہے لہٰذا اس لحاظ سے خالق افعال اور موجد اعمال وہی بندہ ہے۔ خداوند تعالےٰ کا فعل تصور نہیں کیا جاتا۔ اس طائفہ کو مردان حق قدریہ کے نام سے موسوم کرتے ہیں اور معتزل کہتے ہیں۔ اگرچہ بات وحدت کی کرتے ہیں لیکن وحدت سے باہر نکل جاتے ہیں، کیونکہ اس سے دوئی کا اثبات کرتے ہیں اور خود ہی مبتلا رہتے ہیں پس اب یہ قدر عرفانی ہے اور بکشف غیب وجدانی ہے لیکن پھر بھی یہ محض پریشانی ہے:

فانّ فیہ اعراض عن اللہ والاستنکاف عن الٰہ

اس میں اللہ اور اس کی الوہیت کا انکار ہے

کیونکہ یہ استدلالی اور حسابی (حساب سے اندازہ لگانا) ہے اس لئے شیطانی ہے اور لایعنی (بے فائدہ) ہے:

والعیاذ باللہ من ذالک فان ھذا من ترھات الصوفیہ الجہال

---

(بقیہ گذشتہ صفحہ) مقام وحدت ہے چونکہ انسان تمام صفات و کمالات الوہیت کا مظہر ہے لازماً صفت اختیار و ارادۂ حق تعالےٰ کا بھی اس میں ظہور ہے اس لئے بندہ بھی مختار اور صاحب ارادہ ہوا اور کمال وحدت میں اس نے اپنا اختیار اور ارادہ حق تعالےٰ کے اختیار و ارادہ سے حاصل کیا ہے اور اپنے فعل میں غیر کی شرکت روا نہیں رکھتا۔

لہ :- یعنی بندہ کا اختیار و فعل حق تعالےٰ کے اختیار و فعل کے تابع ہے پس جہاں متبوع ہے وہاں تابع کا وجود بھی ہے لیکن صرف غالب اور مغلوب ہونے کا ہوتا ہے بعض جگہ بعض صفت غالب ہوتی اور بعض مغلوب۔ لیکن یہ سب صفات حق تعالےٰ ہیں اور غیر کا اس میں کوئی دخل نہیں

سلہ :- عالم شہادت میں یعنی ظاہری صورت میں چونکہ بندہ فاعل ہے اور ظاہر کا انکار روا نہیں اس لئے اگرچہ بندہ کا فعل درحقیقت اللہ کا فعل ہے لیکن ظاہر کے اعتبار سے اُسے فعل بندہ کہا گیا اور افعال اختیاری کا خالق بندہ ہی کو تصور کیا گیا۔

ومع هذا الو ان القدر فی مقام العرفان فی انتظام وحدت سبحان ووقع فی بحر النور الازلی واستغرق فیہ وبلغ مبلغ انیہ قم باذنی وانا الحق وسبحانی ما اعظم شانی فقد فار فوزاً عظیماً فان الحبیب صلی اللہ علیہ وسلم قال ہذا المقام من رانی فقد رای الحق فالحق والحق ولم یبق الا الحق وارتفع الغیر من البین با الحق فالحق ولاسواہ فاعلم انہٗ لا الہ الا اللہ ما ضل صاحبکم وما غویٰ وما ینطق عن الھویٰ وھو بالافق الاعلیٰ فاین القدر وما القدر الا علی ما ھذہ القدر۔

(خدا اس سے پناہ دے یہ جاہل صوفیوں کی اختراعات ہیں۔ اور اسی بنا پر اگر قدر کو مقام عرفان میں دیکھا جائے اور جو نور ازلی کے بحر میں غوطہ زن ہوا اور اس میں مستغرق ہوا۔ اور مقام انتہا تک پہنچا یعنی قم باذنی، انا الحق، سبحانی ما اعظم شانی، پس وہ عظیم کامیابی پر فائز ہوا۔ چنانچہ حبیب خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مقام کو یوں واضح فرمایا: (جس نے مجھے دیکھا اس نے حق کو دیکھا، پس حق وہی ہے اور نہیں کوئی باقی سوائے حق کے اور غیر درمیان سے اٹھ گیا۔ اور حق رہ گیا۔ پس جان لو کہ نہیں معبود سوائے اللہ کے۔ نہیں گمراہ ہوا تمھارا ساتھی اور نہ ہی کج راہ ہوا۔ اپنی خواہش سے بات نہیں کرتا)۔

یہاں بھی وہی شعر صادق آتا ہے:

بیت ؎ ذوئی را نیست رہ در حضرتِ تو
ہمہ عالم توئی یا قدرتِ تو

اس کے بعد ایک اور جاں باز طائفہ میدانِ وحدت میں نکلا۔ اور فتح و کامرانی کے گھوڑے

دوڑتا ہوا بارگاہِ حق تعالےٰ میں پہنچ گیا۔ انھوں نے حق تعالےٰ کو تین مراتب میں پایا۔ پہلا مرتبۂ ذات (ذاتِ الٰہی) دوسرا مرتبۂ صفاتِ کمالات (صفات الٰہی) اور تیسرا مرتبۂ فعل (افعال الٰہی)۔ یہ حضرات مرتبۂ ذات میں کسی اور چیز کو دخل نہیں دینے دیتے۔ اسمار و صفات کو عینِ ذات میں عین ذات سمجھتے ہیں ذات کے سوا کسی اور چیز کو نہیں جانتے۔ خدا تعالےٰ کو وحدانی الذات والصفات مانتے ہیں اور ذات حق کو فرد مطلق جانتے ہیں :

كَانَ اللّٰهُ وَلَمْ يَكُنِ الْاَشْيَاءُ مَعَهٗ وَالْاٰنَ كَمَا كَانَ وَكَمَا كَانَ الْاٰنَ فَاللّٰهُ
وَلَا سِوَاهُ وَلَا مَوْجُوْدٌ فِى الْوُجُوْدِ اِلَّا اللّٰهُ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ

اللہ تھا اور اس کے سوا کسی چیز کا وجود نہ تھا اور اب بھی اسی طرح جیسے پہلے تھا (یعنی اب بھی اس کے سوا کوئی نہیں) اور جیسے تھا اب بھی ویسے ہے اللہ ہے اور اس کے سوا کچھ نہیں اور موجودات میں اللہ ہی موجود ہے تو کہہ دے اللہ احد ہے (اکیلا ہے یعنی صرف اسی کا وجود ہے اور کوئی چیز نہیں۔

یہ حضرات مرتبۂ صفات میں اسمار و صفات کو غیرِ ذات نہیں سمجھتے۔ اور ذات پر زائد نہیں مانتے کیونکہ وجود محض میں غیر کی گنجائش نہیں نہ زائد ہو سکتا ہے۔ لیکن صفات کو عینِ ذات نہیں مانتے کیونکہ میدان صفات ایک الگ چیز ہے اور کمالات صفات کو عین ذات نہیں کہا جا سکتا۔ اور عینِ ذات میں شامل نہیں کیا جا سکتا۔ کیونکہ اس سے اثبات عینیہ میں تعددِ ذات یا تعطل صفات و تعطل افعال لازم آتا ہے اور اثبات واجب کے انکار سے فساد عظیم پیدا ہوتا ہے معتزلہ غلطی سے اسمار و صفات کو عین ذات کہتے ہیں اور خدا تعالےٰ کو عالم بالذات اور قادر بالذات سمجھتے ہیں اور عالم بالعلم اور قادر بالقدرت نہیں مانتے۔ وہ یہ نہیں جانتے کہ یہ مرتبۂ صفات ہے۔

امام منصور ماتریدی رضی اللہ عنہٗ بھی صفات کو عینِ ذات سمجھتے ہیں۔ اس سے ان کی مراد نفی غیر ہے نہ کہ تعطلِ صفات یا تعددِ ذات۔

وَهُوَ بَرِيْءٌ فِى اللّٰهِ مِنْ هٰذِهِ الْجِهَاتِ

اب تجھے جاننا چاہیئے کہ محققین مرتبۂ فعل میں تخلیق عالم کے قائل ہیں اور عین وحدت الوجود میں یعنی حق تعالےٰ وحدانی الذات والصفات میں کثرت موجودات ثابت کرتے ہیں کیونکہ کمالاتِ ذات کا مقام قدرت میں یہی تقاضا ہوا کہ ہم اس طرح وجود میں آئے اور وجود باری تعالےٰ کے لئے ہم دلیل بنے یا یوں کہو کہ خارج امتناع محض ہے اور داخل ممنوع مطلق ہے (یعنی موجودات کو غیر حق جاننا دوسرے وجود کا قائل ہونا ہے جو کفر ہے اور موجودات کو عینِ حق جاننا بھی ممنوع مطلق ہے کیونکہ اس سے تعدد ذات یا تعطلِ صفات لازم آتا ہے):

وَھُوَالان کما کان وکما کان الآن سبحان الذی لم یتغیر ذاتہ و لا صفاتہ وَلاَ فعلہ بحدوث الاکوان فحق لقول منا انہ الھنا ونحن عبیدہ۔

(وہ اب بھی اسی طرح ہے جیسے پہلے تھا۔ پاک ہے ذاتِ حق جس کی نہ ذات نہ صفات تغیر پذیر ہے۔ اگرچہ اس کے مظاہر صفات کو حدوث لازم ہے، بس یہی کہنا کافی ہے کہ وہ معبود ہے اور ہم عابد)۔

اور طائفہ مقربان بارگاہ حق سبحانہٗ کا ہے جو اللہ تعالےٰ کو تمام مراتب وجود میں حقیقتاً اور تمام موجودات عالم میں مجازاً موجود سمجھتے ہیں۔ کیونکہ حقیقت میں وجود صرف خدا تعالےٰ کا ہے اور غیر خدا کا وجود باعتبار حس وعقل صرف مجازاً ہے اور شرع کے تمام احکام ظاہری حس وعقل کے مطابق ہوتے ہیں۔ لیکن حقیقت وہی ہے جو حقیقت ہے۔ قرآن بھی یہی کہتا ہے۔

الامرُ بَیْنَھُنَّ

حقیقت الامر ان کے دونوں امور کے درمیان ہے۔

یعنی: بین المجاز السموات والارض فمن انکر الحقائق فی الحق و العقل فھو فی ضلالٍ مبین۔

یعنی کائنات کی ظاہری صورت میں - جس نے حقائق حس وعقل کا انکار کیا وہ ظاہری گمراہی میں مبتلا ہوا۔

مردانِ حق خدا تعالےٰ کے وجود کے سوا کسی کے وجود کے قائل نہیں ہیں، ان کے نزدیک وجودِ حقیقی وہی ایک وجود ہے۔ یعنی واحد الوجود اور واجب الوجود کہتے ہیں

وجود کہ دو اقسام ہیں :

اوّل ، واجب الوجود

دوم ، عدم وجود ، جیسے ممتنع الوجود اور ناممکن کہتے ہیں۔ یاد رہے کہ ناممکن یا ممتنع الوجود کوئی چیز نہیں پس وجود صرف ایک ہوا اور وہ وجود حق تعالےٰ کا ہے : ذالك وحدت الوجود فلا سبقة ولا قدم ولا ازل الا الوجود الحق و الواجب المطلق و ذالك معنى قولهم القدم نيانى العدم فان العدم انما هو صفت الوجود الواجب فالعدم ينافيه فلا عدم ولا حدوث و اذ الحدوث انما هو بعدمٍ سابقٍ و وجود لاحق فلم يبق الا الوجود حق الواجب المطلق وانّما العدم الازلى فلا ينافى القدم الازلية وانّما ينافيه فى الوجودية اذ العدم فى ازلية تقديس و القدم فى ازلية ايجاب بل لا مغائرة بينهما فاعرف والمقام غامض۔

اگرچہ حقیقت کے اعتبار سے وجود وہی ایک وجود ہے اور یہ ایک راز ہے اللہ اور بندہ کے درمیان کسی نے خوب کہا ہے:

بیت ؎ سرّ لیست درون سینہ کہ کس محرم آں نیست
گر سر برود سرّ تو باکس نکشایم

میرے سینے میں ایک راز ہے کہ اُسے کوئی نہیں جانتا اگر سر بھی چلا جائے تو اُس سر (راز) کو کسی کے سامنے ظاہر نہ کروں۔

وَافْشَاءُ سِرِّ الربوبيّةِ كفرٌ اور ربوبیت کے راز کا ظاہر کرنا کفر ہے۔

اور یہ راز خلاصۂ کائنات یعنی حضرت انسان کا راز ہے جو اس کے سینے میں ہے اور وہ راز سوائے حق تعالےٰ کے کچھ نہیں۔ عارف جنت میں خدا کے لئے ہوتا ہے نہ کہ جنت کے لئے۔ بلکہ جنّت، عرش، فرش اور اٹھارہ ہزار عالم، حور و قصور و خورد و نوش، ایں جہان و آں جہاں سب خدا کے لئے ہے اگرچہ ظاہراً یہ دنیاوی معاملات ہیں لیکن ان کا بطون وہی سرّ حق تعالےٰ ہے:

بیت ؎ نے در دوزخ و بہشتند
ایں طائفہ را چنیں سرشتند

مردان حق کچھ اس نہج پر بنائے گئے ہیں کہ انھیں نہ دوزخ کا غم ہے نہ بہشت کا فکر۔

کسی نے خوب کہا ہے:

بیت ؎ مرغ عشقم کہ مرا دانہ توحید دہند
زیر ہر کنگرۂ عرش بود پروازم

میں عشق کا پرندہ ہوں اور مجھے توحید کا دانہ ملتا ہے اور عرش کے ہر کنگرے کے نیچے میری پرواز ہے۔

لیکن حس و عقل کے اعتبار سے وجود کے دو اقسام ہیں وجودِ واجب اور وجودِ ممکن۔ واجب کو قدیم اور ممکن کو حادث کہتے ہیں جو دونوں طرفوں یعنی طرفِ عدم اور طرفِ وجود سے برابر فاصلے پر ہے۔ طرف

وجود حق سبحانہٗ کی طرف سے ہے اور طرفِ عدم امتناع کی طرف سے ہے اور امتناع سے سوائے عدم کے کچھ متصور نہیں۔ لہٰذا ممکن عدم کے سوا کچھ نہیں اور ممکن کا وجود عارضی ہے اور عاریتہً ہے اور وجود صرف اللہ ہی کا ہے۔ اور ممکن کو ممکن اس لئے کہتے ہیں کہ واجب اور امتناع دونوں کا اس کے اندر امکان ہے۔ اور وجوب و حدوث کے ذریعے میدان میں آیا اور جائز ہوا۔ ورنہ تحقیق کی رُو سے وجود وہی حق تعالےٰ کا وجود ہے باقی سب ممتنع اور ناموجود ہے شاید اسی مفہوم کے اندر یہود ونصاریٰ حضرت عزیرؑ اور حضرت عیسےٰ علیہ الہا السلام کو ابن اللہ کہتے ہیں۔ اور وجوب و امتناع کا مطلب سمجھتے تھے۔ وجوب کی وجہ سے جمالِ حق کا ان کے اندر مشاہدہ کرتے تھے۔ اور امتناع کی وجہ سے کثرت کے قائل ہوئے۔ شاید آیۂ پاک ھٰذَا رَبِّیْ اور لا احب الآفلین (حضرت ابراہیمؑ کا چاند کو دیکھ کر کہنا کہ یہ میرا رب ہے اور پھر فرمایا کہ میں غروب ہونے والے سے محبت نہیں کرتا) میں یہی راز مضمر ہے۔ سبحان اللہ! اپنے غلبہ حال میں مجھے یہ معلوم نہیں کہ کیا کہہ رہا ہوں اور کہاں پڑا ہوا ہوں:

استغفر اللہ من جمیع ما کرہ اللہ و ذالک جمیع ما سوای اللہ

(اللہ سے پناہ مانگتا ہوں اس سے جسے وہ ناپسند کرتا ہے اور یہ تمام ماسوی اللہ کے ہے)

پس ممکن کہاں ہے اور حدوث کس کو ہے سوائے اس کے کہ خداوند حکیم کی قدرت کاملہ سے یہ سب کچھ وجود میں آیا اور موجود ہوا۔ امام حسن اشعریؒ نے فعل کو حادث کہا ہے اور تکوین و مکون کو ایک ہی مسلک میں منسلک کیا ہے اور کثرت میں لایا۔ اس وجہ سے کہ دائرہ ایک دائرہ ہے وہی وحدتِ حق اور فردیت مطلق جو غیر سے پاک ہے پھر وہی شعر صادق آتا ہے:

بیت ؎ دوئی رانیست رہ در حضرت تو

یا توئی یا قدرتِ تو!

تیرے حضور میں دوئی کا نام ونشان نہیں یہ سب کچھ یا تُو ہے یا تیری قدرت کا ظہور ہے

اس جگہ ہمارے استادؒ کا ہندی دوہڑہ خوب یاد آیا:

دوہڑہ ۔ سائیں سمندر اپارہ نہ ہم نہ مچھلیاں
جلھرا بہن جل رہیں مریں تو جلھن مار

عزیز من! حوت (مچھلی) کو غور سے دیکھو کہ کیا ہے کہاں سے آئی ہے اور کہاں ہے یہ اللہ تعالےٰ کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے قرآن اُسے لَحۡمًا طَرِیًّا (تازہ گوشت) کہتا ہے بشرع اسے ماہی کے نام سے موسوم کرتی ہے اور اُسے ذبح سے مستثنیٰ کرتی ہے اس کی موت و حیات پانی کو ناپاک نہیں کرتی۔ اور اس کے وجود کو خارج از آب و داخلِ آب نہیں کہتی نہ اُسے عین آب کہتی ہے نہ غیر آب۔

فَالحُوتُ موجودٌ والماءُ موجودٌ و هما بحالهما ولا داخل ولا خارج و انما الوجود بالقدرة ازلية و الحكمة فردية ولا تعلق القدرة و الحكمة بالخارج و الداخل فلا غير ولا عين فسبحان الله رب العرش عما يصفون۔ شاید [مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ يَلْتَقِيَانِ بَيْنَهُمَا بَرْزَخٌ لَّا يَبْغِيَانِ]

مچھلی بھی وجود رکھتی ہے اور پانی بھی وجود رکھتا ہے دونوں اپنے اپنے حال میں ہیں نہ مچھلی کو داخل آب کہا جا سکتا ہے نہ خارج آب۔ موجودات کا وجود قدرت ازلیہ اور حکمت الٰہیہ سے ہے اور قدرت الٰہیہ کو نہ خارجی کہا جا سکتا ہے نہ داخلی۔ نہ حق تعالےٰ کا عین نہ غیر۔

پس ان باتوں سے وہ پاک و مبرّا ہے۔ شاید :

(دو سمندر باہم یکجا ہوئے ہیں جن کے مابین برزخ ہے)۔

کا اشارہ اسی طرف ہے۔

لیکن افسوس کہ عشق جان سوز اور جہاں تاز نہیں ہے کہ جس سے ان رموز رحمانی اور اشارات سبحانی کا علم ہو سکے :

بیت ؎
سرّے کہ ازاں مقدساں محرومند
عشق تو فرو گرفت بگوش دل من

وہ راز کہ جس سے فرشتے بھی محروم ہیں عشق نے میرے کان میں ڈال دیا ہے۔

ان حضرات کا ظاہر اور باطن آیۂ پاک تلین جلودھم و قلوبھم الی ذکر اللہ کے مطابق حق سبحانہٗ و تعالیٰ کے ساتھ تعلق وابستہ ہے اور غیر حق سے بالکل منقطع ہوگئے ہیں اور ان مردانِ خدا کو سعادت عرفانی و سعادتِ برہانی دونوں حاصل ہیں خدا ہم سب کو نصیب کرے۔ . . .

---

## مکتوب ۱۰۸

بجانب شیخ جلال تھانیسری انسانوں کے اقسام اور توحید کے بیان میں

حق حق حق!

از فقیر، حقیر، سوختہ، دوختہ، ہیچ نہ پوختہ عمر رسیدہ و بدولت نرسیدہ، مہجور، دور، مغمور، مخمور، واماندہ، درماندہ، ہر چہ قدم و دم زد ہیچ قدم و دم نہ زد، آہ چہ افتاد! چہ کند! کجا رُدد و کجا افتاد:

بیت ؎
اتفاقم بسر کوئے کسے افتاد است
کاندریں کوئے چو من کشتہ بسے افتاد است

میں اتفاق سے کسی کے کوچہ میں جا پڑا کہ جس میں مجھ جیسے بے شمار مقتول پڑے ہیں۔

اقسامِ مردماں عزیز من! جاننا چاہیئے کہ لوگ تین قسم کے ہوتے ہیں طالبان دنیا پہلی قسم ان

لوگوں کی ہے جو طالب دنیا ہیں اور اپنی پوری قوت دنیا حاصل کرنے میں صرف کرتے ہیں۔ اگرچہ ظاہری ایمان میں سے انھیں کچھ نہ کچھ حاصل ہوتا ہے لیکن وہ ہر وقت غم روزی کھاتے رہتے ہیں۔ اور روزی کے سوا کسی چیز کی طرف توجہ نہیں کرتے۔ ان کی مجالس میں ہر وقت دنیا کا ذکر رہتا ہے اور اسی دنیا کے گیت گاتے رہتے ہیں اگرچہ یہ لوگ مسلمان ہوتے ہیں لیکن ، العیاذاً باللہ من ذالک۔

چوں ز دل دنیات دور افگندہ نیست

جائے تو جز دوزخ سوزندہ نیست

جب تک تو دل سے دنیا کو باہر نکال کر نہیں پھینکے گا تیرا ٹھکانہ سوائے دوزخ کے اور کوئی نہ ہوگا۔

## طالبانِ آخرت

دوسری قسم کے لوگ وہ ہیں جو دنیا سے روگردانی کر کے آخرت کے طلب گار ہیں اور رات دن آخرت کی فکر میں ہیں :

الدنیاء مزرعة الاخرة — دنیا آخرت کی کھیتی ہے۔

کے مطابق دنیا کے ہر کام میں آخرت کی بھلائی سوچتے ہیں۔ اور حساب و کتاب اور نجات و ثواب کے در پے رہتے ہیں۔ ان کی ہمت آخرت کی بھلائی سے تجاوز نہیں کرتی۔ ان لوگوں کو ابرار، زہّاد اور عبّاد کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے :

اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِیْ نَعِیْمٍ — بے شک ابرار لوگ نعمت میں ہیں۔

یہ ان کا انعام ہے۔ اور ان کے لئے جنت کا وعدہ ہے اگرچہ وہ ہمیشہ جنت میں رہیں گے لیکن بے دوست ہوں گے اور بے مغز در پوست کی طرح ہوں گے۔

## مقربانِ حق تعالیٰ

تیسری قسم کے لوگ مقربان حق سبحانہٗ و تعالےٰ ہیں اور طلب دوست میں انھوں نے دونوں جہانوں سے ہاتھ دھو لئے ہیں اور دوست کے سوا ان کو کہیں قرار نہیں ملتا :

بفراغ دل زمانے نظرے بماہ روئے

بہ ازاں کہ چتر شاہی ہمہ عمر و ہاو ہوئے

فراغت دل کے ساتھ دوست کے رُخ انور پر ایک لحظ کی نظر ساری عمر کی شاہی اور شان و شوکت سے کہیں بہتر ہے۔

اِنَّ لِلّٰهِ جَنَّةً لَيْسَ فِيْهَا حُوْرٌ وَلَا قُصُوْرٌ

ان کے لئے اللہ کا وصال وہ جنت ہے کہ جس میں نہ کوئی حور ہے نہ قصور (قصور جمع ہے قصر کی جس کے معنی ہیں محلات)۔

وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ

(اس روز کچھ چہرے تر و تازہ ہوں گے اپنے رب کے مشاہدہ سے)

یہ ان کی جنت ہے۔ یہ حضرات دوست کے سوا کسی چیز کو نظر اٹھا کر نہیں دیکھتے اور دوست کے بغیر جنت میں بھی جانا پسند نہیں کرتے :

بیت ~ جنت نہ روم تا رُخ زیبا تو نہ بینم

فردوس چہ کار آید گر یار نباشد

جب تک تیرا چہرہ نہ دیکھوں جنت میں نہیں جاؤں گا۔ وہ بہشت میرے لئے کس کام کی ہے کہ جس میں یار نہ ہو۔

وہ اس جہان میں ہوں تو اس جہاں میں ہمیشہ دوست کی دید کے مشتاق ہوتے ہیں :

بیت ~ روزِ قیامت شود پلہ بمیزان نہند

خلق بجنّت رَوَد و من نگرم سوئے دوست

قیامت کے دن جب حساب کتاب ہو جائے گا اور لوگ جنت کو جائیں گے تو میں دوست کو دیکھتا رہوں گا۔

یہ لوگ کفر کافر کے لئے اور دین دیندار کے لئے چھوڑ کر دوست کی یاد میں کمر بستہ ہو جاتے ہیں :

بیت ؎ کفرِ کافر را و دین دیندار را

ذرۂ دردت دل عطار را

::: دوست اور دردِ دوست کی خاطر دیندار ہیں اور اپنی ساری زندگی کا سرمایہ دوست ہی کو سمجھتے ہیں:

بیت ؎ در گور برم از گیسوئے تو تارے

تا سایہ کند بر سرِ من روزِ قیامت

میں تیری زلف کا ایک بال قبر میں لے جاؤں گا تاکہ قیامت کے دن مجھ پر سایہ افگن ہو۔

ان حضرات کو دردِ دوست کے سوا کوئی درد نہیں ہوتا اور اس درد کے لئے وہ کوئی دوا بھی نہیں چاہتے:

بیت ؎ نے در غم دوزخ و بہشتند

ایں طائفہ را چنیں سرشتند

ان کو نہ دوزخ کا غم ہے نہ بہشت کی فکر۔ خدا نے ان کی فطرت اس طرح بنائی ہے۔

وہ ہمیشہ دوست کے چہرے پر نظر رکھتے ہیں اس کے ابرو کو قبلہ گاہ بنا لیتے ہیں اور ہمیشہ کوئے دوست میں رہ کر بوئے دوست کے سہارے جیتے ہیں۔ کسی خراب حال نے کیا خوب کہا:

## رُباعی

ابروئے تو قبلۂ من بود! من گم شدہ سجدہ کجا کنم

بردم سرِ کوئے تو جان دہم حیلہ و چارہ ہا رہا کنم

تیرے ابرو میرے لئے قبلہ گاہ ہیں اس کے سوا میں بے ہوش کہاں سجدہ کروں۔ بس اب تو یہی ہوس دل میں رہ گئی ہے کہ حیلہ و بہانہ چھوڑ کر تیرے کوچہ میں جاؤں اور جان دے دوں۔

ایک اور شوریدہ سر نے کہا ہے:

بیت ؎ گر در آید یک نسیم از سوئے تُو

پائے کوباں جاں دہم در کوئے تُو

ے دوست اگر تیری طرف سے نسیم جانفزا کا ایک جھونکا آئے تو ناچتے ہوئے تیرے

کوچے میں جان دے دوں۔

خواجہ حافظ فرماتے ہیں:

بیت ؎ ایں جانِ عاریت کہ بحافظ سپردہ دوست

روزے رخش بہ بینم و تسلیم وے کنم

یہ عارضی جان جو دوست نے حافظ کے سپرد کی ہے ایک دن اس کے رُخِ انور کو دیکھ کر قربان کروں۔

سبحان اللہ! یہ کیا مردانِ خدا ہیں کہ فرشتے بھی اپنی کمالِ طہارت و علو مرتبت کے باوجود ان کے علو ہمت کے سامنے پَر نہیں مار سکتے اور ان کی غلامی اور رکاب داری پر فخر کرتا ہے:

فَقَعُوْا لَهٗ سَاجِدِيْنَ اور ان کے سامنے سجدے میں گر جاتے ہیں۔

یہ ہے مردانِ حق کا کمال و جمال۔ اگر یہ نہ ہو پھر اندھیری قبر کے سوا کچھ نہیں:

ع محجوب را ہیچ چراغے نصیب نیست

محروم دیدار کے لئے اور کسی چراغ سے روشنی نصیب نہیں۔

ایک عارف فرماتے ہیں:-

محرابِ جہاں جمالِ رخسارۂ ماست سلطانِ جہاں دَر دلِ بیچارہ ماست

از عقل فرو گذر کہ در عالمِ عشق! او نیز غلامِ دلِ دیوانۂ ماست

ہمارے چہرے کا جمال سارے جہاں کا قبلہ گاہ ہے اس وجہ سے کہ دنیا کا بادشاہ میرے دل میں مکین ہے۔ عقل سے گذر کر عالمِ عشق میں خیمہ ڈال دے کیونکہ عقل بھی ہمارے دلِ دیوانہ کا غلام ہے۔

عزیزمن! معرفت کے میدان میں محققین نے یہ تحقیق کی ہے اور خود بھی اس تحقیق پر بالاجماع کاربند ہوئے ہیں کہ محقق و متصور صرف دو حرف ہیں اوّل حرفِ وجود، دوم حرفِ عدم (یعنی وجود محض اور عدمِ محض)۔ حرفِ عدم وہی غیر حق اور بالکل نیست و نابود ہے اور حرفِ وجود وہی دائم و قائم اول و آخر ظاہر و باطن ہے[1]

[1] ۔ صفحہ نمبر ۱۵۹ پر حاشیہ

آہ ! ہزار آہ ! کہ جو شخص دو وجود کا قائل ہوا اور جس نے ہستی غیرِ حق کو تسلیم کیا وہ ابد تک محرومِ دید (محجوب) رہا۔ وہ یہ نہ سمجھا کہ متحقق الوجود صرف واجب الوجود ہی ہو سکتا ہے نہ کہ ممکن۔ اس لئے خدا کے سوا جس چیز کا وجود ہے وہ وہمی اور اعتباری ہے نہ کہ حقیقی۔ اور حقیقت میں وجود صرف حق تعالے کا ہے: وَاِلَّا کُلُّ شَیْءٍ مَاخلا اللہ باطلا۔ (وہی کل ہے اور اس کے سوا ہر وجود باطل ہے)، (حدیث)

اور قرآن سے سنو اور گوشِ ہوش سے سنو:

فَمَاذَا بَعْدَ الْحَقِّ اِلَّا الضَّلَالُ — حق تعالٰی کے سوا جو کچھ ہے باطل اور گمراہی ہے

بیت ؎ — ہر چہ بینی ذاتِ پاک حق بہ بین
ہمچنیں دیدن ترا نیکو بود

جو کچھ تو دیکھتا ہے اس میں ذاتِ حق کو دیکھ اور تمھاری یہی نظر حقیقی نظر ہے اور نیک نظر ہے۔

اگر معاذ اللہ! دو وجود ایک دوسرے سے علیحدہ تسلیم کئے جائیں تو ان کے درمیان تعلق قائم نہیں ہوتا اور دو خدا لازم آتے ہیں اور یہ محال اور باطل ہے۔ ثنویہ (شاید ایران کے قدیم مذہب کا بانی زرتشت) اس غلطی کا شکار ہوا اور دو خدا کا قائل ہوا ایک خالق خیر (ایزد) اور ایک خالق شر (اہرمن)۔ اسے یہ معلوم نہ ہو سکا کہ وجود صرف ایک ہے اور یہ ساری کائنات اس کی صفتِ تخلیق کا مظہر

---

موجود ہے

(حاشیہ گذشتہ) جاننا چاہیئے کہ حق تعالٰے تمام مراتبِ وجود میں یعنی ظاہر و باطن اور مجاز و حقیقت میں کیونکہ قرآن میں آیا ہے کہ وہی اوّل ہے وہی آخر ہے وہی ظاہر ہے وہی باطن ہے کیونکہ اگر بطون وحقیقت کی طرح حق تعالٰے ظاہر اور مجاز میں موجود نہ ہو تو یہ لازم آتا ہے کہ ظاہری دنیا وجودِ حق سے خالی ہے اور اس سے یہ لازم آتا ہے کہ اس کا وجود محدود ہے اور یہ عقیدہ باطل ہے۔

ہے اور خیر و شر کا وجود اعتباری و اضافی ہے (یعنی ایک لحاظ سے ایک چیز خیر ہے اور دوسرے لحاظ سے وہی چیز شر ہے۔ اگر آگ ہانڈی کے نیچے ہو تو خیر ہے اور چھت کے اوپر ہو تو شر ہے۔ یہ ہر چیز کا استعمال ہے جو اُسے باعثِ خیر و باعثِ شر بناتا ہے۔ ورنہ حقیقت میں شرِ محض (Pure evil unmixed evil) کا دنیا میں وجود نہیں ہے)۔

و لا اعتبار له فلا خیرٌ ولا شرٌ فی التحقیق و الواقع و انما فی التحقیق و الواقع هو الموجود الخیر المحض الواحد القائم الدائم الحق ولیس الا هو

(در اصل نہ خیر ہے نہ شر ہے۔ حقیقت میں اور فی الواقع وہی موجود ہے جو خیر محض ہے وہی واحد ہے، قائم ہے دائم ہے حق ہے اس کے سوا کچھ نہیں)۔

اگر تو فعلِ حق میں اور تخلیق حق تعالےٰ میں غور سے نظر کرے تو خیرِ محض کے سوا کچھ نہ دیکھے گا:۔

مَاصنع اللهُ فهو اللهُ — کوئی صنعت یعنی مخلوق نہیں بلکہ وہ خود ہے۔

کثرت کہاں ہے اور خیر و شر کیا ہے یہ سب کچھ تجھے اپنے نقطۂ نگاہ سے نظر آتا ہے:

بیت ؎ — کہ جہاں صورتست و معنی دوست
در معنی نظر کنی ہمہ اوست

یہ جہاں ظاہری صورت ہے اور معنی یعنی حقیقت خود دوست ہے اور حقیقت بینی سے کام لے تو "ہمہ اوست" ہے۔

خدا ایک ہے وجود ایک ہے اور وہی وجود حق تعالےٰ کا ہے جس میں کوئی شک نہیں۔ پس غیر کہاں۔ چونکہ وجود ایک ہے اس لئے تمام کمالات اسی ایک وجود کے ہیں۔ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ ایک ہے اور محمد رسول اللہ حقیقت ہے۔ پس اپنے صفاتِ کمال کے اقتضاء کے مطابق اس نے تجھے اپنا مظہر بنا کر میدان ظہور میں ڈال دیا:

بیت ؎ — کرمی میانِ سنگے باکس نہ صلح نہ جنگے
برلب گرفت برگے سبحان من یرانی

پتھر میں کیڑا رہتا ہے نہ اس کی کسی سے صلح ہے نہ لڑائی وہ اور درختوں کا ہر پتہ حق تعالےٰ کی تسبیح بیان کر رہا ہے۔ یا یہ مطلب ہے کہ اس کیڑے کے منہ میں درخت کا پتہ ہے اور تسبیح بیان کرتا ہے

پس ایک سے ہزار کیا اور ہزار کو ایک میں گم کیا۔ پس ظہور کی یہی صورت اختیار کی اور اس صورت کے علاوہ اُسے کوئی اور صورت پسند نہ آئی۔ لہٰذا عارف اس صورت کو دیکھ کر اس قدر محو ہوا کہ اپنی خبر نہ رہی:

تحیرت فیك خذ بیدی یا دلیل المتحرین

تجھ سے میں حیرت میں غرق ہوں اے حیرت زدوں کے سنبھالنے والے میرا ہاتھ پکڑو۔

کسی نے اس حقیقت کو خوب بیان کیا ہے:

یک عین متفق کہ جز او ذرہ نبود

چوں گشت ظاہر ایں ہمہ اغیار آمدہ

وہی عین متفق ہے جس کے متعلق کسی کو اختلاف نہیں کہ اس کے سوا کسی ذرہ کا وجود ہو۔ لیکن جب ظہور پذیر ہوا تو یہ سب اغیار وجود میں آگئے۔

پس اگر تو نے ایک نہ دیکھا تو رنج اٹھائے گا:

بیت ؎ گر عدو گر دو احد کارے بود

ورنہ بیشک رنج بسارے بود

اگر کثرت میں تو وحدت کو پالے تو یہ عظیم کام ہو گا۔ ورنہ بلاشبہ تکلیف میں مبتلا ہو گا۔

تا تو مے باشی عدد بینی ہمہ

چو شوی فانی احد بینی ہمہ

جب تک تو ہے یعنی تیرا وجود قائم ہے اور فنا فی الذات نہیں ہوا کثرتِ موجودات کا احساس تجھے باقی ہے جب ذات میں فنا ہو جائے گا تو ذاتِ احدیت کے سوا کچھ نہیں دیکھے گا۔

عزیز من! ہستی خدا تعالےٰ ہستی مطلق ہے یعنی خدا ہے اور غیر خدا نیست ہے :

جہاں را بلندی و پستی توئی
ہمہ نیستند ہر چہ ہستی توئی

جہاں میں بلندی و پستی یعنی جو کچھ ہے تو ہے موجودات کا وجود نیست ہے اور جو کچھ ہے وہ تیرا وجود ہے ۔

لیکن اس کے ساتھ عالم بھی حقیقت ہے کیونکہ حس اور عقل کے لحاظ سے اس کا وجود موجود ہے ۔ یہ مقربان بارگاہ کی توحید ہے کیونکہ وجود عالم کو مجازاً جائز رکھتے ہیں ۔ اگرچہ حقیقت میں اس کا وجود جس طرح کہ دو معبود شریعت میں روا نہیں اور اہل شریعت دو وجود جائز رکھتے ہیں ایک بندہ کا دوسرا خدا کا یعنی ایک حادث دوسرا قدیم روا رکھتے ہیں ۔ اور یہ حق تعالےٰ کی قدرت کاملہ اور حکمت بالغہ ہے کہ اس کی کنہ تک رسائی ناممکن ہے اور اس سے ہر شخص حیرت میں ہے کہ اگرچہ غیر کا وجود نہیں لیکن غیر نظر آتا ہے اور بندہ اور معبود کا تعلق پیش آتا ہے اور امر و نہی، ثواب و عذاب سے واسطہ پڑتا ہے :

دوئی را نیست رہ در حضرت تُو (دوئی کا وجود ہی نہیں)
ہمہ عالم توئی یا قدرت تُو (سارا جہان تو ہے یا تیری قدرت)

پس بندہ بن کر رہو لیکن اپنی خودی کی بند میں نہ رہو تاکہ خدا کو پا سکے اور ہستی حق میں واصل ہو جائے

رہ عقل جز پیچ در پیچ نیست
بر عارفاں جز خدا غیر نیست

عقل کا راستہ نہایت پیچیدہ ہے لیکن عارفوں کے نزدیک خدا کے سوا کوئی کچھ نہیں ۔

عزیز من! انبیاء علیہم السلام نے خدا کو ایک کہا ہے کیونکہ وجود ایک ہے اور انھوں نے خلق کو دعوت دی کہ خدا کو ایک کہیں ۔ اور دین اسلام قبول کریں کیونکہ کفر و شرک کیا ہے وہی تعلق بغیر ہے اسلام تعلق بحق ہے پس جس قدر تعلق بحق ہو اُسے اسلام سمجھو اور جس قدر تعلق غیر کے ساتھ ہو اُسے کفر د

شرک سمجھو: ؎ ہر آں کو غافل از وے یک زماں است
دراں دم کافر است اما نہاں است

جو شخص حق تعالےٰ سے ایک لمحہ کے لئے بھی غافل ہے وہ اس وقت کے لئے کافر ہے اگرچہ اس کا کفر ظاہر نہیں ہوتا۔

امام جعفر صادق رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرماتے ہیں کہ:

مَا شَغَلَكَ عَنِ الْحَقِّ فَهُوَ طَاغُوتُكَ

جو تیری غیر حق سے مشغولی ہے وہی تیرا شیطان ہے۔

پس جو شخص رویا اسی غم سے رویا:

؎ سودہ گشت از سجدۂ بتاں پیشانیم
چند خود را تہمتِ دینِ مسلمانی نہم

سجدۂ بتاں سے میری پیشانی گھس گئی میں کیسے مسلمانی کا دعویٰ کروں۔

يَا لَيْتَ رَبَّ مُحَمَّدٍ لَمْ يَخْلُقْ مُحَمَّدًا

کاش محمد کا رب محمد کو پیدا نہ کرتا۔

یہ نالہ و فریاد اسی وجہ سے ہے کیونکہ غیر سے تعلق کے بغیر چارہ نہیں:

وَمَا يُؤْمِنُ أَكْثَرُهُمْ بِاللّٰهِ إِلَّا وَهُمْ مُشْرِكُونَ

ان میں اکثر جو ایمان لائے اللہ سے مشرک ہیں۔

کی تیغ نے مردانِ خدا کی کمر توڑ دی ہے۔ اس لئے وہ چاہتے ہیں کہ معدوم ہو جائیں اور ان کا نام و نشان تک نہ رہے کسی نے خوب کہا ہے:

؎ کاش کہ ہرگز نبودے نام من
تا نبودے جنبش و آرام من

کاشکہ میرا نام و نشان نہ ہوتا تاکہ مجھ سے کوئی حرکات و سکنات سرزد نہ ہوتیں۔

عزیزِ من! مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اسی غم و اندوہ کی وجہ سے پہاڑ پر چڑھ گئے تاکہ اپنے آپ کو نیچے پھینک کر ہلاک کر ڈالیں۔ اور بے نام و نشان ہو جائیں۔ تجھے کیا معلوم کہ یہ کیا شور ہے اور عارفوں کی گردنوں پر کیا تلواریں چل رہی ہیں :

ذنبی عظیم فانہ لا یغفر الذنب العظیم الا رب العظیم

میرا گناہ عظیم ہے اور اسے کوئی معاف نہیں کر سکتا سوائے ربِ عظیم کے۔

یہ نعرہ اسی درد کی وجہ سے ہے۔ ہر شخص کا گناہ اس کے اپنے مرتبے کے مطابق ہوتا ہے۔ یہ گناہ شرکِ خفی کہلاتا ہے جس کی تمیز بہت مشکل ہے لیکن مردانِ خدا بین خود بینی کو روا نہیں رکھتے اور خود بینی کو شرک سمجھتے ہیں :

گر مرا کار بہ سجادہ بر آمد فبہا
ورنہ اینک من اینک بت اینک زنار

اگر سجادہ یعنی مصلے پر بیٹھے میرا کام بن گیا تو بہتر یعنی اگر صوم و صلوٰۃ کے ساتھ ساتھ میں شرکِ خفی سے بچ گیا اور خود بین نہ رہا تو بہتر ورنہ مشرکِ جلی اور کافرِ ظاہری اور میرے درمیان کوئی فرق نہیں۔

عزیزِ من! خود بینی حرام ہے کیونکہ جب خود نہیں ہے تو خود کو دیکھنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ کسی نے خوب کہا ہے :

در ہر چہ نظر آید غیر از تو نمے بینم
غیر از تو کسے باشد حقا چہ مجال ایں

میں نے جس چیز کو دیکھا تیرے سوا کچھ نہ دیکھا۔ تیرے سوا ہو کون سکتا ہے کہ ہستی کا دم بھرے۔

عزیزِ من! اگر یہ پہاڑ (انسان کا جسم) ظاہر پرستوں کے قول کے مطابق متحقق الوجود ہوتا خود بینی کیوں حرام ہوتی اور مردانِ خدا کی جان کیوں جاتی :

خون صدیقاں ازیں حسرت بریخت
آسماں بر فرقِ ایشاں خاک ریخت

اسی حسرت کی وجہ سے اولیاء اللہ کا خون خشک ہوا اور انھوں نے اپنے سر میں مٹی ڈالی۔

عزیزِ من! مردانِ خدا جب خود بینی کے مرتکب ہوتے ہیں تو خدا بین نہیں ہوتے اس لئے وہ یہ نوحہ کرتے ہیں:

ے انکو بہ خرابات نشد بے دین است

زیرا کہ خرابات اصول دین است

جو کوئی شراب خانے میں نہ گیا بے دین رہا کیونکہ شراب نوشی اصول دین ہے[مطلب یہ ہے کہ جس شخص نے وصول الی اللہ کے بعد دوئی جو کہ تقاضائے عبدیت ہے قائم نہ کی اصلِ دین سے محروم رہا شعر کے دوسرے معنی یہ ہیں کہ جو شخص نشۂ توحید (وحدت الوجود) سے محروم رہا حقیقت اسلام سے بے بہرہ رہا کیونکہ دراصل ایک ہونا اور دوئی مٹانا دین ہے۔ پہلی شرح صاحب عبدیت اور بقاباللہ کی ہے اور دوسری فانی فی اللہ کے نقطۂ نگاہ سے ہے اور دونوں اپنی اپنی جگہ پر درست ہیں]

پس مردانِ خدا زنار باندھ کر بت خانے آتے ہیں اور پروا نہیں کرتے کیونکہ وہ اپنے ظاہر و باطن دونوں کو کفر و شرک سمجھتے ہیں۔ اور اپنے آپ سے بیزاری اختیار کرتے ہیں۔ اور خاکساری اور خواری سے پرہیز نہیں کرتے تاکہ واصل بہ حق ہوں اور حقیقی معنوں میں مسلمان بنیں:

ے بر رخت بقا دو جہانی!

از رہ کفر در مسلمانی!

تیرے چہرے نے دونوں جہانوں کو برباد کر دیا۔ یہ راستہ تو کفر کا تھا لیکن مسلمانی کی طرف لے گیا یعنی صنم پرستی تھی تو کفر لیکن چونکہ اس سے متاع دو جہاں تباہ ہو گیا اس لئے مسلمانی کی طرف لے گیا۔

اس کے معنی یہ نہیں کہ انھیں کفر سے کوئی تعلق ہے یا اُسے کوئی اہمیت دیتے ہیں بلکہ کفر سے بیزار ہیں اور طلبِ حق میں جانبازی اور سرافرازی سے کام لے کر حق تعالےٰ کے ہم راز بن جاتے ہیں۔

افسوس کہ اہلِ ظاہر خواہ مخواہ شور مچاتے ہیں اور مردانِ خدا کو دیوانہ کہتے ہیں پتھر مارتے ہیں ۔ دار پر چڑھاتے ہیں ۔ لیکن یہ حضرات اللہ کے ساتھ اپنا تعلق صحیح کر لیتے ہیں اور منزل مقصود تک پہنچ جاتے ہیں ۔
وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰى مَا تَصِفُوْنَ ۔

---

## مکتوب ۱۰۹

بجانب شیخ خاں دریابادی دربیان راہ حق و راہ جنت ۔

حق حق حق !

آپ کا خط موصول ہوا دل کو بہت فرحت ہوئی ۔ الحمد للہ علیٰ ذالک ۔

خط و کتابت جاری رکھنی چاہیئے ۔ شب و روز کام میں مشغول رہنا چاہیئے اور شغل باطن میں ہر وقت جد و جہد کرنی چاہیئے ۔ کیونکہ یہ راہ حق ہے اور مردانِ خدا کو حق تک پہنچا دیتا ہے ۔ دیگر اعمال صالحہ مثل نماز روزہ وغیرہ سے آدمی جنت تک رسائی حاصل کرتا ہے اس سے بھی چارہ نہیں کیونکہ یہ بھی فرض عین ہے یہ طلبِ حق ہے اور طلب دین ۔ لا الٰہ الا اللہ طلبِ حق ہے اور محمد رسول اللہ طلب دین ہے ۔ چنانچہ لا الٰہ الا اللہ سے اللہ تک اور محمد رسول اللہ سے جنت تک رسائی ہوتی ہے اور راحتِ ابدی نصیب ہوتی ہے ( یعنی پابندی شرع سے ) اور راہ حق یہ ہے کہ زبان کا ذکر دل تک پہنچے اور دل سے سِرّ تک ، سِرّ سے رُوح تک پہنچے یہ ذکرِ ذات اور مشاہدہ حق ہے کیونکہ ذکر زبان طاعت ہے اور یہ لازمی ہے ذکر دل حضور ( حضوری ) ہے ذکرِ سِرّ نور ہے ، یعنی از خود نفور ہے ( یعنی ترکِ خودی ) اور ذکرِ رُوح ، رَوح و ریحان ہے اور یہ اس دنیا میں مشاہدۂ حق اور آخرت میں رویتِ حق ہے کسی نے خوب کہا ہے :۔

ہر کرا آں آفتاب اینجا بتافت
آنچہ آنجا وعدہ بود اینجا بیافت

جس کسی پر دہ آفتاب توحید اس دنیا میں چمکا جس چیز کا اُسے آخرت کے لئے وعدہ تھا اس جہان میں مل گیا۔

پس اس بات کی ضرورت ہے کہ نقش غیر کو قوتِ ملاحظہ (شغل دوام) کے ذریعے دل سے مٹائے تاکہ جمال حق کی تجلی حاصل ہو اور پردہ اٹھ جائے۔

چوں نماند در دل از اغیار نام
پردہ از محبوب برخیزد تمام

جب دل سے غیر کا نام ونشان مٹ جاتا ہے تو محبوب کے رُخ انور سے پوری طرح پردہ اٹھ جاتا ہے۔

مردانِ خدا کی جنت میں سوائے خدا کے کچھ نہ ہوگا۔ ما فی الجنۃ احد سوی اللہ۔ اور مومنین کی جنت میں حورٌ وقصورٌ من اللہ وشان بینھما

یہ فرق مراتب ہے:

فکل فی جنۃ ولکن المومن فی الجنۃ للجنۃ والعارف فی الجنۃ للہ لا للجنۃ فاللہ للعارف والجنۃ المؤمن۔

سب جنت میں ہوں گے لیکن مومن جنت میں جنت کے لئے ہوگا اور عارف جنت میں اللہ کے لئے ہوگا نہ کہ جنت کے لئے۔ پس اللہ عارف کے لئے ہوگا اور جنت مومن کے لئے۔

یہی وجہ ہے کہ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اگر فردوس میں مجھ سے ایک لمحہ کے لئے بھی حجاب ہو جائے تو اس قدر فریاد کروں گا اور نعرہ ماروں گا کہ دوزخیوں کو بھی مجھ پر رحم آجائے گا۔ حضرت رابعہ بصریؒ فرماتی ہیں کہ اس جہان میں ذکر دوست سے زندہ ہوں اور اگلے جہان میں رویتِ دوست اور جمال دوست سے زندہ ہوں گی۔ عین القضاۃؒ فرماتے ہیں:

ایں جا خوردن و آشامیدن و آنجا خوردن و آشامیدن حاشاً وکلاً۔ (کہ اس دنیا میں بھی کھانا پینا اور آخرت میں بھی کھانا پینا یہ ہرگز نہ ہوگا۔ یعنی اس دنیا میں

خواہشات سے پرہیز کرے گا تب آخرت میں نعمت ملے گی)۔

کمال ہے مردان خدا کی ہمت کا کہ غیر سے قطع تعلق کر کے اللہ کے ہو جاتے ہیں، پس جنت، عرش اور فرش سب کے مالک بن جاتے ہیں:

مَنْ لَهُ الْمَوْلٰى فَلَهُ الْكُلُّ جس کا مولا ہے سب کچھ اس کا ہے۔

عزیز من! جنت، کو جنت کی خاطر حاصل کرنا بے کار ہے خبردار یہ غلطی نہ کرنا کسی نے خوب کہا ہے:

جنت نروم تا رُخ زیبا تو نہ بینم ؎

فردوس چہ کار آید گر یار نباشد

جب تک تیرا رُخ انور نہ دیکھوں گا جنت میں نہ جاؤں گا۔ وہ بہشت میرے کس کام کی جس میں یار نہ ہو۔

کسی نے رابعہ بصری رحؒ سے پوچھا کیا آپ جنت چاہتی ہیں۔ فرمایا:

اَلْجَارُ ثُمَّ الدَّارُ۔ یعنی پہلے صاحب خانہ اس کے بعد خانہ۔

شاید رابعہ بصری رحؒ نے شادی اس لئے نہ کی کہ خدا کی محبت کے سوا کسی کی محبت کو دل میں جگہ دینا گوارا نہ کیا۔ طلب حق میں انھوں نے سب کچھ تج دیا کیا جان کیا جہان

وَلَيْسَ الذَّكَرُ كَالْاُنْثٰى اور مرد برابری نہیں کر سکتا عورت کی۔

سے یہی مُراد ہے۔ معلوم نہیں کیا کہہ رہا ہوں اور کہاں چلا گیا ہوں۔ عاقبت محمود باد بالنبی وآلہ الامجاد۔

---

## مکتوب ۱۱۰

بجانب شیخ عبدالرحمٰن ایذائے خلق کو برداشت کرنے اور ان کے ساتھ حُسنِ خلق کے بیان میں۔

حق حق حق!

سب امور مشکور ہیں اور شکر بے حضور بے نور و بے سرور بلکہ نفور ہے یعنی اگر حضوری حاصل نہیں تو شکر میں کیا لذت؟

| | |
|---|---|
| لا یغرنکم باالله الغرور | تجھے غرور اللہ سے مغرور نہ کرے۔ |
| غمزۂ قتال تو خون ہا ببازی مے کند | کافرے خنجر کشیدہ ترکتازی مے کند |
| غمزۂ شوخ دو دیرہ کافرے جادو ست | از سر خود خاستہ با تیغ بازی مے کند |
| حال در بینی چہ بینی زنگی عیار مست | بے ادب گشتہ بہ بیں در کعبہ بازی مے کند |

اے تیرا غمزہ کھیل کود اور ہنسی مذاق میں کئی جانیں دے لے رہا ہے۔ کافر سے مُراد لاأبالی شان والا محبوب ہے یعنی شانِ لاأبالی میں محبوب نے تلوار ہاتھ میں لے رکھی ہے اور عاشقوں کو قتل کر رہا ہے۔

جاننا چاہیئے کہ الوقت سیف قاطع (وقت ایک تلوار ہے کاٹنے والی) وقت کے ساتھ نباہ کرنا چاہیئے[1] جو شخص قضا پر صبر نہیں کرتا تکلیف میں مبتلا ہوتا ہے۔ اللہ تعالےٰ تجھے لوگوں کے شر سے بچائے قرآن مجید میں آیا ہے:

وَكَذَٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا شَيَاطِينَ الْإِنسِ وَالْجِنِّ

اور جس طرح ہم نے ہر نبی کے لئے شیطان دشمن پیدا کئے آدمیوں میں سے اور جنوں میں سے۔

لہٰذا شکایت کی کہاں گنجائش ہے تسلیم و رضا اختیار کرنا چاہیئے۔ ورنہ زندہ رہنے اور زندہ نہ رہنے میں کیا فرق ہے۔ یہ سب بلا و مصیبت تیرے وجود سے ہے اگر تو نہ ہوتا تو کچھ نہ تھا۔ تو اپنے آپ کو درمیان سے اٹھا دے اور سب مصائب تم سے اٹھ جائیں گے۔ اور ہمیشہ استغفار سے

---

[1] ۔ یعنی جو کچھ قضا میں ہو اُسے تہِ دل سے قبول کرنا چاہیئے حدیث میں آیا ہے کہ جس نے میری قضا کے ساتھ رضا نہ دکھائی میری بلا پر صبر نہ کیا۔

کام لیتے رہو : فَاِنَّ اللّٰہَ کَانَ غَفُوْرًا الرَّحِیْمَ (اللہ غفور الرحیم ہے)۔ اگر استغفار نورِ ذات سے نہ ہوا تو نور صفات سے ہوگا۔ اگر نور صفات سے نہ ہوا تو مغفرتِ فعل حاصل ہوگی۔[1]

اِنَّ اللّٰہَ یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِیْعًا          اللہ تعالےٰ سب گناہ بخش دے گا۔

استغفار میں بڑی فلاح ہے اور اکثر یہ مناجات پڑھنے چاہئیں :

ے یارب تو بہ فعلِ من بدکار مکن

با من تو ہماں کن کہ بداں معروفی

اے اللہ! تو میرے بُرے فعل کے مطابق میرے ساتھ معاملہ نہ کر میرے ساتھ وہ سلوک کر کہ جس سے تو مشہور ہے۔

اگر اللہ کی چشم عنایت ہوگی تو :

سَخَّرَ لَکُمْ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ

تیرے لئے آسمان و زمین کی سب چیزیں مسخر ہو جائیں گی۔

کے مطابق زمین و آسمان، عرش و فرش تیرے زیرِ فرمان ہو جائیں گے اور تیرے تابع ہو جائیں گے نیز یہ دُعا تُوْلِجُ الَّیْلَ فِی النَّھَارِ بھی بہت مؤثر ہے اس سے شبِ غم شادی میں مبدل ہو جاتی ہے اور یُوْلِجُ النَّھَارَ فِی الَّیْلِ سے وہ قرار حاصل ہوتا ہے کہ رنج و غم راحت میں تبدیل ہو جاتا ہے اور آیہ و انزل السکینۃ فی قلوب المومنین بہت جلوہ گری کرتی ہے وَ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا سے جرأت حاصل ہوتی ہے مجھے معلوم نہیں کہ مصطفےٰ علیہ السلام لوگوں کے ساتھ کمالِ صفائے باطن کی وجہ سے کیا معاملہ کرتے تھے اور کس حسن خلق کا ثبوت دیتے

---

[1] - یعنی قرب فرض غفران ذات میں ہے جس سے بندہ کی ذات حق تعالےٰ کی ذات میں گم ہو جاتی ہے اور قرب نفل میں غفران صفات ہے جس سے بندہ کی صفات حق تعالےٰ کی صفات میں گم ہو جاتی ہیں اگر یہ بھی نہ ہو تو غفران فعل ہوگا جو تمام مومنین کے لئے عام ہے۔

تھے اور لوگ کس قدر ایذا پہنچاتے تھے۔

وَمَا اوذی نبی مثل ما اوذیت

کسی نبیؐ کو اتنا ایذا نہیں پہنچا جتنا مجھے پہنچا۔ (حدیث)

یہ اعلان کر دیا گیا ہے تاکہ جو شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت میں گامزن ہو، فلاح پائے۔ اگر اس کا کوئی دشمن ہے تو دوست حامی، معین اور مددگار بن جائے یہ ہم جیسے سوختگان کے حق میں ہے: بیت ؎

خاکے از مردم بماند در جہاں

وز وجود عاشقاں خاکسترے

عام لوگوں کے جسم خاک بن جاتے ہیں لیکن عاشقوں کے اجسام خاکستر۔

وَخَشَعَتِ الْاَصْوَاتُ لِلرَّحْمٰنِ فَلَا تَسْمَعُ اِلَّا هَمْسًا

دوہڑہ ہندی ؎ دہندہاری جبک دہندہا

مرک پنو جہتی اندہا!

یہ لازماً میرے حق میں ہے کوئی کہتا ہے:

یَالَیْتَنِیْ کُنْتُ تُرَابًا کاش میں مٹی ہوتا۔

کوئی کہتا ہے:

یَا لَیْتَ رَبَّ مُحَمَّدٍ لَمْ یَخْلُقْ مُحَمَّدًا کاش کہ محمد کا رب محمد کو پیدا نہ کرتا۔

کوئی کہتا ہے: ؎ یا مُرادِ من بدہ یا فارغم کن از مُراد

وعدہ فردا رہا کن یا چنیں کن یا چناں

یا میری مُراد پوری کر یا مجھے مُراد سے فارغ البال کر یا وعدۂ فردا ترک کر یا یہ کر یا وہ کر۔

عراقی بچارے کے منہ سے یہ نالہ نکلا:

ے اے کاشکے نبودے عراقی
کز تست ہمہ فساد باقی!

کاش کہ عراقی نہ ہوتا کیونکہ اسی کے وجود سے سارا فساد مچ گیا ہے۔

اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

تحقیق میری نماز میری قربانی میری زندگی اور میری موت اللہ کے لیے ہے جو پالنے والا ہے سب جہانوں کا۔

تو یہ کہے یا نہ کہے:

اِنَّ اللّٰہَ لَغَنِیٌّ عَنِ الْعٰلَمِیْنَ اللہ یہ کہتا ہے کہ میں تمام جہانوں سے بے نیاز ہوں

بیت ے تا تو مے باشی عدد بینی ہمہ
چوں شوی فانی احد بینی ہمہ

جب تو ہے اعداد یعنی کثرت سے تجھے واسطہ رہے گا جب تو فنا ہو جائے گا تو ذاتِ احد کے سوا کچھ نہ ہوگا۔

لَیْسَ لَکَ مِنَ الْاَمْرِ شَیْءٌ تیرے بس کی بات نہیں ہے۔

یہ ایک تلوار ہے جو سب کو کاٹ رہی ہے۔ کسی کی مجال نہیں کہ میدان میں آتے اور میدان میں آئے تو کیونکر آئے؟ آئے اور انھوں نے ہزاروں کو خون کے گھاٹ اتار دیا اور کئی ہزار اولیاء کو تہِ تیغ کر ڈالا۔ یہاں کس کی دال گلتی ہے تو خود نمائی چھوڑ دے اور اپنے آپ کو خودی سے فارغ کرلے۔ فراغت کو غنیمت جان۔

ے از ازل آزال چہ دریا است ایں
تا ابد آباد چہ صحرا است ایں

ازل سے یہ کیا دریا چل رہا ہے اور ابد تک یہ کیا صحرا ہے یعنی موجودات عالم کا یہ کیا لانہایت سلسلہ جاری ہے۔

يَوْمَ يَقُوْمُ الرُّوْحُ وَالْمَلٰئِكَةُ صَفًّا لَّا يَتَكَلَّمُوْنَ اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ وَقَالَ صَوَابًا

جس دن جبرائیلؑ اور دیگر ملائکہ صف باندھے کھڑے ہوں گے یعنی عالم التباس ختم ہو جائے گا۔ اور ظہورِ حق جلوہ گر ہوگا۔ اس روز کسی کو کلام صواب کے سوا کچھ کہنے کی اجازت نہ ہوگی۔

حال ابتر ہے گفتار ابتر ہے اور کلام ابتر ہے پس جزا کیا ہوگی ابتر سے ابتر۔

اِدْفَعْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ فَاِذَا الَّذِيْ بَيْنَكَ وَبَيْنَهٗ عَدَاوَةٌ كَاَنَّهٗ وَلِيٌّ حَمِيْمٌ

(آپ نیکی سے (بدی کو) ٹال دیا کیجئے تو پھر یہ ہوگا کہ جس شخص میں اور آپ میں عداوت ہے، وہ ایسا ہو جائے گا جیسا کوئی دلی دوست ہوتا ہے)۔

یہ کیا ہی اچھی تلوار ہے۔ افسوس سخن طویل ہو گیا۔ کیا کروں جگر کباب اور خون آب ہو گیا ہے حرفِ 'لا' حرف 'الہ' پر وارد ہوا اور تجھے مجھے اور اُسے درمیان سے نکال دیا اور کہا:

ع۔ او ہم نبودہ من بدم کن ملحد دیرینہ ام

وہ بھی نہیں تھا اور میں تھا میں پرانا ملحد ہوں۔

خدا اور بندہ یہ تیرا پیوند ہے۔ ورنہ اول وہی ہے آخر وہی ہے ظاہر وہی ہے باطن وہی ہے وہ ہستی مطلق ہے۔ اطلاق اور قید کی وجہ سے تو اُسے محدود کہتا ہے دراصل نہ واجب ہے نہ ممکن، نہ قدیم نہ حادث، نہ ممتنع نہ جائز۔ یہ سب تیرا برپا کیا ہوا شور ہے؛

مردانِ خدا اپنے آپ کو دیکھ کر یہ نعرہ مارتے ہیں :

يَا لَيْتَ اُمِّيْ لَمْ تَلِدْنِيْ — کاش کہ میری ماں مجھے نہ جنتی ۔

لَمْ يَكُنْ شَيْئًا مَذْكُوْرًا — اور میں کچھ نہ ہوتا ۔

خدا تھا اور اس کے سوا کچھ نہ تھا ۔ وہی ہے اور اسی کو جان ۔ درمیان میں اور کوئی چیز نہ دیکھ ۔ اگر لَا اِلٰہ کے بعد اِلَّا اللہ نہ کہتا تو کیا ہوتا ۔ عدم کے سوا کچھ نہ رہتا ۔ پس اِلَّا کہنے سے اوّل و آخر نمودار ہوئے اور خدا اور خلق ظاہر ہوئے اور اس کے ساتھ ہدایت و ضلالت وجود میں آئی ۔ کسی نے خوب کہا ہے :

شعر
در عدم لَا اِلٰہ نیست بدست جان ما
گفت چوں اِلَّا اللہ ما ہمہ ہست آمدیم

لَا اِلٰہ کے عدم میں ہماری جان نیست و نابود تھی جب اِلَّا اللہ کہا تو ہم سب وجود میں آئے ۔ یہ کیا شور و غوغا ہے کوئی مومن ہے کوئی کافر ، کوئی مطیع ہے کوئی گنہگار ، کوئی راہ راست پر ہے کوئی بے راہ ہے ، کوئی مسلم ہے کوئی پارسا ، کوئی ملحد ہے کوئی ترسا سب ایک ہی سلک میں منسلک ہیں ۔ درحقیقت :

وَمَا تَشَاؤُنَ اِلَّآ اَنْ يَّشَاءَ اللّٰهُ

تم کوئی چیز نہیں چاہ سکتے بجز اس کے کہ اللہ چاہے یعنی اللہ کے ارادے کے بغیر تم کوئی ارادہ نہیں کر سکتے ۔

مومن اور کافر ، جبریہ اور قدریہ ، اباحیہ اور حلولیہ اور اتحادیہ سب کے سب صحرائے وجود میں آئے اور وجود وہی ایک وجود ہے اور وہ وجودِ خدا ہے جَلَّ عَلَا ۔ دو خدا اس لئے جائز نہیں کہ دو وجود نہیں ۔ اور ایک وجود میں بندہ اور خدا کا ظہور ہوا اور یہ ابتلا تا قیامت قائم رہے گا :

بیت
آدمی بہر بے غمی را نیست
پائے در گل جز آدمی را نیست

آدمی بے غمی کے لئے پیدا نہیں ہوا۔ اور آدمی ہمیشہ کے لئے مصیبت میں گرفتار ہے۔
افسوس میں کیا لکھ گیا۔ خاک اپنے سر پر پھینکتا ہوں:

یاویلتی لیتنی لم اتخذ
فلاناً خلیلاً

وائے افسوس! کاش، میں فلان کو دوست نہ
بناتا۔

اس سے سب کی جان نکل رہی ہے۔
وَمَنْ یَّتَّقِ اللّٰہَ یَجْعَلْ لَّہٗ مَخْرَجًا جو باحق ہے اس کا مخرج نجات ہے۔
کا دور دورہ ہے ہیہات! ہیہات! کوئی کیا کرے:
وَاللّٰہُ خَلَقَکُمْ وَمَا تَعْمَلُوْنَ

اور اللہ تمہارا خالق ہے اور جو کچھ تم کرتے ہو اس کا۔
لیکن تجھے گمان ہو گیا ہے کہ اپنے کام کا فاعل میں ہوں۔ پس تجھے چاہیئے کہ اپنے آپ کو صحرائے لامکان میں دوڑ لگانے کے قابل بنائے:
سُبْحَانَ الَّذِیْ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلاً

پاک ہے وہ ذات جس نے سیر کرائی اپنے بندے کو راتوں رات۔
کی جلوہ گری ہے اور رات کو دن کا شرف بخشتا ہے بلکہ وہ ایسی رات ہے جس پر عرش بھی فخر کرتا

ہے۔ لیکن اَلرَّحْمٰنُ عَلَی الْعَرْشِ اسْتَوٰی۔

(اللہ تعالیٰ اپنے اسم رحمٰن سے عرش پر قائم ہے یعنی مخلوقات کے لئے سراپا رحمت ہے۔)

کا جمال بھی موجود ہے۔ یہاں عرش پر قیام استقرار وجدانی ہے نہ کہ مکانی۔ الحمد للہ رب العٰلمین۔

عاقبت محمود باد۔

---

## مکتوب ۱۱۱

بجانب شیخ عبدالرحمٰن رویت کے بیان میں یعنی اِس جہان اور اُس جہان میں رویتِ حق کے بیان میں۔

حق حق حق

.... آپ کے خط میں لکھا تھا کہ مشائخ کے خرقہ کی برکت سے یہ بندہ گھر کی طرف چلا گیا اور لشکر کی جانب نہ گیا۔ غرضیکہ ابراہیم آباد پہنچا تو رات کو جو واردات ہوئے وہ سابقہ واردات کی طرح نہ تھے بلکہ اس طرح تھے کہ پہلے کبھی وارد نہ ہوئے تھے۔ جب دہلی کے شہر میں پہنچا تو عشاء کی نماز کے بعد نوافل میں مشغول تھا کہ مجھے الہام کے ذریعہ خبر کی گئی:

بان لا تقدم لہ منك

یہ سب درست اور صحیح ہے بے شک مریدین صادق کے لئے بمطابق آیہ کریمہ:

سَبَقَتْ لَهُمُ الْحُسْنٰى

ہمیشہ تقدیم ہے اور اس میں کوئی شک و شبہ کی گنجائش نہیں۔ ظاہری تقدیم و تاخیر کا زیادہ اعتبار نہیں ہے:

نَحْنُ السَّابِقُوْنَ الْاٰخِرُوْنَ

یہ شارع علیہ السلام کا فرمان ہے۔ بلکہ اس میں ایک سرِ عظیم (بڑا راز) پوشیدہ ہے۔ ھُوَ الاَوَّلُ وَالآخِرُ (وہی اوّل ہے اور وہی آخر ہے) اور دنیائے دوں سے روگردانی کرنا آخرت کا طلب کرنا اور وارداتِ ربانی حاصل کرنا بڑی دولت ہے۔ جب تک جمال شیخ کامل پردۂ غیب سے مریدِ صادق کے دِل پر جلوہ گر نہیں ہوتا یہ دولت میسر نہیں ہوتی۔ پس اس راستے میں استقلال اور ثابت قدمی کے ساتھ چلتے رہو۔

یہ جو آپ نے لکھا ہے کہ نمازِ تہجد کے بعد ذکر چار ضربی میں مشغول ہونے کے بعد استغراق لذت، اور محویت اس قدر بڑھ جاتی ہے کہ دائرہ تحریر سے باہر ہے اور یہ کہ استغراق کے بعد عالم صحو (ہوشیاری) میں اس قدر فرحت محسوس ہوتی ہے۔ کہ بیان سے باہر ہے۔ سبحان اللہ! مردانِ خدا کے ذوق وشوق کا یہی عالم ہوتا ہے کہ کون ومکان کی حدود سے تجاوز کر جاتا ہے۔
یہ جو آپ نے لکھا ہے کہ ذکر جہری کے وقت کبھی کبھی گریہ غالب آجاتا ہے اور نعرہ لگانے کو جی چاہتا ہے لیکن ادبِ شیخ مانع ہوتا ہے۔ خدا کرے اس میں ترقی ہو اور مزید ترقی ہو۔ مردانِ خدا کے واردات اسی طرح ہوتے ہیں چونکہ ذاتِ باری تعالےٰ کی کوئی حد نہیں اس لئے واردات کی بھی کوئی حد نہیں ہے۔ اور ہر عارف کے لئے خواب و بیداری کے درمیان (یعنی عالم واقعہ میں) نئے واردات ہوتے ہیں:

لہ الکبریاءُ فی الارض وھو العزیز الحکیم تلک خیالات
تربی بھا الاطفال العریقۃ۔

(اسی کے لیے کبریائی ہے کائنات میں اور زبردست حکمت والا ہے یہ وہ حقائق ہیں جن سے اہل طریقت پرورش پاتے ہیں۔)

مے نوش، مے جوش ومخروش (بس پیتے رہو اور جوش کے ساتھ کام کرتے رہو لیکن ضبط سے کام لو آواز بلند نہ کرو) اور اگر مجبوراً منہ سے کچھ نکل جائے تو ہاتھ سے کچھ نہ جانے دو کیونکہ مرغِ سحر اگرچہ بےبس ہو کر صبح کے وقت بول اٹھتا ہے لیکن کچھ ضائع نہیں ہونے دیتا۔ پس

تم بھی کسی کی طرف التفات نہ کرو اور دوست کی طرف سے جو کچھ وارد ہو اس پر اکتفا کرو:

فَلَيْسَ مَعَهُ إِلَّا اللهُ وَهُوَ اللهُ فِي السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضِ

اس کے ساتھ سوائے اللہ کے اور کوئی نہیں اور وہی ہے آسمانوں اور زمین میں۔

یہ ہے عارف کی دولت۔ اور کیا ہی اعلیٰ دولت ہے! اور یہ جو گریہ طاری ہو جاتا ہے یہ غلبہ شوق کی وجہ سے ہوتا ہے اسی طرح نعرہ لگانے کی خواہش بھی دوست کی محبت کی وجہ سے دل میں پیدا ہوتی ہے۔ اگرچہ ظاہراً یہ حالت فراق ہے لیکن حقیقتاً وہی خود طالب ہے اور وہی مطلوب

وَإِنِّي لَغَفَّارٌ لِّمَنْ تَابَ    اور ہم بخش دیتے ہیں اس کو جو توبہ کرتا ہے۔

یہ بڑا کرم ہے۔

وَكَانَ سَعْيُكُمْ مَّشْكُورًا    اور تمھاری کوشش بارآور ہو گی۔

یہ مژدۂ جانفزا ہے۔

محبوب حقیقی نہایت حسن و رعنائی کے ساتھ جلوہ گر ہے اور عاشقوں کی طرف سے ہر جگہ شور و واویلا ہے لیکن محبوب کا ناز اور عاشقوں کا نیاز اور گریہ و زاری کیا ہے دراصل پردۂ غیب میں لَيْسَ إِلَّا هُوَ (اس کے سوا کچھ نہیں) وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ (اور وہ زبردست حکمت والا ہے)۔ کہاں کا ہجر و فراق اور کہاں کا وصل و وصال۔

مِنْهُ بَدَأَ وَإِلَيْهِ يَعُودُ (اسی سے بلا کا نزول ہے اور اسی کی طرف رجوع ہے۔

یہ ایک راز ہے۔ ذکر چہار ضربی اور ہر ضرب کے ساتھ چار اسم صفات اور ایک اسم ذات جاری رکھو۔ یہ ذکر اکسیر اعظم ہے تین اسمائے صفات امہات اور ایک اسم ذات حاضر چوتھی ضرب میں جاری رکھو اور ذکر ذوق و شوق کے ساتھ اور حضور قلب کے ساتھ کرنا چاہیئے اگر خواب میں کسی بزرگ کی زیارت ہو جیسا کہ تم نے لکھا ہے تو اسے جمال شیخ سمجھنا چاہیئے امید ہے کہ اس نعمت کے بعد فتح یاب حاصل ہو جائے گا۔ سب سے زیادہ ضروری بات یہ ہے کہ اہل دنیا کی طرف توجہ نہیں کرنی چاہیئے:

وما التصوف الا بالزهد والتقوىٰ وما هذا الاصفا الظاهر والباطن وذكاء من الالتفات والتوجه بالخلق كل دجمله۔

(اور نہیں تصوف سوائے زہد و تقویٰ کے اور صفا ظاہر و باطن کے سوا نہیں اور ذکاء۔ التفات اور توجہ بالخلق کے سوا نہیں)۔

ورنہ بت پرستی اور خود پرستی کے سوا کچھ حاصل نہ ہوگا:

## رُباعی

سالکا اسلام گر آسان بودے — ہر کسے چوں شبلیؒ و ادھمؒ شدے

تا نگردی تو مسلمان از دروں — کے توانی شد مسلمان از بروں

اے سالک راہِ حق اگر اسلام آسان ہوتا تو ہر شخص شبلی اور ابراہیم بن ادھم بن جاتا۔ جب تک تو اندر سے مسلمان نہ ہوگا باہر سے ہرگز مسلمان نہیں ہو سکتا۔

ہیہات ہیہات! کیا دن دیکھنے میں آئے ہیں کہ دنیا پیروں اور مریدوں سے بھری پڑی ہے لیکن کوئی مسلمان نظر نہیں آتا۔ پیری اور مریدی کیا ہے سب بت پرستی اور خود پرستی بن گئی ہے۔ العیاذ باللہ من ذالک (خدا تعالٰے اس سے پناہ دے) یہ سب میرا اپنا ماتم ہے جو دوسروں کی نصیحت میں کیا گیا ہے:

لان من عرف لا یصلح الا عانة لاحد

روایت ہے کہ حضرت جنید بغدادیؒ کے ایک مرید نے ایک بادشاہ کے پاس خط لکھا اور اس خط میں سلوک تحریر کیا اس سے اس کا چہرہ سیاہ ہوگیا اور سارا کام بگڑ گیا۔ وہ مُرید شیخ جنید کے پاس حاضر ہوکر فریاد کرنے لگا۔ آپ نے فرمایا تیرا چہرہ کیوں نہ سیاہ اور کام کیوں نہ تباہ ہو لو تُو بادشاہوں کے خط میں سلوک کا ذکر کرتا ہے وہ مرید صادق تھا اس نے نہایت

صدق و نیاز اور آہ و زاری کے ساتھ توجہ کی اور چھ ماہ تک کسی کو منہ نہ دکھایا حضرت شیخ نے اس کے حال پر رحم فرمایا اور چھ ماہ کے بعد اس کا چہرہ سفید ہوگیا اور کام درست ہوگیا۔ الحمد للہ علیٰ ذالک۔

اے برادر! عقل مندی اور بات ہے اور جاں بازی اور جہاں بازی کرنا اور بات ہے آج درویشی لقمہ فروشی بن گئی اللہ تعالے ہم تباہ حالوں کو اس درویشی اور دیں فروشی سے محفوظ رکھے۔ پہلے ہمیں مسلمان بننا چاہیئے اس کے بعد درویش۔ ہمیں اپنے مشائخ کا طریقہ اختیار کرنا چاہئے اور اللہ کے ساتھ خلوص برتنا چاہیئے:

هم القوم لا يشقى جليسهم

یہ وہ لوگ ہیں کہ جن کے پاس بیٹھنے والا بھی محروم نہیں جاتا (الحدیث)

یہ ہمارا سہارا ہے۔

اور شجرہ شریف کو اس طرح لکھنا چاہیئے کہ پہلے اپنے نام سے شروع کرنا چاہیئے اور تمام مشائخ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے التماس و مناجات پر ختم کرنا چاہیئے۔ بعض مشائخ ادب کی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نامِ گرامی سے شروع کرتے ہیں لیکن ہمارے مشائخ کا طریقہ یہی ہے کہ اپنے نام سے ابتدا کر کے توجہ اور التجا مشائخ عظام سے کہتے ہیں اگر مرید صادق مشائخ کے ساتھ حلقہ بگوش ہو جائے تو مشائخ عظامِ فیضان کے چشمے کھول دیتے ہیں پس مرید کو چاہیئے کہ اپنے آپ کے ساتھ کوئی چیز منسوب نہ کرے بلکہ جو کچھ حاصل ہو مشائخ کا کرم سمجھے اور اپنے آپ کو صرف آلۂ کار اور بہانہ تصور کرے۔ نیز اس کام میں حصول دنیا اور عزت و مقبولیت کا خیال دل میں نہ لائے۔ تاکہ مشائخ کے سامنے رسوائی نہ ہو

وَاللّٰهُ الْمُوَفِّقُ لِلْعِبَادِ — اللہ تعالےٰ اپنے بندوں کی امداد فرماتا ہے

## امکانِ دیدارِ الٰہی

اے برادر! دیدارِ الٰہی آخرت میں ہوگا۔ اس دنیا میں نہیں ہوتا

کیونکہ اس ذاتِ پاک اور ذاتِ باقی کا دیدار دنیائے فساد اور دنیائے فانی میں ہونا خلافِ حکمت اور خلاف وعدہ ہے۔

ہر چند جائز است کہ ہر چہ جائز است در وجہ جواز مختص بمکانے دون مکانی و بزمانِ دوں زمانی نبوت مخصوص دارند خداوند پاک منزّہ مقدس از جہت و جا و مکان و زمان است نصوص بمکان و زمان نبود۔

(اگرچہ رویت جائز ہے لیکن جواز کے لیے مکان و زمان کی نفی لازمی ہے کیونکہ ذاتِ حق جہت زماں و مکاں سے پاک و منزہ ہے)

اہلِ سنت اور اہلِ حق کو اجماع اسی بات پر ہے کہ خدا تعالےٰ کا دیدار دارِ دنیا میں واقع نہیں ہوتا نہ سر کی آنکھ سے نہ دل کی آنکھ سے۔ لیکن رفعِ حجاب اور رویت کے متعلق جو کچھ بزرگوں نے فرمایا ہے مثلاً:

بیت ؎ ہر کرا آں آفتاب اینجا بتافت
ہر چہ آنجا وعدہ بود اینجا بیافت

جس کسی پر وہ آفتاب اس دنیا میں چمکا جو کچھ آخرت کے لئے وعدہ تھا اسی دنیا میں مل گیا۔

بیت ؎ دیگراں را وعدہ گر فردا بود
لیک مارا نقد ہم اینجا بود

جو دوسروں کے لئے کل کا وعدہ ہے ہمارے لئے وہ آج نقد ہے۔

غرضیکہ جس بزرگ کا قول اس مضمون پر وارد ہوا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ جس رویت کا آخرت کے لئے وعدہ تھا اس کا اس دنیا میں چشمِ یقین سے مشاہدہ حاصل ہو گیا اور مرتبے کے لحاظ سے رویتِ مشاہدہ بلند ہے جیسا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں:

## لوکشف الغطاء ما ازددت یقینًا

اگر میرے سامنے پردہ بھی اٹھ جائے تو میرے یقین میں اضافہ نہیں ہوگا۔

یعنی مشاہدۂ حق میں میرا یقین اس جگہ پہنچ گیا ہے معاینہ یا رویت وہی ہے جو مشاہدہ و یقین ہے اور اسے دیدارِ سِرّ کہتے ہیں۔ اس مقام کے بزرگ کون و مکان سے گذر کر کشفِ حق اور مشاہدۂ رب میں بلند پرواز کر جاتے ہیں اور زمان و مکان کو اپنی گرفت میں لے لیتے ہیں نہ یہ کہ خارج میں زمان و مکان اور دنیا کو اٹھا لیا ہے اور آخرت تک پہنچ گئے ہیں کیونکہ یہ اعتقاد باطل ہے یہ مقام مردانِ حق کو حاصل ہوتا ہے کافروں کو حاصل نہیں ہوتا۔ لیکن عام مسلمان جو ایمان کے سب سے نچلے درجے میں ہوتے ہیں خداوند تعالےٰ کے متعلق اس قدر دیکھتے ہیں۔ اور جانتے ہیں کہ خداوند تعالےٰ خالقِ کائنات ہے اور ایک ہے اس کا کوئی شریک نہیں ہے اور یہ جو دیکھنا ہے وہی جاننا ہے کہ صفائے قلب کی وجہ سے حجاب اٹھ جاتا ہے اور رب العٰلمین کا مشاہدہ عین الیقین (یقین کی آنکھ) سے حاصل ہوتا ہے نہ یہ کہ ظاہری پردہ اٹھنے سے رویت (عینِ دیدار) حاصل ہو گیا۔ پس آدمی خیال کرتا ہے کہ میں نے خدا تعالےٰ کو دیکھ لیا ہے کیونکہ اس مقام پر وہ خود اور سارا عالم گم ہوتا ہے اور جمالِ ازلی کے سوا کچھ نہیں ہوتا۔ پس یہ ہے ان کا خدا تک پہنچنا اور خدائے عزّ و جل کا حاصل کرنا۔ چنانچہ آخرت میں بھی حجابِ عظمت و کبریائی حائل ہوگا۔ لہٰذا رویت مجرد (خالص دیدار) اور حق سبحانہٗ و تعالیٰ کا جمال محال ہے کیونکہ اس سے عدم صرف (محض نیستی) لازم آتی ہے نہ بندہ ہوتا ہے نہ رویتِ خداوند[1] معتزلہ کو یہی غلطی ہوئی

---

[1]:۔ رویت مجرد اور ذات بغیر تجلیات صفاتی ممکن نہیں کیونکہ مرتبۂ ذات میں صفات سے قطع نظر کرتے ہوئے عدم محض ہے لہٰذا بزرگوں نے کہا ہے کہ کنہِ ذات سے کوئی شخص آگاہ نہیں اور تجلی کے سوا چارہ نہیں :۔ نیست کس را از حقیقت آگہی جملہ میرند با دستِ تہی

یعنی حقیقت سے کوئی آگاہ نہیں سب خالی ہاتھ چلے جاتے ہیں۔

انھوں نے یہ نہ سمجھا کہ جو چیز رویت کی مانع ہے وہ حجابِ فانی اور کون فانی (فانی جہاں) ہے۔ اور رویت حق کے لئے اس حجاب کا اٹھنا ضروری ہے۔ لیکن حجابِ جہان باقی (یعنی آخرت) رویت کے لئے مانع نہیں ہے[1] جنت میں حجابِ عظمت و کبریائی ہوگا جس کے فنا ہونے سے ربوبیت و عبودیت کی فنا اور تعطل لازم آتی ہے:

وذالك لا يجوز قط فان البقاء صفت الحق تعالىٰ والباقي بصفة الحق لا يفنى ولا يمنع رؤية الحق وهو السر المطلوب في الرؤية وظهور الحق بالعيان۔

(اور یہ بالکل جائز نہیں ہے۔ پس بقا صفتِ حق تعالےٰ ہے اور جو صفات حق کے ذریعے باقی ہوگیا اس کو فنا نہیں۔ اور رویت حق کا مانع نہیں۔ یہ مطلوب کا راز ہے رویت میں۔ اور حق کا ظاہر ہونا آنکھوں میں)۔

اب جاننا چاہئیے کہ مضمون زیر بحث یہ ہے کہ در دنیا چشم سر از چشم سر جدا است۔ (دنیا میں سر کی آنکھیں دل کی آنکھ سے جدا ہے) اور مقامِ فنا جو ہے وہ فنائے چشم سر ہے اور چشم سر کا دیدار ایک ایسا دیدار ہے جو عین الیقین کہلاتا ہے اور یہ دیدن (دیکھنا) نہیں۔ دانستن (جاننا) ہے۔ دیکھنا

---

[1] ۔ کیونکہ جہانِ فانی ایسا حجاب ہے جو مواد شک و شبہ ہے یہی وجہ ہے کہ دنیا میں بعض لوگ الوہیت کے منکر ہوگئے اور یہ کہنے لگے کہ یہ جہاں خود بخود پیدا ہوگیا ہے اور خالق کوئی نہیں ہے بعض لوگ مشرک ہوئے اور دو یا تین خداؤں کے قائل ہوگئے۔ بعض حق تعالےٰ کی عنایت سے موحد ہوئے۔ بخلاف حجابِ باقی کے جو حقیقت میں حجاب نہیں ہے وہاں پردے کا اٹھنا ہے۔ فَكَشَفْنَا عَنْكَ غِطَاءَكَ فَبَصَرُكَ الْيَوْمَ حَدِيدٌ - آخرت میں الوہیت اور حقیقت اسلام کا ظہور لازمی ہے۔ لہٰذا ہر کافر موت کے وقت جب حجاب اٹھ جاتا ہے تو ایمان لے آتا ہے۔ پس رویت کے لئے جہانِ فانی کے حجاب کا اٹھنا ضروری ہے نہ کہ جہانِ باقی کا۔ واللہ اعلم۔

یہ ہوتا ہے کہ پردہ اٹھ جاتے اور ظاہری دیدار ہو جائے اور یہ دیکھنا چشمِ سَر کا کام ہے جہاں نہ کوئی حجاب ہوتا ہے نہ رکاوٹ۔ پس دنیا میں رویت واقع نہیں ہوتی اور جو شخص یہ اعتقاد رکھے گمراہ اور بدعتی ہے اور آخرت میں چشمِ سر یعنی بہشت میں وہی چشمِ سَر اور چشمِ سِرّ دونوں ایک مرتبے میں ہوں گے اور جہانِ فانی اور عالمِ محسوسات سے گذر کر عالمِ باقی اور نورِ باقی تک پہنچ جائیں گے پس اس کو دیدار کہتے ہیں اور اس کو اعتقادِ دیدار جانتے ہیں :

لِاَنَّہٗ الْمُنْتَھٰی اِنَّ اِلٰی رَبِّکَ الْمُنْتَھٰی فاعرف فانہ الحقّ ذُوالْقُوَّۃِ الْمَتِیْنِ

(کیونکہ ہر چیز کا آخری مقام وہی ہے جیسا کہ کلامِ پاک میں ہے کہ حق آخری منزل ہے پس تم سمجھ لو کہ وہی ہے حق تعالےٰ سب قوتوں اور طاقتوں کا مالک۔

عاقبت محمود باد۔

---

## مکتوب ۱۱۲

بجانب احمد مٹھن سدھوری۔ جو اُن کے خط کے جواب میں لکھا گیا۔

حق حق حق!

... واضح باد کہ سب خرابی کی وجہ مشائخ کی صحبت کا ترک ہے نیز یہ بھی امر واقع ہے کہ آج کل حقیقی مشائخ بہت کم ہو گئے ہیں :

بیت ؎

پیر ہم ہست ایں زماں پنہاں شدہ
تنگ خلقان دیدہ در خلقان شدہ

بیت ؎

صحبتِ نیکاں زجہاں دور گشت

خوانِ عسل خانۂ زنبور شد

دنیا میں نیکوں کی صحبت مفقود ہوگئی ہے اور شہد کا چھتہ بھڑوں کا گھر بن گیا۔
ہم تباہ حال بحرِ جہالت اور غرور میں غرق ہوگئے ہیں لیکن اپنے اوپر بزرگی کا گمان رکھتے ہیں ہیہات ہیہات! بیت ؎

آفتابے ببایدانجم سوز

بچراغ توشب نگردد روز

ستاروں کو نابود کرنے کے لئے آفتاب عالم تاب کی ضرورت ہے۔ چراغ جلانے سے رات کو ہم دن میں تبدیل نہیں کر سکتے۔

دردمندی بگرد عیسےٰ گرد ! دارو ئے رہ نشین چہ خواہی کرد

مہر نادیدہ ماہ کے باشد بندہ نابود شاہ کے باشد

تو بیمار ہے تو حضرت عیسٰےؑ کے پاس جا ہر راہ گیر سے دوا لے کر کیا کرے گا جس نے سورج کا منہ نہیں دیکھا وہ چاند کس طرح بن سکتا ہے۔ جو آج تک غلام بھی نہیں بنا بادشاہ کس طرح ہو سکتا ہے۔

اور یہ جو آپ نے لکھا ہے کہ :

الغریق یتعلق بکل حشیشٍ فذالک عند الغرق والحشیش ولا غرق ولا حشیشٌ فاین التعلق فانہ لاھل الکمال لا لاھل الغرور والوبال ولو کان فی العام فکان فی الاسلام لاھل الایمانِ لا لاھل الطغیان وفی العلم لا فی الجھل والجھل بصورۃ العلم جھل ولیس یعلم۔

ڈوبنے والا تنکے کا سہارا ڈھونڈتا ہے۔ اور یہ اس وقت ہوگا جب غرق بھی

ہے اور تنکا بھی۔ جب نہ غرق ہو نہ تنکا تو پھر تعلق کیسا۔ یہ تعلق

اصل کمال کے لیے ہے نہ کہ اہل غرور کے لیے۔ اگرچہ وہ عام ہے

پھر بھی اہل اسلام و ایمان کے لیے ہے نہ کہ اہل طغیان کے لیے۔

اور علم میں ہے نہ جہل میں )۔

مصرعہ ؎ علمے کہ رہ بحق ننماید جہالت است

جو علم اللہ کا راستہ نہ دکھائے جہالت ہے۔

یہ بھی ہم تباہ حالوں کی کیفیت ہے کہ چند ورق پڑھ کر اپنے آپ کو عالم و فاضل سمجھنے لگ جاتے ہیں۔
اور بڑی بڑی تقریریں کرنے لگتے ہیں اور صاحب کمال کہلاتے ہیں یہ سب جہالت ہے نہ کہ علم :

فان العلم نور من اللہ تعالیٰ فی القلب موھوب لہٗ منہ

علم ایک نور ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو عالم کے قلب میں وارد ہوتا ہے۔

نہ ہماری زبان اور دل کے درمیان کوئی تعلق ہے ( گفتار و کردار کی موافقت نہیں ) کیونکہ دل سے
گل تک سو کوس کا فاصلہ ہے ( نفسانیت اور روحانیت کے درمیان ہزاروں کوس کا بعد ہے ) :

بیت ؎ یوسف تو ہنوز در چاہ است
تشنہ ہنگم افسر و کلاہ است

تمہارا یوسف ابھی تک کوئیں میں پڑا ہے اور تاج و کلاہ کے باوجود تو تشنہ کام ہے۔

اور یہ جو آپ نے لکھا ہے کہ :

فَفِرُّوْا اِلَى اللّٰهِ بھاگو اللہ تعالیٰ کی طرف۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ ماسوی اللہ سے دُور بھاگو۔ جاننا چاہیئے کہ یہ بذاتِ خود ایک بحرِ عمیق (گہرا
سمندر) ہے۔ ہر بوالہوس کی کیا ہمت کہ اس سمندر میں قدم رکھے لیکن جو کچھ کہنے سننے کی بات ہے
شرع میں یوں کہی جا سکتی ہے کہ :

ففروا من الکفر والعصیان الی الطاعۃ والایمان ومن الدنیا

و الآخرة تركاً و رغبةً و رجوعاً اما الی الله بالحقیقة فلا جهته و لا زمان و لا این و لا مکان فارتفع انت من البین و لا غیر نما الفرار من الله فما هو الا منه الیه فلا فرار و لا حرف و انما هو اشارة لا عبارة و المشار الیه بلا اشارة۔

(بھاگو کفر اور گناہوں سے طرف اطاعت اور ایمان کے، دنیا اور آخرت ترک کر کے اور رغبت و رجوع کے ساتھ طرف اللہ کی۔ حقیقتاً نہ اس کی جہت ہے نہ زماں نہ مکان (اَنْتَ) تو درمیان سے اٹھ گیا اور غیر کا وجود ختم ہو گیا۔ لہٰذا اللہ سے فرار کس طرح ممکن ہے جو کچھ ہے اس سے ہے اور اس کی طرف سے ہے نہ اس سے فرار ہے نہ انحراف۔ وہ اشارہ ہے تعبیر نہیں اور مشار الیہ بلا اشارہ ہے)

ہیہات! ہیہات! کس مصیبت میں مبتلا ہو گیا ہوں۔

بیت ؎ سرّیست درونِ زلف تو سربستہ
اما چہ توان کرد کہ با ما نگشائی

تیری زلف کے اندر ایک سربستہ راز ہے لیکن کیا کیا جائے کہ تو ہمارے سامنے زلف نہیں کھولتا۔

ہم ہمت بلند کر کے کہتے ہیں:

آں لقمہ کہ در دہاں نگنجد بطلب — و آں سر کہ درو نشان نگنجد بطلب
سرّیست میانِ دل درویش و خداوند — جبریل امین دراں نگنجد بطلب

وہ لقمہ کہ جو منہ میں نہ سمائے طلب کرو اور وہ سر کہ جس کا نام و نشان نہ ہو طلب کرو۔ درویش کے دل اور خداوند تعالیٰ کے درمیان ایک راز ہے وہ راز جو جبریل امین کو معلوم نہیں وہی طلب کرو۔

یہ جو آپ نے لکھا ہے کہ جب تک غیرِ حق سے روگردانی نہ ہو گی اور ماسوی اللہ کو آگ نہ

لگائی جائے دنیا کے مصائب سے نجات نہیں ملتی۔ اور زندگی میں راحت نصیب نہیں ہوتی کیونکہ دنیا غم کا گھر ہے۔ واضح ہو کہ اولین کام ترکِ دنیا ہے جب تک یہ کام نہ کیا جائے گا ترکِ غیر میسر نہ ہوگا۔ اور ماسویٰ اللہ کو آگ نہیں لگائی جا سکتی۔ نہ نجات و فلاح حاصل ہو سکتی ہے:

بیت ؎ گر دلت آگاہ ز معنیٰ آمدہ است
کار و نیت ترکِ دنیا آمدہ است

اگر تیرا دل حقیقت آشنا ہو گیا ہے تو پہلا کام ترکِ دنیا ہے۔

اور یہ جو آپ نے لکھا ہے کہ:

ثم ففروا الی الله ای من العبودیة الی الربوبیه اوحی الله تعالیٰ الی داؤد یا داؤد بشر المذنبین بانی غفور وانذر الصدیقین بانی غیورٌ

اللہ کی طرف بھاگو یعنی عبودیت سے ربوبیت کی طرف۔ اللہ تعالےٰ نے داؤدؑ کی طرف وحی کی کہ اے داؤد گنہگاروں کو بشارت دے دو کہ میں غفور ہوں صدیقین کو متنبہ کر دو کہ میں غیور ہوں۔

ہمارا راستہ پُر امن ہے اور منزل دُور ہے۔ واضح ہو کہ اگر عبودیت سے ربوبیت کی طرف بھاگنے کا مطلب اپنا عجز و زاری کا اور اقرار اور اللہ تعالےٰ کی شانِ غفاری اور ستاری کی طرف رجوع ہے تو یہ عالم مجاز میں سے ہے اور اس کا بطون سے کوئی تعلق نہیں لیکن اگر اس سے عالمِ کون و مکان سے گذر کر حق تعالےٰ کے ساتھ پیوست ہونا اور کشفِ حق سے مُراد ہے تو اس کا عالم حقیقت سے تعلق ہے یعنی دوست کے ساتھ ہم دم، ہم ساز، ہم سر اور ہم راز ہونے کا نام ہے یہاں ملک مقرب (مقرب فرشتہ) کی بھی رسائی ممکن نہیں:

بیت ؎ ملک در درون پردہ ز زندانِ مسند میرس
کیں حال نیست صوفی عالی مقام را

رندانِ مست کا راز و نیاز اور اندرونی حال کے کیا سکنہ۔ یہاں تو بلند مقام صوفی بھی نہیں پہنچ سکتا۔

## مکتوب ۱۱۳

بجانب میاں اسمٰعیل سالوریہ خلیفہ حاجی عبدالوہاب
دربیان ارتفاع از خود (اپنے آپ سے گذر جانے)
اور رجوع بحق۔

حق حق حق!

واضح باد کہ دوستان حق بوستانِ حق ہیں (یعنی اللہ کے دوست اللہ کے باغ ہیں جہاں سے وفا کی خوشبو آتی ہے ، حق تعالے ان کا مشتاق ہے اور اُن کے حق میں فرماتا ہے : اِنَّ اَرْضِیْ وَاسِعَۃٌ یعنی میری زمین جو کہ فضائے لامکان صحرائے بے نشان ہے فراخ ہے جس کے اندر جملہ موجودات اور جہات کا رُخ اسی کی طرف ہے پس حکم ہوتا ہے کہ :

فَاِیَّایَ فَاعْبُدُوْنَ پس میری ہی عبادت کرو۔

اور میری طرف واپس آؤ یعنی میرے بحرِ وجود میں اپنے وجود کے قطرات محو و مستغرق کر دو اور ہمارے ساتھ پرواز کرو نہ یہ کہ اپنی خودی میں آکر اپنی حرص و ہوا کے پرستار بن جاؤ اور مجھ سے دُور ہو جاؤ :

اَفَرَاَیْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰھَہٗ ھَوَاہُ

کیا تم نے اس کو نہیں دیکھا جس نے اپنی خواہش نفس کو اپنا معبود بنالیا ہے۔

اپنی ہوائے نفس کو اپنا معبود مت بناؤ اور اپنی خواہشات کے بندے نہ بن جاؤ۔ ہم اپنے آپ کو تمھارے اندر دیکھتے ہیں اسی طرح تم اپنے آپ کو ہمارے اندر دیکھو اور اپنے آپ کو درمیان سے نکال دو۔ کیونکہ یہ تمھارے لئے حجاب ہے ورنہ وجود میں ہمارے سوا کچھ نہیں۔ حق تعالےٰ دوستان کے لئے بوستان ہے اور دوستانِ حق ہر زمان میں اور ہر جہت میں بے زمان بے مکان بے جہت آزاد اور بے کیف رہتے ہیں اور بوئے دوست میں ہمیشہ مست ہیں :

وَاللّٰہِ لَا اَعْبُدُ رَبًّا مَا لَمْ اَرَہٗ

خدا کی قسم میں اس رب کی عبادت نہیں کرتا جسے میں دیکھ نہ لوں۔

یہ دوستانِ حق کا نعرہ ہے سبحان اللہ کیا شان ہے :

کُلَّ یَوْمٍ ھُوَ فِیْ شَاْنٍ

اس کی ہر تجلی کی شان نرالی ہے یوم کے معنی ہیں نور کی جھلک یا تجلی۔

یہ دوستانِ حق کی شان میں آیا ہے۔ ان کی ہر شان دوست کی شان سے وابستہ ہے اور

دوست کی بوئے خوش سے وہ ہمیشہ سرشار رہتے ہیں۔ ان کی شان وہی شان خدا ہے ورنہ خود تو وہ بے نشان ہے:

فَهُوَ هُوَ وَلَيْسَ اِلَّا هُوَ وَهٰذَا هُوَ الْمَقْصُوْدُ۔

وہی ہے وہی، اور اس کے سوا کوئی نہیں اور وہی ہے مقصودِ کل۔

پس کوئی کیوں بے دوست رہے اور اپنے گیت گاتا رہے۔ اور کیوں نہ دوست کے ساتھ ایک ہو جائے تاکہ دوست کے سوا کچھ باقی نہ رہے۔ اس کام کے لئے سعی بلیغ درکار ہے تاکہ یار کنار میں آئے اور سعادت ابدی اور دولت سرمدی حاصل ہو:

ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ

یہ اللہ کا فضل اللہ جس کے نصیب کرے اور اللہ بڑا فضل و کرم کرنے والا ہے۔

عاقبت محمود باد۔

---

## مکتوب ۱۱۳

بجانب شیخ الاسلام شیخ جلال، یقین کی آنکھ اور سر کی آنکھ سے اور دل کی آنکھ سے آخرت دیکھنے کے اعتبار کے بیان میں۔

حق حق حق!

لِلّٰهِ الْحَمْدُ دَائِمًا الْمَقْصُوْدُ هُوَ اللّٰهُ وَ لَا مَقْصُوْدَ سِوَاهُ۔

دائمی حمد و ثنا کا سزاوار حق تعالےٰ ہے، ہمارا مقصود اللہ ہے اس کے سوا کوئی مقصود نہیں۔

آپ کا مرسلہ خط مع مصلےٰ موصول ہوا۔ بے حد فرحت ہوئی۔ جاننا چاہیئے کہ

اَلْمُصَلِّيْ يُنَاجِيْ رَبَّهٗ نمازی اپنے رب سے ہمکلام ہوتا ہے۔

کے مصداق نمازی نماز میں حق تعالٰے کے ساتھ ہمراز اور غیر حق سے بیزار ہوتا ہے۔ نماز میں عارف کا دل حق تعالٰے کے ساتھ اس قدر مشغول ہوتا ہے کہ حجاب کونی (کون ومکان کے پردہ) سے گذر کر مقام قدس میں پہنچ جاتا ہے اور خدا کے ساتھ مستغرق، محو اور بے خود ہو جاتا ہے۔ بلکہ خدا کے سوا کچھ نہیں ہوتا :

اَلصَّلوٰۃُ صِلَۃٌ بَیْنَ اللّٰہِ وَعَبْدِہٖ — نماز اللہ اور بندہ کے درمیان انعام ہے

اَلصَّلوٰۃُ مِعْرَاجُ الْمُؤْمِنِیْنَ — نماز مومنین کا معراج ہے۔

فالصلوٰۃ فی المصلی لا المصلی فی الصلوٰۃ الفناءُ فی اللّٰہ و لبقاءُ باللّٰہ والفناءُ الفنا والبقاءُ البقاء ولا غایۃ وھی الصلوٰۃ وھو المصلی فالخلق وکونہ فی الظاھر والحق وعینہ فی الباطن و الظاھر حکم الباطن فالظاھر والباطن للہ فاللہ ولا سواہ فھو الظاھر والباطن فظاھر فی الباطن والباطن فی الظاھر والنسب اعتبارۃ والاعتبار عدمی ولا اعتبار عدمیؐ ولا۔

پس نماز ہے نماز پڑھنے والے میں نہ کہ نمازی ہے نماز میں اور فنا اللہ میں ہے اور بقا اللہ کے ساتھ ہے فنا فنا ہے اور بقا بقا ہے اور اس کی کوئی غایت نہیں۔ اور یہ نماز ہے اور وہ نمازی۔ اور خلق اور عالم کون ومکان ظاہر ہے اور حق اور اس کا عین باطن ہے اور ظاہر کے لئے باطن کا حکم ہے اور ظاہر اور باطن اللہ کے لئے ہے اور اس کے سوا کوئی نہیں۔ پس وہی ظاہر اور وہی باطن ہے پس ظاہر باطن میں ہے اور باطن ظاہر میں اور نسب اعتباری چیز ہے اور اعتبار عدم ہے جس کا کوئی اعتبار نہیں۔ پس سمجھو اے آنکھوں والے۔ اگر آنکھیں ہوں تو آنکھوں میں سوائے خدا کے کچھ نہ سمائے :

بیت ؎

اینست کمال مردِ در راہ یقین

در ہر چہ نظر کند خدا را بیند

مرد حق کا کمال یہ ہے کہ جس چیز میں نظر کرے خدا کو دیکھتا ہے۔

اور جب اسے یہ دید حاصل نہیں تو کیا دید ہے کچھ بھی نہیں:

مصرعہ ؎ محجوب را زہیچ چراغے نصیب نیست

جس کی آنکھوں کے سامنے پردہ ہے اُسے کسی چراغ سے روشنی نصیب نہیں ہوتی

جو شخص کہ یقین کی آنکھ سے محروم ہے اگرچہ آنکھیں رکھتا ہے اُسے کچھ نظر نہیں آتا۔ خواہ اس کی آنکھ میں نور ہو لیکن اسے نظر کچھ نہیں آتا:

فَإِنَّهَا لَا تَعْمَى الْأَبْصَارُ وَلَٰكِن تَعْمَى الْقُلُوبُ الَّتِي فِي الصُّدُورِ

کیونکہ دیکھنے والی چیز جسمانی آنکھیں نہیں بلکہ وہ آنکھیں ہیں جو دل میں ہیں۔

پس جو شخص دیدۂ حق بین سے محروم ہے حق کے ساتھ مشغول نہیں ہو سکتا اور شغل دنیا اُسے شغل حق سے باز رکھتا ہے:

"فَإِنَّ لَهُ مَعِيشَةً ضَنكًا" اور یہی دل کی تنگی ہے۔"

یعنی وہ ہرگز خوش دل نہیں رہتا اور ہمیشہ دنیا کے شکوک اور غموں کی سختی جھیلتا رہتا ہے۔ اگرچہ وہ مال و دولت رکھتا ہے دل کی تنگی، حیرانی اور سرگردانی میں مبتلا رہتا ہے اور اس کا دل ہرگز حق تعالیٰ کے ساتھ قرار نہیں پکڑتا:

كُلَّمَا أَرَادُوا أَن يَخْرُجُوا مِنْهَا مِنْ غَمٍّ أُعِيدُوا فِيهَا۔

جس قدر اس غم سے نکلنے کی کوشش کرتا ہے لوٹ کر اسی میں پھنس جاتا ہے۔

یہ ہے اس کی حالت۔ وَالْعِيَاذُ بِاللّٰهِ مِنْهَا (خدا اس سے پناہ دے) کل قیامت کے دن جب بیدار ہو گا تو اپنے آپ کو اندھا پائے گا:

وَنَحْشُرُهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَعْمَىٰ عَنْ رُؤْيَتِ الْحَقِّ تَعَالَىٰ۔

اور قیامت کے دن اسے حق تعالیٰ کے دیدار سے محروم اور اندھا اٹھایا جائے گا۔

اگر دنیا میں کوئی جسمانی آنکھوں سے دیکھتا ہے تو اُسے بینا کہتے ہیں لیکن قیامت کے دن اگر دنیا میں

آنکھ ہے تو بینا ہوگا ورنہ نابینا۔ کور دل وہاں نابینا کہلائے گا۔ پس جو شخص اس دنیا میں جسمانی آنکھ رکھتا ہے لیکن خدا کو نہیں پہچانتا اور اس کے ساتھ مشغول نہیں ہوتا اور رات دن دنیا کے کاموں اور تفکرات میں مشغول رہتا ہے قیامت کے روز نابینا اُٹھے گا اور اُسے یقین ہوگا کہ میں اندھا ہوں اور خداوند تعالیٰ کے دیدار کے قابل نہیں ہوں عزیز من! یقین جان اور اس ورق کے سوا دہ سراورق نہ پڑھ جس شخص کو آج باطنی مشاہدہ حاصل نہ ہوگا اس کو جسمانی آنکھ سے کل مشاہدہ حاصل نہ ہوگا ۔ کیونکہ اس روز نورِ سر اور چشمِ باطن کا ظہور ہوگا اور ظاہر و باطن پر حاوی ہوگا۔ کیونکہ عالمِ بقا میں چشمِ سَر (جسمانی آنکھ) اور چشمِ سِر (باطنی آنکھ) ایک ہے اسے رویت کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔ اس لئے آج بھی اُسی چشمِ باطن کا اعتبار ہے کیونکہ چشم ظاہر عالمِ فانی کی چیز ہے جس کا کوئی اعتبار نہیں۔ عالمِ بقا کی جو چیز نظر آئے اُسے (اس دنیا میں) رویت نہیں بلکہ یقین اور مشاہدہ کے نام سے موسوم کرتے ہیں اور رویت کا قائم مقام سمجھتے ہیں۔ (حضرت سید علی ہجویری المعروف داتا گنج بخش لاہوری قدس سرہٗ بھی کشف المحجوب میں یہی فرماتے ہیں) لہٰذا آج شغلِ حق میں مشغول ہو جاؤ اور حق کے سوا کسی اور چیز سے سروکار نہ رکھو۔ صحن دل کو ماسوی اللہ کی نفی کے جھاڑو سے صاف کرو تا کہ آج اور کل (اس دنیا میں اور آخرت میں) دوست کے دیدار کے قابل ہو جاؤ۔ اور لطف اٹھاؤ۔ اور محروم نہ رہو کسی نے خوب کہا ہے :

بیت ؎ ہر کرا آں آفتاب اینجا بتافت
ہر چہ اینجا وعدہ بود آنجا بیافت

جس کسی کے سامنے وہ آفتاب چمکا جس چیز کا اس دنیا میں وعدہ کیا گیا تھا اس دنیا میں پائے گا۔

بس اس دولت کے بغیر جو کوئی قیامت کے دن اُٹھے گا اندھا اٹھے گا :

بیت ؎ امروز گر ندیدی اندر حجاب ماندی
فردا چہ کار داری با حسن نازنینش

اگر آج دیدار سے محروم رہا تو کل اس نازنین کے حُسن و جمال سے اسے کیا کام۔

(بیت ے امروز ندیدی تو اگر روئے صنم را

فردا بقیامت رُخ جاناں چہ شناسی (مترجم)

پس اگرچہ آج اس کی جسمانی آنکھ ہے اور دینِ حق، اور توحیدِ حق میں بھی اسے کوئی شک نہیں اُسے دیدارِ خداوند تعالےٰ نصیب نہ ہوگا یہ ایک عذاب ہے جو اُسے حاصل ہوگا اور اپنی آنکھ سے اپنی محرومی کا مشاہدہ کرے گا اور محروم لوگوں کا ہمنشین ہوگا۔ یہ اس لئے ہوگا کہ اس روز پردہ غفلت اٹھ جائے گا حقیقت آشکار ہو جائے گی اور باطل مٹ جائے گا۔

عزیز من! جو شخص آج خدا بین نہیں قیامت کے دن حسرت ویاس کے عالم میں پکار اٹھے گا:

رَبِّ لِمَ حَشَرْتَنِيْ اَعْمٰى وَقَدْ كُنْتُ بَصِيْرًا

اللہ اے تو نے مجھے کیوں اندھا کر کے اٹھایا میں تو آنکھوں والا تھا۔

فرمان ہوگا:

كَذٰلِكَ اَتَتْكَ اياتنا الجليلة من الانبياء والكتب فنسيتها و ولم تلتفت اليها بالعمى والضلال وكذالك اليوم تنسٰى۔

جس طرح ہماری نشانیاں انبیاء اور کتب کی صورت میں تمہارے پاس آئیں اور تو نے ان سے روگردانی کی اور گمراہی وجہالت کی وجہ سے اُن کی طرف التفات نہ کیا اسی طرح ہم نے آج روگردانی کر لی ہے۔

آج میرے دوستوں کا دن ہے ہم نے تجھے فراموش کر دیا ہے اور اپنے دوستوں سے تجھے علیٰحدہ کر دیا ہے ہم چشم باطل بین کو حق بین نہیں بناتے اور اپنے دیدار کے قابل نہیں سمجھتے۔ ہیہات ! ہیہات!

بیت ے درد را دارو کجا خواہیم کرد

عمر شد ماتم کجا خواہیم کرد

ہم اپنے درد کی دوا کب کریں گے اب ساری عمر گذر گئی ماتم کا وقت کہاں ہے۔

افسوس کہ ہزاروں واضح اور بین آیات و براہین قرآن اور حدیث اور آثار میں وارد ہو چکی ہیں

اس کیلئے علیحدہ ہزاروں انوار و اسرار ربانی فوج در فوج نازل ہو رہے ہیں لیکن ہم کم نصیب محجوبوں کو کچھ نظر نہیں آتا اور کچھ خبر ہے نہ اثر۔ :

بیت ؎ تشنہ از دریا جدائی مے کنی
بر سرِ گنجے گدائی مے کنی

اے پیاسا! تو دریا کو چھوڑ کر کیوں چلا آیا تو خزانے پر بیٹھا ہے اور گداگری کر رہا ہے۔

افسوس! ہزار افسوس! کہ دنیا کی محبت کا طوفان جوش مار رہا ہے اور سب کو غرق کر رہا ہے :

وَلَا يَنْجِيْ مِنْ ذَالِكَ اِلَّا الْقَلِيْلُ مِنَ الْقَلِيْلَ

اس سے کوئی نجات نہیں پا سکتا سوائے قلیل در قلیل لوگوں کے۔

یعنی صرف وہ نجات پا سکتے ہیں جنھوں نے دنیا اور اہلِ دنیا سے مکمل طور پر روگردانی کر لی ہے اور آخرت کے طلب گار ہو گئے ہیں۔ پس جب طالبین آخرت جن کو ابرار کہتے ہیں۔ آج کل قلیل تعداد میں ہیں تو طالبانِ حق جو دنیا و آخرت سے روگردانی کر کے مشغول بحق ہوتے ہیں ان کا وجود کہاں ہے ان کا حال تو یہ ہوتا ہے کہ :

؎ از دل بروں کنم غم دنیا و آخرت
یا خانہ جائے رختِ باشد یا خیال دوست

دل سے غم دنیا اور غم آخرت دونوں کو نکال پھینکا ہے کیونکہ گھر میں یعنی دل میں یا سامان ہوگا یا دوست کا خیال۔

---

## مکتوب ۱۱۵

بجانب شیخ رکن الدین۔ ان کے ایک خط کے جواب میں جس میں انھوں نے ان مضامین کے متعلق دریافت کیا:

(۱) شیخ شرف الدین قلندر پانی پتیؒ کے بیت کی شرح (۲) قِفْ یَامُحَمَّدْ کے معنی (۳) الفقر سرٌّ مِن اسرارِ اللّٰہ تعالیٰ لوکشفتم فضحتم ولوسترتم ھلکتم

حق حق حق!

تم نے جو اس شعر کے معنی دریافت کئے ہیں:

**شرح بیت:** چندانکہ آرزوئے تو در سینہ جاکرد
واللّٰہ آرزوئے خدایم محقر است

تیری محبت نے دل میں اس قدر جگہ پکڑ لی ہے کہ خدا کی قسم میرے خدا کی محبت بھی حقیر بن کر رہ گئی ہے۔

واضح باد کہ یہ بیت اور اس قسم کے دیگر ابیات جو مستانِ حق کے منہ سے نکلتے ہیں عقل و علم سے بالاتر ہیں۔ اور علم و عقل اُن سے بھاگ جاتے ہیں عشق سے عاشق کی جان اس طرح خراب ہوتی ہے کہ دوسروں کو اس کا علم نہیں ہو سکتا۔ سخن عشق کو عاشق کے سوا کوئی نہیں سمجھ سکتا۔ عقل کی چڑیا وہاں تک پرواز نہیں کر سکتی۔ عشق کی حالت میں روئے دوست سے بہتر کوئی چہرہ نظر نہیں آتا۔ خواہ کچھ ہو جائے:

بیت ؎ مجنونِ عشق را دگر امروز حالت است
کز اسلام دین لیلیٰ دیگر ضلالت است

مجنونِ عشق کی آج یہ حالت ہے کہ اُسے دینِ لیلیٰ اسلام نظر آتا ہے باقی سب گمراہی ہے۔
عشق کے ایسے رموز ہیں جو عقل کی رسائی سے باہر ہیں۔ اگرچہ عقل ایک صحیح ترازو ہے لیکن جس ترازو سے سونا تولا جاتا ہے اس سے پہاڑ نہیں تولا جا سکتا۔ عقل نے وجودِ حق اور وحدتِ حق کی اطلاع دی لیکن حضرتِ حق تک اس کی رسائی نہ ہو سکی۔ یہاں معتزلہ اعتزال میں گرفتار ہو گیا اور حق سے دُور رہا۔ کیونکہ اس کا امام عقل تھا اور عقل اسے راہِ حق نہ دکھا سکا یعنی وصالِ حق کو محالِ عقلی سمجھتا ہے[1]۔ مردانِ حق عشق کے زور سے کون و مکاں سے گذر جاتے ہیں اور حضرتِ حق میں پہنچ جاتے ہیں۔ ہر ساعت نعرۂ رَبِّ اَرِنِیْ (اے رب مجھے اپنا دیدار کرا) لَنْ تَرَانِیْ (خدا سے موسیٰ علیہ السلام کو جو جواب ملا کہ تو نہ دیکھ سکے گا) سے نہیں گھبراتے اور اس کے زخم کی پروا نہیں کرتے۔ عاشق کے منہ پر معشوق کا تھپڑ نازِ معشوق ہوتا ہے نہ کہ بے نیازی۔ معشوق ناز کر کے اپنے حُسن کی داد عاشق سے نیاز کی صورت میں وصول کرتا ہے لیکن عاشقِ صادق کو اپنے وصال سے محروم نہیں کرتا:

اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ — بیشک وہ معاف کرنے والا مہربان ہے۔

اس سے بھی مُراد ہے لیکن یہ راز کون جانتا ہے۔

---

[1]:- مولانا نورالدین عبدالرحمٰن جامیؒ فرماتے ہیں:

عقلم گفتا نہ رسد وصل سلاطین بگدا — پیش ازیں در طلبش عمر چہ مے فرسائی
عشق فریاد برآورده کہ اے عقل خموش — بس بود دولتِ طلب و جویائی

یعنی عقل نے کہا کہ ایک گدا بادشاہوں کے دربار میں نہیں پہنچ سکتا بس اس کام میں عمر برباد نہیں کرنی چاہیئے۔ عشق نے نعرہ لگایا کہ اے عقل خاموش ہو جا۔ ہمارے لئے طلب و جستجو کی دولت کیا کم ہے۔

## قِفْ یَا مُحَمَّد کے معنی

اس کا جواب شرح لمعات میں صاف صاف دیا گیا ہے تمھیں معلوم ہو جائے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

مَعْنیٰ اَلْفَقْرُ سِرٌّ مِنْ اَسْرَارِ اللّٰہِ تَعَالیٰ لَوْ کَشَفْتُمْ فَضَحْتُمْ وَلَوْ سَتَرْتُمْ هَلَکْتُمْ[1] واضح باد کہ فقر ایک راز ہے کہ: اِذَا تَمَّ الْفَقْرُ هُوَ اللّٰہ

جب فقر پایۂ تکمیل کو پہنچتا ہے تو اللہ ہی اللہ رہ جاتا ہے

اس سے یہی مُراد ہے۔ کمال کے بعد فقر فقر نہیں رہتا بلکہ بادشاہی ہے کسی نے خوب کہا ہے:

بیت ؎ چوں فقر ز تو شد تمام

خواجہ خدائی بکن!

جب تیرا فقر مکمل ہو گیا تو اے خواجہ خدائی کر۔

پس لازماً اس راز کے افشا کرنے سے عاقلوں کے سر کاٹے جاتے ہیں اور دیوانے اور بیدل پتھر کھاتے ہیں اور رسوائے جہاں بن جاتے ہیں، لیکن جب اس راز کو چھپاتے ہیں تو جسم کو آگ لگ جاتی ہے اور جل کر خاک ہو جاتے ہیں کیونکہ فقر وہ آتش ربانی ہے کہ جس دل میں داخل ہوتی ہے اُسے جلا دیتی ہے اور فقر وہ نورِ سبحانی ہے کہ جہاں چمکتا ہے اَنَا الْحَق اور سُبْحَانِیْ مَا اَعْظَمُ شَانِیْ کے نعرے لگواتا ہے اور نااہلوں کی طرف سے پتھروں کی بارش کرا کر بدنام اور رسوائے عالم کرتا ہے:

مصرعہ ؎ سنگ نااہلاں خورد شاخے کہ باشد میوہ دار

جس شاخ پر میوہ ہوتا ہے اس پر ہمیشہ نااہلوں کی طرف سے پتھراؤ ہوتا ہے۔

---

[1]: فقر اسرارِ الٰہی میں سے ایک سر یعنی راز ہے اگر تو اسے تو ظاہر کرے تو بدنام ہو اور چھپائے تو ہلاک ہو۔

بیچارہ درویش دلریش بے خویش اگر دم مارے تو پتھر کھائے اور اگر دم نہ مارے تو بے بس اور بے دم ہو کر ہلاک ہو جائے :

فَلَهُ الحیرۃُ و التحیرۃ — اس کے لئے ہر وقت حیرت اور تحیر ہے۔

فقیر خلق خدا سے بے پرواہ ہوتا ہے کیونکہ اُسے خود خدا کی خبر نہیں ہوتی (یعنی ذاتِ بحت اور مقام لاتعین میں اس قدر محو ہوتا ہے کہ وہاں نہ اسم کی گنجائش نہ صفت کی نہ ظرف کی نہ اشارہ کی۔ صوفیہ کی اصطلاح میں اس مقام کو تفرید کے نام سے موسوم کرتے ہیں)

بیت ؎ ہر آں کو در خدا گم شد خدا نیست
چرا کہ جُز خداوند خدا نیست

جو کوئی خدا میں گم ہوا خدا نہیں ہے کیونکہ خدا تعالےٰ کے سوا کوئی خدا نہیں۔

پس بندہ خدا نہیں ہوتا لیکن اس مقام پر پہنچ جاتا ہے کہ خدا کے سوا کچھ نہیں :

بیت ؎ بندہ جائے رسد کہ محو شود
بعد زاں کار جُز خدائے نیست

بندہ اس جگہ پہنچ جاتا ہے کہ محو ہو جاتا ہے اور پھر خدا کے سوا کچھ نہیں ہوتا۔

لیکن میری بات کس طرح کسی کی سمجھ میں آسکتی ہے کیونکہ اپنے شورِ وقت (غلبۂ حال) کی وجہ سے مجھے یہ معلوم نہیں کہ کیا کہہ رہا ہوں اور کہاں پڑا ہوا ہوں :

بیت ؎ رسیدم من بہ دریائے کہ موجش آدمی خوار است
نہ کشتی اندر آں دریا نہ ملاحے عجب کار است

میں اس دریائے بے کنار میں پہنچ گیا ہوں کہ جس کی امواج آدم خور ہیں لیکن طرفہ تماشا یہ کہ کشتی ہے نہ ملاح۔

فَاِنَّ الْفَقْرَ بَحْرٌ عَمِيْقٌ لاساحل — فقر ایک گہرا سمندر ہے جس کا کوئی کنارہ نہیں۔

---

ا؎ : ظاہری لغت میں فقر کے معنی ہیں مال و دولت کا نہ ہونا اور باطن میں فقر سے اپنے وجود اور ذات و صفات کی نیستی مراد ہے

یہی وجہ تھی کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے فقر اختیار کیا اور آپ کے دندان مبارک شہید کئے گئے لیکن پھر بھی تسکین نہ ہوئی تو فرمایا : یَا لَیْتَ رَبَّ مُحَمَّدٍ لَمْ یَخْلُقْ مُحَمَّدًا

کاش کہ محمد کا رب محمد کو پیدا نہ کرتا۔

اِنَّ اِبْرَاهِیْمَ لَاَوَّاهٌ حَلِیْمٌ

بے شک ابراہیمؑ بہت بردبار تھے۔

اس سے یہی مراد ہے :

یَا نَارُ کُوْنِیْ بَرْدًا وَّ سَلَامًا

اے آگ ٹھنڈی ہو جا اور سلامتی بن جا ابراہیم کیلئے

یہاں آگ سے مراد ان کے فقر کی آگ ہے۔ فقر دوستوں کے لئے بوستان ہے بلکہ راحتِ جان اور سلامتی دو جہاں ہے۔ جب یہ آگ ٹھنڈی ہوتی ہے تو وصل حبیب کا لطف حاصل ہوتا ہے لیکن جب اس میں جوش آتا ہے تو اس کی شدت کی حد نہیں رہتی اور وجود کو جلا کر خاکستر کر دیتی ہے۔ اور عدم محض لازم آتا ہے :

ولا یجوز فان فیہ عدم الربوبیۃ لان فیہ حقیقۃ الاحدیۃ فالعبد عبد والحق حق والفقر سر والوجود واحد لیس التعدد ولا تکثر فیہ قط۔

اور نہیں جائز پس بے شک اس میں عدم ربوبیت ہے کیونکہ اس میں وحدانیت کی حقیقت ہے پس بندہ بندہ ہے اور حق حق ہے اور فقر راز ہے۔ اور وجود واحد ہے جس میں کثرت بالکل نہیں۔

جوں جوں فقر میں ترقی ہوتی ہے توحید راسخ ہوتی جاتی ہے :

ولا غایۃ لہ فلا غایۃ للعبد ولا للحق ولا للفقر ولا للوجود البحت لا تدرکہ الابصار وھو یدرک الابصار فاعرف والظاہر ظاہر۔ (اس کی کوئی انتہا نہیں اور بندہ، حق، فقر، وجود کی کوئی انتہا نہیں۔ اس کو کوئی آنکھ نہیں پا سکتی اور وہ ہر آنکھ کو پا سکتا ہے)۔

پس اس کی کوئی انتہا نہیں۔ نہ عبد کی کوئی غایت ہے نہ حق کی، نہ فقر کی، نہ وجود بحت (ذات بحت) کی۔ قرآن ناطق ہے کہ اللہ کو کوئی آنکھ نہیں دیکھ سکتی بلکہ وہ آنکھ کو دیکھتا ہے پس جاننا چاہیئے کہ ظاہر ظاہر ہے۔

اگر درویش بے چارہ فقر کا راز ظاہر کرے تو رسوا ہو جائے کیونکہ فقر کا راز خدا کا راز ہے اگر ظاہر ہو جائے تو خواری ہے اگر پوشیدہ رکھا جائے تو موجب ہلاکت ہے کیونکہ پوشیدہ رکھنا ناممکن ہے۔ پس بے چارہ کہاں جائے اور کس چیز سے تسکین حاصل کرے۔ سوائے اس کے کہ :

اِنِّی مَسَّنِیَ الضُّرُّ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرَّاحِمِیْنَ

(مجھے تکلیف پہنچی ہے اور تو ارحم الراحمین ہے)

عاقبت محمود باد۔

---

## مکتوب ۱۱۶

بجانب شیخ جلال تھانیسریؒ ، مندرجہ ذیل سوالات کے جواب میں ،
(۱) شغل باطن اور اس کی شرائط (۲) غیر حق کے ساتھ دل کی محویت
(۳) شغل حق کا شغل تدریس پر مقدم ہونا۔

حق حق حق !

..... آپ کا خط ملا جس سے آپ کی ہمت بلند اور کمال قرب ظاہر ہے۔ یہ دیکھ کر دل کو راحت ہوئی۔

### شغل باطن

یہ جو آپ نے لکھا ہے کہ ذکر باطن شرائط کے ساتھ ایک سانس میں دو بست

(چالیس یا دو سو بیس) بلکہ اس سے زیادہ ہو جاتا ہے لیکن اس سے محبت حاصل نہیں ہوتی نہ ظاہری احساس ہوتا ہے بلکہ حضور مشاہدہ میں استغراق طاری ہو جاتا ہے اور استقامت حاصل ہوتی ہے۔

اے بھائی! جاننا چاہیئے کہ یہ بات مواہب الٰہی (نعمتِ خداداد) اور جد و جہد کا نتیجہ ہے لیکن یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ نعمتِ خداداد انسان کی کوشش کا نتیجہ نہیں ہوتی (یعنی فضلِ ربّی علیحدہ چیز ہے اور کوشش سے جو چیز حاصل ہو وہ علیحدہ چیز ہے۔ مطلب یہ کہ نعمت دو طرح کی ہوتی ہے ایک وہبی (خداداد) ایک کسبی (جو کوشش سے حاصل ہو) :

بیت ؎ من مے جویم و دگراں مے جویند
تا دوست کرا خواہد و میلش بکدام است

میں جستجو کرتا ہوں اور دوسرے لوگ بھی جستجو کرتے ہیں۔ معلوم نہیں دوست کسے چاہتا ہے اور کس کی طرف راغب ہے مطلب یہ کہ دوست کے قرب کے لئے ہر شخص کوشش کرتا ہے لیکن بہرہ مند وہی ہوتا ہے جسے دوست پسند کرے۔

لیکن اس کے باوجود مجاہدہ موجب مشاہدہ ہے اور مشاہدہ ثمرۂ مجاہدہ ہے بفضلہٖ و عونہٖ (اللہ کے فضل و کرم سے) وَكَذَٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ

اور اسی طرح ہم مجاہدہ کرنے والوں کو ان کی محنت کا معاوضہ دیتے ہیں۔

بس خونِ دل پیئے جاؤ اور جان پر کھیلتے رہو وقت آنے پر فتح یاب ہو جائے گا اور دل حق کے ساتھ قرار پکڑنے لگے گا اور غیر کا وجود ختم ہو جائے گا۔ بس کامیابی کا راز ذکرِ دوام با حضور اُنس تمام میں ہے۔ (یعنی مکمل اُنس و محبت کے ساتھ ذکرِ الٰہی میں مشغول رہنا) :

أَلَا بِذِكْرِ اللَّهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوبُ اللہ کے ذکر میں اطمینان قلب ہے۔

یہ ایک حقیقت ہے جو کبھی خطا نہیں کرتی۔ بفضلہٖ تعالٰے۔

مصرعہ ؎ کہ زد ایں در کہ بر و نکشود

کون ہے جو یہ دروازہ کھٹکھٹائے اور اس پر در نہ کھلے یعنی ضرور کھلتا ہے۔

اے بھائی! اگر کوئی شخص سو سال اس کام میں جان سوزی اور جہاں بازی کرے اور دولت وصل حاصل ہو جائے تو غنیمت جاننا چاہیئے۔ یہ فقیر تو یہ کہتا ہے کہ:

## رُباعی

تا نشود مغز سر زیر پائے! کے برسد کس بہ در کبریا!
ہم برسی نیز اگر احمدی سہل شدہ رنج تو مرحبا!

جب تک مغز سر پاؤں کے نیچے نہ آ جائے یعنی سر کو قدم بنا کر راہ دوست میں نہ چلے دوست کے در دولت تک کیسے رسائی ہو۔ اسے احمد تو بھی پہنچ جائے گا۔ خدا کے فضل سے تمھاری محنت بارور ہوئی ہے اور تیرا رنج راحت میں تبدیل ہو گیا ہے۔

پس شرائط ذکر میں پورا اہتمام کرنا چاہیئے (یعنی تمام شرائط کو ملحوظ رکھ کر ذکر میں مشغول رہنا چاہیئے) تا کہ کشائش حاصل ہو اور مطلوب تک رسائی ہو۔ ذکر کی ایک شرط مد ذکر ہے۔ قاری لوگ قرآن کی تلاوت میں مد پنج الفی ملحوظ رکھتے ہیں اور عارفین ذکر میں اس سے بھی زیادہ کرتے ہیں (مد پنج الفی کا مطلب یہ ہے کہ ذکر کو اس قدر لمبا کیا جائے کہ پانچ الف کہنے کے برابر وقت لگ جائے)۔ اور ذوق اور حضور میں جس قدر بے شعوری، محویت اور بے خودی حاصل ہو اُسے اُنے دے اور جس قدر ذوق و شوق حاصل ہو مد میں مستغرق رہنا چاہیئے (یعنی ذکر کو لمبا کرنے میں مستغرق ہو جانا) لفظ اللہ کی مد کو اس طرح کھینچنا چاہیئے جیسے کوئی دردمند پکار رہا ہے۔ اس سے جذبۂ ربانی آتا ہے اور محو اور مستغرق کر دیتا ہے بفضلہ تعالیٰ۔ جیسا کہ صاحب عوارف المعارف (حضرت شیخ الشیوخ شہاب الدین عمر سہروردی قدس سرہٗ) فرماتے ہیں:

قد یغیب فی الذکر من کمال انسہ وحلاوۃ ذکرہ حتی فی غیبۃ فی الذکر بالنار وایضاً نیہ اذا غاب الصادق فی ذکر اللہ تعالیٰ حتی یغیب عن المحسوس بحیث لو دخل علیہ احد من الناس لا یعلم بہ۔

(کمال انسانیت اور حلاوت ذکر میں ہے جب ذاکر اللہ کے ذکر
میں مشغول ہوتا ہے تو محسوسات سے بھی بے پرواہ ہو جاتا ہے۔ حتیٰ کہ
کوئی ایک اس پر داخل ہو تو اس کو معلوم
نہیں ہوتا)۔

چنانچہ بعض یارانِ صادق[1] سے بھی یہی کوائف سننے میں آئے ہیں۔

یاد رہے کہ نعمت نصیب والے کو ضرور ملتی ہے اور بدبخت سے کوسوں دور بھاگتی ہے۔
صاحبِ نصیب کے راستے میں ایک تنکا بھی حائل نہیں ہوتا لیکن بدنصیب کی راہ میں سو پہاڑ حائل ہوتے
ہیں، اسی فکر میں انبیاءؑ اور اولیاء کرام کے جگر پانی اور دل جل کر کباب ہوتے ہیں اور خاکِ حسرت و ندامت
ہمیشہ ان کے سروں میں رہتی ہے:

بیت ~ بہائے یک سرِ مویت دو عالم مے دہد سلیماں
ہنوز اگر بدست آید متاع رائگاں باشد

محبوب کی زلف کے ایک بال کے عوض حضرت سلیمانؑ جیسے مقتدر سلاطین دو جہاں پیش
کرتے ہیں اور پھر بھی اگر یہ دولت مل جائے تو ارزاں سمجھتے ہیں۔

اور یہ فقیر کہتا ہے:

دوہڑہ ~ یہ جگ وہ جگ دیون تس تن من اتھ بھنڈرا
سائیں کے ری سیس کا جو کہر آدمی بار!

---

[1] یارانِ صادق سے مُراد شیخ عبدالستار سہارنپوریؒ، شیخ سلطان بہاریؒ، شیخ منور لکھنوتیؒ، شیخ سرہندی اور شیخ خاں جونپوری اور سید احمد ملتانی ہے۔

## محویتِ دل از غیر حق

اور یہ جو آپ نے دریافت کیا ہے کہ محویت اور فنائے دل سے کیا مُراد ہے آیا غیر حق سے فنائے دل مُراد ہے یا حس ظاہری سے ۔

**جواب :** اے بھائی ! دونوں باتیں صحیح ہیں۔ بعض اوقات حس ظاہری سے محو اور بے خبر ہو جانا غلبۂ حال کی وجہ سے ہوتا ہے جس سے انوار و اسرار کا دروازہ کھل جاتا ہے جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے۔ شیخ لقمان سرخسیؒ عالم محویت میں چالیس سال تک ایک تحریمہ میں کھڑے رہے تھے لیکن قیام کو ہاتھ سے نہ جانے دیا۔ یہ طاعت میں استقامت کی وجہ سے تھا پس محویت دل بعض حضرات کو دائمی تھی اور بعض لوگ کبھی کبھی مستغرق ہو جاتے تھے۔ ہمارے شیخ قطب عالم شیخ احمد عبدالحق پر دائمی طور پر رات دن قرب کمال کی وجہ سے یہ حالت طاری رہتی تھی۔ لیکن آپ کو اس محویت میں ہوشیاری بھی رہتی تھی۔ چنانچہ روایت ہے کہ حضرتِ مخدومؒ نے چالیس یا پچاس سال تک جامع مسجد میں نمازِ جمعہ ادا کی اور ہر بار یہی پوچھتے تھے کہ جامع مسجد کہاں ہے جب آپ مسجد کی طرف جاتے تھے تو ایک آدمی آگے چلتا تھا اور آواز بلند سے اسم حق حق کہتا جاتا تھا۔ آپ اس آواز کے پیچھے پیچھے چلتے رہتے تھے۔ آپ اپنی مجلس میں اپنے دوستوں سے دریافت کرتے تھے کہ تم کون ہو جب وہ لوگ اپنا نام بتاتے تھے تو آپ فرماتے تھے کہ اچھا تم تو ہمارے ہو۔ لیکن اس کے بعد بھی دریافت فرماتے رہتے تھے ۔

روایت ہے کہ ایک دفعہ شیخ فتح اللہ اودھی قدس سرہٗ تین دن سماع میں مستغرق رہے لیکن پنجگانہ نماز باقاعدگی سے ادا کرتے رہے ۔ فراغت کے بعد جب احباب نے عرض کیا کہ تین دن گذر چکے ہیں تو آپ نے دریافت کیا کہ کیا نماز ادا ہوتی رہی ہے انھوں نے کہا جی ہاں، ادا ہوتی رہی ہے۔ لیکن آپ کو تسکین نہ ہوئی اور اپنے خلیفہ شیخ محمد عیسٰے سے دریافت کرایا کہ کیا یہ نماز جائز ہے یا نہیں۔ انھوں نے لکھا کہ درحقیقت نماز یہی نماز ہے جو حضرتِ مخدوم نے ادا کی ہے لیکن شرع شریف کی خاطر احتیاطاً دوبارہ پڑھ لینی چاہئے ۔

میں نے اپنے شیخ شیخ الاسلام عالم ربانی واصل سبحانی شیخ بن حکیم اودھیؒ سے سنا ہے کہ ایک بزرگ (سپید باقی اسمہ سدھی) نماز میں تھے لیکن انھیں نماز کی کچھ خبر نہ تھی چنانچہ سب لوگ نماز سے فارغ ہو کر چلے گئے اور وہ اسی طرح کھڑے رہے۔ جب کسی نے پوچھا تو انھوں نے فرمایا کہ میں اس فکر میں تھا کہ میں خداتعالےٰ کو دیکھ رہا ہوں۔

اسی طرح آپ پر اکثر یہ حالت طاری ہو جاتی تھی اور آپ لوگوں کی نظروں سے غیب ہو جاتے تھے۔

عوارف المعارف میں لکھا ہے کہ آپ سے بعض نمازی پوچھتے تھے کہ آپ کو نماز میں غیر اللہ کا خطرہ (خیال) دل میں آتا ہے یا نہیں۔ آپ نے فرمایا نہ نماز میں غیر اللہ کا خیال آتا ہے نہ نماز سے باہر کیونکہ اگر نماز سے باہر غیر اللہ کا خیال آئے تو نماز میں ضرور آتا ہے۔ روایت ہے کہ امام جنیدؒ اپنی خلوت میں تیس سال تک غیر اللہ کے خیال سے محفوظ رہے اور عشا کے وضو سے صبح کی نماز ادا کرتے رہے۔ اسی طرح حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو نماز میں اپنی خبر نہیں رہتی ہے۔ ایک دفعہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ خانہ کعبہ کا طواف کر رہے تھے کہ حضرت عثمانؓ نے آکر سلام کیا۔ حضرت عبداللہ بے خود تھے انھوں نے سلام کا جواب نہ دیا۔ جب بعد میں اس بات کا تذکرہ ہوا تو انھوں نے فرمایا:

كُنَّا نَرَى اللّٰهَ فِي ذَالِكَ الْمَكَانِ — ہم اس مکان میں اللہ کو دیکھ رہے تھے۔

اسی طرح جب امام جنیدؒ نے امام شبلیؒ سے کہا کہ جو راز و رموز ہم خلوت میں بیان کرتے ہیں تم برسرِ منبر کہہ دیتے ہو، تو انھوں نے کہا، اے امام! میں خود کہتا ہوں اور خود سنتا ہوں:

وَهَلْ فِي الدَّارَيْنِ غَيْرِي — میرے سوا دارین میں کون ہے۔

اگرچہ خود کہتے تھے اور خود سنتے تھے لیکن آپ کا دل حق تعالےٰ کے ساتھ اس قدر پیوست تھا کہ خدا کے سوا کچھ نہیں دیکھتے تھے۔ سبحان اللہ! کیسے لوگ ہیں کہ اپنے خدا کے ساتھ اس قدر مستغرق ہیں کہ ان کے نزدیک غیر کا وجود ہی باقی نہیں رہتا۔ پس اگر یہ لوگ اَنَا الْحَق یا سُبْحَانِي مَا اَعْظَمُ شَانِي کا نعرہ لگائیں تو روا ہے۔ اگر تجھے دلیل چاہیے تو دلیل یہ ہے کہ حق تعالےٰ کلام میں پاک میں فرماتے ہیں:

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی

رسولِ خدا جو بات کرتے ہیں اپنے نفس کی خواہش سے نہیں کہتے بلکہ ان کو وحیِ حق تعالیٰ ہوتی ہے

حدیث شریف میں آیا ہے کہ :

الحق ینطق علیٰ لسان العمر فاینما دامی فالحق معه

عمرؓ کی زبان سے حق تعالیٰ کلام فرماتے ہیں اور جہاں کہیں وہ ہوں حق تعالیٰ اس کے ساتھ ہوتے ہیں۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں :

وَاللّٰهِ لَا اَعْبُدُ رَبًّا مَا لَمْ اَرَهُ

اللہ کی قسم اپنے رب کی عبادت نہیں کرتا جس کو دیکھ نہیں لیتا۔

ہیہات! ہیہات! یہ کیا نور ہے اور کیا حضوری ہے کیا کمال اور کیا جمال ہے نیز حق تعالیٰ نے خود فرمایا ہے :

یَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَیْدِیْهِمْ

جب لوگوں نے آپؐ کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر بیعت کی تو اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں پر تھا۔

نیز قرآن مجید میں آیا ہے :

مَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰی

اے پیغمبر خدا! جب تم نے دشمنوں کی طرف مٹی پھینکی تو تم نے نہیں پھینکی بلکہ اللہ نے پھینکی۔

پس اے برادر! تیرے سوا تیری راہ میں اور کوئی پردہ حائل نہیں۔ جب تیری خودی درمیان سے اٹھ جائے گی اور تو درمیان میں نہیں رہے گا تو حق تعالیٰ کے سوا تو کچھ نہیں دیکھے گا اور کچھ نہ جانے گا :

بیت ؎

تا تو مے باشی عدو بینی ہمہ

چوں شوی فانی احد بینی ہمہ

جب تک تو ہے کثرت سے واسطہ رہے گا۔ جب تو فنا ہو جائے گا تو ہر جگہ حق تعالیٰ

کا مشاہدہ کرے گا۔

اور یہ بات ذکر سے حاصل ہوتی ہے۔ کثرتِ ذکر سے صحنِ دل پاک وصاف ہو جاتا ہے اور حق کے سوا کچھ باقی نہیں رہتا۔ سب حجاب اٹھ جاتے ہیں اور جمالِ ازلی سامنے آجاتا ہے:

بیت ؎ چوں نماند در دل از اغیار نام
پردہ از محبوب برخیزد تمام

جب دل سے غیر کا نام ونشان مٹ جاتا ہے تو دوست کے رُخ انور سے پوری طرح پردہ اٹھ جاتا ہے۔

پس اس کام میں جان پر کھیل جانا چاہئے اور اپنے آپ سے باہر آکر صحرا الامکان میں قدم رکھنا چاہئے۔

بیت ؎ محو باید بود در ہر دو سرائے
پائے از سر ناپدید و سر ز پا

دونوں جہانوں میں ایسا محو ہو جانا چاہیئے کہ نہ سر کا پاؤں سے پتہ چلے نہ پاؤں کا سر سے۔

جاننا چاہیئے کہ جب تک خودی کا ذرہ بھر بھی باقی ہے جس قدر ظاہری و باطنی ذکر کرے گا دوست سے دُور اور اپنی خودی میں مغرور رہے گا:

بیت ؎ نیست کن ہرچہ راہ ورائے بود
تا دلت خانۂ خدائے بود

اپنا سب کچھ ختم کردے تاکہ تیرا دل خانۂ خدا بن جائے۔

اور یہ کام کمالِ ایمان سے بنتا ہے ایمان کے بغیر اس کوچے میں قدم نہیں رکھا جاسکتا اور ایمان کے بغیر اس خونخوار بیابان کو طے نہیں کیا جاسکتا۔ اور ایمان کے بغیر خدا تک رسائی ناممکن ہے[1] اور توحید

---

[1] وہ ایمان کیا ہے۔ وہ ایمان یہ ہے کہ جس میں شرک جلی وخفی نہ ہو۔ امام جنید فرماتے ہیں کہ: ایماننا هذا اصل کثیراً

کو چشمِ ایمان کے بغیر نہیں دیکھا جاسکتا۔ پس ذکرِ حق کے وقت ایمان اس مقام پر پہنچا دیتا ہے کہ دوئی اور توئی (تیرا ہونا) باقی نہیں رہتی۔ اور آدمی عقل کی قید سے آزاد ہو کر اوپر پرواز کرتا ہے۔ عقل کا تو یہ حال ہے کہ عالم کون (ظاہری دنیا) کے سوا کچھ نہیں دیکھتی۔ لیکن ایمان کون و مکان سے گذر کر رویتِ حق حاصل کرلیتا ہے:

بیت ؎ در دوئی عقل راست پیچا پیچ

چشمِ ایمان دوئی نہ بیند ہیچ

دوئی میں یعنی مقامِ کثرت میں عقل قسم وقسم کے پیچیدہ مسائل میں گرفتار رہتی ہے لیکن ایمان کی آنکھ سے دیکھا جائے تو خود دوئی ہی مٹ جاتی ہے۔

## شغلِ حق اور شغلِ تدریس میں کونسا شغل مقدم ہے

یہ جو آپ نے دریافت کیا ہے کہ کبھی یہ خیال آتا ہے کہ کچھ عرصہ کے لئے درس وتدریس میں مشغول ہو کر اساتذہ کی امانت مستحقین اور طالبینِ علم تک پہنچا دوں کیونکہ بعض طالب علم ہوشیار ہوتے ہیں جلدی علم میں کمال حاصل کرلیتے ہیں اور اس کے بعد یکسوئی سے شغلِ حق میں مشغول ہو جاؤں اور کبھی یہ خیال آتا ہے کہ پہلے چند سال شغلِ حق میں مشغول ہو جاؤں اور ضروری حاجات کے سوا حجرہ کا دروازہ نہ کھولوں۔

عزیزِ من! قطبِ وقت شیخ الاسلام شیخ خواجگی سدھوری قدس سرہ سے سنا ہے کہ ایک دفعہ امام غزالیؒ کے دل میں دو خطرات وارد ہوئے ایک یہ کہ علم کو خلقِ خدا تک پہنچایا جائے اور اس خطرہ کو انھوں نے خطرۂ شیطانی کہا ہے اور دوسرا خطرہ (خیال) یہ تھا کہ سب سے قطع تعلق کر کے خدا کے ساتھ مشغول ہو جانا چاہیئے اور اس خطرہ کو انھوں نے خطرۂ رحمانی کے نام سے موسوم کیا ہے۔ اس کشمکش میں چھ ماہ گذر گئے اور خطرۂ رحمانی نے خطرہ شیطانی پر فتح حاصل کرلی۔ اور خطرۂ شیطانی نیست و نابود ہوگیا۔ اور امام غزالی نے اٹھ کر بیابان میں گوشۂ عزلت اختیار کرلیا۔ اور طلبِ حق میں مشغول ہوگئے۔ آپ دس سال تک بیت المقدس کے نواح میں بے آب وطعام مجاہدہ میں مشغول رہے

اور بے حد کمزور ہو گئے وہاں کے لوگ دیکھ کر کہتے تھے کہ اس بے چارے کے اندر کوئی زخم ہے جس کی وجہ سے کچھ کھا پی نہیں سکتا۔ آخر وہ ایک یہودی طبیب کو آپ کے پاس لائے۔ طبیب نے نبض دیکھ کر کہا کہ اگر یہ مسافر صحیح بات بتا دے تو اس کی بیماری کا علاج فوراً ہو سکتا ہے لوگوں نے پوچھا اے مسافر کیا تو سچ سچ بتا دے گا۔ امام تو زمانے کے صدیق تھے انھوں نے کہا میں سچ ہی بولتا ہوں جھوٹ کبھی نہیں بولا۔ طبیب نے کہا یہ غمِ آخرت میں مبتلا ہے جس کی وجہ سے آب و طعام کے نزدیک نہیں جاتا۔ لوگوں نے پوچھا" اے مسافر! کیا یہ بات درست ہے کہ امام نے مجبوراً فرمایا کہ بالکل درست ہے۔ جونہی امام نے یہ بات کہی دنیا میں شور و غل برپا ہو گیا اور وہ یہودی طبیب بھی مسلمان ہو گیا۔ یہ ہے شغلِ حق کا جمال اور کمال۔ اے عزیز! طلبِ حق میں غیرِ حق کو ترک کر دینا چاہیے:

وَمَا شَغَلَكَ عَنِ الْحَقِّ فَهُوَ طَاغُوتُكَ

جو چیز تجھے حق تعالےٰ سے باز رکھے وہی تیرا شیطان ہے۔

او علم نمے شنید لب بر بستیم
او عقل نمے خرید دیوانہ شدیم

اُسے علم کی ضرورت نہ تھی اس لئے ہم نے اپنے ہونٹ بند کر دیئے یعنی خاموش ہو گئے۔
اُسے عقل کی ضرورت نہ تھی اس لئے ہم دیوانہ ہو گئے۔

پس جان پر کھیل جاؤ اور خونِ دل پیو اور سوز و گداز میں جلتے رہو۔ کسی نے خوب کہا ہے:

بیت ؎ ہر چہ جز حق بسوز غارت کن
ہر چہ جز دیں از و طہارت کن

جو کچھ اللہ کے سوا ہے سب جلا دے اور تباہ کر دے۔ اور جو کچھ دینِ متین کے علاوہ ہے اس سے طہارت کر یعنی چھوڑ دے۔

اللہ تعالےٰ تجھے اور ہم سب کو عاقبتِ خیر کی دولت عطا فرمائے۔ آمین۔

---

## مکتوب ۱۱

بجانب ہیبت خاں سروانی۔ در اختلاف مراتب خواب۔

حق حق حق!

سلام علیکم چو در خاطری

گر از چشم دوری بدل حاضری

سلام ہو تجھ پر اگرچہ آنکھوں سے دور ہو دل میں موجود ہو۔

... المقصود ھو اللہ ولا مقصود سواہ والمطلوب والموجود ھو لاھو الاھو۔

مقصود صرف وہی اللہ ہے اور اس کے سوا کوئی مقصود نہیں اور وہی ہے مطلوب اور موجود اور اس کے سوا کوئی نہیں۔

آپ کا خط خواجہ شہاب الدین کے ذریعے موصول ہوا، اور مضمون سے آگاہی ہوئی۔ واضح باد کہ یہ ضعیف آں عزیز کو دل سے چاہتا ہے لیکن کرامت کا کوئی گمان اس کے (حضرت شیخ کے) دل میں نہیں ہے نہ حالِ غیب سے واقف ہے نہ غیب کی بات سمجھتا ہے۔ اب تقریباً پچاس سال گذر چکے ہیں، بال سفید ہو گئے ہیں۔ سر میں خاک ڈال کر سجدے کرتا ہے اور منہ زمین پر رگڑتا ہے لیکن کوئی فضیلت حاصل نہیں۔ اور کچھ معلوم نہیں کہ آگے کیا حشر ہو گا۔ پس اس تباہ حال کا حال یہ ہے:

بیت ؎ سودہ گشت از سجدۂ راہِ بناں پیشانیم

چند خود را تہمتِ دین مسلمانی نہم

غیر اللہ کو سجدے کر کر کے میری پیشانی گھس گئی ہے اب مسلمان ہونے کا کیسے دعوٰہ کروں۔

دل کی آلودگی اور ناشائستگی کی وجہ سے دوست کا نام لینے کے لائق بھی نہیں ہوں۔ اور کیا بات کر سکتا

ہوں ۔ یہ حال تو اب ہے معلوم نہیں کل قیامت کو کیا پیش آئے گا :

بیت ؎ ہزار بار بشویم دہاں بہ مشک و گلاب

ہنوز نام تو گفتن کمال بے ادبی است

(میں نے ہزار بار منہ کو مشک و گلاب سے دھویا پھر بھی تیرا نام لینا کمال بے ادبی ہے)

عزیز من ! انبیاء اور اولیاء جو اس جہاں سے رحلت کر گئے ہیں ان کے جسم زمین کے نیچے قعر مذلت میں پڑے ہوئے ہیں ۔ اور ان کے ارواح مقدس آخرت میں مقامِ علیین میں ہیں ۔ یہ بدحال دنیا میں ہزار معصیت اور بے ہودگی میں آلودہ ان بزرگان کے متعلق کیا جانتا ہے یا آخرت کے متعلق کچھ کہے ۔ کیونکہ آخرت کی کیفیت اس طرح نہیں ہے جیسا کہ لوگوں کا اس کے متعلق گمان ہے اہلِ آخرت جانتے ہیں کہ حق سبحانہ و تعالٰے کے جلال و عظمت کی وجہ سے ان کے ساتھ کیا گذری ہے ۔

## حقیقتِ خواب

خواب کا شرع میں کوئی اعتبار نہیں خواہ وہ خواب اچھا ہی کیوں نہ ہو کیونکہ اگر کوئی شخص کسی اور شخص کو خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے قرضِ حسنہ دے تو بیداری کے وقت اس قرض کا ادا کرنا واجب نہیں ہوتا ۔ اور آخرت میں بھی اس کا کوئی فائدہ نہیں کیونکہ فائدہ صرف یہی ہے کہ اسے القائے شیطانی نہیں بلکہ القائے ملکی ہے ۔ اور اس سے کوئی حکم قائم نہیں ہوتا ۔ نیز ہر شخص کا مشاہدہ اس کے اپنے مرتبے کے مطابق ہوتا ہے ۔ پہلے آدمی اپنے آپ کو لوثِ دنیا سے بالکل پاک کرے اور اپنا مرتبہ پہچانے کہ اُس کا مقام "سیر" ہے یا "طیر" ۔ سیر یہ ہے کہ سالک کشف و کرامات دیکھتا ہوا آگے ترقی کرے طیر یہ ہے کہ آنکھیں بند ہوں اور آگے بڑھتا رہے ۔ اہلِ اللہ کے نزدیک سیر سے طیر افضل ہے ) ۔ سالک کو یہ جاننا چاہئے کہ مطیع ہے یا عاصی (شریعت کا پابند ہے یا آزاد ہے ) ، محجوب ہے مکشوف (یعنی اس کے لئے دروازۂ کشف و کرامات بند ہے یا کھلا ) ۔ اس کے بعد خواب اہلِ اللہ کے سامنے بیان کرے کیونکہ یہ لوگ اشاراتِ غیب سے واقف ہوتے ہیں اور صحیح تعبیر بتا سکتے ہیں اور یہ مقام حضرت یوسف علیہ السلام کا ہے ۔ جنھوں

نے فرمایا: وَعَلَّمْتَنِیْ مِنْ تَاْوِیْلِ الْاَحَادِیْثِ

مجھے اللہ تعالیٰ نے خواب کی تعبیر بتائی۔

اس کے علاوہ سب گمراہی ہے۔ پس یہ قاعدہ مضبوط پکڑ لینا چاہیئے تاکہ فلاح حاصل ہو۔ ورنہ گمراہی کے صحرا میں سوائے ہلاکت کے کچھ حاصل نہیں۔ خدا اس سے پناہ دے۔

بیت ؎ از نکتۂ مقصود نشد فہم حدیثے

لا دین بولا دنیا بے کار بماندیم

مقصود میں سے کچھ حاصل نہ ہو سکا نہ دین ہاتھ آیا نہ دنیا بس ہم بے کار رہ گئے۔

عزیز من! ایک دفعہ حضرت عمر ابن خطاب رضی اللہ عنہ نے کہ جن سے شیطان دور بھاگتا تھا۔ اپنا خواب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بیان کیا۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ بھی موجود تھے۔ صدیق اکبرؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) اگر اجازت ہو تو اس خواب کی تعبیر میں بیان کروں۔ آنحضرتؐ نے اجازت دے دی۔ جب صدیق اکبرؓ نے خواب کی تعبیر بیان کی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

یَا اَبَا بَکْرٍ اَصَبْتَ بَعْضًا وَّاَخْطَأْتَ بَعْضًا اے ابوبکر کچھ صحیح کہا ہے اور کچھ غلط۔

عزیز من! یہ تنبیہ کا مقام ہے کہ حضرت عمرؓ جیسا شخص جن کے حق میں فرمایا گیا کہ:

اَیْنَمَا دَارَ عُمَرُ فَالْحَقُّ مَعَهٗ

خواب کی تعبیر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کرتے ہیں اور اپنے اوپر بھروسہ نہیں کرتے۔ اور صدیق اکبرؓ جیسے جوان مرد نے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت سے تعبیر دی لیکن غلطی کھائی اور مکمل خواب کی تعبیر صحیح نہ بتا سکے کسی دوسرے کی کیا مجال ہے کہ شوکوری (نابینا ہونا) اور ہزار آلودگی کے باوجود اپنے اوپر بھروسہ کرے اور خواب کی تعبیر بیان کرنے کی جسارت کرے۔ اس سے گریز کرنا چاہیئے کیونکہ یہ جہالت ہے اور دین میں خلل واقع ہوتا ہے۔ اور جہال (جمع جاہل) کے لئے خواری اس وجہ سے ہے کہ ہوتے تو بے خبر ہیں اور دعوے کرتے ہیں کشف و کرامت کا۔

اپنے آپ کو واصل اور کامل سمجھتے ہیں اور یہ نہیں جانتے کہ شیطان کو خوش کر رہے ہیں۔ اللہ تعالے اس سے پناہ دے۔ عزیز من! ہم جیسے تباہ حال اور اسیرانِ نفس کے خواب اگرچہ بظاہر شیطانی نہیں ہوتے۔ لیکن حقیقت میں حیرانی، سرگردانی، ظلماتی اور نادانی سے بھرپور ہوتے ہیں:

بیت ؎ خواجہ پندارد کہ مردِ کاملم
حاصلِ خواجہ بجز پندار نیست

خواجہ سمجھتا ہے کہ میں کامل بزرگ ہوں حقیقت یہ ہے کہ اُسے سوائے تکبّر کے کچھ حاصل نہیں۔

اگر کوئی فی الواقع خواب کی تعبیر دے تو اُسے محمد بن سیرینؒ جیسی تعبیر دینی چاہئے۔ میں نے قطبِ عالم حضرت شیخ خواجگی سدھوریؒ کی زبانِ مبارک سے سنا ہے اور انھوں نے شیخ المشائخ علام الوری قدوۃ النقی شیخ بڈھنؒ سے سنا ہے اور انھوں نے اپنے شیخ قطب الاقطاب شیخ محمد عیسےٰؒ سے سنا ہے کہ خواب کی تعبیر حضرت مخدوم شیخ شرف الدین منیریؒ پر ختم ہوگئی۔ عزیز من! طالب حق کو اس سے پرہیز کرنا چاہیئے۔ کیونکہ دل کی جو حالت بیداری میں ہوتی ہے وہی خواب میں ظاہر ہوتی ہے۔ دل کا تفرقہ خواب میں ضرور ظاہر ہوتا ہے خدا کی قسم اگر خواب یا بیداری میں دنیا کی محبت کا ذرہ بھر بھی دل میں موجود ہے تو راہِ حق ذرہ بھر میسر نہیں آتا۔ ہم جیسے تباہ حال لوگوں کو یہ دولت کہاں نصیب ہوتی ہے کیونکہ یہ صحرائے غیب ہے اور اہلِ غیب ہی کا حصہ ہے۔ ہمارے لئے یہی دولت کافی ہے کہ ایمان کی فکر کریں کیونکہ شیطان لعین نے دولتِ ایمان برباد کرنے کی قسم کھائی ہے۔

فَبِعِزَّتِكَ لَاُغْوِيَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ

شیطان نے کہا تیری عزت کی قسم میں سب لوگوں کو گمراہ کروں گا۔

بیت ؎ در گور بریم از گیسوئے تو تارے
تا سایہ کند بر سرِ من روزِ قیامت

اے محبوب! تیری زلف میں سے ایک بال اپنے ساتھ قبر میں لے جاؤں گا تو قیامت کے

دن میرے سر پر سایہ افگن ہو گا۔

---

## مکتوب ۱۱۸

### بجانب میاں نصر اللہ۔ عالم کثرت کی حیرانی و پریشانی کے بیان میں

حق حق حق!

اَلْمَقْصُوْدُ هُوَ وَلَا مَقْصُوْدَ سِوَاهُ۔

ہمارا مقصود وہی ہے اس کے سوا کوئی مقصود نہیں۔

حکمت ربانی کے تحت سب کو عالم علوی (عالم قدس) کے مقام تمکین سے نکال کر عالم امکان (دنیا) کی پریشانیوں اور سرگردانیوں میں مبتلا کر دیا گیا ہے اور عالم وحدت و جمع (ذات بحت یا خالص ذات باری تعالےٰ) سے ہٹا کر عالم کثرت (دنیا جو بے شمار تعینات کا مقام ہے) کے تفرقہ میں ڈال دیا ہے۔ یہ سب ربوبیت کے شان ہیں جو کُلَّ یَوْمٍ هُوَ فِیْ شَانٍ (اس کی ہر تجلی کی نئی شان ہے) کے مصداق خالص عبد پر ظاہر ہوتے ہیں:

كُنْتُ كَنْزًا مَخْفِيًا

اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں کہ میں ایک پوشیدہ خزانہ تھا مجھے شوق ظہور ہوا تو خلقت پیدا کر دی۔

سے بھی یہی مُراد ہے۔ سبحان اللہ! صاحب ہمت ہیں وہ لوگ جو تفرقہ سے نکل کر دامن احدیت پر ہاتھ مارتے ہیں اور عین کثرت میں وہ عالم قدس کی وحدت میں پہنچ جاتے ہیں۔ یہ لوگ خدا تعالےٰ کو ہر چیز کے ساتھ ہر چیز میں اور ہر چیز کے ذریعے پہچانتے ہیں اور درمیان میں کسی چیز کا دخل قبول نہیں کرتے ان کی حالت یہ ہوتی ہے کہ:

مَا رَاَیْتُ شَیْئًا اِلَّا وَرَاَیْتُ اللّٰهَ فِیْهِ

ہم کسی کو چیز کو نہیں دیکھتے بجز اس کے کہ اس میں اللہ کو دیکھیں۔

بیت ؎ اینست کمالِ مرد در راہِ یقین

در ہر چہ نظر کند خدا را بیند

راہِ یقین میں مرد کامل کا کمال یہ ہے کہ جس چیز میں نظر کرے خدا کو دیکھے۔

---

## مکتوب ۱۱۹

بجانب امیر تردی مغل دوستوں کی فضیلت و اہمیت کے بیان میں

حق حق حق!

آں مکرم کی توجہ بادِ رحمت ہے جو :

اِنِّی لَاَجِدُ لَنَفَسَ الرَّحْمٰنِ مِنْ جَانِبِ الْیَمَنِ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے یمن کے ملک سے یا دائیں جانب سے یعنی ہندوستان کی طرف سے رحمتِ حق کی ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا محسوس ہوتی ہے۔

کے مطابق جانبِ رحمٰن سے چل کر دلِ فقیر پر ہر دم وارد ہوتی ہے جس سے زمانہ کی بے مہری سے دلِ زخم خوردہ ایک دفعہ پھر زندہ ہو جاتا ہے اور دل کی کلیاں کھل جاتی ہیں۔ الحمد للہ علیٰ ذالک۔ خدا کرے یہ دولت ہمیشہ نصیب ہوتی رہے۔ مردانِ خدا بھی دوستی حق تعالےٰ میں ایسے ہوتے ہیں اور میدانِ دین میں اسی طرح تابندہ رہتے ہیں۔ بقائے عالم ان کی وجہ سے ہے۔ جب تک کہ حضرات زندہ ہیں دوست کی معیت میں سانس لیتے ہیں :

اَنَا جَلِیْسُ مَنْ ذَکَرَنِیْ

میں اس کا ہمنشیں ہوتا ہوں جو میرا ذکر کرتا ہے۔

ان کی شان میں ہے۔ ان ہی کی بدولت دنیا میں رحمت کا نزول اور بلا کا ذہول (دور ہونا) ہوتا ہے۔ حق تعالےٰ کلام پاک میں فرماتے ہیں:

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيهِمْ

اللہ تعالےٰ ان لوگوں کو اس لئے عذاب میں مبتلا نہیں کرتا کہ اے رسول تم اُن کے درمیان رہتے ہو۔

خلفائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیثیت سے ان حضرات کی وجہ سے یہ برکات نازل ہوتے ہیں:

وَهُمْ اِلىٰ انقراض عالم وهم صاحب الولاية وهُمْ صاحب الحماية وهُمْ صاحب الصفاء والزكاء

یہ حضرات قیام قیامت تک رہیں گے۔ یہ صاحب ولایت ہیں، صاحب حمایت ہیں اور صاحب صفاؔ و زکاؔ (صفائے باطن) ہیں۔

تزکیۂ نفس کی بدولت وہ عالم کون ومکان سے گذر کر فضائے لامکان میں پرواز کر کے نورِ حق میں مستغرق ہو جاتے ہیں اور دوست کے سوا نہ کسی چیز کو دیکھتے ہیں نہ جانتے ہیں۔ کسی نے خوب کہا ہے:

بیت ؎

در ہر چہ بدیدم ندیدیم مگر دوست
معلوم چنیں شد کہ کسے نیست مگر اوست

جس چیز میں نظر کی دوست کے سوا کچھ نہ دیکھا پس معلوم ہوا کہ اس کے سوا کچھ نہیں۔

المرام الدنيا وان كانت بنفسها شبيهة مردودة ملعونة لولاها ما دخل واحد فى النار ولكن الله تعالےٰ جعلها مزرعة الآخرة ونعم اجر العاملين۔

دنیا کا قصد کرنا مردود فعل ہے اگر یہ دنیا نہ ہوتی تو کوئی ایک بھی جہنم میں نہ جاتا لیکن اللہ تعالےٰ نے اس دنیا کو آخرت کے لیے کھیتی بنایا ہے، اور عمل کرنے والوں کے لیے اچھا اجر ہے۔

چنانچہ کسی نے کہا ہے: ؎

نیست دنیا بد اگر کارے کنی
بد بود گر عزم دینارے کنی

دنیا بُری نہیں اگر تو کام کرے، بُری جب ہے کہ دینار کمانے کا ارادہ کرے۔

وَسَارِعُوْا اِلٰی مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ — اور حق تعالیٰ کی مغفرت حاصل کرنے میں جلدی کرو۔

دنیا میں سب سے بڑی نیکی غریبوں اور محتاجوں کی تیمار داری اور غمخواری، اور فقراء کی محبت ہے:

مَنْ اَحَبَّ الْعِلْمَ وَالْعُلَمَاءَ لَمْ تُكْتَبْ خَطِيْئَةٌ اَيَّامَ حَيَاتِهٖ

جو شخص علم اور علماء سے محبت کرتا ہے ساری زندگی میں اس کے گناہ نہیں لکھے جاتے۔
مردانِ خدا دنیا میں یہ دولت کماتے ہیں اور آخرت کے لئے توشہ جمع کرتے ہیں۔ آں عزیز کا بھی یہی حال ہے خدا کرے اس میں ترقی ہو بحرمت النبی والہ الامجاد۔

---

## مکتوب ۱۲۰

بجانب شیخ جلال تھانیسریؒ۔ در بیانِ دیدنِ حق در عالمِ جبروت کہ موجود بالقوۃ است (عالمِ جبروت میں حق تعالیٰ کو دیکھنے کے بیان میں جو کہ موجود بالقوۃ ہے (۲) بشریت میں شغل باطن کے دیر سے ظاہر ہونے کے بیان میں۔

.... حق حق حق!

.... ہر حال میں شکر واجب ہے صبر و شکر کے سوا چارہ نہیں۔ کیونکہ اس سے دوست تک رسائی ہوتی ہے:

### رباعی

حاشا کہ دلم از تو جدا خواہد شد — یا با کس دیگر آشنا خواہد شد

از مہر تو بگسلا کرا دارد دوست　　　　وز کوئے تو بگذرد کجا خواہد شد

یہ ہرگز نہیں ہو سکتا کہ میرا دل تجھے بھول جائے یا کسی دوسرے سے آشنائی کرے کیونکہ جو شخص تیری محبت چھوڑ دے گا اس کا کہاں ٹھکانہ ہے اور جو تیرا کوچہ ترک کر دے گا وہ کہاں جائے گا۔

آپ کا خط ملا۔ فرحت ہوئی۔ واضح باد کہ عالمِ جبروت عالمِ مشاہدہ اور رویت ہے (یاد رہے کہ عالمِ ناسوت یعنی ظاہری دنیا سے آگے اور اس سے لطیف تر عالم مثال ہے اس سے آگے عالمِ ملکوت ہے جو ارواح و ملائکہ کا جہان ہے اس کے اوپر عالم جبروت ہے جو اللہ تعالٰے کے اسماء و صفات کا جہان ہے اس کے اوپر عالم لاہوت جو اللہ کی ذات کا عالم ہے) اللہ تعالٰے کا دیدار عالمِ جبروت ہی میں ہوتا ہے ورنہ مقامِ ذات (عالمِ لاہوت) میں تو نہ زمان ہے نہ مکان، بس ذات ہی ذات ہے جہاں نہ مشاہدہ ہے نہ رویت۔

فانہ ھو ھو ولیس الا ھو

وہاں ہویتِ مطلقہ ہے جس کے سوا اور کچھ نہیں۔

اگر یہاں معتزلہ بے چارہ رویت کا انکار کرے تو اپنے آپ کو جنت و دوزخ کے غم سے گرفتار کر لے۔ البتہ کنہ ذات تک رسائی ناممکن ہے اور کوئی شخص اس سے آگاہ نہیں:

بیت ؎　　نیست کس را از حقیقتِ آگہی

جملہ میرند با دستِ تہی

حقیقت سے کما حقہ کوئی شخص آگاہ نہیں پس سب لوگ خالی ہاتھ چلے جاتے ہیں۔

لیکن جو شخص تجلّی کا منکر ہوا وہ ہلاک ہوا۔ خدا اس سے پناہ دے۔ جس شخص پر تجلّی ہوتی ہے وہ اس کے حسب حال ہوتی خواہ صورت میں خواہ معنی میں۔ یا صورت و معنی سے ماوریٰ۔ پس ہر شخص اپنے قلب کی صفائی کے مطابق تجلّی سے بہرہ ور ہوتا ہے اور مشاہدہ یا رویت یا کشف سے سرفراز ہوتا ہے۔ یاد رہے کہ عالمِ جبروت موجود بالقوۃ ہے [1] یعنی مرتبۂ فعل و ایجاد میں ظہور پذیر ہوتا ہے

---

[1] حاشیہ اگلے صفحہ پر۔

اور غیب شہود میں آجاتا ہے۔ یہاں تکوین و مکون ایک ہے (یعنی خالقیت و مخلوق ایک ہے) جو غیب تھا وہ ظاہر ہو گیا۔[1]

الوجود واحد والنظر مختلف والتکثر اعتبار محض

وجود ایک ہے نظر مختلف ہے اور کثرت محض اعتباری ہے حقیقی نہیں۔

جس نے حدوث کی نظر کی اس نے حادث کہا۔ جو حدوث سے بلند چلا گیا خدا سے پیوست ہو گیا:

قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ کہ وہ اللہ احد ہے یعنی اکیلا ہے۔

کسی نے خوب کہا ہے:

تا تو مے باشی عدد بینی ہمہ
چوں نشوی فانی احد بینی ہمہ

جب تک تو ہے کثرت دیکھتا ہے جب تو فنا ہوا تو احد دیکھے گا۔

نیز موجود بالفعل ان معنوں میں ہے کہ وہ صفت یا فعل حق ہے۔ اس لحاظ سے لوگوں نے روح کو قدیم کہا ہے اور روح کو اسمائے الٰہی میں سے ایک اسم سمجھا ہے:

---

(حاشیہ گذشتہ صفحہ) یعنی عالم جبروت بنظر وجود خلق موجود بالقوۃ ہے اور بنظر وجود جو اس عالم کا خاصہ ہے موجود بالفعل ہے عالم جبروت سے مراد رُوح اضافی ہے جس کی شرع میں شرح نہیں کی گئی۔ بس اتنا کہا گیا ہے کہ رُوح امر ربی سے ہے۔

[1] یعنی تکوینِ المکون ایسے ہے جیسے فعل المفعول۔

بیت ؎ ہر چہ در توحید مطلق آمدہ است

آں ہمہ در تو محقق آمدہ است

توحید میں جسے مطلق کہا گیا ہے وہ تیرے اندر محقق ہے۔

بات طویل ہو جانے اور راز فاش ہونے اور غیرتِ حق عمل میں آنے کا ڈر ہے ورنہ حقیقت تو یہ ہے کہ خدا کے سوا کوئی نہیں اور خدا کے سوا خدا نہیں۔

بیت ؎ مصلحت نیست کہ از پردہ بروں افتد راز

ورنہ در مجلس رندان خبرے نیست کہ نیست

یہ مصلحت نہیں کہ راز فاش ہو ورنہ رندوں کی مجلس میں کوئی ایسی خبر نہیں جو ان کو معلوم نہ ہو۔

اگر سننے اور برداشت کرنے کی طاقت ہے تو یہ راز اچھی طرح سمجھ لو۔ ایمان اور کفر بندے کی صفت اور بندے کا فعل ہے۔ جب تک عالمِ علوی (لامکان) سے تنزل نہیں ہوتا مومن اور کافر کا سوال پیدا نہیں ہوتا۔ عالمِ علوی میں جو کہ عالمِ قدس اور عالمِ اجمال (برعکس عالمِ تفصیل یا عالمِ خلق) ہے حق تعالےٰ کے سوا کچھ نہیں۔ وہاں خواہ روح ہے تو بھی اسی حالت میں ہے سب نورِ حق اور حضورِ حق ہے وہاں نہ کافر ہے نہ مومن؛ بَلِ اللّٰهُ مَوْلٰكُمْ وَهُوَ خَيْرُ النّٰصِرِيْنَ

بلکہ اللہ ہی تمہارا مولا ہے جو بہترین مددگار ہے۔

اِنَّ الْكٰفِرِيْنَ لَا مَوْلٰى لَهُمْ کافروں کا کوئی مولا نہیں ہے۔

یہ ایسی رمز ہے کہ جس سے جگر ٹکڑے ٹکڑے ہوا جاتا ہے۔ جب وہ خود ہی خود ہے تو کیوں کوئی کافر ہوتا ہے اور کوئی مومن:

وَلَهُ الْكِبْرِيَآءُ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ

اور اسی کے لئے عظمت ہے آسمانوں اور زمین میں یعنی پوری کائنات میں۔

اگرچہ ایک جنت میں ہے اور ایک دوزخ میں لیکن یہ عالمِ اکوان میں ہوتا ہے نہ کہ عالمِ سبحان میں:

سیّان عند کبریائہ الصمد فوق العرش اوتحت الثریٰ

(گناہ اس کے ہاں معلوم ہیں بندہ خواہ عرش پر ہو یا تحت الثریٰ میں)

دراصل عرش و فرش کا کوئی وجود نہیں بجز وہم کے۔ اور روح قدسی اور سبحانی ہے نہ مکانی ہے نہ زمانی۔ اور جہنم اس سے دُور ہے:

مَا فِی الْجَنَّتِ اَحَدٌ سَوٰی اللّٰہ — جنت میں کچھ نہیں سوائے اللہ کے۔

سے یہی مُراد ہے:

والروح فی الکافر والمومن سواءٌ ولیس فیہ سویٰ

(روح ہر کافر اور مومن میں برابر ہے لیکن ماسویٰ اللہ کا وجود نہیں)

ہیہات! کہاں پڑا ہوا ہوں معلوم نہیں کیا کہہ رہا ہوں:

اِنْ ھُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُوْحیٰ اِلَیَّ

یہ نہیں ہے سوا اس کے کہ وحی ہے میری طرف (حدیث)

اس کو اچھی طرح سن لے اور حق سے پیوست ہو جاؤ:

انّ الحقّ لینطق علیٰ لسان عمرؓ

تحقیق اللہ عمرؓ کی زبان پر کلام فرماتا ہے (حدیث) (یعنی جس طرح اللہ تعالےٰ حضرت عمرؓ کی زبان پر کلام فرماتا ہے اسی طرح حضرت شیخ کی زبان پر جو کچھ جاری ہے وہ بھی منجانب اللہ ہے۔)

حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں:

مَا اَذدت یَقِیْنًا ...

(آپ کا پورا قول یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ میرے سامنے بھی آ جائیں تو میرے یقین میں اضافہ نہ ہوگا وجہ یہ ہے کہ سامنے آنا یا مشاہدہ کرنا تو عین الیقین ہے لیکن جس شخص کو حق الیقین کا مقام حاصل ہو جو عین الیقین سے بلند ہے تو اس کے ایمان میں کس طرح اضافہ ہو سکتا ہے؟)

کیونکہ یقین کے سوا کچھ نہیں اور یقین میں سوائے اللہ کے کچھ نہیں۔ عبداللہ سہل تستریؒ فرماتے ہیں:

الیَقِیْنُ ھُوَ اللّٰہُ یقین وہ اللہ ہے۔

اور تجھے یقین کی طرف بلایا جاتا ہے اور بے پردہ بلایا جاتا ہے اور بے مکاں و بے زمان بلایا جاتا ہے اور بے صورت اور بے معنی بلایا جاتا ہے تاکہ تو اللہ سے پیوست ہو جائے:

وَلَہُ الْمَثَلُ الْاَعْلٰی فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ

اور اسی کے لیے مثل اعلیٰ آسمانوں میں اور زمین میں۔

اس کی مثال آفاق (یعنی اسی دنیا میں) سمجھ لو:

فَلَا تَضْرِبُوا اللّٰہِ الْاَمْثَال (اللہ پر کوئی مثال قائم نہ کرو۔ کیونکہ وہ بے مثل ہے)۔

یہ اس لئے کہا گیا ہے کہ اللہ صورت اور معنی سے بالاتر ہے اور روح کے سوا یہاں کسی چیز کی حقیقت نہیں: وَمَا اُوْتِیْتُمْ مِنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِیْلًا

اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تجھے جو علم عطا ہوا ہے وہ نہیں ہے سوا اس کے کہ قلیل ہے

پوری آیت یہ ہے: قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّیْ وَمَا اُوْتِیْتُمْ مِنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِیْلًا۔ مطلب یہ ہے کہ روح عالم امر کی چیز ہے اور چونکہ عالم امر کے مقابلہ میں عالم خلق کوئی چیز نہیں اس لئے عالمِ امر کے علم کے مقابلے میں بھی عالمِ خلق کا علم کچھ حیثیت نہیں رکھتا۔

پس اگرچہ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کو آفاقی علم کلی طور پر عطا ہوا ہے لیکن جملہ علم جس میں علم عالمِ امر بھی شامل ہے کے مقابلے میں علم آفاق کو ہیچ اور قلیل کہا گیا ہے)۔

لہٰذا اگرچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مقامِ قَابَ قَوْسَین تک پہنچ گئے اور اپنے آپ کو خالص رُوح (نور بنا دیا) اور عالمِ کون و مکان سے گذر گئے لیکن پھر بھی یہی فرماتے تھے:

لَا اُحْصِی ثَنَاءً عَلَیْکَ

اے اللہ! تیری ثنا کا حق مجھ سے ادا نہیں ہو سکتا۔

اور اپنے آپ کو حضرت حق تعالےٰ کے شایان نہیں سمجھتے تھے۔

اور جو کچھ آں عزیز پر وارد ہوا ہے پسندیدہ ہے۔ ہر عارف پر ہر وقت مختلف واردات ہوتے ہیں کیونکہ حقیقت بحر بے کراں ہے :

بحر لا ساحل لہ و القلب بحر لا سیما قلب العارف.

وہ ایک ایسا سمندر ہے جس کا کوئی ساحل نہیں اور قلب عارف ایسا سمندر ہے جس کا کوئی نشان نہیں

آپ کو چاہیئے کہ شرح المعارف کا مطالعہ جاری رکھیں۔ تاکہ ہزاروں راز ظاہر ہوں اور ذوق و شوق میں اضافہ ہو۔ اگرچہ کتاب مختصر ہے لیکن ایک بحر عمیق (گہرا سمندر) ہے۔ اس کی شرح بھی بہت بلند ہے۔ دوسری کتابیں جن کا اس فقیر نے دوران تحریر میں ذکر کیا ہے دیوانگان اور رندان کا سرمایہ ہیں۔ دیوانوں اور رندوں کا راز دیوانے اور رند ہی جانتے ہیں جس طرح کہ پرندوں کی زبان پرندے ہی سمجھتے ہیں :

فَتَبَسَّمَ ضَاحِكاً مِنْ قَوْلِهَا اس نے اس کی بات سے تبسم فرمایا۔

اس سے جہان میں شور مچ گیا ہے آپ کو ان چیزوں کا خوگر ہونا چاہیئے تاکہ دوست تک رسائی ہو سکے۔

نیز آپ نے لکھا ہے کہ اس حقیر کے دماغ میں تھوڑی دیر کے لئے کبھی آہستہ اور کبھی تیزی کے ساتھ آواز پیدا ہوتی ہے اور اس آواز سے سارے جسم میں لرزہ ہوتا ہے اور تھوڑی دیر کے لئے بیہوشی بھی طاری ہو جاتی ہے۔ اس سے یہ گمان ہوتا ہے کہ شاید کوئی بیماری ہے۔ بعض اوقات پے درپے دو تین مرتبہ یہی حالت طاری ہو جاتی ہے۔ اب اس میں کچھ اضافہ ہو گیا ہے معلوم نہیں کیا چیز ہے۔ عزیز من! ہم کئی سالوں سے اس خوشخبری کے انتظار میں تھے کہ کب دوست کی طرف سے پیغام آتا ہے اور دل کے لئے باعث مسرت ہوتا ہے : رباعی

خورم آں روز کہ از یار پیامے برسد تا دل غم زدہ یک لحظہ بکامے برسد

عجبے نیست کہ گر زندہ شود جانِ عزیز چوں ازاں یارِ جدا ماندہ سلامے برسد

کیا ہی پُرلطف ہو گا وہ دن جب کہ دوست سے پیغام آئے گا۔ اور اس نے غمگین دل میں مسرت کی لہر دوڑ جائے گی۔ یہ کوئی تعجب کی بات نہیں کہ جب دوست کی طرف سے سلام

ملے گا تو جان میں جان آجائے گی۔

اس خوشخبری سے دل اس قدر خوش ہوا کہ کون و مکان میں نہیں سماتا۔ اور کون و مکاں میں کیونکر سمائے کہ یہ مژدۂ لامکان ہے تم اسے مرض سمجھتے تھے۔ ہاں کہ یہ وہ مرض ہے کہ عارفین کی صحت یہی ہے یہ وہ مژدہ ہے کہ اولیائے کرام کے لئے باعثِ مسرت ہے:

لَهُمُ الْبُشْرٰى فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ

ان کے لئے دنیا و آخرت کے لئے خوش خبری ہے۔

ہمارے احباب کو یہ چیز دو سال کے بعد نصیب ہوئی ہے[1] لیکن عزیز کو زیادہ دیر لگ گئی ہے خیر ہر چند بدیر است آہو بچنگ شیر است (اگرچہ دیر ہوگئی ہے لیکن اب ہرن شیر کے پنجے میں ہے)۔ دیر پختہ میں زیادہ مزہ ہوتا ہے۔ اس آواز سے بڑی ترقی ہوگی:

ونفخ فی الصور فصعق من فی الارض

پس صور پھونکی گئی اور دنیا کے سب لوگ بے ہوش ہوگئے۔

یہ اسی حقیقت کی نشان دہی ہے جس سے آدمی کون و مکان سے باہر نکل جاتا ہے۔ پس مرد ہو کر رہو اور مردانہ وار اسے برداشت کرتے جاؤ اور مردانہ وار اس سے لذت حاصل کرو۔ جو شخص اس سے ڈر جاتا ہے اور بزدل ہوتا ہے اسے کچھ نہیں ملتا:

بیت ؎ کار تو مخاطر است خواہم کردن
یا سرخ کنم روئے ز تو یا گردن

یہ کام بہت پُر خطر ہے لیکن ضرور کروں گا خواہ سرخروئی حاصل ہو خواہ گردن سرخ ہو یعنی خون سے۔

---

[1] : شیخ عبدالستار، شیخ خان، شیخ سلطان، شیخ بداد، شیخ عبدالغفور، شیخ عبدالرحمن، شیخ عبداللہ سید احمد، شیخ عبدالقادر، شیخ نورالدین، شیخ کبیر، شیخ قطب الدین، شیخ منور، شیخ عبدالرشید وغیرہ نے جو حضرت شیخ کے احباب تھے دو سال میں اس دولت کو پایا۔

اس سے آدمی پر اس قدر استغراق طاری ہوتا ہے کہ اپنی خبر نہیں رہتی اور سراپا حیرت بن جاتا ہے۔
اس مقام کے متعلق کہا گیا ہے کہ :

"جوش در سینہ، شور در سر، درویش مست و بے خود و بے خبر"

یعنی سینے میں جوش اور سر میں شور (دیوانگی) ہے اور درویش مست۔ بے خود اور بے خبر ہے۔

بیت ؎ ما مست الستیم قضا را نشناسیم
از غایتِ مستی سر و پا را نشناسیم

ہم مست الست ہیں ہمیں قضا و قدر کی کوئی خبر نہیں اور مستی کے عالم میں خود اپنی خبر نہیں
کہ سر کہاں ہے اور پاؤں کہاں۔

یہ فقیر بھی اسی خرابی، اسی خرابہ، اسی سوز، اور اسی گداز میں پڑا رہا اور کوئی ساحل نظر نہ آتا تھا اور اب
بھی اسی طرح خراب، و زار، بے خود اور گم رہتا ہے دیکھیں کیا پیش آتا ہے اور کام کہاں ختم ہوتا ہے۔
تحقیق انبیاء علیہم السلام کا کام ہے اور خون دل پینا اولیاء کی قسمت میں ہے بلکہ خود سرور کائنات دن
میں ستر مرتبہ استغفار پڑھتے تھے۔ اور یہ نعرہ لگاتے تھے :

رب لا تذرنی فرداً و انت خیر الوارثین

اے رب مجھے اکیلا نہ چھوڑ اور تو بہترین وارث ہے۔

جب آج یہ حالت ہے تو کل کیا ہوگا :

بیت ؎ امروز روزگار است فرداست روز غوغا
عاقل چرا نسازد امروز کار فردا

آج موقعہ ہے اور کل شورِ محشر بپا ہوگا پس عاقل کو کیا ہوا کہ کل کی تیاری آج نہیں کرتا۔

تلک خیالات تربی بھا اطفال الطریقۃ

یہ وہ توجہات ہیں جن سے اطفال طریقت پرورش پاتے ہیں۔

یہ جو کچھ وارد ہوتا ہے اللہ کی طرف سے ہے :

مریدین کو یہ دودھ پستانِ پیرانِ ولایت سے حاصل ہوتا ہے جس کے لئے صحبت مشائخ ضروری ہے تاکہ بلوغ حاصل ہو اور سالک مردِ میدان بن جائے۔ اسی وجہ سے محققین نے کہا ہے:

کعبہ چہ مے روی وچہ کشی رنج بادیہ
کعبہ است کوئے دلبر قبلہ است روئے دوست

تو کعبہ کی طرف کیوں جاتا ہے اور کس لئے لق و دق صحرا کا سفر اختیار کرتا ہے۔ ہمارا کعبہ تو دوست کا کوچہ ہے اور ہمارا قبلہ دوست کا رُخِ انور ہے۔

آئندہ جو کچھ وارد ہو تھوڑا یا بہت تحریر کر دیا کرو تاکہ اس کا جواب لکھا جاسکے۔ اور رہنمائی ہو۔ استقامت حاصل ہو تو مقامِ تمکین میسر آسکے۔ ابھی ابھی آپ کا دوسرا خط میاں نعمت اللہ کے ذریعے ملا فرحت پر فرحت حاصل ہوئی۔ یہ درد مبارک ہو اور خدا کرے اس میں اضافہ ہو:

بیت ؎
در گور برم از سر گیسوئے تو تارے
تا سایہ کند بر سر من روز قیامت

اے محبوب! تیری زلف کا ایک بال قبر میں ساتھ لے جاؤں تاکہ قیامت کے روز میرے سر پر سایہ افگن ہو۔

عاقبت بریں درد باد۔ والسلام۔

---

## مکتوب ۱۲۱

بجانب شیخ جلال الدین تھانیسریؒ۔

(۱) صحبت کی فضیلت (۲) گوشہ نشینی کے فوائد اور (۳) فتح الواب (دروازوں کا کُھل جانا) اور عنایت ربانی کے شکرانہ کے بیان میں۔

حق حق حق!

آں برادر کا مکاتبۂ شریفہ (خط) موصول ہوا. دل کو بہت فرحت ہوئی. اور روح نے راحت پائی۔

## فضیلتِ صحبتِ شیخ

یہ جو آپ نے لکھا ہے کہ چند روز سے یہ حالت ہے کہ نیند بہت کم ہو گئی ہے یعنی ایک یا دو گھنٹے کے قریب نیند کا غلبہ ہوتا ہے لیکن پھر حق تعالے ہوشیار کر دیتا ہے. اور سینے کے اندر ذکر اس طرح جاری ہو جاتا ہے کہ نیند میں بھی اس کا احساس رہتا ہے. نیز آسمان سے ایک بجلی کی سی آواز دماغ میں اس سختی سے جا پڑتی ہے کہ جس سے تھوڑی دیر کے لئے بے ہوشی طاری ہو جاتی ہے. شب قدر کے دوسرے یا تیسرے روز جب کہ یہ خط لکھا گیا نیند کا ایسا غلبہ ہوا کہ ایک ساعت (گھنٹہ) کے قریب سو گیا. نیند کے وقت ایسا محسوس ہوتا تھا کہ پہاڑ کی مانند کوئی بوجھ پڑ رہا ہے جسم کے سارے جوڑ ٹوٹ رہے ہیں اور خاکستر ہوئے جاتے ہیں لیکن اس حالت میں حضرت شیخ کی ولایت نے مدد کی جس سے ساری کوفت جاتی رہی اور دل خوش ہو گیا. اس چیز کا اثر کچھ عرصے تک رہا لیکن اب کئی روز سے نیند معمول کے مطابق آتی ہے اور اس حالت میں کمی واقع ہو گئی ہے. واضح باد کہ

بیت ؎

پیرِ رہ کبریتِ احمر آمد است
سینۂ او بحرِ اخضر آمد است

پیرِ طریقت کیمیائے دل ہے اور اس کا سینہ بحرِ بے پایاں ہے۔

عزیز من! یہ شیرِ غیب ہے جو شیخ کی ولایت کے پستان سے نکل کر سعادت مند بچگان یعنی مریدانِ صادق و عاشق کے منہ میں پہنچایا جاتا ہے جس سے ان کی رفتہ رفتہ پرورش ہوتی ہے. اگر یہ چیز یکبارگی دی جائے تو پہاڑ بھی ریزہ ریزہ ہو جائے؛

وَجَعَلَنَا دَكًّا — تجلی ربانی سے کوہ طور ریزہ ریزہ ہو گیا۔

اسی تجلی سے بھی حضرت موسٰے علیہ السلام کی پرورش ہوئی. بے نصیب بچے کی طرح اُن پر

یکبارگی تجلی کر کے برباد کرنا مقصود نہ تھا بلکہ جب کوہِ طور پر بالواسطہ تجلی کی گئی تو :

خَرَّ مُوْسٰی صَعِقًا حضرت موسیٰ علیہ السلام بے خود گئے۔

اس تجلی سے وہ اس قدر مست ہوئے اور غلبۂ حال میں اس قدر مستغرق ہوتے کہ قیامت کے دن پایۂ عرش پکڑے ہوئے :

رَبِّ اَرِنِیْ رَبِّ اَرِنِیْ اے میرے رب ! مجھے اپنا دیدار دکھا۔

کہہ رہے ہوں گے اور دوست سے دوست کا نشان طلب کر رہے ہوں گے۔ یہ دیکھ کر مصطفےٰ علیہ السلام کو حیرت ہوگی اور فرمائیں گے کہ شاید موسیٰ علیہ السلام ہم سے سبقت لے گئے اور ذوق و شوق کے عالم میں عرش پر پہنچ گئے۔ شاید وہی تجلی اپنا کام کر گئی اور ان کی قسمت بنا گئی :

ولم یمت ولم یقم

نہ وہ مرتے ہیں نہ دوبارہ اٹھانے کی نوبت آتی ہے۔

بے شک مردانِ حق اپنے ذوق و شوق میں جان دے دیتے ہیں لیکن مرتے نہیں۔ موت ان کا کچھ نہیں بگاڑ سکتی :

لَا یَمُوْتُوْنَ اَبَدًا وہ کبھی نہیں مرتے۔

ان کے حق میں صادق آتا ہے۔ اگرچہ ان کو رگڑا جاتا ہے اور دیر کے بعد کشائش ہوتی ہے لیکن یہ اس لئے ہوتا ہے کہ وہ پختہ کار بنیں، مردِ راہ ہوں، تمکین حاصل کریں، اور ان کا ذوق و شوق بڑھے۔ تم بھی جہد جاری رکھو اور شرابِ محبت کے پیالے پر پیالے پئے جاؤ کشائش کا وقت آ جائے گا۔

## خلوت و عزلت کے فوائد

اس راستے میں تم تین چیزوں کو مدِّنظر رکھو :

(۱) اوّل، دائمی خلوت و عزلت اختیار کرو۔

(۲) دوم، معدہ خالی رکھو، اگر طعام خشک ہو تو بہتر کیونکہ ابتدائے حال میں یہی افضل ہے۔

(۳) سوم، شغل باطن میں مشغول رہو۔ اور یہ کام رات دن اور ہر لحظہ اور ہر لحظہ تنگی نفس

سے (شاید حصرِ دم سے یعنی کم سانس لینا) جاری رکھو۔ اور جو کچھ پیش آئے کوئی فکر نہ کرو ولایت شیخ تمہارا ساتھ دے گی۔

مریدین کو پیر کی قدر اس بات سے معلوم ہوتی ہے کہ صحابہ کرامؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت سے پہلے سالہا سال بتوں کے سامنے سجدے کرتے رہے کہ ناگاہ خوش بختی سے صحبتِ پیغمبر علیہ السلام نصیب ہوئی اور ہر طرف شور برپا ہوگیا۔ کوئی یہ کہتا تھا کہ:

واللہ لا اعبد ربًّا مالم اراہُ

اللہ کی قسم میں جس رب کو دیکھ نہیں لیتا اس کی عبادت نہیں کرتا۔ (قول حضرت علی کرم اللہ وجہہ)

اور کوئی یہ کہتا تھا کہ: عَرَفْتُ رَبِّیْ بِرَبِّیْ

میں نے اپنے رب کو اپنے رب کے ذریعے پہچانا۔

کوئی یہ کہتا تھا کہ: رَاٰیْ قَلْبِیْ رَبِّیْ

میرے قلب نے میرے رب کو دیکھا۔ (قول حضرت عمرؓ)

کوئی یہ کہتا تھا کہ: مَاالایمان یارسول اللہ

ایمان کیا ہے اے رسولِ خدا۔ (قول حضرت انس بن مالکؓ)

اور مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے:

لی مع اللہ وقت لا یسعنی فیہ ملک مقرب ونبی مرسل

اللہ کے ہاں مجھے کسی وقت ایسا مقام حاصل ہوتا ہے کہ نہ کوئی مقرب فرشتہ اور نہ نبی وہاں تک رسائی حاصل کرسکتا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا ہے:

من رانی فقد رای الحق

جس نے مجھے دیکھا اس نے حق کو دیکھا۔

یہ میدان عشق کی عروۃ الوثقیٰ ہے :

مَنْ عَرَفَ نَفْسَہٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّہٗ

جس نے اپنے آپ کو پہچانا اس نے اپنے رب کو پہچانا۔

اس سے یہی مُراد ہے۔ معلوم نہیں یہ دولت کسے ملتی ہے۔ اور کس صاحب نعمت پر یہ آفتاب طلوع ہوتا ہے۔ اسی طرح اولیاء کرام میں سے ہر طرف کوئی اَنَا الحق (میں حق ہوں) کہہ رہا ہے کوئی سُبْحَانِیْ مَا اَعْظَمَ شَانِیْ (میں پاک ہوں اور میری شان بلند ہے۔ (بایزیدؒ)) پکار رہا کہہ ہے کوئی قُمْ بِاِذْنِیْ (زندہ ہو جاؤ میرے حکم سے۔ عین القضاۃ ہمدانیؒ) کا نعرہ مار رہا ہے۔ غرضیکہ اس کی کوئی حد نہیں اور قیام قیامت تک یہ دولت اور یہ دودھ پستانِ ولایت شیخ سے نکل کر مریدیں کے منہ میں پہنچتا رہے گا۔ انشاءاللہ تعالیٰ۔ کیونکہ :

النبوۃ تنقطع و الولایت لا تنقطع

نبوت ختم ہوتی ہے لیکن ولایت ختم نہ ہوگی۔

پس مے نوش و مے جوش و مے خروش و ہیچ مفروش (پس شراب محبت کے پیالے پیئے جاؤ۔ جوش و خروش اور ذوق و شوق سے رہو اور کچھ ضائع نہ کرو)۔ یعنی حق تعالیٰ کا راز فاش نہ کرو کیونکہ دوست کا راز فاش کرنے سے ترقی رک جاتی ہے :

بیت ؎ گرچہ شوی مست تو ہیچ انا الحق مگو
سرِ خداوند را کافر و ستار باش

اگرچہ تو مست و بے خود بھی ہو جائے لیکن انا الحق کا نعرہ نہ مار۔ اور اللہ تعالیٰ کے راز کو چھپانے والا اور ڈھانکنے والا بن جا۔

یہی وہ راز ہے جسے آنحضرتؐ نے چھپانے کی تاکید فرمائی ہے تاکہ راز و رموز کی باتیں گلی کوچوں تک نہ پہنچ جائیں۔ یہی وجہ ہے کہ ابتدا میں آپؐ غار حرا میں جا کر مشغول ہو جاتے تھے حتٰے کہ آپ پختہ کار اور صاحب وحی ہو گئے۔ روایت ہے کہ نزول وحی کے وقت آپ بعض اوقات بے خود ہو جاتے تھے

کسی نے خوب کہا ہے :

ے با فراقِ دوستاں بس کہ نشست بردلم
مے دم و نمے رود ناقہ بزیرِ محملم

دوست سے جدائی کا غم مرے دل پر اس قدر بوجھل ہو جاتا ہے کہ میری اونٹنی بھی چلنے سے باز رہ جاتی ہے۔

یہ بے خودی مبارک اور صد مبارک ہو خدا اس میں ترقی دے۔ تم کوشش کرتے رہو۔ ارحم الرحمین اپنا کام کرتا ہے۔ وہ رفیع الدرجات (درجے بلند کرنے والا) ہے خود بخود بلند مقامات پہلے جاتا ہے۔ مواہب ربّانی (ربانی عطیات) وقتاً فوقتاً ظہور پذیر ہوتے ہیں۔ وہاں کسی کا اختیار نہیں چلتا۔ عالمِ غیب سے خود بخود تجلّیات کا اظہار ہوتا ہے۔ جب سالک پختہ روز گار ہو جاتا ہے تو تجلیات کی بارش ہوتی ہے وہ حکیم ہے اور رحیم ہے اپنا کام آپ کرتا ہے :

كُنْ لِي أَكُنْ لَكَ        تو میرا ہو جائیں تیرا ہو جاؤں گا۔

کی دعوت دیتا ہے۔

مَا كَانَ لِي يَكُوْنُ لَكَ        جو کچھ میرا ہے تیرا ہو جائے گا۔

کا ظہور ہوتا ہے اور عالمِ تمکین ومشاہدہ میں پہنچا دیتا ہے یہاں تک کہ ایک لحظہ کے لئے بھی مشاہدۂ ربّانی فوت نہیں ہوتا۔ انشا اللہ تعالے۔

هنيا الارباب النعيم نعيمها        اربابِ نعمت کو نعمت مبارک ہو۔

مردانِ حق تجلّی حق کو پا لیتے ہیں اور مشاہدہ و رویت تک پہنچ جاتے ہیں۔ رویت اگرچہ بیان میں آئی ہے لیکن نہاں (پوشیدہ) ہے۔ رویت متشابہات میں سے ہے۔ (قرآن مجید میں متشابہات اُن آیات کو کہا گیا ہے جن کے معانی قطعی طور پر واضح نہ ہوں)۔ اگرچہ کون ومکان سے بالاتر ہے لیکن کون ومکان سے بے تعلق بھی نہیں۔ کیونکہ عدم محض میں کچھ بس نہیں چلتا۔ عالمِ امکان کے سوا کام نہ بنتا (یعنی عالمِ امکان کی اصطلاحات وتشریحات سے واسطہ پڑتا ہے) بمثال کے طور جب

کیمیا گر تانبے کو سونا بناتا ہے تو وہ سونا بن کر کوچہ و بازار میں سونے کی عزت پاتا ہے اور سونا بن کر فروخت ہوتا ہے۔ اگرچہ حقیقت میں وہ سونا نہیں ہے لیکن تجلی اس کی سونے کی ہے اور سونے کی صفات رکھتا ہے:

تخلقوا باخلاق اللّٰہ

اللہ تعالیٰ کی صفات سے متصف ہو جاؤ

کے یہی معنی ہیں۔ ہمارا اعتقاد ہے کہ آدمی خدا تعالےٰ کو دیکھتا ہے یہ انہی معنوں میں ہے ورنہ عدم صرف کی کیا بات ہو سکتی ہے لیکن اس راز کو مردانِ حق اور رندانِ بادہ پرست کے سوا کوئی نہیں سمجھ سکتا:

؎ آں کس است اہل بشارت کہ اشارت داند
نکتہا ہست بسے محرمِ اسرار کجا است

اہل بشارت یا اہل کشف وہ ہے جو ان اشارات سے واقف ہے۔ ان نکتوں کو وہی سمجھ سکتا ہے جو محرمِ راز ہے۔

اس دولت کے شکرانے میں حلوہ تیار کر کے حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رُوحِ مبارک اور مشائخ عظام کی ارواح کو ایصال ثواب کر دینا:

وَلَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ

اگر تم شکر کرو تو ہم زیادہ دیتے ہیں (قرآن)

اس سے یہ دولت زیادہ ملتی ہے۔ عاقبت محمود باد۔

---

## مکتوب ۱۲۲

بجانب شیخ جلال الدین۔

(۱) مراتب ذکر ذاکر (۲) مسئلہ رویت

(۳) عالم صورت و معنی اور ورائے صورت و معنی کے بیان میں۔

حق حق حق!

..... مکاتبۂ شریفہ آں برادر ملا۔ فرحت و ذوقِ ربّانی رونما ہوا۔ مشائخ کے فرمان کے مطابق چلّہ کشی کرنے اور حق کے ساتھ مشغول ہونے میں سعادتِ ابدی اور علوِ درجۂ سرمدی ہے۔ لیکن مشائخ کا کام حکم دینا اور مریدوں کا کام حکم بجا لانا' جان کی بازی لگانا اور سب کچھ قربان کر کے قربِ حق حاصل کرنا اور عالمِ تلوین سے عالمِ تکوین تک پہنچنا ہے (تلوین لون سے مشتق ہے جس کے معنی رنگ کے ہیں۔ جب سالک ابتداً میں قسم قسم کی کیفیات حاصل کر کے مست و بے خود ہو جاتا ہے تو اُسے صاحبِ تلوین کہتے ہیں کیونکہ اس مقام پر اُس پر کئی رنگ چڑھتے ہیں اور کئی اترتے ہیں لیکن جب اس کے اندر پختگی آ جاتی ہے اور کیفیت اور غلبۂ استغراق پر قابو پالیتا ہے تو اُسے صاحبِ تمکین کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ اہلِ تلوین کو ابن الحال اور اہلِ تمکین کو ابو الحال کہتے ہیں۔ (یعنی مغلوب الحال ہونے والا اور حال پر قابو پانے والا) کسی نے خوب کہا ہے:

بگدازم ایں کون و مکان بگدازم ایں جان و جہاں
جائیکہ ہست آں بے نشاں من بندہ ام آنجا روم

یہ عالم کون و مکان اور یہ جسم و جان و جہاں چھوڑ کر میں وہاں جاتا ہوں جہاں وہ بے نام و نشان رہتا ہے۔

جس قدر کام کیا جائے گا اور مجاہدات جس قدر سخت عمل میں لائے جائیں گے اسی قدر پھل حاصل ہو گا اُسی قدر اسرار منکشف ہوں گے اور اسی قدر انوار برسیں گے:

کار کن کار بگذر از گفتار
کاندریں راہ کار دارد کار!

کام کرو کام کرو اور زبانی دعوے چھوڑ دو کیونکہ اس کوچے میں کام ہی کام آتا ہے۔

علوِ مرتبہ علوِ ہمت سے حاصل ہوتا ہے (یعنی جس قدر ہمت بلند ہوتی ہے مرتبہ بلند ملتا ہے:

شعر: من طلب العلیٰ سہر اللیالی
بقدر الکد تنقسم المعالی

(جو بندی کا خواہاں ہو وہ شب بیداری کرے اور محنت کے مطابق مراتب تقسیم ہوتے ہیں)

جو لوگ انبیاء اور اولیاء کے پسندیدہ، حق تعالےٰ کے مقرب، پیرانِ دین اور مقتدائے اہلِ یقین ہیں یہ وہی خوش قسمت لوگ ہیں جو جان پر کھیل گئے ہیں اور اپنا سب کچھ قربان کر چکے ہیں :

## رُباعی

مے ندانم کیں چہ مرداں بودہ اند کز عمل یکدم نمے آسودہ اند
لا جرم در بندگی سلطاں شدند مہترِ خلق جہاں ایشاں شدند

معلوم نہیں یہ کس قسم کے لوگ ہیں جو عمل سے ایک لمحہ بھی غافل نہیں ہوتے ہیں۔ خداوند تعالیٰ کی اس قدر بندگی کی کہ خلقت کے مقتدا بن گئے ہیں۔

**مراتبِ ذکر** آپ نے لکھا ہے کہ شغلِ باطن کا اس قدر غلبہ ہوتا ہے کہ دل کی آواز کانوں سے سنائی دیتی ہے بلکہ مغز کی ہڈی سے بھی یہ آواز سنی جاتی ہے۔ واضح ہو کہ یہ غلبہ ذکر مبارک ہے۔ اب کام کو یہاں تک پہنچاؤ کہ ذکر کی آواز مغزِ استخواں (دماغ کی ہڈی) سے بڑھ کر مغزِ جان تک پہنچ جائے (یعنی روح میں طاری وساری ہو جائے) اور سبحان کی خبر دے :

## رُباعی

دل مغزِ حقیقت است تن پوست بہ بیں دل شیوہ روح صورتِ دوست بہ بیں
ہر چیز کہ آں نشانِ ہستی دارد یا پرتوِ نورِ اوست یا اوست بہ بیں

یہ جسم پوست یعنی چھلکا ہے اور دل اس کا مغز ہے۔ دل دوست کی صورت کا آئینہ ہے۔ اسے دیکھ۔ جو چیز یہ نشان رکھتی ہے یا اس کے نور کا عکس ہے یا وہ خود ہے تو اسے دیکھ۔

## ذاکر کے مراتب، ذکر کے اندر

ذاکر ذکر کے اندر چار مرتبے رکھتا ہے:

(۱) ذکر زبان (۲) ذکرِ دل

(۳) ذکر سر (۴) ذکر روح

[یاد رہے کہ انسان کے اندر چھ روحانی مرکز ہیں جنھیں لطائف ستّہ کہتے ہیں]:

(۱) نفس (۲) قلب (۳) روح

(۴) سر (۵) خفی (۶) اخفی

نفس کا مقام ناف کے عین نیچے ہے۔ قلب کا مقام بائیں پہلو میں، روح کا دائیں پہلو میں، سر کا لطیفہ قلب و روح کے درمیان۔ خفی کا وسط پیشانی میں اور اخفی کا ام الدماغ یعنی سر کی چوٹی میں۔ جب ذکرِ اللہ کی ضربیں ان لطائف پر لگائی جاتی ہیں تو یہ زندہ ہو جاتے ہیں اور ذکر میں مشغول ہو جاتے ہیں اور ان کے اندر جو حرکت پیدا ہوتی ہے وہ ذاکر محسوس کرتا ہے۔ پس زبان سے جو ذکر کیا جائے اُسے ذکر زبان یا ذکرِ لسان کہا جاتا ہے۔ جب ذکر سے قلب جاری ہو جائے تو اُسے ذکر دل یا ذکرِ قلبی کہتے ہیں۔ جب لطیفۂ روح زندہ ہو کر ذاکر ہو جائے تو اسے ذکر روح کہتے ہیں۔ علیٰ ہذا القیاس۔

## ذکر کی کیفیات ذاکر کے اندر

ذکر، ذاکر کے اندر تین قسم کا ہوتا ہے:

اوّل ذکر پر ذاکر کا غلبہ جسے کشائش کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ جب سرکش نفس کو شروع میں قابو میں لانے کی کوشش کی جاتی ہے تو وہ بے چین ہوتا ہے اور بھاگ نکلنے کی کوشش کرتا ہے حتیٰ کہ اس پر مکمل قبضہ ہو جاتا ہے اور ذکر کا ذاکر پر غلبہ ہو جاتا ہے بلکہ ذکر اس کی حیات اور عدمِ ذکر اس کی موت بن جاتا ہے اس وقت اگر وہ ایک لحہ بھر بغیر ذکر کے رہنا چاہے تو نہیں رہ سکتا۔ گدڑی پوش بڑھیا (رابعہ بصری) کی ہمت ملاحظہ ہو جنھوں نے فرمایا کہ میں دنیا میں دوست کے ذکر سے زندہ ہوں اور آخرت میں دیدارِ دوست سے زندہ ہوں گی۔ لیکن امام جنیدؒ کو کشائش حاصل

کرتے کرتے دس سال لگ گئے حتے کہ استقامت حاصل ہوئی اور دل کو ذکر کے ساتھ قرار آیا۔ اس کے بعد آپ کی یہ حالت ہوگئی کہ تیس سال تک آپ کے سینہ مبارک میں غیر کا خطرہ نہ آیا۔ اس سے ترقی کرکے سالک مطلوب کے دامن میں ہاتھ ڈالتا ہے اور ذکر اور ذاکر پر غلبہ چھا جاتا ہے اور مقام وحدت میں پہنچ جاتا ہے جہاں اُسے مکاشفۂ حقیقی نصیب ہوتا ہے:

چوں نماند در دل از اغیار نام

پردہ از محبوب برخیزد تمام

جب دل غیرت سے خالی ہو جاتا ہے تو محبوب کے رُخ انور سے پردہ بالکل اٹھ جاتا ہے۔

## آوازِ برق

آپ نے لکھا ہے کہ دماغ میں آواز بجلی کی مانند گرتی ہے جس سے بے ہوشی طاری ہو جاتی ہے اور اس قدر غلبہ ہوا کہ قیلولہ (دن کی نیند) کے وقت میں نے شمار کیا کہ نشتر بار یہ آواز آئی۔

## عالمِ واقعہ

واضح باد کہ جو کچھ غلبہ خواب اور گرانیٔ چشم میں واقع ہوتا ہے اُسے واقعہ کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے اور یہ مژدۂ ربانی شمار کیا جاتا ہے۔

## سطوتِ نور یا غلبۂ حال

اور جو کچھ بیداری اور ہوشیاری میں واقع ہوتا ہے اُسے سطوتِ نور و غلبۂ حال یا مستی کہتے ہیں۔ اس حالت میں کبھی شطحیات رونما ہوتے ہیں (شطح اس کلمے کو کہتے ہیں جو بظاہر خلاف شرع نظر آئے لیکن حقیقت میں شرع کے مطابق ہو مثلاً انا الحق اور سُبحانی ما اعظم شانی) جس سے حقیقت کا راز فاش ہو جاتا ہے اور آدمی مغرور ہو جاتا ہے۔

آپ نے لکھا ہے کہ اب حالت میں کمی واقع ہوگئی ہے اور جب یہ کمی رونما ہوتی ہے تو بہت قبض ہو جاتی ہے (قبض و بسط دو حالتیں ہیں قبض روحانی کے وقت کشف و نزول انوار بند ہو جاتا ہے

اور بسط کے وقت کھل جاتا ہے) جس سے بے چارگی، افتادگی اور حزن و ملال پیدا ہوتا ہے اور دل میں یہ خیال آتا ہے کہ میری قسمت میں بھی بے نصیبی لکھی ہے اور اسی طرح نابینا اس جہاں سے چلا جاؤں گا۔ واضح ہو کہ ان شاء اللہ تعالٰی اس سے کچھ نقصان نہ ہوگا بلکہ صحتِ حال صحبت عقل وصحتِ دین مقصود ہے۔ کیونکہ اگر متواتر شہود کی حالت قائم رہے تو جنوں کی حالت پیدا ہو جاتی ہے۔ لیکن ولایت شیخ جو ہر وقت حاضر ہے نگاہداشت رکھتی ہے اور سالک کو مقتدائے دین بتاتی ہے۔ اگرچہ یہ عمل تدریج سے ہوتا ہے لیکن تدبیر و حکمت سے خالی نہیں۔ نیز یہ قبض، اضطراب، درد اور سوز و گداز بھی ضروری ہے کیونکہ اس سے مطلوب حقیقی کی تڑپ پیدا ہوتی ہے اس درد کے بغیر کوئی منزل مقصود تک نہیں پہنچا:

درد خواہ و درد خواہ و درد خواہ
گر تو ہستی اہل درد و مرد راہ

اگر تو اہل درد اور مردِ راہ ہے تو درد طلب کر، درد طلب کر، درد طلب کر۔

اس غلبہ درد کی وجہ سے مردانِ خدا غاروں اور پہاڑوں میں بھاگ گئے ہیں۔ انھوں نے خون پسینہ ایک کر دیا اور جان جوکھوں میں ڈالی ہے:

طٰهٰ مَا اَنزَلنَا عَلَیکَ القُراٰنَ لِتَشقٰی

اے پیغمبر علیہ السلام! قرآن تجھ پر اس لئے نازل نہیں کیا گیا کہ تجھے مشقت جھیلنی پڑے۔

اس سے شاید یہی سوز و گداز مراد ہے:

ہر کرا در پیش ایں مشکل بود
خوں تواند کرد گر صد دل بود

جس کسی کو یہ مشکل درپیش ہو اگر اس کے سو دل بھی ہوں تو خون ہو جائیں۔

## کیفیت رویت و ذکر روح

آپ نے رویت (دیدار) کی کیفیت اور روح کے متعلق بھی

دریافت کیا ہے۔ اس کے فہم کا تعلق حضور سے ہے۔ بات یہ ہے کہ مسئلۂ رویت اور مسئلۂ روح متشابہات میں سے ہیں (کلامِ پاک کی وہ آیات جو واضح ہیں ان کو محکمات اور جو غیر واضح ہیں ان کو متشابہات کہتے ہیں)۔ ان کی کیفیات اور کمیت (مقدار) اور شرح اور بیان شریعت میں واضح نہیں کی گئی۔ یہ مسائل سماعی ہیں قیاسی نہیں

اور ان کے متعلق جو ہمارا اعتقاد ہے اس میں بھی کلام نہیں۔ یہ اعتقاد بھی راسخ ہے۔ جن لوگوں نے ان مسائل کے متعلق کچھ کہا انھوں نے اپنے اپنے کشف کے مطابق کہا ہے۔ جس کسی نے روح کو قدیم کہا ہے اس کی مُراد یہ نہیں کہ روح ذات حق سبحانہ وتعالےٰ ہے اور بندہ خدا ہے بلکہ ان کی مُراد یہ ہے کہ روح نورِ ربانی اور سرِ سبحانی ہے۔ زماں ومکاں سے بالاتر ہے اور اہل زماں واہل مکان اس سے بے خبر ہیں:

قَدْ جَآءَكُمْ مِنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّكِتٰبٌ مُّبِيْنٌ

اللہ کی طرف سے تمھارے پاس نور اور کتاب مبین آئی ہے۔

اس میں یہی راز پنہاں ہے اور شرع کی خاموشی کی بھی یہی وجہ ہے کیونکہ اس کی شرح حق کی شرح ہے:

آنچہ در توحید مطلق آمدہ است ؎
آں ہمہ در تو محقق آمدہ است

جو کچھ توحید مطلق کے بارے میں کہا گیا ہے۔ یہ سب کچھ تمھارے اندر محقق ہے۔ مطلق بمعنی غیر معین ( Undefined ) اور محقق بمعنی یقینی ( Certain )۔

تجھے کیا معلوم خلیفۂ حق کون تھا مسجودِ ملائک کون ہو سکتا ہے۔ جن لوگوں نے انا الحق اور سبحانی کا نعرہ مارا وہ اس وجہ سے نہ تھا کہ الوہیت کے دعویدار تھے بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ سرِ سبحانی (خدائی راز) اور نورِ ربانی (خدائی نُور) ان کے اندر جلوہ گر ہوا اور بول اٹھا۔ اگر تجھے دلیل مطلوب ہے تو قرآن میں دیکھ!:

مِنَ الشَّجَرَةِ اَنْ يّٰمُوْسٰٓى اِنِّىْٓ اَنَا اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ

درخت سے آواز آئی کہ اے موسیٰ! میں بلاشبہ اللہ ہوں جو پالنے والا ہے سب جہانوں کا۔

نیز مصطفےٰ علیہ السلام نے فرمایا ہے:

مَنْ رَاٰنِیْ فَقَدْ رَاَی الْحَق — جس نے مجھے دیکھا اس نے حق کو دیکھا۔

یہ روح کے سوا کیا ہے اور روح کے سوا حق تعالےٰ سے اتنا تعلق کیسے ہو سکتا ہے اور رویت و مشاہدہ کے بغیر یہ بات کب سمجھ میں آسکتی ہے:

مقامِ روح بر من حیرت آمد
نشاں از وے بگفتن غیرت آمد

مقامِ روح کے متعلق میں حیرت زدہ ہوں اور اس کے متعلق کچھ کہنا میرے لئے نازیبا ہے۔

یہ عالمِ حقیقت سے متعلق ہے نہ کہ عالمِ مجاز سے۔ مجاز کیفیت و کمیت میں پھنسا ہوا ہے لیکن حقیقت بے کیفیت و کمیت ہے۔ اور عینِ ذات جو بحتِ وجود اور فردِ مطلق ہے۔ وہی ایک نقطۂ وجود ہے جس کے سوا عدم محض ہے:

کَانَ اللّٰهُ وَلَمْ یَکُنِ الْاَشْیَآءُ مَعَهٗ

اللہ تھا اور اس کے ساتھ کسی چیز کا وجود نہ تھا

یہ کنہِ ذات ہے اور کنہ تک کسی کی رسائی نہیں:

نیست کس را از حقیقت آگہی
جملہ میرند با دستِ تہی!

حقیقت تک کسی کو رسائی نہیں۔ سب اس جہاں سے خالی ہاتھ جا رہے ہیں۔

عقیدہ کی رُو سے یہ آیۂ پاک: لَا تُدْرِکُهُ الْاَبْصَارُ....

آنکھیں اس کا ادراک نہیں کر سکتیں بلکہ وہ آنکھوں کا ادراک کرتا ہے....

میں رویت کی نفی نہیں بلکہ رویت کا اثبات ہے اور ادراک کی نفی ہے کیونکہ ادراک سے مراد ماہیت کیفیت و کمیت کا ادراک ہے اور کنہِ ذات کے متعلق خبر ہے (جو محال ہے):

وَلَا سَبِيْلَ اِلَيْهِ لِاَحَدٍ وَلِيًّا اَوْ نَبِيًّا

کنہ ذات تک کسی کو رسائی نہیں خواہ ولی ہو خواہ نبی۔

تجلی (کشف) کے سوا یہاں کوئی راستہ نہیں۔

اس فقیر کے ملفوظات میں جن کا جمع کرنے والا رضوی شیخ الاسلام خضر بدھن جونپوری عرف شیخ خان ہے، اس فقیر کے ایک سوال کے جواب میں لکھا ہے کہ جس نے خلق کی طرف نگاہ کی اُسے معلوم ہوا کہ اس کا کوئی خالق ہے۔ یہ علم صانع کو صنعت یا خالق کو مخلوق میں دیکھنا ہے۔ حضرت شیخ العالم فرماتے ہیں کہ یہ دیکھنا گیا ہے۔ یہ چشم یقین سے دیکھنا ہے جو مکاشفہ اور مشاہدہ ہے۔ نہ کہ کسی سے سن کر ایمان لے آنا۔ چنانچہ آئینہ میں دیکھنا جاننا ہوتا ہے نہ کہ دیکھنا۔ کیونکہ جب تک دوئی موجود ہے تب تک دیدن نصیب نہیں ہوا بلکہ دانستن یعنی جاننا ہے علم الیقین کے ساتھ اور دیکھنا عین الیقین سے ہوتا ہے۔ لیکن مجھے معلوم ہے کہ حقیقت اب تک تمھاری سمجھ میں نہیں آئی۔ اگر تم کچھ سن سکتے ہو تو سنو! آئینہ کی حقیقت لوہا نہیں ہے بلکہ آئینہ وہ ہے جو تم دیکھتے ہو (پہلے زمانے میں شیشہ نہ ہونے کی وجہ سے لوہے کو صیقل کر کے آئینہ بنا لیتے تھے)۔ آئینہ کے اندر جو پرتو یا عکس تم علم یقین کے ساتھ دیکھتے ہو اور عین یقین کے ساتھ دیکھتے ہو، یہ جاننا جو ہے دراصل دیکھنا ہے نہ کہ صرف جاننا۔

یہ جو عکس ہے یہ مصنوع (مخلوق) ہے جس کی حقیقت صانع (خالق) ہے:

رَاَيْتُ رَبِّيْ فِيْ اَحْسَنِ صُوْرَةٍ — میں نے اپنے رب کو بہترین صورت میں دیکھا۔

اور تجلی میں اس کے بہت مراتب ہیں[1] حتے کہ یہ نوبت آتی ہے کہ نہ مکان ہوتا ہے نہ ظرف۔ نہ وہاں صورت کا گذر ہوتا ہے نہ مجاز کا۔ بے مثلی اور بے کیفی ہوتی ہے۔ اور آئینہ کے سامنے جب تک دیکھنے والا

---

[1]: یعنی ہر مرتبے کے ستر کے مطابق آئینہ میں تجلی ہوتی ہے۔ آئینہ صورت میں سر صورت اور آئینہ معنی میں سر معنی اور آئینہ ورائے صورت و معنی متجلی ہوتا ہے یعنی تشبیہ اور تنزیہ اور تشبیہ و تنزیہ سے منزہ۔

ہوتا ہے معائنہ کہلاتا ہے وہی جاننا اور وہی دیکھنا ہے۔ پس دیکھنا یہی ہے خواہ یقین خواہ عیاں۔ لیکن اس دنیا میں اُسے یقین کہتے ہیں کیونکہ حجاب درمیان میں حائل ہے اور آخرت میں یہ عیاں کے نام سے موسوم ہے کیونکہ اٹھ جاتا ہے۔ ان دونوں کے مابین فرق صرف یہی ہے۔ ورنہ حقیقت ایک نقطہ سے زیادہ نہیں۔ وہاں کا یعنی آخرت کا دیکھنا اور سننا حقیقی نہیں اس لئے کہا جاتا ہے۔ کہ کل قیامت کے دن دیدار کے وقت حجاب عزت وکبریائی حائل ہوں گے۔ ورنہ دیکھنا ہرگز ممکن نہیں ہوتا۔ لیکن ہمارا اعتقاد یہ ہے کہ خدائے بے چون وچگون کا دیدار رفع حجاب کے بعد بلا شبہ ہوگا انشاء اللہ تعالیٰ

قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم سَتَرَوْنَ رَبَّكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ كَمَا تَرَوْنَ الْقَمَرَ لَيْلَةَ الْبَدْرِ

فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھو گے تم اپنے رب کو قیامت کے دن جیسے تم دیکھتے ہو چاند چودھویں شب کو۔

اب میں جانتا ہوں کہ تم سمجھے نہیں۔ لیکن یہاں قلم ٹوٹ گئی ہے زبان گنگی ہوگئی ہے کیا کیا جائے وہی دینا چاہیے جو قضا وقدر نے دیا ہے۔ النَّصِيْبُ يُصِيْبُ (نصیب مل ہی جاتا ہے)۔ کسی نے خوب کہا ہے:

بیداری شبہائے من اندر طلب وصل
چہ سود اگر بختم بیدار نباشد

تیرے وصال کی طلب میں میرا ساری ساری رات بیدار رہنا کچھ مفید نہیں اگر میرا بخت بیدار نہیں۔

---

لے:- شیخ احمد بن شیخ حسنؒ کے مکتوبات میں لکھا ہے کہ عالم صورت عالم دنیا ہے۔ عالم معنی عالم ملکوت و ارواح ہے اور ورائے صورت ومعنی یہ ہے کہ ساقی غیب کے ہاتھ سے خم خانہ مزاجہ من تسنیم عینا یشرب بھا سے پے در پے جام ہائے محبت پیتا جائے لیکن نہ صورت کی کچھ خبر ہو نہ معنی کی۔ پس بحر توحید میں غرق ہو جائے۔

یعنی حجاب اٹھ جاتا ہے اور تیری ظاہری آنکھوں کو دیدار نصیب ہوتا ہے اس وقت خدائے تعالےٰ کو بے جہت، بے زمان، بے کون و بے مکان ظاہری آنکھ سے دیکھے گا۔ تمام ظاہری چیزیں ختم ہو جائیں گی۔ بہشت کا نام ونشان نہ ہوگا۔ کون ومکان نیست و نابود ہو جائے گا۔ حجاب عزت عیاں ہوگا۔ اور خدائے جہاں کا بے شبہ اور بے گماں دیدار ہوگا:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِىْ صَدَقَنَاهُ وَعْدَهٗ

شکر ہے خدا تعالےٰ کا جس نے اپنا وعدہ پورا کیا ہمارے ساتھ۔

اس کے باوجود ہر شخص کو اس کی حیثیت کے مطابق دیدار ہوگا لیکن اس کی کنہ ذات کو کوئی نہیں پہنچ سکتا۔ یہ راستہ ہمیشہ کے لئے بند ہے۔ (یعنی کنہ ذات تک رسائی)۔ انبیاء اور اولیاء کو ان کی استعداد کے مطابق دیدار ہوگا۔ اسی طرح مومنین کو بھی ان کی قدر و وسعت کے مطابق ہوگا۔ اور یہ ایک عظیم راز ہے "ہر چند بینند یہ تجلی بینند نہ بچیزے خارج تعالےٰ اللہ عن ذالک علواً کبیرا" (جو کچھ دیکھا جاتا ہے تجلی کی صورت میں دیکھا جاتا ہے نہ کہ خارج میں جو کچھ نظر آتا ہے کیونکہ حق تعالےٰ اس سے بلند و بالاتر ہے)۔

## رُوح سے کیا مُراد ہے

اور یہ جو آپ نے شیخ احمد بن شیخ حسنؒ کے قول کے متعلق دریافت کیا ہے کہ روح سے کیا مُراد ہے۔ ان کے کلام میں جہاں روح اور معنیٰ روح اور ملکوت کا ذکر آیا ہے اور جو عقل سے سمجھا جاتا ہے اس سے مُراد یہ ہے کہ روح اضافی ہے اور موجود بالعقل ہے برعکس عالمِ جبروت کے جو موجود بالقوۃ ہے اور یہ وہ مسئلہ ہے کہ اہل ظاہر اس میں دم نہیں مار سکتے۔ کیونکہ یہ ان کے دم مارنے کی جگہ نہیں ہے۔ عارفین میں سے جس نے اس کے متعلق لب کشائی کی ہے ہر شخص نے جداگانہ بات کی ہے اور علیحدہ علیحدہ معانی بیان کئے ہیں۔ یہ لوگ صاحب اسرار ہیں اور محرمِ عالمِ غیب ہیں وے

صاحب خبراں کہ عالم دل دارند
در نکتۂ غیب محرم اسرار اند

اہل معرفت جو دوست کے متعلق جانتے ہیں عالم غیب کے راز دار ہیں۔

اور جو کچھ یہ فقیر کہتا ہے انصاف کرنا چاہیئے کہ کیا کہتا ہے باوجود اس کے اُسے اپنی خبر نہیں کہ کیا کہتا ہے۔ لوگوں کو کیا معلوم کہ کیا کہتا ہے جو کچھ اوپر سے برستا ہے وہی کہتا ہے خدا جانتا کیا کہتا ہے: وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَمَا كُنْتُمْ

وہ تمہارے ساتھ ہے جہاں کہیں تم ہو۔

کار فرما ہے: ~

ہر خوش پسرے را حرکاتے دگر است
در ہر دہنے تنگ نباتے دگر است

ہر بچے کی حرکات و سکنات جدا ہیں اور ہر منہ میں علیحدہ مٹھائی کا ٹکڑا ہے۔

عزیز من! انبیاء علیہم السلام اصحاب تحقیق ہیں اور اولیاء اصحاب خونخواری ہیں[1] علماء اصحاب تاویل اور باقی لوگ اہل غفلت ہیں:

~ سرّیست دران زلف تو سر بستہ
لیکن چہ تواں کرد کہ با ما نکشائی

تیری زلف میں رازِ سربستہ ہے لیکن کیا کیا جائے کہ تُو ہمارے سامنے زلف نہیں کھولتا۔

پرندوں کی زبان پرندے اور رندوں کی بات رند ہی سمجھ سکتے ہیں۔ اگرچہ عالم ظاہر حق کے نزدیک بڑا درجہ رکھتا ہے راز کے متعلق اسے کچھ معلوم نہیں:

~ راز درون پردہ ز رندانِ مست پرس
کہ ایں حال نیست صوفی عالی مقام را

---

[1] ۔ یعنی اولیاء کی خواہش ہوتی ہے کہ تحقیق میں انبیاء کا مقام حاصل کریں اس لئے ہر وقت خون دل پیتے رہتے ہیں۔

پردۂ غیب کے پیچھے کا راز رندوں سے پوچھ کیونکہ صوفی عالم مقام کو اس کی خبر نہیں۔
(صوفی سے یہاں مُراد صاحب تمکین اور پابندِ شریعت اہل اللہ مُراد ہیں جو اسرارِ غیب بیان
نہیں کرتے اس لئے اُن سے دریافت کرنا بے سود)۔
اس بے چارے کو گذشتہ باتیں کم یاد رہتی ہیں۔ پس جو کچھ مقتضائے وقت ہوتا ہے کہہ دیتا ہے لیکن کلام میں تناقص نہیں ہوتا۔ اگر تناقص نظر آئے حقیقت کے خلاف نہیں ہوتا۔ اگر خلاف نظر آئے رازکی بات ہوتی ہے جسے سوائے اہلِ غیب اور اہلِ اسرار کوئی نہیں سمجھ سکتا۔ رضوی صاحب بہت مصروف رہتے ہیں اس لئے صحبت میں زیادہ نہیں بیٹھ سکتے ہیں اور اس کام (روحانیت) کے لئے صحبت ازبس ضروری ہے۔ یارانِ طریقت اور فرزندانِ صحبت ہی کی وجہ سے مراتب کو پہنچتے ہیں۔ اور اب وہ اسرار کا بیان سنتے اور تربیتِ حاصل کرتے ہیں:

پیر رہ کبریتِ احمر آمدہ است
سینہ او بحرِ اخضر آمدہ است

پیرِ طریقت کیمیا اثر ہوتے ہیں اور ان کے سینے بحرِ بے کراں واقع ہوئے ہیں۔
عاقبت محمود باد۔

---

## مکتوب ۱۲۳

بجانب شیخ عبدالرحمٰن

مرقعہ پہننے کی اجازت اور فضل و کرم کے انوار دیکھنے کی ممانعت کے بیان میں۔

حق حق حق!

..... یہ جو آپ کے دل میں فقرا کا مرقعہ، خرقہ اور لباس پہننے کی رغبت پیدا ہوئی ہے مبارک ہو:

مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُ

جو شخص کسی قوم کی تشبیہ اختیار کرتا ہے اسی قوم میں سے ہو جاتا ہے (الحدیث)

یہ آفتاب تاباں ہے کہ جس کی ایک کرن تمھارے دل میں چمکی ہے۔ سبحان اللہ! اس سے بڑھ کر کونسی دولت (نعمت) ہو سکتی ہے کہ آدمی کا حشر اولیاء کرام کے زمرہ میں ہو:

هُمْ قَوْمٌ لَا يَشْقَى جَلِيسُهُمْ

یہ وہ قوم ہے جن کے پاس بیٹھنے والا محروم نہیں ہوتا (الحدیث)

یہ ایک تاج ہے جو ان کے سروں پر ہے۔ بے شک جو شخص حق تعالےٰ کی طرف رغبت کرتا ہے اور غیر سے روگردانی کر کے اولیاء کرام کی صحبت اختیار کرتا ہے:

وَإِذَا تَمَّ الْفَقْرُ فَهُوَ اللّٰهُ۔

اور جب فقر پایۂ تکمیل کو پہنچتا ہے تو اللہ ہی اللہ رہ جاتا ہے۔ (الحدیث)

کی دولت سے سرفراز ہوتا ہے۔ کیونکہ جب وہ مرقع پہنچتا ہے، غیر حق سے منقطع ہوتا ہے، اور اللہ کے ساتھ مستغنی ہو جاتا ہے تو:

الفقير من لا يحتاج الى الله والمستغنى بالله

فقیر وہ ہے کہ جو اللہ کے ساتھ مستغنی ہوتا ہے اور کسی کا محتاج نہیں رہتا۔

کی خلعت پہنتا ہے اور فقرا کے گروہ میں شامل ہوتا ہے:

الفقراء الصبر جلساء الله تعالى الى يوم القيمة

فقرائے صابر اللہ تعالےٰ کے ہم جلیس ہوئے ہیں یوم قیامت تک

کیا ہی دولت ہے! کیا ہی دولت ہے! ...ن مردانہ وار رہنا چاہیئے۔ اور مردانِ حق کے ساتھ جو فقیر صورت و فقیر سیرت ہوتے ہیں رہ کر جد و جہد کرنی چاہیئے۔ اور اس جد و جہد میں کون و مکان کو نظر میں نہیں لانا چاہیئے۔ اور ہمیشہ الفقر فخری (فقر میرا فخر ہے۔ الحدیث) کو مدنظر رکھنا چاہیئے حتےٰ کہ

ساری دنیا، اہلِ دنیا، اہلِ جنت، اہلِ عرش و کرسی اس کی نظر میں حقیر ہو جائیں۔ یہ ہے ہمتِ مرداں؛

ہر کہ صاحب ہمت آمد مرد شد
ہمچو خورشید از بلندی فرد شد

جس نے ہمت کی وہ مردِ میدان بن گیا اور سورج کی طرح بلندی پر جا کر بے نظیر ہوا۔

## انوار میں نظر کرنا

اور یہ جو آپ نے انوار میں نظر کرنے کے متعلق دریافت کیا ہے۔ اے برادر! طالبانِ حق کی صفائے باطن کی وجہ سے یہ حالت ہوتی ہے کہ کشفِ کون سے گذر کر کشفِ حق تک پہنچ جاتے ہیں۔ اور دائرہ ازل و ابد سے نکل جاتے ہیں۔ اسی صفائے باطن سے آسمان، زمین، عرش، فرش، یہ جہاں وہ جہاں سب مرتبۂ کشف میں اس قدر عکس نما ہوتے ہیں کہ جس کی کوئی انتہا نہیں۔ انوار گرم آگ کی طرح ہوتے ہیں جس طرح آفتاب اور بجلی کی طرف نگاہ نہیں کی جاتی ان انوار کی طرف نگاہ کرنے سے بھی نقصان ہوتا ہے اور آنکھیں چندھیا جاتی ہیں۔ اس بارے میں ایک ضروری بات یاد رکھنا۔ وہ یہ ہے کہ جس وقت آنکھوں میں اس قدر قوت آ جائے کہ سورج کو کمالِ حرارت کے وقت دیکھ سکے اور لذت حاصل کرے تو اس لذت سے پرہیز کرے۔ ہمارے شیخ قطبِ عالم شیخ احمد عبدالحق قدس سرہٗ شیخ بختیار کو نصیحت فرماتے تھے کہ آفتابِ باطن کو زیادہ نہیں دیکھنا چاہیے کیونکہ اس سے آنکھوں کو نقصان ہوتا ہے۔ جب انوارِ جمال نظر آئیں اور کشائش حاصل ہو تو ان انوار پر نظر جمائے رکھنا چاہیے۔ جتیٰ کہ انوار میں گم ہو جائے اور نورِ ظاہری کی بجائے نورِ غیبی رونما ہو۔ اور مشاہدہ حق حاصل ہو۔ لیکن سالک کو چاہیئے کہ انوار کے تماشے میں مشغول نہ ہو خواہ کتنے حُسن و زیبائی کے حامل ہوں۔ اور کتنی دلربائی کریں۔ اس معاملے میں شیخ سے مدد حاصل کرے لیکن اس پناہِ شیخ کی حالت میں جمالِ شیخ میں مشغول ہونے سے بھی پرہیز کرے اور ذات میں محو و مستغرق ہو جائے۔ اس نکتے کو سابقہ نکتے سے بھی زیادہ اہم سمجھو کیونکہ پہلی بات میں یعنی انوار کے تماشا کرنے میں اگر آنکھوں کا نقصان ہے تو ملاحظۂ جمالِ شیخ سے غیر بینی میں مبتلا ہوتا ہے اور توقف لازم آتا ہے اور توقف رجعت پیدا کرتا ہے (رجعت کہتے ہیں

پیچھے ہٹنے کو یعنی ترقی کی بجائے تنزل کرنا۔ اور توقف کہتے ہیں ایک مقام پر ٹھہر جانے کو۔ سلوک میں یہ امر مسلّم ہے کہ جب سالک ایک مقام پر توقف اختیار کر لیتا ہے یعنی ٹھہر جاتا ہے اور آگے کی جانب ترقی نہیں کرتا تو وہاں بھی نہیں ٹھہر سکتا بلکہ پیچھے کی طرف گرنا شروع ہو جاتا ہے)۔ العیاذ باللہ من ذالک (اللہ تعالیٰ اس سے پناہ دے)۔ لہٰذا طروق بروق (جمع ہے برق کی یعنی بجلی کے سے انوار)۔ لوامع (جمع ہے لامعہ کی بمعنی چمک) لوائح (جمع ہے لائحہ کی بمعنے شمع)، اور طوالع (جمع ہے طالع کی بمعنی طلوع کرنے والا یعنی روشنی)۔

کی طرف ہرگز متوجہ نہ ہو اور اپنے آپ کو کام میں مشغول رکھنا چاہیئے۔ نظر حق پر اور جمال شیخ پر رکھو۔ (جمال شیخ پر نظر مندرجہ بالا شرط سے رکھنا) اور مرد حق بن کر "مے نوش و مے جوش و مے خروش و مے پوش و ہیچ مفروش ہر چہ ہست ازیں دولت مزید باد (جام پر جام پیئے جاؤ۔ جوش و خروش سے کام کرو۔ خلعت پر خلعت پہنتے جاؤ لیکن کوئی چیز فروخت مت کرو۔ (یعنی حاصل کردہ نعمت و دولت (روحانی دولت) کسی کم مایہ چیز کے عوض یعنی دنیاوی اغراض کے لیئے ہاتھ سے نہ جانے دو) جو کچھ تمھارے پاس ہے خدا اسی میں برکت دے:

مصرعہ ؎ هَنِيئًا لِأَرْبَابِ النَّعِيْمِ نَعِيْمًا

ارباب نعمت کو نعمت مبارک ہو۔

عاقبت محمود باد بالنبی و آلہ الامجاد۔

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آپ کی پاک آل کے صدقے عاقبت بخیر ہو۔

## مکتوب ۱۲۴

بجانب شیخ جلال الدینؒ

(۱) تحقیق و احوالِ انبیاء (۲) وصول و رجوع -

(۳) فرشتہ دل نہیں رکھتا، کے بیان میں -

حق حق حق !

..... آپ کا خط ملا - چونکہ درد و محبت سے بھرا ہوا تھا ایں جانب بھی درد کا اضافہ ہوا -

آپ کے خط کا کافی انتظار تھا کہ دیکھیں کیا خوشخبری لاتا ہے :

؎ خورم آں روز کہ از یار پیامے برسد
تا دلِ غمزدہ یک لحظہ بکامی برسد

کیا ہی خوش ہے وہ دن کہ جب یار سے پیغام آئے اور غمگین دل کو ایک لحظہ کے لئے
قرار آجائے -

آپ نے لکھا ہے کہ اللہ تعالےٰ کے فضل و کرم سے وصول الی اللہ میں مزید احوال رونما ہو گئے ہیں لیکن مفلسی اور بے نوائی بھی کمال پر ہے - واضح ہو کہ وصول الی اللہ میں ترقی کی مبارک ہو، مزید مبارک ہو اور ھَلْ مِنْ مَزِیْد ہو - پس محبت کے پیالے پیتے جاؤ اور جوش و خروش سے آگے بڑھتے رہو اور کسی حال سے مطمئن ہو کر قانع نہ ہو :

؎ ہست دریائے محبت بے کنار
لاجرم یک تشنگی شد صد ہزار

محبت کا سمندر بے پایاں ہے اور ایک پیاس جو تھی وہ ہزار گنہ بڑھ گئی ہے -

اگرچہ حضرت آدم علیہ السلام کا صفی اللہ ہونا، حضرت ابراہیم علیہ السلام کا خلیل اللہ ہونا حضرت

موسیٰ علیہ السلام کا کلیم اللہ ہونا اور حضرت عیسےٰ علیہ السلام کا روح اللہ ہونا بھی نصیب ہو جائے تو مرد کو چاہیئے کہ اس کی طرف التفات نہ کرے۔ اور ہمت بلند رکھے۔ مفلسی اور بے نوائی روحانی نعمت کے وقت خوشگوار ہے ............ تحقیق انبیاء علیہم السلام کا کام ہے خونخواری اولیاء کرام کا تاویل علمائے (ظاہر) کا اور غفلت باقی خلق کا۔ کیونکہ حق کے سوا کسی اور کا وجود نہیں۔ (مطلب یہ ہے کہ انبیاؑ علیہم السلام کے لئے اہلِ تحقیق ہونے کی وجہ سے ذاتِ حق کے سوا کسی غیر کا وجود نہیں اور اولیاء کرام، انبیاءؑ کا سا حال حاصل کرنے کے لئے ہر وقت خونِ دل پیتے رہتے ہیں۔ علمائے ظاہر جو حقیقت سے بے خبر ہیں تاویلات سے کام لیتے ہیں اور باقی خلقت غافل ہے)۔ خود مصطفےٰ علیہ السلام جو سرورِ کائنات ہیں فریاد کرتے ہیں:

إِنَّهُ لَيُغَانُ عَلَىٰ قَلْبِي فَاسْتَغْفِرُ اللهَ فِي كُلِّ يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ سَبْعِينَ مَرَّةً [۱]

بے شک یہ میرے دل پر ایسا غلبہ ہوتا ہے میں اللہ سے دن رات میں ستر دفعہ بخشش طلب کرتا ہوں۔

بے چارے دوسروں کی کیا مجال۔ اگر کوئی شخص اس مقام پر پہنچ جائے:

لِي قَلْبٌ إِنْ عَصَيْتَهُ عَصَيْتُ اللهَ

(میرے لیے ایسا دل ہے کہ اگر میں اس کی نافرمانی کروں تو اللہ کی نافرمانی ہوگی)

انبیاء کے مقام سے نہیں بڑھ سکتا۔ کیونکہ سرورِ کائنات کی تحقیق سب سے زیادہ بلند ہے اور آپ کا ہاتھ: وهو بالافق الاعلےٰ

کا کمند ہے۔ اسی مقامِ تمکین میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تین حال تھے اور اسی وجہ سے آپ تین کمالات کے مالک تھے۔ اور وہ تین حال یہ تھے:۔

حال اول، وحی جلی (ظاہر وحی) ہے اور وہ قرآن ہے جسے وحی متلو (تلاوت کی گئی)۔ اور یہ حق تعالےٰ کا کلام ہے۔

حال دوم، وحی خفی (پوشیدہ وحی) غیر متلو ہے (جو تلاوت نہیں کی جاتی)۔ اُسے کلامِ قدسی اور حکایت عن اللہ (اللہ کی طرف کا بیان) کہتے ہیں۔

[۱] امام مخشری رسالہ میں لکھتے ہیں کہ لفظ غین کے لغوی معنی ہیں پردہ کے۔ یعنی جب غایتِ قرب میں تجلیات ذاتی ہوتی سوزاں کی طرح جلاتی ہیں تو دعا کرتا ہوں کہ میرے درمیان پردے حائل کر دے۔

حال سوم، حدیث ہے اور یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کلام ہے :

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰى

پیغمبر خدا (صلی اللہ علیہ وسلم) اپنی خواہش سے کوئی بات نہیں کرتے بلکہ جو کچھ بیان کرتے ہیں وحی ہوتی ہے جو ان پر نازل کی جاتی ہے۔

سبحان اللہ! یہ کیا کمال ہے اور کیا جمال ہے۔ عطارؔ فرماتے ہیں :

؎ مصطفیٰ را حق بداں وحق بہ بیں
مصطفیٰ بد نور رب العلمین

مصطفیٰ علیہ السلام کو حق جانو اور حق دیکھو۔ مصطفیٰ علیہ السلام حق تعالیٰ کے نور تھے

مردانِ خدا جن کو حق تعالےٰ تک رسائی ہو چکی ہے اور حق جانتے ہیں مفلس اور بے نوا ہوتے ہیں۔ ان کے درد و الم کی انتہا نہیں۔ اس درد میں نہ کسی کو آرام ہے نہ قرار :

اَلسُّكُوْنُ حَرَامٌ عَلٰى قَلْبِ اَوْلِيَآئِه اولیا اللہ کے دل کیلئے سکون حرام ہے۔

یہ اسی وجہ سے کہا گیا ہے۔ اور معارف یعنی شرح عوارف میں لکھا ہے :

قال القریشی الواصل الذی یصلہ اللّٰہ ش ای یصل مشاھدۃ فی قلبہ من غیر مشاھدتہ وکسبہ باجتباءِ اللّٰہ تعالےٰ کما قال اللّٰہ تعالیٰ اللّٰہ یجتبی من یشاء او المعنی ظھر نور اللّٰہ بصفاء قلبہ عما سویٰ اللّٰہ تعالےٰ م فلا یخشیٰ علیہ القطع ابداً ش لان القطع فی عالم القطع وھو فی عالم الوصل وھذا حکم الوصل لا حکم الاعتقاد۔

اور دوسرے مقام پر فرمایا :

م وقال ذوالنون ما رجع من رجع الا من الطریق ما وصل الیہ احد فرجع منہ ش ای الرجوع عن الحق فی الطریق لا فی الوصول

لا ان الوصول هو الاتصال لا الانفصال و انما الرجوع فی الانفصال
لا فی الاتصال ومع ذالك فی خطر العظیم فی الحکم الاعتقاد۔

اس سے (عاشقوں) کی کمر ٹوٹتی ہے اور افلاس لاحق ہوتی ہے :

یَالَیْتَ رَبَّ مُحَمَّدٍ لَمْ یَخْلُقْ مُحَمَّدًا

اے کاش! محمد کا رب محمد کو پیدا نہ کرتا ۔

یہ شاید اسی وجہ سے ہے ۔ انبیاء علیہم السلام ہر چند صاحب تحقیق ہیں لیکن کنہ ذات تک رسائی نہیں،
پس افلاس سے کوئی آزاد نہیں خواہ کمال حاصل ہو خواہ جمال :

الحمد للہ علیٰ کل کمالٍ من لہ ھذا الکمال وھذا الجمال

خدا کا شکر ہے جسے یہ کمال اور جمال حاصل ہو ۔

مصرعہ ؎ ھَنِیْئًا لِاَرْبَابِ النَّعِیْمِ نَعِیْمُھَا (ارباب نعمت کو نعمت مبارک)۔

## فرشتے کا دل نہیں ہوتا

نیز آپ نے لکھا ہے حضرت شیخ شرف الدین منیریؒ کے پندرھویں خط میں لکھا ہے (یہ سب خط آپ کی کتاب "مکتوبات یک صدی" میں ہیں) کہ حلیۃ الاولیا میں ایک حدیث منقول ہے کہ ہر عصر یعنی ہر زمانے میں چالیس مرد ایسے ہوتے ہیں کہ جن کے دل حضرت موسیٰ علیہ السلام کے دل کی طرح ہوتے ہیں۔ اور سات مرد ایسے ہوتے ہیں کہ جن کے دل حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دل کی طرح ہوتے ہیں۔ تا آخر حدیث ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ آخر میں لکھا ہے کہ ایک شخص ایسا ہوتا ہے کہ جس کا دل حضرت اسرافیلؑ کے دل کی طرح ہوتا ہے۔ پس اس حدیث سے ظاہراً دو چیزیں سمجھ میں آتی ہیں۔ ایک اسرافیل کے دل کا ثبوت۔ دوسرے یہ کہ اس کی پیغمبرانؑ پر فوقیت۔ لیکن حضرت قطب عالم پیر دستگیر کے خطوط میں بارہا یہ چیز واضح ہو چکی ہے کہ فرشتہ دل ندارد (فرشتہ دل نہیں رکھتا) لہٰذا سرا پردۂ خاص میں اس کا گذر نہیں۔ پس فوقیت کی وجہ اپنے لطف وکرم سے بیان فرمادیں۔ واضح ہو کہ فضل جزئی (جزوی فضیلت) جو عالم تقدیس وطہارت کا خاصہ ہے سے فضل کلی (کلی فضیلت) لازم نہیں آتی۔ اس وجہ سے کہ اعتقاداً پیغمبرانؑ ملائکہ پر فضیلت رکھتے ہیں اور اس کی وجہ یہ ہے کہ فرشتے دل نہیں رکھتے۔ اور سرا پردۂ خاص میں گذر نہیں رکھتے۔ وہ جو دل رکھتا ہے خلیفۂ رحمان ہے اور ہم نشین سبحان ہے:

وَهُمْ جُلَسَاءُ اللهِ تَعَالٰى يَوْمَ الْقِيٰمَةِ

اور وہ حق تعالےٰ کے ہم نشین ہیں قیامت کے دن۔

یہ روایت معدن الغرائب شرح شاشی مصنفہ میرے جد امجد شیخ صفی الدین ردولوی رحمہ اللہ علیہ میں باب تحقیق جنسِ انسان میں واضح طور پر درج ہے۔ روایت کا حاصل یہ ہے کہ کسی نے سوال کیا کہ کیا انسان جو حیوانِ ناطق (بولنے والا جانور) ہے کی حد تک فرشتے اور جن پہنچ سکتے ہیں؟ آپ نے جواب دیا کہ نطق سے مراد نطقِ جنانی ہے۔ **(نطق قلبی)**

فیخرج الملک والجن لعدم الجنان لهما

جن اور فرشتے خارج ہوتے ہیں اس لئے کہ ان کے دل نہیں ہوتے

اور اس میں کوئی شک نہیں جو وقعت ہے دل کی ہے:

عالم دل عالمیست ہر دو جہاں اندرو
کیست کہ ہر دم کند عزم تماشائے دل

دل کا جہان وہ چیز ہے کہ جس کے اندر دونوں جہاں ہیں۔ کون ہے جو دل کا تماشا کرنے کا ارادہ رکھتا ہے۔

جس کا دل نہیں اس کا کچھ نہیں خواہ ملک (فرشتہ) ہے یا ساکن فلک (آسمان پر) ہے:

دل مغز حقیقت است و تن پوست ببیں
دل شیوۂ روح صورت دوست ببیں

دل حقیقت کا مغز ہے اور جسم چھلکا ہے دل روح کا شیوہ اور دوست کی صورت ہے۔

جو شخص رُوح قدسی رکھتا ہے وہ دل رکھتا ہے[1] کیونکہ دل نور ہے اور اس کے سوا انسان کا مختلف کاموں میں کوئی ترجمان نہیں ہے۔ لیکن فرشتہ یہ شان نہیں رکھتا۔ افضل وہ ہے جسے اللہ تعالیٰ افضل بنائے۔ اگرچہ فرشتہ نور ہے لیکن اسے یہ حضور نہیں ہے۔ چونکہ اسرافیل علیہ السلام ملائکہ میں سے حق تعالیٰ کے مقرب ہیں اور فضیلت رکھتے ہیں سمجھانے کے لئے ان کی فضیلت کی مثال دی گئی ہے۔ نیز چونکہ اس حدیث میں اولیاء کے دل کو انبیاء کے دل کے مقابل کہا گیا ہے اور چونکہ اسرافیلؑ کے دل کا بھی ذکر آیا ہے۔ نیز دل کا ذکر یہاں ان معنوں میں کیا گیا ہے جس طرح کہ سورۂ یٰسین کو قرآن کا دل اور سَلٰمٌ قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ رَّحِيْمٍ کو سورۂ یٰسین کا دل کہا ہے۔ یہ صرف فضیلت بیان کرنے کے لئے کہا گیا ہے نہ کہ حقیقت بیان کرنے کی خاطر۔ اور اس قسم کی مثالیں دنیا میں بے شمار ہیں جو صرف اعتباری ہیں حقیقی نہیں۔ فرشتہ عقل کے سوا کچھ نہیں اور اس بلندی تک اُس کی رسائی نہیں۔

---

[1] روح قدسی سے مُراد روح اضافی ہے جس کی طرف وَنَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِيْ سے اشارہ ہے۔

(یعنی وہ بلندی جس پر انسان پہنچ سکتا ہے)۔

سریست میانِ دلِ درویش وخداوند
جبریل امین در و نگنجد بطلب

درویش کے دل اور خداوند تعالیٰ کے درمیان وہ راز ہے کہ جہاں جبرائیل کی رسائی بھی نہیں وہ چیز طلب کر۔

اور دل سے مُراد جسمانی دل لیا جائے جو روحِ ربّانی اور نُورِ سبحانی سے خالی ہے تو ایسا دل تو جانور بھی رکھتے ہیں جس کا نہ کوئی فائدہ ہے اور نہ حق تعالیٰ کے ہاں اس کی کوئی وقعت ہے۔ یہ دل نہیں ہے دل وہ ہے جو عرشِ رحمان ہے اور وہ دل، دلِ انسان ہے:

قلب المومن عرش اللّٰہ۔ مومن کا دل اللہ تعالیٰ کا عرش ہے۔

اس سے یہی مُراد ہے:

محرابِ جہاں جمالِ رخسارۂ ماست
سلطانِ جہاں در دلِ بیچارہ ماست

محرابِ جہاں یعنی خلق کی سجدہ گاہ ہمارے یعنی انسان کے چہرے کا جمال ہے اور جہاں کا بادشاہ یعنی حق تعالیٰ ہمارے چھوٹے سے دل کے اندر ہے۔

ہیہات! ہیہات!! یہ کیا اسرار ہیں اور کیا انوار ہیں۔ جبرائیل علیہ السلام جس قدر فضیلت رکھتے ہیں یہ ظاہری اعتقاد ہے۔ لیکن اسرارِ دل تک ان کا گذر نہیں، اور اسے اس کی خبر ہے۔ اگرچہ جبرائیلؑ کی طیران اور اس کا آشیان عالمِ ملکوت ہے انسان کی پرواز لامکاں میں ہے اور وہ یگانۂ سبحان ہے:

اَوْلِیَآئِیْ تَحْتَ قَبَآئِیْ لَا یَعْرِفُهُمْ غَیْرِیْ

میرے اولیا میری قبا کے نیچے ہیں یعنی میرے دل کے اندر ہیں اور میرے سوا انھیں کوئی نہیں جانتا۔

جو شخص یہ طلب اور یہ عرفان نہیں رکھتا بڑے خسارے میں ہے:

فَوَيْلٌ لَّهُمْ مِّمَّا كَتَبَتْ اَيْدِيْهِمْ وَوَيْلٌ لَّهُمْ مِّمَّا يَكْسِبُوْنَ

ان کے لیے وَیل یعنی دوزخ ہے ان کے اعمال کی وجہ سے اور افعال کی وجہ سے۔

یہ عرفان، یہ اسرار اور یہ شور اس بیچارے (انسان) کا مشرب ہے اور اسی کے نصیب ہے:

وَ اَصْحَابِیْ کَالنُّجُوْمِ میرے اصحاب ستاروں کی مانند ہیں (حدیث)

یہ اسی فضیلت کی طرف اشارہ ہے۔ کسی نے خوب کہا ہے:

من کہ در زمرۂ عشاق برندی علمم

طبل پنہاں چہ زنم طشتِ من از بام افتاد

چونکہ عاشقوں کے گروہ میں میں رندی مشرب مشہور ہو چکا ہوں اب راز چھپانے کا کیا فائدہ

کہ میرا معاملہ طشت از بام ہو گیا ہے یعنی راز فاش ہو گیا ہے۔

فرشتوں پر انبیاء کی فضیلت داخلِ اعتقاد ہے اور یہ بھی صریح روایت ہے کہ فرشتے دل نہیں رکھتے۔
پس چونکہ آپ بھی عالم ہیں اور عارف ہیں آپ اور اس فقیر کے صحبت یافتہ ہیں اس بارے میں کچھ لکھیں تاکہ زیادتیٔ علم کا باعث ہو۔ کیونکہ ہر عارف سے ہر طرف حق کا ظہور ہوتا ہے۔

عاقبت محمود باد بالنبی وآلہ الامجاد۔

---

## مکتوب ۱۲۵

بجانب شیخ جلال الدینؒ

(۱) شبہ و شکوک کے حل (۲) اسرارِ توحید کے بیان میں۔

حق حق حق!



... ہر حال میں اللہ تعالےٰ کا شکر ہے اگرچہ شکر کے ساتھ صبر بھی ہے۔ کیونکہ راحت

و رنج دونوں زندگی کا حصہ ہیں۔ پس صبر و شکر میں بندہ کی صلاح (نیکی) و فلاح (بہتری) ہے۔ نعمت کے وقت شکر اور رنج کے وقت صبر ضروری ہے:

ناکساں را بلطفِ خود کس کرد ؎

شکر و صبرے ز بندگاں بس کرد

حق اللہ تعالیٰ نے بے کسوں کو اپنے لطف و کرم سے غنی کر دیا اور بندوں کی طرف سے شکر و صبر لازم آیا۔

لیکن چونکہ صبر شکر کی پناہ میں حاصل ہے اس وجہ سے کہ نورِ صبر صرف شکر کرنے سے جلوہ گر ہوتا ہے مردانِ خدا ہر وقت صبر و شکر میں مشغول رہتے ہیں اور حق کو تلاش کرتے رہتے ہیں۔ ہمیشہ وَاصْبِرُوْا صَبْراً جَمِیْلاً (صبر کرو صبرِ جمیل) پڑھتے رہے۔ اور جمالِ صبر شکر میں طلب کرو زندگی بے شکر کفر ہے اور کفر میں نہ صبر ہے نہ شکر۔ پس دائماً شکر لازم ہے اور ناشکری سے دُور بھاگنا چاہئے۔ شاکر خدا کو دیکھتا ہے اور صبر و شکر میں ہمیشہ اپنے خدا کا ہم نشین ہوتا ہے لیکن کافر خود کو دیکھتا ہے نہ شکر کی نعمت سے بہرہ ور ہوتا ہے نہ صبر سے:

اِنَّمَا یُوَفَّی الصَّابِرُوْنَ اَجْرَهُمْ بِغَیْرِ حِسَابٍ

اللہ تعالیٰ صابرین کو ان کا اجر عطا کرتا ہے بلاحساب۔

پس دیکھنا چاہیئے کہ صبر کہاں لے جاتا ہے اور کیا جمال دکھاتا ہے۔ اور:

وَسَعْیُکُمْ مَشْکُوْرًا اور تمہاری کوشش بار ور ہوگی۔

یہ محبوب تک پہنچنے کی خوشخبری ہے۔

## حلِ شکوک

آں برادر کا خط ملا۔ پڑھ کر افسوس ہوا کہ بے ہودہ شکوک نے آپ کو پریشان کر رکھا ہے دعا ہے کہ خدا تعالیٰ طالبین کو اپنے فضل و کرم سے اس بلا سے محفوظ رکھے۔ کیونکہ جو شخص اس بلا میں گرفتار ہوتا ہے اگرچہ مجتہدِ وقت بھی ہو صحیح راستہ نہیں پا سکتا۔ مردانِ خدا خدا کی

طلب میں دل کو پاک وصاف رکھتے ہیں اور کوئی نقش غیر دل پر وارد نہیں ہونے دیتے :

## رُباعی

تا کہ باشد یادِ غیرے در حساب ذکر مولا از تو باشد در حجاب

چوں نماند در دل از اغیار نام پردہ از محبوب برخیزد تمام

جب تک غیر کی یاد دل میں جاگزیں ہے یادِ مولیٰ سے تُو باز رہے گا۔ جب دل سے غیر کا نام مٹ جائے گا محبوب کے رُخِ انور سے پوری طرح پردہ اٹھ جائے گا۔

اے عزیز! حق کے ساتھ اس قدر مشغول ہونا چاہیئے اور شغلِ باطن میں اس قدر مستغرق ہونا چاہیئے کہ محو در محو اور سہو در سہو ہو جائے۔ اور شغلِ باطن کے وقت علمِ حسّی اور علمِ درسی پر نظر نہیں رکھنی چاہیئے۔ اور ایسی حالت ہونی چاہیئے کہ گم ہونے کے سوا کچھ نہ ہو:

؎ محو باید بود در ہر دو سرائے

پائے از سر ناپدید و سر ز پائے

دو جہانوں میں اس قدر محو ہو کر رہنا چاہیئے کہ سر سے پاؤں اور پاؤں سے سر تک کی خبر نہ رہے۔

اے برادر! ایمان صفتِ دِل ہے اور تصدیق ایمان کی اصل ہے۔ جو شخص دل رکھتا ہے (یعنی حقیقی معنوں میں) وہ ایمان رکھتا ہے اور جو ایمان رکھتا ہے وہ بہشت میں جاتا ہے اور خدا کو دیکھتا ہے کیونکہ دیدار الٰہی اور جنت ایمان کا نتیجہ ہیں۔ مومن کے سوا جنت کی نعمت اور دیدارِ الٰہی کی نعمت کسی کو حاصل نہیں ہوتی خواہ مَلک ہو خواہ ساکنِ فلک ہو خواہ مقرب ہو خواہ مجرد (اہل وعیال سے پاک جیسے ملائکہ) ملائکہ کا ایمان وہبی مطبوع ہے (یعنی مامور یا طبیعت میں رکھا ہوا)۔ وہ جو کچھ رکھتا ہے مرتبۂ طبع میں رکھتا ہے جس کا کوئی اعتبار نہیں۔ اور حضرتِ حق میں کسی کام کا نہیں۔ مجرد خواہ نور ہے خواہ نار (یعنی فرشتے اور جنات) وہ خود اپنے حضور میں ہے۔ لیکن سب کی تخلیق مومن کے لئے ہے۔ اگرچہ فرشتے جنت میں ہوں گے لیکن مومن کی خدمت کے لئے ہوں گے :-

يَسْتَغْفِرُوْنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

فرشتے مومنین کے لئے خدا تعالیٰ سے مغفرت طلب کرتے ہیں

لیکن مومن خدا کے لئے اور خدا مومن کے لئے ہو گا:

فَشَتَّانَ مَا بَيْنَهُمَا

اور ان دونوں باتوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے یعنی:

(۱) ملائکہ کا انسان کے لئے ہونا اور

(۲) انسان کا خدا کے لئے اور خدا کا مومن کے لئے ہونا۔

چونکہ ملائکہ کے تمام امور اور ایمان طبع کے تحت ہوتے ہیں۔ وہ نہ دل رکھتے نہ ایمان کیونکہ:

من لا قلب لہ لا ایمان لا لہ ومن لا ایمان لہ لا رب لہ

جس کا دل نہیں اس کا ایمان نہیں اور جس کا ایمان نہیں اس کا رب نہیں یعنی رب کا اس سے کوئی تعلق نہیں

قرآن سے سنو:

اِنَّ الْكٰفِرِيْنَ لَا مَوْلٰى لَهُمْ تحقیق کافروں کے لئے کوئی مولی نہیں۔

وہ پروردگار سے نہ کوئی تعلق رکھتے ہیں نہ راز و نیاز۔ مولانا عبداللہؒ سے سنا ہے۔ اس معاملہ میں میں نے ایک روایت بھی دیکھی ہے کہ کافر ایک دفعہ خدا تعالیٰ کا دیدار کرے گا اور پھر ابد تک محروم رہے گا۔ چونکہ کافر کا ایمان نہیں ہوتا اس کا دل نہیں ہوتا:

خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ اللہ نے ان کے دلوں پر مہر لگا دی ہے۔

کافر برباد رہے گا۔ دیدارِ الٰہی سے محروم اور جنّت سے بے بہرہ رہے گا۔ مومن کے سوا کوئی جنّت میں نہ جائے گا اور نہ کوئی دولتِ دیدار سے بہرہ ور ہو گا۔ غیر مومن کے لئے جو کچھ ہو گا بطریق وضوح (ظہور) ہو گا نہ کہ بطریق نعمت۔ پس کافر کے لئے خسارہ اور مومن کے لئے وہ شادی و خوشی، وجدان و فرحت ہو گی کہ دل خوش ہو جائے گا۔ اور ملائکہ مومن کی خدمت کے لئے جنت میں کمربستہ ہوں گے۔ فرشتے کے لئے جس قدر وضوح ہو گا اُسے کشائش اور وجدان حاصل نہ ہو گا۔ اور اس کے لئے خسارہ

بھی نہ ہو گا :

اَللّٰہُ وَلِیُّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یُخْرِجُھُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ

اللہ مومنوں کا دوست ہے ان کو ظلمت سے نکال کر روشنی میں لاتا ہے

یعنی وجود خاکی و کونی کی ظلمت سے اتنا بلند کرتا ہے کہ نور سبحانی تک کھینچ لیتا ہے اور حق کے ساتھ یگانہ کر دیتا ہے۔ دوگانگی (دو ہونا یعنی ایک دوست اور ایک خود) دوست کے ساتھ روا نہیں۔ جو شخص اُسے دیکھتا ہے حق کو دیکھتا ہے :

مَنْ رَاٰنِیْ فَقَدْ رَاَی الْحَقَّ　　　جس نے مجھے (رسول اللہ کو) دیکھا حق دیکھا۔

اس پر عمل کرو۔ اور دوگانگی کو درمیان سے نکال دو۔ عطارؒ نے خوب کہا ہے :

مصطفےٰ را حق بدان و حق ببین

مصطفےٰ بُد نور رب العٰلمین

مصطفےٰ کو حق جانو اور حق دیکھو مصطفےٰؐ تھے رب العٰلمین کا نور۔

اور جو کچھ نبی کے حق میں اصالتہً درست ہے وہ ولی کے حق میں نیابتہً درست ہے کیونکہ ولی نُور ہے نبی کا۔　　اَنَا مِنْ نُّوْرِ اللّٰہِ وَالْمُؤْمِنُوْنَ مِنْ نُّوْرِیْ

میں اللہ کے نور سے ہوں اور مومنین میرے نور سے ہیں۔

فرشتے کا یہاں گذر نہیں۔ کیونکہ وہ دل نہیں رکھتا۔ اور ایمان نہیں رکھتا۔ وہ جس قدر مقرب اور مُرسل ہے اپنے لئے ہے۔ اور اپنے میں باز رہ گیا ہے :

وَمَا مِنَّآ اِلَّا لَہٗ مَقَامٌ مَّعْلُوْمٌ

اور نہیں ہم سے مگر اس کا مقام معلوم ہے۔

یعنی فرشتہ کونی ہے سبحانی نہیں۔ مومنِ سبحانی ہے کونی نہیں۔ اگرچہ مومن کون (دنیا) میں رہتا ہے سبحان کے ساتھ پیوست ہے :

وَکَانَ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَحِیْمًا　　　اور اللہ تعالیٰ مومنین کے ساتھ رحیم ہے۔

ملائک کی ظاہری فضیلت ظاہری مذہب میں ہے اس میں کوئی شک نہیں، لیکن تم باطن کو دیکھو، باطن کو جانو، باطن کو پکارو، باطن کو طلب کرو اور باطن کے لئے کوشش کرو کسی نے خوب کہا ہے :

## رُباعی

آں لقمہ کہ در دہاں نگنجد بطلب      آں سر کہ در و نشان نگنجد بطلب

سرّ نیست میاں دلِ درویش و خداوند      جبریل امین کہ در و نشان نگنجد بطلب

وہ نعمت طلب کر کہ جو تیرے منہ میں نہ سما سکے یعنی نعمتِ لامکانی۔ وہ راز طلب کر جس کا کوئی نشان نہ ہو۔ درویش کے دل اور خدا تعالےٰ کے درمیان ایسا اُنس ہے کہ جہاں جبریل امین تک کا گذر نہیں۔ وہی مقام طلب کر۔

اے عزیز! انبیاء علیہم السلام اگرچہ افضل ہیں لیکن اولیاء ایسے صاحب راز ہیں کہ ایک عاجز ہے دوسرے سے۔ اگر تجھے دلیل درکار ہے تو قرآن سے سُن :

قَالَ اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيْعَ مَعِيَ صَبْرًا

خضرؑ نے حضرت موسےٰ علیہ السلام سے کہا کہ تم میرے کاموں کو دیکھ کر صبر نہیں کر سکو گے۔ چنانچہ بعد میں تین واقعات ایسے پیش آئے کہ موسےٰ علیہ السلام صبر نہ کر سکے اور بول پڑے جس سے خضر علیہ السلام رخصت ہو کر چلے گئے۔

وَكَيْفَ تَصْبِرُ عَلٰى مَا لَمْ تُحِطْ بِهٖ خُبْرًا

اور تو کیسے صبر کر سکتا ہے ایسے امر پر جو آپ کے احاطۂ واقفیت میں نہیں ہے۔

اس وقت موسےٰ علیہ السلام درماندہ تھے (پشیمان تھے) اور نجات کا کوئی حیلہ نہ تھا ناگاہ ایک صاحبِ راز ولی ظاہر ہوا (یعنی خضر علیہ السلام) اور کہا :

ان الملاء یاتمرون بك لیقتلوك فاخرج انی لك من الناصحین

(بے شک سردار تیرے قتل کا حکم کر چکے ہیں تو نکل جا میں تیرا خیر خواہ ہوں)۔

سبحان اللہ یہ کیا شور ہے اور کیا راز ہے۔

هُوَ الَّذِیْ یُصَلِّیْ عَلَیْکُمْ وَمَلٰئِکَتُہٗ لِیُخْرِجَکُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ

اللہ وہ ذات ہے جو تم پر رحمت نازل فرماتا ہے اور اس کے فرشتے بھی تاکہ تمہے تاریکیوں سے روشنی کی طرف لے جائے۔

اس میں وہ جمال اور وہ کمال ہے کہ حق تعالٰے کے سوا کوئی شخص نہیں جانتا اور ولی اور نبی کے سوا کوئی نہیں سمجھتا۔ پس یہی کہا جا سکتا ہے :

راز درون پردہ ز رندان مست مپرس
کہ ایں حال نیست صوفی عالی مقام را

سربستہ راز و رموز کے متعلق رندانِ مست سے دریافت نہ کرو کیونکہ صوفی عالی مقام کا یہ کام نہیں۔ (اس شعر کی تشریح قبل ازیں بیان ہو چکی ہے)۔

صبر و تحمل سے کام لینا چاہیے اور دم نہیں مارنا چاہیئے کیونکہ بعض لوگ ایک لمحے میں عرش و فرش درہم برہم کر دیتے ہیں : ؎

دل اطلس چناں سوزد دہن از بیم نکشاید
مبادا دم بروں آید جہانے سوختن گردد

دل میں وہ آگ پیدا ہوتی ہے کہ جس کی وجہ سے منہ نہیں کھلتا اس خوف سے کہ مبادا آہ نکلے اور جہاں جل جائے۔

ناچار بیچارے خاموش رہتے ہیں لیکن جوش و خروش اور ذوق و شوق سے رہتے ہیں اور خونِ جگر پیتے ہیں اور کوچہ و بازار میں شور نہیں مچاتے پھرتے ہیں نہ ڈکار دیتے ہیں۔ کیونکہ ڈکار بدعت ہے صحیح الحال اور صحیح مقال (صاحبِ حال اور راست گو)۔ حدِ عقل و حس میں رہ کر اہلِ طریقت سے بات کرتے ہیں اور خلقت کی بھلائی کے لئے کوشاں رہتے ہیں :

وَاِنَّمَا اَشْکُوْبَثِّیْ وَحُزْنِیْ اِلَی اللّٰہِ — میری تکلیف اور رنج اللہ کی وجہ سے ہے۔

ہمیشہ اسی پر عمل کرنا چاہیے۔ اور اپنے آپ کو خواری میں مبتلا رکھنا چاہیئے :

وکان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم متواصل الحزن ودائم الفکر

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ رنج و غم میں رہتے تھے۔

کیونکہ گہرے سمندر سے واسطہ ہے اور ساحل ناپید ہے لہٰذا سوائے خون دل پینے کے اور لخت جگر کھانے کے کوئی چارہ نہیں، اور یہی مردانِ ہمت کا شیوہ ہے۔ اگر ظاہراً دل عالم ناسوت میں ہے دراصل وہ عالم ملکوت سے تعلق رکھتا ہے دل عرش رحمان ہے بلکہ اس سے بھی فراخ تر و عظیم تر ہے کیونکہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ اللہ فرماتے ہیں :

لا یسعنی ارضی و لا سمائی و لکن یسعنی قلب عبدی المومنین والقلب مراۃ الرب۔

میں اپنی زمین اور اپنے آسمانوں میں نہیں سما سکتا لیکن اپنے بندۂ مومن کے قلب میں سما سکتا ہوں، مومن کا قلب اللہ کا آئینہ ہے یعنی اسی آئینے میں اپنا عکس دیکھتا ہے۔

کون و مکاں میں کہاں سما سکتا ہے اور بیچارہ فرشتہ اس کا کیا مقابلہ کر سکتا ہے۔ پس آگے بڑھو تا کہ ہم پیچھے نہ رہ جائیں۔ رندوں کی بات رندوں کے سوا اور پرندوں کی بولی پرندوں کے سوا کوئی نہیں سمجھتا۔ مرغوں کی بات مرغ ہی جانتے ہیں۔ سلیمانِ وقت کو چاہیئے کہ مرغانِ غیب کے اسرار و رموز کو سمجھے۔ یہ مردانِ خدا کا معاملہ ہے نہ کہ مخنثوں کا۔ اہل ظاہر اور علم ظاہر کا یہاں گذر نہیں۔ اور نہ وہ ان باتوں کو سمجھ سکتے ہیں۔ بیچارہ ظاہر بین تاویل میں پھنس گیا ہے اور بزعم خود اپنا راستہ اختیار کئے ہوئے ہے تم اپنا دل ہاتھ میں لاؤ کیونکہ جو کچھ ہوتا ہے دل سے ہوتا ہے باقی سب کھیل تماشا ہے۔ یہ جو اٹھارہ ہزار جہاں ہیں سب تیری ہی سلطنت کا دبدبہ اور کبکبہ ہے۔ جہاں تو ہے یہ سب کچھ تیرے ساتھ ہے تو حق کے ساتھ اور حق تیرے ساتھ ہے خواہ اس جہاں میں خواہ اس جہان میں :

کن لی اکن للہ وما کان لی ما اکون للہ

تو میرے لئے ہو جا تو میں تیرے لئے ہو جاؤں گا تو میرے لئے نہیں تو میں تیرے لئے نہیں۔

یہ ہے بندۂ خدا کا مقام۔ بندہ خدا کے ساتھ پابندہ ہے۔ خدا ہے بندہ نہیں ہے لیکن یہ کون جانتا ہے :

ے گر عدد گردد اَحد کارے بُود
ورنہ بیشک رنج بسیارے بُود

اگر اعداد مٹ کر احد بن جائیں تو یہ بڑا کام ہے ورنہ سخت تکلیف کا سامنا ہے۔

ے تا تو مے باشی عدد بینی ہمہ
چوں شوی فانی احد بینی ہمہ

جب تک تُو ہے اعداد میں گرفتار رہے گا۔ جب تُو فنا فی اللہ ہو جائے گا احد رہ جائے گا۔

اگرچہ علم اچھی چیز ہے لیکن :

اَلْعِلْمُ حِجَابُ اللّٰهِ الْاَعْظَمُ علم اللہ کے راستے میں حجاب اکبر مانا گیا ہے۔

پس علمِ ظاہری سے گذر کر علمِ الٰہی تک پہنچ جا تاکہ تو نُور اللہ بن جائے :

ے از علم گذر باید بر یار نظر باید
زاں نور اثر باید در دیدۂ انسانی

علم سے گذر کر یار پر نظر رکھنی چاہیئے۔ کیونکہ اس نور سے انسان کی آنکھ منور ہو جاتی ہے۔

ورنہ تو جس قدر علم کتابوں سے حاصل کرتا رہے گا۔ خر ( گدھے ) کے مقام سے تجاوز نہ کرے گا :

مَثَلُهُمْ كَمَثَلِ الْحِمَارِ

ان کی مثال گدھے کی سی ہے جس پر کتابیں لدی ہوں لیکن کتابوں کی حکمت سے بے بہرہ ہو۔

اس سے مردانِ خدا کی کمریں ٹوٹ گئی ہیں۔ انھوں نے جب سے یہ آواز سنی ہے علم ظاہر سے ایک حرف بھی اپنے اوپر روا نہیں رکھا کسی نے خوب کہا ہے :

ے او علم نمے شنید لب بر بستم
او عقل نمے خرید دیوانہ شدم

دوست کو علم کی ضرورت نہیں لہٰذا میں نے زبان بند کر دی۔ اُسے عقل درکار نہیں اس لئے میں دیوانہ ہو گیا۔

یہ گم شدہ اور خراب حال کیا لکھے کہ کچھ نہیں پڑھا نہ کچھ کمایا ہے بلکہ بند میں گرفتار رہا ہے :

یَا لَیْتَ اُمِّیْ لَمْ تَلِدْنِیْ          کاش میری ماں مجھے نہ جنتی ۔

؎ آہ کہ آں یار مرا یار نیست
آہ کہ آں شوخ وفادار نیست

افسوس کہ وہ یار میرا یار نہیں اور وہ شوخ وفادار نہیں ۔

علم کی باتیں علماء سے پوچھنی چاہئیں ۔ اس خراب حال سے پوچھنے کا کیا فائدہ ۔ یہ خراب حال (خود) جو کچھ کہتا ہے ابتر کہتا ہے ۔ ان کی گفتار ابتر ، رفتار ابتر اور کردار ابتر ہے :

سریست دراں زلفِ تو سر بستہ
اماچہ تواں کرد کہ با ما نکشائی

اس زلفِ بستہ میں رازِ سربستہ ہیں لیکن کیا کیا جائے کہ ہم پر نہیں کھلتے ۔

یہ کسی اور کا نوحہ ہے :

بدبختی را گرہ کشودن نتواں !
احوال بہر کسے نمودن نتواں !

بدبختی سے نجات حاصل مشکل ہے اور دوسروں کے سامنے حال بیان کرنا بھی مشکل ۔

یہ بیچارہ (خود) فراق کا مارا ، گم گشتہ اور بے خود شدہ بس یہی نوحہ کرتا ہے :

## رُباعی

حاشا کہ دلم از تو جدا خواہد شد          یا باکسِ دیگر آشنا خواہد شد
از مہر تو بگسلد کرا دارد دوست          وز کوئے تو بگذرد کجا خواہد شد

یہ کبھی ہو سکتا ہے کہ دل تجھ سے جدا ہو جائے یا کسی اور سے دوستی لگا لے ۔ تیری محبت چھوڑ کر کسی سے دوستی لگائے اور تیرے کوچے کو ترک کر کے کہاں جائے ۔

اے برادر ! روایات و احادیثِ متشتتہ (کی کوئی حد نہیں) کیا لکھیں اور کیا بحث کریں ۔ یہ

اپنے وقت کو برباد کرنا ہے۔ پس جو عقائد مشہور اور معتبر کتابوں میں پائے جاتے ہیں ان پر کاربند رہنا چاہیئے۔ اور حق کے ساتھ پیوستہ ہو کر محرم راز بننے کی کوشش کرنی چاہیئے ؛

محرمِ دولت نبود ہر سرے
بار مسیحا نکشد ہر خرے

رموز سلطنت کے قابل ہر سر نہیں اور مسیح کے بار کے قابل ہر خر (گدھا) نہیں۔

جب تم مقامِ راز تک پہنچ جاؤ گے تو وہ خود تمہیں بتائے گا کیونکہ :

اِنَّہٗ یَعْلَمُ السِّرَّ وَاَخْفٰی ۔ وہ راز اور مخفی امور کو جانتا ہے۔

دوسرا راز یہ ہے :

خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِیْ سِتَّۃِ اَیَّامٍ

اس نے پیدا کیا آسمانوں کو اور زمین کو چھ دنوں میں۔

یہ سرا پردۂ خاص کی بات ہے جو انسان کے لئے خاص ہے کیونکہ :

الانسانُ سرّی وصفتی

کیونکہ انسان میرا یعنی خدا کا راز اور صفت ہے

اس کے علاوہ جو کچھ یہ آسمان اور زمین ہیں یہ سب نقش بر دیوار ہیں جس کی کوئی حقیقت نہیں۔ یہ سب قدرت کی نقش بندی اور وحدت کی نیرنگی ہے جب :

کُلُّ شَیْءٍ ھَالِکٌ اِلَّا وَجْھَہٗ ۔ ہر چیز فنا ہو رہی سوائے اس کی ذات کے۔

کا راز کھلتا ہے تو :

اَللّٰہُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۔ اللہ نور ہے آسمانوں اور زمین کا۔

جلوہ گر ہوتا ہے اور سوائے دوست کے کوئی اعتبار نہیں رہتا۔

وَھُوَ مَعَکُمْ اَیْنَمَا کُنْتُمْ ۔ وہ تمہارے ساتھ ہے تم جہاں بھی ہو۔

کا ظہور ہوتا ہے۔ اس وقت تم پر محقق ہو جائے گا کہ راز کسے کہتے ہیں اور حقیقت میں کون ہے۔ جو

کوئی اس راز کو پا لیتا ہے یہ کہتا ہے :

ما فی الوجود احد سوی اللہ ۔ وجود سوائے اللہ کے کسی کا نہیں ہے ۔

وھل فی الدارین غیر اللہ ۔ اور کونین میں اللہ کے سوا کیا ہے ۔

کسی واصل باللہ نے خوب کہا ہے :

در ہر چہ نظر کردم غیر از تو نمے بینم
غیر از تو کسے باشد حقا چہ مجالست ایں

جس چیز میں نظر کرتا ہوں تیرے سوا کچھ نہیں دیکھتا۔ تیرے سوا بھی کسی کا وجود ہو یہ کس کی مجال ہے
پس اس طلب کے سوا کوئی طلب نہ رکھو اور حرفِ عشق کے علاوہ کوئی حرف نہ پڑھو۔ اے محرم راز
سبحانی یہ اشعار پڑھو۔ اس بیچارے سے موافقت کرو، جلتے رہو، گھٹتے رہو اور خونِ دل پیتے رہو۔ جانِ
مسکیں بلکہ سارے جہاں کو آگ لگا دو :

## رُباعی

یا الٰہ العٰلمین در ماندہ ام ! غرقِ خون در خشک کشتی راندہ ام
درمیانِ راہ تنہا ماندہ ام کس ندارم بے سر و پا ماندہ ام
دستِ من گیر و مرا فریاد رس دست بر سر چند دارم چوں مگس
از در خویشم مگرداں نا اُمید وز سر لطفم سیاہم کن سفید
گر سیاہ آمد مرا ننگ گلیم تو سپیدش کن چو موئے اے کریم

۱ - یا الٰہ العٰلمین میں پریشان حال ہوں اپنے خون میں غرق ہوں لیکن میں نے اپنی کشتی خشکی پر چلا رکھی ہے ۔

۲ - تن تنہا سفر کر رہا ہوں نہ کوئی یار ہے نہ مددگار۔

۳ - میرا ہاتھ تھام لے اور میری فریاد سُن۔ کب تک مکھی کی طرح پشیمانی کے عالم میں سر پر ہاتھ رکھے بیٹھوں گا۔

۴ - اپنے دروازے سے مجھے ناامید مت پھیر، بلکہ اپنے لطف وکرم سے میرا نامہ سیاہ سفید کر دے۔

۵ - اگر میری چادر (نامہ اعمال) کا رنگ سیاہ ہے تو تُو اسے اپنے کرم سے سفید بنا دے۔

رہ نمایم باش و دیوانہ بشوی
وز دو عالم تختہ جانم بسوز

میری راہنمائی کیجئے اور میرا دفتر سیاہ دھو ڈالئے۔ اور دونوں جہانوں سے میری جان کو جدا کر دے۔

غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَاِلَيْكَ الْمَصِيْرُ وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ مُحَمَّدٍ وَّ وَاٰلِهٖ اَجْمَعِيْنَ بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرّٰحِمِيْنَ ۔

---

## مکتوب ۱۲۶

بجانب شیخ عبدالرحمٰن شاہ آبادی۔

(۱) ان کے خط کے جواب میں (۲) اور صحبتِ مشائخ کے برکات کے بیان میں۔

حق حق حق!

.... سب امور مشکور ہیں (یعنی ہر حال شکر ہے) کیونکہ شکر کے ذریعے حق کے ساتھ حضوری ہے۔ شاکر خدا بین ہوتا ہے اور یہ اسلام ہے کافر خود بین ہوتا ہے اور یہ کفر ہے۔ شاکر صابر ہوتا ہے کیونکہ وہ با حق ہوتا ہے:

وَاللّٰهُ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ اللہ صابرین کے ساتھ ہے۔

لیکن کافر کو حق سے کوئی تعلق نہیں۔ لہٰذا دائماً شاکر رہنا چاہیئے کیونکہ شکر کے ذریعے راہِ حق ملتا ہے اور جمال صبر شکر ہی کے ذریعے حاصل ہوتا ہے :

ناکساں را بلطفِ خود کس کرد
شکر و صبر سے ز بندگان لبس کرد

اپنے لطف و کرم سے بے کسوں کو باکس کرتا ہے اور شکر و صبر بندوں کی طرف سے لازمی قرار دیا ہے۔

قرآن مجید کا صدر لفظ (پہلا لفظ) اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ ہے یعنی ہمیشہ خدا کا شکر ادا ہوتا ہے نیز کلام پاک میں آیا ہے :

وَاِنْ شَکَرْتُمْ لَاَزِیْدَنَّکُمْ — اگر تم شکر کرو تو میں تم کو زیادہ دیتا ہوں۔

اس سے شکر کا جمال ظاہر ہوتا ہے کمال کھلتا ہے اور حق تعالےٰ تک رسائی ہوتی ہے کہ جس سے ملائک حیران ہوتے ہیں۔ ملائک اگرچہ فلک پر ہیں با خود ہیں ان کا حق سے تعلق نہیں (یعنی ان کو نور ذات اور مقام وحدت حاصل نہیں)۔ لیکن لبشر اگرچہ زمین پر ہے با حق ہے اور حق سے پیوست ہے :- وَھُوَ مَعَکُمْ اَیْنَمَا کُنْتُمْ

وہ تمھارے ساتھ ہے جہاں کہیں بھی تم ہو۔ (قرآن)

بسحان اللہ! کیا آیت ہے (یعنی کیا ہی واضح دلیل ہے) اور کیا غایت ہے (یعنی کیا ہی بلند منتہا اور منزل مقصود ہے) اور منتہا کہاں ہے جس کی ہم سب کو تلاش ہے (یعنی ذات کی کوئی حد نہیں)۔

آپ کا خط ملا جو قسم قسم کی واردات سبحانی اور اسرار ربانی سے لبریز تھا۔ اور نہایت فصیح و بلیغ عبارات سے مملو تھا۔ اس سے جمال و کمال سبحانی ظاہر ہوا اور فقیر کی طبیعت کو بھی اس قدر فرحت حاصل ہوئی کہ بیان میں نہیں سماتی۔ بلکہ کون و مکان میں نہیں سماتی کیونکہ اسرار سبحانی کون و مکان میں نہیں سماتے۔ اور ملائک کو اگرچہ مقرب ہیں وہاں تک رسائی نہیں۔ ملائک کیا ہیں وہ تو تیرے کام میں

لگے ہوتے ہیں :

هُوَالَّذِیْ یُصَلِّیْ عَلَیْکُمْ وَمَلَائِکَتُهٗ لِیُخْرِجَکُمْ مِنَ الظُّلُمَاتِ اِلَی النُّوْرِ

اللہ وہ ذات ہے جو تم پر رحم فرماتا ہے اور اس کے فرشتے بھی تاکہ تم کو گمراہی سے ہدایت کی طرف نکالے۔

یعنی ظلمات کونی سے بشر کو نور سبحانی تک پہنچاتا ہے اور اٹھارہ ہزار عالم کو بشر کی خدمت میں لگا رکھا ہے۔ سبحان اللہ! یہ کیا جمال ہے اور کیا کمال ہے۔ پس جو کچھ ہے بشر ہے باقی نقش پر دیوار ہے اور اس کام کے لئے خالی دبدبہ و کبکبہ (شان و شوکت) کی خاطر ہے۔ انسان کامل جانتا ہے کہ حق کے سوا کسی چیز کا وجود نہیں :

فَالْحَقُّ وَلَا سِوَاهُ اَلْاِنْسَانُ سِرِّیْ وَصِفَتِیْ

حق ہے اور اس کے سوا کچھ نہیں۔ انسان میرا راز اور میری صفت ہے

جب انسان اپنے کمال کو پہنچتا ہے تو دیکھتا ہے کہ سب حق ہے :

وَاِنَّ اِلٰی رَبِّکَ الْمُنْتَهٰی اور انتہائی مقام تیرے رب پر ختم ہوتا ہے۔

یعنی حق کے سوا کچھ نہیں لیکن ظاہری لباس محجوبین کی آنکھوں میں دھول ڈالتا ہے اور دور اور مہجور محرم راز جانتا ہے کہ کیا راز ہے اور کیا انوار :

محرم دولت نہ بود ہر سرے
بار مسیحا نکشد ہر خرے

رموز سلطنت کے قابل ہر سر نہیں اور بار مسیحا کے قابل ہر خر نہیں۔

پس مزید اور ہَل مِن مَزِید (زیادہ اور زیادہ) کا نعرہ لگائے رکھو اور پرواز جاری رکھو حتیٰ کہ تحقیق حاصل ہو اور ولی کو صاحب سِر (راز) اور صاحب سلطنت بنا کر تخت ولایت پر متمکن کریں کیونکہ عالم تحقیق میں نبی نبی بنتا ہے اور ولی ولی ہو جاتا ہے اور راہ ہدایت اِن ہی دو فریق پر منحصر ہے۔ مصطفےٰ علیہ السلام نے ابتدائے حال میں بڑی تکلیف اٹھائی۔ جسم مبارک کے جوڑ اکھڑ گئے بدن پر لرزہ طاری ہو جاتا تھا حتٰی کہ آپ پکار کر فرماتے تھے :

آپ کو یہ فکر لاحق ہوتی تھی کہ کہیں رہ نہ جاؤں اور دوست سے جدا ہو جاؤں لیکن چونکہ آپ حق تھے حق تک پہنچ گئے اور تحقیق رونما ہوئی :

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذَالِکَ وَکَذَالِکَ ھٰذَا الْوَلِیُّ کَالنَّبِیِّ وَلٰکِنِ النَّبِیُّ اَصْلٌ وَ

وَالْوَلِیُّ تَبَعٌ وَخَرَّ مُوْسٰی صَعِقًا۔

اس پر جمیع حمد اللہ کے لیے ہے اور اسی طرح یہ ولی نبی کی مانند ہے اور لیکن نبی اصل ہے اور

ولی تبع ہے اور سیدنا موسیٰ بے ہوش ہو کر گر پڑے۔

ہی میں مقربینِ حق کا مشرب ہے :

قَدْ عَلِمَ کُلُّ اُنَاسٍ مَّشْرَبَھُمْ        تحقیق ہر ایک نے اپنا جائے مشرب جان لیا۔

ہر شخص اپنے اپنے مقام پر پہنچ جاتا ہے۔ کوئی زاہد، کوئی عابد، کوئی ذاکر، کوئی متقی، کوئی ابرار، کوئی اخیار کوئی عالم، کوئی عامل، کوئی صالح، کوئی فاسق، کوئی مسلم، کوئی کافر، کوئی فرشتہ، کوئی شیطان ہر شخص اپنے مشرب پر حیران و طیران رہتا ہے۔ اور اس کے سوا اُسے چارہ نہیں کہ وہ حق کے سوا کسی چیز میں نہیں سماتا اور حق کے سوا اس میں کوئی سماتا۔ یہ ہے مشرب ربانی اور مشرب سبحانی۔ تمام مقربانِ کامل و محبوبانِ مکمل کا یہی مشرب تھا :

مَنْ رَّاٰنِیْ فَقَدْ رَاَی الْحَقَّ        جس نے مجھے دیکھا اس نے حق دیکھا۔

اس حدیث سے یہی مُراد ہے۔ لہٰذا تم بھی جد و جہد کرو اور حریم راز میں مقام حاصل کر لو۔ اور یہ نعرہ لگاؤ :

رہ نمایم باش دیوانم بشوے
وز دو عالم تختہ جانم بشوے

اے دوست! میری راہنمائی کر اور میرا دفتر (سیاہ) دھو ڈال۔ بلکہ دونوں جہانوں سے میرا حساب ختم کر دے۔

سرورِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم اسی مشرب کی وجہ سے نالاں تھے اور یہ نعرہ لگاتے تھے :

یَا لَیْتَ رَبَّ مُحَمَّدٍ لَّمْ یَخْلُقْ مُحَمَّدًا

کاش کہ محمدؐ کا رب محمد کو پیدا نہ کرتا۔

تحقیق یہی ہے اور اس کے سوا باقی وہم وگمان ہے۔ کمال یہی ہے اور اس کے سوا زوال ہی زوال ہے: ؎ قعرِ ایں بحر اَزلست و ساحلش اَبد

ساحلش قعرش و قعرش بے کراں

اس سمندر کی گہرائی ازل ہے اور اس کا ساحل ابد ہے اس کا ساحل اس کی گہرائی ہے اور گہرائی بے پایاں۔

بیت ؎ ایں چہ دریائے ست قعرش ناپدید

ایں چہ درگاہست قفلش بے کلید

یہ کیا دریا ہے کہ جس کی گہرائی کی کوئی انتہا نہیں یہ کیا درگاہ ہے کہ جس کے قفل کی چابی ہی نہیں۔

وعصیٰ آدم ربہ فغویٰ ثم اجتبٰہ ربہ فتاب علیہ و ھدیٰ

آدم علیہ السلام نے نافرمانی کی اپنے رب کی اور بھٹک گیا۔ پھر اس کے رب نے اُسے قبول کیا، اس کی توبہ منظور کی اور اپنی طرف لے گیا۔

تمام گنہگاروں اور قصورواروں کو گود میں اٹھا کر مقبول کرتا ہے محبوب بناتا ہے نوازش کرتا ہے اور درجے بلند کرتا ہے:

اِنَّ رَبِّیْ عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ بے شک میرا رب صحیح روش پر ہے۔

یہی صراطِ مستقیم ہے کہ جس پر حق تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں:

ذنبی عظیم فان لا یغفر الذنب العظیم الا الرب العظیم

میرا گناہ عظیم ہے اور عظیم گناہ کوئی نہیں بخشتا سوائے ربِ عظیم کے۔

اس میں یہی راز ہے۔ آدمؑ کے گناہ کا معاملہ دراصل طلبِ حق تھی جس سے دنیا میں شوربرپا ہو گیا ہے[1]

---

[1] اس میں اشارہ اس بات کی طرف ہے کہ آدم علیہ السلام سے بہشت میں خطا سرزد ہوئی بہشت سے جو نعمت کا مقام ہے بھاگ کر طلبِ حق میں مشغول ہوئے اور کون و مکاں سے گذر کر عالمِ لامکان میں پہنچ گئے۔ 'وعصیٰ آدم ربہ فغویٰ ثم اجتبٰہ' میں یہی راز ہے۔

؎ عاصی چہ کند بر کہ رَوَد جز بہ درِ تو
کان کرم مکرم بخشندہ خطایا

گنہگار کیا کرے اور تیرے سوا کس کے در پر جائے تُو کانِ کرم ہے اور خطاؤں کے بخشنے والا اور مکرم بنانے والا ہے۔

پس خوش ہو جاؤ کہ تیرا گناہ تجھے یہ بشارت دیتا ہے اور یہ کہتا ہے:

دبین المذنبین احب الی اللہِ من مناجات الصدیقین

گنہگاروں کی زاری اللہ تعالےٰ کو زیادہ محبوب ہے بہ نسبت صدیقین کے مناجات کے۔

یہاں ہر صدیق گنہگار ہے اور ہر گنہگار یہاں صدیق ہے۔ فرشتہ اگرچہ آسمان پر رہتا ہے لیکن اس گریہ وزاری سے بے بہرہ ہے اس لئے اس سے حق تعالیٰ کو کیا کام۔ اور اُسے حق تعالےٰ کی کیا خبر۔ یہ درد کا معاملہ ہے اور درد کا بار ہے:

؎ درد خواہ و درد خواہ و درد خواہ
گر تو ہستی اہلِ درد و مردِ راہ

اگر تو اہلِ درد اور مردِ راہ ہے تو درد طلب کر، درد طلب کر، درد طلب کر۔

جو شخص مقامِ تحقیق تک پہنچا اور محرمِ راز ہوا اس کا فعل، فعلِ حق، اس کا قول، قولِ حق، اس کا نور، نورِ حق اور اس کا حضور، حضورِ حق ہوا اور حق کے سوا کچھ نہ رہا:

؎ ہر چہ او کرد کردۂ حق دان
ہر چہ او گفت رازِ مطلق دان

جو کچھ اس نے کیا وہ حق کا فعل سمجھ، جو کچھ اس نے کہا وہ حق کا راز جان۔

لیکن جو شخص محرمِ راز نہیں خواہ پیغمبر کیوں نہ ہو (یہاں حضرت موسےٰ علیہ السلام کی جانب اشارہ ہے)۔ اہلِ راز (خضر علیہ السلام) اس سے تاویل کے ساتھ بات کرتا ہے اور تاویل سے اُسے معاملہ سمجھاتا ہے اور کہتا ہے:

ذَالِكَ تَاوِيلُ مَا لَمْ تَسْتَطِعْ عَلَيْهِ صَبْرًا

یہ ہے مطلب اس بات کا کہ جس پر آپ صبر نہ کر سکے۔ (قرآن)

اور وہ (یعنی اہل صبر) اگرچہ یہ کہتا ہے :

وَمَا فَعَلْتُهُ عَنْ اَمْرِیْ میں نے یہ کام اپنی مرضی سے نہیں کیا۔

لیکن اہل ظاہر کو مخالفت کی وجہ سے سوائے ظاہر کے اور کچھ نظر نہیں آتا اور خواہ مخواہ اعتراض کئے جاتا ہے۔ اب کیا کیا جائے۔ اپنا خون پانی کرنے کے سوا چارہ نہیں۔ علمائے (ظاہر) یہاں تاویل میں پھنس گئے ہیں لیکن مرادِ حق اور سرِحق تاویل سے بالاتر ہے کیونکہ تاویل اہلِ ظاہر کو سمجھانے کی خاطر کی جاتی ہے اس وجہ سے کہ اہل ظاہر اختلاف کی نظر سے دیکھتا ہے اور اختلاف پسند کرتا ہے لیکن انبیاء اور اولیاء کے کاموں میں اختلاف درست نہیں۔ بلکہ اختلاف سے اختلاف ہی کا دروازہ کھلتا ہے ناچار اہلِ حق تاویل کی طرف رجوع کرتے ہیں اہل تاویل کے ساتھ تاویل کرتے ہیں اور اپنے آپ کو اس اختلاف سے بچا لیتے ہیں۔ اور :

كَلِّمُوا النَّاسَ عَلٰى قَدْرِ عُقُوْلِهِمْ لوگوں سے اُن کی عقل کے مطابق بات کرو (حدیث)

کی راہ نکال لیتے ہیں اور ہر شخص کے ساتھ اس کے مقام کے مطابق برتاؤ کرتے ہیں۔ یہاں کام صحبت سے بنتا ہے اگر صحبت مل گئی تو بیڑہ پار ہے محرم اسرار ہے اور صاحب روزگار ہے (یعنی دنیا میں کامیاب ہے) :

وَهُوَ الْغَفُوْرُ الْوَدُوْدُ ذُوالْعَرْشِ الْمَجِيْدُ فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيْدُ

اور وہ یعنی اللہ تعالیٰ بخشنے والا محبت کرنے والا عرش کا مالک ہے جو چاہتا ہے کرتا ہے۔

پس تم مردانِ حق کا دامن مت چھوڑو اور ان کے معاملے میں احتیاط سے کام لو ان کی صحبت اپنا کام کرے گی اور ضرور اسرار کا دروازہ کھولے گی۔ کہتے ہیں کہ اگر موسیٰ علیہ السلام کی خضر علیہ السلام کے ساتھ صحبت بے اعتراض ہوتی تو ہزاروں راز کھل جاتے اور وہ حریم راز میں پہنچ جاتے کیونکہ خداوند عالم اپنے بندوں کو بار ور اور صاحب اسرار بنانا چاہتا ہے۔ حضرت مصطفےٰ علیہ السلام فرماتے ہیں کہ کاش موسےٰ علیہ السلام صبر کرتے تاکہ اس وجہ سے ان پر بہت راز کھلتے اور اُن کے لئے باعثِ راحتِ جان

ہوتے۔

اگرچہ نبی مرسل ہے اور جملہ فضائل کا مالک ہے لیکن ولی صاحب راز ہے ہر شخص اپنے اپنے عجز و اضطرار میں ہے :

قَالَ إِنَّكَ لَن تَسْتَطِيعَ مَعِيَ صَبْرًا وَكَيْفَ تَصْبِرُ عَلَىٰ مَا لَمْ تُحِطْ بِهِ خُبْرًا

اس نے یعنی خضرؑ نے کہا تم میرے ساتھ صبر نہیں کر سکو گے اور تم کیسے صبر کر سکتے ہو جب تمہیں اس کی خبر نہیں۔

بس یہ پڑھتے رہو اور اولیاء کو محرمِ اسرارِ حق سمجھو :

اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِينَ آمَنُوا　　اللہ دوست ہے ان لوگوں کا جو ایمان لے آئے۔

اس پر غور کرو اور حق کے ہم نشین رہو یہ کام دل سے تعلق رکھتا ہے۔

دل مغزِ حقیقت است تن پوست ببیں

دل شیوہ روح صورت دوست ببیں

دل حقیقت کا مغز ہے اور جسم اس کا چھلکا ہے دل روح کا آئینہ ہے اس کے اندر دوست کا جمال دیکھ۔

جو شخص دل نہیں رکھتا اگرچہ ملک ہے اور باسیِ فلک ہے سرِّ حق سے اسے کچھ خبر نہیں اور نہ حق تعالےٰ تک اس کا گذر ہے۔ وہ اہلِ دل نہیں بلکہ نوکر ہے (جس کے ذمہ کچھ خدمت ہے) کہاں یہ اور کہاں وہ۔ پس تو دل کے کاموں میں مشغول رہ اور دل کے رموز حاصل کر دل عرشِ رحمٰن ہے بلکہ اس سے بھی بلند تر ہے۔ کیونکہ اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں :

لا یسعنی ارضی ولا سمائی ولکن یسعنی قلب عبدی المؤمن

میں نہ زمین میں سما سکتا ہوں نہ آسمان میں سما سکتا ہوں لیکن اپنے مومن بندے کے دل میں سما سکتا ہوں۔

یہ دل ہے جو خلیفہ رحمٰن ہے اور بنیدہ جمالِ سبحان ہے :

قَلْبُ الْمُؤْمِنِ مِرْآةُ الرَّبِّ

مومن کا دل رب تعالےٰ کا آئینہ ہے۔

؎ محرابِ جہاں جمالِ رخسارۂ ماست

سلطانِ جہاں درد دلِ بیچارۂ ماست

خلقت کی سجدہ گاہ ہمارے چہرے کا جمال ہے کیونکہ دنیا کا بادشاہ ہمارے مسکین دل کے اندر ہے۔

بس ہر وقت سوز و ساز میں رہو جان کی بازی لگا دو کیونکہ حق تعالےٰ تیرے ساتھ ہے اور تیرا ہے۔ حق تعالےٰ کے ساتھ بنائے رکھو اور ہزاروں راز پاتے رہو:

قلب المومن عرش اللہ تعالیٰ — مومن کا دل اللہ تعالےٰ کا عرش ہے۔

بس اسی سر پر سر رکھ دو:

اَلرَّحْمٰنُ عَلَی الْعَرْشِ اسْتَوٰی — اللہ تعالیٰ اپنے اسمِ رحمٰن سے عرش پر متمکن ہے۔

یہ ہے عرشِ رحمٰن اور یہ ہے دلِ انسان۔ اور انسان کیا ہے سرِ سبحان ہے (یعنی حق تعالےٰ کا راز)۔

عاقبت محمود باد۔

---

## مکتوب ۱۲۷

بجانب شیخ جلال الدین

(۱) ان کی تربیت اور تسلی میں (۲) ان کے بعض حالات اور ارادت کے جواب میں

(۳) بعض اور شخصوں کے ذکر میں (۴) شیخ عبدالرحمٰن کی ارادت کے بیان میں

حق حق حق!

بعد حمد و صلوٰۃ و دعائے مزید حیات و ترقی درجاتِ عرفان شیخ الاسلام اخومی اہلِ کمال شیخ جلال دام عزہٗ و عرفانہٗ از فقیر حقیر سوختہ دوختہ عبدالقدوس اسماعیل الحنفی۔

سب حمد اللہ کے لئے ہے وہ حمد جو حامد کو خدا تک پہنچاتی ہے اور صلاح و فلاح کا راستہ دکھاتی ہے :

كَانَ سَعْيُكُمْ مَشْكُورًا      تمھاری جدوجہد مقبول ہے۔

اس میں یہی اشارہ ہے :

ناکساں را بلطف خود کس کرد
شکر و صد شکر ز بندگان بس کرد

آپ کا خط ملا۔ دل کو فرحت ہوئی۔ خاطر جمع رکھو :

سَلَامٌ عَلَيْكُمْ سَلَامٌ عَلَيْكَ
رُوْحِيْ فِدَاكُمْ وَقَلْبِيْ لَدَيْكَ

خدا تجھے سلامت رکھے۔ میرا روح تجھ پر فدا ہے اور دل تیرے ساتھ ہے۔

میری جان فدا ہو اس روئے پاک پر، اس موئے پاک پر، اس خوئے پاک پر اور اس طالب حق۔ جو کچھ واقع ہوتا ہے نصیحت ہے نہ کہ انقطاع، راحت ہے نہ کہ جراحت، گنج ہے نہ کہ رنج :

خاکِ تو آمیختۂ رنجہاست
بر سرِ ایں خاک بے گنجہاست

تیری مٹی یعنی سرشت میں رنج و غم آمیختہ ہے لیکن اس خاک کے اندر بہت خزانے ہیں

---

لے ا۔ شیخ کا رنج صحیح ہے ؛ شعر ؂

پیش تو دعا گفتم و دشنام شنیدم
اشہے بہتر ازیں نیست دُعا را

(تجھ سے دعا مانگی اور گالی سنی اس سے بہتر دُعا کا کیا اثر ہو سکتا ہے)

یعنی اگرچہ انسان کی تقدیر میں مصائب لکھے ہیں لیکن ان مصائب کی وجہ سے اس کے لئے منافع کثیر ہے۔ اہلِ حق کے لئے بلا عطا ہے اور ستم دُعا ہے اور دعا رحمتِ خدا ہے :

وَاِنَّ اِلٰی رَبِّكَ الْمُنْتَهٰی

اور تیرے رب کی طرف انتہا ہے۔

بیت ؎ ہر بلا کہ ایں قوم را حق دادہ است
زیر آں گنج کرم نہادہ است

جو بلا کہ حق تعالےٰ نے اس قوم کو دی ہے اس بلا کے نیچے کرم کا خزانہ رکھا ہے۔

پس فکرمت کرو نعمتِ خدا کی کوئی حد نہیں، اور قبولیت کی کوئی انتہا نہیں۔ مصطفےٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ایک دفعہ کسی وجہ سے چند روز کے لئے وحی بند ہو گئی جس سے آپ کو بے حد صدمہ ہوا اور غم کی کوئی انتہا نہ رہی حتےٰ کہ ناہلوں اور دشمنوں نے شور مچانا شروع کر دیا کہ محمدؐ کے خدا نے محمدؐ سے منہ پھیر لیا ہے۔ یہ دیکھ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بارگاہِ حق تعالےٰ میں نعرہ مار کر عرض کیا مجھ جیسا کوئی نبی نہیں ستایا گیا۔ آپ کی دعا قبول ہوئی اور یہ آیات نازل ہوئیں :

وَالضُّحٰی وَاللَّیْلِ اِذَا سَجٰی

اور قسم ہے دن چڑھے کی اور رات کی جب ڈھانک لے۔

دوست نے دوست کے چہرے اور زلف کی قسم کھا کر یاد کیا اور درجہ بلند کیا اور فرمایا :

مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلٰی ... وَلَسَوْفَ یُعْطِیْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰی (نہ چھوڑا ہے تجھے تیرے رب نے نہ بیزار ہوا۔ اور عنقریب تجھ پر اس قدر عنایت کرے گا کہ تو راضی ہو جائیگا)

یہ سن کر آپؐ اس قدر خوش ہوئے کہ فرمایا :

وَاللّٰهِ لَا اَرْضٰی وَوَاحِدٌ مِنْ اُمَّتِیْ فِی النَّارِ

واللہ میں اس وقت تک راضی نہ ہوں گا جب تک کہ میری امت کا فردِ واحد دوزخ میں ہوگا۔

زہے دولت زہے کمال زہے جمال، اس قدر بلند مرتبہ پر آپؐ کے

سوا کوئی نہ پہنچا۔ الحمد للہ علیٰ ذالک (اس پر خدا کا شکر ہے)۔ یہ بدحال دیوانہ ہے اور دیوانے پر کوئی گرفت نہیں :

ہر چہ از دیوانہ آید در وجود
عفو فرمانید از دیوانہ زود

جو کچھ دیوانے سے ظہور پذیر ہوتا ہے اُسے جلدی معاف کر دیا جاتا ہے۔

آپ نے خط لکھا تھا :

اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ زِلْزَالَهَا وَاَخْرَجَتِ الْاَرْضُ اَثْقَالَهَا وَقَالَ الْاِنْسَانُ مَا لَهَا . . . .

جب زمین کو زلزلہ آئے گا اور وہ اپنا بوجھ نکال پھینکے گی اور انسان کہے گا کہ کیا ہو گیا اُسے . . . .

کا کبھی وقت آتا ہے لیکن یہ یقین نہیں ہوتا کہ :

یَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ اَخْبَارَهَا بِاَنَّ رَبَّكَ اَوْحٰى لَهَا

اس دن زمین اپنی خبریں بیان کرے گی بسبب اس کے کہ تیرے پروردگار نے اس کو حکم دیا۔

کا وقت بھی ہے یا نہیں۔ یاد رکھو کہ جب وقت اس پہ ہے کہ تحدث اخبارھا بان ربک اوحیٰ لہا تو امید ہے کہ اگرچہ پوشیدہ اور جو شیدہ ہے عشق پوشیدہ نہیں رہتا اور دیگ جوشیدہ نہیں رہتی منہ سے جھاگ نکلتی ہے اور عاشق بیچارہ دم نہیں مارتا۔ پس کام میں لگے رہو محرم اسرار بنو اور با خدا رہو :

محرم دولت نبودے ہر سرے
بار مسیحا نکشد ہر خرے

شاہی رموز کے قابل ہر سر نہیں اور حضرت عیسےٰ علیہ السلام کو اٹھانے کے قابل ہر خر (گدھا) نہیں۔

جب وقت آئے گا تو خود کہے گا کہ کیا ہے۔ پس تم عشق الٰہی کے پیالے پئے جاؤ۔ ذوق شوق اور جوش و خروش میں رہو حتےٰ کہ تحقیق رونما ہو۔ نبی نبی ہوتا ہے اور ولی ولی ہوتا ہے نبی صاحب وحی اور ولی صاحب راز ہوتا ہے نبی صاحب دعوت ہوتا ہے (یعنی لوگوں کو حق کی طرف آنے کی دعوت دیتا ہے) اور ولی کو وہی بات نیابتہً حاصل ہوتی ہے۔ نبی صاحب معجزہ اور ولی صاحب کرامت ہوتا ہے نبی صاحب نبوت اور ولی صاحب ولایت ہوتا ہے لیکن نہ ہر وقت ولی ولی ہوتا ہے اور نہ نبی نبی (یعنی واردات ولایت و نبوت چوبیس گھنٹے جاری نہیں رہتی بلکہ بسا اوقات بشریت بھی رہتی ہے)۔ جو کچھ نبی کو اصالتہً یعنی حقیقتہً ملتا ہے ولی تو نیابتہً حاصل ہوتا ہے (یعنی نبی کے اتباع کے طور پر) اس کے سوا زیادہ فرق نہیں اور کوئی نور و حضور کم و بیش نہیں۔ نبی عاقبت سے آگاہ ہوتا ہے اور ولی بھی یہی حرف پڑھتا ہے۔ نبوت میں قطع ہے (شاید قطع سے مراد ختم نبوت ہے) اور ولایت میں قطع نہیں۔ لیکن ادب شرع لازمی ہے۔ ولی کو نبی کے برابر نہیں سمجھا جا سکتا یہ بات خوب سنو اور اس کے سوا دوسری بات کوئی نہ سنو۔ یہاں پھر ایک راز ہے کہ جس کا محرم کوئی نہیں تم جان پر کھیل جاؤ اور جہاں کو قربان کر دو۔ پھر صاحب راز بن جاؤ کسی نے خوب کہا ہے:

بیت ؎ ہر کرا آں آفتاب اینجا بتافت

ہر چہ آنجا وعدہ آمد اینجا بیافت

جس کسی پر آفتاب حق اس دنیا میں چمکا جو کچھ آخرت کا وعدہ تھا اُسے اس جہاں میں مل گیا یعنی دیدار الٰہی۔

## رویت باری تعالےٰ

روایت ہے کہ مخدوم عالم شیخ شرف الدین منیری قدس سرہ سے کسی نے پوچھا کہ کیا رویت باری تعالےٰ اس دنیا میں جائز ہے یا نہیں؟ آپ نے فرمایا "کسی نے نہیں کہا" حضرت شیخ نے یہ نہ فرمایا کہ "جائز نیست" (جائز نہیں ہے)۔ لیکن یہ فرمایا کہ "کسی نے نہیں کہا"۔ اور اس بات میں ایک راز ہے اور شورش ہے دل جوئی کے لئے مقربان بارگاہ کے لئے۔ اس کے بعد لوگوں نے پوچھا کیا رویت خواب میں جائز ہے یا نہیں۔ آپ نے فرمایا جائز ہے۔ انھوں نے دریافت کیا کہ اگر کسی کو خواب میں خداوند تعالیٰ کا دیدار ہو جائے تو کیا مامون العافیت (یعنی نجات پانے والا) ہے یا نہیں، فرمایا، جو شخص خواب میں خدا تعالیٰ کا دیدار کرتا ہے لیکن مکر اور استدراج کے خوف سے خالی نہیں (یعنی شیطان کے مکر اور نفس کی شرارت ہے)۔ اور اصل بات یہی ہے کہ بیداری میں دیدار کا ہونا عافیت ہے نہ کہ خواب میں۔ اور بیداری میں دیدار جنت میں ہوتا ہے جو خواب نہیں ہے بلکہ عین بیداری ہے۔ خواب اور بیداری اس دنیا کی چیزیں یہاں اور یہ حجاب ہے نہ کہ بیداری۔ پس اس دنیا میں اگر دیدار ہو (یعنی خواب ہی میں) لیکن خوف و خطر سے محفوظ نہیں۔ لکھا ہے کہ لوگوں نے آپ سے پوچھا کہ آیا خواب میں کسی نے زیارت کی ہے؟ فرمایا۔ امام احمد بن حنبلؒ کو ہزار بار خدا تعالےٰ کی زیارت ہوئی۔ تم پوچھتے ہو کہ کیا زیارت ہو سکتی ہے۔ ہیہات ہیہات! یہ کیا شور ہے اور کیا غارت گری ہے اگرچہ یہ تحقیق ہے لیکن خواہ نبی ہو خواہ ولی بحرِ عمیق در پیش ہے:

> ایں چہ بحر لیست قعرش ناپدید
> ویں چہ درگاہیست قفلش بے کلید

یہ کیا سمندر ہے کہ جس کی گہرائی لا انتہا ہے اور یہ کیا درگاہ ہے کہ جس کے قفل کی چابی ہی نہیں۔

مردانِ حق جان پر کھیلتے ہیں اور جہان قربان کرتے ہیں جب دوست تک رسائی حاصل کرتے ہیں اور

صحرائے لامکاں میں جولانی کرتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ درویش کا ملک کون و مکان میں نہیں سماتا۔ شاید حضرت بایزید بسطامیؒ نے اسی وجہ سے فرمایا کہ:

مُلکِی اَعظَمُ مِنْ مَلَکِ اللّٰہِ      میرا ملک اللہ کے ملک سے بڑا ہے۔

اللہ تعالٰی کا ملک یہ عالمِ کون و مکاں ہے اور درویش کا ملک خود اللہ ہے۔ سبحان اللہ! مردانِ خدا کا کلام ان کے مقام کے مطابق ہوتا ہے نہ کہ بیان کے مطابق کیونکہ بیان اسی دنیا کی چیز ہے اور حقیقت اس دنیا سے بالاتر ہے۔ پس سوز و ساز میں مشغول رہو اور صاحب راز بن جاؤ۔ برادرم شیخ عبدالرحمان نے اپنے متعلق کچھ لکھا تھا اور وہی چیز آپ کے متعلق لکھی جاتی ہے تاکہ تسلی ہو:

کلا نقص علیك من انباء الرسل ما نثبت بہ فوادك و

جاءك فی ھذہ الحق وموعظۃ وذکریٰ للمومنین۔

یہ سارے واقعات ہیں جو کہ ہم نے انبیاء کے واقعات میں سے تیرے دل کو ثابت رکھنے کے لیے

بیان کیے ہیں، اور تیرے پاس یہ حق آیا ہے اور یہ نصیحت اور یاد دہانی ہے مومنین کے لیے۔

انھوں نے لکھا کہ ایک رات تہجد کے بعد نیم بیداری کی حالت میں تھا کہ ہاتف سے یہ آواز سنی کہ تو اسی حالتِ مراقبہ میں بیٹھ حال تیرے استقبال کے لئے آتا ہے اور تجھ سے جدائی کرتا ہے۔ پھر میں اسی حالت میں تھا اور یہی خیال تھا کہ ایسا معلوم ہوا کہ میرا حال مجھ سے سلب کر لیا گیا ہے اس کے بعد کچھ واقعات وارد ہونے لگے اور الہام ہوا کہ تجھ سے کوئی حال جدا نہیں ہوا اور تجھ پر فتح کا دروازہ کھلنا ہے۔ دوسری رات کے تیسرے پہر سلطان الاذکار کا ورود شروع ہوا بحکم:

اِنَّ الْمُلُوْكَ اِذَا دَخَلُوْا قَرْيَةً اَفْسَدُوْهَا

جب بادشاہ کسی شہر میں داخل ہوتے ہیں تو اسے تہ و بالا کر دیتے ہیں، یعنی سلطان الاذکار کا غلبہ شروع کیا اور تمام احساسات اور قویٰ کا غلبہ آگیا۔ یاد رہے کہ سلطان الذکر یا سلطان الاذکار اس حالت کو کہتے ہیں کہ جب ذکر تمام کے تمام چھ لطائف (لطائفِ ستہ) پر جاری ہوتا ہے۔

وَجَعَلُوْا اَعِزَّةَ اَهْلِهَا اَذِلَّةً

اور اہلِ قریہ کے لوگوں کی عزّت کو ذلت میں تبدیل کر دیتے ہیں

اس حال کے آنے سے نفس ذلیل ہو گیا ایسا معلوم ہوتا تھا کہ آسمان پھٹ گیا ہے اور بجلی کی کڑک گوش جان میں سنائی دیتی ہے۔ نہایت شور و غل کے ساتھ آسمان سے ایک عمود وارد ہوا اور میری طرف آکر سب کچھ تہ و بالا کر دیا اور میرے سر پر معلق ہو گیا۔ آواز کی ہیبت سے میرے جسم پر لرزہ طاری ہو گیا اور میں اپنے آپ سے بے خود اور مدہوش ہو کر رہ گیا۔ میں نے اس حال کے غلبہ کو صبر و استقلال سے برداشت کیا اور مقامِ فنا و رضا میں پہنچ گیا۔ میرا وجود گم ہو گیا اور دوسری روح حاصل ہوئی:

کشتگان خنجر تسلیم را

ہر زماں از غیب جانے دیگر است

تسلیم و رضا کی تلوار کے قتل شدگان کو ہر لحظہ غیب سے نئی جان ملتی ہے۔

دوسری رات بھی یہی حالت طاری ہو گئی تمام وجود میں آواز پیدا ہوئی گوشت و پوست اور دل پگھلنے لگے۔ جب اس حال کی وجہ سے بہت زیادہ تکلیف محسوس ہوئی تو اس سے نکلنے کی کوشش کی۔ جب حالت صحو (ہوشیاری) حاصل ہوئی تو بہت افسوس ہوا کہ حال کو کیوں اپنے آپ سے جدا کیا اور اسی حالت پر کیوں قائم نہ رہا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض اوقات درویش کو ان واردات پر اختیار ہوتا ہے کیونکہ صاحب اسرار ہے۔ ایک اور شب یہ فقیر حجرہ میں تھا وہی زلزلہ وارد ہوا اس قدر تیز ہوا چلنی شروع ہوئی اور بجلی اس زور سے کڑکی کہ تمام حجرہ اور اس کے در و دیوار سے آواز نکلنے لگی اور بعض کتابیں جو حجرہ میں پڑی تھیں اُن کے اوراق اِدھر اُدھر اڑنے لگے۔ جنہیں میں جمع کرنے لگا اور خوفزدہ تھا۔ ہوا قبلہ کی طرف سے چل رہی تھی اور اس فقیر کے سر پر گھوم رہی تھی جس سے یہ فقیر دبا جاتا اور زمین پر لوٹ رہا تھا۔ اور سخت مغلوب تھا۔ درحقیقت یہ ہوا نہ تھی بلکہ فضا میں بالکل سکون تھا نہ ابر تھا نہ بجلی۔ لیکن صرف فقیر کے وجود کے ساتھ یہ معاملہ تھا جس سے فقیر بے خود ہو گیا:

تابرُخ زیبا کے تو افتاد زاہد را نظر    تسبیح در رہ حق یک طرف افتاد و مصلیٰ یک طرف

جب سے زاہد کی نظر تیرے دلربا چہرے پر پڑی ہے اس کی تسبیح ایک طرف جا پڑی ہے وظیفہ اور مصلیٰ دوسری طرف۔

بیت ؎ از خود خبر ندارم تا دیدہ ام ترا!
یارب چہ شد مرا کہ چنیں بے خبر شدم

جب سے تجھے دیکھا ہے اپنی خبر نہیں رہی یاالٰہی مجھے کیا ہو گیا ہے کہ اس قدر بے خود ہو گیا ہوں۔

میرا خیال ہے کہ یہ واردات ایک سال تک کئی کئی دن کے بعد آتے رہے۔ بلکہ بعض اوقات ایک یا دو ماہ کے بعد وارد ہوتے تھے۔ پھر اُن ہی ایام میں یہ واقعات پہلے کی طرح ہونے لگے اس کے بعد پھر اور شکل میں ظاہر ہونے لگے اور نئی ادائیں اور نئے غمزے پیدا ہوتے:

بیت ؎ مژدۂ گل میدہد دیگر نسیم نوبہار
بلبلاں را ہر سحر گہ قیل و قال دیگر است

نسیم صبح ہر روز نئی فصل گل کی خوشخبری دیتی ہے اور بلبلوں کے لئے ہر صبح نئے غمزے اور نئے کرشمے ہیں۔

اب اس فقیر کو یہ ڈر ہے کہ اس قسم کا ظہور واقعات کہیں استدراج یا شیطان کا مکر نہ ہو (استدراج سے مُراد غیر مسلم لوگوں سے سفلی عملیات کی مدد سے خرقِ عادات کا ظہور ہے) کیونکہ میرا ظاہر میرے باطن کے مطابق نہیں ہے (یعنی اگرچہ ظاہراً مسلمان اور عبادت گذار ہوں باطن میں حقیقی مسلمان نہیں ہوں)۔ نیز نہ مجھ میں ریاضت ہے نہ مجاہدہ - یہ واقعات کہاں سے ظہور پذیر ہو سکتے ہیں۔ واضح ہو کہ تحقیق انبیاء علیہم السلام کا کام ہے اور خونخواری اولیاء کرام کا (خونخواری سے مراد حقیقت کی تلاش میں سرگردان رہنا اور لختِ جگر کھانا اور خونِ دل پینا ہے)۔ اللہ تعالٰے پاک ہے۔ مومن اور مُرید صادق سے خطا نہیں ہوتی۔ اور حق تک رسائی ہو جاتی ہے۔ انشاءاللہ تعالٰے۔ لیکن غم اور خوف و خطر کا رکھنا بھی ضروری ہے کیونکہ یہ حقیقت کی دلیل ہے۔ ورنہ فخر پیدا ہو جاتا ہے اور خواہشات نفسانی

کا دروازہ کھل جاتا ہے اور یہی استدراج، مکر اور جادو ہے۔ یہی وجہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام سے صحیح حالات سے ثابت ہے کہ وہ ہمیشہ گریہ وزاری میں رہتے تھے۔ اور کہتے تھے :

رب لا تذرنی فردآ و انت خیر الوارثین و انی مسنی الضر و انت ارحم الراحمین و ذنبی عظیم فان یغفر الذنب الا الرب العظیم۔

اے میرے رب! مجھے تنہا نہ چھوڑ اور تو بہترین وارث ہے اور بے شک مجھے تکلیف پہنچی ہے اور تو ارحم الراحمین ہے اور میرا گناہ بڑا ہے پس رب عظیم کے سوا کوئی نہیں گناہ بخشنے والا۔

عاقبت محمود باد بالنبی وآلہ الامجاد۔

---

## مکتوب ۱۲۸

بجانب شیخ عزیز اللہ دانشمند برادر حضرت شیخ۔

۱۔ مشائخ کے مثال یعنی حکم نامہ یا خلافت۔

۲۔ مرتبہ رویت میں ارتفاع غیر کے بیان میں۔

حق حق حق!

بخدمت اخوی عالم ربانی، عارف سبحانی، اہل اللہ شیخ عزیز اللہ حنفی دام تقواہ از برادر خود فقیر حقیر عبدالقدوس اسماعیل الحنفی۔ واضح باد کہ مثال مشائخ ارسال کیا گیا ہے نظر سے گذرا ہو گا۔

مبارک باد : مصرعہ ؎ هَنِيئًا لِأَرْبَابِ النَّعِيمِ نَعِيمُهَا

ارباب نعمت کو نعمت مبارک۔

بے شک مردانِ حق دامِ حس وعقل سے نکل کر نورِ دل اور عشقِ حق تک پہنچ گئے ہیں۔ اور کون و مکان سے گذر کر دوست سے جا ملے ہیں اور ان کے سینۂ بے کینہ میں غیر دوست کی گنجائش نہیں رہی؛ اُولٰٓئِکَ الْمُقَرَّبُوْنَ (یہ مقرب لوگ ہیں) ان سے غیر کا کوئی تعلق نہیں کیونکہ غیر کو یہ جانتے ہی نہیں؛ وَھُوَ مَعَکُمْ اَیْنَمَا کُنْتُمْ

اور اللہ تمھارے ساتھ ہے تم جہاں کہیں بھی ہو۔ (قرآن)

کسی نے ان کے حق میں خوب کہا ہے:

؎ دیگراں را وعدہ گر فردا بُود
لیک ما را نقد ہم این جا بُود

دوسروں کے لئے اگرچہ کل یعنی قیامت کا وعدہ ہے ہمارے لئے اسی جگہ نقد ہے (ادھار نہیں)

اگرچہ دیدار کا وعدہ اگلے جہان کے لئے ہے کیونکہ یہ جہاں فانی اور وہ جہاں باقی ہے اور دیدار جہانِ باقی کے لائق ہے تاہم یہ لوگ دائرۂ کون و مکان سے گذر جاتے ہیں اور اپنے آپ سے بے خبر ہو جاتے ہیں۔ زمان و مکان ان کے درمیان حائل نہیں ہوتے۔ صاحب عوارف المعارف (حضرت شیخ شہاب الدین عمر سہروردی قدس سرہٗ) فرماتے ہیں:

حاد اولہ أخرا واُخرہ اولا الحرفت الدنیا الی اُخرت و الاخرۃ الی الدنیا

اور یہ معاملہ راز کیا ہے جو دوست کے درمیان ہوتا ہے،

؎ سریست میانِ دلِ درویش و خداوند
جبریلِ امین دراں نشان نگنجد بطلب

درویش کے دل اور خداوند تعالیٰ کے درمیان ایسا راز ہے کہ جبریل امین کی بھی وہاں تک رسائی نہیں۔

لیکن جو کچھ شریعت میں آیا ہے اعتقاد اُسی کے مطابق ہونا چاہیئے :

وَالْاِعْتِقَادُ حِجَابٌ — اور اعتقاد حجاب ہے[1]

اور یہاں اعتقاد سے گذر کر غیب (یعنی حقیقت میں پہنچتا ہے) :

(۱) فما فی الغیب غیب وما فی الشاهد شاهد

پس غیب میں غیب نہیں اور شاہد میں شاہد نہیں ہے۔

سے یہی مُراد ہے۔ جب تک علم و عقل در پیش ہے (یعنی جب تک عالم حس کا تعلق ہے) تکلیفات شریعت ضروری ہیں کسی نے خوب کہا ہے :

عاقلاں را شرع تکلیف آمده
بے دلاں را زاں عشق تشریف آمده

عاقلوں کے لئے شرع کی پابندی ہے لیکن بے دلوں کے لئے یعنی دردمندوں کے لئے عشق نعمت ہے۔

گرچہ حقیقتِ حال یہی ہے لیکن یہاں ایک نکتہ ہے عزیز الوجود (نادر الوجود) جس اصلاح کا دار و مدار ہے اور مردانِ حق کا کمال و جمال اسی میں ہے۔ جاننا چاہیئے کہ یہ جہانِ فانی فساد، کفر و شرک اور جھوٹ و مکر کا مقام ہے اس کی زندگی لہو و لعب (کھیل کود) ہے۔ پس دیدار کے لئے شرط یہ ہے کہ اس جہان فتنہ و فساد سے پاک ہو جائے کیونکہ اس کے سوا کوئی حجاب نہیں :

(۲) والسموات مطویات بیمینہٖ (اور آسمان اس کے دائیں ہاتھ میں لپٹے ہوئے ہوں گے۔

میں یہی نکتہ ہے۔ پس صفائے نفس میں جس قدر بلند جائے گا قرب حق میں جائے گا۔ اب صفا بھی ایک حجاب ہے لیکن لوگ حجاب نہیں سمجھتے صفا حجاب ہے نہ کہ ادتضاع (پاکی) حجاب

---

[1] :- اعتقاد مرتبۂ حجاب ہے کیونکہ یہ ایمان بالغیب ہے یومنون بالغیب اور ستر مرتبۂ کشفِ حجاب ہے و آں حقیقتِ ایمان است اور وہ حقیقتِ ایمان ہے۔

اس لئے کہ اگرچہ محو در محو ہے لیکن صفائے وقت میں ہے (یعنی حال اس کا صفا ہے) اور وقت حی ہے نہ کہ میت (یعنی مثبت ہے نہ کہ منفی) یہ جہاں ہے نہ کہ وہ جہاں۔ خواہ وہ با خود نہ بھی ہو اس چیز کو محققین مشاہدہ کہتے ہیں محض رویت نہیں سمجھتے یعنی جو چیز موعود ہے اُن کے مشاہدہ میں منقود ہے (یعنی جس چیز کا قیامت کے لئے وعدہ کیا گیا یعنی دیدار الٰہی وہ ان کے مشاہدہ بصورت نقد موجود ہے نہ کہ بصورت وعدۂ فردا)۔ لیکن دوسروں کے لئے موعود ہے نہ کہ منقود (یعنی وعدۂ فردا نہ کہ نقد)۔ وہ جہان جہانِ باقی ہے کمال تنزیہہ اور کمال طراوت کے ساتھ یعنی آیۂ کمال و جمال حق تعالےٰ ہے۔ مومن بہشت میں خدا نہیں ہو جاتا بلکہ صفتِ خدا سے موصوف ہوتا ہے بے چشم پاک سے دیدار پاک بے حجاب کرتا ہے اس جگہ سب حجاب اٹھ جاتے ہیں کیونکہ وہاں نہ حیاتِ فانی ہے نہ حجاباتِ فانی۔ اور تزکیہ کی حالت میں حجاب اُخروی جو حجاب عزت و کبریائی حق ہے تجلی اور رویت حق جل سبحانہٗ کے مقام پر اٹھا لیتے ہیں۔ اور محو اور لاشی بنا دیتے ہیں۔ اس وقت بہشت اور بہشت کی نعمتوں کو فراموش کرا دیتے ہیں:

یَنْسُوْنَ النَّعِیْمَ اِذَا رَاٰوْہُ فَالشَّرْطُ فَنَاءُ الدنیا وَبَقَاءُ الْاٰخِرَۃِ لَا فَنَاءُ ھَا فَاِنَّ فِیْ فَنَاءِ الْاٰخِرَۃِ لَا عَبْدٌ وَ لَا رُؤْیَۃَ کَمَا زَعَمَتِ الْمُعْتَزِلَۃُ۔

(جب وہ اسے دیکھتے ہیں تو نعمتیں بھول جاتے ہیں چنانچہ شرط فناء دنیا ہے اور بقاءِ آخرت ہے۔ کیونکہ فناءِ آخرت میں نہ عبد ہے اور نہ رویت ہے جیسا کہ معتزلہ نے گمان کیا ہے)۔

دریغ! عارفین معرفت میں ایسے مقام پر پہنچ جاتے ہیں کہ دوست کے ساتھ یگانہ ہو جاتے ہیں اور دوئی بالکل مٹ جاتی ہے چنانچہ اناالحق اور سبحانی کا دم مارتے ہیں۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ بالکل نیست و نابود ہو جاتا ہے یا بندہ خدا ہو جاتا ہے: ؎

بندہ جائے رسد کہ محو شود　　بعد ازاں کار جز خدائی نیست

بندہ اس مقام پر پہنچتا ہے کہ محو ہو جاتا ہے اس کے بعد خدائی کے سوا کوئی کام نہیں رہتا۔

اس کا مطلب یہ بھی نہیں کہ اس کے ساتھ حجاب، کیفیت یا مثلیت واقع ہوتی ہے :

وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ۔

(بعض چہرے اس روز تروتازہ ہوں گے اور اپنے رب کی طرف دیکھنے والے ہوں گے)

کا ظہور ہوتا ہے۔

پس و پیش (آگے اور پیچھے کی سمت) ختم ہو جاتے ہیں اور سوائے وجہ اللہ کے کچھ در پیش نہیں ہوتا۔ یک روئی و یک سوئی طاری ہو جاتی ہے۔ نہ کوئی جہت رہتی ہے نہ کیفیت نہ طرف۔ مجنوں کی طرح ہم صفت لیلےٰ ہو جاتا ہے :

سُبْحَانَ الَّذِیْ اَسْرٰى بِعَبْدِهٖ لَيْلًا۔

پاک ہے وہ ذات جس نے اپنے بندے کو رات کے وقت سیر کرائی۔ (قرآن)

سوائے حق کے سب کچھ در پردہ ہو جاتا ہے[1]

؎ ہمہ تن چشم شود چوں نرگس
تا بہر دیدۂ دوست دیدہ شود

نرگس کی طرح ہمہ تن آنکھ بن جاتا ہے تاکہ دوست کے دیدار کے لئے آنکھ بن جائے۔

پس وعدے پر وعدے ہوتے رہتے ہیں اور نقد پر نقد دیدار ہوتا رہتا ہے۔ موسےٰ علیہ السلام کی طرح دیدار حاصل کرتا ہے اور پھر نعرۂ اَرِنِیْ لگاتا ہے اور جس قدر تیر لَنْ تَرَانِیْ (تو نہیں دیکھ سکے گا) کا زخم کھاتا ہے اَرِنِیْ کہہ کر دروازہ کھٹکھٹاتا رہتا ہے حتےٰ کہ موعود منقود اور منقود موعود ہو جاتا ہے (یعنی وعدہ دیدار وفا ہوتا ہے اور مزید دیدار کا وعدہ ملتا ہے) اور اس کی کوئی انتہا نہیں۔ زہے کمال و زہے جمال۔ طوبیٰ العارفین (عاشقوں کے لئے خوشخبری ہو)۔ عاقبت محمود باد۔

---

[1] :- غیر حق در پردہ اور مستور ہو جاتا ہے اور سوائے حق کے اس کے سامنے کچھ نہیں ہوتا۔

## مکتوب ۱۲۹

بجانب میراں سید مسعود۔

حق کی طرف توجہ کرنے اور ہر حال میں دل و جان سے منہ دوست کی طرف رکھنے کے بیان میں۔

حق حق حق!

.... آپ کا خط قاضی یعقوب کے ذریعے ملا۔ فرحت ہوئی۔ کلام پاک میں آیا ہے:

لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَاتَّخِذْهُ وَكِيْلًا۔

وہ رب ہے مشرق اور مغرب کا یعنی سارے جہان کا۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں پس اسی پر پورا توکل کرو۔

مردانِ خدا دوست کی طلب میں سرگردان ہیں جہاں جاتے ہیں دوست کی طرف دیکھتے رہتے ہیں، سب کام دوست کے سپرد کر دیتے ہیں اور دوست کے ساتھ یگانہ (ایک جان) ہو جاتے ہیں۔ نیز جس چیز کے اندر دوست کا مشاہدہ کرتے ہیں اسے دوست دیکھتے ہیں (یعنی جانتے ہیں کہ اس چیز میں دوست کی محبت ہے):

بیت ؎

کعبہ چہ مے روی وچہ کشی رنج بادیہ
کعبہ است کوئے دلبر قبلہ است روئے دوست

کعبہ کی طرف کیوں جاتا ہے اور صحرا کا سفر کیوں اختیار کرتا ہے۔ کعبہ تو دوست کی گلی اور قبلہ اس کا رُخِ انور ہے۔

طالبانِ حق پہلے اپنا دل اپنے ہاتھ میں لاتے ہیں کیونکہ سب کچھ دل پر منحصر ہے۔ جس کا دل نہیں اُسے حق تعالےٰ کی خبر نہیں۔ فرشتہ اگرچہ آسمان پر رہتا ہے لیکن بہائم کی طرح ہے:

الرحمٰن علی العرش استویٰ — اللہ اپنے اسم رحمٰن سے عرش پر قائم ہے۔

یہ عارفین کے حق میں آیا نہ کہ فرشتوں کے حق میں (یعنی عارفین صفت رحمٰن سے متصف ہو کر عرش پر پہنچ جاتے ہیں)۔ جو کوئی دوست کے ساتھ پیوست ہے عرش پر ہے اور رحمٰن کے ساتھ ہے جو بے دوست ہے حرمان (حسرت) میں ہے:

ھو کبریائہ العبد فوق العرش وتحت الثریٰ

اس کی کبریائی میں عبد عرش کے اوپر اور تحت الثریٰ کے نیچے ہے

خدا با ہمہ اور بے ہمہ (سب کے ساتھ اور سب سے علیحدہ) ہے بلکہ خود ہمہ است (یعنی سب کچھ خود ہے) و پاک از ہمہ (اور ہر چیز سے پاک ہے)۔

فتعالیٰ اللہ الملک الحق لا الہ الا ھو

اللہ بلند و برتر ہے مالک ہے حق ہے اور اس کے سوا کوئی نہیں۔

پس کوئی محروم کیوں رہے۔ دوست سے دل نہ لگائے اور غیر کا طالب بنے۔ افسوس ہزار افسوس! ہے اُس پر جو دوست کے ہوتے ہوئے بے دوست ہے۔ دراصل وہ بے مغز پوست ہے (یعنی وہ بادام کا چھلکا جس کے اندر مغز نہ ہو):

تشنہ از دریا جدائی مے کنی
بر سر گنجی گدائی مے کنی

افسوس کہ تو دریا سے پیاسا جا رہا ہے اور خزانے پر بیٹھا بھیک مانگ رہا ہے۔

افسوس ہزار افسوس اُس پر جو دریا میں رہ کر پیاسا مر جائے۔ اگر اب بھی بے نصیب رہا تو بس بدنصیب ہے: وَمَا لَهُ فِي الْآخِرَةِ نَصِيبٌ.

اس کے لئے آخرت میں کوئی نصیب کوئی۔

ہر چہ جز حق بسوز و غارت کن
ہر چہ جز دین از و طہارت کن

جو کچھ غیر حق ہے اُسے جلا دے برباد کر دے۔ اور جو کچھ دین نہیں اُسے ترک کر دے۔

ورنہ شیطان قریب ہے فَسَاءَ قَرِیْنًا (اور بڑا قرابتی ہے)۔ یہ بڑا زخم ہے۔ پس زبان ذکر میں دل یاد میں، جان شوق میں، اور سر ذوق میں رہے۔ کیا ہی اچھا ذوق اور کیا ہی اچھا شوق ہے:

دل وجانم بتو مشغول نظر در چپ و راست ؎
تانگویند رقیباں کہ تو محبوب من

دل اور جان تیرے ساتھ پیوستہ ہے لیکن نظر دائیں بائیں ہے اس لئے کہ رقیب لوگ یہ نہ کہیں کہ یہ کون آگیا۔

یہ ہے راہِ تسلیم: الا من اتی اللہ بقلب سلیم

خبردار! کون ہے وہ جس کو اللہ نے قلب سلیم عطا فرمایا ہے۔

یہی دولت ہے کہ جس پر سعید فائز ہے۔

لعلّ اللہ یرزقنا حلالاً

شاید کہ اللہ تعالیٰ ہم کو رزق حلال سے نواز دیں۔

ہر کہ است خرم باد مزید باد عاقبت ہم برین باد (جو کوئی ہے خوش رہے مزید خوش رہے۔ اور عاقبت خوشی پر ہو)۔

---

## مکتوب ۱۳۰

بجانب شاہ محمد۔

اپنے حال پر افسوس اور بلندیٔ ہمت مقربان کے بیان میں

حق حق حق!

.... بخدمت برگزیدہ حضرت احد اخوی شاہ محمدؒ۔ از فقیر بے نوا حقیر مُبتلا، اسیر نفس پر بلا،

کبیر ہوا، نا روا جبد القدوس اسماعیل الحنفی۔

امور مشکور است شکر چونکہ با حضور ہے نور پر نور ہے اور بے حضور اگرچہ نور ہے حق تعالے سے دور ہے۔ پس حضوری محبت میں ہے اور بے محبت مخنث ہے:

اِمَّا شَاکِرًا وَّاِمَّا کَفُوْرًا — بہرحال بعض شکر گذار ہیں اور بعض ناشکر گذار ہیں۔

کا یہی مطلب ہے۔ اب معلوم نہیں اعمال کہاں لے جاتے ہیں جنت میں یا جہنم میں۔

وَلَهُ الْكِبْرِيَاءُ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ

اور اسی کی بادشاہی ہے آسمانوں اور زمین میں۔

یہ دیکھ کر کے عقل ہے اور کہاں ہوش ہے:

وَتَرٰى كُلَّ اُمَّةٍ جَاثِيَةً — اور تو ہر گروہ کو گھٹنے ٹیکے ہوئے دیکھے گا۔

کمر شکن ہے: ؎

بیت ؎ برخیز کار کن کہ تراہست دسترس
فردا خجل نمائی چوں پیش گذری

اٹھ کام کر کہ ابھی وقت ہے تاکہ کل یعنی مرنے کے بعد یا کل قیامت کو شرمندہ نہ ہونا پڑے۔

بیت ؎ خرم آں روز کہ از یار پیامے برسد
تا دلِ غمزدہ یک لحظہ کامے برسد

کیا ہی خوش ہے وہ دن کہ یار سے پیغام آئے اور دلِ غمزدہ کو ایک لحظہ قرار آ سکے۔

جو کوئی دوست سے دور تر ہے اس کی حالت ابتر ہے:

وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَمَا كُنْتُمْ — وہ تمہارے ساتھ ہے جہاں بھی تم ہو۔

یہ عام اعلان ہے لیکن کوئی خبر نہیں دی، دائیں بائیں تلاش کرتے ہیں لیکن کچھ نہیں ملتا۔ ایک گروہ جنت میں پہنچ جاتا ہے اور ایک جہنم میں۔ ایک اصحاب یمین ہیں اور ایک اصحاب شمال۔

وَالسّٰبِقُوْنَ السّٰبِقُوْنَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُقَرَّبُوْنَ

اور سبقت لے جانے والے سبقت لے جانے والے ہیں اور یہ لوگ مقرب ہیں۔

سب سے پہلے ایمان لانے والے سبقت لے گئے اور وہی لوگ ہیں مقرب بارگاہ۔

گوئے سبقت جمال دوست یہی لوگ لے گئے۔ اور دوست کے ساتھ یگانہ ہوئے۔

مَافِی الْجَنَّۃِ اَحَدٌ سِوَی اللّٰہ — جنت میں کچھ نہیں سوائے اللہ کے۔

ان کی جنت یہ ہے: وُجُوْہٌ یَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَۃٌ اِلٰی رَبِّھَا نَاظِرَۃٌ۔

بعض چہرے اس دن تروتازہ ہوں گے اور اپنے رب کی طرف دیکھنے والے ہوں گے۔

کسی نے خوب کہا ہے:

دوہڑہ

کوبجڑیاں کیں بدکیاں تہن کہندی ہویا نہ
کوئی بانوہی کوئی دہنی کوئی بے سا بہت یا نہ

سِیْرُوْا سَبَقَ الْمُفَرِّدُوْنَ

دوستوں کو اس طرح سیر وطیر میں رکھتا ہے کہ ملکِ مقرب (مقرب فرشتے) پیچھے رہ جاتے ہیں بیشک داستان کے لئے حق تعالٰے ہی بوستان ہے۔ روح وریحان، جنت نعیم یہی بوستان ہے:

اِنَّ اللّٰہَ جَنَّتٌ لَیْسَ فِیْھَا حُوْرٌ وَّلَا قُصُوْرٌ۔

اللہ وہ جنت ہے جس میں نہ حور ہے نہ قصور۔

سبحان اللہ! کیا شان ہے اور کیا آن ہے۔

وَھُوَ اللّٰہُ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ — اور وہ اللہ ہی ہے جو آسمانوں اور زمین میں ہے۔

کیا جمال ہے اور کیا کمال ہے۔ دیکھیں کون اس دولت سے مستفیض ہوتا ہے:

یَعْرِفُوْنَ رَحْمَۃَ اللّٰہِ ثُمَّ یُنْکِرُوْنَھَا

اللہ کی رحمت کو پہچانتے ہیں پھر منکر انکار کرتے ہیں۔

یہ اندھوں کے متعلق آیا ہے جو بے دوست جیتے ہیں اور بے دوست دم مارتے ہیں۔ آج ہم ذکر دوست کا دم اس لئے مارتے ہیں اور دوست کی طلب میں اس لئے جدوجہد کرتے ہیں تاکہ اس

کی بدولت ہم قیامت کے دن اور ابدتک دوست کے ہم نشین رہیں :

هُمْ جُلَسَاءُ اللّٰهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ        وہ اللہ کے ہم نشین ہیں قیامت کے دن ۔

درگور برم از گیسوئے تو تارے

تا سایہ کند بر سرِ من روز قیامت

تیری زلف کا ایک بال اپنی قبر میں لے جاؤں گا تاکہ میرے سر پر قیامت کے دن سایہ افگن ہو۔

زمان و مکاں کو زمان و مکان میں چھوڑ کر سب سے بیگانہ اور دوست کے ساتھ یگانہ ہو جاتے ہیں۔ پھر کیا ہوتا ہے : ؎

من تُو شدم تُو من شدی من تن شدم تُو جان شدی

تا کس نگوید بعد ازیں تو دیگری من دیگرم !

میں تُو ہوا تُو میں ہوا میں جسم ہوا تُو جان ہوا۔ اس کے بعد کوئی شخص یہ نہیں کہہ سکتا کہ تو اور ہے میں اور ہوں۔

منصورؒ کا نعرہ "اَنَا الحق" اور طیفور (سلطان العارفین حضرت بایزید بسطامیؒ) کا نعرہ "سُبحانی" یہی دم ہے۔ اگر دلیل چاہتے ہو تو سرورِ کائنات کی حدیث دیکھو :

مَنْ رَاٰنِی فَقَدْ رَاَی الْحَقَّ        جس نے مجھے دیکھا اس نے حق دیکھا۔

نیز فرماتے ہیں :-

مَنْ عَرَفَ نَفْسَهٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهٗ

جس نے پہچانا اپنے نفس کو اس نے پہچانا ہوا ہے اپنے رب کو۔ یعنی رب کی پہچان کے بعد نفس کی پہچان ہے۔

پس تو جان پر کھیل جا۔ خونِ جگر نوش کر، سوز و گداز میں جلتا رہ، اور جہاں تج دے کسی نے خوب کہا ہے : ؎

جاں باز کہ وصلِ او بدستاں ندہند

شیر از قدحِ شرع بہ مستاں ندہند

تُو جان پرکھیل جا کیونکہ دولتِ وصل خود پرستوں کو نہیں دیتے اور شریعت کے جام سے دودھ مستوں کو نہیں ملتا۔

ہمت بلند رکھ کیونکہ ہمت ہی سے کام بنتا ہے:

قِیْمَتُ الْمَرْءِ هِمَّتُهٗ  آدمی کی قیمت اس کی ہمت ہے۔

اس کے بعد رفیع الدرجات (یعنی اللہ تعالیٰ) اس قدر درجے بلند کرتا ہے اور اوپر لے جاتا ہے کہ طالب ملک لامکان اور حضرتِ سبحان میں خیمہ لگاتا ہے۔ کسی نے خوب کہا ہے:

دوہڑہ ~ چنداں اتو بیر جو اتوی پارس
سر کہ بیتہ جو جر ہت سینہار س

بیت ~ ہر کہ صاحب ہمت آمد مرد شد
ہمچو خورشید از بلندی فرد شد

جو صاحب ہمت آیا مرد ہوا اور سورج کی طرح بلندی سے سرفراز ہوا۔

آں برادر کو آج یہ سعادت حاصل ہے کہ دوستوں کی صحبت میں خوش ہے اور ان کے ساتھ روحانی مزے لے رہے ہیں۔ الحمد للہ علیٰ ذالک۔ خوش باد تا باد چنیں باد۔ عاقبت محمود باد۔

---

## مکتوب ۱۳۱

بجانب میر تروی۔
کلامِ الٰہی کے رموز کے بیان میں۔

حق حق حق!

.... المرام۔ کلامِ ربانی عالمِ امر سے عالم میں کون ومکان میں اس لئے نازل ہوا کہ گم شدگانِ بادیہ ضلالت کو راہِ ہدایت دکھا کر عالمِ علوی میں لے جائے اور عالم اور عارف ربانی بن جائے :

فَكُونُوا رَبَّانِيِّينَ         پس ہو جاؤ ربانی۔

سے یہی مراد ہے۔ امام جعفر صادق رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں :

لَقَدْ تَجَلَّى اللّٰهُ لِعِبَادِهٖ فِي الْقُرْاٰنِ وَلٰكِنْ لَا يُبْصِرُوْنَ

اللہ تعالٰی نے اپنے بندوں کے لئے قرآن میں تجلی فرمائی ہے لیکن وہ نہیں دیکھتے۔

سبحان اللہ! زہے فضل ربانی اور زہے کمالِ مردانِ یزدانی کہ ایک حرف سے اس قدر ترقی کی کہ حق تعالٰی کو قرآن میں دیکھا۔ انوارِ علوی کے کمالات میں دوڑ لگائی، دوست میں (فانی) مستغرق ہوئے اور باقی باللہ ہو گئے۔ الشکر للہ (خدا کا شکر ہے) کہ آں عزیز آج اس دولت سے بہرہ ور ہے بادشاہِ اسلام اس کی فوج اور اراکین دولت مہربان ہیں۔ ہمیں پوری امید ہے کہ رونقِ اسلام اور عزتِ علماء و مشائخ زیادہ ہو گی ظالم اور فتنہ پرداز ذلیل وخوار ہوں گے۔ ملک عدل و انصاف سے آراستہ ہو گا اور امن و امان قائم رہے گا۔ انشاء اللہ۔ عاقبت محمود باد۔

---

## مکتوب ۱۳۴

**بجانب نور بیگ۔**

**مقربانِ حق کے حال و کمال کے بیان میں**

حق حق حق!

.... واضح ہو کہ مردانِ حق ہر دور اور ہر طور میں ماسوٰی (غیر اللہ) سے گذر کر حق کے ساتھ پیوست ہو جاتے ہیں :-

جز حق ہمہ را وداع کردند
ہرچہ آں نیست پشت پا زدند

حق تعالٰے کے سوا سب کو خیر باد کہتے ہیں اور جو کچھ غیرِ حق ہے اس پر لات مارتے ہیں۔
دنیا کو آخرت کی کھیتی سمجھتے ہیں اور آخرت کو حق تعالٰے لیتے ہیں :

لَیْسَ فِی الدَّارَیْنِ سِوَی اللّٰہِ     دارین میں سوائے اللہ کے کچھ نہیں۔

کا دم مارتے ہیں۔ اُن کی ہمتِ بلند کے سامنے عرش مجید ذرہ حقیر ہے۔ رَبِّ اَرِنِیْ ان کا نعرہ ہے رَبِّ لَا تَذَرْنِیْ فَرْدًا (اے رب! ہمیں اکیلا نہ چھوڑیو) ان کی پکار ہے۔ ایک لحظ کے لئے دوست سے جدا نہیں ہوتے۔ جو کچھ دیکھتے ہیں دوست دیکھتے ہیں جو کچھ جانتے ہیں دوست جانتے ہیں جس کسی کو طلب کرتے ہیں دوست کو طلب کرتے ہیں۔ وَھُوَ مَعَکُمْ (وہ تمہارے ساتھ ہے) ان کا جمال ہے۔ اَیْنَمَا کُنْتُمْ (جہاں تم ہو) کا پردہ اس طرح اٹھاتے ہیں کہ حق کے سوا کچھ نہیں جانتے۔ سبحان اللہ! یہ کیا کمال ہے اور کیا جمال۔ جو کچھ دیکھتے ہیں اور جو کچھ جانتے ہیں ذوالجلال کو دیکھتے ہیں۔ قوسِ ازل قوس ابد سے مل گئی ہے اور ازل ابد سے مل کر ایک ہو گئے۔ توئی، دوئی منی و مائی (تو۔ میں۔ ہم اور کثرت) درمیان سے اٹھ گئی۔ اور جمالِ فقر کا ظہور ہوا۔ کسی نے خوب کہا ہے : ؎

مقامِ فقر عالی بس مقام است
من و ما دراں منزل حرام است

مقامِ فقر بہت بلند مقام ہے۔ میں اور ہم اس منزل میں حرام ہے یعنی مقام وحدت ہے۔ دوئی حرام ہے۔

اَلْفَقْرُ فَخْرِیْ (فقر میرا فخر ہے) کا دم مارتے ہیں۔ مالکِ دنیا و آخرت تارکِ دنیا و آخرت بن جاتے ہیں۔ ان کے سامنے سے سب حجاب اٹھ جاتے ہیں۔ ان کی شان و شوکت بھی اُن کے لئے حجاب نہیں بنتی :

اَللّٰہُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ     اللہ نور ہے آسمانوں اور زمین کا۔

ان کا حال ہے :

در ہر چہ نظر کردم غیر از تو نمے بینم
غیر از تو کسے باشد حقا چہ مجالست این

جس چیز پر نظر ڈالی تیرا غیر نہ دیکھا۔ تیرا غیر ہو سکتا ہے یہ کس کی مجال ہے ۔

عام مسلمان جو دنیا اور آخرت سے غرض رکھتے ہیں مال کی فکر میں ہیں اور خلق میں مشغول ہو کر حق سے محجوب (پردے میں) ہیں۔ یہ درست ہے کہ جنت میں جائیں گے مرغ بریاں کھائیں گے اور بہشت کے مزے اڑائیں گے لیکن حضور حق سے بے بہرہ ہوں گے اور حق تعالے کا انھیں کوئی علم نہ ہو گا:

هَلْ إِلَىٰ مَرَدٍّ مِّن سَبِيلٍ۔ کیا لوٹنے کی جگہ کی طرف کوئی راستہ ہے ۔

اسی وجہ سے آیا ہے ۔ آہ ! ہزار آہ ! یہ کیا مصیبت ہے کہ ابد تک اس سے چھٹکارا نہیں :

لَا يَبْغُونَ عَنْهَا حِوَلًا ۔ وہ اس جگہ کو بدلنا نہیں چاہیں گے ۔

لیکن طالبان حق وہ گروہ ہے جن کا حجاب حق تعالے ہے اور وہ حق کے ساتھ مل کر خلق سے محجوب (در پردہ) ہیں ۔ اور حق میں مستغرق ہیں۔ اس حال میں جب وہ اپنے حال سے بے حال ہوتے ہیں تو مجنوں کہلاتے ہیں اور نااہلوں سے پتھر کھاتے ہیں :

فَطُوبَىٰ مَن يَبْلُغُهُمْ بِالْحَقِّ

اور مبارک ہے ان کے لئے جو حق سے پیوست ہو گئے ہیں۔

اس حال میں اہل ظاہر ان کو سولی پر چڑھاتے ہیں اور کافر قرار دیتے ہیں اور وہ یہ کہتے ہیں :-

کفرت بدین الله والکفر علی واجب

ہم دین حق سے کافر ہوئے اور یہ کفر ہم پر واجب ہوا۔

اَنَا الْحَقّ منصور کے لئے منصور وقت ہو گیا (یعنی کامرانی نصیب ہوئی)۔

بعض مقربین ایسے اہل کمال ہوتے ہیں کہ ان کے راستے میں کوئی حجاب حائل نہیں ہوتا نہ حق کی وجہ سے خلق سے محجوب اور نہ خلق کی وجہ سے حق سے محجوب ہیں۔ ان کے لئے حق اپنی

جگہ پر ہے اور خلق اپنی جگہ پر۔ اپنی اس صحتِ حال اور اپنے اس کمال سے وہ ہر دو جہاں کے کاموں میں مشغول رہتے ہیں۔

وھم الانبیاء الاصفیاء والاولیاءُ الصحیاء کلموا الناس علی قدر عقولھم

اور یہ ہے انبیاء علیہم السلام اور اولیائے کرام جو لوگوں سے ان کی عقل کے مطابق بات کرتے ہیں۔

شانِ حق ان کی شان ہے اور جمالِ حق ان کا جمال ہے اور کمال و جمال کی کوئی انتہا نہیں۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ آں برادر اس کے طلب گار ہیں۔ خدا اس میں ترقی دے رسول خدا اور ان کی آل بزرگوار کی برکت سے۔

---

## مکتوب ۱۳۳

**بجانب قاضی حسین اہل علم ساکن منگلور۔**

**ان کی مشکل کے حل اور کائن اور بائن کے معنی کے بیان میں**

حق حق حق!

.... قاضی امین نے آکر بتلایا کہ آپ کو یہ مشکل در پیش ہے کہ درویش حق تعالیٰ کے ساتھ دل میں اس قدر مشغول ہوتا ہے کہ ایک لمحہ کے لئے بھی غافل نہیں ہوتا لیکن بظاہر وہ خلقت کے ساتھ مشغول ہوتا ہے ان کو نصیحت کرتا ہے ان کی اصلاح کرتا ہے اور دوسرے کاموں میں مشغول ہوتا ہے اب میری سمجھ میں نہیں آتا کہ ان ظاہری کاموں کے باوجود اس کے شغل باطن میں کیسے خلل واقع نہیں ہوتا۔ یہ میری مشکل ہے حل کیجیے۔ واضح ہو کہ کمال دین اور جمال اہلِ یقین یہی ہے کہ مردانِ حق شغل باطن میں اس مقام پر پہنچ جاتے ہیں کہ بیک وقت خلق کے کاموں میں بھی مشغول

ہوتے ہیں اور حق کے ساتھ کائن و بائن ہوتے ہیں۔ وہ حق تعالےٰ کے فرمان کے مطابق خلق کو حق تعالےٰ کی طرف آنے کی دعوت دیتے ہیں۔ درحقیقت یہ منصب انبیاء کا ہے جو اسی کام کی خاطر مبعوث کئے جاتے ہیں اور انبیاء علیہم السلام کی اتباع میں اولیاء کرام خلق کو دعوت حق دیتے ہیں۔ عوارف المعارف اور اس کی شرح میں لکھا ہے:

م فالصوفی مع غیر الجنس کائن و بائن ش ای کائن مع الحق و بائن عن الخلق ای ظاھرہ —— العقل والذین مع الخلق و باطنہٗ مع الحق بالاستغراق باللہ والحضور مع اللہ و مع الجنس کائن و معائن ش ای باطنہ کما کان مع الحق مع الاخوان ایضاً معائنا و شاھداً الجمال الحق سبحانہٗ لان الاخوان کلھم مع الحق کذالک فالالتفات الی الاخوان ھو الالتفات الی الحق لا الی الخلق بل ھو تمکین الحال فلا یحجبہ عن الحق وھٰذہ ھی الکثرۃ الحجابیہ وھذا ھو مرتبہ اھل الظاھر من علماء الظاھر فان عندھم الحق غیب والخلق شاھد فکانو محجوبین عن الخلق عاجلاً و أجلاً ابداً سرمداً وان کانوا فی الجنۃ والدرجات العالیات الکونیۃ واما الکثرۃ فالکشف وکثرۃ کشفتہ وھٰذا عالم القدرۃ م ولا یحجبہ الحق عن الخلق کارباب الارادۃ والمبتدین ش ای من اھل التلوین فانھم مستغرقون فی الحق محجوبون عن الخلق فالحق عندھم غیب والخلق شاھد فانظر کیف تمیز اھل المعرفۃ من عامۃ المسلمین فی عرفان الحق وکیف تمتز اھل التمکین من اھل التلوین فی کمال العرفات فالعوام فی الکثرۃ محجوبون عن الوحدۃ واھل التلوین فی الوحدہ محجوبون عن الکثرۃ واھل التمکین۔

([متن] صوفی جنس غیر کے ساتھ کائن بھی ہے اور بائن بھی۔ [شرح] کائن یعنی وجود حق کے ساتھ اور بائن (جدا) خلق سے ہوتا ہے اور جو لوگ ظاہراً مخلوق کے ساتھ ہوتے اور باطنی طور پر حق کے ساتھ ہوتے ہیں یعنی مستغرق فی اللہ اور حاضر مع اللہ ہوتے ہیں۔ [متن] اور صوفی جنس کے ساتھ کائن و بائن ہوتا ہے۔ (شرح] یعنی اس باطن جیسا کہ حق کے ساتھ تھا ویسا خلق کے ساتھ ہوتا ہے اور جمال حق سبحانہ کا مشاہدہ کرنے والا ہوتا ہے کیونکہ کل خلق حق میں ہے۔ اس لیے خلق کی طرف التفات گویا حق کی طرف التفات ہے۔ نہ کہ مخلوق کی طرف یکہ یہی حال کی پختگی (تمکین) ہے پس خلق اسے حق سے محجوب نہیں کرتی۔ اسی کا نام کثرت الحجابیہ ہے اور یہی علماء ظاہر کا مقام ہے۔ کیونکہ اُن کے نزدیک حق غیب ہے اور مخلوق موجود اور مشہود۔ پس وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے محجوب ہوگئے۔ اگرچہ وہ جنت میں ہوں۔ اور درجات عالیہ کونیہ میں ہوں۔ اور کثرت کشفیہ ہے اور کثرت کشف کرنے والی ہے۔ اسی کا نام عالم قدرت ہے۔ [متن] اور نہیں محجوب کرتا اسے حق خلق سے۔ ارباب ارادہ اور مبتدین کی مانند۔ [شرح] یعنی اہل تلوین کیونکہ وہ حق میں مستغرق ہوتے ہیں۔ اور خلق سے محجوب۔

غور کریں کہ اہل معرفت نے کس طرح عام مسلمانوں کی نسبت معرفت حق میں تمیز کی ہے۔ اور اہل تمکین نے اہل تلوین کی نسبت کمال عرفان سے کیسے فرق نکالا ہے۔ پس عوام کثرت میں وحدت سے محجوب ہیں اور اہل تلوین وحدت میں کثرت سے محجوب ہیں۔ اور اہلِ تمکین نہ وحدت میں محجوب ہوتے ہیں نہ کثرت میں۔)

## اقسامِ خلق

عزیزمن! خلق کی تین قسمیں ہیں ۔

### پہلی قسم

۔ خلق کی پہلی قسم دنیا میں مشغول ہیں اور روزی کے غم میں جان مارتے رہتے ہیں ان کو اس فکر کے سوا کوئی فکر نہیں ۔ اُن کے علم اور ان کی عقل کا مقصد یہی ہے ۔ ان کی مجلس میں، ان کی زبان پر، اور ان کے دل میں یہی ذکر دنیا ہے ۔ یہ ایمان کے لئے خطرہ ہے ۔ دنیا اور اس کی محبت دوزخ میں لے جاتی ہے ۔ العیاذ باللہ من ذالک ( خدا اس سے پناہ دے ) ۔

چوں زدل دنیات دور افگندہ نیست
جائے تو جز دوزخ سوزندہ نیست

چونکہ دل سے تیری دنیا نہیں نکلی لہٰذا تیری جگہ جلانے والی دوزخ کے سوا نہیں ۔

### دوسری قسم

۔ خلق کی دوسری قسم آخرت میں مشغول ہے اور دنیا پر لات مار کر آخرت کے کاموں میں مشغول ہوگئی ہے یہ لوگ رات دن دین کی فکر میں ہیں، ان کو ابرار کہتے ہیں :

اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِیْ نَعِیْمٍ — بے شک ابرار صاحبِ نعمت ہیں ۔

یہ ان کے حق میں وارد ہوا ہے ۔ ان کو زہاد ( جمع زاہد ) اور عباد ( جمع عابد ) بھی کہتے ہیں ۔ یہ لوگ رات دن تقویٰ اختیار کرتے ہیں اور ہمیشہ خوف و رجا میں رہتے ہیں :

از ہیبتِ آں دو راہ خون شد دلِ من
تا خود بکدام رہ بود منزلِ من

ان دو راستوں کی ہیبت سے میرا دل خون ہوگیا ہے شاید ایک راہ دنیا دوسرا راہ آخرت ۔ معلوم نہیں اصلی منزل کس راستے پر ہے ۔

ان لوگوں کے علم و فہم کی غرض و غایت یہی غمِ دین اور غمِ آخرت ہے کیونکہ انھوں نے سنا ہے کہ

وہ تو دیدار بہشت میں ہے۔ اور انہیں یہ معلوم نہیں کہ دیدار کیا چیز ہے اور جنت کیا ہے۔ اگرچہ

وَإِلَىٰ رَبِّكَ مُنتَهَاهَا    اور تیرا رب تیری منزل مقصود ہے۔

ایک خبر ہے لیکن ان کو اس کی کوئی خبر نہیں۔

**تیسری قسم**۔ خلق کی تیسری قسم وہ ہے جو مردانِ حق کہلاتے ہیں یہ مقربین حق ہیں جن کا دنیا میں خدا اور طلب خدا کے سوا نہ کوئی مقصود نہ مطلوب۔ وہ رات دن مشاہدۂ حق میں رہتے ہیں خواہ یہ جہان ہو خواہ وہ جہاں۔ کسی نے خوب کہا ہے:

؂ روزِ قیامت شود پلہ یہ میزان نہند
خلق بہ جنت رَوَد من بروم سوئے دوست

جب قیامت آئے گی اور اعمال کو ترازو میں تولا جائے گا تو خلقت بہشت میں جائے گی اور میں دوست کی طرف چلا جاؤں گا۔

ما فی الجنة احد سویٰ الله    بہشت میں اللہ کے سوا کوئی نہیں۔

یہ ان کی بہشت ہے:

وُجُوهٌ يَوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ إِلَىٰ رَبِّهَا نَاظِرَةٌ

یہ ان کی مُراد ہے۔ حضرت خواجہ حسن بصری رحمہ اللہ تعالےٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اگر فردوس میں میرے لئے ایک لمحہ بھر حجاب ہو جائے تو اس قدر فریاد کروں گا کہ دوزخیوں کو بھی مجھ پر رحم آجائے گا۔ رالعہ بصریؒ فرماتی ہیں آج میں ذکرِ دوست سے زندہ ہوں اور کل (آخرت میں) دیدار دوست سے زندہ ہوں گی:

؂ کفر کافر را و دین دیندار را
ذرّۂ دردت دل عطار را

کافر کو کفر اور دیندار کو دین مبارک۔ عطارؔ کو تو تیرے درد کا ایک ذرہ درکار ہے اور بس۔

بیت ؎ ذرّہ دردِ خدا در دل ترا !

بہتر از ہر دو جہاں حاصل ترا

اللہ تعالٰی کے عشق کا ایک ذرّہ تیرے لئے دو جہاں کی دولت سے بہتر ہے۔

اس کام میں مردانِ خدا جان کی بازی لگا دیتے ہیں جہاں تج دیتے ہیں، خونِ دل پیتے ہیں۔ اور لختِ جگر کھاتے ہیں۔ ہر لحظہ دوست کے عشق میں جلتے ہیں اور خوش ہوتے ہیں :

؎ جاں باز کہ وصلِ او بدستاں ندہند

شیر از قدح شرع بہ مستان ندہند

جان قربان کر کیونکہ دولت وصل کم ہمتوں کو نہیں دیتے۔ جیسے شریعت کے پیالے سے دُودھ رندوں اور مستوں کو نہیں ملتا۔

پس ہمت بلند رکھ اور یہ کہہ :

## رُباعی

آں لقمہ کہ در دہاں نگنجد بطلب — آں سر کہ درو نشاں نگنجد بطلب

سرّیست میانِ دل درویش و خداوند — جبریل امین دراں نگنجد بطلب

وہ لقمہ طلب کر جو منہ میں نہ سمائے یعنی لقمۂ دردِ عشق۔ وہ سر طلب کر کہ جس میں طلب جاہ نہ ہو۔ درویش کے دل اور خداوند تعالٰی کے مابین وہ راز ہے کہ جس سے حضرت جبریل علیہ السلام بھی آگاہ نہیں۔

یہ بیان مختصر اس لئے رہا کہ بشر مختصر کے لئے مختصر ہی مناسب ہے۔ عاقبت محمود باد بالنبی و آلہ الامجاد۔

## مکتوب ۱۳۴

بجانب شیخ محمد مودود، اہلِ علم خراسانی۔

ترکِ رقص و بدعت و ضلالت (گمراہی) کے ترک پر تنبیہ کے بیان میں۔

حق حق حق!

.... آپ کا خط ملا۔ فرحت ہوئی۔ یہ فقیر سرگردان زمانہ ہے جسے کوئی علم نہیں اور عمر بیاباں اور خرابہ میں گذار دی ہے اور جہالت کے سوا کچھ نہیں حاصل ہوا۔ اس تباہ حال کی حالت یہ ہے:

سودہ گشت از سجدۂ راہ بتاں پیشانیم
چند خود را تہمتِ دینِ مسلمانی نہم

میری پیشانی بتوں کو سجدہ کرتے کرتے گھس گئی ہے یعنی زندگی غیر اللہ کے ساتھ تعلقات میں بسر ہوگئی ہے۔ اب میں کس طرح اپنے آپ کو دینِ مسلمانی کا دعویدار کہہ سکتا ہوں۔

ہم بدکاروں کو سوائے فکرِ روزی کے اور کوئی فکر نہیں اور اس پر طرہ یہ کہ روزی بھی نہیں ہے دنیا کو ہم نے دین بلکہ قبلہ بنا لیا ہے۔ دین کہاں اور اسلام کہاں، حال کیا ہوتا ہے اور مقام کیا علم کسے کہتے ہیں اور عمل کس چیز کا نام ہے:

چوں ز دل دنیات دور افگندہ نیست
جائے تو جز دوزخِ سوزندہ نیست

جب تیرے دل سے دنیا نہیں نکلی تیری جگہ دوزخ کے سوا اور کیا ہو سکتی ہے۔

عزیزِ من! آج کل کام بہت آسان ہو گیا ہے جیسا کہ اکثر دیکھا گیا ہے علم کو دنیا حاصل کرنے کا ذریعہ بنا لیا گیا ہے۔ تصانیف اور قصائد کی اہلِ دنیا پر بھرمار کی جاتی ہے جس کے عوض ان سے

دنیا اور طمعِ دنیا طلب کیا جاتا ہے۔ یہ لوگ اہلِ حق کے نزدیک دشمنانانِ حق تعالےٰ ہیں۔ واللہ المستان (اللہ مددگار ہے)۔

کہتے ہیں کہ حضرت جنید بغدادی قدس سرہٗ کے مریدوں سے کسی نے بادشاہ کے پاس خط لکھا جس سے اس کا منہ سیاہ اور کام تباہ ہوگیا۔ فریاد کرتے ہوئے حضرتِ شیخ کی خدمت میں حاضر ہوا تو انھوں نے فرمایا کہ تم نے بادشاہ کے خط میں سلوک کا ذکر کیا ہے تیرا چہرہ سیاہ اور کام تباہ کیوں نہ ہوتا۔ وہ مرید چونکہ مریدِ صادق تھا تائب ہوا اور کھڑے ہوکر زار زار رونے لگا۔ ایک مدت تک حضرتِ شیخ کی خدمت میں رہا حتیٰ کہ پھر حالت درست ہوگئی۔ الحمدللہ علیٰ ذالک۔ کسی نے خوب کہا ہے:

؎ سالکا اسلام گر آساں بُدے
ہر کسے چوں شیخ اُدھَم بدے

اے سالک! اگر اسلام آسان ہوتا تو ہر شخص حضرت شیخ ابراہیم بن ادھم رحمہ اللہ ہوتا۔

جاننا چاہیئے کہ گمراہی سے بچنا اور عقائد کی درستی مردانِ خدا اور اہلِ حق کے طریق کی شرطِ اوّل ہے جس کی علامات میں سے چند یہ ہیں:

یہ راستہ کون چلتا ہے اہل ایمان اور اہلِ حق چلتا ہے اور یہ خونخوار جنگل کون طے کرتا ہے؟ اہلِ ایمان واہلِ حق طے کرتا ہے۔ ہم تباہ حالوں کو اپنی مصیبت اور اپنی خونخواری کے سوا اور کوئی کام نہیں۔ کسی نے خوب کہا ہے:

؎ وصلِ خاصاں راست من زایشاں نیم بخت بد
بہر من اندازہٗ او بار من کمار سے بہ بیں

دولتِ وصل خاصانِ خدا کا حصہ ہے میں بدبخت ان میں سے نہیں ہوں۔ میرے لئے تو بدبختی کا اندازہ کرلو کتنی ہے۔

بیت ؎ چوں نداری شادیٔ از وصلِ یار!
خیز برخود ماتم ہجراں بدار

جب تجھے وصلِ یار کی خوشی نہیں تو اٹھ اور اپنا ماتم کر۔

بیت ؎ در گور بُرم از گیسوئے تو تارے
تا سایہ کند بر سر من روز قیامت

تیری زلف کا ایک بال قبر میں لے جاؤں گا تاکہ قیامت کے دن مجھ پر سایہ کرے۔

کسی دانا نے اس طرح اپنی عذر خواہی کی:

بیت ؎ ہیچ معنی ندیدہ ام ز جناں
گر تو دیدی سلام من برساں

میں نے بہشت کی اپنے اندر کوئی علامت نہیں دیکھی۔ اگر تو نے دیکھی ہے تو اسے میرا سلام کہہ دینا۔

عاقبت محمود باد۔

---

## مکتوب ۱۳۵

بجانب میر محمد

ذبح کے مسائل اور امام اعظمؒ کے نزدیک گھوڑے کے گوشت کے مکروہ ہونے کے بیان میں۔

.... واضح ہو کہ ذبح کا مسئلہ آپ کے ذریعے زیر بحث آیا ہے۔ لہٰذا اس کی وضاحت کی جاتی ہے کیونکہ اس میں فائدہ خلق اور رونق اسلام ہے:

الناس علی دین ملوکھم — لوگ اپنے حکمرانوں کے دین پر ہوتے ہیں۔

پس بادشاہوں اور اسلام کے دانشمندوں کو چاہیئے کہ شریعت کے احکام میں پوری احتیاط سے کام لیں تاکہ ساری خلقت شرع کے مطابق کام کرے، اور انوار شریعت سے آراستہ و پیراستہ ہو۔ اسلام کی رونق ہو اور علماء و صلحاء کی عزت افزائی ہو۔ یہ امورِ اسلام میں سے ایک مسئلہ ذبح ہے اور یہ اسلام کے بڑے امور میں سے ہے کیونکہ ذبیحہ (ذبح شدہ جانور) کے حلال اور حرام ہونے کا دار و مدار اسی پر ہے اور ہر خاص و عام کے لئے باعث ابتلاء ہے۔ جاننا چاہیئے ذبح کرنے والا مسلمان ہو اور ذبح کرنے کے احکام وارکان سے واقف ہو تاکہ جانور بلا شبہ حلال ہو جائے۔ مستحب یہ ہے (یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل یہ ہے) کہ ذبح کرنے والا اور ذبیحہ کا منہ قبلہ کی طرف ہو۔ اور ذبح کرتے اور چھری چلاتے وقت تکبیر بسم اللہ و اللہ اکبر باآواز بلند کہے، اور آہستہ نہ کہے۔ کیونکہ آہستہ کہنے سے اس کے ترک کا گمان ہو جاتا ہے۔ جس سے جانور کا حلال ہونا مشتبہ ہو جاتا ہے۔ ذبح پوری طرح کرنے سے پہلے کوئی بات نہ کرے کیونکہ بات کرنے سے بھی یہ شبہ پیدا ہو جاتا ہے کہ:

وَمَا أُهِلَّ بِهِ لِغَيْرِ اللَّهِ

کلام پاک میں ہے کہ غیر اللہ کے لئے ذبح نہ کیا جائے یعنی منہ سے کوئی ایسی بات نہ نکل جائے

جس سے غیر اللہ کے لئے ذبح کا شبہ پڑ جائے اور ذبیحہ کا حلال ہونا شبہ میں پڑ جائے۔

نیز ذبح کرنے کی جگہ جیسا کہ کتب معتبر میں ہے، کا جاننا ضروری ہے تاکہ ذبح خلاف شرع نہ ہو۔ اس کے متعلق یہ جاننا ضروری ہے کہ جو رگیں کاٹی جاتی ہیں وہ چار ہیں یعنی:

(۱) مری (۲) حلقوم (۳) دو رگ اور (۴) رگِ جان

جنھیں شہ رگ کہتے ہیں۔ رگوں کے کاٹنے میں خوب احتیاط سے کام لینا چاہیئے تاکہ ذبیحہ بلاشبہ حلال ہو جائے۔ اگر ان چار رگوں میں سے کوئی رگ رہ جائے حلال ہے بشرطیکہ حلقوم کاٹی گئی ہے۔ اگر حلقوم نہیں کاٹی گئی اور گرہ سینہ کی طرف گر گئی ہے تو وہ نہیں کاٹی گئی اور اس ذبح سے عقدہ درپیش ہو جاتا ہے اور ذبیحہ حلال نہیں ہوتا۔ اس کے متعلق خاص احتیاط سے کام لینا چاہیئے۔ اگرچہ اس کے حلال ہونے میں اکثر روایات موجود ہیں لیکن بعض حضرات اُن روایات کو معتبر نہیں سمجھتے کیونکہ یہ دین کا معاملہ ہے اور حلال و حرام کا سوال ہے۔ لہٰذا ان معاملات کے متعلق اچھی طرح احتیاط کرنی چاہیئے اور سہل انگاری سے کام نہیں لینا چاہیئے تاکہ اسلام کی رونق قائم رہے اور مسلمانوں کی پاکی کمال کو پہنچے۔

**گھوڑے کا گوشت** گھوڑے کے گوشت میں اختلاف ہے امام اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ عنہ مکروہ تحریمی سمجھتے ہیں جیسا کہ ذخیرہ اور ہدایہ میں درج ہے اور ان کی اس روایت کی صحت میں کوئی شک نہیں لیکن صاحب کنز و وقایہ نے حرام کہا ہے اور کھانے سے پرہیز کی تاکید کی ہے کیونکہ جب حلت و حرمت جمع ہو جائیں (یعنی اختلاف واقع ہو جائے) تو حرمت کو ترجیح دیتے ہیں اور اس کے نزدیک نہیں جاتے کیونکہ اس میں مواخذہ ہے (یعنی گرفت ہے) اور ذبح کے معاملہ میں مختار کی روایات یہ ہیں۔(

## مکتوب ۱۳۶

بجانب شیخ جلال الدینؒ

دربیانِ کمال انبیاء اور یہ انبیاء غیب ہیں۔

حق حق حق!

.... ہر وقت اللہ تعالیٰ کی حمد ہے۔ واضح ہو کہ حضرت آدم علیہ السلام حمد باری تعالیٰ کرتے ہوئے اٹھے اور محبتِ حق کے میدان میں گامزن ہو کر کون و مکان سے بلند نکل گئے:

### رُباعی

جان آدم چوں بہ سرِ فقر تسوخت　　ہشت جنت را بیک گندم فروخت

تا نیاید جاں آدم آشکار!　　رہ ندانستند سوتے کردگار

جب آدم علیہ السلام کی جان فقر کے راز سے جلنے لگی تو انھوں نے آٹھوں بہشت ایک گندم کے دانہ کے عوض دے دی۔ جب تک آدمی جان پر نہیں کھیلتا اُسے اپنے خالق کی طرف راستہ نہیں ملتا۔

حتےٰ کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے محبت کا خیمہ میدانِ اَوْ اَدْنیٰ (اللہ اور رسول اللہ کے درمیان دو کمان یا اس سے بھی کم فاصلہ رہ گیا تھا۔ (قرآن)۔ میں نصب کیا اور حق تعالیٰ کے سوا سب کو فنا کر کے بقا میں پہنچ گئے (بقا باللہ حاصل کی):

؎ رفت بجائے کہ دوئی دور بود

دید خدا را نہ خدا دور بود

اس مقام پر پہنچے جہاں دوئی کا نام نہ تھا۔ دیدار الٰہی سے مشرف اور واصل بحق ہوئے۔

یہ حمد ہے جو خدا تعالیٰ نے پہچانتا ہے۔ اور یہ حمد ہے کہ سوائے خدا کچھ نہیں رہتا۔ یہ خلعتِ خاص احبابِ حق (خدا کے دوستوں) کے لئے ہوتی ہے اور اٹھارہ ہزار عالم خدا کے دوستوں کی سلطنت میں دیتے

جانتے ہیں : ؎

احمد مرسل کہ خرد خاک اوست

ہر دو جہاں بستۂ فتراک اوست

احمد مجتبےٰ کہ عقل جس کے کوچے کی خاک ہے۔ دونوں جہاں اس کے شکار کے تھیلے میں پڑے ہیں

چونکہ درحقیقت اَحبابِ (دوست) انبیاء علیہم السلام ہیں حق تعالےٰ کی محبت انبیاء علیہم السلام کے لئے خاص ہے کسی کی مجال نہیں کہ اُن کے دامنِ کمال تک کو چھُو سکے۔ اگر کوئی ولی ہے اور محبت میں غرق ہے۔ انبیاء کے کمال اور جمال کے سامنے کالعدم ہے اور ذرّے کی مانند ہے۔ اولیاء کی شان اگرچہ بلند ہے لیکن یہ نبی کی بدولت ہے۔ اگر ولی کی شان نبی سے مستغنی ہوتی اور بذاتِ خود قائم ہوتی تو نبوت کا تعطّل (ختم ہونا) لازم آتا۔ اور یہ درست نہیں اور تصور میں نہیں آسکتا۔ اگرچہ ولی تحقیق پر ہے اور رازدار ہے لیکن تحقیق پوشیدہ ہے اور ملتبس ہے (یعنی گمان سے خالی نہیں)، اگرچہ ولی مخلص ہے لیکن عظیم خطرے میں ہے :

وَالْمُخْلِصُوْنَ عَلٰی خَطْرٍ عَظِیْم

مخلص لوگ بڑے خطرے میں ہیں یعنی ہر وقت ان کے اخلاص کی آزمائش رہتی ہے۔

یہ ان کے لئے کمر شکن ہے۔ ولی کی تحقیق انبیاء کی تحقیق تک نہیں پہنچ سکتی۔ کیونکہ انبیاء اللہ کی طرف سے خلق کے پاس آتے ہیں اور رسالت کی تبلیغ کی ہے۔ ولی اگرچہ صاحب راز ہے اس کا راز نبی کی پناہ میں حق تعالےٰ تک پہنچتا ہے اور خود بخود حق تک نہیں پہنچتا۔

پس انبیاء علیہم السلام کو غیب سمجھو اور :

یُؤْمِنُوْنَ بِالْغَیْبِ۔ اور غیب پر ایمان رکھتے ہیں۔

پر یقین کرو۔ اس فقیر پر یہ معاملہ بطون سے منکشف ہوا کہ انبیاء غیب ہیں اور حق سے خلق کے پاس آتے ہیں۔ اگرچہ نبی بشر ہوتے ہیں لیکن دوسرے بشر ہوتے ہیں اور کچھ اور نظر آتے ہیں۔ بخیر جو کچھ وہ ہوتے ہیں اور جو کچھ ظاہر کرتے ہیں حق میں ہوتے ہیں اور حق دکھلاتے ہیں۔ بسرِ حق ہوتے ہیں اور بسرِ حق دکھلاتے

ہیں۔ تجھے سرِ حق سمجھنا چاہیئے اور حرفِ عشق پڑھنا چاہیئے :

جز سرِ حق ہر چہ بدانی جہالت است ؎

جز حرفِ عشق ہر چہ بخوانی بطالت است

سرِ حق کے سوا جو کچھ تو جانتا ہے جہالت ہے اور حرفِ عشق کے سوا جو کچھ تو پڑھتا ہے جھوٹ ہے۔

نبیؐ اور کتاب (قرآن) کو حق تعالیٰ نے یکجا کر کے فرمایا ہے :

قَدْ جَآءَكُمْ مِنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّكِتَابٌ مُّبِيْنٌ

اللہ کی طرف سے تمہارے پاس نور (نبی) اور کتابِ مبین (وہ کتاب جو صاف صاف بیان کرتی ہے یعنی قرآن) آئے ہیں یہ
یہ اسی راز کی طرف اشارہ ہے۔ نیز اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :

يَنْظُرُوْنَ اِلَيْكَ وَهُمْ لَا يُبْصِرُوْنَ۔

اے نبی! یہ لوگ تجھ پر نظر تو ڈالتے ہیں لیکن دیکھتے نہیں یعنی تیری حقیقت کو نہیں سمجھتے۔

نیز فرمایا ہے :

كَلِمَةٌ اَلْقٰهَا اِلٰى مَرْيَمَ وَرُوْحٌ مِّنْهُ

یعنی وہ عیسیٰ علیہ السلام ایک کلمہ ہے جو مریم کی طرف القا ہوا اور وہ ایک روح ہے اس سے یعنی اللہ کی طرف سے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خود فرماتے ہیں :

اَيُّكُمْ مِثْلِيْ يُطْعِمُنِيْ رَبِّيْ وَيَسْقِيْنِيْ۔

تم میں سے کون میری مانند ہے، مجھے میرا رب کھلاتا ہے اور پلاتا ہے۔

نیز یہ حدیث بھی اسی حقیقت کی طرف اشارہ کرتی ہے :

اَبِيْتُ عِنْدَ رَبِّيْ هُوَ يُطْعِمُنِيْ وَيَسْقِيْنِيْ۔

میں اپنے رب کے ساتھ شب گذارتا ہوں۔ وہی مجھے کھلاتا ہے اور پلاتا ہے۔

مَنْ رَاٰنِیْ فَقَدْ رَاَی الْحَقْ ۔ جس نے مجھے دیکھا حق کو دیکھا۔

اور یہ کیا شور ہے کہ جو کون و مکان میں نہیں سماتا۔ لیکن جب وہ اس ذکر اور اس طلب میں ہے تو باز لامکان اور شہباز فضائے سبحان کون ہے۔ تو اسی درد اور اسی طلب میں کہتا ہے :

الٰھی کن لی فان لم تکن لی فمن لی۔ ارید لک فاھد لی ورضیت بک

من الدارین فلا تقطع املی یا سیدی و مولائی۔

الٰہی! تو میرا ہو جا اگر تو میرا نہ ہوا تو میرا کون ہے؟ میں تجھے چاہتا ہوں اور مجھے اپنا راستہ دکھا۔ میں دونوں جہانوں میں تجھ سے کر راضی ہوں۔ بس اے میرے آقا! اے میرے مولا! میری آس نہ توڑ۔

ے گر ز درت براینم بے تو شوم سیاہ رو
وز در تو کجا برم روئے سیاہ خویش را

اگر تو مجھے اپنے دروازے سے ہٹا دے تو تیرے بغیر میرا منہ سیاہ ہے اب تیرے دروازے سے اپنے سیاہ منہ کو کہاں لے جاؤں۔

آہ یہ کیا درد ہے کہ جس کی کوئی دوا نہیں! وراس درد کی دوا خود وہی ہے :

ے مسلمان دوائے دردِ دل از کس طلب مکن
با دردِ خود بساز کہ کار از دوا گذشت

اے مسلمان! دردِ دل کی دوا کسی سے طلب نہ کر۔ اپنے درد کے ساتھ گذارہ کر کہ کام دوا سے باہر ہو گیا ہے۔

سبحان اللہ! یہ کیا درد ہے کہ جس کا علاج اُو سبحانہٗ تعالےٰ ہے۔ کون ہے جو اس درد سے بے چین ہے اور حق کے ساتھ آرام میں ہے؟

ے درد تو دوا شدہ است مارا
خاک تو بہا شدہ است مارا

تیرا درد ہمارے لئے دَوا ہو گیا ہے اور تیرے در کی خاک ہمارے لئے بے بہا ہے۔

اس درد کی طلب میں مردانِ خدا جان پر کھیلتے ہیں جہان قربان کرتے ہیں اور دوست سے بنلتے ہیں اس درد کے سوا عاشقاں اس کے درد کے سوا جو کچھ ہے اُسے کچھ نہیں سمجھتے اور ہزار جان سے اس درد پر قربان ہوتے ہیں :

من بہزار آرزو درد ترا یافتم
طالب دارو نیم دردِ تو درمانِ ماست

میں نے ہزار خواہش سے تیرا درد حاصل کیا ہے۔ مجھے دوا کی خواہش نہیں ترا درد میری دَوا ہے۔

میری خواہش تیرا درد ہے، میرا وظیفہ تیرا درد ہے، میری بندگی تیرا درد ہے، اور میری عبادت تیرا درد ہے : انما اشکو بثی وحزنی الی اللہ این المذنبین احب الی اللہ

(یقیناً میں اپنی بے قراری اور غم کی شکایت اللہ کو کرتا ہوں، اللہ کو سب سے زیادہ محبوب گنہگار کہاں ہیں)۔

یہ صدیقین کے مناجات اور دردمندوں کا دستگیر اور دَوا ہے :

درد خواہ، و درد خواہ، و درد خواہ
گر تو ہستی اہلِ درد و مردِ راہ

اگر تو اہلِ طلب اور مردِ راہ ہے تو درد طلب کر، درد طلب کر، درد طلب کر۔

یہ درد انبیاء علیہم السلام کا حصہ ہے اور ان کی بدولت اولیاء کرام کو ایک گھونٹ ملا ہے۔ جو پی رہے ہیں۔ حقیق علیٰ ان اقول علی اللہ الا الحق۔

(یہ حقیقت ہے کہ میں اللہ پر سوائے حق کے کوئی بات نہیں کہتا ہوں)

انبیاء علیہم السلام کو مقام تحقیق حاصل ہے اور اولیاء کرام یہ حقیقت حاصل کرنے کے لئے خون دل پی رہے ہیں اور جان کی بازی لگا رہے ہیں۔ دنیا میں انبیا کے مقام کو کوئی نہیں پا سکتا خواہ وہ بلند سے بلند درجے کا ولی کیوں نہ ہو۔ اولیاء اللہ انبیاء علیہم السلام پر ایمان لاتے ہیں اور خداوند تعالیٰ تک رسائی حاصل کرتے ہیں۔ اس مضمون پر قرآن و حدیث لبریز ہیں لیکن چونکہ اس مسئلہ کی حقیقت

بیان سے باہر ہے۔ لامحالہ علماءِ (ظاہر) تاویل میں مشغول ہو گئے۔ اور ان کے نزدیک ایمان صرف نبوت پر لانا رہ گیا ہے۔ زاہدی میں لکھا ہے:

والغیب کل ما لا یصل العبد الیہ الا بدلیل و ما یصل الیہ من غیر دلیل فھو عیان۔

اور غیب ہر وہ چیز ہے کہ جس کو انسان دلیل کے سوا نہ پہنچ سکے اور جس چیز کو بغیر دلیل کے پہنچا جائے وہ ظاہر ہے۔

اگرچہ انبیاءؑ پر ایمان لانا فرض ہے اور انبیاء غیب نہیں بلکہ ظاہر ہیں۔ لیکن پیغمبری ان کے اندر غیب کی چیز ہے اس لیے معجزہ کی ضرورت پڑی۔ اور یہ نبوت کا شرف ہے۔ پس ظاہری اعتقاد یہی ہے۔ انبیاء اگر ظاہر نہ ہوتے اور غیب ہوتے جس طرح فرشتہ اور کتاب، تو سرِ محبت منکشف نہ ہوتا۔ اور محبت کے زور سے فتور کا دروازہ کھل جاتا۔ اور محبت کے لائق بشر کے سوا کوئی نہ تھا کیونکہ محبت کی محنت صرف بشر ہی اٹھا سکتا ہے اور محبت بے محنت نہیں:

وَعَصٰی اٰدَمُ رَبَّهٗ فَغَوٰی۔ اور آدمؑ سے لغزش ہوئی اور بے راہ ہوا۔

یہی شورِ محبت اور محنت ہے اور محبت میں جانبازی اور جہاں تازی (جہاں قربان کرنا) اور سوز و گداز ہے۔ پس عاشقان اسی سوز و گداز اور درد و داغ سے گذر کر کون و مکان سے باہر نکل جاتے ہیں اور لامکان میں پہنچ کر حق سے پیوست ہو جاتے ہیں:

؎ خاکِ تو آمیختۂ رنجہا است
برسرِ ایں خاک بسے گنجہا است

اے انسان! تیری خاک میں درد کی آمیزش ہے اور اس خاک کے اندر بے شمار خزانے پنہاں ہیں۔

عزیزِ من! انبیاءؑ اہلِ غیب ہیں اور غیب کی خبر دیتے ہیں۔ اگرچہ وہ بشر ہیں، حق سے باخبر ہیں اور تجھے حق کی خبر سناتے ہیں، حق کا راستہ دکھاتے ہیں اور حق کے ساتھ ملاتے ہیں۔ یہی صراطِ مستقیم ہے۔ جس شخص نے صراطِ مستقیم اختیار کیا حق تک پہنچ گیا۔ اور جس نے خطا کی وہ گمراہ ہوا اور محروم

گیا۔ پس جو چیز شریعت کی پناہ میں نہیں ہے غیر شرع اور باطل ہے :

ہر چہ داعیہ شرع نیست
وسوسہ دیو بود بے نزاع!

جو شریعت سے باہر ہے وہ بلا شبہ شیطان کا وسوسہ ہے۔

یہی وجہ تھی کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ظاہر میں خلاف دیکھا تو بول اُٹھے۔

لَقَدْ جِئْتَ شَيْئاً نُكْراً

اس کے بعد انھوں نے معافی مانگی اور خطا معاف کرائی۔

مَا فَعَلْتُهُ عَنْ اَمْرِيْ

یہ ہے کمال اور یہ ہے جمال - ان میں سے دونوں کا قول و فعل حق پر تھا اور سب کے لئے حیرت کا مقام ہے۔ اب خواہ کسی کو کتنا تحقیق حاصل ہو بحرِ حقیقت بے حد عمیق (گہرا) ہے :

ایں چہ دریائیست قعرش ناپدید
ویں چہ درگاہست قفلش بے کلید

یہ کیا دریا ہے کہ جس کی گہرائی کی کوئی انتہا نہیں اور یہ کیا درگاہ ہے کہ جس کے قفل کی چابی ہی نہیں ہے۔

اسی وجہ سے کہتے ہیں کہ جس قدر راز و رموز تم پر منکشف ہوں انھیں پوشیدہ رکھو اس سے جس قدر بے خودی و مستی لاحق ہو تم اپنے آپ کو ہوشیار رکھو۔ کسی نے خوب کہا ہے :

مست نشوی گرچہ تو ہیچ انا الحق مگو
سرِ خداوند را کافرو ستار باش

تو جس قدر بھی مست ہو جائے نعرۂ انا الحق مت مار! اور خدائی راز کو چھپائے رکھ۔

اے بھائی! چلتے رہو اور خونِ دل پیتے رہو، جان مارتے رہو اور جان قربان کئے جاؤ۔ جہان تج دو۔ اور صاحبِ راز بن جاؤ :

## رُباعی

آں لقمہ کہ در دہاں نگنجد بطلب — وآں سِرّ کہ در و نشاں نگنجد بطلب

سرّلیست میانِ دلِ درویش و خداوند — جبریل امیں دراں نگنجد بطلب

وہ لقمہ طلب کر جو منہ میں نہ سماسکے اور وہ راز طلب کر جس کی نشان دہی کوئی نہیں کرسکتا۔ درویش کے دل اور خداوند تعالیٰ کے درمیان وہ راز ہے جہاں جبریل علیہ السلام بھی نہیں پہنچ سکتا۔ وہی طلب کر۔

خدا کرے یہی طلب اور یہی دَرد ہم قبر میں لے جائیں اور اسی درد میں پناہ میں آجائیں:

در گور بریم از سرِ گیسوئے تو تارے
تا سایہ کند بر سرِ من روزِ قیامت

تیری زلف کی ایک تار قبر میں لے جاؤں گا۔ تاکہ قیامت کے دن مجھ پر سایہ افگن ہو۔

عاقبت محمود باد بالنبی وآلہ الامجاد بمنہٖ وکرمہٖ۔

---

## مکتوب ۱۳۷

بجانب شاہ محمدؒ

دوستانِ حق کی محبت کے بیان میں۔

حق حق حق!

حق تعالیٰ کے دوستوں کی محبت دراصل حق تعالیٰ کی محبت اور شکر گذاری ہے اس وجہ سے کہ انبیاء علیہم السلام پر ایمان لانا فرضِ راہ اور حق تعالیٰ تک رسائی کا ذریعہ ہے اگر انبیاء نہ ہوتے اور خلقِ خدا کو راہِ حق نہ دکھاتے تو خدا تعالیٰ تک رسائی نہ ہوتی اور بہشت نصیب

نہ ہوتی۔ انبیاء علیہم السلام حق تعالیٰ کی طرف سے خلق کے پاس اس لئے بھیجے گئے ہیں کہ حق تعالیٰ کی خبر لوگوں کو دیں اور ان کو حق تعالیٰ کی طرف بلائیں:

وَدَاعِیًا اِلَی اللّٰہِ بِاِذْنِہٖ سِرَاجًا مُّنِیْرًا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو حق کی طرف بلاتے ہیں اس کے حکم سے اور منور چراغ کی مانند ہیں یعنی روشنی دکھا کر لوگوں کو حق کا راستہ بتاتے ہیں۔

نیز حق تعالیٰ فرماتے ہیں:

وَلَقَدْ مَنَّ اللّٰہُ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ بَعَثَ فِیْہِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِہِمْ

اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر احسان کیا جب اس نے ان میں سے ایک رسول بھیجا ان کی طرف۔

کیونکہ خلق خدا ان سے بیگانہ تھی اور حق تعالیٰ سے بُعد (دُوری) کی وجہ سے خواہشاتِ نفسانی میں پھنس کر برباد ہو جاتی۔ اس لئے کسی ایسے شخص کی ضرورت تھی کہ جو واقفِ راز ہو اور اپنے نور سے لوگوں کو ظلمتِ نفس اور خود بینی سے نکال کر حق تعالیٰ کے ساتھ یگانہ بنائے۔ چنانچہ مخبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

ان اللہ خلق الخلق فی ظلمۃ ثم رش علیہم من نورہ وھو نور الانبیاء علیہم السلام۔

اللہ تعالیٰ نے خلق کو پیدا فرمایا اندھیرے میں پھر اس پر تجلی فرمائی اپنے نور کی۔ اور وہ نور کیا ہے انبیاء علیہم السلام ہیں۔

اور انبیاء علیہم السلام کے بعد اولیاء کرام ہیں جو حق کے ساتھ اور حق کے کاموں میں مشغول ہیں۔ ان کی صحبت اور ان کی محبت لوگوں کو حق تعالیٰ تک پہنچاتی ہے اور حق کے کاموں میں مشغول کرتی ہے۔ لہٰذا اولیاء کرام خلق کے محسن ہیں کیونکہ خلق کو حق تک پہنچاتے ہیں۔ پس کون سعیدِ ابدی ہے! اور اس دولت کا مطلب ہے جو اولیاء کرام سے دل لگائے اور ان کی خدمت میں رہ کر ان کے قدموں پر جان نثار کرے اور بلند ہمتی سے میدانِ وحدت میں گامزن ہو کر یگانگی حاصل کرے

أَلَا إِنَّ أَوْلِيَاءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ

اولیاء اللہ کے لئے نہ کوئی خوف ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔

یہ ان کی شان میں آیا ہے۔ آج یہ دولت اور یہ سعادت آں برادر کا حصہ ہے کہ دوستانِ حق کی دوستی میں مشغول ہیں۔ الحمد للہ علیٰ ذالک۔ عاقبت محمود باد۔

---

## مکتوب ۱۳۸

بجانب شیخ جلال الدینؒ

اُن کے خط کے جواب میں، جس میں انھوں نے اپنے حالات اور واردات اور میاں عبدالشکور کے واردات کے متعلق دریافت کیا۔

حق حق حق!

.... بعد حمد و صلوٰۃ دعائے مزید حیات، ترقّی درجاتِ عرفانی و ذوق و شوق سبحانی، بضمیرِ منیر خدمتِ اخوی شیخ الاسلام اہلِ کمال شیخ جلال دام عزہٗ و زیدہ عرفانہ، از فقیر حقیر عبدالقدوس اسماعیل الحنفی۔

(یہاں قابلِ غور یہ امر ہے کہ حضرت شیخ اپنے مرید کو کتنے بلند القاب سے یاد فرما رہے ہیں اور اپنے لئے کس قدر ذلت آمیز الفاظ استعمال کر رہے ہیں)۔

واضح ہو کہ آپ برادر کا خط ملا جو ذوق و شوق ربّانی اور واردات سبحانی میں ڈوبا ہوا تھا، پڑھ کر بے حد خوشی ہوئی۔ خدا تعالےٰ اس میں ترقی دے اور مزید ترقی دے۔ بیشک انسان کی قدر اس کی ہمت کے مطابق ہوتی ہے: ؎

ہر کہ صاحب ہمت آمد مرد شد ہمچو خورشید از بلندی فرد شد

جو صاحب ہمت ہے وہی مردِ حق ہے اور سورج کی طرح بلند ہو کر یکتا بن گیا ہے۔

اے بھائی! ہمیشہ سوز و ساز میں رہو۔ جلتے رہو۔ اُبلتے رہو۔ خونِ دل پیتے رہو۔ جان مارتے رہو تاکہ صاحبِ راز بن جاؤ۔ اگرچہ یہ کام بڑا ہے اور مجاہدہ عظیم ہے لیکن اس کا پھل بھی بہت میٹھا ہے اسرار بہت اور انوار بے شمار ہیں:

جمال یار گر خواہی دل از کارِ دیگر برکن
بسوز از آتشِ ہجراں دو دیدہ از خونِ دل ترکن

اگر جمالِ دوست درکار ہے تو دل سے سب چیزیں نکال دے۔ عشق کی آگ میں جل جاؤ اور خونِ دل کے آنسو بہاؤ۔

ہر چند ولی خدا رسیدہ ہوتا ہے اور عاقبتِ کار سے آگاہ ہوتا ہے لیکن انبیاء علیہم السلام کی تحقیق کو نہیں پہنچ سکتا:

التحقیق للانبیاء والخطر للاولیاء والتاویل للعلماء والغفلۃ لسائر الناس۔

تحقیق انبیاء کا حصہ ہے، خطرہ اولیاء کا، تاویل علماء کا اور غفلت باقی خلقت کا۔

آپ نے لکھا ہے کہ چند روز ہوئے محبوبِ دلربا کی طرف سے بڑی دلداری اور عظیم فیض ہو رہا ہے اور حال اور مستی کا پے در پے ورود ہو رہا ہے:

اَلرَّحْمٰنُ عَلَی الْعَرْشِ اسْتَوٰی اللہ اپنے اسم رحمٰن سے عرش پر متمکن ہے۔

کا فیضان ہو رہا ہے۔ حدیثِ پاک ہے:-

لَهُمْ اَرْجُلٌ يَّمْشُوْنَ بِهَا......

اللہ ان کی آنکھیں بن جاتا ہے جس سے وہ دیکھتے ہیں، وہ ان کے کان بن جاتا ہے جس سے وہ سنتے ہیں، وہ اس کے ہاتھ بن جاتا ہے جس سے وہ پکڑتے ہیں، وہ اُن کے پاؤں بن جاتا ہے جس سے وہ چلتے ہیں۔

کا ظہور ہو رہا ہے۔ واضح ہو کہ یہ مژدۂ سبحانی اور نعمتِ ربانی جو مقربین کا حصہ ہے۔ آپ کو مبارک ہو۔ یہ وہ مقام ہے کہ جہاں عرش و فرش یکجا ہو جاتے ہیں اور جمالِ بے مثالِ حق کی جلوہ نمائی ہوتی ہے۔ پردہ اٹھ جاتا ہے اور جمالِ سبحانی سامنے ہوتا ہے حق تعالےٰ یہ دولت جن کے نصیب کرے۔ اس کے برعکس اہلِ ظاہر جن کے علم کا ثمرہ آخرت کا عذاب و ثواب ہے اور آخرت کی فکر ہے اگرچہ یہ لوگ اہلِ نعمت ہیں اور (ایک لحاظ سے) دین کی ولایت میں مستقیم ہیں۔ اس جہاں کے شرق و غرب میں سیر و طیر میں مشغول ہوتے ہیں اور فرش و عرش پر پہنچ جاتے ہیں[1] لیکن دوست کی انھیں کوئی خبر نہیں اور نورِ قدس سے سرفراز نہیں ہوتے۔ وحدتِ وجود جس سے مراد ایک وجود اور ایک نمود ہے:

اَیْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ　　جدھر دیکھو ذات حق ہے۔

سے عیاں ہے اس سے بالکل بے خبر ہیں۔ وہ فی الحقیقت اپنے آپ کو حق کا غیر اور حق کو اپنا غیر سمجھتے ہیں۔ اور عقل و حساب کے دھندوں میں پھنسے رہتے ہیں کسی نے خوب کہا ہے:

ے　چوں تو آئی عقل اندر سوئے من
زخم بسیارے خوری در کوئے من

اگر تو عقل کے ساتھ میری طرف آئے گا تو میرے کوچے میں بہت زخم کھائے گا۔

یہ لوگ ہمیشہ غیر سے کاروبار رکھتے ہیں۔ اور غیر سے سروکار رکھتے ہیں بجز آنکہ اپنے آپ کو بندہ اور خدا کو خالق سمجھتے ہیں۔ بلکہ کرامات و الہام اور سارے نظام کو مرتبۂ غیر میں دیکھتے ہیں۔ لیکن خوشخبری ہے اُن کے لئے جو مقربینِ حق کے مشرب پر ہے۔ ان کو طائفہ اہلِ وحدت کہتے ہیں جو کہ مقصود کونین ہے۔ یہ انبیاء علیہم السلام اور اولیاء مقربین کا مشرب ہے۔

سُبْحَانِیْ مَا اَعْظَمَ شَانِیْ

میں پاک ہوں اور میری شان بلند ہے۔ (قول سلطان العارفین بایزید بسطامی قدس سرہٗ)

---

[1] یعنی ابھی کی پرواز عالم کون و مکان تک محدود ہے اور اسی کے کشف میں مشغول ہیں۔

اور مَنْ رَاٰنِی فَقَدْ رَاَی الْحَق

جس نے مجھے دیکھا اس نے حق دیکھا (حدیث نبوی)

یہ اس مشرب کا دعویٰ ہے۔ اور لامکان کی سیر و طیر اس مشرب کا خاصہ ہے ملک (فرشتہ) خواہ فلک پر ہے ان حضرات کا ہمدم اور ہم قدم نہیں ہو سکتا:

وَالسَّابِقُوْنَ السَّابِقُوْنَ اُوْلٰئِكَ الْمُقَرَّبُوْنَ۔

اور وہ سب سے پہلے اور سبقت لے جانے والے مقربان حق۔

ان کا لقب ہے۔ وَهُمْ عَلٰى صَلٰوتِهِمْ دَائِمُوْنَ

اور وہ صلوٰۃ دائم میں مشغول ہیں۔

ان کے حق میں وارد ہوا ہے۔ اگرچہ یہ حضرات ہر وقت فنائیت، محویت اور صحو و سکر میں رہتے ہیں! ان کے سامنے سے غیر اٹھ جاتا ہے۔

البقاء و اللقاء علی قدر الفناء و الصحو۔

بقا اور مشاہدہ فنا اور صحو یعنی ہوشیاری کے مطابق ہوتا ہے۔

## رُباعی

صاحب نظراں کہ عالم دل دارند — در نکتۂ غیب محرم اسرارند
در آئینہ صفائے نشاں زنگے نیست — زاں روئے ز نقش دوں حق بیزارند

اہل نظر جو دل کے جہان میں رہتے ہیں عالم غیب میں محرم راز ہیں۔ ان کے شیشۂ دل کی صفائی میں کوئی زنگ نہیں ہے۔ اس وجہ سے وہ غیر حق کے نقش سے بیزار ہیں۔

نیز آپ نے لکھا ہے کہ اگلے دن قوال آئے میں نے چاہا کہ انھیں منع کر دوں لیکن ناگاہ انھوں نے ایسی بات کہی کہ میں مضطرب ہو گیا اور جمال حق رونما ہوا جس سے بہت ذوق ہوا اور غیر کا خیال اٹھ گیا۔ واضح ہو کہ اس کے لئے خدا تعالٰے کا شکر واجب ہے۔ پس خوش اور خرم ہو جاؤ۔ یہ ذوق اور یہ شوق مبارک ہو۔ خدا کرے اس میں ترقی ہو اور مزید ترقی ہو۔

یہ جو نسیان کا غلبہ ہو جاتا ہے۔ یہ غیرِ حق سے نسیان مقصود ہے۔ بے شک رویتِ حق میں نسیان بن جنت ہے۔

یہ جو آپ نے برادرم عبدالشکور کے حالات کے متعلق لکھا ہے کہ گذشتہ رات ان کے جسم سے اس قدر آواز آئی کہ جس کا بیان ناممکن ہے جس طرح بے شمار مینڈک ہر طرف سے قسم وقسم کی آواز نکالتے ہیں اور ڈھول اور طبلے ساتھ بجتے ہیں اس قسم کی آوازیں سارے جسم سے نکلنے لگیں۔ بعض آوازیں اسم اعظم کی سی آوازیں تھیں، بعض اور قسم کی آوازیں تھیں۔ چنانچہ یہ جہان چلا گیا اور عالمِ حضوری کا ذوق وشوق پیدا ہو گیا، اس حالت میں بعض اس قسم کے الفاظ منہ سے بے ساختہ نکلے:

## رُباعی

| | |
|---|---|
| ہر طرف شور ہمیں یار یار یار | در کوچہ و بازار ہمیں یار یار یار |
| در تیغ بلا نیز ہمیں یار یار یار | بر دار بلا نیز ہمیں یار یار یار |

ہر طرف سے یار یار کا شور تھا۔ ہر کوچہ و بازار میں یار یار یار کی آواز تھی آفت کی تلوار میں بھی یہی یار یار یار تھا اور تختہ دار پر بھی یار یار یار تھا۔

نیز خط میں یہ بھی لکھا تھا کہ اس رات کی سی حالت میں اٹھا وضو کیا اور ابھی دوگانہ نفل نہیں پڑھا تھا کہ دل میں اسم اعظم کی آواز سے جنبش پیدا ہوئی اور دوسری آوازیں بھی جو تھیں، اس قسم کی تھیں۔ کافی دیر تک یہ غلبہ رہا۔ اس کے بعد کچھ افاقہ ہوا پھر عالمِ بیداری میں اگر تیس یا چالیس یار یا کم و بیش اَللّٰہُ اَعْلَم کا وِرد کیا۔ جس وقت نیند کا غلبہ ہوتا تھا ایک دھکہ دے کر مجھے بیدار کر دیا جاتا اور دل میں وہی خواہش ہو جاتی۔ صبح پھوٹنے تک یہی کیفیت رہی۔ اب کچھ افاقہ ہے۔ جاننا چاہیئے کہ یہ سب ذکر کے ابتدائے حال کی ہیبت ہے۔ اگرچہ یہ ہیبت ہے حق تعالےٰ کے ساتھ ایک سِرّی غیبت ہے۔ پس ہمت مردانہ سے کام لے کر اس کام کو مرتبہ سِرّ (لطیفہ سِرّ کا ذکر سے جاری ہونا۔ اس لطیفے کا مقام لطیفہ قلب اور لطیفہ رُوح کے درمیان وسطِ سینہ میں ہے) سے بڑھا کر مرتبہ روح تک پہنچانا چاہیئے تا فنائے مطلق ظاہر ہو۔ اور حق تعالےٰ تک رسائی حاصل ہو۔ اور جو چیز نیند سے

بیدار کر رہی تھی ولایت شیخ تھی۔ جو مرید صادق کو بیدار کرتی ہے اور وقت ضائع نہیں ہونے دیتی تاکہ شریعت میں مستقیم رہے اور کوئی خلل اور خرابی واقع نہ ہونے پائے۔ ابتدائے حال میں جب یہ فقیر خلوت کی تاریکی میں ہوتا تھا تو ہمارے شیخ حضرت قطب عالم پیر دستگیر شیخ احمد قدس سرہٗ بیدار کر دیتے تھے اور فرماتے تھے کہ یہ تہجد کا وقت ہے یہ نماز کا وقت ہے۔ الحمو ایہ سن کر میں اُٹھ جاتا تھا اور نماز پڑھتا تھا۔ یہ ہدایت کبھی فوت نہ ہوئی۔ سبحان اللہ! مشائخ کی قدر کون جانتا ہے کہ کس قدر پرورش کرتے ہیں اور نفس و شیطان سے محفوظ رکھتے ہیں کیونکہ یہ حقیقت ہے کہ شیخ کی مدد کے بغیر نفس و شیطان کے سر سے نجات اور سلامتی مشکل ہے:

مَنْ لَا شَیْخَ لَہٗ فَشَیْخُہٗ شَیْطَانٌ

جس کا کوئی شیخ نہیں اس کا شیخ شیطان ہے۔

والشیطان مع الواحد ومن الاثنین بعیدٌ

اور شیطان اکیلے آدمی کے ساتھ ہوتا ہے۔ دو آدمیوں سے دور ہوتا ہے۔

اس کا یہی مطلب ہے۔ یہ غیبی امداد حق تعالیٰ کے لطف و کرم سے پہنچتی رہتی ہے۔ الحمد للہ علیٰ ذالک۔ مزید ہو اور هَلْ مِنْ مَزِیْدٌ مزید ہو۔ عاقبت محمود باد۔

---

## مکتوب ۱۳۹

بجانب شیخ جلال الدینؒ

(۱) اس سوال کے جواب میں کہ العجز عن درک الادراک ادراک (ادراک کے حصول میں عاجز ہونا ادراک ہے)۔ (۲) رشتہ داروں اور ظالموں کی وجہ سے پریشانی کے بیان میں۔

حق حق حق!

.... آپ کا خط ملا۔ ذوق وشوق ربانی سے لبریز تھا جس سے انشراح قلب ہوا۔ واضح ہو کہ جس قدر احوال و اسرار و انوار ظاہر ہوں لکھا کرو تاکہ تسلی ہو اور اس کے مطابق ہدایات جاری ہوتی ہیں۔ مشائخ دل کے جاسوس ہوتے ہیں:

حَرِیْصٌ عَلَیْکُمْ بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَؤُفٌ رَّحِیْمٌ

(کلام پاک میں نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق آیا ہے کہ مسلمانوں کی بہتری کے بارے میں حریص ہیں اور اُن کے ساتھ کمال محبت اور کرم سے کام لیتے ہیں اور نبی کی نیابت میں مشائخ عظام کا بھی یہی منصب ہے۔

تاکہ کام کی کشائش ہو اور انوار و اسرار میں اضافہ ہو۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔ اے بھائی! تحقیق انبیاء کا حصہ ہے اور خونخواری اولیاء کا (یعنی حصول مقصد اور وصول الی اللہ کی خاطر جان کی بازی لگا دیتے ہیں۔ ولی اللہ جس قدر خدا کی راہ میں ترقی کرتا ہے اور عاقبت سے آگاہ ہوتا ہے طلب کو ہاتھ سے نہیں جانے دیتا۔ بلکہ اس کا جوش و خروش اور موجیں مارتا ہے۔ چونکہ بحرِ حق کا کوئی ساحل ہی نہیں۔ خواجہ بایزید بسطامی قدس سرہٗ فرماتے ہیں:

شعر ؎

میں نے محبت کے پیالے در پیالے پئے لیکن شراب کم نہ ہوا۔

اولیاء ہمیشہ باخدا ہوتے ہیں اور ایک لمحہ کے لئے بھی مشاہدہ دوست سے غفلت روا نہیں رکھتے۔ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اِنَّہٗ لَیُغَانُ عَلٰی قَلْبِیْ فَاَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ فِیْ کُلِّ یَوْمٍ وَّلَیْلَۃٍ سَبْعِیْنَ مَرَّۃً۔

(بے شک جب میرے دل پر غلبہ حالی ہے پس میں دن رات میں ستّر دفعہ اللہ سے بخشش طلب کرتا ہوں)۔

اس سے طالبین کی کمر ٹوٹتی ہے اور عارفین پر عجز و انکسار طاری ہوتا ہے۔ نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من استوی یوماہ فھو مغبون

جس نے اپنے دو دن برابر کئے یعنی متواتر دو دن ایک حالت میں رہا اور مزید ترقی نہ کی اس نے نقصان اٹھایا۔

پس قرار کہاں اور آرام کسے۔ سیری کس چیز کا نام ہے (یعنی کون سیر ہو کر بیٹھ جائے)۔ یہاں افلاس کے سوا کچھ نہیں (یعنی جس قدر ترقی کرے اپنے آپ کو مفلس سمجھے اور مزید نعمت و مزید دولت (روحانی) کے حصول میں سرگرم رہے:

العجز عن درك الادراك ادراك

ادراک کے حصول میں اقرارِ عجز کرنا ہی ادراک ہے [یہ قول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہے۔ کس قدر بلند اور معرفت سے لبریز ہے۔]

اس کا مطلب یہی ہے۔ سالکِ راہ حق میں جس قدر ذاتِ باری تعالےٰ کا ادراک حاصل کرتا ہے یعنی قرب میں اُسے جس قدر ترقی ہوتی ہے عجز سے کام لیتا ہے اور یہ کہتا ہے کہ کچھ حاصل نہیں ہوا اور مزید ذوق و شوق اور جوش و خروش سے گامزن ہوتا ہے۔ یہاں ادراک کے معنی مشاہدہ کے ہیں۔ ہرچند یہ مشاہدہ دوام ہے اور اُسے مقامِ تمکین[1] حاصل ہے۔ لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لِیْ مَعَ اللّٰہِ وَقْتٌ

مجھے اللہ کے ساتھ وقت یعنی وہ مقام حاصل ہے کہ جلیل القدر فرشتہ اور مقرب رسول اور نبی کی بھی وہاں رسائی نہیں۔

کابھی دَور دورا ہوتا ہے لہٰذا جان مار دو، خونِ دل پیو، لختِ جگر کھاؤ اور دوست کے ساتھ محو ہو جاؤ:

بیت ؎
محو باید بود در ہر دوسرائے
پائے از سر ناپدید و سر ز پا

---

[1] مقامِ تمکین میں پہنچ کر تلوین ایسے سمجھنا چاہئے اور پھر ترقی میں جوش و خروش سے کام لینا چاہئے۔

دونوں جہانوں میں بس مُوجاؤ یعنی ذاتِ حق کے اندر حتیٰ کہ سر، پاؤں کا پتہ نہ چلے۔

جس قدر محویت زیادہ ہوگی مشاہدہ میں کمال زیادہ ہوگا۔ دوستانِ حق مشاہدۂ حق میں غیرِ حق سے بے خبر اور عالم کون ومکان کے اثرات سے بالاتر ہوتے ہیں۔ امام زاہد (تفسیر زاہدی میں) فرماتے ہیں کہ جو کوشش کرنی چاہیئے نظارہ (مشاہدہ) حق میں کرنی چاہیئے۔

اِعْبُدُ اللّٰهَ كَاَنَّكَ تَرَاهُ

اللہ تعالےٰ کی اس طرح عبادت کرو کہ گویا تم اُسے دیکھ رہے ہو۔ (حدیث)

دوست کے رُخِ انور پر نظر اغیار سے بے خبر کرتی ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ طواف کعبہ میں کھڑے تھے حضرت عثمانؓ نے سلام کیا تو انھوں نے جواب نہ دیا۔ حضرت عثمانؓ نے اس بات کی شکایت حضرت عمرؓ سے کر دی۔ انھوں نے اپنے بیٹے کو بلا کر فرمایا کہ تمھیں حضرت عثمانؓ کی فضیلت معلوم نہیں۔ اُن کے سلام کا جواب کیوں نہ دیا۔ انھوں نے عرض کیا کہ مجھے ان کے سلام کا کچھ پتہ نہیں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ انھوں نے تم پر طواف کے وقت سلام کیا تھا۔ انھوں نے عرض کیا کہ ہاں، اس وقت میں مشاہدۂ حق میں مشغول تھا اس لئے مجھے کسی اور چیز کی خبر نہ تھی۔ حضرت بایزید بسطامیؒ کے کلام کے معنی بھی یہی ہیں۔ روایت ہے کہ کسی آدمی نے آپ کے دروازے پر آواز دی آپ نے جواب دیا کہ ابویزید چالیس سال سے ابویزید کو ڈھونڈ رہا ہے لیکن نہیں ملتا اب ابویزید تو اپنی جگہ پر تھے لیکن مشاہدۂ حق میں اس قدر منہمک تھے کہ اپنے آپ کی خبر نہ تھی۔ اس طرح ہر ولی کے دل میں جب حق تعالےٰ کی محبت جاگزیں ہو جاتی ہے تو سب چیزوں کی محبت ان کے دل سے نکل جاتی ہے۔ ان کی ساری ہمت ایک پر مرکوز ہو جاتی ہے، سارا فکر ایک ذات کے لیے رہ جاتا ہے، سب نظر ایک کے لئے مخصوص ہو جاتی ہے اور سب ذکر صرف ایک کے لئے رہ جاتا ہے:

رُباعی

همه جمال تو بینم نظر بهر چو باز کنم — تنم همه دل گردد چو با تو راز کنم
حرام دارم با دیگران سخن گفتن — اگر حدیث تو افتد سخن دراز کنم

جب آنکھ کھولتا ہوں تو سب تیرا ہی جمال دیکھتا ہوں۔ میرا سارا جسم دل بن جاتا ہے جب تجھ سے ہم راز ہوتا ہوں۔ دوسروں سے بات کرنا حرام سمجھتا ہوں لیکن جب تیری بات ہوتی ہے تو بات لمبی کرتا ہوں۔

اے بھائی! یہ ہے مردانِ حق کا کام۔ باقی سب بچوں کا کھیل ہے۔ اب دیکھیں کون گوشِ ہوش سے سنتا ہے اور اپنی جان پر کون کھیلتا ہے:۔

؎ ہر چہ جز حق بسوز و غارت کن
ہر چہ جز دین ازو طہارت کن

جو کچھ حق کے سوا ہے اُسے جلا کر خاک کر دے اور جو کچھ دین کے علاوہ ہے اس سے طہارت کرے۔

؎ قطرہ گو غرقِ دریا بود
ہر دو کونش جز خدا سودا بود

قطرہ جو دریا میں غرق ہوتا ہے اس کے لئے دونوں جہان اندھیرا ہوتے ہیں۔

درماندگی دنیا

اور دنیاوی پریشانی کے متعلق جو آپ نے تحریر کیا ہے۔ خود دنیا جائے بلا ہے الدنیاء دار البلا - یہ جہاں دار ابتلا (مصیبت) ہے اور وہ جہان دار جزا ہے۔ بس مردانِ خدا کے لئے ابتلا اور جزا دونوں موجود ہیں۔

وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰى مَا تَصِفُوْنَ

اللہ تعالےٰ مددگار رہا اس پر جو تم بیان کرتے ہو۔ (القرآن۔ قصہ حضرت یوسفؑ)

اَں برادر مرد وقت ہیں۔ ہمت کئے جاؤ۔ نعمت مبارک ہو۔ مزید باد اور ہَلْ مِنْ مَّزِیْد باد - وہ دو اسم جو ہم نے تلقین کئے تھے وہ بند کر دو اس کی ضرورت نہیں۔ ایسا نہ ہو کہ تفرقہ ہو جائے۔ جو کچھ کر رہے ہو وہی کرتے رہو۔ اَلَیْسَ اللّٰهُ بِكَافٍ عَبْدَهٗ

کیا اپنے بندے کے لئے اللہ کافی نہیں ہے۔

اے گوشِ ہوش سے سنو۔ عاقبت محمود باد۔

## مکتوب ۱۴۰

بجانب میراں سید ابراہیم دانشمند محقق، عارف استاذِ ولایت ساگر شہر دہلی، اُن کے خط کے جواب میں۔

حق حق حق!

جنابِ والا کا مکتوب شریف موصول ہوا، سعادتِ جاودان میسر ہوئی۔ اس فقیر نے دنیا میں اگر عمر ضائع کر دی اور راہِ حق میں کوئی ترقی نہیں کی، جہل کے سوا کچھ حاصل نہیں اور بدعملی کے سوا کوئی عمل نہیں کے سوا کوئی عمل نہیں۔ ہائے افسوس! اب کیا ہو سکتا ہے:

؎ بدبختی را گرہ کشودن نتواں

احوال بہ ہر کسے نمودن نتواں

بدبختی دور نہیں ہو سکتی اور اعمال ہر کسی کو دکھائے نہیں جا سکتے۔

آں مکرم نے اس بدبخت پر کہ جس کے پاس بجز تباہی اور بے راہی کچھ نہیں شفقت فرمائی ہے کیونکہ شفقت مقربانِ حق کی خصلت ہے۔ اَرِحْنِی یَا بِلَالُ (مجھے سکون پہنچاؤ اے بلال (حدیث))۔ اسی طرح آپ کا نوازش نامہ بھی بندہ کے لئے باعث سکون ثابت ہوا ہے۔ اَرِحْنِی یَا بِلَالُ کا مطلب یہی ہے۔ مردانِ خدا جو حق تعالٰی کے مطیع و فرمانبردار ہیں طاعت کی بدولت اس مقام پر پہنچ جاتے ہیں کہ ہمنشین ملائکہ ہو جاتے ہیں اور آنِ واحد میں عرش و فرش سے گذر کر جنت میں پہنچ جاتے ہیں:

اِنَّ الْاَبْرَارَ لَفِیْ نَعِیْمٍ ابرار یعنی نیک لوگ نعمت میں ہیں۔

یہ ان کے حق میں کہا گیا ہے۔ اس کمال کے باوجود اگرچہ وہ بہشت میں ہوتے ہیں ہمیشہ دوست کے مشاہدہ میں رہتے ہیں:

لَا یَبْغُوْنَ عَنْهَا حِوَلًا۔

ان کی شان میں آیا ہے ۔ یہ وہ لوگ ہیں جو جاں باز، بہاں تاز، اور سَر انداز (جان مارنے والے، جان قربان کرنے والے اور سر دینے والے) ہوتے ہیں۔ یہ حضرات کون و مکان سے گذر کر دوست سے پیوست اور باقی باللہ ہو گئے ہیں ۔ کیونکہ عارف ربانی کے لئے سوائے خدادانی کے کچھ نہیں۔ ایک لمحے میں لامکان ہو جاتے ہیں اور سبحان کی خبر دیتے ہیں :

إِنَّ رَبِّي عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ بے شک میرا رب ہر چیز پر حاضر ہے ۔

یہ اُن کا جمال ہے ۔

وَهُوَ اللَّطِيفُ الْخَبِيرُ اور وہ یعنی اللہ تعالٰے لطیف و خبیر ہے۔

یہ ان کا کمال ہے ۔ (یعنی صفات حق میں فانی اور ذات حق کے ساتھ باقی ہوتے ہیں) وہ جو کچھ دیکھتے ہیں حق دیکھتے ہیں :

ے در ہر چہ نظر کردم غیر از تو نمے بینم
غیر از تو کسے باشد حقا چہ مجالست این

جس چیز کو میں نے دیکھا اس کے اندر تجھے دیکھا تیرے سوا کوئی اور بھی ہو سکتا ہے یہ کس کی مجال ہے۔

اسی مقام پر پہنچ کر وہ انا الحق کا نعرہ مارتے ہیں :

ے بندہ جائے رسد کہ محو شود
بعد ازاں کار جز خدائی نیست

بندہ اس مقام پر پہنچتا ہے کہ محو ہو جاتا ہے اس کے بعد خدائی کے سوا کوئی کام نہیں یعنی خلافت ارضی کا تاج اس کے سر پر رکھا جاتا ہے اور نیابت حق میں دنیا پر حکمرانی کرتا ہے۔ انی جاعل فی الارض خلیفہ کے اس کے سوا اور کیا معنی ہو سکتے ہیں۔ ظاہر بین "کار جز خدائی نیست" سے کیوں پریشان ہوتے ہیں۔

بیت ے وحدت درائے کنگرۂ کبریا کشند
کو عالمے کہ منظر او عرش اکبر است

وحدت یعنی ذاتِ حق اُسے کنگرۂ کبریائی تک کھینچ لے جاتی ہے اور عارف کی نظر عرش

حق پر ہوتی ہے۔

اُن کا دل عرشِ رحمان ہے:

اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى — اللہ اپنے اسم رحمان سے عرش پر متمکن ہے۔

اس سے یہی مُراد ہے (یعنی اللہ تعالٰے انسان کے دل پر جو عرشِ رحمان ہے متمکن ہو جاتا ہے)۔

سِيْرُوْا سَبَقَ الْمُفَرِّدُوْنَ

یہی ہے۔

اِنَّ اِلٰى رَبِّكَ الْمُنْتَهٰى — منزلِ مقصود میرا رب ہے۔

یہ ان کی منزل ہے۔

والسابقون السابقون اولئك المقربون

سب سے پہلے ایمان لانے والے ہی سب سے زیادہ مقرب ہیں۔

یہ ان کا نشان ہے۔

عِنْدَ مَلِيْكٍ مُّقْتَدِرٍ

یہ ان کی شان ہے۔ آج وہ لباس بشری اور جامۂ عبودیت میں مختصر سے نظر آتے ہیں لیکن درحقیقت وہ بحر بے کنار ہیں۔ سوائے خدا تعالٰے کے ان کو کوئی نہیں جانتا:

اَوْلِيَائِىْ تَحْتَ قَبَائِىْ لَا يَعْرِفُهُمْ غَيْرِىْ

میرے اولیاء میری قبا کے نیچے چھپے ہیں یعنی میرے دل میں چھپے ہیں اور میرے سوا

ان کو کوئی نہیں جانتا۔

جو شخص ان تک پہنچ گیا خدا تعالٰے تک پہنچ گیا جس نے ان کو پالیا اس نے خدا کو پالیا۔ جس نے ان کو پہچانا اس نے خدا کو پہچانا:

مَنْ رَاٰنِىْ فَقَدْ رَاَى الْحَقَّ — جس نے مجھے دیکھا اس نے حق دیکھا۔

یہ اس چیز کی شہادت ہے۔ اب معلوم نہیں لوگ اس میں کیوں کلام کرتے ہیں، اس سے کیا سمجھتے ہیں :

وَاَنْتَ وَلِیِّ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ — اور تو ہی میرا دوست ہے دنیا میں اور آخرت میں۔

ناطق ہے (یعنی قوی شہادت ہے) اور :

اَللّٰہُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ — اور اللہ نور ہے آسمانوں اور زمین کا۔

چمکدار دلیل ہے۔

بیت ؎ — از ازل ازال چہ دریا است ایں

تا ابد آباد چہ صحرا است ایں

ازل ازال سے یہ کیا سمندر ہے اور ابد الآباد تک یہ کیا صحرا ہے یعنی ذاتِ حق جو لا منتہا ہے۔

مردانِ حق اپنے آپ سے بے خود ہوتے ہیں اور خدا بین ہو جاتے ہیں۔ اور خدا کے سوا کچھ نہیں دیکھتے لیکن خود بین خدا بین نہیں بن سکتا۔ غیر جو کچھ دیکھتا ہے غیر دیکھتا ہے۔ اور دونوں جہانوں میں کور اور کرّ) اندھا اور بہرہ) رہتا ہے اور غیر کا ہمنشین ہوتا ہے :

مَنْ کَانَ فِیْ هٰذِهٖۤ اَعْمٰی فَهُوَ فِی الْاٰخِرَةِ اَعْمٰی

جو اس دنیا میں اندھا ہے آخرت میں اندھا ہو گا یعنی جو اس جہاں میں صاحب مشاہدہ نہیں اس جہاں میں بھی صاحب مشاہدہ نہ ہو گا۔

لیکن آج کس کو اس بات کا غم ہے۔ اور کون اس طلب میں ہے۔ جب تک ذرّہ بھر درمیان میں حائل ہے بے نصیب ہے۔ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم اس حالت میں اگر نعرہ مارتے تھے، استغفار کرتے تھے اور فرماتے تھے :

اِنَّہٗ لَیُغَانُ عَلٰی قَلْبِیْ فَاَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ فِیْ کُلِّ یَوْمٍ وَّلَیْلَۃٍ سَبْعِیْنَ مَرَّۃً

میرے قلب میں جب غلبہ حال ہوتا ہے تو میں دن اور رات میں پروردگار سے ستر[۷۱] دفعہ مغفرت طلب کرتا ہوں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اگرچہ خدا کے حکم سے خلق کے ساتھ تھے لیکن خلق کے ساتھ رہنا ناپسند تھا اس لئے نعرہ مارتے تھے اور فرماتے تھے :

مَالَیْتَ رَبَّ مُحَمَّدٍ لَمْ یَخْلُقْ مُحَمَّداً

کاش محمد کا رب محمد کو پیدا نہ کرتا۔

جب سرورِ کائنات کا یہ حال ہے تو باقی کس شمار میں:

؎ ہر چہ جز حق بسوز و غارت کن
ہر چہ جز دین ازو طہارت کن

جو کچھ غیر حق ہے اس کو جلا کر خاک کر دے اور جو کچھ دین کے علاوہ ہے اس سے بیزار ہو جا۔

اَلَا لِلّٰهِ الدِّیْنُ الْخَالِصُ

خبردار! اللہ ہی کا دین دینِ خالص ہے یعنی وہی دین خالص ہے جس کا مقصود اللہ ہے۔

یہاں کون و مکاں اور فردوس آں جہان کی کیا مجال ہے:

؎ در گرفتار چو غوطہ خوردند
جز حق ہمہ را وداع کردند

جونہی انھوں نے ذات میں مقید ہو کر غوطہ لگایا خدا کے سوا سب کو الوداع کہہ دیا۔

عزیز من! ہر چیز کا وجود حق کے وجود سے ہے اور ہر چیز کا قیام حق کے قیام سے ہے کیونکہ ہستی کے لائق خدا تعالٰے ہے اور نیستی کے لائق غیر خدا ہے۔

وَهُوَ اللّٰهُ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَهُوَ حَیٌّ الْقَیُّوْمُ

وہی اللہ ہے آسمانوں اور زمین میں اور وہی ہے زندہ رکھنے والا اور قائم رکھنے والا۔

؎ در ہر چہ بدیدیم ندیدیم مگر دوست
معلوم چنیں شد کہ کسے نیست مگر اوست

جس چیز کو ہم نے دیکھا سوائے دوست کے نہ دیکھا معلوم یہی ہوا کہ اس کے سوا کوئی نہیں ہے۔

چونکہ مرتبۂ حس و عقل میں بندہ اپنے آپ کو غیر سمجھتا ہے غیر دیکھتا ہے اور غیر رہتا ہے جو اس کے تمام حزن و ملال کا باعث ہے حقیقت میں غیر کا وجود ہی نہیں ہے۔ خبردار! یہ غلطی نہ کرنا اور

ہمیشہ کے لئے نقصان نہ اٹھانا :

؎ راہ زو مشغولی گویم ترا
نیست پروائے خدا یکدم ترا

میں تمہیں اس کے ساتھ مشغول رہنے کا راستہ بتاتا ہوں لیکن تجھے حق تعالیٰ کی مطلق پروا نہیں۔

اگر خدا توفیق دے تو غیر سے روگردانی اختیار کرنی چاہیئے تاکہ نقشِ غیر دل سے مٹ جائے اُس وقت جو کچھ نظر آئے گا اور جو کچھ سمجھے گا حق سمجھے گا۔

؎ نیست کن ہر چیز رائے ورائے بود
تا دلت خانہ خدا بود

جو کچھ غیر حق ہے اُسے مٹا دے تاکہ تیرا دل خانۂ خدا بن جائے۔

؎ محو باید بود در ہر دو سرائے
پائے از سر ناپدید و سر ز پائے

دونوں جہانوں میں اس قدر محویت طاری ہو جائے کہ سر کا پاؤں سے پتہ نہ چلے۔

معارف یعنی شرح عوارف (یہ شرح حضرت شیخ نے عوارف المعارف کی لکھی ہے) کسی بیان کے قابل نہیں (یہاں کسرِ نفسی سے حضرت اقدس کام لے رہے ہیں)۔ بہر حال معارف (آپ کے) پیش کی جاتی ہے۔

گر قبول افتد زہے عز و شرف

---

## مکتوب ۱۴۱

بجانب شیخ عبدالرحمنؒ

(۱) ان کے خط کے جواب میں جو عالم واقعہ دیکھے جانے والے الہامات ربانی کے متعلق تھا۔ (۲) شتم محبت (محبت کی گالیاں) کے بیان میں

حق حق حق!

بعد حمد و صلوٰۃ مزید حیات و ترقیٔ درجاتِ عرفانی، امرِ ربانی، برادرم شیخ عبدالرحمٰن از فقیر حقیر سوختہ و ہیچ پنوختہ، عمر بآخر رسیدہ و ہیچ نرسیدہ۔

آہ ہزار آہ! یہ کیا ہو گیا اور کچھ حاصل نہ ہوا:

اے دریغا جان و تن درباختم
قیمتِ جان ذرّہ نشناختم

افسوس! جان و تن برباد کر دیئے لیکن جان کی قیمت ذرہ بھر نہ پہچانی۔

کسی نے خوب نالہ کیا ہے:

درد را دارو کجا خواہیم کرد!
عمر شد ماتم کجا خواہیم کرد

درد کی دوا کہاں سے لائیں گے اور عمر برباد ہو گئی اس کا کب ماتم کریں گے۔

عمر اسی سال کے قریب ہو گئی ہے لیکن راہِ حق میں کچھ نہیں کیا۔

اَلرَّحِیْلُ اَلرَّحِیْلُ (سامانِ سفر باندھو، سامانِ سفر باندھو) کی آوازیں آرہی ہیں لیکن یہاں غفلت کے سوا کوئی کام نہیں:

چہ کنم کجا روم کرا شفیع آرم — دلے کہ رفت ز دستم چگونہ باز آرم

کیا کروں کہاں جاؤں کس کی سفارش کراؤں جو دل ہاتھ سے نکل گیا ہے اُسے کیسے واپس لاؤں۔

لیت الشباب یعود (کاش! شباب واپس آتا) کا نالہ اب لا حاصل ہے۔ اور تمنا سے خالی ہے لیکن اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم کا امیدوار ہوں۔

مَا یَفْتَحِ اللّٰهُ لِلنَّاسِ مِنْ رَّحْمَةٍ فَلَا مُمْسِكَ لَهَا

اپنی مخلوق کے لئے اللہ جو دروازہ کھولے اُسے کوئی بند نہیں کرسکتا۔

دمِ آخرین اگر اللہ کی دست گیری ہوجائے تو عجب نہیں:

عجبے نیست کہ اگر زندہ شود جان عزیز
چوں ازاں یار جدا ماندہ سلامے برسد

تعجب کی بات نہ ہوگی کہ اگر اُس یار دور افتادہ سے سلام و پیام آجاتے تو دل و جان زندہ ہوجائے۔

خود سرورِ عارفاں اور پیشوائے ہر دو جہاں نالہ بلند کرتے تھے اور فرماتے تھے:

یَا لَیْتَ رَبَّ مُحَمَّدٍ لَمْ یَخْلُقْ مُحَمَّدًا

کاش! محمد کو محمد کا رب پیدا نہ کرتا۔

اب اس کے بعد کس کو سکون ہوسکتا ہے اور کون آرام سے بیٹھ سکتا ہے۔ ماتم اور غم کے سوا کیا چارہ ہے:

خونِ صدیقاں ازیں حسرت بریخت
آسماں برفرقِ ایشاں خاک ریخت

اس حسرت میں صدیقوں کا خون ہوگیا ہے اور آسمان نے ان کے سر پر مٹی برسائی۔

آں عزیز کا خط ملا۔ واردات ربانی اور انوار سبحانی کا حال سُن کر دل کو فرحت ہوئی۔ الحمدللہ کہ ہمارے احباب صدیقان وقت اور صادقانِ بلند بخت ہیں جنھوں نے راہ خدا پالی ہے اور خدا تک رسائی کرلی ہے۔ ذاتِ حق میں مستغرق ہوتے ہیں اور غیب سے باخبر ہوتے ہیں اسرار و رموز کی

ان پہ بارش ہوتی ہے اور بطون کا دروازہ ان پر کھلتا ہے۔ یہ انبیاء اور اولیاء کا مشرب ہے۔ عابد
اور زاہد لوگ اگر سو سال عبادت کریں تو اس نعمت کو نہیں پا سکتے۔ اِلَّا مَاشَاءَ اللّٰہُ (مگر جو اللہ چاہے)
ہمارے احباب ایسے ہیں کہ اس کوچے میں ان کا پہلا قدم استغراق ذات اور محویت اور فنا ہے اور
ماسوی اللہ سے بیزاری۔

محو باید بود در ہر دو سرائے
پائے از سر ناپدید و سر ز پائے

دونوں جہانوں میں محو ہونا چاہیئے حتیٰ کہ سر کا پاؤں سے اور پاؤں کا سر سے پتہ نہ چلے۔
اس خراب حال اور مفلس بے مایہ کو مردانِ راہِ حق کے احوال کی کوئی خبر نہیں اور ان کے اسرار
و رموز سے آگاہ نہیں لیکن احباب اپنے حسنِ ظن اور خوش اعتقادی سے اپنے واردات واحوال لکھتے
ہیں اور مطلب دریافت کرتے ہیں۔ میرا حال یہ ہے کہ :

مَا اَنْتَ بِعَالِمٍ نَتَعَلَّمُ مِنْكَ

تو عالم نہیں ہے لیکن ہم تجھ سے پڑھتے ہیں۔

بہر حال اگرچہ یہ فقیر کور چشم ہے جواب تحریر کرتا ہے کیونکہ سوال کو جواب چاہیئے اور مشکل کا حل ضروری
ہے۔ اپنے ناقص علم کے مطابق جو کچھ سمجھ میں آتا ہے، لکھتا ہے کیونکہ ان احباب کا تعلق اس فقیر سے ہے
اور لکھنے کے بغیر چارہ نہیں۔ واللہ الہادی علی الرشاد (اللہ راہِ حق پر ہدایت دینے والا ہے)۔

## ذکرِ سرّ

آپ نے لکھا ہے کہ ایک دن دوپہر کے وقت یہ احقر حجرہ میں مراقب تھا کہ استغراق
طاری ہو گیا اور دل میں غوغا برآمد ہوا۔ یہاں تک کہ ذکر کی آواز سنائی دی۔ واضح ہو کہ یہ ذکر سرّ ہے اور
ذکرِ ہیبت صادقان اور محبان کے لئے اس وقت جاری ہوتا ہے جب ذکرِ دل استقامت پذیر ہوتا ہے
اور اسرارِ غیب اور ذکر سرّ کا ظہور ہوتا ہے اور یہ بمنزلہ شیرِ طفلانِ طریقت ہے جو مشائخ کے پستان
ولایت سے پیتے ہیں۔ حتےٰ کہ ذکرِ سرّ سے جو اس وجود سے تعلق رکھتا ہے، گذر کر ذکرِ ذات تک پہنچ

جاتے ہیں اور ولی مقرب ہو جاتے ہیں۔ پس طالب کو چاہیئے کہ ہر وقت یہ کام جاری رکھے تاکہ یہ نُور اور یہ حضور (حضوری) دائمی ہو جائے۔

## دشنامِ محبت

نیز آپ نے لکھا ہے کہ اس فقیر نے شب جمعہ کچھ نہ کھایا تاکہ بیداری شب میسر آئے۔ ناگاہ ایک عمل بد سرزد ہوا۔ اس کے بعد اس فقیر نے توبہ کی اور دعا مانگی کہ نفسِ کافر کے شر سے رہائی ہو اور دین بچ جائے۔ اور کفر تک نوبت نہ پہنچے۔ نعوذ باللہ من ذالک۔ ساری کیفیت یاد نہیں رہی وہی عالم غیب ہے۔ اس کے کیا معنی ہیں۔ واضح ہو کہ خاطر جمع رکھو۔ دوست دوست کے ساتھ بات چیت میں محبت کی چھیڑ چھاڑ کرتا ہے۔ پہلے منہ پر منہ رکھتا ہے پھر گالی دیتا ہے کافر اور گنہگار کہتا ہے، کنارہ کشی کرتا ہے اس کے بعد اپنے حجرے میں گھسیٹ کر لے جاتا ہے اور محبت کرتا ہے۔

وَعَصٰی اٰدَمُ رَبَّهٗ فَغَوٰی

آدم علیہ السلام نے اپنے رب کی نافرمانی کی اور بے راہ ہوئے۔۔۔

یہی شور ہے۔

ثُمَّ اجْتَبٰهُ رَبُّهٗ فَهَدٰی

پھر اس کے رب نے اُسے قبول فرمایا اور راہِ راست دکھایا۔

یہی نور ہے۔ اور یہی حضور ہے۔ یہ بات ہر عارف کو پیش آتی ہے۔ اسے شتمِ محبت (محبت کی گالیاں) کہتے ہیں۔

خواجہ حافظ شیرازی فرماتے ہیں ؎

بدم گفتی و خورسند عفاک اللہ نیکو گفتی

جواب تلخ مے زیبد لب لعل شکر خارا

مجھے تو نے برا کہا اور گالی دی خدا جزا دے کیا خوب کہا ان لعل اور نازک لبوں پر سخت جواب

کیا زیب دیتا ہے۔

یعنی تیرے سامنے میں نے دعا مانگی اور گالی سنی دعا کا اس سے بہتر جواب کوئی نہیں۔

ایسے دشنام محبت اور رمِ مودت (محبت کی ادا) کہتے ہیں۔ لَنْ تَرَانِیْ یہ جو حضرت موسےٰ

علیہ السلام کو جواب ملا کہ تو مجھے نہیں دیکھ سکتا)، اس جگہ بھی ناز وادا اور راز و نیاز ہے بیزاری نہیں۔

واللہ یعصمک من الناس۔

اللہ تجھے لوگوں سے بچانے والا ہے۔

اس سے طالبین کی دستگیری ہوتی ہے جس سے درجات بلند ہوتے ہیں اور عاصی (گنہگار) کا نام حاصل

کرکے دمِ خاص میں قدم رکھتے ہیں نہ کوئی عاصی ہوتا ہے نہ گناہ گار۔

مَنْ عَرَفَ اللہ لا یضرہ ماذیت۔

جو عارف باللہ ہوا اسے کوئی چیز نقصان نہیں پہنچا سکتی۔

زہے دولت، زہے دولت، زہے دولت، معلوم نہیں کس کو نصیب ہوتی ہے کیا ہی خوش نصیبی ہے

واللہ الغنی ذوالقوۃ المتین

اللہ غنی اور بہت زیادہ طاقت ور ہے

آن واحد میں دوست کو اس مقام پر لے جاتا ہے کہ فرشتے حیران رہ جاتے ہیں۔ انہ ھو الغفور

الرحیم۔

کسی نے خوب کہا ہے ؎

رُباعی

ہمہ جمال تو بینم چو چشم باز کنم
تنم ہمہ دل گردد چو با تو راز کنم
حرام دارم با دیگران سخن گفتن
اگر حدیث تو افتد سخن دراز کنم

(جب ہی آنکھ کھولتا ہوں تیرا جمال دیکھتا ہوں۔ میرا سارا جسم دل بن جاتا ہے جب تجھ سے راز و نیاز کی بات ہوتی ہے۔ میرے لیے حرام ہے دوسروں سے بات کرنا لیکن اگر تیری بات چھڑ جائے تو بات لمبی کرتا ہوں۔)

اے برادر! یہ اُن مردانِ خدا کا باطنی معاملہ ہے جنھوں نے راہ حق میں جان ماردی ہے۔ تن تباہ اور جہان برباد کر دیا ہے۔ یہ حضرات کفر حسّی و عقلی سے گذر گئے ہیں اور دین پر بھی توقف نہیں کیا بلکہ جنت اور اس کی نعمتوں کو پس پشت ڈال کر عالم قدس میں پرواز کرتے ہیں اور شہباز لامکاں ہو گئے ان پر کفر جیسی مکروہ چیز کیا اثر کر سکتی ہے اور ظلمت ان کا کیا بگاڑ سکتی ہے۔

اِنَّ عِبَادِی لَیْسَ لَکَ عَلَیْھِمْ سُلْطَانٌ

تحقیق میرے بندے ایسے ہیں کہ ان پر شیطان کا زور نہیں چلتا۔

شیطان کو اس طرح بھگاتے ہیں کہ تحت الثریٰ میں جا پڑتا ہے۔ شیطان ملعون کہتا ہے کہ ان سب کو گمراہ کر دوں گا لیکن مردان حق سے دور بھاگتا ہے اور یہ کہتا ہے:

اِلَّا عِبَادَکَ مِنْھُمُ الْمُخْلَصِیْنَ

سوائے ان لوگوں کے جو تیرے مخلص بندے ہیں

شیطان لعین کی یہاں کوئی پہنچ نہیں۔ دوست دوست کے ساتھ ہمراز ہے اور راز و نیاز میں ہے۔ بس خوش ہو جاؤ اور خرم رہو کہ دوست اپنے دوست کو گالی دیتا ہے۔ اپنی درگاہ میں عزت بخشتا ہے اور ہمکنار ہوتا ہے۔

اَلَا یَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ وَھُوَ اللَّطِیْفُ الْخَبِیْرُ

۔۔۔ گالی کے شکرانہ میں سو جان قربان کر دو اور دونوں جہانوں کو فدا کر دو اور جوش و خروش میں آ کر یہ کہو :

رَبِّ لَا تَذَرْنِي فَرْدًا وَّأَنْتَ خَيْرُ الْوَارِثِيْنَ

اے رب! مجھے اکیلا نہ چھوڑیو کہ تو بے بہترین وارث ہے۔

؎ رہ نمایم باش و دیوانم بشوے
و از دو عالم تختۂ جانم بشوے

میری خود تک راہنمائی کر اور میرا دفتر سیاہ دھو ڈال دونوں جہانوں سے میرے تختۂ دل کو پاک کر دے یعنی نہ اس جہان کی خواہش رہے اور نہ اس جہان یعنی بہشت کی ہوس رہے۔

یہ الہام اگرچہ مردان خدا کا الہام ہے اور ان کی تحقیق ہے کیونکہ الہام سبب علم نہیں بلکہ سبب عرفان ہے اگرچہ ولی خدا تک رسائی حاصل کرتا ہے اور عاقبت جانتا ہے لیکن انبیاء علیہم السلام کی تحقیق کو نہیں پہنچ سکتا۔ کیونکہ انبیاء کی تحقیق بحر عمیق ہے جس کا کوئی ساحل نہیں۔ پس تم کام میں لگے رہو اور شریعت کا دامن تھامے رہو اور کوئی فکر نہ کرو۔ ؎

خاکِ او باش بادشاہی کن
آنِ او باش ہر چہ خواہی کن

اس کے قدموں کی خاک ہو جا اور بادشاہی کر۔ اس کا ہو جا اور جو چاہے کر۔

دوسری بات یہ ہے کہ ایمان مضبوط کرنے کا طریقہ ہے (یعنی گالی دینا اور مذمت کرنا) دوستوں کو اس لیے ڈرایا دھمکایا جاتا ہے کہ ثابت قدم رہیں۔

یا داود کن کالطیر الحذر الی آخرہ۔

ڈرتے رہنا چاہیئے اور دوست کے ساتھ نباہ کرنا چاہیئے۔

اَنْذِرِ الصِّدِّیقِیْنَ فَاِنِّی غَیُوْرٌ وَبَشِّرِ الْمُذْنِبِیْنَ فَاِنِّی غَفُوْرٌ

صدیقین کو ڈراؤ کیونکہ میں غیور ہوں اور گنہگاروں کو خوشخبری دو کیونکہ میں غفور (بخشنے والا) ہوں۔

یہ اصول کام کر رہا ہے لہٰذا تمہیں اپنے کام میں لگا رہنا چاہیئے۔ یا ارحم الراحمین کا حکم بھی چل رہا ہے۔ اسے بھائی ہر چیز کی ہستی خدا سے ہے کیونکہ ہستی خدا تعالیٰ کو شایاں ہے اور نیستی غیر خدا کو۔ لہٰذا اپنے آپ کو ہست جاننا غیر جاننا اور غیر رہنا نقصان وہ ہے جبکہ اللہ کے فضل و کرم سے محویت حاصل ہوتی ہے اور غیر کی ہستی ختم ہو جاتی ہے تو مقصد حاصل ہو جاتا ہے۔

کسی نے خوب کہا ہے ؎

تا مرد ز خود فانی نشود

نفی و اثبات محقق نشود

جب تک آدمی اپنے آپ سے فانی نہیں ہوتا اس کا نفی اثبات محقق نہیں ہوتا یعنی نہ اپنی نفی ہوتی ہے نہ حق میں وہ باقی ہوتا ہے۔

پس جان مارتے رہو، خونِ دل پیتے رہو، صفحۂ دل کو غیر اللہ سے پاک کرو اور نقش غیر مٹا دو تاکہ حق ظہور پذیر ہو اور نورٌ علیٰ نور ہو جائے۔ ؎

نیست کن ہر چہ راہ و رائے بود

تا دلت خانہ خدائے بود

جو کچھ راہ و رسم تو رکھتا ہے اسے نیست و نابود کر تاکہ تیرا دل خانۂ خدا بن جائے۔

عاقبت محمود باد۔

## مکتوب ۱۴۲

بجانب شیخ جلال الدین
ان کے خط کے جواب میں۔

حق حق حق

آپ کا مراسلہ ملا۔ دل کو فرحت ملی۔ عابد اور زاہد لوگ نور عبارت میں رہتے ہیں اور خدا کو غیر سمجھتے ہیں۔ انشاء اللہ تعالٰی جب تحقیق حاصل ہو گی کوئی چیز پوشیدہ نہ رہے گی؛

مَنْ عَرَفَ اللّٰهُ لَا يَخْفىٰ عَلَيْهِ شَيْئٌ

جس نے اللہ کی معرفت حاصل کر لی اس سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں۔

یہ بات نصیب ہو جائے گی۔ اللہ تعالٰی تفرقہ سے محفوظ رکھے کیونکہ جو نقصان ہے تفرقہ کی وجہ سے ہے۔

وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ (اللہ مددگار ہے)

تمکین اور کمال کے بعد محویت اور بے خودی خود بخود حاصل ہو جاتی ہے۔ مصطفٰے علیہ الصلوٰۃ والسلام پر بعض اوقات بے خودی طاری ہو جاتی تھی۔ لیکن اگر یہ چیز دائمی ہو جائے تو صحتِ عقل و دین نہیں رہتی۔ اور دعوت (حق کی طرف لوگوں کو بلانا) راست نہیں آتا۔ اگرچہ ابتدائے حال میں دائمی محویت مطلوب ہے کیونکہ عرفانِ حق میں ترقی کا باعث توحید (محویت فی الذات) ہے۔

البقاءُ علیٰ قدر الفناء

جس قدر فنا زیادہ ہو اسی قدر بقا زیادہ ہوتی ہے۔

لیکن جب محویت تامہ حاصل ہو جاتی ہے اور آدمی کی ہستی بالکل مٹ جاتی ہے تو پھر ہوشیاری حاصل ہو جاتی ہے اور یہ حالت جب قرار پکڑ لیتی ہے تو محویت صرف محویت باطنی رہ جاتی ہے اور ظاہر ہوشیار ہو جاتا ہے اور یہی انبیاء و اولیاء کی صفت ہے۔ پس جو کچھ وقوع پذیر ہو تحریر کر دیا کرو۔ خدا مزید ترقی دے۔ والسلام

## مکتوب ۱۴۳

بجانب شیخ جلال الدین

(۱) اسرار و انوار کے درمیان فرق (۲) طورِ عقل و طورِ عشق میں فرق (۳) من استویٰ یوماہ فھو مغبونٌ ۔ (جس نے اپنے دو دن مساوی حال میں یعنی ایک حال میں گذارے وہ نقصان میں رہا) کا مطلب ۔

حق حق حق !

فتحِ اسرار (اسرارِ الٰہی کا دروازہ کھلنا) مبارک ہو۔ یہ علم لدنّی کے مقربین کی دولت ہے۔ علمِ لدنّی انبیاء و اولیاء کے سوا کسی کو حاصل نہیں ہوتا۔

محرمِ دولت نبود ہر سرے
بارِ مسیحا نکشد ہر خرے

نعمتِ الٰہی کے قابل ہر سر نہیں ہوتا اور بارِ مسیحؑ اٹھانے کے قابل ہر خر (گدھا) نہیں ہو سکتا۔

کسی نے کیا خوب کہا ہے :

رباعی

صاحب نظر آنکہ عالم دلدار اند
در نکتۂ غیب محرم اسرار اند
در آئینۂ صفاتِ شان رنگے نیست
زاں ذرے زنقشِ دونِ حق بیزا اند

(صاحب نظر یعنی عارف وہ ہیں جو دوست کا علم رکھتے ہیں غیب کے مرتبہ میں محرم اسرار ہیں۔ ان کی صفائی قلب کے آئینہ میں کوئی رنگ نہیں۔ اس وجہ سے غیر حق کے نقش سے بیزار ہیں)۔

**فرق اسرار و انوار** اسرار انوار ہیں اور انوار اسرار۔ دونوں میں فرق یہ ہے کہ اسرار کی صفت پوشیدہ رہنا ہے اور انوار کی صفت ظاہر ہونا ہے۔

(اسرار کا تعلق دل سے اور انوار کا آنکھوں سے ہے) اور سب کا تعلق عالم تحقیق سے ہے۔ ہاں تحقیق نہ ہو (یعنی حقیقت تک رسائی نہ ہوئی) تو اسرار اشرار ہیں اور انوار ظلمات۔ ذاک عرس ابلیس فتویٰ شرع ہے۔

پس ہوش سے کام لو، اپنے کام میں مستقیم رہو اور شرع میں مستقل رہو۔ اگر شرع میں استقلال ہے اور کام کرتے رہو گے تو انوار انوار ہوں گے اور اسرار اسرار۔

روایت ہے کہ ایک مرید کو ایک نور نظر آتا تھا۔ اس نے اپنے پیر سے کہا کہ میں اس طرح کا نور دیکھتا ہوں۔ پیر داناتے راز تھا۔ اس نے کہا جاؤ کسی غیر کی ملکیت سے ایک مٹھی گھاس توڑ کر لاؤ۔ مرید نے ایسا کیا جس سے نور گم ہوگیا۔ مرید نے پیر کی خدمت میں عرض کیا۔ پیر حق رسیدہ نے فرمایا کہ خاطر جمع رکھو وہ نور حق ہے اگر نورِ حق نہ ہوتا تو ارتکاب جرم سے گم نہ ہوتا۔ اگر ارتکاب جرم سے وہ نور بحال رہتا یا زیادہ ہوتا تو ظلمت اور باطل ہوتا ؎

ہر چہ در و داعیہ شرع نیست

وسوسۂ دیو بود بے نزاع

وہ چیز کہ جس میں شرع کی دعوت نہیں یعنی خلاف شرع ہے وہ بلا شبہ وسوسۂ شیطان ہی ہے۔

اور وہ جو غیر کی ملکیت سے ایک مٹھی گھاس کا پیر نے حکم دیا تھا، یہ گناہ صغیرہ تھا جو قلب اور صحت حال

کے امتحان کے لیے جائز ہو سکتا ہے ورنہ پیر و مرشد کوئی حکم خلاف شرع نہیں دیتے۔ اس سے ظاہر ہے کہ اس سے زیادہ خلاف شرع عمل میں کس قدر نقصان ہوگا۔ پس طاعت و عبادت میں مستقیم رہو اور شرع میں مستقل کیونکہ صفائے باطن اور نجاتِ اُخروی کے لیے ہمارے لیے شرع حجت ہے۔

ولی جس قدر عالمِ تحقیق میں ہوتا ہے اچھی طرح جانتا ہے یہ نورِ حق ہے اور اس کا قول قول حق ہے لیکن وہ نبی کے تابع ہوتا ہے اور احترام شرع کی خاطر وہ کوئی حکم از خود تبدیل نہیں کر سکتا۔ یہ دنیا جائے ابتلا ہے (امتحان) جو کچھ اس دنیا میں ظاہر کرتے ہیں یا منکشف کرتے ہیں امتحان کی خاطر کرتے ہیں پس ڈرتے رہنا چاہیے۔

وَالْمُخْلِصُوْنَ عَلٰی خَطَرٍ عَظِیْم

اور مخلص لوگ بڑے خطرے یعنی امتحان میں ہیں۔

مردانِ خدا اپنے جانیں مار دیتے ہیں اور جہاں فدا کر دیتے ہیں اور انوار و اسرارِ حق تک پہنچے ہیں۔ اِعْ علیٰ ذالک۔

اَے برادر خوش و خرم ہو جائیں کہ انوار و اسرارِ حق کے مورد ہیں اور یہ چیز شرع، صحتِ عقل اور استقامِ دین کے ساتھ ہے امید قوی ہے کہ شیطان لعین مخذول و مقہور (ذلیل و خوار ہے) اور طالبان اور صادقان سے دور ہے۔ اللہ کے مخلص بندوں پر شیطان کا زور نہیں چلتا۔

الا عبادك منهم المخلصون۔

سوائے تیرے ان بندوں کے جو مخلص ہیں باقی سب کو گمراہ کروں گا۔ (قول شیطان فی القرآن)۔

شیطان کو اللہ نے اس قدر راندۂ درگاہ کیا ہے کہ ان مقدس ہستیوں تک اس کی رسائی نہیں۔

## طورِ عقل و طورِ عشق

عزیزِ من! یہ سب کچھ جو نظر آ رہا ہے طورِ عقل ہے۔ اور عقل اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار یعنی اہلِ ظاہر اور عام مسلمان اپنی اپنی کوشش کر کے ایسی جگہ پہ پہنچتے ہیں جو فرشتوں کے

ہم پلہ ہیں ۔

انھم اناس یتطھرون اولئک سیرحمھم اللہ ان اللہ

عزیز حکیم

یہ وہ لوگ ہیں جو پاک ہوتے ان پر اللہ جلدی رحم کرے گا بے شک وہ بڑا

حکمت والا ہے ۔

لیکن طورِ عشق طورِ دیگر ہے اور کاروبارِ دیگر ۔ یہ علم و عقل سے بالاتر ہے ۔ اس جگہ سوائے حق کے کچھ نہیں۔ یہاں نہ ملک ہے نہ فلک ہے

گر کعبہ از و بوئے ندارد کنشت است

با بوئے وصالش کنشت کعبۂ ما است

اگر کعبہ میں محبوب کی خوشبو نہیں تو وہ بت خانہ ہے اگر بت خانہ میں وصال کی

خوشبو ہے تو وہ ہمارے لیے کعبہ ہے ۔

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا :

ما شغلک عن الحق فھو طاغوتک ۔

جو چیز تجھے حق تعالٰی سے باز رکھے وہ تیرا شیطان ہے ۔

پس طالبانِ حق طورِ عشق میں جان وجہاں فدا کرتے ہیں ۔ دائیں بائیں آگ لگاتے ہیں اور سب چیزوں سے بلکہ اپنے آپ سے بھی بیزار ہو جاتے ہیں ۔ دوست کے بغیر عبادت کو عبادت نہیں سمجھتے ۔ دوست کے ساتھ جو کچھ کرتے ہیں عبادات جانتے ہیں ۔ طلبِ دوست میں مارے مارے پھرتے ہیں سب سے بیگانہ ہو کر دوست کے ساتھ یگانہ ہو جاتے ہیں ۔ اہلِ ظاہر شور مچاتے ہیں اور ان پاکبازوں کو بُرا بھلا کہتے ہیں ، دیوانہ اور مجنون قرار دیتے ہیں پتھر مارتے ہیں ۔ جان سے مار ڈالتے ہیں یا تختۂ دار پر لٹکاتے ہیں ، لیکن یہ بلند ہمت لوگ باز نہیں آتے ؛

وَلَا یَخَافُوْنَ لَوْمَۃَ لَآئِمٍ

کسی الزام لگانے والے کے الزام سے نہیں ڈرتے۔

انھیں نا اہلوں کے پتھروں سے کیا نقصان پہنچتا ہے؟ حضرت نوح علیہ السلام کو بیگانوں نے دیوانہ کہا اور اس قدر مارتے تھے کہ ہر روز ستّر بار بے ہوش ہو جاتے تھے اور پتھروں کے نیچے دب جاتے تھے۔

وَالسَّابِقُوْنَ السَّابِقُوْنَ اُولٰٓئِكَ الْمُقَرَّبُوْنَ

پہلے لوگ وہی ہیں جو مقربان بارگاہ ہوئے۔

طالب کو چاہیے کہ خود بین نہ بنے اور غیر بین نہ ہو۔ حق بین رہے اور خدا بین رہے۔ باقی جو کچھ چاہیے بنے ؎

شرف تسبیح و زنارت یکے شد

تو خواہی خواجہ شو خواہی غلامے

اے شرف! اب تیرے لیے تسبیح و زنار برابر ہیں چاہے تو خواجہ بن چاہے غلام، کوئی فرق نہیں پڑتا۔

راہِ حق راہِ توحید اور راہ محویت ہے نہ کہ محض عبادت۔ ؎

در خلوتِ دل تا نبود الفتِ توحید

حق را نتواں یافت بقیامے وقعودے

جب تک خلوت خانۂ دل میں توحید کی محویت نہ ہو۔ حق تعالےٰ تک خالی رکوع و سجود سے رسائی نہیں ہو سکتی۔

## معنی حدیث مَنِ اسْتَوٰی یَوْمَاہُ فَھُوَ مَغْبُوْنٌ

یہ جو آپ نے اس حدیث پاک:

"من استویٰ یوماہ فھو مغبون" جس نے اپنے دو دن ایک ہی حالت میں گزارے یعنی دوسرے دن حال میں ترقی نہ ہوئی اس نے نقصان اٹھایا۔"

کے معنی دریافت کیے ہیں۔

عزیز من! غبن یعنی نقصان راہ میں ہے نہ کہ درگاہ میں[1]۔

من استوی یوماہ فی السبیل والطریق والسیر الی اللہ۔

ہم اس کو انعام دیتے ہیں جو دو دن استقامت سے رہے اللہ کے راستے میں یعنی سیر الی اللہ میں۔

اور جو پہنچ گیا وہ فائز المرام ہوا۔

فَقَدْ فَازَ فَوْزاً عَظِیْماً

وہ بڑے مرتبے پر فائز ہوا

لَاهِجْرَةَ بَعْدَ الْفَتْحِ

فتح کے بعد ہجرت نہیں یعنے جب خدا رسیدہ ہو گیا تو پھر ترک وطن لازم نہیں یعنی وہی اس کا وطن اور مقام ہے۔

اور یہ حدیث:

وَسِیْرُوْا سَبَقَ الْمُفَرِّدُوْنَ

اور حق تعالےٰ کا قول:

فَفِرُّوْا اِلَى اللهِ اِنِّیْ لَكُمْ نَذِیْرٌ مُّبِیْنٌ

پس دوڑو اللہ کی طرف اور میں تمہارے بلیے ڈر سنانے والا ہوں۔

طالبان حق کے لیے تحریص کی خاطر ہے جیسا کہ دوسرے مقام پر اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں:

حَرِّضِ الْمُؤْمِنِیْنَ عَلَى الْقِتَالِ

مومنین کو جہاد کی تحریص یعنی ترغیب دیجئے۔

---

[1] فَنَفَعْنَاهُ اصل کتاب میں لفظ فَنَعْنَاهُ ہے لیکن فنفعنا معلوم ہوتا ہے۔

تا کہ کعبۂ مقصود تک رسائی ہو سکے۔

وَاِنَّ اِلٰی رَبِّكَ الْمُنْتَهٰى۔

تیری منزل مقصود تیرا رب ہے۔

کا مطلب یہی ہے۔ اگرچہ کمال و جمال میں فرق ہے لیکن تمام انبیاء اور اولیاء اپنی اپنی استعداد کے مطابق حق تعالے کے ساتھ مستغرق اور یگانہ ہیں۔ نہ کہ غبن اور خسران (نقصان) میں ہیں تنبیہ اس لیے کی جاتی ہے کہ غلطی سے بچیں؛

یَا حَسْرَتَا عَلٰی مَا فَرَّطْتُّ فِیْ جَنْبِ اللّٰهِ

یہ وہ اپنے حال پر شکایت کرتے ہیں۔

اور یہ جو آپ نے اپنے دوست کے متعلق لکھا ہے کہ جس چیز کو دیکھتے ہیں اسم مالک اللہ اپنے سر کی آنکھوں سے دیکھتے ہیں اور شہود حاصل ہوتا ہے۔ یہ حال مبارک ہو۔ جس قدر کام کو بڑھایا جائے گا انوار و اسرار زیادہ ہوں گے۔ خدا زیادہ دے۔ خطوط لکھتے رہو تا حسبِ حال ہدایت جاری رہے۔ عاقبت محمود باد۔

---

## مکتوب ۱۴۴

بجانب میاں خواجہ پانی پتی

ان کے خط کے جواب میں اور استقامتِ شرع

عملاً و اعتقاداً

اے برادر! شرع میں مستقیم رہو اور رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی ظاہری و باطنی اتباع پر جمے رہو۔
اور کوئی خلاف شرع کام اپنے لیے یا کسی دوسرے کے لیے روا نہ رکھو ؎

ہر چہ در داعیہ شرع نیست
وسوسۂ دیو بود بے نزاع

جو چیز شرع سے باہر ہے، بلاشبہ شیطان کا وسوسہ ہے۔

اور سرِ دل کہ جسے مقربانِ حق توحید مطلق کہتے ہیں کے طلب گار رہو اور نہایت جوش و خروش اور ذوق و شوق سے اس کے لیے کوشاں رہو، خونِ دل نوش کرو اور جان فدا کر دو۔

کسی نے خوب کہا ہے ؎

آن لقمہ کہ در دہاں نگنجد بطلب
وآن سر کہ درو نشان نگنجد بطلب
سریست میانِ دلِ درویش و خداوند
جبریل اندرو نگنجد بطلب

وہ لقمہ طلب کرو کہ جو منہ میں نہ سماتے اور وہ سر تلاش کرو کہ جس میں نام و نشان کی گنجائش نہ ہو۔ درویش کے دل اور خدا تعالے کے درمیان ایک راز ہے کہ جہاں تک جبریل علیہ السلام کی رسائی نہیں وہی راز طلب کرو۔

اور سراندازی (سر دے دینا)، جانبازی (جان پر کھیل جانا) اور جہاں تازی (اپنی دنیا قربان کر دینا) کے ساتھ اس راہ میں بڑھتے رہو ؎

## رُباعی

در رہ ما بوئے عدم مے زند | کیست درین راہ قدم مے زند
ہر کہ درین راہ مجرد است | بر سرِ کونین علم مے زند

(اس راستے میں عدم کی بُو آتی ہے کون ہے کہ اس راہ میں قدم رکھتا ہے۔ جو شخص اس

راہ میں مجرد ہوگیا یعنی کمال کو پہنچا کونین کو زیرِ نگیں کر لیتا ہے۔

اگر یہ دولت نصیب ہو تو مبارک باد۔ عاقبت محمود باد۔

---

## مکتوب ۱۴۵

بجانب شیخ عبد الرحمٰن

اس بیان میں کہ مرید اپنے شیخ کے دل کے ساتھ اپنے دل کو مراقب رکھتا ہے تاکہ شیخ کے دل سے اس کے دل میں فیض حاصل ہو کیونکہ من القلوب الی القلوب روزنیۃ (دل سے دل تک راستہ ہے)۔

حق حق حق

میرے بیٹے شیخ رکن الدین کے ذریعے آپ کا خط موصول ہوا جو دین کے غم سے لبریز تھا۔ خط پڑھ کر خوشی ہوئی۔ الحمد للہ علیٰ ذالک۔ اے برادر! دین کا غم اہل دین کے سوا کسی کو نہیں ہوتا۔ یہ غم اور یہ ذوق وشوق مبارک ہو۔

### رباعی

ز دردِ دین ہمہ پیرانِ راہ را　　جگرہا تشنہ و دلہا کباب است

ہمہ پیرانِ رہ را ازیں مصیبت　　محاسن ہا بخونِ دل خضاب است

(دین کے غم سے تمام مشائخ کرام کے جگر جل گئے ہیں اور دل کباب ہوگئے ہیں۔ اس مصیبت سے تمام پیرانِ راہ کی ڈاڑھیاں خونِ دل سے رنگین ہو گئی ہیں)۔

المخلصون علیٰ خطر عظیم (مقربین بارگاہ کو بے حد خطرات لاحق ہوتے ہیں)
اس کو حیہ کا راز ہے درویش جسقدر عالم تحقیق میں پہنچتا ہے اور ولی بنتا خواہ نبی بھی ہو
غم دین اور شوقِ رب العلمین سے فارغ نہیں ہوتا بلکہ اضطراب و پریشانی کا زیادہ غلبہ
ہوتا ہے ۔ اس سوز گداز میں مردان حق چاہتے ہیں کہ کالعدم اور بے نام و نشان ہو جائیں
اپنے لم تلدنی (کاش میں پیدا نہ ہوتا) کا نعرہ لگاتے ہیں ۔ اور یَالَیتَ امی لم تلد
(کاش مجھے ماں نہ جنتی) کی فریاد برپا کرتے ہیں ۔

کاش کہ ہرگز نبودے نام من  تا نبودے جنبش و آرام من

(کاش کہ نہ میرا نام ہوتا نہ نشان اور نہ مجھ سے حرکات و سکنات صادر ہوتے)
اسی وجہ سے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دائمی حزن و ملال میں رہتے تھے ۔ کیونکہ
جسقدر ذوق و وجدان میں اضافہ ہوتا ہے بحرِ ذاتِ حق کی امواج میں زیادہ طلاطم آتا
ہے اور طالب کو از خود بے خود کر دیتا ہے ۔ ولی اللہ کو الہام عاقبت ہر وقت
درپیش ہوتا ہے قربِ حق میں جس قدر بلند پرواز کرتا ہے ہیبتِ عظمت و جلال
حق تعالیٰ ہمیشہ باقی رہتا ہے ۔ اور یہی اسکے مقام کا کمال و جمال ہے ۔ شرح اوراد
میں لکھا ہے کہ سالک کو چاہیئے کہ اپنے قلب کو قلبِ شیخ کے ساتھ مراقب رکھے ۔
اس سے شیخ کے قلب سے مرید کے قلب پر فیضان ہوتا ہے کیونکہ ایک قلب کو
دوسرے قلب کے ساتھ واسطہ ہوتا ہے ۔ اب سوال یہ ہے کہ شیخ کے دل کے
ساتھ مرید کے مراقب ہونے کا مطلب کیا ہے ۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اسرارِ
اہلِ دل کے متعلق ہم کور چشموں کو جو مقام حس اور عقل میں گرفتار ہیں کیا خبر ۔
بحرحال جس قدر ہمیں معلوم ہے یہ ہے کہ دل محض ایک گوشت کا ٹکڑا نہیں ہے جانور
اہلِ دل نہیں ہوتے ۔ انکے اندر صرف گوشت کا ایک ٹکڑا ہے ۔ دل صرف انسان
رکھتا ہے مومن رکھتا ہے اور عارف رکھتا ہے، ولی رکھتا ہے اور نبی رکھتا ہے ۔
دل کا تقاضا ہے حق تعالیٰ کی طرف رجوع کرنا نہ کہ عالم خاک کی طرف ۔
دل متکلم ہے دل عارف ہے اور دل نور ربانی ہے قالب انسانی کے اندر جب

مریدِ صادق کشف و مشاہدہ کے ذریعے مقامِ قلب تک پہنچ جاتا ہے جو عالم قدس یعنی عالم ملکوت ہے تو اس وقت اپنے دل کو دلِ شیخ کے ساتھ مراقب کرتا ہے۔ اور دلِ شیخ کے ذریعے اسے معرفتِ ربّانی اور اسرارِ سبحانی حاصل ہوتے ہیں جیسا کہ ایک شاگرد استاد سے علم حاصل کرتا ہے۔ اسی طرح مریدِ صادق شیخ کے دل سے علم حاصل کرتا ہے۔ یہاں دل کا سوال دل سے ہوتا ہے اور دل اخذِ فیضان کرتا ہے دل سے۔ اور دل کے ذریعے انوارِ ربّانی اور اسرارِ سبحانی حاصل کرتا ہے۔ جب مرید اپنے شیخ کا تابع فرمان ہو جاتا ہے اور جو شیخ چاہتا ہے وہی کرتا ہے تو اس سے اسے فنافی الشیخ کا مقام حاصل ہو جاتا ہے اور فنافی الشیخ کے ذریعے اسے مقام فنافی اللہ حاصل ہوتا ہے اور آیہ مَا تَشَاؤُنَ اِلَّآ اَنْ یَّشَآءَ اللّٰہُ [1] (اور جو کچھ اللہ چاہتا ہے وہی تمہاری چاہت بن جاتی) کی شان جلوہ گر ہوتی ہے۔ اور یہ وہ سعادت ہے جو مرید کو اپنے شیخ کے ذریعے حاصل ہوتی ہے اور اسے ولی اللہ بنا دیتی ہے۔ العلماء ورثۃ الانبیاء (علماء وارث ہیں انبیاء کے) اسی سعادت و نعمت کا نام ہے۔ اے برادر یہ امر واقعہ ہے کہ جو شخص اپنے دل کو جس چیز پر لگاتا ہے اس کو حاصل کرتا ہے اگر دنیا کی طرف دل کو لگاتا ہے تو دنیا حاصل ہوتی ہے۔ اگر عقبیٰ کی طرف دل لگاتا ہے تو عقبیٰ (آخرت) حاصل ہوتی ہے اگر مولیٰ کے ساتھ دل لگاتا ہے تو مولیٰ حاصل ہوتا ہے۔ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ [2] (میری یعنی نبی کی اطاعت کرو اللہ کے محبوب بن جاؤ گے) کے اندر یہی راز ہے مرید اپنے شیخ کے ساتھ کمالِ ارادت مندی سے اسقدر حاضر اور مراقب

---

[1] (عام طور پر اس آیت کے معنی یہ لیئے جاتے ہیں کہ تم نہیں چاہ سکتے جب تک کہ اللہ تعالیٰ نہ چاہے لیکن ذرا غور سے دیکھا جائے تو اس کے معنی یہ بھی ہوتے ہیں کہ جو کچھ تم چاہتے ہو اللہ وہی کرتا ہے) جیسا کہ حدیث قدسی بی یبصر و بی یسمع میں ہے کہ میرا بندہ مجھ سے جو چاہتا ہے دیتا ہوں۔

[2] یعنی دل کو اتباع رسول ؐ میں لگانے سے اللہ ملتا ہے۔

ہو جاتا ہے کہ حضور اور غیوب بیک وقت موجود ہوتے ہیں اور پردہ درمیان سے اٹھ جاتا ہے۔ چنانچہ اگر مرید ہزار کوس بھی شیخ سے دور ہو تو شیخ کے سامنے ہوتا ہے۔ اور وہ آداب بجا لاتا ہے جیسے سامنے بیٹھا ہے۔ الحمدللہ علیٰ ذالک
کون یہ دولت حاصل کر کے بادشاہ بنتا ہے۔ اور کون یہ بلندی حاصل کر کے ماہ بنتا ہے۔

اور یہ جو آپ نے لکھا ہے کہ خط کا جواب نہیں دیا۔ بھائی اس فقیر کو جواب دینے سے معذور رکھیں کیونکہ گم ہو چکا ہے اور خراب ہو چکا ہے۔ لکھے تو کیا لکھے۔ بینائی بھی کمزور ہو گئی ہے۔ اس کے باوجود جب کوئی شخص کاغذ اور دولت لاتا ہے تو یہ فقیر لکھواتا ہے اور وہ لکھتا ہے۔ اور یہ چیز مواہب ربّانی اور واردات سبحانی ہے جو عالم غیب سے مردان حق کو ملتی ہے جو کچھ ملے مبارک ہو، خوش ہو کر لو۔ جوش و خروش سے رہو خونِ دل پیئے جاؤ۔ جان مارتے رہو اور عالم حقیقت کی طرف جویاں و پویاں رہو۔ جب عالم حقیقت مل جاتا ہے تو ولی ولی بن جاتا ہے اور نبی نبی ہوتا ہے۔ وما به الامتیاز بینهما سرّ بین اللّٰه و عبده (اور دونوں کے مابین جو فرق ہے وہ ایک راز ہے اللہ اور بندہ کے درمیان) اور ولی جس قدر عالم حقیقت میں ترقی کرتا ہے ولی رہتا ہے نبی نہیں بن سکتا۔ اور نبی کی متابعت سے ذرہ بھر تجاوز نہیں کرتا۔ چنانچہ مقصودِ کلی یہاں توحید مطلق ہے خواہ نبی ہو یا ولی، یہ ہے سرِّ حق اور سرِّ مقربانِ حق، اور مطلوب و مقصود ہے۔ وهو الحق ذو القوة المتین۔ اور اسی توحید کی طرف ہر شخص کا منہ ہے نہ کہ پشت۔ اور سب حق ہی حق ہے غیر کا وجود نہیں۔ اور آیہ وُجُوهٌ يَوْمَئِذٍ نَاضِرَةٌ إِلَىٰ رَبِّهَا نَاظِرَةٌ (اس دن چہرے خوش و خرم ہونگے اپنے رب کو دیکھکر) اسی راز کی خبر دیتی ہے۔ بیت:۔

هر چه بینی ذاتِ پاکِ حق ببین ۔۔۔ ایں چنیں دیدار ترا نیکو بود

(جو کچھ تو دیکھے اس میں ذاتِ حق دیکھ خدا کرے یہ دید تجھے نصیب ہو) اور وہ

توحید جو عام مومنین جانتے ہیں اور اللہ تعالیٰ پر ایمان بالغیب لے آتے ہیں اور عذاب و ثواب آخرت میں مقیّد رہتے ہیں یہ توحیدِ مقیّد کہلاتی ہے۔ اس توحید کو توحید مطلق کا زینہ کہتے ہیں۔ اس توحید کے بغیر وہ توحید حاصل نہیں ہوتی۔ کیونکہ لا توحید بدون الایمان (ایمان باللہ کے بغیر توحید مطلق حاصل نہیں ہوتی) اس راستے پر جو چلتا ہے ایمان کے ذریعے چلتا ہے اور اس محو نخوار صحرا کو جو شخص طے کرتا ہے ایمان کی روشنی میں طے کرتا ہے اور اس دولت کو جو حاصل کرتا ہے ایمان کے ذریعے حاصل کرتا ہے۔ بیت :۔

ہر کہ از راہ محمدؐ رہ نیافت تا ابد گرد سے ازیں درگہہ نیافت

(جس شخص نے راہِ شریعت محمدیؐ اختیار نہ کیا وہ ابد تک درگاہِ رب العٰلمین کی گرد تک بھی نہیں پہنچ سکتا) اسکے باوجود طریق عشق ان تمام طریقوں سے علیحدہ ہے۔ وَلَهُ الْكِبْرِيَاءُ فِى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (اور آسمانوں اور زمین میں وہی سر بلند ہے۔) وهو العزيز الحكيم (اور وہی زبردست حکیم ہے) بیت:۔

مجنونِ عشق را دیگر امروز حال است کہ اسلام دینِ لیلےٰ دیگر ضلالت است

(مجنونِ عشق کا آج حال دگرگوں ہے کیونکہ دینِ لیلےٰ میں اسلام اور گمراہی ہے)

یہ خراب حال لکھے تو کیا لکھے جسے معلوم نہیں کہ کہاں ہے اور نہ کیا کہہ رہا ہے۔ بیت:۔

رسیدم من بہ دریائے کہ موجش آدمی خوار است

نہ کشتی اندر آن دریا نہ ملّاحے عجب کار است

(ہم ایسے دریا پر پہنچے کہ جس کی موجیں آدم خور ہیں جس میں نہ کشتی ہے نہ ملّاح عجیب بات ہے۔) بگزر تا بگزریم (آگے سے ہٹو تاکہ ہم جا سکیں)

وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰى مَا تَصِفُوْنَ

عاقبت محمود باد۔

## مکتوب ۱۴۶

بجانب شیخ عبدالرحمٰن ۔
ایک خط کے جواب میں ایک عرض کے ضمن میں
اور مردانِ خدا کے بارے میں

حق حق حق

بعد حمد و صلوٰۃ و دعائے مزید حیات و ترقی درجات برادرم شیخ الاسلام عبدالرحمٰن ادام حیاتہٗ و عرفانہٗ باللہ، از فقیر، حقیر عبدالقدوس اسمٰعیل الحنفی مطالعہ فرمادیں ۔ آپ کا خط ملا جس میں مرض کے ذکر کے علاوہ حضوری شیخ، اپنے متعلق حال اور توبہ و انابت درج تھا ۔ دعا ہے کہ حق تعالیٰ آپکو عمر دراز اور صحت عطا فرمادیں ۔ اور مشائخ عظام اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل شفاء کلی بخشیں تاکہ آپکے مریدین صادق و اہل سعادت تادیر آپکی خدمت میں رہ کر سلامتی سے زندگی بسر کریں ۔ الشیطٰنُ مَعَ الْوَاحِدِ وَمِنَ الاثنین بعیدٌ (شیطان اکیلے آدمی کے ساتھ ہوتا ہے اور دو آدمیوں سے دور ہوتا ہے[1]) کا مطلب یہی ہے ۔ خوفِ آخرت اور دین کا درد سوائے اہلِ سعادت کے کسی کو نہیں ہوتا ۔ کیونکہ ایمان کی شرط یہی ہے ۔ الایمانُ بین الخوفِ والرجا ۔ مردانِ حق کو خوفِ خدا اسقدر لاحق ہوتا ہے کہ وہ سمجھتے ہیں کہ تمام وعید ان کے حق میں آئی ہیں ۔ اسلئے وہ ہر وقت خوف زدہ ہو کر گناہوں سے اجتناب کرتے ہیں اور ہمیشہ توبہ و استغفار کرتے رہتے ہیں ۔ اسی طرح مقام رجا یعنی امید میں اسقدر خوش ہوتے ہیں کہ گویا جنّت میں پہنچ چکے ہیں اور ہمیشہ اس میں رہیں گے ۔ اور جہاں تک ان کے اپنے معاملات کا تعلق ہے وہ انوار و اسرار

---

[1] حاشیہ کتاب متن فارسی، دو سے مراد شیخ اور مرید ہے ۔

الٰہی کے میدان میں ہر لحظہ ھل من مزید (اور لاؤ اور لاؤ) کے نعرے لگاتے رہتے ہیں۔ ہر وقت ذاتِ حق میں مستغرق رہتے ہیں۔ یہ ہیں اہلِ سعادت اور اہلِ ایمان اور اہلِ اسلام اور اہلِ ایقان (یقین والوں) کی علامات۔ اور ان ہی مراتب میں وہ پاکی اور طاعت کی زندگی بسر کر کے آسمان پر پہنچ جاتے ہیں اور ملائک کے ہمسر بن جاتے ہیں۔ آیہ ؏ انّھم اناس یتطھرون اور انّ الابرار لفی نعیم انکے حق میں صادق آتی ہے۔ ان کمالات کی وجہ سے جو اہلِ دین اور اہلِ یقین کو حاصل ہوتے ہیں مردانِ خدا حق تعالےٰ کی ذات میں اسقدر مستغرق ہوتے ہیں کہ فرشتے انکی گرد کو بھی نہیں پہنچ سکتے۔ اور غیر حق کا خیال تک انکو نہیں آتا۔ روایت ہے کہ ایک دفعہ حضرت شیخ ممشاد علیہ رحمہ بیمار ہوئے تو ایک بزرگ نے آکر پوچھا کہ "کیف وجدت المرض" (آپ نے مرض کو کیسے پایا یعنی محسوس کیا) انہوں نے فرمایا بلکہ یہ سوال کرو کہ "للمرض کیف وجدنی" (کہ مرض نے مجھے کیسے پایا) یعنی اس بزرگ نے پوچھا کہ آیا آپ مرض میں مشغول ہیں یا مرض آپکو مشغول کیے ہوئے ہے۔ لیکن حضرت شیخ ممشادؒ نے فرمایا کہ مرض سے پوچھو کہ اسنے مجھے کیسے پایا۔ مطلب یہ کہ مرض عالم کون و مکاں کی چیز ہے اور میں کون و مکاں سے بالاتر حق تعالیٰ میں اسقدر مشغول ہوں کہ غیر کی خبر نہیں۔ سبحان اللہ! مردانِ حق ذاتِ حق میں اسقدر غرق ہیں کہ غیر کی خبر نہیں۔ مرد کو چاہیئے کہ حق تعالیٰ میں اسقدر مستغرق ہو جائے کہ خواہ رنج پہنچے یا راحت اسکی خبر نہ رہے۔ المومن مع اللہ ثابت (مومن اللہ کے ساتھ ثابت قدم رہتا ہے) الحمد للہ علیٰ ذالک۔ اس فقیر کو ہمیشہ اپنے ساتھ سمجھو۔ حضرت قطب عالم (الشیخ احمد عبد الحقؒ) کا توشہ پکا کر فقراء میں تقسیم کرنا چاہیئے۔ مزید حیات و ترقی درجات باد۔ والسلام۔

حق حق حق

بعد حمد و صلوٰۃ و دعائے مزید حیات واضح ہو کہ اس نامراد کا دل کچھ یوں ہے کہ ؎

ہمہ شب بزاریم شد کہ صبا نداد بوئے  نہ دمید صبح بختم چہ کنم ہم صبا را

(ساری رات روتے گزر گئی لیکن بادِ صبا نے کوئی خوشخبری نہ دی جب میرے نصیب کا آفتاب ہی طلوع نہ ہوا تو صبا سے کیا گلہ۔) عمر کے ستر سال گزر چکے لیکن دوست کی کوئی خبر نہ ملی۔ ہیہات ہیہات! بیت :-

ہر چند جہد بود دویدیم در طلب  کوشش چہ سود، گر نکند بخت یاوری

(جسقدر طاقت تھی ہم طلب دوست میں دوڑے، کوشش سے کیا فائدہ جب قسمت ہی یاوری نہ کرے۔) یہ سیاہ روئے اس انتظار میں ہے کہ دوست کی جانب سے کیا خبر آتی ہے۔ اِنِّی اَجِدُ نفس الرحمٰن من جانب الیمین (مجھے دائیں جانب سے انفاس الرحمٰن کی خوشبو آتی ہے۔ حدیث) اپنے حالات سے مطلع کریں تاکہ انتظار نہ رہے اور تسلی ہو۔ عاقبت محمود۔

والسلام

# مکتوب ۱۴۸

بجانب شیخ عبدالرحمٰن

حدیث۔ من قال لا الٰہ الا اللہ دخل الجنۃ کے متعلق و دیگر امور۔

حق حق حق

بعد حمد و صلوٰۃ و دعائے عرفان شیخ الاسلام برادرم شیخ عبدالرحمٰن دال عمرہٗ و زاد عرفانہٗ بالله از فقیر حقیر عبدالقدوس اسماعیل الحنفی۔ آپکا خط ملا دل کو بہت فرحت ہوئی۔ سچ ہے کہ غم دین مردانِ دین کو لاحق ہے جیسا کہ کسی نے کہا ہے۔

## رباعی

زدردِ دین ہمہ پیرانِ رہ را　　محاسنہا بخونِ دل خضاب است
ہمہ پیرانِ رہ را ازیں مصیبت　　جگر ہا تشنہ و دلہا کباب است

(دین کے غم میں تمام مشائخ کے بال خونِ دل سے رنگین ہیں اور تمام کے جگر خشک اور دل جل کر کباب ہو گئے ہیں۔)

## کیا وہ کلمہ جو زبان سے کہا جائے اور دل حاضر نہ ہو فائدہ مند ہوتا ہے

آپ نے پوچھا ہے کہ آیا وہ کلمہ طیبہ جو زبان سے کہا جائے اور دل حاضر نہ ہو فائدہ مند ہوتا ہے یا نہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ حدیث من قال لا الٰہ الا اللہ دخل الجنۃ (جس نے کہا لا الٰہ الا اللہ داخل ہوا جنت میں) سے یہی مفہوم نکلتا ہے کہ فائدہ مند ہے اور تمام کلمہ پڑھنے والے اہلِ بہشت

ہونگے۔ لیکن یہ معلوم نہیں، کہ علاماتِ موت کے ظہور کے وقت جبکہ تمام قوائے جسمانی ساقط ہو جائیں گے اور بولنے کی طاقت نہ ہو گی اور اس وقت جبکہ کلمہ کے معنی سمجھ میں نہ آتے ہونگے تو ہم اہل جنّت ہونگے یا نہیں۔ جب بہرہ گنگ ہو گا یعنی کلمہ لسانی کی تصدیق دل سے نہ ہو گی تو خطرے کا مقام ہے بلکہ آیۂ صُمٌّ بُكْمٌ عُمْيٌ فَهُمْ لَا يَرْجِعُونَ کی زد میں آتے ہیں۔ یاد رہے کہ انبیاء علیہم السّلام حق تعالیٰ کی طرف سے احکام لاتے تھے اور خلق تک پہنچاتے تھے تاکہ جوان پر ثابت قدم اور اطاعت کرے یعنی اعتقاد کے لحاظ سے بھی اور عمل کے لحاظ سے بھی وہ فلاح پائے۔ اور جو کوئی جنّت میں جاتا ہے اور سعادت۔ اصل کرتا ہے وہ بھی افعال ظاہری کے لحاظ سے جنّت میں جاتا ہے۔ یعنی جن افعال پہ اس کو دنیا میں قدرت تھی۔ اس میں کوئی شک وشبہ کی گنجائش نہیں۔ یہاں کلمہ کے معنی سمجھ میں آنے یا نہ آنے کا سوال پیدا نہیں ہوتا۔ فقط ظاہر کا اعتبار کیا جاتا ہے۔ جَزَاءً بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ (جو عمل کرتے ہیں اسکی جزا پاتے ہیں) قطعی حکم ہے۔ پس اپنے کام میں لگے رہو اور ظاہر شرع پر عمل کرتے رہو، وہ ارحم الراحمین ہے اپنا کام خود کریگا۔ اور اپنے بندۂ مطیع کو جنّت سے سرفراز کرے گا۔ اور راحت ابدی عطا کرے گا۔ حتیٰ کہ اگر کوئی شخص سو سال تک کفر میں رہے اگر اسکے حق میں ازل سے سعادت ابدی لکھی جا چکی ہے تو موت سے پہلے وہی نور اس کے سینے میں روشن ہو گا اور اسکی زبان اور اسکے دل سے جیسا کہ ظاہری شریعت کا تقاضا ہے وہی نور ضرور ظاہر ہو جائیگا حتیٰ کہ نورِ اسلام سے منور اور مشرف ہو کر جنّت میں جائیگا اور سعید ابدی ہو گا۔ تمام مسلمان اسی امید اور اسی خوشخبری سے زندہ ہیں اور اپنے کاموں میں حق تعالیٰ کے مخلص اور صادق ہیں وهذا هو الحكم بظاهر للكل فاستقم كما امرت (اور یہی ہر شخص کے لیئے حکم ظاہر ہے پس جیسے حکم ملا ہے اس پر سختی سے پابند ہو جاؤ) اسی پر ہمارا سہارا ہے۔ واللہ یعصمکم واللہ المستعان (اللہ تعالیٰ تیری

حفاظت کرے گا اور تیری مدد کرے گا۔) اور اگر معاذاللہ اس وقت (موت کے وقت) انکار سرزد ہو گیا اور خاتمہ بُرا ہوا تو اگرچہ زاہد صد سالہ تھا جہنّم میں جائیگا اور اور شقیِ ابدی ہوگا۔ روایت ہے کہ حضرت ابراہیم بن ادہمؒ سے لوگوں نے یہ مسئلہ دین دریافت کیا تو آپ نے جواب دیا کہ جب ہمیں معلوم نہیں کہ خاتمہ کسطرح ہوگا اور قسمت میں شقاوت لکھی ہے یا سعادت اور حکم ازلی میں جنّت لکھا ہے یا جہنّم اس غم میں اسقدر مستغرق ہوں کہ باقی کوئی مسئلہ ہی نہیں رہا۔ یہ ان حضرات کا حال ہے جو اکابرین دین ہیں ہم بدکاروں کا کیا حال ہوگا۔ پس چاہیئے کہ ہم اپنے دین کا غم کھائیں اور ہر وقت توبہ و استغفار سے کام رہنا چاہیئے۔ عزیزمن! مردانِ خدا تعالیٰ مرتبہ اقرار بلسان اور تصدیق بالقلب سے جو حکم ظاہر ہے ترقی کرکے سرِ حقیقت تک پہنچ گئے ہیں اور عاقبت بخیر کے ذریعے مقامِ ولایت پر پہنچ گئے ہیں۔ حضرت شیخ شہاب الدین سہروردیؒ اپنی کتاب عوارف المعارف میں فرماتے ہیں کہ:

**عاد اوّلہ آخر و آخرہ اولا انحرفت الدنیا الی الاخرۃ والآخرۃ الی الدنیا**

یعنی جب سرِ حقیقت کو پہنچا حجاب دنیا و آخرت نہ رہا[1] دنیا آخرت بن گئی اور آخرت دنیا۔ مقام سرِ حقیقت وہ مقام ہے کہ اس مقام کے سالک کے لیئے دنیا و آخرت برابر ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ انبیاء معصوم اور اولیاء محفوظ ہیں۔ اور سرِ حقیقت کی طرف جسقدر ترقی ہوتی ہے عاقبت حال کا پتہ لگ جاتا ہے تاہم انبیاء علیہم السّلام خوفِ جلال اور اولیاء کرام خوف جزا میں مبتلا رہتے ہیں اور اپنے آپ کو محفوظ نہیں سمجھتے۔ لہذا یہ قول یعنی **المخلصون علی خطر عظیم** (مقرّبین کو عظیم خطرات لاحق ہوتے ہیں) بے حد کمرشکن ہے۔ **فلا یامن من مکر اللہ الا القوم الخاسرون** (اور اللہ تعالیٰ کئے مکر (حکم) سے کوئی اپنے آپ کو مطمئن نہیں پاتا سوائے جاہلوں کے۔) یہ وعید جوانمردوں کے لیے بھی

---

حاشیہ کتاب: [1] حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ فرماتے ہیں کہ اگر حجاب دور رہو اور حق تعالیٰ میرے سامنے ہو میرے یقین میں اضافہ نہ ہوگا۔

خونریز ہے ۔ بیت :۔

خونِ صدیقاں ازیں حسرت برخیت　　آسماں بر فرقِ ایشاں خاک ریخت

(اِسں حسرت (غم) میں صدیقین کا دل خون ہوگیا اور آسمان نے اُن کے سر پر خاک ڈالی) اور یہ بھی حکم ظاہر ہے جو عابدوں اور زاہدوں کے لیئے ہے جنکا تعلق کون و مکان (ظاہری ناسوتی دنیا) سے ہے ۔ اسکے بعد شغلِ حق میں مردانِ خدا گامزن ہوتے ہیں جو سرِ حق سے حق تک پہنچ جاتے ہیں اور کون و مکان کو پیچھے چھوڑ جاتے ہیں ۔ اور اضافاتِ عالم میں سے کسی اضافت میں سوائے حق تعالیٰ کو نہیں پاتے اور وجودِ حقیقی یعنی وجودِ حق تعالیٰ تک رسائی حاصل کر لیتے ہیں ۔ ان کے ساتھ کوئی حساب و کتاب نہیں ہوتا ۔ قیامت آئے یا چلی جائے اس سے انکو نہ کوئی خبر ہوتی ہے نہ سروکار ۔ اور انکو جنّت کے سوا کہیں چین نہیں آتا ۔ آیۂ لا یحزنھم الفزع الاکبر (قیامت کی شدت سے انکو کوئی تکلیف نہ ہوگی ۔) اِسی راز کے متعلق ہے نیز فَفَزِعَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰہ اسی حقیقت کو ظاہر کرتا ہے ۔ کسی نے خوب کہا ہے غزل :۔

خویش را در کوئے مستاں بردہ ام　　درمیانِ بلے خوداں جائے کردہ ام

دامن از کون و مکاں پیچیدہ ام　　دست از جان و جہاں افشردہ ام

پائے برتر از مکاں بنہادہ ام　　سر ز کوئے لامکاں بر کردہ ام

در قیامت ہم نگردم ہوشیار　　زانکہ مے از دستِ جاناں خوردہ ام

ہیہات ہیہات ! ہم کہاں جا پڑے ہیں مردانِ خدا کے رموز بیان میں نہیں آتے مردوں کے رموز مرد ہی جانتے ہیں یہ کسی نے خوب کہا ہے ؎

چو ندیدۂ سلیمان را　　چہ دانی زبانِ مرغان را

(جب تو نے سلیمانؑ کو نہیں دیکھا تو پرندوں کی زبان کیسے سمجھ سکتا ہے)

روایت ہے کہ حضرت نوح علیہ السّلام کے زمانے میں ایک عورت تھی جسکو حق تعالیٰ کا قرب و معرفت حاصل تھا ۔ اسکو طوفان کے آنے کا علم پہلے سے

ہو گیا تھا۔ طوفان آیا اور چلا گیا لیکن اسکو کچھ خبر نہ ہوئی۔ دراصل وہ شغل حق میں اسقدر غرق تھی کہ اسے غیرِ حق کی کچھ خبر نہ ہوئی۔ زہے کمال و زہے جمال۔ اے برادر اس کوچے میں اور اس درگاہ میں قصد و ہمت بڑی چیز ہے جو شخص جتنی ہمت رکھتا ہے وہی کچھ حاصل کرے گا۔ قِيْمَةُ الْمَرْءِ هِمَّتُهٗ (ہر شخص کی قیمت اس کی ہمت کے مطابق ہے۔) جیساکہ حق تعالیٰ نے فرمایا ہے ؎

ہر کہ صاحبِ ہمت آمد مرد شد ہمچو خورشید از بلندی فرد شد

(جو بلند ہمت واقع ہوا جوانمرد ہوا اور آفتاب کی طرح بلندی پر چمکا) سچ تو یہ ہے کہ جب تو ہی نہیں رہے گا تو سب پریشانی مٹ جائیگی۔ تو حق کے ساتھ پیوست ہو اور غیرِ حق کو فراموش کر دے فائز بحق ہو جائیگا ؎

ہر چہ جز حق بسوز و غارت کن ہر چہ جز دین از و طہارت کن

(ماسوای اللہ کو ترک کر اور مٹا دے جو کچھ دین کے سوا ہے اُس سے ہاتھ دھو۔

روایت ہے کہ رابعہ بصریؒ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت ہوئی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ "اے رابعہ کیا تو مجھ سے محبت کرتی ہے؟ اس نے جواب دیا کہ یارسول اللہ وہ کون ہے جو آپ سے محبت نہیں کرتا۔ لیکن حق تعالیٰ کی محبت نے میرے دل میں اسقدر گھر کر لیا ہے کہ کسی کی کی محبت یاد نہیں آتی۔ اسیلئے بزرگان فرماتے ہیں کہ اگر جبرائیلؑ بھی کسی درویش کے خیال میں یا سامنے آجائے تو وہ درویش اسکی جانب کوئی توجہ نہیں کریگا مجنون مرفوع القلم تھا (یعنی بے ہوش ہونے کی وجہ سے اس سے باز پرس ختم ہو گی سارا جھگڑا عقل کا ہے تو عقل سے گزر جا کام کا آدمی بن جائیگا بشرطیکہ حق تعالیٰ سے تعلق قائم رکھے۔ بیت:۔

رہِ عقل جز پیچ در پیچ نیست ہر چہ غم دین است سعادت است

(عقل کا راستہ بہت ٹیڑھا ہے پس جسقدر دین کا غم کھائیگا بہتر ہو گا) مومن کے بنے اس کے سوا چارہ نہیں، طلب حق اور عشقِ مولا میں جان ارادے اور

دل نوشش کو۔ تاکہ غیر کا وجود نہ رہے اور حق تعالےٰ کے سوا تو کسی غیر کے ساتھ منہمک نہ ہو اور نہ غیر اللہ تیرے لیئے باقی رہ جائے۔ بیت:۔

عاقلاں را شرع تکلیف آمده      بے دلاں را عشق تشریف آمده

(اصحابِ عقل کے لیئے شریعت کی پابندی ہے اور اصحاب دل کے لیئے عشق تشریف لایا ہے) تو دل کو حق تعالیٰ کے ساتھ وابستہ کر لے اور بحرِ فنا میں غوطہ لگا۔ بیت:۔

در بحرِ فنا چوں غوطہ خوردند      جز حق ہمہ را وداع کردند

(جب درویش بحرِ فنا میں غوطہ لگاتے ہیں تو حق کے سوا ہر چیز کو الوداع کہتے ہیں) شیخ عطارؒ نے خوب کہا ہے

کفر کافر را و دین دیندار را      ذرۂ دردت دل عطّار را

(کفر کافر کے لیئے اور دین دیندار کیلیئے بہتر ہے میرے لیئے تیرے درد کا فقط ایک قطرہ کافی ہے)      عاقبت محمود باد

## مکتوب ۱۴۹

بجانب شیخ عبدالرحمٰن دام عرفانہٗ
ذوق و شوق کے بیان میں

حق حق حق

بعد حمد و صلوٰۃ شیخ الاسلام برادر شیخ عبدالرحمٰن دام عرفانہٗ فی الذوق والشوق از فقیر حقیر عبدالقدوس اسماعیل الحنفی۔ جاننا چاہیئے کہ جو شوق سبحانی و ذوقِ ربّانی جو بوقت سماع عارفین اور عاشقین کو حاصل ہوتا ہے اسکی بہت قدر کرنی چاہیئے اور سعادت ابدی سمجھنا چاہیئے۔ عارفین کی مجالس سماع کی غرض و غایت یہی دولت اور یہی سعادت ہے جسے یہ دولت نصیب ہے اسے مبارک ہو۔ آپ کا خط ملا۔ بے حد فرحت نصیب ہوئی۔ آپ نے لکھا

ہے کہ ایک دن سرود سننے سے اسقدر اضطراب پیدا ہوا کہ جسم پر لرزہ طاری ہو گیا اور گریہ تک نوبت پہنچ گئی۔ دونوں ہاتھ منہ پر رکھ کر روکنے کی کوشش کی لیکن تھوڑی دیر کے بعد حال کا اسقدر غلبہ ہوا کہ نعرہ لگا کر کھڑا ہو گیا اور دائیں بائیں دوڑتا رہا۔ اور دونوں ہاتھوں سے سر کو اسقدر پیٹا کہ بے خودی اور محویت طاری ہو گئی اور اس قدر لذت محسوس ہوئی کہ قلم لکھنے سے قاصر ہے۔ سبحان اللہ، کاملین کو سماع میں کیا اسرار و انوار ملتے ہونگے۔ جاننا چاہیئے کہ سماع میں ذوق و شوق حاصل ہونا مردان خدا کا مطلوب و مقصود ہے۔ جب یہ ذوق و شوق حاصل ہو تو طالب کو چاہیئے کہ اس سے فائدہ اٹھائے اور وجد و حرکت میں آجائے تاکہ ذوق و شوق میں اضافہ ہو۔ اگر کوشش کر کے اپنے آپ کو اس ذوق و شوق سے باز رکھے گا تو حق تعالیٰ کے ذوق و شوق سے اپنے آپ کو محروم کریگا۔ اسوقت اس حالت کو بند کرنے کی کوشش نہیں کرنی چاہیئے۔ کیونکہ یہ حرمانِ عظیم (بڑی بد نصیبی) ہے۔ طالبانِ حق سالہا خونِ دل پیتے ہیں تب یہ دولت نصیب ہوتی ہے اس وقت کو غنیمت سمجھنا چاہیئے اور اس سے فائدہ حاصل کرنا چاہیے۔ تاکہ یہ حال اسکو مکان سے لامکان کیطرف لے جائے۔ اور یہ جو مقولہ ہے کہ الصوفی ابن الوقت (صوفی ابن الوقت ہوتا ہے) اس کا مطلب یہی ہے کہ وقت یعنی حال سے فائدہ اٹھائے اور مطلوب حقیقی تک رسائی حاصل کرے۔ حدیث لِی مَعَ اللہِ وَقْتٌ (مجھے حق تعالیٰ کے ساتھ وہ وقت یعنی مقام حاصل ہے) سے یہی مراد ہے۔ سبحان اللہ! اس ذوق و شوق ربّانی سے کونسی دولت زیادہ افضل ہے کہ اس سے اپنے آپکو محروم کیا جائے۔ اور اپنے ہاتھ سے اسے روکا جائے۔ مجالس سماع اور عاشقوں کے اجتماع کا مقصد یہی دولت اور یہی نعمت ہے تاکہ لوگوں کے دلوں میں ذوق و شوق پیدا ہو۔ لیکن طالب کو چاہیئے کہ مخلص اور صادق ہو اور تکلف یا تصنع (بناوٹ) سے کام نہ لے۔ جب حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شعر سنا تو ذوقِ ربّانی اور شوقِ سبحانی سے تو آپ پر

حال طاری ہو گیا اور چار سو اصحاب کے ساتھ اسقدر وجد کیا کہ چادر آپکے دوش مبارک سے زمین پر گر پڑی اور عشق کی بنیاد قائم ہو گئی۔ جیسا کہ آپؐ نے فرمایا:۔
لیس بکریم من لم یھتز بذکر الحبیب[۱] (وہ کریم ہی نہیں جو حبیب کا ذکر آئے وجد نہ کرے) یہ قصہ دنیا میں مشہور ہوا اور عاشقانِ الٰہی کے لئے مژدہ جانفزا ہوا۔ وہ شعر یہ تھا:۔

لقد لسعت حیۃ الھوی کبدی  فلا طبیب لھا ولا راقی
الا الحبیب الذی قد شغفت بہ  فان عندہٗ رقیتی و تریاقی

کیا ہی دولت ہے اور کیا ہی سعادت ہے کہ شوقِ ربّانی اور ذوقِ سبحانی سماع کے وقت طاری ہوتا ہے۔ اور خدا کے دوست کو وجد میں لاتا ہے۔ کسی نے خوب کہا ہے ؎

## رُباعی

درکوئے تو گر پائے نہم عیب مفرمائی  عشاق تو مستند سراز پائے نہ دانند
سرمایۂ شادی جہاں مستی عشقت  آنہا کہ ازیں مے نہ چشیدند ندانند

(اگر تیرے کوچہ میں قدم رکھوں، تو اے دوست برا نہ منانا کیونکہ تیرے عاشق اسقدر مست ہیں کہ سر اور پاؤں کی خبر نہیں سارے جہاں کی خوشی اور شادمانی کا سرمایہ تیرے عشق کی مستی ہے جس نے اس شراب کو چکھا ہی نہیں وہ کیا جانیں) اسی طرح جو مستی و بے خودی سماع میں ہے وہ بھی مردانِ خدا کا حصہ ہے۔ مبارک باد۔
اور یہ جو کہا گیا ہے کہ وَاللّٰہُ غَالِبٌ عَلٰۤی اَمْرِہٖ (اللہ تعالیٰ ہر کام میں غالب ہے) کا جلوہ جا بجا ہے فَلِلّٰہِ الْحُجَّۃُ الْبَالِغَۃُ (اللہ تعالیٰ کیلئے حجت عظیم ہے) کا دور دورہ ہے

---

ع[۱] رسالہ شمائل الاتقیا (مجموعہ ملفوظات حضرت شیخ برہان الدین غریبؒ خلیفہ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء) میں آیا ہے کہ یہ حدیث صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں درج ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

اے برادر! مشغولِ کار ہو جا، مشتاقِ یار ہو جا، اسکے شوق میں زار و زار ہو جا، اس کے ذوق میں نزار ہو جا، اور صاحبِ اسرار ہو جا۔ اِس کوچے کے جانباز اور متلاشیانِ اسرار جب جوش میں آتے ہیں تو محو و بے خود ہو کر رقص کرنے لگتے ہیں اور ذوقِ سبحانی اور شوقِ ربّانی میں مست ہو کر مقصودِ دو جہاں اور مطلوبِ جاں سے ہمکنار ہوتے ہیں اور تمنّا کرتے ہیں کہ ہمیشہ اسی حالت میں رہ جائیں اور محبوب پر جان قربان کر دیں۔ ہمارے خواجہ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار قدس سرہٗ[1] نے اسی طرح جان قربان کر دی اور اس جہان سے چلے گئے۔

سبحان اللہ! کیسے مردانِ خدا ہیں کہ اپنی جان ذوقِ ربّانی اور شوقِ سبحانی میں قربان کر دیتے ہیں۔ اس بیچارہ کا مشرب اور اس بیچارہ کے احباب کا مشرب یہی ہے اس کے باوجود وہ سب کے سب ابو الوقت بھی ہیں۔ اور احترامِ شریعت میں ثابت قدم ہیں، نماز باجماعت ادا کرتے ہیں اور جمعہ کی نماز ترک نہیں کرتے کیونکہ انکو جو کچھ ملا ہے اتباعِ شرع سے ملا ہے اور جو دولت رکھتے ہیں، اقامتِ شرع کی وجہ سے رکھتے ہیں۔ اور غفلت و کاہلی کو نزدیک نہیں آنے دیتے تاکہ شیطان دخل نہ دے سکے۔ بعض مبتدیوں کو یہ مشکل پیش آئی۔ **نعوذ باللہ من ذالک۔** اور ان سے صوم و صلوٰۃ کی پابندی چھوٹ گئی۔ اور ذوقِ ربّانی اور شوقِ سبحانی میں مست رہے لیکن یہ ترک صوم و صلوٰۃ ناجائز ہے کیونکہ یہ ہوائے نفس کا نتیجہ ہے نہ کہ ذوقِ سبحانی و شوقِ ربّانی کا جو مطلوبِ جان و ایمان ہے۔ ہوا و ہوس سے دور رہنا چاہیئے کہ یہ باعثِ حرمان و خسران ہے۔

اے برادر! مشائخ عظام اپنے مریدانِ صادق کا ہاتھ پکڑ کر محفلِ سماع میں لے جاتے ہیں۔ اور سماع سننے اور وجد کرنے کی اجازت دیتے ہیں کیونکہ مرید کیلئے مناسب نہیں کہ بلا اجازت وجد کرے۔ جن حضرات نے سماع سنا ہے اور وجد لے

---

[1] حضرت خواجہ قطب الدینؒ نے اس شعر پر جان دے دی ہے

کشتگانِ خنجرِ تسلیم را — ہر زماں از غیب جانِ دیگر است

اس شعر پر آپ چار دن رات رقص کرتے رہے آخر جان دے دی۔

کیا ہے اپنے مشائخ کی اجازت سے کیا ہے بلکہ مریدان و عاشقانِ واثق سماع کے دوران جمالِ شیخ و حضوریٔ شیخ میں غرق ہوتے ہیں اور وجد کرتے ہیں۔ اور اشعار کو جمالِ شیخ پر محمول کرتے ہیں جیساکہ مجنوں اور عشقِ لیلیٰ۔ کسی نے خوب کہا ہے ؎

مجنونِ عشق را دگر امروز حالت است کہ اسلام دینِ لیلیٰ دیگر ضلالت است

(مجنونِ عشق کی آج یہ حالت ہے کہ اس کا دین لیلیٰ ہے باقی سب گمراہی ہے)

جب حضرت شیخ علیہ اس شعر کو سنتے تھے تو وجد میں آجاتے تھے ؎

یارب آں شیخ کجا شد کہ بہ شبہائے دراز نفسے مے ازو دلہا منور مے شد

(یارب وہ شیخ کہاں ہیں کہ طویل راتوں میں سانس لیتے اور دل منوّر ہو جاتے)

حضرت خواجہ نظام الدین قدس سرہٗ اپنے شیخ قطبِ عالم حضرت شیخ فریدالدینؒ کے جمال کا مشاہدہ کرتے ہی ذوق و وجد میں آجاتے تھے اور عرش و فرش سے گزر جاتے تھے ؎

بگزارم ایں کون و مکاں بگزارم ایں جان و جہاں جائیکہ ہست آں بے نشاں پرندہ ام آں جا روم

(یہ کون و مکان اور یہ جان و جہان چھوڑ دونگا اور جس جگہ اس بے نشان کا ٹھکانہ ہے پرندہ بن کر پہنچ جاؤنگا)

اے دوست ! اگر ہوش ہے تو بات گوشِ ہوش سے سن لے "غیر کو کیا کریگا غیر کے ساتھ تمہارا کیا کام خدا بین بنو غیر کو مت دیکھو۔ اس کے جو کچھ چاہو بنو ؎

شرفؔ زنّار و تسبیحت یکے شد تو خواہی خواجہ شو خواہی غلامے

(اے شرف تیرے لیئے اب زنّار اور تسبیح ایک بن گئی۔ اب چاہے خواجہ بنو چاہے غلام)

لیکن معلوم نہیں ناکس لوگوں کی کیا سمجھ ہے یا گفتار ہے کیا رفتار ہے۔ مجھے تو ان کی گفتار اور رفتار نے تنگ کر دیا ہے ؎

بروم بر سر کوئے تو جاں دہم ایں حیلہ و چارہ رہا کنم

بریم بر سر کوئے تو جاں دہم ابروئے تو قبلہ من بود

من گم شدم و سجدہ کجا کنم بر سر کوئے تو جاں دہم

نوٹ ۔ ان اشعار کے معنی کئی بار پہلے ہو چکے ہیں ۔
کسی نے کچھ حاصل کیا کسی نے کچھ حاصل کیا ۔ کسی نے ملک حاصل کیا کسی نے مال حاصل کیا ۔ میری جان اس پر قربان جسنے خدا حاصل کیا ۔ بیت :۔

برسر کوئے تو جاں دہم      ایں حیلہ و چارہ رہا کنم

دنیا مبغوض اور عقبیٰ محبوث ۔ جز دوست چہ مطلوب ۔ بے دوست چہ فردوس (دوست کے بغیر فردوس کس کام کی) بیت

بریم برسرِ کوئے تو جاں دہم      ایں حیلہ و چارہ رہا کنم

آنکہ سر یافت سر دریں راہ یافت (جس نے راز معلوم کر لیا کوچۂ دوست میں سر دے دیا ۔) بریم برسرِ کوئے تو جاں دہم ۔
دونوں جہانوں سے ہاتھ اٹھائے اور یہ کہکر مست ہو جائے

بریم برسرِ کوئے تو جان دہم      راز کون بگذرم

جاں میکن و خون میخور و میگوئے ۔ بریم برسرِ کوئے تو جاں دہم ۔ ایں حیلہ و چارہ رہا کنم ۔
**هو الحق ذو القوة المبين ۔ الا الى الله تصير الامور** (یعنی جب حق مرجع امور ہے اور مآل سوئے حق ہے پھر توقف کس وجہ سے) دوست کے بغیر کسی چیز کو طلب نہ کر اور اپنے کام میں مست ہو جائے

پردہ بردار تا عارض زیبا نگرم      ورنہ از آہِ جگر پردۂ دو عالم بدرم

(عارض زیبا سے پردہ اٹھا اور دیدار کرا ورنہ آہِ جگر درز سے دونوں جہانوں کو جلا دونگا) یہ کیا شور ہے یہ کیا شعار (پردہ) ہے یہ کیا گفتار ہے یہ کیا رفتار ہے ۔

بریم برسرِ کوئے تو جاں دہم      ایں حیلہ و چارہ رہا کنم
ابروئے تو قبلۂ من بود      من گم شدہ سجدہ کجا کنم

(اے دوست تیرا محراب ابرو میری سجدہ گاہ ہے پس اور کہاں سجدہ کروں)

عاقبت محمود باد

## مکتوب ۱۵۰

بجانب شیخ عبدالرحمٰن

انکے ایک خط کے جواب میں جس میں انہوں نے بعض مسائل دریافت کیئے اور یہ بھی لکھا کہ ایک کتاب کے مطالعہ کے وقت ایک مشکل پیش آئی لیکن بعد میں حروف کو جنبش ہوئی اور عقدہ حل ہوگیا۔

حق حق حق

بعد از حمد و صلوٰۃ شیخ الاسلام برادرم شیخ عبدالرحمٰن دام عرفانہٗ سفیاً نادر بہاً ناً - از فقیر حقیر عبدالقدوس اسماعیل صفی الحنفی۔

آپ کا خط موصول ہوا جو انوار ربانی اور اسرار سبحانی سے لبریز تھا۔ پڑھکر دل کو مسرت حاصل ہوئی اور ذوق و شوق میں اضافہ ہوا۔ الحمد للہ علیٰ ذالک - دعا ہے کہ حق تعالیٰ مزید در مزید ترقی عطا فرمادے۔ خداوند عالم کا شکر ہے کہ احباب مشغول بکار اور صاحب اسرار ہیں زہے نصیب۔

بیت

صاحب خبراں کہ عالم والدار اند ۔۔۔ در نکتہ غیب محرم اسرار اند

(اصحاب نظر جو محبوب سے باخبر ہیں اسرار غیب کے محرم ہیں) یہ دولت ہر عابد و زاہد کو نصیب ہوتی ہے بلکہ اس عارف کو جو کون و مکان سے گزر کر دوست سے پیوست ہو جاتا ہے۔ وَاللّٰهُ يَحْكُمُ مَا يُرِيْدُ (اللہ تعالیٰ کرتا ہے جو چاہتا ہے) بیت :-

محرم دولت نبود ہر سرے ۔۔۔ بار مسیحا نکشد ہر خرے

(محرم راز ہر کس و ناکس نہیں ہو سکتا جیسا کہ حضرت عیسٰیؑ کی سواری کے قابل ہر گدھا نہیں بن سکتا) یہ مفلس، بے نوا، کور و کر (نابینا اور بہرہ یعنی حقائق سے ناآشنا[۱]) کس لائق ہے کہ اسرار غیب کے بیان میں زبان دراز کرے کیونکہ یہ کام اس صاحب ولایت کا ہے جو حق تعالیٰ سے اسرار غیب پاتا ہے اور دوستوں تک پہنچاتا ہے اِنَّ اللّٰهَ يَنْطِقُ عَلٰى لِسَانِ عُمَرَ (اللہ تعالیٰ عمر کی زبان سے کلام فرماتا ہے۔) یہ حدیث بھی حقیقت

---

۱؎ حضرت شیخ کی کسر نفسی و عجز و نیاز ملاحظہ ہو۔

ظاہر کرتی ہے اور انکے کمال پر گواہ ہے اسکے باوجود جب احباب خط لکھ کر اسرار غیب بیان کرتے ہیں انکو جواب دینا ضروری ہوتا ہے تاکہ طالبانِ حق کے لیئے رشد و ہدایت و تسلی کا سامان ہو سکے۔ واللہ المستعان (اللہ تعالیٰ یاور و مددگار ہے) امید ہے کہ ان حضرات کی بدولت، پذیرائی (قبولیت) ہو گی۔ جیساکہ خود رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ احشرنی فی زمرۃ المساکین (یا اللہ قیامت کے دن مجھے مساکین کے گروہ میں اٹھائیو!) دوسروں کا کیا کہنا۔ کیونکہ خواہ کوئی کتنا باکمال ہو اگر وہ خود بینی اور خود نمائی کرتا ہے ہم جیسے بد نصیب کی طرح ہو جاتا ہے جو اس زمانے کا بت پرست ہے جو اسلام سے دور سیاہ روئی اور بدخوئی میں غرق ہے ۔

سودہ گشت از سجدۂ راہ بتاں پیشانیم چند خود را تہمتِ دینِ مسلمانی نہم

(بتوں کو سجدہ کر کر کے میری پیشانی گھس گئی ہے میں کسطرح اپنے آپکو مسلمان کہہ سکتا ہوں)

اگرچہ یہ احقر نا امید ہے اسکے لیئے یہ امید کافی ہے کہ اگرچہ مہمان بننے کے قابل نہیں تاہم طفیلی تو ہے (یعنی اپنے بزرگان کے طفیل نوازا جائیگا) کیونکہ مقولہ مشہور ہے فان الطفل یتبع الاب والام فی الدین (بیٹا اپنے ماں باپ کا دین قبول کرتا ہے) لیکن دم مارنے اور شیخی کرنے کی ہمت کہاں۔ کسی نے خوب کہا ہے ۔

دلم گور برم از سرِ گیسوئے تو تارے تا سایہ کند بر سرِ من روزِ قیامت

(دوست کی زلف سے ایک بال قبر میں لے جاؤں گا تاکہ قیامت کے دن میرے سر پر سایہ کرے) یہ ہے اس کم بخت کا ماتم۔ بیت:۔

آہ دلم خون شدہ درکارِ او آہ درد ہیچ رہے کار نیست

(آہ میرا دل دوست کی راہ میں خون ہو گیا۔ آہ کوئی راہ وہاں تک نہ پہنچ سکا۔)

مردانِ خدا حقیقت کو پہنچ جاتے ہیں اور جو دوئی میں مبتلا ہوتے ہیں رہ جاتے ہیں۔ ۔

رہے نزدیک دوری از دوتائی اگر یکتا شوی مرد خدائی ہے[1]

(راستہ تو نزدیک تھا لیکن تو دوئی کی وجہ سے دور جا پڑا۔ اگر یکتا ہوتا تو مردِ خدا بن جاتا)

اس کوچہ میں دل سے خطرات اور وساوس کو نکال دینا بہت بڑا کام اور حقیقی فتح ہے جب

(حاشیہ ۱: اگلے صفحہ پر)

تک حدیثِ نفس (خیالات اور وساوس) در پیش ہے نہ دین ہے نہ کیش (راستہ) سے

محو باید در ہر دو سرائے  بائے از سر ندانند سر ز پائے

(دو جہانوں میں محویت تامّہ سے کام بنتا ہے ایسی محویت کہ نہ سر سے پاؤں یا پاؤں سے سر کا پتہ چلے۔) سبحان اللہ! کیسے مردانِ خدا ہیں کہ حق تعالیٰ کے کانوں سے سنتے ہیں (بمصداق حدیث قدسی بی یبصر و بی یسمع) اور خدا کی بات بیان کرتے ہیں۔ ے

اینست کمال مرد در راہِ یقین  در ہر چہ نظر کنند خدا را بینند

(یہ ہے کمال مردانِ راہِ یقین کا کہ جس چیز پر نظر کرتے ہیں خدا کو دیکھتے ہیں)

حضرت محمد واسعؒ جو حضرات تابعینؒ کے سردار ہیں فرماتے ہیں:۔ مَا رَاَیْتُ شَیْئًا اِلَّا وَ رَاَیْتُ اللّٰہَ فِیْہِ ۔ (ہم نے جس چیز کو دیکھا اس میں خدا کو دیکھا۔) حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں:۔ وَاللّٰہِ لَا اَعْبُدُ رَبًّا حَتّٰی اَرَاہُ (خدا کی قسم جب تک خدا نہ دیکھوں کیسے اسکی عبادت کروں) ع بے دوست چہ فردوس (دوست کے بغیر فردوس کس کام کی۔) بیت:۔

ہر چہ جز حق بسوز و غارت کن  ہر چہ جز دین از و طہارت کن

(غیرِ حق کو جلا کر خاک کر دے اور غیرِ اسلام کو بالکل ترک کر دے)

ع۔ فردوس چہ کار آید گر یار نہ باشد (وہ جنت کس کام کہ جہاں دوست نہ ہو) اس غم کی دوا طلب نہ کر، خونِ دل پیا کر۔ جان مار دے اپنی ہستی کو جلا دے اور خوش باش۔ اسکے بعد تو صاحب راز بن جائیگا لیکن اپنے مجاہدہ اور جدوجہد کے مطابق انوار و تجلیات حاصل کریگا۔ آیۂ مبارکہ اَصْلُهَا ثَابِتٌ وَّ فَرْعُهَا فِی السَّمَآءِ ۔ تم پر صادق آئیگی۔ جب ذکر جڑ پکڑ لیتا ہے تو پردہ اٹھا دیا جاتا ہے اور اسرار غیب کا ظہور ہوتا ہے اُسوقت

---

ع[1] دوئی کے مقابلے میں توحید ہے جس سے مراد وحدت الوجود ہے۔ مشائخ کا قول ہے کہ عوام کی توحید خدا تعالیٰ کو ایک جاننا ہے۔ خواص کی توحید ایک دیکھنا اور خاص الخاص کی توحید خدا تعالیٰ کے ساتھ ایک ہو جانا ہے۔ یعنی تمام اصنام (مجازی خداؤں) کو چھوڑ کر ایک کا ہو رہنا اور ہر چیز پر ایک کو جلوہ گر دیکھنا۔ اس لحاظ سے اصنام اصنام نہیں رہتے۔ انسان شرک سے چھوٹ کر حقیقی معبود کا ہو رہ، موحد بن جاتا ہے۔

کبھی نعرۂ انا الحق[1] بلند ہوتا ہے کبھی نعرۂ سبحانی ما اعظم شانی[2] پس جو کچھ پیش آئے مبارک باد، خوش و خرم باد!

## مطالعہ کتاب کے وقت مشکل الفاظ کا جنبش میں آنا اور مطلب کا سمجھ میں آجانا

آپ نے خط میں یہ بھی لکھا ہے کہ کتاب شرح البدیہ کے مطالعہ کے وقت ایک مقام مشکل نظر آیا لیکن ذرا تامل کیا تو ناگاہ حروف کو جنبش ہوئی اور ایک صورت نمودار ہوئی اور کان میں بھی آواز آئی جس سے مشکل عبارت آسانی سے اور جلدی سے سمجھ میں آگئی۔ اور آپ نے حروف کی جنبش کو اپنی ظاہری آنکھوں سے دیکھا۔ سبحان اللہ! کاملین کے ساتھ یہ معاملہ ہوا کرتا ہے کہ مشکل[3] الفاظ کو دور کر کے آسان الفاظ کو سامنے کر دیا جاتا ہے تاکہ اسرارِ غیب سمجھ میں آسکیں۔ وَالسَّمٰوٰتُ مَطْوِيّٰتٌ بِيَمِينِهٖ[3] کا ورد کرو اور آیۂ اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ شاہد ہے کہ جب الفاظ مشکل ہوں تو مفہوم دل میں اتر جاتا ہے۔ بلکہ جب اس سے بھی بلند مقام تک رسائی ہوتی ہے تو سالک حق سبحانہٗ سے براہِ راست سنتا ہے۔ اور عارف اس وقت ہمہ تن جان بن جاتا ہے۔ فیحطے بہ روحہٗ وقلبہ ونفسہ ے

ہمہ تن چشم شود چوں نرگس      تا بہر دیدہ دوست دیدہ شود

(سارا جسم آنکھ بن جاتا نرگس کی طرح حتّٰی کہ جب دیکھتا ہے دوست دیکھتا ہے)

اس حالت کو خفی کہتے ہیں۔ اب تک یہ عالم کون و مکان ہے۔ جب سالک عالم حق میں پہنچتا ہے بے حرف اور بے صورت سنتا ہے تعالٰی کلام الرب عن جنس المقال والصوت (اللہ کا کلام حرف و صوت سے بالاتر ہے) یہ عالم کن فیکون (یعنی جو کہا ہو گیا) اور یہ عالم قدرت ہے جو عالم حکمت (یعنی علت و معلول) سے برتر ہے۔ تحقیق سے کام لو یعنی تحقیقِ انبیاء و اولیاء حاصل کرو۔ "لیغان قلبی استغفر اللہ" (جب میرے قلب پر غلبۂ (انوار و تجلیات ربانی) ہوتا ہے تو

---

[1] نعرۂ انا الحق ابن منصور حلاج نے بلند کیا۔ [2] اور نعرۂ سبحانی ما اعظم شانی حضرتِ ابو یزید بسطامیؒ نے۔

[3] یہ الفاظ بوسیدہ متن کی وجہ سے اچھی طرح پڑھے نہیں جا سکے۔

دن میں ستر مرتبہ استغفار پڑھتا ہوں[1] نعرۂ سرورِ انبیاؑ رہے ہے

تاکہ باشد یادِ غیرے در حساب　　ذکرِ مولا از تو باشد در حجاب

(جب تک یادِ غیر تیرے ذہن میں ہے یادِ مولا تجھ سے چھوٹ جاتی ہے) لہٰذا ہمجوش (جوشش و شور وشر سے رہو) سے نوش (بادہ توحید خوب نوش کرو) اور سے پوشش (اسکو خلعتِ ربّانی کو زیب تن کرو۔ اور صادقِ جاں باز بن جاؤ (جان پر کھیلنے والا عاشق)

آپ نے خط میں یہ بھی لکھا ہے کہ ایک رات خواب میں اس فقیر کو منبر پر بیٹھے یہ کہتے ہوئے دیکھا "اللہ خَیْرٌ مَآلُہٗ"۔ مبارک ہو اپنے شیخ کا خواب میں مشاہدہ کرنا۔

## مکتوب ۱۵۱

بجانب شیخ عبدالرحمٰن

در ذکرِ دردِ محبت و فرق بین مشربِ زہّاد و عبّاد و مشربِ مقرّبان و در ذکر آنکہ درِ غیب بگریہ و زاری بکشاید

حق　حق　حق

بعد حمد و صلواۃ۔ شیخ الاسلام شیخ عبدالرحمٰن دام عرفانہٗ۔ از فقیر حقیر عبدالقدوس اسماعیل الحنفی۔ جاننا چاہیئے کہ شعر ہے

ہر چہ جز حق بسوز و غارت کن　　ہر چہ جز دیں از و طہارت کن

---

[1] حدیث شریف میں آیا ہے کہ جب میرے قلب پر غلبہ ہوتا ہے تو دن میں ستر مرتبہ استغفر اللہ پڑھتا ہوں۔ اہلِ ظاہر نے اس کا مطلب یہ لیا ہے کہ جب میرے قلب پر غنودگی یا غفلت چھا جاتی ہے تو استغفار پڑھتا ہوں حالانکہ قلب مصطفےٰ پر غفلت کا آنا محال ہے حضرت ابوالقاسم قشیریؒ نے رسالہ قشیریہ میں اسکی شرح یوں فرمائی ہے کہ لفظ غضر کا معنی ہے پردہ۔ حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جب میرے قلب پر انوار و تجلیات کی بارش ہوتی ہے تو قوت برداشت سے باہر ہوتی ہیں اسلئے حق تعالیٰ سے درخواست کرتا ہوں کہ ستر پردے درمیان میں حائل کر دے۔

(غیر اللہ کو جلا کر خاک کر دے اور غیر شرع کو ترک کر دے) اس دولت کے بغیر جو کچھ ہے ہیچ ہے۔
مردانِ خدا کا کام یہ ہے کہ غیر اللہ کو ترک کر کے راہِ حق میں کمر بستہ ہو جاتے ہیں اور دینِ حق پر
ثابت قدم ہو کر حق تعالیٰ تک رسائی حاصل کر لیتے ہیں۔ اِن حضرات کی مناجات اور
لذّات کی نہ کوئی حد ہے نہ حساب۔ ہر عارف ہر لمحہ نیا نشان دکھاتا ہے اور نیا ذوق و شوق
حاصل کرتا ہے۔ ان عارفین کی ہمت اور ذوق و شوق بحرِ بے کراں کی طرح ہے۔ خواہ نبی ہے
یا ولی اس بحرِ بے کراں میں رواں دواں رہتا ہے اور ہر وقت اور ہر لحظہ اسکے لیے نیا
دروازہ کھلتا ہے اور نئی منزل پر پہنچتا ہے۔ الحمد للہ ہمارے احباب اس ذوق و شوق
سے حصہ لیتے ہیں اور اسرارِ ربّانی سے بہرہ ور ہوتے ہیں۔ یہ بیچارہ اپنے احباب کی اس
دولت پر ہزار بار شکر گزار ہے کہ اگرچہ مفلس اور روئے سیاہ اور بد کردار ہے اور قریب
ستر سال سے کبھی راہِ حق قدم نہیں رکھا اور نہ روئے اسلام دیکھا ہے۔ بیت :-

سودہ گشت از سجدۂ راہ بتاں پیشانیم چند خود را تہمتِ دین مسلمانی نہم

(بتوں کے آگے سجدہ کرنے سے میری پیشانی گھس چکی ہے اب میں کسطرح اپنے آپکو مسلمان
کہہ سکتا ہوں) تاہم یہ فقیر دوستانِ خدا کی راہنمائی کرتا ہے، حق تعالیٰ کا راستہ بتاتا ہے۔
اگرچہ یہ فقیر مقامِ مطلوب تک نہیں پہنچا جو مقام انبیاء و اولیاء یعنی اصحاب نبوت و
ولایت ہے تاہم دوست کے راستہ کی دلالت کرنا معمولی دولت نہیں ہے۔

نیز آں عزیز نے خواب میں دیکھا کہ ابیات پڑھ رہا ہوں اور رو رہا ہوں اور
گریہ کے دوران مکمل بے خودی طاری ہو گئی لیکن گریہ بند نہ ہوا اور گریہ میں لذت ہی لذت
تھی۔ جب بیدار ہوا تو چند اشعار لکھے کہ گریہ غالب آ گیا اور خاموش ہو گیا۔
اس حالت میں اچانک میرے منہ سے تین تیز اور باریک نعرے اسقدر بلند ہوئے کہ
انکی آواز آسمان تک گونج اٹھی۔ اس کے ساتھ سے جسم پر لرزہ طاری ہو گیا اور اس قدر
ذوق و شوق حاصل ہوا کہ بیان سے باہر ہے۔ سبحان اللہ! مہمان حق کو کیا واردات
پیش آتے ہیں یہ کیا اسرار ہیں اور کیا بات ہے اب انتظار میں ہوں کہ وہ نعرے کب
بلند ہوتے ہیں اور کب میری جان نکالتے ہیں۔ اِن نعروں کی کیفیت و لذت بیان

سے باہر ہے میری ہزار جان ان نعروں پر فدا ہو۔" اے برادر یہ لذت، یہ ذوق اور یہ شوق اور یہ نعرے آپکو مبارک ہوں۔ پس جان قربان کیئے جاؤ، خونِ دل پئے جاؤ، دل کو آتشِ عشق میں جلاتے رہو اور خوش رہو ے

گر رسد نالۂ سعدی بکوہ　　　　کوہ بنالہ بزباں صدا

(اگر سعدیؔ کا گریہ پہاڑ تک پہنچے تو پہاڑ بھی بلند آواز سے رونے لگے) انبیاء اور اولیاء پر یہی گریہ وزاری طاری رہی اور اسی میں جلتے رہے۔ یالیت رب محمد لم یخلق محمدا (کاش کہ محمدؐ کا رب محمدؐ کو پیدا نہ کرتا) یہی نعرہ تھا۔ رب لا تذرنی فردا وانت خیر الوارثین (اے رب مجھے اکیلا نہ چھوڑیو اور آپ بہترین وارث ہیں) یہی نعرہ ہے۔ رب ارنی انظر الیک یہی نعرۂ موسیٰؑ ہے۔ اگرچہ یہ حضرات خاک میں سو رہے ہیں تاہم یہ نعرے ابتک اُن سے جاری ہیں اور قیامت کے دن یہی نعرے بلند کرتے ہوئے اٹھیں گے۔ سبحان اللہ! یہ کیا دولت ہے اور کیا کمال ہے۔ خدا جس کے نصیب کرے۔ یہ دردِ دولت ہے جو آپکو مبارک ہو خونِ دل پئے جاؤ جوش کیئے جاؤ اور خوش رہو۔ انی مسنی الضر وانت ارحم الراحمین کہے جاؤ۔ جان کی بازی لگائے جاؤ اور جان کو جلائے جاؤ (یعنی اپنی ہستی کو نیست و نابود کیئے جاؤ۔) اگر تم ہو صاحبِ راز اور مردِ دین ساز۔ کسی نے خوب کہا ہے۔ رباعی ے

پردہ بردار تا عارضِ زیبا نگرم　　　　ورنہ از آہِ جگر پردۂ عالم بدرم

پردہ بردار کہ ما جملہ سپر انداختہ ایم　　　　پیشِ شمشیرِ تو ما جملہ سراسر سپریم

(اے دوست پردہ اٹھاؤ تاکہ رُخِ انور کا دیدار کروں ورنہ آہِ جگر سے پردۂ عالم جلا دونگا۔ پردہ اٹھاؤ کہ ہم سب نے ڈھال پھینک دیئے ہیں اور تیری شمشیر کے سامنے ہم سراپا ڈھال بن گئے ہیں۔ (یعنی بے جان ہیں۔) مناجات آخر مناجات ہیں اور گنہ گاروں اور دردمندوں کو نعرہ لگانے اور دل کی آہِ سرد نکالنے کا حق حاصل ہے۔ المذنبین احب الی اللہ۔ عزیزمن مناجاتِ صد یقین سنتے جاؤ اور درد حاصل کرو اور خوب آنسو بہاؤ ے

آہ دلم خون شدہ در کار وے　　　　آہ درو ہیچ رہے کار نیست

(آہ میرا دل خون ہو گیا دوست کے عشق میں - آہ کوئی چارۂ کار نہیں رہا) بیت:-

تا کہ باشد یادِ غیرے در حساب　　　　ذکر مولا از تو باشد در حجاب

(جب تک تو یادِ غیر میں مشغول ہے یادِ حق سے محروم رہے گا) سبحان اللہ! کیسے خوش بخت ہیں یہ درد مند جو حضرتِ دوست کے دامن میں ہاتھ ڈالکر مست اور بے خود ہیں ے

درد خواہ و درد خواہ و درد خواہ　　　　گر تو ہستی اہل دل و مردِ راہ

(درد دل طلب کر، درد دل طلب کر، درد دل طلب کر اگر تو اہل دل اور مرد راہ ہے) زندگی کا ثمرہ غم و اندوہ ہے کیا آپ نے نہیں سنا کہ کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم متواصل الحزن ودائم الفکر (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ مغموم و متفکر رہے) یہی درد ہے جو دل میں اٹھتا ہے لیکن بے نام و نشان ہوتا ہے اس وجہ سے کہ دوست کا بھی نام و نشان نہیں - نام و نشان قیامت سے پہلے ظاہر نہیں ہوتا خواہ نبوت ہو یا ولایت - یَالَیْتَ اُمِّی لَمْ تَلِدْنِیْ (کاش کہ مجھے ماں نہ جنتی) یہ ہے نعرۂ مردانِ حق - بیت:-

کاش کہ ہرگز نبودے نام من　　　　تا نبودے جنبش و آرام من

(کاش کہ میرا نام و نشان نہ ہوتا - تاکہ مجھ سے حرکات و سکنات ظاہر نہ ہوتے)

عراقی نے خوب کہا ہے ے

اے کاش نبودے عراقی　　　　کز تست ہمہ فساد باقی

(کاش کہ عراقی نہ ہوتا کیونکہ اُسی کی وجہ سے یہ سارا فساد برپا ہے - یعنی جب تک مقام فنا فی اللہ حاصل نہیں ہوگا فتنہ و فساد باقی رہیگا - ) پس اسلام کی رسّی کو مضبوط پکڑ کر رکھے کیونکہ فرمان الٰہی ہے ومن یبتغ غیر الاسلام دینا فلن یقبل منہ (جس نے اسلام کے سوا کوئی اور دین اختیار کیا وہ قبول نہ ہوگا - ) توحید بغیر اسلام توحید نہیں ہے - کافر توحید میں نہیں ہے کیونکہ وہ اسلام میں نہیں ہے - اسلام کے ذریعے ہی خداوند تعالیٰ تک رسائی ہوتی ہے - کافر غیر کا طالب ہوتا ہے اور غیر میں رہ جاتا ہے اور

آتش دوزخ میں محجوب رہتا ہے۔ لیکن مومن خدا کا طالب ہوتا ہے خدا کے ساتھ ہوتا ہے اور جنّت میں مقیم ہو جاتا ہے جو دارالبقا اور دارالجزا ہے اور تبدل و تغیّر سے پاک ہے جو کچھ پیش آتا ہے ابد تک قائم رہتا ہے لَا یَبْغُوْنَ عَنْهَا حِوَلًا۔ فرمانِ الٰہی ہے۔
اے برادر دوست کا طالب بن اور اس پر جان قربان کر دے ؎

بریم سرِ کوئے تو جاں دہیم۔ ایں حیلہ و چارہ رہا کنیم۔ بریم سرِ کوئے تو جاں دہیم۔ بیت:۔

ابروئے تو قبلۂ من بود　　　　من گم شدہ سجدہ کجا کنم

بریم سرِ کوئے تو جاں دہم۔ کسی نے خوب کہا ہے۔ رباعی:۔

حاشاک کہ دلم از تو جدا خواہد شد　　　　یا با کسے دیگر آشنا خواہد شد
از مہر تو بگسلد کرا دارد دوست　　　　و از کوئے تو بگزرد کجا خواہد شد

(ممکن نہیں کہ میرا دل تجھ سے جدا ہو اور غیر کے ساتھ آشنائی کرے کیونکہ جو تیرا در چھوڑ کر جاتا ہے کہیں کا نہیں رہتا۔) اے برادر عبّاد و زہّاد (زاہدِ خشک) کا مشرب یہی لذتِ مناجات، ذوقِ تقربات، شوقِ مثوبات و علوِّ درجات ہے۔ اس نعمت کو نعمتِ خشک اور دیگِ بے نمک کہا جاتا ہے۔ لیکن مشرب مقربان خود کو مٹانا اور غیر اللہ سے بیزاری ہے ؎

مئے صرفِ وحدت کسے نوش کرد　　　　کہ دنیا و عقبیٰ فراموش کرد

(جس نے وحدت کا خالص شراب نوش کیا وہ دنیا و عقبیٰ بھول گیا۔) جنّت دوست کے قرب کا نام ہے بغیر دوست جنّت جنّت نہیں۔ اِنَّ اللّٰهَ جَنَّةٌ لَيْسَ فِيْهَا حُوْرٌ وَلَا قُصُوْرٌ (اللہ کے ہاں جو جنّت ہے اس میں نہ حور ہے نہ قصور) بیت:۔

محرابِ جہاں جمالِ رخسارۂ ماست　　　　سلطانِ جہاں در دلِ بیچارۂ ماست

(سجدہ گاہِ ما جمالِ رخِ دوست ہے اور سلطانِ جہاں مجھ غریب کے دل میں ہے) سبحان اللہ! کلمۂ توحید لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ میں کیا راز ربانی ہے کہ اسے کلمۂ سدید کہا گیا ہے۔ فرمایا قُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا يُصْلِحْ لَكُمْ اَعْمَالَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ (حکم بار ! کہو تاکہ تمہارے اعمال بہتر ہوں اور گناہ معاف ہوں۔) کلمۂ طیبہ کا راز یہ ہے

کہ غیر اللہ کا وجود ہی نہیں۔ وہ واحد لاشریک ہے[1]۔ لیس معه غیرہٗ (اسکے ساتھ غیر کا وجود نہیں ہے)۔ چونکہ کلمۂ طیبہ کا کہنے والا جنّت میں داخل ہوتا ہے اور جنّت میں سوائے خدا کے کچھ نہیں تو اُسے کوئی پرواہ نہیں ہوتی۔ ومافی الجنة احد سوی اللّٰہ (جنّت میں اللہ کے سوا کچھ نہیں) کا اسی راز کی طرف اشارہ ہے اور یہ جو حور و قصور کا وعدہ دیا گیا ہے یہ اس کا احسان ہے۔ ذالك فوز الكبير (یہ بہت بڑا انعام ہے) یہ آیت اس احسان کی تفصیل ہے۔ ورنہ غیر سے تعلق موحد کی جزا نہیں ہو سکتی۔ (یعنی حور و قصور کو غیر مانا جائے تو یہ صحیح نہ ہوگا۔) قرآن میں صرف دو قسم کے لوگوں کا ذکر ہے خدا بینا (خدا کو دیکھنے والے) اور غیر بینا (غیر کو دیکھنے والے) خدا بینا (طالب حق) جنّت میں ہوں گے اور لازماً دوست کے ساتھ ہونگے جیسا کہ فرمایا گیا ہے وُجُوهٌ يَّوْمَئِذٍ اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَة (اس روز وہ خداوند تعالیٰ کو دیکھ رہے ہونگے۔) اور غیر بینا (غیر کے طالب) جہنم میں ہونگے اور محجوب ہونگے۔ جیسا کہ فرمایا گیا ہے وجوہٌ یومئذ باسرہ تظن ان یفعل بها فاقرہ۔ آہ یہ کیا درد ہے اور میں کہاں چلا گیا اور کیا کہہ رہا ہوں۔ تم ہوشش کرو اور احکام اسلام بجا لاؤ۔ طلب حق میں کمر باندھ لو اور جان کو فدا کر دو یہ کہتے ہوئے یالیتنی کنت معهم فافوز فوزا عظیما یہ احقر بیچارہ کیا لکھے کہ کچھ نہیں رکھتا اور جب تک زندہ ہے اسی درد میں مریگا اور اسی درد کے ساتھ اٹھیگا انشاء اللہ تعالیٰ۔ بیت

در گور برم از سر گیسوئے تو تارے — تا سایہ کند بر سر من روز قیامت

(اے محبوب تیرے زلف سیہ سے ایک بال قبر میں لے جاؤنگا تاکہ قیامت کے دن مجھ پر سایہ فگن ہو۔)

---

[1] اسلامی عقیدہ یہ ہے کہ حق تعالیٰ واحد لاشریک ہے ذات و صفات میں۔ اب چونکہ وجود بھی حق تعالیٰ کی ایک صفت ہے لہذا غیر کا وجود نہیں ہے۔ اگر کائنات کو غیر اللہ کہا جائے تو شرک لازم آتا ہے کیونکہ اس سے اللہ کے ساتھ غیر کا وجود بھی تسلیم کیا جاتا ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ ذات و صفات دونوں میں لاشریک ہے یعنی اسکی صفت وجود میں بھی اسکا کوئی شریک نہیں ہے۔ لہذا کائنات میں ذاتِ حق ہوئی۔ غیر حق نہیں۔

اسکے بعد آپ کا دوسرا خط ملا جس میں لکھا تھا کہ ایک دن بعد نماز فجر مصلے پر اوراد پڑھ رہا تھا کہ جس کا مطلب یہ ہے کہ گریہ سے غیب کا دروازہ کھلتا ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ فتح باب سے گریہ کا کیا تعلق ہے۔ اے برادر جاننا چاہیئے کہ گریہ نام ہے رقّت قلب کا۔ یعنی جب بندہ حق تعالیٰ کے ساتھ یگانہ ہو جاتا ہے تو دل نرم ہو جاتا ہے۔ یاد رہے کہ نور معرفت جو دل میں ہوتا ہے اُسے برق یقین کہا جاتا ہے آتش عشق الہیٰ لذتِ مناجات اور ذوقِ سماع سے وہ نور متحرک ہوتا ہے اور آنکھوں کی آنسوں بن جاتا ہے جیسا کہ شرح عوارف المعارف میں آیۂ مبارکہ **ترا اعینهم تفیض من الدمع مما عرفوا من الحق** کی تفسیر میں بتایا گیا ہے کہ عاشقوں کو گریہ کیوجہ سے کیا دولت نصیب ہوتی ہے اور کیا فتح باب ہوتا ہے (یعنی کیا دروازے کھلتے ہیں۔) رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں **ابکوا فان لم تبکوا فتباکوا** (گریہ کرو۔ اگر گریہ نہ ہو سکے تو بتکلف گریہ کرو) حضرت عمرؓ ہمیشہ گریہ میں مشغول رہتے تھے جس سے آپکے چہرے پر دو سبز لکیریں نمودار ہو چکی تھیں۔ اسطرح عارفین اور عاشقین آہ و نالہ کرتے ہیں روتے ہیں چیختے پکارتے ہیں اور محبوب حقیقی کے یگانہ ہو کر فتح الابواب سے مستفیض ہوتے ہیں۔ لہٰذا جو کچھ آپ کے پیش آ رہا ہے مبارک ہو اور خدا یہ دولت زیادہ دے۔ عاقبت محمود باد۔ بحرمت النبیؐ و آلہٖ۔

## مکتوب ۱۵۲

بجانب شیخ جلال

دربیان آنکہ فہم و علم ہر کس بر قدر ہمت و دین اوست

حق حق حق

بعد حمد و صلواۃ و دعائے عرفانی و ذوق و شوق سبحانی شیخ الاسلام برادر اعزّ و اکرم شیخ جلال دام شہودہٗ باللہ و کمالہٗ فی اللہ۔ از فقیر حقیر عبدالقدوس اسماعیل صفی الحنفی۔ جاننا چاہیئے کہ مردانِ خدا سے وحدتِ خالص نوش کر کے دنیا و عقبیٰ کو فراموش کر

پہنچ چکے ہیں بلکہ اپنے آپ سے بھی نکل کر حسن و عقل سے بلند ہو کر محرم اسرار بن گئے ہیں۔ رباعی

صاحب خبراں کہ عالم دلدار اند ... در نکتہ غیب محرم اسرار اند

در آئینۂ صفاء شاں زنگے نیست ... زاں روئے ز نقش دون حق بیزار اند

(صاحب خبر حضرات جو محبوب حقیقی کے آشنا ہیں عالم غیب کے محرم راز ہیں انکے آئینۂ قلب زنگ سے پاک ہیں اسلیئے غیر اللہ کے عکس سے بھی بیزار ہیں) یہ حضرات موحدان حقیقی ہیں جو توحید مطلق میں پہنچکر غیر اللہ کو نہیں دیکھتے اور اُسی ایک وجودِ حق کو مانتے ہیں ؎

دوئی را نیست در حضرت تو ... ہمہ عالم توئی و قدرت تو

(تیری کائنات میں دوئی کا نام تک نہیں سارا جہاں تو ہے یا تیری قدرت) کسی نے خوب کہا ہے

دو دل را نیست رہ اینجا یکے شو ... دوئی بگذار اینجا وانگہی رو

(یہاں دو دلوں کا کام نہیں ایک ہو جا' دوئی کو چھوڑ کر یہ راہِ توحید اختیار کرو) ان لوگوں کی جنت یہ ہے:- ما فی الجنۃ احد سوی اللہ (جنت میں اللہ کے سوا کچھ نہیں ہے۔) جیساکہ کسی نے کہا ہے[۱] لیس فی جبتی غیر اللہ (میرے جُبّہ کے اندر اللہ کے سوا کوئی نہیں ہے) اپنے حال میں مست ہو کر کسی نے انا الحق کہا اور کسی نے سبحانی ما اعظم شانی کا نعرہ لگایا۔ یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے اندر سوائے حق کے تلاش نہیں کرتے حدیث من رانی فقد رای الحق (جس نے مجھے دیکھا حق دیکھا) اس بات کی دلیل ہے۔ نیز فرمایا" انی لست کاحدکم" (میں تم میں سے کسی کی طرح نہیں ہوں۔) یہ تمام دولت ہر شخص کو اسکی ہمت کے مطابق ملتی ہے۔ اسلیئے فرمایا قیمۃ مرءٍ ھمتہٗ (انسان کی قیمت اسکی ہمت کے مطابق ہوتی ہے) یہ شرع کا فتویٰ ہے۔ رباعی:-

آں لقمہ کہ در دہاں نگنجد بطلب ... واں سرّ کہ در نشان نگنجد بطلب

سرّیست میانِ دلِ درویش و خداوند ... جبرئیل امین دراں نگنجد بطلب

(وہ لقمہ طلب کر جو تیرے منہ میں نہیں سماتا۔ وہ راز طلب کر کہ جو نام و نشان سے بالاتر ہے درویش کے دل اور خداوند عالم کے درمیان ایک راز ہے جو جبرئیل امین بھی نہیں

---

[۱] قول بایزید بسطامیؒ۔

جاننا وہ راز طلب کر۔)

اے برادر اہل اسلام جو سنی اور اہل حق ہیں (اولیاء اللہ) ہمیشہ انبیاء علیہم السلام کی شرع کا اتباع کرتے ہیں اور شریعت سے تجاوز ہرگز روا نہیں رکھتے۔ جو کچھ انکو ملا ہے شریعت کی پابندی سے ملا ہے۔ غرضیکہ جیساکہ اوپر کہا گیا ہے ہر شخص کا علم اسکی ہمت اور دین (ایمان) کے مطابق ہے۔ ہر شخص کا ایمان اسکے علم کے مطابق ہوتا ہے فرق یہ ہے کہ ایک شخص قاصر ہے دوسرا کامل۔ علمائے ظاہر حسّ اور عقل کے مرتبہ تک پہنچے ہیں اور احکام شرع مرتبہ حسّ و عقل کے مطابق ادا کرتے ہیں اور علم ظاہری میں ساری عمر صرف کر دیتے ہیں۔ انہوں نے شریعت کی تاویل بھی اپنے فہم و عقل کے مطابق کی ہے۔ امام شافعیؒ پانی کے جانوروں کو قرآن کے الفاظ "لحماً طریاً" کی وجہ سے حلال سمجھتے ہیں۔ اور شریعت ان کے نزدیک یہی ہے اور امام ابو حنیفہؒ مچھلی کے سوا تمام آبی جانوروں کو حرام کہتے ہیں جو امام شافعیؒ کے نزدیک حلال ہیں۔ انکے نزدیک یہی شریعت ہے۔ ہر شخص کی نجات اور فلاح کا دار و مدار شریعت ہے۔ اور حدیث کے مطابق اختلافِ علماء رحمت ہے۔ یہ حضرات (یعنی علمائے ظواہر) اس جہان اور اُس جہان (آخرت) کی فکر میں زندگی گزار دیتے ہیں اور اپنے آپ کو اور خدا تعالیٰ کو دو الگ وجود سمجھتے ہیں۔ خدا کو غیب سمجھتے ہیں اور اپنے آپ کو شاہد (حاضر)۔ یعنی غیب و حاضر کے راز سے بے خبر ہیں۔ لیکن جن حضرات کو یہ راز معلوم ہے وہ شاہد و غیب دونوں کو وجود حق سمجھتے ہیں۔ اور آیۂ پاک وَهُوَ اللّٰهُ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (اور کائنات میں اللہ ہی اللہ ہے) سے ظاہر ہے۔ فرشتہ اگرچہ غیب ہے لیکن تعیّن رکھتا ہے اور تکثّر (کثرتِ وجود) ظاہر نہیں کرتا۔ حق تعالیٰ غیب ہے اور تعیّنات و تکثرات سے منزّہ ہے اور اپنے ساتھ کوئی ثانی نہیں رکھتا۔ لَیْسَ مَعَهٗ غَیْرُهٗ (اسکے ساتھ اسکا غیر نہیں ہے۔) وہ زمان و مکان سے پاک ہے وہ خود بخود موجود ہے اور سب کچھ وہی ہے جیساکہ کسی عارف نے کہا ہے ؎

در ہر چہ بدیدیم ندیدیم دوست      معلوم چنیں شد کہ کسے نیست مگر اوست

(جس چیز میں ہم نے نظر کی اسکے سوا کچھ نہ دیکھا بس معلوم یہی ہوا اسکے سوا کسی کا

وجود نہیں ہے) تبارك الذی بیدہ الملک (پاک ہے وہ ذات جس کے ہاتھ میں ملک یعنی کائنات ہے۔) یہ عالم (جہان) جو کچھ ہے یہ حق تعالیٰ کے سوا کچھ نہیں۔ جو کچھ نظر آتا ہے اس ایک وجود کا عکس (ظل یا سایہ) ہے۔ وَحْدَہٗ لَاشَرِیْکَ لَہٗ وہ ایک ہے اور اسکا کوئی شریک نہیں ہے (وجود میں۔) وجود حق کے سوا کسی کا وجود نہیں ہے۔ بس اسی پر قائم رہو۔ سبحان اللہ! یہ کیا کمال ہے اور کیا جمال ہے۔ (یعنی تمام موجودات کا ذاتِ حق میں شامل ہونا۔) کسی عارف نے خوب کہا ہے۔ رباعی

این جملہ جہان حسنت یارب چہ جمال است این    پیدائی و پنہانی یارب چہ کمال است این
در ہر چہ نگہ کردم غیر از تو نمے بینم    غیر از تو کسے باشد حقا چہ مجال است این

(یہ سارا جہاں یارب تیرا جمال ہے۔ ظاہر بھی تو ہے باطن بھی تو ہے یارب یہ کیا کمال ہے جس چیز کو ہم نے دیکھا تیرا غیر نہ دیکھا۔ تیرا غیر کیسے ہو سکتا ہے یہ کس کی مجال ہے۔) افسوس صد افسوس ہے اس شخص پر جو جمال دوست سے محروم ہے اور غیر کا یقین رکھتا ہے۔ آہ ہزار آہ کہ اسنے اشیا کو دیکھا اور ان کے اندر خدا کو نہ پایا۔ اور خدا تک رسائی حاصل نہ کر سکا۔ حقیقت اشیا (یعنی کائنات کے علیحدہ وجود) کا قائل ہوا اور ابدی محروم بنا۔ اگرچہ وہ بہشت میں جائیگا اور حور و قصور اور مرغ بریاں کے مزے اڑائے گا کیونکہ مسلمان ہے لیکن دوست سے محروم رہیگا۔ مالھم فی الآخرۃ من نصیب (انکے لیئے آخرت میں کوئی حصہ نہیں۔) یہ وہ وعید ہے جو کمر توڑ رہا ہے جس سے خون آب اور جگر کباب ہو رہا ہے۔ اس تمام حرمان اور خسران (نقصان اور گھاٹے) کی وجہ یہی حسّ و عقل ہے جسکی وجہ سے غیر حق کا انسان قائل ہو جاتا ہے۔ بیت:۔

جہاں پُر ز آفتاب و چشمہا کور    جہاں پُر از حدیث و گوشہا کر

(کیا بدبختی ہے) کہ کائنات روشنی سے لبریز ہے اور آنکھیں اندھی رہ جائیں یا جہاں آواز سے لبریز ہو اور کان کچھ نہ سن سکیں۔) سبحان اللہ! یہ کیا حرمان و خسران ہے کہ جنت میں تو جائے لیکن دوست سے محروم رہے۔ بے دوست رہیں اور غیر دوست میں مشغول رہیں۔ ایسی جنت گویا جہنم ہے نہ کہ جنت۔ لیکن اس کا کیا علاج کہ

جب دوست قبول نہ کرے اور غیر میں مشغول کر دے خواہ اس جہان میں خواہ اگلے جہان میں
انه لیغان علیٰ قلبی فاستغفر اللہ فی کل یوم ولیلة سبعین مرة (جب میرا
قلب مغلوب ہو جاتا ہے تو دن رات میں ستّر مرتبہ استغفار پڑھتا ہوں) یہ حدیث کیا ہے
نمرۂ درد ہے۔ لیکن جو مردِ میدان ہے وہ خونِ دل پیتا ہے۔ جان مارتا ہے۔ دل کو جلاتا
ہے اور جہان کو دوست پر قربان کر دیتا ہے ؎

ہر چہ جز حق بسوز و غارت کن ہر چہ جز دیں ازو طہارت کن

(غیر اللہ کو دل سے نکال کر پھینک دے اور دین حق کے سوا سب کچھ ترک کر دے۔) سبحان
ربّك ربّ العزّت عمّا یصفون وسلام علی المرسلین والحمد للہ
ربّ العٰلمین۔ پس آپ کو چاہیئے کہ اپنے تمام اعمال میں شریعت کی پابندی لازم
پکڑیں اور اس بیچارہ کو اپنے احوال کا نگران سمجھیں۔ کیونکہ اگرچہ یہ احقر محروم ہے
دوستوں کے ساتھ جکڑا ہوا ہے اگرچہ حاضر نہیں تاہم خاطر جمع رکھو کیونکہ اِنّی لاَجد و
نفس الرحمٰن من جانب الیمین (رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے
دائیں جانب سے ٹھنڈی ہوا لگتی ہے[1]۔ روح و ایمان سے مراد وقت (یعنی قرب) ہے۔)

عاقبت محمود باد بالنبی و آلہ الامجاد۔

---

[1] محدثین نے جانب یمین سے معنی لیئے ہیں۔ بعض کے نزدیک اس سے مراد ملک یمن جہاں حضرت
اویس قرنی رہتے ہیں اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو انکی خوشبو آتی تھی۔ بعض کہتے ہیں
کہ جانب یمین سے مراد ملک ہندوستان ہے تو مدینہ سے دائیں جانب ہے اور عرفاء کے
نزدیک جانب یمین سے مراد یُمن و برکت ہے جس سے مراد باطنی قرب ہے۔

## مکتوب ۱۵۳

بجانب شیخ خضر جونپوری، در بیان شوقِ وجدان حق و در طلب میاں شیخ بجھتہ اور اک مشہود شان۔

حق حق حق

بعد از حمد و صلوٰۃ و دعائے مزید حیات و ترقی درجات عرفانی و ذوق و شوق سبحانی برادرم شیخ الاسلام شیخ خضر دام عرفانہ و شہودہٗ باللہ از فقیر حقیر عبدالقدوس اسماعیل صفی الحنفی سوختہ اشتیاق آتش عشق و دوختہ ناوک فراق محبت ہے جسکو اپنی خبر نہیں نہ دوست کا دیدار نصیب ہے جو ہر لمحہ و ہر لحظہ منتظر دوست ہے ؎

دیر است کہ دلدار پیامے نفرستاد　　　ننوشت کلامے و پیامے نفرستاد

(عرصہ ہوا کہ محبوب نے کوئی پیغام نہیں بھیجا نہ خط لکھا ہے نہ کوئی بات کہلا بھیجی ہے) بغیر دوست کیا زندگی ہے اور کیا بہشت ہے مصرع فردوس چہ کار آید گر یار نباشد (جہاں دوست نہ ہو فردوس کس کام کی۔) مردانِ خدا جنھوں نے ذات حق کو پالیا ہے غیر حق کو فراموش کر دیا ہے خواہ جنت بھی ہو ما فی الجنۃ احد سوی اللہ (جنت میں اللہ کے سوا کچھ نہیں۔) وہ اس قسم کی جنت کہ جس میں خدا نہ ہو ایک لحظہ نہیں رہ سکتے۔ انکی حیات و ممات اللہ کے واسطے ہے۔ وہ اللہ کے ذوق میں جیتے ہیں اور اس کے شوق میں مرتے ہیں۔ اِنَّ صلوٰتی و نسکی و محیای و مماتی للہ رب العٰلمین (بیشک میری نماز، میری قربانی، میری زندگی، میری موت اللہ کے لیئے ہے جو رب العالمین ہے) اس پر کان دھر اور لاشریک کو مد نظر رکھ اور غیر اللہ کو ترک کر دے۔ بیت

ہر چہ جز حق بسوز غارت کن　　　ہر چہ جز دین از و طہارت کن

(حق کے سوا سب کچھ چھوڑ دے اور دین کے سوا سب کچھ ترک کر دے)

بد بخت، روسیاہ کیا لکھے جو دوست سے غافل و عاطل (جدا) پڑا ہے نہ کوئی یار ہے نہ مددگار ہے

کشتیٔ من کہ بگرداب خطر افتادہ است      وہ چہ بودے کہ بکنارِ یارے

(میری کشتی گرداب میں پھنس گئی ہے کیا ہی اچھا ہوتا کہ دوست ہم آغوش ہوتا)
کاش کہ دوست غمگساری کرتے تاوقتیکہ کہ دوست پردہ کشائی اور جلوہ نمائی سے کام لیے مصرعہ۔ یار کار افتادہ رایاری ہم از یاران رسد (غمزدہ یار کو یاری یاروں سے ملتی ہے)
اپنی خیریت کا حال اور برادرم شیخ الاسلام او جہرادر شیخ عبد الصمد کے بچوں کا مفصل حال اور نیز اپنے باطنی اسرار و رموز کی کیفیت لکھا کریں تاکہ تسلی اور فرحت حاصل ہو جیسا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اِنّی لاجدُ نفس الرحمٰن من جانب الیمن (یمن کی طرف مجھے محبت کی ہوا لگتی ہے۔) اس سے دل کو آرام اور جان کو قرار حاصل ہوتا ہے۔ اگر ہوسکے تو کبھی یہاں آئیں اور اس گنہ گار کو ملاقات کا شرف بخشیں کیونکہ دوستوں کے بغیر یہ تباہ حال پریشان ہے۔ یہاں بھی چند دوست ہیں جو مشاہدۂ جمال دوست سے بہرہ یاب ہیں بمصداق شعر ؎

دربہرچہ نظر کردم غیراز تو نمے بینم      غیراز تو کسے باشد حقا چہ مجال استہ این

(جس چیز کو دیکھا تیرا غیر نظر نہ آیا تیرا غیر ہی کہاں یہ ناممکن ہے) سبحان اللہ! کیا کمال ہے اور کیا جمال ہے دوست ہر جگہ جلوہ گر ہے تاکہ کسی کو اپنا بنائے کسی کا ہمنشین ہو اور کسی کو کامیاب کرے۔ یَااَللّٰہُ یَارَحمٰنُ یَاحَیُّ یَاقَیُّومُ والسلام۔
علیٰ من اتبع الھدیٰ۔
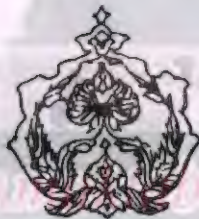
## مکتوب ۱۵۴

بجانب شیخ جلالؒ دربیانِ تاسف از حرمانِ (حسرت) وجدانِ حق واز بے نصیبی عرفان مطلق اور انکے خط کے جواب میں جسمیں انہوں نے اپنے احوال و مشاہدہ بیان کیے۔

حق حق حق

بخدمت شیخ الاسلام برادر شیخ جلال زاد عرفانہ و شہودہٗ از فقیر حقیر عبدالقدوس اسماعیل الحنفی جو آتشِ عشق میں جل کر راکھ ہو چکا ہے اور جسکا جگر تیر ہجر سے چھلنی ہے۔ جو دوست سے محجوب اور آہ وزاری میں مصروف ہے عمر ستر سال سے زائد ہو چکی ہے لیکن وصال یار سے محروم ہے اور یَا لَیْتَنِیْ کُنْتُ تُرَابًا (کاش کہ میں مٹی ہوتا۔) کا نعرہ ہر وقت لگا رہا ہے۔ رباعی :۔

آہ کہ آں یار مرا یار نیست  آہ کہ آں شوخ وفادار نیست
آہ دلم خون شدہ درکار وے  آہ در و ہیچ رہے کار نیست

(افسوس کہ یار میرا یار نہیں۔ آہ وہ شوخ وفادار نہیں۔ آہ ساری عمر اسکے عشق میں گزری لیکن اس تک رسائی نہ ہوئی) نہ عبادت ہے نہ تقویٰ، نہ علم ہے نہ فتوی۔ ساری عمر جہالت میں گزر گئی حتیٰ کہ یہ بھی معلوم نہ ہو سکا کہ صبح کیا ہو گا اور شام کیا ہو گا۔ عاقبت کسطرح ہوئی اس خیال سے کمر ٹوٹی جارہی ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ کی رحمت شامل حال ہوئی اور ارحم الراحمین نے مہربانی فرمائی اور اپنے جمال سے مشرف فرمایا تو کیا عجب! اِنَّا نَحْنُ نُحْیِ الْمَوْتٰی (ہم مردوں کو زندگی بخشتے ہیں) کی اگر جلوہ گری ہو گئی اور اپنے کمال سے مردہ دل کو زندہ کر دیا تو زہے نصیب۔

طالب علم کے ذریعہ آپ کا خط ملا بے حد فرحت ہوئی گو یا مردہ تھا زندہ ہو گیا اگرچہ در حقیقت زندہ وہ ہے جو خدا رسیدہ ہے اور مقبول بارگاہ ہے نہ کہ وہ جو دوست

سے محجوب۔ بہرحال خط سے تسلی ہوئی اور دل کو تسکین حاصل ہوئی۔ الحمد اللہ علیٰ ذالک۔
آپ نے لکھا ہے کہ محبوب باطنی طور پر چشم باطن میں جلوہ نمائی کرتا ہے کاش کہ جسم کی آنکھوں سے ظاہری طور پر اپنے حسن وجمال سے مشرف کرتا۔ اور پوشیدگی نہ رہے۔ یاد رہے کہ مقصود وتمنا و آرزوئے دیدار ہے۔ بیت :۔

غوغائے عارفان و تمنائے عاشقان      حرص بہشت نیست کہ شوقِ لقائے تست

(عارفین کا شور اور عاشقین کی تمنا بہشت کے حرص کی وجہ سے نہیں بلکہ شوق لقائے دوست کی وجہ سے ہے) ظاہری آنکھوں سے دیدار کرنا نفسانی خواہش ہے جسکی کوئی وقعت نہیں اصل مقصود وتمنائے دوست ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نعرہ یالیت رب محمد لم یخلق محمداً! (کاش کہ محمدؐ کا رب محمدؐ کو پیدا نہ کرتا) یہی نعرہ درد ہے۔ اے برادر مشاہدۂ دوست وجمال پاک دوست اگر درصورت آئینہ ومعنی عقل وفکر کے بغیر حاصل ہے تو مبارک باد۔ اس میں شک وشبہ کی گنجائش نہیں رہتی۔
ھنیأ لارباب النعیم نعیمُہٗ (ارباب نعمت کو نعمت مبارک ہو۔) اور یہ جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کا نعرۂ رَبِّ ارنی تھا۔ یہ بہت ہی اونچا مقام ہے جو اس جہان میں میسر نہیں۔ اگلے جہان کا سرمایہ ہے یعنی اس جہان میں جو کچھ مقدر ہو سکتا ہے اسے مشاہدہ کہتے ہیں نہ کہ رویت (دیدار)
شرح لمعات (جو حضرت شیخ عبدالقدوسؒ نے لکھی ہے) میں اسکی حقیقت واضح کردی گئی ہے۔ الحمد للہ علیٰ ذالک۔
آپ نے لکھا ہے کہ کبھی کبھی حقیقت کا انکشاف ہو جاتا ہے چنانچہ آج رات دو مرتبہ یہ حالت طاری ہوئی اور ہر مرتبہ نظر دوست پر اسطرح جمی رہی کہ بیان سے باہر ہے۔ در حقیقت اوقات اسقدر انشراح قلب ہوتا ہے کہ نہ عقل میں سما سکتا ہے نہ کون و مکان میں تحریر میں کیسے آسکتا ہے۔ بیت

در ہر چہ بدیدیم ندیدیم بجز دوست      معلوم چنیں شد کہ کسے نیست بجز اوست

(جس چیز میں نظر کی دوست کے سوا کچھ نظر نہ آیا اس سے معلوم ہوا اسکے سوا کسی اور چیز

کا وجود ہی نہیں ہے۔) یاد رہے کہ یہ لذت اور یہ محبوبیت مقربان حق کو حاصل ہوتی ہے۔ حیاتِ انبیاء و اولیاء کا سرمایہ اور مدعا و مقصود یہی چیز ہے جسکی کوئی انتہا نہیں ہے۔ نہ کوئی کنارہ ہے۔ الحمد للہ علیٰ ذالك۔ دعا ہے کہ حق تعالیٰ ابدالآباد ہمیشہ یہ دولت نصیب کرے۔

آپ نے یہ بھی لکھا ہے کہ کبھی حزن و ملال کی کیفیت وارد ہوتی ہے اور اس جہان کو میرے لیے تلخ کر دیا جاتا ہے۔ اور آیۂ مبارکہ ماھذا التماثیل التی انتم لھا عاکفون کے مطابق حزن و ملال میں اضافہ ہوتا ہے۔ معلوم نہیں یہ کس وجہ سے ہوتا ہے۔ اسکا جواب یہ ہے کہ اس کیفیت کو قبض کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ اسکے مقابلے میں جو کشف و مشاہدہ اور ذوقِ جمال پیدا ہوتا ہے اُسے بسط کہتے ہیں اور یہ دونوں کیفیات اچھی ہیں۔ قبض و بسط کی شرح عوارف المعارف میں تفصیل سے درج ہے۔ وہاں دیکھنا چاہیئے۔ یہ تمام واردات ربّانی اور ذوقِ سبحانی ہیں خدا تعالیٰ مزید در مزید نصیب فرماوے اس حالت میں اِس تباہ حال کو یاد کیا کرو اور ہمت سے کام لینا چاہیئے تاکہ یہ واردات ضائع نہ ہوں۔ مصرع

یار کار افتادہ را یاری ہم یاراں بود (دوست کا کام جب خراب ہو جاتا ہے تو دوست ہی مدد کرتے ہیں) عاقبت محمود باد بالنبیؐ و آلہ الامجاد (نبیؐ اور اسکی مقدس آل اولاد کی بدولت عاقبت بخیر ہو۔)

## مکتوب ۱۵۵

بجانب شیخ جلال در ذکر بعض احوال شیخ خضر معروف میاں خاں و بعض احوال شیخ عبدالرحمٰن و در ذوق و شوق ربانی

حق حق حق !........ اس تباہ حال کی یہ حالت ہے کہ بیت

بت پرستم بت پرستم بت پرست          راست گفتم آنچہ ہستم آنچہ ہست

(میں بت پرست ہوں بت پرست ہوں بت پرست ہوں سچ کہتا ہوں کہ جو کچھ ہوں یہی ہوں۔) ستر سال ہوئے ہیں کہ دوست کی خوشبو تک نہیں پہنچی۔ پیرانہ سالی کی کمزوری لاحق ہے لیکن کوئی تدبیر کارگر نہیں۔ بیت

دستگیری نہ و پابائے ارادت در گل          آشنائی نہ و دریائے غمت بے پایاں

(پاؤں دل میں پھنس چکے ہیں اور کوئی دستگیری نہیں کرتا، غم کا دریا بے پایاں ہے اور کوئی آشنا نہیں) اور رو کر یہ فریاد کرتا ہوں ؎

اندریں فتنہ کہ فریاد رسد جانِ مرا          ترک قتال و فرس تند و شکاری ماندہ

(اس مصیبت میں میری کون فریاد رسی کرتا ہے محبوب ظالم ہے اور تند و تیز گھوڑے پر سوار ہو کر شکار کھیل رہا ہے) شیخ الاسلام شیخ خضر کا خط جونپور سے موصول ہوا ہے۔ انہوں نے لکھا ہے کہ میں احوال باطنی کو تحریر میں لانا نہیں چاہتا۔ اور دم گھٹ کر رہ جاتا ہوں۔ اس شعر کے مصداق ؎

تو خود بغمزہ سراسر کرشمۂ نازی          چہ حاجت است کہ باما کرشمہا سازی

(اے محبوب تو سراپا کرشمہ ناز ہے تجھے کیا ضرورت کہ ہمیں اپنا راز دار بنائے) انہوں نے یہ بھی لکھا ہے کہ اس فقیر کو اپنا حال بیان کرنے میں کوئی خطرہ نہیں۔ بات یہ ہے کہ جب کوئی لطیف غذا کھاتا ہوں تو کوئی لذت نہیں آتی معلوم نہیں کیا وجہ ہے۔ زبان پر بھی کوئی لطف محسوس نہیں ہوتا۔ جب بھوک لگتی ہے تو چند نوالے کافی ہو جاتے ہیں۔

نیز ذکر بھی فراموش ہو گیا ہے اور سراپا مذکور بن گیا ہے (یعنی دل میں محبوب سما گیا ہے۔)
زبان سے کوئی چیز نہیں نکلتی - زبان گنگ ہے اور دل میں حیرانی و مستی چھا گئی ہے - نیز
اپنے جسم کے اعضاء کی بھی خبر نہیں رہی - اب میرا یہ حال ہو گیا ہے ؂

تنگ آمدہ ام از خود وا ز ہر دو جہان     کو حربہ کہ تا وا رہم از عالم خراب

(میں اپنے آپ سے اور دونوں جہانوں سے تنگ آگیا ہوں - اب کیا طریقہ ہے کہ جس کے ذریعے
اس زبون حالت سے نجات حاصل ہو -) ماہ ربیع الاول کی پہلی رات آخر شب خواب
میں دیکھا کہ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم گھوڑے پر سوار ہیں، تمام اولیاء اللہ
ہم رکاب ہیں - جب یہ فقیر ہجوم دیکھکر پیچھے ہٹ گیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ٹھہر گئے
اور تبسم کرتے ہوئے فرمایا یا بُنَيَّ قد امك (اے بیٹے آگے بڑھو) جب دامن کوہ آیا
تو ایک شخص نے آکر یہ پیغام دیا کہ گھر بار تیرے حوالہ کر دیا گیا ہے - چنانچہ اس فقیر نے اسی
جگہ پر قیام کر لیا - وہاں چند ننگے آدمی تھے انکو وہاں سے دور کر دیا گیا - جب خواب سے
بیدار ہوا تو پورا گھر معطر پایا - چند اور چیزیں دیکھیں جنکا ذکر طویل ہے - یاد رہے کہ برادرم
شیخ خضر اور آپکو حق تعالیٰ نے راہ حق میں اسقدر توفیق فرمائی ہے کہ جان اور جہان کی
مجاہدہ اور سوز و گداز میں بازی لگا رکھی ہے - کسی نے خوب کہا ہے -

قيمة المرء همته (آدمی کی قدر و قیمت اسکی ہمت کے مطابق ہوتی ہے -)
آپ دونوں کو حق تک رسائی حاصل ہو گئی ہے زہے دولت، زہے دولت، زہے دولت!
کام کہاں سے کہاں تک پہنچ گیا کہ خاکی عالم پاک کے ساتھ ایک ہو گیا ؂

زمین زادہ بر آسمان تاختہ     زمین و آسمان را پس انداختہ

(زمین زادہ آسمان پر پہنچ گیا - بلکہ زمین و آسمان سے بھی اوپر نکل گیا -) عرفان حق
عیان و بے حجاب عقل و حس سے حاصل نہیں ہوتا بلکہ مقام حیرت یا مقام تحیر سے
اور حق تعالیٰ کے فضل و کرم سے حاصل ہوتا ہے ؂

وحدت ورائے کنگرہ با کبریا کشیدہ     کو عارفے کہ منظر او عرش اکبر است

(مقام وحدت کنگرۂ عرش سے بالاتر ہے عارف وہ ہے کہ جسکا عرش اکبر منتظر ہے ہزار ہزار

شکر ہے اور ہزار جان فدا ہے اور ہزار فرحت اسباب ہے کہ اگرچہ یہ فقیر مفلس ہے تاہم یاران اور فرزندان کو اسقدر نعمت حاصل ہے کہ دونوں جہانوں کے لیئے کافی ہے بفضلہٖ تعالیٰ۔

برادرم شیخ عبدالرحمٰن کا بھی شاہ آباد سے خط آیا ہے۔ انہوں نے لکھا ہے کہ میں نے ایک چلّہ کیا اور ایک سانس میں ایک ہزار بلکہ اس سے ایک سو زیادہ بار ذکر نصیب ہوا جس سے سینہ میں جوش اور سر میں خروش ہے اور ہر لمحہ خطاب دیگر ہے اور گفتار دیگر ہے

بازہر سوئے طرب آغاز شد　　　　بار بلبل باچمن ہمراز شد

(پھر سے ہر طرف خوشی ہی خوشی ہے اور بلبلِ چمن ہمراز ہے) ذکر کا آغاز رات کے وقت ہونا چاہیئے تاکہ دیر تک ذکر جہری ہو سکے اور تھکان نہ ہو۔ اور دل میں عشق کی آگ بھڑک اٹھے۔

دوسری بات آپنے یہ لکھی ہے کہ ایک دن حاسد لوگوں کی ایذارسانی سے تشویش ہورہی تھی۔ اسی اثنا میں میں نے مراقبہ کیا اور کوئی دو تین گھنٹے مراقب رہا جس سے بے خودی اور محویت طاری ہوگئی اور جہان کی خبر نہ رہی نہ اپنی خبر رہی۔ ناگاہ اس مراقبہ میں سخت کڑک کی آواز سنائی دی جسکا اثر جگر تک پہنچ گیا۔ اس وجہ سے ایک فنا سے فنائے دیگر میں چلا گیا جہاں نہ کوئی خطرہ تھا نہ شعور۔ اے برادر! دوستوں کی اس ترقی درجات کا حال سن کر اس بیچارہ کو ہزار فرحت اور ہزار راحت حاصل ہوتی ہے۔ یہ چیز بے حد بلند و برتر ہے اور خدا اور رسول خدا کا عطیہ ہے۔ الحمد للہ علیٰ ذالک۔

عزیز من اکثر بزرگان نے عبادت پر بہت زور دیا ہے۔ چنانچہ ساری رات نماز میں گزار دیتے ہیں اور ایک وضو سے ساری رات بسر کرتے ہیں۔ اور ہر شب ایک ہزار رکعت نماز ادا کرتے ہیں غرضیکہ تقویٰ و عبادت میں اس حد تک محنت کرتے ہیں کہ ملائکہ کے ہمسر بن جاتے ہیں۔ اسی طرح تلاوت قرآن اور قرأت میں اسقدر مشغول رہتے ہیں کہ عقل دنگ ہو جاتی ہے۔ چنانچہ ان پاکان و بندگانِ خدا کی حکایات سے کتابیں لبریز ہیں۔ ظاہری عبادت اور امرد

نہی اور ثواب و عقاب کے معاملات میں انہوں نے بلند ہمتی سے کام لیا ہے اور مشاہدہ دوست کے مقام پر پہنچ گئے ہیں۔ انکی بلند ہمت کا حال کچھ انکے ان اقوال سے ظاہر ہوتا ہے وہ فرماتے ہیں کہ إِنَّ اللّٰهِ جَنَّةٌ لَيْسَ فِيْهَا حُوْرٌ وَلَا قَصُوْرٌ وَمَا فِي الجنة أَحَدٌ سوى الله (اللہ کی جنت وہ ہے جس میں نہ حور ہے نہ قصور ہے اس جنت میں اللہ کے سوا کچھ نہیں) بیت

ہر کہ بدید رخ تو میل بہ بستاں نمے کند    چشم بر حور و نظر بر رخ رضواں نکند

(جس نے تیرا حسن و جمال دیکھ لیا نہ باغ و بہار کو دیکھتا ہے نہ حور اور رضواں پر نظر کرتا ہے) اللہ نور السمٰوات والارض (اللہ تعالیٰ کائنات کا نور حیات (جان) ہے) ان حضرت کا کمال یہ ہے کہ لیس فی الدارین غیر اللہ (کائنات میں غیر اللہ کا وجود نہیں) آپ حضرات کو چاہیئے کہ اپنے احوال و مقامات اور فتوحات غیبی اور عالم غیب کے واقعات لکھتے رہیں تاکہ اس بیچارہ مفلس کو تسلی ہو۔ اور طالبانِ حق کیلئے مفید ثابت ہوں۔ ذوق عرفانی اور شہود ربانی سے جو کچھ حاصل ہے مبارک باد۔ عاقبت محمود باد بالنبی و آلہ الامجاد۔

## مکتوب ۱۵۶

بجانب شیخ عبدالرحمٰن۔ در ایذائے حُسّاد (جمع حاسد)

حق حق حق!...... جسقدر مجاہدہ کیا جائیگا فتوحات زیادہ ہونگی۔ اور انوار کی زیادہ بارش ہوگی۔ ہم کیا ہیں یہ کام ارباب سعادت کا ہے۔ بیت

محرم دولت نبود ہر سرے    بار مسیحا نکشد ہر خرے

(دوست کا محرم راز ہر سر نہیں ہو سکتا جیسا کہ مسیح علیہ السلام کا بوجھ ہر خر (گدھا) نہیں اٹھا سکتا۔) آں برادر کا نامہ موصول ہوا۔ بے حد خوشی ہوئی۔ آپنے لکھا ہے کہ اس بندہ نے چلہ اختیار کیا ہے جس میں ایک ہزار اور کبھی ایک سو زائد ذکر (اسم ذات فی سانس) جیسا کہ حضرت پیر مرشد علیہ رحمہ کا فرمان ہے پورا ہو جاتا ہے۔ اسوقت دل میں جوشش اور سر میں خروشش پیدا ہوتا ہے اور ہر لحظہ خطاب دیگر اور گفتار دیگر ہے۔ بیت

باز ہر سوئے طرب آغاز شد      باز بلبل با چمن ہمراز شد

(پھر سے ہر طرف خوشی ہی خوشی ہے اور پھر سے بلبل چمن کی ہمراز ہے) رات کو ذکر کا آغاز ہوتا ہے اور دیر تک ذکر جہری میں مشغول رہتی ہے اور تھکان نہیں ہوتی جس سے دل میں عشق کی آگ بھڑک اٹھتی ہے۔ آپنے یہ بھی لکھا ہے کہ ایک دن حاسدوں کی ایذا رسانی کی وجہ سے بہت پریشانی تھی۔ اس اثنا میں مراقبہ کیا تقریباً دو تین گھنٹے تک مراقب رہا جس سے بے خودی طاری ہو گئی اور نہ جہان کی خبر رہی نہ اپنی۔ ناگاہ اسی مراقبہ میں، ایک تند و تیز کڑک کی آواز آئی جس کی بدولت فنائے اول سے فنائے دیگر میں پہنچ گیا۔[1] جہاں نہ شعور باقی رہا نہ دل میں خطرات۔ اے برادر! یاد رہے کہ مردانِ خدا نے راہ حق میں جان و جہان کی بازی لگادی ہے اور منزل مقصود تک پہنچ گئے ہیں۔ لہذا حاسدوں کی کیا پرواہ! **ولا تدع من دون اللہ ما لا ینفعک ولا یضرک** (اللہ سے وہ چیز طلب نہ کر جسکا کوئی فائدہ نہیں نہ نقصان ہے) حکم قطعی ہے۔ **اللّٰھم لا مانع لما اعطیت ولا معطی لما منعت** (اے اللہ جو چیز تو عطا کرتا ہے اسکو کوئی نہیں روک سکتا اور جو تو روکتا ہے اسکو کوئی عطا نہیں کر سکتا) یہ بھی حکم قطعی ہے۔ پس حق تعالیٰ کی راہ میں مستحکم اور بلند ہمت رہو۔ اسمیں نہ سستی کو دخل ہونا چاہیئے نہ غفلت کو۔ جب بندہ کارِ حق میں مشغول ہوتا ہے تو حق تعالیٰ کار بندہ میں مشغول ہوتا ہے۔ پس حاسدوں کی پرواہ نہ کرو۔ جب تو زیر پائے حق ہے تو تمام حاسد تیرے زیر پائے ہو جائینگے۔ اگر کوئی حاسد نقصان بھی پہنچائے تو وہ نقصان نقصان نہیں ہوتا بلکہ اسکے بدلے ہزار نعمت و فرحت

---

[1] ایک فنا سے دوسری فنا میں رسائی ہونے کا مطلب یہ ہے کہ جسطرح ذات حق کی کوئی حد نہیں ایک مراتب فنا بھی بے حد اور لاتعداد ہیں اور مراقبۂ ذاتِ حق میں سالک ہر لمحہ ایک مرتبۂ فنا سے گزر کر دوسرے مرتبہ پہ پہنچتا رہتا ہے حتیٰ کہ زندگی ختم ہو جاتی ہے اور مراتب فنا ختم نہیں ہوتے ہے

نہ حسنش غایتے دارد نہ سعدی را سخن پایاں
بمیرد تشنہ مستسقی و دریا ہمچناں باقی

حق تعالیٰ عطا کرتا ہے۔

ہر بلا کہ ایں قوم را حق دادہ است ۔۔۔ زیر آں گنج کرم بنہادہ است

(ہر بلا جو مردانِ حق پر نازل ہوتی ہے اسکے نیچے نعمتوں کے خزانے پنہاں ہوتے ہیں)

پس صبر کیئے جاؤ اور برداشت کیئے جاؤ۔

تا مست نگردی نکشی بارِ غم عشق ۔۔۔ آرے شترِ مست کشد بارِ گراں را

(جب تک تو مست نہ ہوگا غمِ عشق کا بار نہیں اٹھا سکے گا اونٹ جب مست ہوتا ہے تو بہت بار اٹھاتا ہے) انبیاء اور اولیاء کے حالات سے ظاہر ہے کہ انہوں نے کسقدر بلائیں جھیلیں اور مصیبتیں برداشت کیں جب وہ راہِ حق میں مستحکم تھے تو کوئی مشکل مشکل نہ رہی۔ تم اپنا کام کرو حق تعالیٰ اپنا کام کریگا۔ عاقبت محمود باد بالنبی و آلہ الامجاد۔

## مکتوب ۱۵۷

بجانب شیخ جلال در بیان حالِ محویت و فنا و ذکرِ آنکہ توحید یکہ پیش از محویت و فنا باشد توحیدِ لسانی و تقلیدی باشد نہ توحید کشفی و عیانی نیز بہ جواب مکتوب و حال ایشاں و یارانِ ایشاں۔

حق حق حق! ۔۔۔۔۔۔ افسوس کہ عمر آخر کو پہنچ گئی لیکن مسلمانی نصیب نہ ہوئی سوائے اسکے کہ زبان سے کہدیا کہ اشھد ان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ واشھد ان محمدًا عبدہ ورسولہ۔ اصل بات آخرت ہے اور وہ جہان ہے جو اس جہان میں ابتلا ہے تو اس جہان میں جزا ہے۔ جو شخص آج توحید پر مستحکم ہوتا ہے اور عرفانِ حق میں جسقدر اخلاص اور وجدان سے قدم رکھتا ہے اور جان مارتا ہے کل اُسی قدر جزا پاتا ہے بعض مومن جنت عام میں اور بعض جنت خاص میں جائینگے۔ جنت عام یہ ہے لا یسمعون فیھا لغوًا ولا تاثیمًا الا قیلا سلامًا سلامًا اگر اس کی حقیقت سب پر عیاں ہو جائے تو عوام کیا اور خواص کیا۔ سبحان اللہ! کیا اسرار ہے اور کیا

گنہگار ہے اور کیا بشارت ہے رب غفّار کی طرف سے۔ وھو الغفور الودود ذوالعرش المجید۔ سب پر نظر کرم ہے اور سب پر جلوہ نمائی ہے۔ تاہم عوام وخواص کے لیے علیحدہ درجات ومقامات ہیں۔ والسّابقون السابقون اُولئك المقرّبون فی جنّات النعیم۔ خدا جسکے نصیب کرتا ہے اسکو میدان ظلمت سے فضائے نور میں لے جاتا ہے۔ یخرجھم من الظّلمٰت الی النّور۔ جو شخص دوئی کی ظلمات میں رہ گیا اسی قدر اسلام سے دور رہا۔ اور اپنی خودی میں رہ گیا۔ اور جسکو نور وحدت و حق تعالیٰ کے ساتھ یگانگی (فنا) سے باریابی ہوئی اُسی کے مطابق اسلام سے بہرہ ور رہا۔ اور حق تعالیٰ کے ساتھ یگانہ ہوا۔ جو شخص اسلام نہیں رکھتا جسقدر توحید حاصل کرے کچھ نہیں رکھتا۔ اور محجوبین (اندر حجاب) اور محرومین کی صف میں جا بیٹھتا ہے۔ یا لیتنی کنت ترابا (کاش میں مٹی ہوتا) کے نعرہ سے اسکو کوئی فائدہ نہیں پہنچتا۔ نہ اسکی فریاد رسی ہوتی ہے وما لھم من الناصرین (انکا کوئی یار ومددگار نہیں) یہ انکی جزا ہے ہر شخص اپنے اعمال کا بدلہ پاتا ہے ولا یظلم ربّك احدا (تیرا رب کسی پر ظلم نہیں کرتا) یہ اسلام کے احکام ہیں جو ان پر وارد ہوتے ہیں۔ پس تو ہمت بلند رکھ اور غیر سے دست بردار ہو جا تاکہ تو اسلام کی حقیقت کو پہنچے۔ اور یگانۂ حق ہو جائے مقصود یہی یگانگی (فنافی اللہ) ہے اور یگانگی حق کے بغیر دین نہیں ہے عارفین نے یہی کچھ حاصل کیا ہے اور حق تعالیٰ کے ساتھ یگانہ ہو گئے ہیں اور حق کے سوا کچھ نہ دیکھا ؎

اینست کمال مردِ راہِ یقین　　　　در ہر چہ نگہ کند خدا را بیند

(مردانِ راہِ حق کا یہ کمال ہے کہ جس چیز پر نظر کرتے ہیں خدا دیکھتے ہیں) یہ تباہ حال، سیاہ روئے، بدخوئے، کیا لکھے۔ ستر سال سے زائد عمر ہو گئی بوئے دوست کو ترس رہا ہے۔ اعضاء کی قوت جواب دے گئی ہے نہ طاقت کار ہے نہ گفتار۔ جب یاران و برادران اپنے احوال کا ذکر کرتے ہیں تو سن کر دل کو فرحت حاصل ہوتی ہے اور تسلّی ہوتی ہے گرچہ میرا محروموں میں شمار ہے تاہم نیکوں کے ساتھ اعتقاد کی وجہ سے محظوظان میں بھی شامل ہوں بمصداق حدیث:-

احشرنی فی زمرۃ المساکین (بمجھے مساکین کے ساتھ اٹھائیو) بیت

درگور برم از سرِ گیسوئے تو تارے ‌ ‌ ‌ تا سایہ کند بر سرِ من روز قیامت

(محبوب کی زلف کا ایک بال قبر میں لے جاؤنگا تاکہ قیامت میں مجھ پر سایہ فگن ہو)

جب آپکا خط ملا تو یہ تباہ حال مردہ سے زندہ ہو گیا۔ الحمد للہ کہ یاران صاحب جمال و صاحب کمال ہیں اور صاحب نعمت ہیں۔

آپنے لکھا ہے کہ آیۂ هو اعلم بکم اذ انشاکم من الارض واذ انتم اجنة فی بطونِ اُمّھٰتکم ..... سے ہیبت ہوتی ہے۔

اے برادر! یاد رہے کہ اس کوچے میں خوف و ہیبت طریق انبیاء و اولیاء ہے۔ دوستانِ خدا اپنے کمال و جمال کے باوجود حق تعالیٰ کی عظمت و ہیبت کے خوف سے لرزہ براندام ہوتے ہیں اِنّی مَسّنِیَ الضُّرُّ وانت ارحم الراحمین کہتے ہوئے جان کی بازی لگا دیتے ہیں اور حق سے پیوست ہو جاتے ہیں۔ رحمہ اللہ علی فہمك و ھمتك (خدا تمہاری فہم اور ہمت میں برکت دے) سرورِ عارفان صلی اللہ علیہ وسلم خود پناہ مانگتے گئے ہیں دوسرا بیچارہ کیا کہہ سکتا ہے اور اپنا حال کیا بیان کر سکتا ہے اپنے متعلق وَاَمّا بِنِعمَتِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ کے مطابق ازراہ شکر کچھ بیان کرنے میں مضائقہ نہیں کیونکہ یہ ازراہِ شکرِ نعمت ہے۔ اسکو بیان کرتے رہو اور خدائے تعالےٰ کی تلاش کرتے ہوئے سلامتی سے گزر جاؤ۔

آپنے لکھا ہے کہ مذکورہ بالا حالت کبھی زیادہ ہوتی ہے کبھی کم۔ اور ہمیشہ دل دلدار کے ساتھ لگا رہتا ہے اور یہ حالت حق تعالیٰ کے فضل و کرم سے روز بروز زیادہ ہو رہی ہے۔ اور اطمینان قلب حاصل ہوتا ہے۔ اور یقین کی آنکھ سے نظر آتا ہے کہ یہ جہان غیر نما ہے نہ کہ غیر ہے۔ (یعنی نظر یہ آتا ہے کہ جہان اللہ کا غیر ہے یعنی علیحدہ وجود رکھتا ہے لیکن دراصل غیرِ حق نہیں، عینِ حق ہے۔) جیسا کہ کلام پاک میں آیا ہے هوالاوّل والآخر والظاهر والباطن (اول بھی وہی ہے آخر بھی وہی ہے ظاہر بھی وہی ہے باطن بھی وہی ہے) اے برادر یاد رہے کہ قطعی طور پر یقینی طور

پر اشرعی طور پر، عقلی طور پر، متفقہ طور پر اور امت کے اجماعی طور پر کہ کائنات کا وجود حق تعالیٰ کے وجود کی دلیل ہے اور حق تعالیٰ تعین اور تکثر سے پاک ہے (یعنی وہ ایک ہے اور لامحدود ہے۔) واحد لاشریک ہے اور اسکا کوئی ثانی نہیں۔ اور کائنات کا وجود فانی (نیست) ہے یعنی خدا ہے اور کائنات نہیں ہے۔ یہ حقیقت ہے اور یہ جو نظر آرہا ہے یہ مجاز ہے۔ حدوث و امکان کے یہی معنی ہیں جس میں غیر اللہ کا وجود نہیں ہے کلمہ طیبہ لا الٰہ الا اللہ کو سمجھو۔ پس جو کوئی غیر میں پھنس گیا یہ اسکی بدنصیبی اور گمراہی ہے۔ العیاذاً باللہ من ذالک۔ والحمدللہ کہ آپ کشفِ توحید سے محظوظ ہوئے ہیں۔ اور عرفان کو پہنچے ہیں جیساکہ کسی نے کہا ہے ؎

در ہر چہ بدیدیم ندیدیم مگر دوست      معلوم چنیں شد کہ کسے نیست مگر اوست

(جس چیز کو دیکھا اسکے اندر دوست کو دیکھا پس معلوم ہوا کہ دوست کے سوا کسی چیز کا وجود نہیں ہے۔)

عزیز من! طالبان حق پر دو احوال طاری ہوتے ہیں ایک تلوین۔ دوسری تمکین۔ تلوین مبتدیوں اور کمزور لوگ کا خاصہ ہے جنکو کبھی اسرار و رموز سے آگاہ کیا جاتا ہے اور کبھی پردہ ڈالدیا جاتا ہے۔ لیکن جب تمکین حاصل ہوتی ہے تو دائمی مشاہدہ حق نصیب ہوتا ہے اور عقل و حواس برقرار رہتے ہیں اور پابندی شریعت برقرار رہتی ہے۔ اور تلوین در تمکین (تمکین میں تلوین) وہ ہے جس کی خبر حدیث لِی مَعَ اللّٰہِ وَقتٌ (مجھے اللہ کے ساتھ ایسا قرب حاصل ہوتا ہے) نے دی ہے[1]

---

[1] حدیث میں آنحضرتؐ نے فرمایا کہ مجھے اللہ تعالیٰ کے ساتھ جو ایسا وقت نصیب ہوتا ہے کہ جہاں نہ کسی نبی مرسل کی رسائی ہے نہ فرشتۂ مقرب کی۔ اس سے ظاہر ہے حالت بدلتی رہتی ہے جسکا دوسرا نام تلوین ہے۔ بعض مشائخ نے کہا ہے کہ مندرجہ بالا اس حدیث کا ظاہری مطلب ہے، باطنی مطلب یہ ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ مجھے دائمی طور پر (تمکینی طور) حق تعالیٰ کے قرب کا وہ بلندترین مقام حاصل ہے کہ جہاں نہ کوئی فرشتہ پہنچا ہے نہ کوئی نبی۔ اسلئے آگے چلکر حضرت شیخ عبدالقدوسؒ علیہ رحمہ فرماتے ہیں کہ یہ جو اس حدیث میں بظاہر تلوین نظر آتی ہے یہ ایک گہرا راز ہے جو آنحضرتؐ

بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر

یہ ایک عمیق (گہرا) راز ہے یہ ایک بحر ہے جو کمال ہی کمال اور جمال ہی جمال ہے - آیۂ دنِرّ موسیٰ صاعقہ سے یہی چیز مراد ہے - اس مقام پر مردانِ خدا مست ہو جاتے ہیں اور مستی کی حالت میں اسرار ظاہر کر دیتے ہیں - ولا یضرہ شیٔ (اور انکو کوئی چیز نقصان نہیں دیتی)، جیساکہ آپنے لکھا تھا کہ کبھی کبھی اس قسم کی باتیں حالتِ محویت میں کوشش کے باوجود لوگوں کے سامنے منہ سے نکل جاتی ہیں - اے برادر یہ محویت آپکو مبارک ہو- ھنیئا لاربابِ النعیم نعیمھا مشرب - اس بے نوا کا بھی یہی حال ہے حالتِ بے خودی میں راز کی باتیں منہ سے نکل جاتی ہیں، اور گفتار و رفتار سے راز افشا ہو جاتا ہے؟ لیکن معلوم نہیں ہوتا کہ کیا کہہ رہا ہوں اور کیا ہوگا - یہ ہے اس خراب حال کی کیفیت کیا کیا جائے مجبوری ہے ؎

ماگم شدہ ایم مرا مجوئید          باگم شدگان سخن مگوئید

(ہم گم ہو چکے ہیں ہمیں تلاش نہ کرو - گم شدوں کے ساتھ بات نہ کرو) اسکو جنونِ حق اور مستیٔ حق کہتے ہیں - ؎

لاجرم دیوانہ را اگر چہ خطا است          ہر چہ بگوید بگستاخی رواست

(اگر دیوانے سے خطا ہو جائے یہ اسکی مجبوری ہے اسکی گستاخی معاف ہے)

ہر چہ از دیوانہ آید در وجود          عفو فرمایند از دیوانہ زود

(جو کچھ دیوانہ سے سرزد ہوتا ہے اہل عفو معاف فرماتے ہیں)

آپنے یہ بھی لکھا ہے کہ اس سے معلوم ہوا کہ محویت سے پہلے جو توحید تھی وہ لسانی اور تقلیدی تھی نہ کہ توحیدِ کشفی و عیانی - اے برادر! یاد رہے کہ عارفین اور مقرّبین کی توحید کشفی، وجدانی اور مشاہداتی ہوتی ہے نہ کہ قالی اور لسانی۔ عارفین کا

---

بقیہ حاشیہ - کے کمال وجمال کی گواہی دیتا ہے نیز حضرت موسیٰ علیہ السلام کے متعلق جو قرآن میں آیا ہے کہ خرّ موسیٰ صاعقہ یہ بھی اسی قبیل سے ہے یعنی یہاں "وقت" سے مراد خاص وقت نہیں بلکہ دائمی مقام مراد ہے - یہ مقام جامعیت ہے جہاں فناء بقا اور بقا فنا بن جاتی ہے اور تلوین تمکین اور تمکین تلوین میں مبدل ہو جاتی ہے -

کہنا ہے کہ قال بے حال (بغیر حال) قائل کیلئے وبال ہے جس سے وہ پائمال (برباد) ہو جاتا ہے۔ جو لوگ حال کے بغیر صرف قال سے یہ حقائق بیان کرتے ہیں وہ شریعت کی خلاف ورزی کرتے ہیں اور کل قیامت کے دن کفار کے ساتھ انکا حشر ہوگا۔ کیونکہ اگر توحید صحتِ دین اور استقامتِ احکام شریعت ہے تو ہر مقام کی توحید یعنی کشفی ہو یا قالی اسکا بیان کرنا نقصان نہیں دیتا۔ بلکہ مطلوب راہ اور مقبول درگاہ ہوتا ہے تاکہ لوگ اسکو طلب کرنے کی کوشش کریں اور منزل مقصود تک پہنچ سکیں۔ لیکن اس تباہ حال مفلس کا یہی حال ہے کہ مردانِ خدا کی توحید سے بے بہرہ ہے اور خالی گفتار میں گرفتار ہے ؎

آہ کہ آں یار مرا یار نیست  آہ کہ آں شوخ وفادار نیست

(افسوس کہ وہ دوست میرا دوست نہیں ہے افسوس کہ وہ شوخ وفا نہیں کرتا)

آہ دلم خون شدہ در کارِ وے  آہ در و ہیچ رہے کار نیست

(آہ کہ اسکی محبت میں میرا دل خون ہوگیا آہ کہ وہ کسی طرح سے ہاتھ میں نہیں آتا)

اگر دل میں حق تعالیٰ کی طلب ہے تو سعادتِ دو جہاں یہی ہے اگرچہ شروع میں کچہ تختی پر لکھنا سیکھتا ہے رفتہ رفتہ پختہ کار بن جاتا ہے۔ یہی سنت اللہ ہے اور اکثر اسی طریقے سے کام بنتا ہے لیکن بعض حضرات پر خاص کرم کی نگاہ ہوتی ہے تو یہ اور بات ہے۔

نیز آپنے لکھا ہے کہ برادرم عبد الشکور کہتے ہیں کہ میں فجر کی نماز کے بعد بیٹھا خیال کر رہا تھا اولیاء کرام کسطرح ایک لمحہ کے اندر مشرق سے مغرب پہنچ جاتے ہیں اسی خیال میں تھا کہ یکدم میری حالت دگرگوں ہوگئی اور ایسا معلوم ہوا کہ میرا ایک پاؤں مشرق میں ہے اور ایک مغرب میں۔ اور سارا آسمان و زمین میرے سامنے ہے۔ کچھ عرصہ یہی حالت رہی اسکے بعد ختم ہوگئی۔ اے برادر! یاد رہے کہ یہ چیز اس کوچہ کے بچگان کیلئے شیر مادر کی حیثیت رکھتی ہے جو پستانِ ولایتِ شیخ سے انکو شروع میں ملتا ہے اور بتدریج ترقی کر کے کشف کونی کشف حق میں تبدیل ہو جاتا ہے۔ صبا رکباد ثم صبا رکباد۔ یارانِ طریقت کو چاہیئے کہ ذکر جہری جاری رکھیں اور آیہ حرض المؤمنین علی القتال کو پیش نظر رکھکر جان و جہان کی بازی لگا دیں حتی کہ حق تعالیٰ تک رسائی ہو جائے۔ والسلام کثیر اکثیر اعاقبت محمود باد بالنبی و آلہ الامجاد۔

## مکتوب ۱۵۸

بجانب شیخ عبدالرحمٰن در جواب کتابت او

حق حق حق ! . . . . . . . اے برادر اس تباہ حال، سیاہ روئے اور بدخوئی کا یہ حال ہے کہ اسی سال کے قریب عمر ہو چکی ہے لیکن حقیقتِ اسلام سے بے بہرہ اور خدا پرستی سے محروم ہے نفس پرستی ہے کہ خدا پرستی سے دور لے جاکر بت پرستی میں مشغول کر رہی ہے اور یہ کفر ہے النفس هی الصنم الاکبر (نفس ہی سب سے بڑا بت ہے) جس سے مردانِ خدا آہ و فریاد کر رہے ہیں حضرت امام جعفر صادقؓ فرماتے ہیں ماشغلك عن الحق فهو طاغوتك (جو چیز تجھے حق تعالیٰ سے باز رکھے وہی تیرے لیئے شیطان ہے) یہ بیچارہ کیا کرے کہاں جائے کوئی راہ نہیں سوجھتی - کوری و کری (اندھاپن اور بہرہ پن) کے سوا کوئی کام نہیں ہے:

کاش کہ ہرگز نہ زادے مادرم ۔ تا نگشتی کشتۂ نفسِ کافرم

(کاش کہ مجھے ماں نہ جنتی اور میں نفسِ کافر کے ہاتھوں تباہ نہ ہوتا) رباعی -

زہدے نہ کہ در کنج مناجات نشینم ۔ وجدے نہ کہ در گرد خرابات برآیم

نہ اہل صلاحیم و نہ مستان خرابات ۔ نہ اینجا و نہ آنجا چہ قومم و کجایم

(نہ اتنا زہد ہے کہ گوشہ عبادت میں بیٹھ جاؤں نہ اتنا جنون ہے کہ ساکن میکدہ ہو جاؤں نہ نیکوں میں شامل ہوں نہ رندانِ خرابات میں - نہ یہاں کا ہوں نہ وہاں کا خدا جانے کون ہوں کہاں ہوں) اس تباہ حال تباہ کاری بدکرداری اور بدگفتاری حد سے بڑھ گئی ہے اور گناہ و عصیان کا ٹھکانا نہیں - اسکے باوجود دستور کی تسلی کیلئے انکے خطوط کا جواب لکھتا رہتا ہوں کیونکہ سوال کیلئے جواب اور مشکل کیلئے حل ضروری ہے - تمام احباب صاحب نعمت ہیں، صاحب اسرار ہیں، صاحب انوار ہیں وارداتِ ربانی اور نفحاتِ سبحانی حضرت ارحم الراحمین اور اکرم الاکرمین سے حاصل کر رہے ہیں بلند ہمت اور بلند مقام ہیں مصرعہ بر عارفاں جز خدا ہیچ نیست (عارفوں کے لیئے خدا کے سوا کچھ نہیں) کا نعرہ لگاتے ہیں،

اور دو کون سے گزر کر لامکان میں پہنچ جاتے ہیں توحید مطلق پا لیتے ہیں اور غیر اللہ سے فارغ ہو جاتے ہیں بیت

مے صرف وحدت کسے نوش کرد — کہ دنیا و عقبیٰ فراموش کرد

(جو شخص خالص شراب توحید نوش کر لیتا ہے دنیا و عقبےٰ کو بھول جاتا ہے) جب تک غیر کا وجود باقی ہے اسکے لیئے نہ شراب ہے نہ ساقی ہے۔ بیت

تاکہ باشد یادِ غیرے در حساب — ذکر مولا از تو باشد در حجاب

(جب تک تیرے دل میں غیر اللہ بس رہا ہے حق تعالیٰ سے محجوب رہے گا) زاہد، عابد، علماء، صلحاء، اہل اسلام طاعت حق میں بے خود ہو کر مقام وحدتِ حق پر پہنچ گئے، شہود میں محو ہوئے اور واصل باللہ ہو گئے، غیر اللہ سے روگردانی کر کے مقرب حق بن گئے۔ دونوں کے درمیان زمین و آسمان کا فاصلہ ہے۔ ایک وہ ہے جو ایک لقمہ کھا کر سیر ہو گیا دوسرا وہ ہے دو جہانوں کی نعمت سے سیر نہیں ہوتا اور یہ نعرہ لگاتا ہے کہ "مُلکی اعظم ملک اللہ تعالےٰ" (میرا ملک، اللہ تعالےٰ کے ملک سے بڑا ہے۔) اگرچہ زاہد کا مقام فلک ہے عارف کا مقام حق ہے۔ عارف کا مقام یہ ہے "اولیائی تحت قبائی لا یعرفھو غیری" (میرے اولیاء میرے سینے میں بستے ہیں جنکو میرے سوا کوئی نہیں جانتا۔) یہ سچ ہے کہ عارفین جنت میں ہوتے ہیں لیکن انکی جنت کوئی (مادی) نہیں سبحانی ہے۔ انکی جنت یہ ہے "مافی الجنۃ احدٌ سوی اللہ" (انکی جنّت میں اللہ کے سوا کچھ نہیں۔) نہ کہ وہ جنت جس میں سونے اور جواہرات کے زیور ہونگے رباعی۔ آں لقمہ کہ در دہاں نگنجد بطلب — آں سر کہ در و نشان نگنجد بطلب

سرّیست میانِ دلِ درویش و خداوند — جبریل امین دراں نگنجد بطلب

(وہ لقمہ طلب کر جو منہ میں نہ سمائے وہ سر طلب کر کہ جسمیں نام و نشان باقی نہ رہے۔ درویش کے دل اور خداوند کے درمیان وہ راز ہے کہ جس سے جبریل امین بھی آگاہ نہیں وہ راز طلب کر) آں عزیز کا خط ملا جسمیں مجاہدات، ہجر و فراق اور مختلف کیفیات اور واردات کا حال مندرج تھا پڑھکر دل کو فرحت ہوئی۔ الحمد للہ علیٰ ذالک۔ امید ہے کہ اس

ہمت اور محنت سے جان و جہاد کی بازی لگاکر حق تعالیٰ تک رسائی ہو گی۔ بزرگوں نے کہا ہے کہ اگر صدق دل سے جانفشانی کرو گے تو وہی دیکھو گے جو دوسروں نے دیکھا اور وہی کہو گے جو دوسروں نے کہا یعنی انا الحق[1] اور سبحانی[2]۔ یہ مقام دور نہیں خصوصاً ایسے لئے جو حق سے بے حضور نہیں۔ جو نعمت ملی ہے مبارکباد۔ خدا زیادہ کرے۔ ہاں خواب میں دودھ پینے کی تعبیر ہے حصول معرفت بالخصوص جب اپنے پیر و مرشد کے ہاتھ ملے۔ یہ شیر بمنزلہ لاہیت ہے پستان ولایت سے مرید کو شیخ سے ملتا ہے۔ اور اسقدر ملتا ہے کہ صادق و واثق باللہ بن جاتا ہے۔ ذالك فضل الله يوتيه من يشاء والله ذو الفضل العظيم۔

عاقبت محمود باد۔

## مکتوب ۱۵۹

بجانب شیخ عزیز اللہ دانشمند برادرِ حقیقی حضرت شیخ

درجواب مسئلہ یعنی بیت شیخ سعدیؒ۔

عجبے نیست کہ سرگشتہ شود طالب دوست ۔ عجب اینست کہ من واصل و سرگردانم

حق حق حق ! . . . . . . ۔ یہ تباہ حال، سیاہ روے، بدکردار جہل و غفلت میں پڑا ہے زبان بند کردی گئی ہے۔ اگر کچھ پڑھتا ہے تو قبض (روحانی بندش) ہو جاتی ہے۔ پڑھنا دشوار ہو گیا ہے۔ اگر چہ کچھ پڑھتا ہے تو بھول جاتا ہے۔ تسبیح، اوراد، وظائف سے محروم ہے یہ خراب حال لکھے تو کیا لکھے۔ گم ہو گیا ہے۔ معرفت تو کیا اصل علم بھی نہیں رہا۔ لکھنا عالموں اور عارفوں کا کام ہے لیکن چونکہ احباب عالم اور عارف ہیں اور مسئلہ کا تعلق علوم ربانیہ اور وارداتِ سبحانیہ سے ہے ناچار جواب اپنی کم فہمی کے مطابق لکھا جارہا ہے واللہ اعلم بالصواب[1]

برادر عزیز ! آپکو کمالِ عرفان کے باوجود مندرجہ ذیل شعر پر اشکال ہے کہ

---

[1] انا الحق نعرہ حلاجؒ [2] سبحانی ما اعظم شانی نعرہ ابو یزید بسطامیؒ۔ [1] اگلے صفحہ پر۔

عجبے نیست کہ سرگشتہ شود طالب دوست    عجب اینست کہ من واصل سرگردانم

(تعجب کی بات یہ نہیں کہ طالبِ دوست پریشان حال ہے تعجب یہ ہے کہ میں بیک وقت واصل بھی ہوں اور مہجور بھی ۔) یہ شعر نکات و دقائق عرفانیہ کا حامل ہے ۔ جو کچھ لکھا ہے بہت خوب لکھا ہے، بہت اعلیٰ لکھا ہے اور بہت عمدہ لکھا ہے پڑھکر دل کو بے حد خوشی اور انشراح ہوا ہے ۔ الحمد للہ علیٰ ذالک ۔

یاد رہے کہ اگرچہ دنیا میں قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ محبوب سے ملکر اطمینان قلب اور آرام جان حاصل ہوتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے وانزل السکینۃ فی قلوب المومنین (مومنین کے قلب میں اطمینان نازل ہوا) لیکن شیخ سعدیؒ اس کلیہ کے برعکس تعجب کرتے ہیں اور اپنے کمال عرفان کی بنا پر فرماتے ہیں کہ یہ عجب وصال ہے اور عجب کمال ہے کہ عین وصال کی حالت میں ھل من مزید (اور لاؤ) کا نعرہ بھی جاری ہے اور اضطراب بھی ہے ۔ عزیزمن ! مصطفےٰ علیہ السلام مقام عرفان اور وصل میں فرماتے ہیں أيكم مثلي يطعمني ويسقيني ربي (میری طرح کون ہے مجھے اپنا رب کھلاتا ہے اور پلاتا ہے ۔) اپنے تسکین حال کے متعلق یہ بھی فرمایا من رانی فقد رای الحق (جسنے مجھے دیکھا حق دیکھا) اور حق تعالیٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کمال و جمال کی خبر یوں دیتا ہے ید اللہ فوق ایدیھم[۲] (اللہ کا ہاتھ انکے یعنی اصحاب کے ہاتھ پر ہے) اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ کہاں کا اضطراب اور حرمان (محرومی) ہے اور کیا سرگردانی ہے یہ تو مقام تسکین و تسلّی ہے ہر واصل کیلئے اسکی قدر کے مطابق ورنہ یہ حصول و وصول نہیں کہلائیگا امام جنیدؒ فرماتے ہیں الواصل ھو الحاصل عند ربہ (واصل وہ ہے جسکو اپنا رب حاصل ہے) اسکے باوجود مصطفےٰ علیہ السلام کمال اشتیاق میں فرماتے ہیں انا اعرفکم باللہ واخشکم واللھم اجعلنی من عتقائک و محرریک من النار نیز

---

[۱] سبحان اللہ ! کسقدر انکسار ہے ۔ عرفان کے میدان میں آپ بحر بے کراں ہیں لیکن عجز و انکسار کا کمال ہے کہ اپنے آپکو کچھ بھی نہیں سمجھتے ۔ یہ مقام کمال عبدیت، جامعیت، و نزول ہے جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا خاصہ ہے ۔ حرف عام میں یہ مقام بقا باللہ کے نام سے موسوم ہے ۔ [۲] یہ مقام کمال فنافی اللہ ہے کہ نبی علیہ السلام کا ہاتھ اللہ کا ہاتھ قرار دیا جا رہا ہے ۔

عارفوں نے انا الحق اور سبحانی کا دم بھی مارا ہے جو انکے کمال کو ظاہر کرتا ہے نہ کہ اضطراب کو۔ مصرعہ
واسطہ ایں قوم را بو حالۃ است (یہ قوم حق تعالیٰ کے ساتھ بالواسطہ نہیں بلا واسطہ مربوط ہے)
پس اگرچہ حق تعالیٰ کے قرب میں سکون حاصل کرتے ہیں اور وصل کے مزے اڑاتے ہیں انکے قلوب
میں عشق کا طوفان اسقدر زور مارتا ہے کہ مضطرب ہو کر رب ارنی انظر الیک کا نعرہ بلند
کرتے ہیں۔ اور پکار اٹھتے ہیں کہ ؎

عجب اینست کہ من واصل و سرگردانم (میں حالتِ وصل میں بھی مضطرب ہوں)

یہ بحرِ عمیق (گہرا سمندر) ہے جسکا کوئی کنارہ نہیں۔ عزیزمن زبانِ مرغاں مرغ
جانتے ہیں۔ اور رندوں کی بات رند سمجھتے ہیں شیخ جنیدؒ فرماتے ہیں ایماننا فی طریقنا
(ہمیں اپنے طریق پر ایمان ہے۔) بعض ایسے واصلانِ حق ہیں جو اپنے وصل میں آرام پاتے
ہیں اور مضطرب نہیں ہوتے اور فرماتے ہیں لیس فی جبتی سوی اللہ (کہ جبہ کے نیچے
خدا کے سوا نہیں) انکو اصحاب رائی کہتے ہیں چنانچہ صاحب لمعات سترہویں لمعہ
میں کہتے ہیں کہ اصحاب رائی سمجھتے ہیں کہ واصل ہو گئے ہیں اور مراد حاصل ہو گئی ہے۔
نیز بارہویں لمعہ میں فرماتے ہیں کہ جو شخص اس مقام پر پہنچ جاتا ہے اور اپنے آپ کو نیست
کر دیتا ہے اور یہ سمجھتا ہے کہ دوست کے ساتھ ایک ہو گیا وہ سفر کرنا یعنی اس سے آگے
بڑھنا بند کر دیتا ہے اور کہتا ہے کہ لا ھجرۃ بعد الفتح (فتح مکہ کے بعد ہجرت نہیں۔)
پس وہ اپنے خلوت خانہ میں بیٹھ جاتا ہے اور سفر (آگے بڑھنا) بند کر دیتا ہے۔ اس
حالت میں اسکا قلق (اضطراب) ختم ہو جاتا ہے اور ترقی رک جاتی ہے اور من و الی
(کہاں سے کہاں تک) اسکے لئے بے معنی ہو جاتا ہے۔ عوارف المعارف میں آیا ہے کہ
سقطت عنہ حرکات الطلب (اسکے اندر طلب ختم ہو جاتی ہے) عوارف میں
دیگر مقامات پر بھی طلب کو ترک کرنے کی مذمت آئی ہے۔

عزیزمن! طلب حق جاری رہنی چاہیئے کیونکہ بغیر طلب حق انسان جانور ہے۔
کسی نے خوب کہا ہے۔

ہر چہ جز حق بسوز و غارت کن ۔۔۔ ہر چہ جز دین از و طہارت کن

(جو کچھ حق تعالیٰ کے سوا ہے اُسے غارت کر اور جو کچھ خلاف دین ہے اسکو ترک کر)
اسکے بعد طلب حق میں مضطرب ہو جا۔ جب طلب اور اشتیاق بڑھ جاتا ہے تو
فضلِ حق دستگیری کرتا ہے اور عالم غیب سے نفحات ربّانی اور نسیمات سبحانی
شروع ہو جاتے ہیں اور تسکین حاصل ہوتی ہے جیسا کہ کسی نے کہا ہے رباعی

معشوق عیاں بود نمیدانستم  بامن بمیاں بود نمیدانستم
گفتم بطلب مگرہ بجائے برسم  خود تفرقہ این بود نمے دانستم

(معشوق ظاہر تھا مجھے معلوم نہ تھا میرے اندر تھا مجھے معلوم نہ تھا۔ میں نے سمجھا کہ
طلب کرونگا تو اسکے پاس پہنچ جاؤنگا۔ یہی تفرقہ کی بات تھی مجھے معلوم نہ تھا)
ایک اور واصل کا کہنا ہے ؎

در ہر چہ نظر کردم بغیر از تو نمے بینم  غیر از کسے باشد حقا چہ مجالست ایں

(جس چیز میں نظر کی تیرا غیر نہ دیکھا۔ تیرا غیر کون ہو سکتا ہے ناممکن ہے) اسکے باوجود
(یعنی اس وصال کے باوجود) کاملین واصل بھی ہوتے ہیں اور مضطرب بھی۔
عزیز من! اگرچہ علم و عقل کے بغیر چارہ نہیں کیونکہ دین کے تمام احکام عقل و علم پر
مبنی ہیں تاہم علم و عقل کے ذریعے حق تک رسائی نہیں ہوتی کیونکہ جس ترازو سے سونا
تولا جاتا ہے اس سے پہاڑ نہیں تولا جا سکتا۔ مردانِ خدا جنکو حق تعالیٰ تک رسائی
ہوئی وجد و حال سے ہوئی ہے اور سر مست ہو کر پکار اٹھتے ہیں ؎

شرف تسبیح و زنّارت یکے شد  تو خواہی خواجہ شو خواہی غلامے

(اے شرف تیرے لیئے اب تسبیح اور زنّار برابر ہیں اب چاہے تو آقا بن چاہے غلام)
اضطراب، حیرانی اور سرگردانی میں جب اپنے آپکو دیکھتے ہیں تو خدا کو پاتے ہیں اور
پکار اٹھتے ہیں ؎

تو من شدی من تو شدم  تو جاں شدی من تن شدم
تاکس نگوید بعد ازیں  تو دیگری من دیگرم

سلطان العارفین (حضرت بایزید بسطامیؒ) فرماتے ہیں کہ :-

من او را جستم خود را مے یافتم (میں اسکو تلاش کرتا تو اپنے آپکو پاتا تھا) یہ مقام طلب ہے کہ اگرچہ با حق ہے بمصداق آیۂ **وھو معکم اینما کنتم** (خدا تعالیٰ ہر وقت تمہارے ساتھ ہے) لیکن اپنے خیال سے وہ حق سے دور ہے اور غیر میں مشغول ہے۔ یہ سب تقییدات وہمی ہیں حقیقی نہیں۔ **الحق لیس معہٗ شئی** (حق کے سوا غیر کا وجود نہیں) حضرت بایزید بسطامیؒ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ اب تیس سال ہوئے کہ خود کو تلاش کرتا ہوں اور حق کو پاتا ہوں۔ یہ مقام وصول (وصل) ہے جہاں سے نکلنا محال ہے، یہاں وصل ہی وصل ہے تو پھر اضطراب کیوں اور سرگردانی کس وجہ سے؟ نیز عوارف المعارف میں بھی آیا ہے کہ حضرت ابو سعید قریشیؒ فرماتے ہیں کہ واصل وہ ہے جو حضرت حق تعالیٰ کے ساتھ ایک ہو جائے اور پھر کبھی جدا نہ ہو۔ یہ حضرات حق تعالیٰ کے وصال میں ایسے مستغرق ہوتے ہیں کہ انکو اپنی خبر بھی نہیں رہتی۔ اور نہ دونوں جہانوں کی خبر ہوتی ہے۔ سرگردانی اور پریشانی کا ان سے کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ برادرم شیخ جلال نے لکھا ہے کہ مجھ پر محویت طاری ہو جاتی ہے کبھی کم کبھی زیادہ اور دل ہمیشہ دلدار پر ہے۔ اور یہ ارحم الراحمین کا کرم ہے کہ روز بروز اس حال میں اضافہ ہے جس سے خوب اطمینان و آرام حاصل ہوتا ہے اور یقین حاصل ہوتا ہے کہ یہ جہاں غیر نما ہے غیر نہیں ہے حقیقت یہی ہے **ھو الاول والآخر والظاھر والباطن** (وہی اول ہے وہی آخر وہی ظاہر ہے وہی باطن۔) اب معلوم ہوا ہے کہ اس سے پہلے جسے ہم نے توحید سمجھا تھا وہ توحید لسانی اور تقلیدی تھی [۱] نہ کہ توحید کشفی و عیانی۔

---

[۱]۔ توحید تقلیدی کا مطلب یہ ہے قرآن اور پیغمبر علیہ السلام نے فرمایا کہ خدا ایک ہے اور ہم نے اس قول کی تقلید کی اور انکی بات مان لی۔ یہ ابتدائی حالت تھی۔ لیکن اب بعد از وصول چشم حقیقتبین سے دیکھ لیا ہے کہ واقع اللہ واحد لا شریک ہے اور اسکے ساتھ کسی چیز کا وجود نہیں، ہر چیز اسکے وجود میں شامل ہے اس مرتبۂ توحید کو توحید کشفی و عیانی کہا گیا ہے۔ یعنی کشف سے معلوم ہونا اور آنکھوں سے دیکھ لینا حقیقت کو۔ اسلئے وہ نالہ و فریاد برپا کرتا ہے

عزیز من! طالبان طلب اور جد وجہد میں خون دل پیتے ہیں۔ جان وجہان کی بازی لگاتے ہیں اور خداوند تعالیٰ تک رسائی حاصل کرتے ہیں اور خدا تعالیٰ کے ساتھ آرام پاتے ہیں۔ بیچارہ جوگی کہتا ہے ؎

سبل من پیاناچنتا ھرانے کھوتنوکوپتیائی    پھول تہی کلی بجھیا بولی سدھ ھدائی

یہ جو لکھا گیا ہے اضطراب طالبان ہے نہ واصلان۔ طالب جانتا ہے کہ بمصداق **وھو معکم** (وہ تمہارے ساتھ ہے) اللہ ہر چیز میں ہے اسلئے اسکی طلب میں تکلیف برداشت کرتا ہے۔

دوہو۔ سویوں پیاس نانک اپانی    بیوسوں راند سہاگن نانوں

جیساکہ اِس مثنوی میں ہے ؎

تشنہ از دریا جدائی میکنم    بر سر گنج گدائی میکنم
تشنہ مے میرم در طوفان ہمہ    وآنکہ آب از چشمۂ حیواں ہمہ

(میں دریا سے پیاسا ہو کر واپس جارہا ہوں اور خزانہ پر بیٹھا گداگری کررہا ہوں۔ طوفانِ آب کی حالت میں بھی تشنہ لب ہوں اور چشمۂ آب حیات میں بھی پیاس محسوس کرتا ہوں) اور وہ جو آپنے مچھلی کی حکایت بیان کی تھی یہ بھی مقام طلب ہے نہ کہ مقام وصول کیونکہ محرومی اور غم مقام طلب میں ہے نہ مقام وصول (وصال) میں۔ صاحب لسات لکھتے ہیں کہ جب تک تو کسی چیز کو تلاش نہیں کرتا نہیں پاتا۔ لہذا دوست کو بھی جب تک طلب نہ کروگے نہ پاؤگے اور کاملین کی طلب جو مقام وصول میں ہوتی ہے ظاہری عقل و فہم میں نہیں آتی۔ یہ انکے ساتھ مخصوص ہے۔ نابالغ بالغ کی بات نہیں سمجھ سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ عوام الناس کو انبیاء اور اولیاء کے ساتھ اعتقاد ہوتا ہے اعتراض نہیں ہوتا۔ اگرچہ ان حضرات کے احوال و اقوال انکی سمجھ میں نہیں آتے وہ خود کو قاصر اور عاجز سمجھتے ہیں اور انکو کامل سمجھتے ہیں۔ حضرت موسیٰ اور خضر علیہ السلام کا قصہ جو قرآن میں ہے اور اولیاء کے حالات بھی بہت ہیں۔ نیز مقام وصال بھی مانی ہوئی بات ہے جسمیں کوئی شک وشبہ نہیں۔ دراصل جسے وصول کہا جاتا ہے وہ درحقیقت وصول نہیں۔

کاملین چونکہ ہر قرب کے مقام پر ھل من مزید (اور لاؤ اور لاؤ) کے نعرے لگاتے رہتے ہیں ہر وقت اضطراب اور تشویش میں ہوتے ہیں۔ یہ انکے کمال کی علامت ہے کہ عمیق بحر اور سوز و گداز[1] کی وجہ سے نعرہ لگاتے ہیں کہ ع

عجب اینست کہ من واصل و سرگردانم (تعجب یہ ہے کہ میں واصل اور مہجور ہوں)

عزیز من ! دوستانِ خدا (اولیاء اللہ) اور واصلان حق تعالیٰ مقام تمکین پر ہر لحظہ اور ہر لمحہ نورِ مشاہدہ و ملاحظہ سے محجوب (محروم) نہیں ہوتے اور غیب نہیں ہوتے ہے

رہے نزدیک دوری از دوتائی　　　اگر یکتا شوی مردِ خدائی

(تو دوئی کی وجہ سے نزدیک و دور کا سوال پیدا کرتا ہے۔ اگر تو یکتا (واصل باللہ) ہو جائے تو مردِ خدا ہے) برادرم شیخ جلال نے جو کچھ لکھا ہے حق کہا ہے سبحان اللہ ! کیا مقام حاصل کیا ہے اسکے باوجود اپنی مفلسی (بے بسی) ظاہر کرتے ہیں اور اضطراب ظاہر کرتے ہیں اور ھل من مزید کے نعرے لگاتے ہیں۔ عزیز من طالبان کے دو حال ہوتے ہیں اور وہ ہر وقت طاری رہتے ہیں یعنی حالتِ تلوین و حالتِ تمکین۔ تلوین اسکو کہتے

---

[1] حضرت شیخ نے دو لفظوں میں سارا مسئلہ حل کر دیا ہے یعنی عمیقیٔ بحر اور سوز و گداز۔ عمیق کا مطلب ہے گہرائی اور سوز و گداز کا مطلب ہے دردِ عشق۔ ان کا مطلب یہ ہے کہ ذات حق چونکہ لامحدود ہے بحرِ عمیق کی طرح مدارج و منازلِ قرب لامحدود اور لاتعداد ہیں۔ طالب جسقدر قرب کی منازل طے کرتا ہے اوپر اور منزل دیکھتا ہے جب وہاں پہنچتا ہے تو اوپر اور منزل پاتا ہے غرضیکہ نہ منازل کی کوئی حد ہے نہ طالب کے دردِ عشق کی کوئی حد ہوتی ہے وہ وصل اور قرب کی جتنی منازل طے کرتا ہے اسکے دل میں طوفانِ عشق اسقدر ہوتا ہے کہ قرب، نہ وصال کی کسی منزل پر اسکی پیاس نہیں بجھتی اور ہر وقت ھل من مزید (اور لاؤ) کے نعرے لگاتا جاتا ہے۔ مرزا بیدلؒ نے اس حالت کو خوب بیان کیا ہے ع

همہ عمر با تو قدح زدیم و نرفت رنجِ خمارِ ما
چہ قیامتی کہ نمی رسی ز کنارِ ما بکنارِ ما

(ساری عمر ہم دوست کے ساتھ شرابِ وحدت و وصل کے پیالے نوش کیے گئے لیکن ہماری پیاس ہے کہ بجھنے میں نہیں آتی ہے محبوب کیا غضب ہے کہ تو میرے آغوش میں ہے میرے آغوش میں نہیں آرہا۔) یہی مقام جامعیت ہے جو بلند ترین مقام ہے کہ جہاں سالک بیک وقت فانی فی اللہ (واصل) اور باقی باللہ (مہجور) ہوتا ہے۔ جہاں فنا بقا بن جاتی ہے جیسا کہ خواجہ غلام فریدؒ نے فرمایا ہے ع شدہ عکس در عکس بین جا بجا۔ فنا بقا ہے (؟) مولانا رومؒ نے اس مقام کو لبِ دریا پر پیاسا رہنے سے تعبیر کیا ہے

بلندیوں اور کمزوروں کا حال ہے جو پردۂ غیب سے محجوب ہوتے ہیں اور کبھی کبھی اُن پر اسرار ظاہر ہوتے ہیں اور انکے ہوش گم ہو جاتے ہیں۔ لیکن تمکین کے مقام پر مشاہدۂ دوام ہے اس وقت وہ محویت سے نکل کر ہوش میں آتے ہیں اور عقل و دین کے مطابق احکام شرع پر عمل کرتے ہیں اور محویت و مستی کو عقل و دین پر غالب نہیں ہونے دیتے۔ اور یہ وہ مقام ہے خدا کے سوا کچھ باقی نہیں رہتا ؎

در ہر چہ بدیدیم ندیدیم بجز دوست　　　معلوم چنیں شد کہ کسے نیست مگر دوست

حدیث لی مع اللہ وقتٌ (مجھے حق تعالیٰ کے ساتھ ایک وقت آتا ہے کہ جہاں نہ کسی پیغمبر کی رسائی ہو سکتی ہے نہ فرشتہ کی) اسی مقام تلوین و تمکین کی خبر دیتی ہے یہ عمیق بحر کا نتیجہ ہے۔ کمال بر کمال اور جمال بر جمال ہے اور خرّ موسیٰ صاعقہ (موسیٰؑ بے خوف ہو کر گر پڑے) اور خرّ راکعاً و اناب سے بھی یہی مقام ظاہر ہوتا ہے۔ شیخ سعدیؒ شاید اسی کمال حال میں مست ہو کر پکار اٹھے کہ عجب اینست کہ من واصل و سرگردانم۔ اور یہ جو حق تعالیٰ نے فرمایا ہے لقد خلقنا الانسان فی کبد (ہم نے انسان کو رنج و غم میں پیدا کیا) اس کا مطلب وہی رنج و الم ہے جو (قرب کے باوجود) دوری میں محسوس ہوتا ہے خواجہ نظامیؒ فرماتے ہیں ؎

خاکِ تو آمیختۂ رنجہا است　　　بر سرِ ایں خاک بسے گنجہا است

(اے انسان تیری خاک میں رنج و غم کی آمیزش ہے لیکن اس خاک میں بے شمار خزانے پنہاں ہیں) یہ رنج کیا ہے سرگردانیٔ طلب ہے بلکہ انسان کی فطرت اور جبلّت میں یہی رکھا گیا ہے کہ محنت و بلا کے سوا چارہ نہیں۔ لا تبدیل لخلق اللہ (اللہ کی بنائی ہوئی فطرت میں تبدیلی نہیں) اس لحاظ سے انبیاءؑ اولیاء اور خاص و عام سب برابر ہیں۔ دنیا دار محنت اور دارِ بلا ہے پس رنج کونی (دنیاوی غم) کے ساتھ اگر گنج سبحانی (خدائی خزانہ) مل جائے تو کیا تکلیف ہے کہ مردانِ خدا ایک لمحہ میں عرش سے گزر کر لامکان میں پہنچ جائیں اور حق تعالیٰ کے اسرار و رموز بیان کرتے ہیں۔ اور پھر کون و مکان میں واپس اگر رنج و غم میں مبتلا ہوتے ہیں زہے رنج و زہے گنج (کیا ہی اعلیٰ رنج ہے اور کیا ہی اعلیٰ گنج ہے) سُبْحَانَ الَّذِیْ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلًا۔ عزیز من یہ جہان ہی اور ہے اور یہ راز ہی اور ہے جس سے بشر کو آگاہ

کیا جاتا ہے نہ کہ ملائکہ کو۔ ملائکہ ہر چند کہ فلک پر ہیں اور تسبیح و تہلیل میں مشغول ہیں اس رنج اور اس گنج سے محروم ہیں کیونکہ یہ عالم عشق و محبت ہے۔ تسبیح و تہلیل ان کا کام ہے لیکن دولت یحبہم و یحبونہٗ (اللہ انسے محبت کرتا ہے اور وہ اللہ سے) سے بے بہرہ ہیں "وَیَنْصُرَ اللّٰہُ نصراً عزیزاً" (فتح عظیم عطا کرتا ہے) کا تاج بشر کے سر پر رکھکر اور دونوں جہانوں کا بادشاہ بنایا گیا ہے اور کون ہے جس کو یہ دولت نصیب ہے۔ بظاہر بشر ہے لیکن صاحب خبر ہے (صاحب کشف و وحی) انما انا بشر مثلکم یوحیٰ الیّ انما الٰھکم الٰہ واحد (میں تمہاری طرح بشر ہوں[1] لیکن (فرق یہ ہے کہ) مجھ پر وحی نازل ہوتی ہے کہ تمہارا معبود وہی ایک معبود ہے۔)

رباعی

صاحب خبرا کہ عالم دلدار اند | در نکتۂ غیب محرم اسرار اند
در آئینہ صفاشاں زنگے نیست | زاں روے زنقش دونِ حق بیزار اند

(صاحب خبر حضرات کو محبوب حقیقی کے شناسا ہیں عالم غیب کے اسرار سے آگاہ ہیں انکے قلب زنگ آلودہ نہیں ہوتے اسوجہ سے وہ غیر اللہ سے بیزار ہیں)

عزیز من! مقام طلب کرو۔ مقام وصول و مستی ہم نے بیان کر دیا ہے۔ یہی طلب ہے جسکو

---

[1] علامہ شبلی نعمانی لکھتے ہیں کہ تمام آدمی اور جس پر وحی نازل ہو ان دونوں کے درمیان اتنا فرق ہے جتنا ایک جانور اور انسان کے درمیان ہے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ اس سے بھی زیادہ فرق ہے کیونکہ ایک جانور اور انسان کے درمیان صرف عقل کا فرق ہے۔ جانور بے عقل اور انسان با عقل ہے۔ لیکن ایک عام انسان اور صاحب وحی کے درمیان وحیٔ الٰہی کا فرق اور وحی الٰہی انسانی عقل و فہم سے بدرجہا برتر ہے۔ لہذا جسطرح کسی انسان کو جانور کہکر پکارنا اگرچہ اسکی بے عزتی ہے لیکن اتنا نہیں جتنا کہ ایک صاحب وحی کو انسان کہکر پکارنا۔ باقی یہ کہ قرآن میں حضور اقدس کو بشر کہا گیا ہے کہنے والا اللہ واحد لاشریک ہے وہ کہہ سکتا ہے۔ کسی انسان کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ بھی اللہ کی زبان اختیار کرے۔ صاحب وحی کے لیے جو بشر نہیں "صاحب وحی بشر" ہے۔ اگلی رباعی میں صاحب وحی کی عظمت بیان کی گئی ہے۔

سر گردانی اور حیرانی کا نام دیا گیا ہے ۔ رباعی

آہ کہ آں یار وفادار نیست  آہ کہ آں شوخ وفادار نیست

دلم خون شدہ در کار او  آہ در و ہیچ رہے کار نیست

(آہ میرا محبوب وفادار نہیں آہ وہ شوخ بے وفا نکلا ۔ اِدھر میرا دل خون ہو چکا ہے اُدھر وہ ٹس سے مس نہیں ہوا ۔)

اور وصول (وصال) میں حصول اور اطمینان ہے مصرع: ۔ چوں یافتہ ام جرأت جویم (جرات پائی تو جو پایا ہوا ۔) بیت : ۔

ہر کرا ایں آفتاب اینجا بتافت  آنچہ آنجا وعدہ بود اینجا بیافت

(جس کسی پر اس دنیا میں آفتاب حقیقت چمکا جو کچھ آخرت کا وعدہ تھا اِس دنیا میں مل گیا) اور مستی و محویت میں شور عشق اور استغنا ہے جیسا کہ کسی نے کہا ہے ۔

مامستِ الستیم قضا را نشناسیم  کز غایت مستی سر و پا را نشناسیم

(ہم مستِ الست ہیں قضا و قدر کی ہمیں خبر نہیں غایتِ مستی میں سر اور پاؤں کی خبر نہیں) کہ مقام عبودیت وصحت عقل (جسکو بقا باللہ و جامعیت کہا جاتا ہے) میں مستی کی بجائے سر گردانی ہے خواہ انبیاؑ ہوں یا اولیاء وما ادری مایفعل بی ولابکم ان اتبع الا ما یوحیٰ الیَّ وما انا الا نذیر مبین ولو کنت اعلم الغیب لاستکثرت من الخیر وما مسنی السوء ان انا الا نذیر وبشیر لقوم یؤمنون ط یہ عالم قضا و قدر ہے جو انبیاء اور اولیاء کے لیئے کمر شکن ہے ۔ بہت دفعہ جو مانگتے ہیں نہیں پاتے اگرچہ صاحب ولایت و صاحبِ تصرف (صاحب کشف و کرامات) ہیں عجز و نیاز وانکسار کے سوا چارہ نہیں ۔ اور بندگی اور سر افندگی (سر جھکانے) کے بغیر گزارہ نہیں ۔ اسلیئے ایک بزرگ نے کہا کہ قَتَلَتْنِیْ مسئلۃ القضاء و قدر (مجھے مسئلہ قضا و قدر نے مار ڈالا ہے) اور یہ جو کہا گیا کہ العجز عن درک الادراک ادراک (حقیقت

---

عـ۱ قول صدیق اکبر رضؓ ۔

سمجھنے میں اپنی عجز و عدم قابلیت کا اقرار کرنا ہی حقیقت کا سمجھنا ہے) اس سے مراد یہ ہے کہ راہِ کُنہ مسدود نہیں نہ یہ کہ تسکین و آرام مفقود ہے۔ اور تشنگیٔ وقت اور حرارتِ اشتیاق ہر شخص کے لیئے اسکے حوصلہ کے مطابق ہوتی ہے۔ بعض حضرات حالتِ وصال میں تسکین پاتے ہیں اور ہمیشہ مشاہدہ (مقام فنا) میں رہنا پسند کرتے ہیں۔ اور خدا کے سوا نہ کسی کو دیکھتے ہیں نہ جانتے ہیں۔ محمدؒ واسعؒ فرماتے ہیں مَا رَاَیْتُ شَیْئًا اِلَّا وَقَدْ رَاَیْتُ اللّٰہَ فِیْہِ (میں نے جس چیز کو دیکھا اس کے اندر اللہ کو دیکھا) اصل چیز اشتیاق (سوز و گداز) ہے کہ مشاہدہ کے باوجود بے قراری ہی بے قراری ہے۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں لَوْ کُشِفَ الْغِطَاءُ مَا ازْدَدْتُ یَقِیْنًا[1] (اگر پردہ بھی میرے سامنے سے اٹھ جائے تب بھی میرے یقین میں اضافہ نہ ہوگا) اور بعض حضرات عین وصال (فنا) کے وقت وسیع ظرفی کی وجہ سے جسقدر شرابِ شہود نوشں کرتے ہیں ھل من مزید کے نعرے لگاتے ہیں۔ جیسا کہ شیخ سعدیؒ فرماتے ہیں ؏

عجب اینست کہ من واصل سرگردانم ۔

عجز از ادراک کا دوسرا مطلب عام ہے جیسا کہ وَمَا تَدْرِیْ نَفْسٌ مَاذَا یَکْتَسِبُ (کسی کو معلوم نہیں کل کیا کرے گا) سے ظاہر ہے کہ (مستقبل کے حالات سے بے خبر ہو کر) انبیاء اور اولیاء سرگردان ہیں کسی نے خوب کہا ہے غزل

| | |
|---|---|
| سبحان خالقے کہ صفاتش ز کبریا | بر خاک عجز مے فگند عقل انبیاء |
| گر صد ہزاراں قرن ہمہ خلق کائنات | فکرت کنند در صفتِ عزت خدا |
| آخر بعجز معترف آیند کہ اے اِلٰہ | دانستہ شد کہ ہیچ ندانستیم ما |

(پاک ہے خالق کائنات جسکی عظمت کی وجہ سے انبیاء کے عقل بھی خاک میں مل گئے اگر لاکھوں برس ساری خلقت حق تعالیٰ کے اوصاف کے ذکر میں لگی رہے تو آخر عاجز آکر یہ تسلیم کرنا پڑیگا کہ بار خدایا ہم نے کچھ نہیں جانا۔) نیز احکام و امورِ ظاہر میں بھی علماء سرگردان ہیں جیسا کہ امام اعظمؒ نے فرمایا لَا اَدْرِیْ مَا الدَّھْرُ (مجھے یہ معلوم نہ ہوسکا کہ زمانہ (کائنات) کیا ہے)

---

[1] پردہ کا اٹھ جانا یعنی رویت کا حاصل ہونا عین الیقین ہے جب انکو اس سے بلند تر مقام یعنی حق الیقین حاصل تھا کہ پردہ اٹھنے سے کیا فرق پڑتا ہے۔ اس سے بھی سوز و گداز اور بلندی و وسعتِ ظرف ظاہر ہے۔

یہ سرگردانیٔ علماء ظاہر ہے احکام ظاہر میں۔ کہ جب وہ حیران ہو کر اپنے علم کو خدا کے علم کے تحت کر دیتے ہیں اور لا ادری (میری سمجھ میں نہیں آتا) کا اقرار کرتے ہیں۔

اسی طرح مقام معرفت و مشاہدۂ حق میں بھی شک کی وجہ سے "لا ادری" کہتے ہیں لہٰذا کیفیت کی دو اقسام ہیں اوّل یہ کہ اعتقاد راسخ ہے لیکن طلب نارسیدہ ہے جس سے حیرانی لاحق ہوتی ہے جیسا کہ شیخ سعدیؒ نے فرمایا ہے ؎ عجب اینست کہ من واصل و سرگردانم۔

دوم یہ کہ واصلین مشاہدہ میں غرق ہیں اور انکو حق کے ساتھ اطمینان و سکون حاصل ہے **وھو معکم اینما کنتم** (وہ تمہارے ساتھ ہے جہاں بھی تم ہو) کی دولت انکو حاصل ہے۔ جیسا کہ شیخ جلال نے لکھا ہے کہ ریب در غیب است چوں غیب نہ ماند ریب نہ ماند (شک کی گنجائش حالتِ غیوب میں ہے۔ جب غیبت نہ رہی اور مقامِ حضوری حاصل ہو گیا تو ریب (شک) ختم ہو گیا۔ پس یہاں حیرانی اور سرگردانی کو دخل نہ رہا۔) شہود (مشاہدہ) کے سوا انکو کوئی کام نہیں ہوتا۔ **ولبثوا دا دوا ایمانا مع ایمانھم واذا تلیت علیھم آیاتہ و زادتھم ایمانا**۔ یہ حضرات اپنی ہمت کے مطابق تشنگی محسوس کرتے ہیں اور حیرانی کی حالت میں پکار اٹھتے ہیں۔ ؎ عجب اینست کہ من واصل و مہجورم۔

عزیزِ من! ہمارا اعتقاد یہ ہے کہ سراج امت (امام اعظمؒ) نے **لا ادری ما الدھر** (میری سمجھ میں نہیں آتا کہ دہر کیا ہے) عرفان، ذوق اور شہود ربانی کی وجہ سے کہا نہ کہ حیرانی و سرگردانی کی وجہ سے۔ دہریہ خدا کو نہ دیکھ سکا نہ پا سکا اسلیئے دہر کا قائل ہو گیا اور غیر سے مائل ہو گیا۔ اور ہمیشہ کے لیئے محجوب (محروم) رہا۔ لیکن امام ابو حنیفہؓ نے خُدا کو پایا اور غیر کو نہ دیکھا اسلیئے فرمایا لا ادری الدھر یعنی میں خدا کو جانتا ہوں دہر کو نہیں جانتا (یعنی دہر کو کچھ نہیں سمجھتا۔) نہ غیر کو جانتا ہوں۔ **لیس معہ غیرہٗ ھو اللہ الواحد القھار والدھر اسمٌ من اسماء اللہ** (اسکے ساتھ کسی کا وجود نہیں اللہ واحد اور قہّار (غالب) ہے دہر اللہ کے ناموں میں سے ایک نام ہے) عرفان کا راز ہے اور غیر کا وجود نہیں۔

اور یہ جو آپنے لکھا ہے کہ مصرعہ۔ از غایت ظہور عیانم پدید نیست۔

(وہ شدّتِ ظہور کی وجہ سے نظر نہیں آتا۔) عزیز من شدّتِ ظہور خدا تعالیٰ کی صفت ہے اور خدا تعالیٰ ظاہر و حاضر ہے غائب نہیں ہے۔ ناچار طالب بیچارہ نارسیدہ سرگردان ہے کہ عین ظہور میں محروم ہے اور خدا رسیدہ آرام و سکون میں ہے وھو الحق ذو القوۃ المتین۔

اور آپنے یہ جو ہندی دوہرہ لکھا ہے ؎

جی پیو سیج تو نیند کس ہے پرویس تو یوں      برہ بروہی کامنی ناسکھ یوں نڑیوں

اسکا مطلب یہ ہے کہ عاشق بیچارہ مشاہدۂ دوست اور ذوق وصال میں مستغرق ہے اور اپنے آپکو بھول گیا ہے۔ اور حالت فراق میں سوز و گداز میں مستغرق ہے اور اپنے آپکو بھول گیا ہے۔ دونوں حالتوں میں اپنے آپکو دوست پر قربان کر چکا ہے۔ بیت

"بے قراری عشق شور انگیز      شر و شورے افگندہ در عالم"

(عشق کی بیقراری نے شور برپا کر رکھا ہے اور جہان میں فتنہ ڈال دیا ہے۔) یہ عالم عشق ہے عالم سلوک اور ہے اور عالمِ عشق اور ہے۔ عالم سلوک میں سیر الی اللہ (اللہ کی طرف سفر) ہے اور عالم عشق میں احتراق فی اللہ (عشق الٰہی میں جل جانا) عشق بیان سے باہر ہے اور بیان کے قابل بھی نہیں۔ بیت

حرفِ عشق از سرِ زبان دور است      شرح ایں آیت از بیان دور است

(حرف عشق بیان سے باہر ہے اس مضمون کی شرح بیان سے باہر ہے)

اور یہ جو آپنے لکھا تھا کہ نزدیکوں حیرانی زیادہ ہوتی ہے (یعنی مقرب بارگاہ زیادہ پریشان رہتے ہیں۔) وَالْمُخلِصُونَ علیٰ خطر العظیم (مخلص لوگ بڑے خطرے میں ہوتے ہیں) اسکا مطلب یہ ہے کہ نزدیکان و مخلصان اگرچہ حق تعالیٰ کے قرب میں ہوتے ہیں انکی حیرانی اور خطر و خوف مقام عبودیت میں حق تعالیٰ کی عظمت اور الوہیت کی وجہ سے ہوتا ہے قرب اور وصال کی وجہ سے سرگردان و حیران نہیں ہوتے کیونکہ قرب و وصالِ حق میں تو دائمی تسکین اور تمکین ہے جہاں نہ کوئی قلق (دکھ) ہے نہ شک۔ کیونکہ قلق اور شکوک سب عالم کون و مکان کا خاصہ ہے اور واصل باللہ حضرات کا مقام کون و مکان سے بالاتر ہے طالبین جیسی حیرانی و سرگردانی

انکو لاحق نہیں ہوتی ۔ اسکے باوجود عبد ذلیل ورتِّ جلیل (بندہ ذلیل ہے اور رب تعالیٰ عظیم الشان ہے)
حق ہے کیونکہ رب جلیل کی عظمت کے سامنے بندۂ عبد کی عبودیت ہے اس لحاظ سے تمام انبیاء
و اولیاء حیران و سرگردان ہوتے ہیں یہ اور بات ہے ۔ اور عالم وصول (وصال) اور بات ہے ۔
عالم وصال میں تمام قرار اور تسکین ہے نہ شک ہے نہ خوف ۔ ہاں کاملین اپنے کمال کی وجہ سے ہر
وقت تشنگی محسوس کرتے ہیں ۔ جسقدر شرابِ وصل و شہود کے پیالے پیتے ہیں سیر نہیں ہوتے
اور رب ارنی انظر الیک کے نعرے لگاتے ہیں ۔ یہ عرفان حالی اور وجدانی ہے نہ لسانی اور قالی ۔
لیکن افسوس کہ اہل ظاہر کو اسبات کی خبر نہیں ہوتی نہ وہ اس بات کو سمجھ سکتے ہیں ۔ یہ بات
ان حضرات کا خاصہ ہے جو شراب غیب نوش کرتے ہیں اور عالم اسرار میں بسر کرتے ہیں ؎

خواجہ پندارد کہ مرد حاصلم　　　حاصل خواجہ بجز پندار نیست

(مولانا صاحب سمجھتے ہیں کہ ہمیں سب کچھ حاصل ہے لیکن جو کچھ انکو حاصل ہے فخر و رعونت
کے سوا کچھ نہیں) ہاں اگر اس قسم کی پشیمانی انبیاء اور اولیاء کو لاحق ہوتی ہے وہ اسوجہ سے
ہوتی ہے کہ کمال کے باوجود حضرت حق تعالیٰ کی بارگاہ میں وہ اپنے آپکو حقیر و پُر تقصیر بت پرست
اور زنار پوش سمجھتے ہیں ۔ حیرت زدہ ہوتے ہیں اور حسرت سے کہتے ہیں کہ صرفنا العمر فی لھو و
لعب فاھاثم فاھاثم فاھاثم (ہم نے عمر لہو و لعب میں برباد کردی افسوس در افسوس در افسوس)
اسکا مطلب یہ نہیں کہ وہ صاحب وصول و حصول و تسکین و تسلی و اطمینان و ایقان نہیں
ہیں یہ امر بالکل واضح اور ظاہر ہے جس میں شک و شبہ کی گنجائش نہیں ۔ پس ھنیئاً لارباب
النعیم وکذالک نری ابراھیم ملکوتُ السّمٰوات والارض ولیکون من المومنین کا ورد لگاؤ
اور تمکین و تسکین کے ساتھ میدان تحقیق سے مردانہ وار سلامتی سے گزر جاؤ ۔
عزیز من! دنیا دارِ ابتلا (دکھ کا گھر) ہے اور آخرت دارِ جزا ہے ۔ آج خواہ کوئی عارف
ہے یا واصل غم میں مبتلا ہے اولیاء کو خوف جلال و عظمت ذات خدا ہے اور خوف آخرت
و طلب دیدار تمام مومنین کو لاحق ہے ۔ کیونکہ اگرچہ واصل باحق ہیں شوقِ دیدار
میں ہر شخص مبتلا ہے یہ اسلام میں قاعدہ کلیہ ہے ۔ جیسا کہ کسی نے کہا ہے ؎

دراں روز کہ یکشائی سر اپردۂ زیبائی　　　بفضل خویش بنمائی مرا دیدار یا اللہ

(جس روز کہ تو اپنے چہرہ زیبا سے پردہ اٹھائے اپنے فضل و کرم سے مجھے دیدار کرانا یا اللہ)

عزیز من! بندہ بنو اور بندگی میں رہو لیکن اپنی بندگی (نفس کی غلامی) نہ کرنا۔ تاکہ دونوں جہانوں میں فلاح پاؤ۔ یہ ہے آپکے خط کا مختصر جواب۔ اس میں اگرچہ تکرار ہے تاہم پُر اسرار ہے بیت۔

ذوق دو جہان گیرم در یادِ تو اے دوست    ہر بار کہ نام تو مرا در دہن آید

(جب بھی تیرا نام اے دوست زبان پر آتا ہے دو جہان کا ذوق حاصل ہوتا ہے)

اور آپنے یہ جو لکھا ہے کہ حب الوطن من الایمان (وطن کی محبت ایمان کا تقاضہ ہے) بہت اچھا لکھا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ تباہ حال دوستوں کی صحبت سے دور پڑا ہوا ہے اور یہ جو آپنے اپنے متعلق لکھا ہے سچ ہے احباب اگرچہ مشرق میں ہوں اہل مغرب کی مدد کرتے ہیں۔ حضرت مصطفٰے علیہ السلام اویس قرنی رضؓ کی امداد فرمایا کرتے تھے حالانکہ وہ حضور اقدسؐ کی صحبت سے مشرف نہ ہوئے تھے۔ لیکن یہ تباہ حال، روئے سیاہ نہ کوئی حال رکھتا ہے نہ مقام آپنے جو کچھ لکھا ہے حسنِ ظن سے لکھا ہے۔ نسخہ شرح لمعات عشق و معرفت سے لبریز ہے ہمیشہ اسکا مطالعہ رکھنا چاہیئے تاکہ حقائق و اسرار منکشف ہوں۔ بیت

در گور برم از سرِ گیسوئے تو تارے    تا سایہ کند بر سرِ من روز قیامت

(اے محبوب تیری زلف کا ایک بال اپنے ساتھ قبر میں لے جاؤنگا تاکہ قیامت کے روز مجھ پر سایہ افگن ہو)

عاقبت محمود باد بالنبی و آلہ الامجاد۔

# مکتوب ۱۶۰

بجانب شیخ جلال در بیان سہ طائفہ و بیان آنکہ
ہستی بر جا است و بر صحرا است
و دلیلِ ہستی خدا است

حق حق حق

بعد حمد صلوٰۃ ابد، کمال مشاہدۂ شہود، مشاہدۂ ذوالجلال شیخ الاسلام برادرم شیخ جلال زید عرفانہٗ، وشہودہٗ باللہ علی الدّوام والاتمام از فقیر، حقیر، دوختہ (خستہ)، سوختہ (جلا ہوا) و ہیچ نپوختہ (ناتمام) ستر سال سے زیادہ عمر گذر چکی ہے لیکن نسیم جمال دوست سے محروم ہے، اور سیاہ روئی، بدخوئی، بدبوئی کے سوا کچھ حاصل نہیں نہ روئے دوست نصیب، ہے نہ بوئے دوست، نہ خوئے دوست۔ ہر وقت آہ و نالہ اور فریاد سے کام ہے۔ ہے

دستگیرے نہ و پائے ارادت در گل　　　آشنا نہ و دریائے غمت بے پایاں

(پاؤں، دَل دَل میں پھنس چکے ہیں اور دستگیر نہیں۔ کوئی یار و مددگار نہیں، اور دریائے غم بے پایاں) میری دعائے شوق ربّانی اور ذوق سبحانی آپکے شامل حال ہے۔ آپکا خط موصول ہوا۔ دل کو فرحت ہوئی، رباعی

خرّم آں روز کہ از یار پیامے برسد　　　تا دل غمزدہ یک لحظہ بکامے برسد
عجبے نیست کہ گر زندہ شود جانِ عزیز　　　چوں ازاں یارِ جدا ماندہ سلامے برسد

(مبارک ہے آں روز کہ دوست کا پیام ملے۔ جس سے دلِ غمزدہ کو آرام ملے۔ کیا عجب کہ زندہ ہو جائے دلِ مردہ میرا۔ جبکہ اس یارِ جدا ماندہ کا سلام ملے)

شاید جنت میں یہی راز ہے قل بلیٰ در بیّ لتبعثنّ اسی راز کے متعلق ہے۔ وگرنہ ہیہات ہیہات بلا تو بعد دن لازم آتا ہے موہوم جز معدوم نہیں اور بعث اور جزا تا معلوم نہیں

لیکن ذالک علی اللہ ۔ سے حیرت ہوتی ہے اور مردہ زندہ ہو جاتا ہے کیونکہ دوست کی خبر پاتا ہے اِنی لاَجد ریح یوسف لولا ان تفندون میں یہی راز ہے ۔ عشق بازی چل رہی ہے بیت

عاشق حسن خود است آں بے نظیر        حسنِ خود را خود تماشا میکند

(عاشق حسن خود ہے وہ بے نظیر ۔ حسنِ خود کو دیکھتا ہے بے نظیر) تو اپنا عقیدہ مضبوط رکھ بیت

ہر نقش خود ست فتنہ نقّاش        کس نیست درمیاں تو خوش باد

(اپنا نقش آپ بنا رہا ہے وہ مشّاق ۔ غیر کا وجود نہیں خوش باش) خدا بین خدا کو دیکھتا ہے اور غیر بین غیر میں پھنس جاتا ہے ۔ پس خلقت کے تین طبقات ہیں ۔ پہلے طائفے کا تعلق اسباب سے ہے اور غیر بین رہ کر ہمیشہ کیلئے دوست سے محجوب (محروم) ہوگیا ۔ اسنے اشیائے کائنات کے وجود کو حقیقی سمجھا اور غیر اللہ کا قائل ہوا ۔ البتہ غیر کا وجود ممکن (حادث) ہے لیکن حقیقی نہیں ہے ۔ ممکن اپنی ذات سے قائم نہیں ہوتا ۔ واجب کے ساتھ ممکن ہوتا ہے اور اسی کو ممتنع[1] کہا گیا ہے ۔ تم اپنی آنکھ کو قبضے میں رکھو اور ہر چیز میں جمالِ دوست کا مشاہدہ کرو ۔ رب المشرق والمغرب لاالہ الاھو فاتخذہ وکیلا پر غور کرو اور دوست کا جلوہ ہر چیز میں دیکھو ۔ مثنوی

نہاں اندر نہاں شد جمالش        بگوشِ دل کند فہم کمالش

نہاں بیند جمالش آشکارا        شود عاشق بروئے خوش نگارا

(پوشیدہ در پوشیدہ ہے جمال یار ۔ بگوشِ دل سمجھو کمال یار)

(نہاں کو آشکارا دیکھتا ہے ۔ چاہتا ہے جو روئے یار) وھو معکم اینما کنتم (جہاں دیکھو روئے یار ہے ۔) اپنے جمال کو اسنے صحرا میں ڈالدیا ہے ۔ لیکن تو خود

[1] عرفاء نے وجود کے تین مراتب بتائے ہیں اول واجب الوجود دوم ممکن الوجود سوم ممتنع الوجود واجب الوجود سے مراد وجود ذات حق ہے ممکن الوجود سے مراد وجود کائنات ہے اور ممتنع الوجود لاموجود الا اللہ ہے ۔

بینی اور غیر بینی کی وجہ سے اسباب کو دیکھتا ہے اور غیر کا قائل ہوتا ہے، ہمیشہ غیر کی قید میں رہتا ہے اور اپنے خدا کو نہیں جانتا۔

دوسرا طائفہ وہ ہے جو اسباب سے گزر جاتے ہیں، اور زمین و آسمان، بارش و باران، دانہ و ہوا کو نہیں دیکھتے اور دل دوست کے ساتھ لگاتے ہیں اور یقین رکھتے ہیں کہ دوست بغیر اسباب و علت جو چاہے وجود میں لا سکتا اور معدوم بھی کر سکتا ہے جیسا کہ چوب موسیٰؑ و مارِ موسیٰؑ۔ یہ طائفہ اہل عبادت اور اہل آخرت کا ہے یہ لوگ ہمیشہ عبادت میں رہتے ہیں اور اوراد و وظائف میں مشغول رہتے ہیں اور کمالِ اتقیٰ کی وجہ سے ملائکہ کے مقام تک پہنچ جاتے ہیں۔ اور صاحب ولایت، صاحب کرامت اور صاحبِ قدرت ہو جاتے ہیں۔ اور اپنے کمال کی وجہ سے ایک لمحے میں مشرق سے مغرب تک پہنچ جاتے ہیں۔ فرش سے عرش تک اور عرش سے فرش تک پہنچ جاتے ہیں اور خلق پر اپنی کرامات ظاہر کرتے ہیں۔ اولٰئک ھم الابرار (یہ لوگ ابرار کہلاتے ہیں)۔ اگرچہ یہ حضرات دین اور یقین کے لحاظ سے مہ جبین ہیں لیکن بے جمال دوست و بے ضرب یقین بے مغز در پوست کی طرح ہیں۔ ابھی شکم مادر میں ہیں اور مردِ میدان نہیں ہوئے۔ اشراق نور حق تک نہیں پہنچے۔ اگرچہ شہرت حاصل کر لیتے ہیں لیکن کم ہمت ہوتے ہیں اور کشف کونی[1] میں رہ جاتے ہیں۔

تیسرا طائفہ ان حضرات کا ہے جنکو کشفِ حقائق حاصل ہے حق الیقین کا مرتبہ پاتے ہیں اور ہر وقت مشاہدہ حق تعالیٰ میں غرق رہتے ہیں۔ جو کچھ جانتے ہیں دوست کو جانتے ہیں اور جو کچھ دیکھتے ہیں دوست کو دیکھتے ہیں۔ بیت

در ہر چہ بدیدیم ندیدیم بجز دوست ۔۔۔ معلوم چنیں شد کہ کسے نیست مگر اوست

---

[1] کشف کی عام طور پر دو اقسام ہیں کشف کونی اور کشفِ حقائق۔ کشف کونی کا تعلق دنیا کے حالات سے ہے مثلاً ماضی و مستقبل کی باتیں معلوم کرنا۔ قبر کا حال معلوم کرنا۔ لوگوں کے دلوں کا حال معلوم کرنا وغیرہ۔ کشفِ حقائق کا تعلق عالم قدس یعنی حق تعالیٰ کی ذات و صفات کے رموز اور کائنات کے اسرار و رموز کا جاننا ہے۔

(جس چیز کو دیکھا نہ دیکھا مگر دوست۔ معلوم ہوا نہیں کچھ مگر دوست) وہاں جبریل امین کی رسائی نہیں۔ نہ عرش و فرش کا نام ہے۔ بیت

مئے حرف وحدت کسے نوش کرد — کہ دنیا و عقبیٰ فراموش کرد

(کیا جسنے مئے وحدت کو نوش۔ ہوئی اس سے دنیا و عقبیٰ فراموش)
اگرچہ یہ حضرات مستور (پوشیدہ) ہوتے ہیں دوست، کے حضور میں ہوتے ہیں۔ اور نورٌ علیٰ نور ہوتے ہیں۔ خداوند عالم جسکے نصیب کرے۔ اگر قسمت یاوری کرے تو مرشد عالی مقام کے ذریعے یہی مقام حاصل کرنا چاہیئے۔ اولٰئکھم المقربون (مقربین یہی ہیں) اے برادر جہاں تک ہو سکے غم دین کھانا چاہیئے کیونکہ غم دین کے سوا کچھ نہیں۔ یہ مردان خدا کا کام ہے جو غم دین کھاتے ہیں اور سلامت نکل جاتے ہیں۔ نشستن وگفتن اور بات ہے اور باحق ہونا اور ہے۔ ہر شخص اپنی طبیعت اور جبلت پر جاتا ہے۔ اگر طبیعت میں مخالفت ہے تو فقد خسر خسراً مبینا۔ (بہت بڑا نقصان) ہے اور طبیعت موافق حق ہے تو فقد فاز فوزاً عظیما (بہت بڑی کامیابی) ہے اس چیز کو تزکیہ نفس و تصفیہ قلب کہتے ہیں۔ ہو سکے تو اعضاء کو گناہوں سے پاک اور دل کو بری عادتوں سے صاف رکھو کیونکہ یہ تمام صفات جانوروں کے صفات ہیں۔ مثلاً حُبِّ دنیا، حُبِّ جاہ و مال، حرص، بغض، کینہ، عداوت، بخل، تکبر، ریا، نفاق، مکر، فریب، دغا، کذب، جب تک اس بلا سے نجات نہیں ملتی۔ دین حاصل نہیں ہوتا اور جمال اسلام منہ نہیں دکھاتا۔ ان سب کا خلاصہ دو حرف ہیں۔ بیت

ناکساں را لطف خود کس کرد — شکر و صبر و زندگاں بس کرد

(جس نے ناکس کو کس بنا دیا۔ لوگوں کے صبر و شکر کا محتاج نہ رہا۔)
اگر کوئی شخص ایذا رسانی سے پیش آتا ہے تو احسان سے پیش آ۔ اور کوئی خوف نہ کھا۔ ولا تحزن علیھم ولا تک فی ضیق مما یمکرون (ان کے مکر و فریب سے دل تنگ نہ ہو) اور جو احسان اُن پر تو کرے اُسے خدا تعالےٰ

کی طرف سے جان۔ اور خدا کی نعمت سمجھ کر شکر ادا کر۔ اور ابدی دولت حاصل کر۔ فَنِعْمَ اجر العاملین ۔ (احسان کرنے والوں کو اجر عظیم ملتا ہے) یہ نصیحت مان لو، محنت کرو۔ اسرار و انوار سے مالا مال ہو جاؤ گے۔ اگر یہ کام نہیں ہوتا تو زندگی غم ہی غم ہے بلکہ جنوں ہے۔ جس سے آدمی جن ہی نہیں بلکہ شیطان بن جاتا ہے۔ ظاہر کوئی اعتبار نہیں۔ عبرت حاصل کرو۔ اے اہل بصیرت۔

اے برادر! سب لوگ کہتے ہیں کہ خدا تعالے ایک ہے۔ وہ بیشک ایک ہے لیکن وہ نہیں سمجھتے کہ ایک کیا ہوتا ہے ایک وہ ہوتا ہے جس کے سوا کوئی دوسرا نہ ہو۔ چنانچہ وہی ایک واحد لاشریک ہے۔ جس کا کوئی ثانی نہیں۔ غیر کا وجود نہ جائز ہے نہ ممکن۔ ولہ الکبریاءُ فی السمٰوٰت و الارض، ایک جان، ایک جان، ایک جان[1]، اگر ایک کا شہود نہیں ہوا تو زبان سے کہتا رہ، شہود بھی ہو

---

[1] ایک سے حضرت شیخ کی مراد تنہا ہے۔ یعنی وجود حق کے ساتھ کسی اور شے کا وجود نہیں ہے۔ اور تمام اشیائے عالم کا وجود، وجود حق میں شامل ہے۔ اگر کائنات کا وجود غیر مانا جائے تو ذات لامحدود، محدود ہو جاتی ہے جو کفر ہے نیز کائنات کا ذات حق سے علیحدہ وجود قرار دینے سے حق تعالے کی صفت وجود میں شرک لازم آتا ہے۔ کیونکہ وہ واحد لاشریک ہے ذات و صفات دونوں میں لاشریک ہے۔ اور چونکہ وجود حق تعالے کی ایک صفت ہے۔ صفت وجود میں کیسے کوئی شریک ہو سکتا ہے۔ یہ شرک ہے۔ اس لئے غیر کا وجود ہی نہیں۔ جو کچھ موجود ہے۔ وجود حق میں شامل ہے کیونکہ حق تعالے کی صفت تخلیق کا ظہور ہے اور صفت موصوف سے علیحدہ نہیں ہو سکتی۔ بلکہ وجود کل میں شامل ہے لہٰذا وحدت الوجود حق ہے۔

جائے گا۔ ھو الحق ذو القوۃ المتین ۔ بیت

ہر نقش کہ بر تختہ ہستی پیدا است      آں صورت آں کس است کہ آں نقش آراست

(ہر نقش (صورت) جو صفحۂ ہستی پر موجود ہے وہ اس شخص کی صورت ہے جس نے وہ نقش بنایا ہے۔

تو ایں و آں سے گذر جا اور ایک کو جان۔ شیخ عبد اللہ آپ کا خط لایا جو دل کے ساتھ ثبت ہوگیا۔ کیونکہ نامۂ دوست (دوست کا خط) نفس رحمانی و نسیم جان ہوتا ہے جو دوست کا حال بتاتا ہے جیسا کہ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ لاجد نفس الرحمٰن من جانب الیمن (مجھے یمن کی طرف سے (یا دائیں طرف سے جس سے مراد بعض حضرات نے ملک ہند لی ہے) محبت کی خوشبو آتی ہے) نامۂ دوست، گلزار دوست کا ایک پھول ہوتا ہے جو بہت محبوب ہوتا ہے۔ اسی طرح محبوب حقیقی کا جمال سارے عالم میں پھیلا ہوا ہے جیسا کہ فرمایا ان ربک واسع المغفرۃ (تیرے رب کی مغفرت (رحمت) وسیع ہے) جمال دوست دیکھ کر دوست وجد میں آتا ہے۔ اور ہر چیز میں شہود جمال دوست کرتا ہے۔ بیت

دلم ہر چیز بدیدیم بجز دوست      معلوم چنین شد کہ کسے نیست مگر اوست

عارف کے سوا کون ہے جو یہ شہود، یہ حضور اور یہ نور دیکھتا ہے۔ عام لوگ بجائے خود بینی میں مشغول ہیں۔ خود بینی کیا ہے غیر بینی ہے۔ جبکہ وجود ایک ہے۔ خدا ایک ہے۔ حضور ایک ہے۔ عشق ایک ہے۔ اختلاف کس وجہ سے ہے اور غیر کہاں ہے۔ ہیہات ہیہات، کہاں جا پڑا ہوں۔ معلوم نہیں کیا کہہ رہا ہوں۔ بحر اسرار میں غرق ہوں جو موجیں مار رہا ہے اور حیراں کر رہا ہے۔

مصرعہ      خبر از یار نے دارم کہ زمین پیرم

"لیغان قلبی"[۱] کیا خبر ہے فاستغفر اللہ کیا بات ہے۔ کیا استغفار

---

[۱] اس میں اس حدیث کی طرف اشارہ ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ

اس لئے ہے دوست کا مشاہدہ ہوتا ہے اور جلوہ گری ہوتی ہے یا اس لئے کہ فراق دوست ہے۔ یہ ساری بات مغز ہے نہ کہ پوست۔

اے برادر! لوگ کہتے ہیں کہ خدا ہے مگر نظر نہیں آتا۔ لیکن وہ نہیں جانتے کہ "ہست" کا کیا مطلب ہے۔ ہستی ہر جگہ ہے اور صحرا میں عیاں و بیان ہے۔ دلیل ہستی خود خدا ہے[2]۔

عوام ذکر، فکر، عقل سے خدا کو جانتے ہیں اور غیب سمجھتے ہیں۔ اور یہی حجاب ہے۔ جس سے وہ محجوب ہیں۔ وہ نہیں جانتے کہ سب کچھ وہی ہے۔ کیونکہ غیر کا وجود ہی نہیں ہے۔ وَلَیْسَ اِلّاھُوَ (اس کے سوا کچھ نہیں ہے) اول وہی ہے ظاہر وہی ہے۔ چھپا ہوا وہی ہے۔ وَ لِلّٰہِ المشرق والمغرب (اللہ کے لئے مشرق ومغرب) یہ پڑھو اور حق کی ہستی کے سوا کسی کی ہستی تسلیم نہ کرو۔ دلیل بھی وہی ہے مدلول بھی وہی ہے۔ عارف بھی وہی ہے پس عشق کا نعرہ یہ ہے ؎

جہاں را بلندی و پستی توئی ہمہ نیستند آنچہ ہستی توئی

(دنیا میں بلندی اور پستی تو ہے اور جو کچھ ہے تو ہے۔ باقی سب نیست ہے عارف کو عقل و فکر کے پردہ کے بغیر مشاہدہ دوست حاصل ہوتا ہے۔ مغز حقیقت دیکھتا ہے پوست (چھلکا) نہیں دیکھتا۔ رَبَّنَا عَلَیْکَ تَوَکَّلْنَا وَ اِلَیْکَ اَنَبْنَا وَاِلَیْکَ الْمَصِیْر پڑھتے رہو اور ہر جگہ جمال دوست کا مشاہدہ کرتے رہو۔ نہ گاؤ خر کو دیکھو نہ کور وکر (نابینا اور بہرہ) کو سب جانتے ہیں کہ

---

سابقہ صفحہ کا حاشیہ:۔ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب میرے قلب پر بوجھ ہوتا ہے تو دن رات میں ستر بار استغفار پڑھتا ہوں۔ صاحب رسالہ قشری نے اس حدیث کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ "لیغان قلبی" سے مراد یہ ہے جب میرے قلب پر انوار و تجلیات ربانی کا نزول پڑتا ہے تو ستر بار استغفار پڑھتا ہوں۔ صاحب رسالہ قشریہ نے استغفار کا مصدر غفر بتایا ہے جس کا مطلب پردہ یا حجاب ہے۔ حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جب میرے "قلب پر انوار و تجلیات الٰہی کا نزول پڑتا ہے تو

بندہ عاجز ہے عاجز کا مطلب یہ ہے کہ کچھ بھی نہیں ہے۔ بندہ کے لئے قادر چاہیئے جو اُسے عدم سے وجود میں لے آئے اور لفظ قادر ضد ہے عاجز کی۔ اور عاجز غیر کا محتاج ہوتا ہے لیکن قادر غیر سے پاک (منزہ) ہوتا ہے۔ غیر سے اس کو کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ ھو اللہ الواحد القہار ھو اللہ الاحد۔ ثانی (غیر) ناممکن اور ناجائز ہے۔ لیس معہٗ غیرہٗ فلا شیئًا فلا شئی بعدہٗ (اس کے ساتھ کوئی نہیں نہ کوئی چیز اس کی غیر ہے) یہ تحقیق ہے اور بہت عمیق (گہری) ہے ہر عارف بحر آشنائی میں غرق ہے اور کہتا ہے ؎

حاشا کہ دلم از تو جدا خواہد شد　　　یا با کسے دیگر آشنا خواہد شد

از مہر تو بگسلد کرا دارد دوست　　　وز کوئے تو گذر د کجا خواہد شد

(یہ ہرگز نہیں ہو سکتا کہ دل تجھ سے جدا ہو جائے　　تیرے کوچے کو چھوڑ کر کہاں کا رہے گا۔) مصرعہ

بروم بسر کوئے تو جاں دہم (جاتا ہوں تیرے کوچہ میں جان دینے کیلئے)

جب نسیم دوست کا جھونکا آتا ہے تو عاشق جان دیدیتا ہے۔ بیت

چوں در آید یک نسیم از سوئے تو　　　پائے کوباں جان دہم در کوئے تو

(جب تیری طرف سے نسیم تیری خوشبو لاتی ہے تو رقص کرتے ہوتے جاں دے دیتا ہوں)

---

سابقہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ ا۔ حق تعالے سے دعا کرتا ہوں کہ درمیان میں ستر پردے حائل کر دے۔

ع۲ مولانا روم فرماتے ہیں۔

آفتاب آمد دلیل آفتاب　　　گر دلیلے باید از وے رُو متاب

(آفتاب کا ثبوت خود آفتاب ہے۔ اگر آفتاب کی دلیل چاہتے ہو تو آفتاب کو دیکھو۔ آنکھیں بند مت کرو۔

یہ ہے عاشقوں اور طالبوں کی شان۔ وَاصْبِرْ وَمَا صَبْرُكَ اِلَّا بِاللهِ (صبر کر اور صبر کیا ہے اللہ کے ساتھ ہونا) یہی نعرہ ہونا چاہیئے۔ اسی کے لئے جان مار اور جان قربان کردے۔ اے دوست جب میں آیۂ مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهٖ وَمَنْ اَسَاءَ فَعَلَيْهَا (جس نے عمل نیک کیا اپنے نفس کے لئے کیا اور جس نے عمل بد کیا اپنے نفس کے لئے کیا۔) پر غور کیا تو نعرہ مارا اور کہا کہ ھذا للنفس مَالِلرَّبِّ (یہ تو نفس کے لئے ہے رَبّ کے لئے کیا ہے۔) اس سے معلوم ہے کہ بندگی میں بھی رجوع نفس کی طرف ہے۔ ناچار فریاد برپا کی اور پکار اٹھا کہ

ے

صلاح رہزن باشد کہ ذوق بت نگرفتم — کجا است شاہد بت روئے بجائے کعبہ پرستم

(افسوس نیکی کا شوق راہزن ہوا اور مجھ سے ذوق بت پرستی چھین لیا۔ اب کہاں ہے وہ بت خوبرو ئے کہ جس کی میں کعبہ کی بجائے پوجا کروں) ہائے سب کچھ غارت ہو گیا۔ عشق نے شور مچایا۔ اب یہ حال ہے کہ حرف ابتر، گفتار ابتر، کردار ابتر اور رفتار ابتر ہے۔ اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ۔ عاقبت بالخیر باد۔

## مکتوب ۱۶۱

### بجانب شیخ جلال تھانیسری رح

۱:۔ دربیان توحید و عشق

۲:۔ دربیان آنکہ فرشتہ غیب گو نہیں ہوتا

۳:۔ دربیان اسرار طالبان حق

۴:۔ دربیان آنکہ ہرکہ بریں دولت ظفر یافت کشفًا، علمًا یا اعتقاداً بمقصود رسید

حق حق حق

بعد حمد و صلوٰۃ بخدمت شیخ الاسلام، اہل کمال، شاہد مشاہدہ شہود جمال ذوالجلال برادرم شیخ جلال از فقیر، حقیر، سوختہ، دوختہ، و ہیچ نیوختہ۔ جز سوز سامنے ندادہ

ستر سال سے زیادہ عمر ہو چکی ہے لیکن نسیم گلزار دوست سے محروم ہے۔ بیت

اے دریغا جان وتن در باختیم　　　قیمت جاں ذرہ تشنا ختیم

(افسوس کہ جان وتن کی بازی بھی لگائی۔ لیکن جان کی قیمت ذرہ بھر نہ پہچانی) دولت شہود ربانی اور جمال سبحانی کے حصول کے لئے دست بہ دعا ہوں۔ اور دوست کی یاد تازہ کرنے اور ذوق حاصل کرنے کے لئے یہ خط لکھ رہا ہوں۔ رباعی

خرم آں روز کہ از یار پیامے برسد　　　تا دل غم زدہ یک لحظہ بکامے برسد

عجبے نیست کہ گر زندہ شود جانِ عزیز　　　چوں ازاں یار جدا ماندہ سلامے برسد

(کیا ہی اچھا ہوتا ہے وہ دن جبکہ دوست کا پیام ملتا ہے۔ جس سے دل غمزدہ کو لحمہ بھر آرام ملتا ہے۔ جب اس دوست دور ماندہ کا سلام ملتا ہے تو جان زندہ ہو جاتی ہے۔)

یاد رہے کہ حق تعالےٰ حاضر ہے غیب نہیں ہے۔ ہمارے یقین سے بالاتر اور تکثر (کثرت) سے منزہ (پاک) ہے نہ کوئی پردہ حائل ہے، اور نہ غبار ہے۔ محرومی ہماری طرف سے ہے نہ دوست کی طرف سے۔ مصرعہ

محجوب را ہیچ چراغے نصیب نیست (محجوب کو کوئی چراغ فائدہ نہیں پہنچا سکتا) جب کوئی حجاب حائل نہیں تو محرومی بندہ کی طرف سے ہے جو اپنے آپ کے ساتھ اور غیر کے ساتھ مشغول ہے۔ واللہ المستعان علےٰ ما تَصِفُوْن۔ بیت

جہاں پُر ز آفتاب چشمہا کور　　　جہاں پُر ز حدیث و گوشہا کر

(جہاں آفتاب کی روشنی سے پُر ہے لیکن چشم نابینا ہے۔ جہاں پُر ز آواز لیکن کان بہرے ہیں، کیا کرنا چاہیئے۔ اپنا ماتم کرنا چاہیئے۔ رَبَّنَا غَلَبَتْ علینا شقوتنا وکنا قوماً ضالین (یارب ہم پر بدبختی غالب آگئی ہے اور ہم گمراہ ہو گئے ہیں) یہ ہماری فریاد ہے اور نعرۂ درد ہے۔ آہ! ہزار آہ! رباعی

آہ کہ آں یار مرا یار نیست　　　آہ کہ آں شوخ وفادار نیست

آہ دلم خون شدہ در کار او　　　آہ دردا ہیچ بہے کار نیست

(اس کا ترجمہ پہلے ہو چکا ہے)

یہ درد مند اپنے درد کا خود ذمہ دار ہے اور اپنا ماتم آپ کر رہا ہے۔ بحرِ عمیق (گہرا) ہے جس کا ساحل نہیں اور خلقت اس میں گرفتار ہے۔ لیکن جب دوستوں کی خبر موصول ہوتی ہے۔ تو دل باغ باغ ہو جاتا ہے۔ زہے نصیب، زہے سعادت۔ اگر مہمان ہونے کی سعادت نصیب نہیں تو طفیلی تو ضرور ہے۔ اگر آج نہیں تو کل امید پوری ہوگی اور دوست سے دوست جا ملے گا۔ المرءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ (آدمی کا حشر اس کے ساتھ ہوتا ہے جس سے وہ محبت کرتا ہے۔) یہ ابدی دولت کا تاج ہے مُلکِ سرمدی میں (ہمیشہ باقی رہنے والا ملک) الحمد للہِ ربِّ العالمین۔

اے برادر! فرشتہ کا تعلق عالم غیب سے ہے۔ اگرچہ وہ غیب ہے تاہم وہ کون و مکاں میں سے ہے وہ یقین رکھتا[1] ہے اور تعدد و تکثر کا قائل ہے۔ اسی طرح بشر کا تعلق بھی کون و مکان سے ہے وہ بھی یقین و تکثر کی دنیا میں ہے اور فرشتہ کا ہم مسلک ہے۔ لیکن فرشتہ کو عالم غیب کا ادرک حاصل ہے اور انسان کو حاصل نہیں۔ کوشش سے حاصل ہوتا ہے۔ حق تعالیٰ غیب مطلق و منزّہ از یقین و تکسیف ہے۔ تعدد و تکثر سے منزّہ ہے۔ فردِ مطلق ہے۔ اپنے ساتھ غیر کا وجود نہیں رکھتا۔ نہ غیر اس کا شریک ہوتا ہے۔ لَیْسَ معہٗ غیرہٗ (اس کے ساتھ غیر کا وجود نہیں) واحد لاشریک۔ ہے۔ سبحانہٗ، سبحانہٗ، سبحانہٗ۔ مثنوی "بشنو از نے چوں حکایت میکند" کو دل سے سنو۔ اکوان (موجودات یعنی اشیائے عالم) کا کوئی وجود نہیں ہے۔ خدا تعالیٰ ہے اور اکوان نہیں ہیں۔ لیکن تو اکوان کو دیکھتا[1] ہے خدا کو نہیں دیکھتا۔ اکوان کو غیر سمجھتا ہے۔ اس لئے محروم ہے۔ غیب مطلق تک رسائی نہیں۔ اس لئے عرفان کی کنہ سے بے بہرہ ہے۔ یا لَیتَ رَبِّ محمد لَمْ یخلق محمد صلی اللہ علیہم وسلم کا نعرہ اسی درد کا نعرہ ہے۔ بعد میں جب خدا تعالیٰ کی قدرت سے اکوان وحدتِ وجود میں تبدیل ہو جاتے ہیں

---

[1] وحدت الوجود کی حقیقت سے ناآشنا ہے۔

اور احاطۂ ذات حق اُن پر حادی ہو جاتا ہے تو معرفت حاصل ہوتی ہے اور طالب پکار اٹھتا ہے کہ ؎

در ہر چہ نظر کردم غیر از تو نمے بینم ‌‌ ‌ غیر از تو کسے باشد حقا چہ مجالست این

(جس چیز کو دیکھا تیرا غیر نہ دیکھا۔ تیرا غیر کون ہو سکتا ہے یہ کیسے ممکن ہو سکتا ہے)

جس نے اس پر یقین رکھا خواہ بطور کشف و وجد خواہ بطور علم و اعتقاد وہ مقصود کو پہنچا ذَالِکَ ھُوَ الْفَضْلُ الْعَظِیْمِ۔ اور جس نے خطا کی بہت بڑا نقصان اٹھایا۔ اگرچہ ثواب حاصل کرے گا لیکن صواب (ز ینیر) سے محروم رہیگا۔ جنت میں جائیگا۔ لیکن دوست کے بغیر ہوگا۔ جیسے بے مغز۔ پوست (چھلکا) اگرچہ اسکو راحت ابدی ملے گی۔ درحقیقت یہ جراحت ابدی (حسرت ابدی) ہوگی۔

لَا یَبْغُوْنَ عَنْھَا حِوَالاً (اس سے گریز ممکن نہیں) کی رکاوٹ ہمیشہ حائل رہے گی۔ حکم خداوندی میں کس کو دخل ہے۔ اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُشْرَکَ بِہٖ (اللہ تعالے شرک معاف نہیں کرتا۔ یہ اس کا حکم ہے۔ بلاشبہ غیر بین اور غیر دان مشرک ہے۔ مشرک کا راستہ بارگاہ رب العزت کے لئے بند ہے۔ طالب حق جب تک یگانگی (وحدت) کے مقام تک نہیں پہنچتا اور اپنے آپ کو نہیں مٹایا۔ پھر بھی راستے میں ہے۔ (منزل مقصود سے دور ہے) اگرچہ امیدوار درگاہ ہے پھر بھی خطا وار اور خطا کی وجہ سے محروم ہے۔ اور غیریت کا وہم بھی معاصی ہے۔ آہ ہزار آہ! اشیا کو غیر جانتے ہیں اور غیر سمجھتے ہیں۔ خدا کو اشیاء کے اندر نہیں دیکھتے اور نہ اشیاء کے اندر سمجھتے ہیں۔ اس لئے خدا تک انکو رسائی نہیں ہوتی اور نہ خدا کی معرفت حاصل ہوتی ہے۔ وہ یہ نہیں سمجھتے کہ خدا فرد مطلق ہے۔ ہرگز دوئی جائز نہیں نہ غیر کا وجود ہے

بیت

دوئی رانیست رہ در حضرت تو ‌‌ ‌ ہمہ عالم توئی و قدرتِ تو

(تیری بارگاہ میں دوئی ناممکن ہے۔ سارا جہاں تو ہے یا تیری قدرت ہے) یہ سب دکھلاوا ہے۔ حق اور تجلی حق کے سوا کچھ نہیں۔ ہوش کرو۔ بہت بڑا مغالطہ درپیش

ہے۔ الا کل شئی ما خلا اللہ باطل[۱] (اللہ کے سوا ہر چیز باطل ہے) پر کان دھرو اور باقی بھول جاؤ۔ اِن ھذا لھو الحق المبین فسبح باسم ربک العظیم خط و کتابت جاری رکھیں تاکہ احوال، اسرار و انوار سے آگاہی ہوتی رہے اور حالات کے مطابق یہاں سے کچھ تحریر کیا جا سکے، بیان معرفت ہوتا رہے اور طالبان کو فائدہ پہنچتا رہے تا قیامت۔

## مکتوب ۱۶۲

بجانب شیخ عزیز اللہ متضمن بیان توحید و ظہور حق و خدا بینی و خود بینی و بیان معنیٔ حقائق الاشیاء و معنی آیہ مَن عَمِلَ صالحاً فلنفسہ و من اَسَاءَ فعلیہا

⁘ ⁘ ⁘

حق حق حق! ........ آپ کا خط ملا، فرحتِ دو جہانی حاصل ہوئی الحمد علی ذَالِکَ۔

اے برادر! یہ جہان فعلِ حق و قدرتِ حق کا ظہور ہے۔ سب وجود حق ہے۔ اس کے ساتھ کسی چیز کا وجود نہیں۔ وہ فرد مطلق (اکیلی ہستی) ہے۔ لَیْسَ معہٗ غیرہٗ وحدہٗ لا شریکَ لہٗ (اس کے ساتھ کوئی اور نہیں وہ واحد ہے۔ جس کا کوئی شریک نہیں) کوئی پردہ اور حجاب نہیں۔ کون فانی (فانی دنیا) ذات حق کے لئے حجاب نہیں ہے۔ کیونکہ اس کا خود وجود نہیں۔ اِنَّہٗ یُبْدِءُ (وہ پیدا کرنے

---

[۱] یہ حدیث ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے زمانہ جاہلیت کی شاعری میں سے لبید شاعر کی یہ بات پسند آئی ہے کہ اللہ کے سوا جو کچھ ہے باطل ہے۔ س سے حضرات صوفیاء وحدت الوجود کی تائید سمجھتے ہیں۔ باطل سے مراد غلط ناپید اور عدم لیتے ہیں۔

والا ہے) صاف ظاہر ہے کسی کو اس سے انکار نہیں۔ آہ اگر کسی کی آنکھ (چشم حقیقت بین) ہے تو سوائے خدا تعالیٰ کسی کو نہیں دیکھتا۔ اند ۳؎ اپنے آپ کو دیکھتے ہیں۔ اور غیر سمجھتے ہیں اور غیر بینی میں مبتلا ہیں۔ اَلَا اِنَّهُمْ فِیْ مِرْیَةٍ مِّنْ لِّقَآءِ رَبِّهِمْ (بلاشبہ یہ لوگ حق تعالیٰ کے دیدار میں شک کرتے ہیں) یہ آیت اِن لوگوں کی شکایت میں نازل ہوئی ہے لیکن انبیاء اور اولیاء پر یہاں گریہ طاری ہوجاتا ہے آیہ رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِّلَّذِیْنَ كَفَرُوْا (اے رب ہمارے نہ بنا ہمکو کافروں کے فتنہ کا تختہ مشق) اس درد کا نعرہ ہے۔ وَهَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً (ہم پر نظر شفقت فرما) ان کا سہارا ہے۔ مردانِ خدا طلب خدا میں مست ہیں ان کی طلب یہ ہے۔ بیت

ہر چہ جز حق بسوز و غارت کن ؎ ہر چہ جز دین اند و طہارت کن

(جو کچھ حق کے سوا ہے اسے توڑ دے۔ جو کچھ دین کے سوا ہے اسے چھوڑ دے)

جو شخص کہ اس طلب میں ہے اور اس کا طالب ہے انسان ہے باقی بہائم (جانور) دوست کے بغیر فردوس کیا ہے۔ رابعہ بصریؒ سے کسی نے کہا کہ کیا جنت چاہتی ہو۔ اس نے کہا الجار ثم الدار (پہلے صاحب خانہ پھر خانہ) کیونکہ خانہ بغیر صاحب خانہ بتخانہ ہے نہ کہ خانہ۔ کسی نے خوب کہا ہے ؎

---

سابقہ صفحہ کا حاشیہ :۔ ۳؎ اللہ تعالیٰ واحد لاشریک ہے ذات و صفات دونوں میں۔ اور وجود اس کی ایک صفت ہے امہات صفات میں سے (سمع، بصر، حیات، وجود، کلام، قدرت) اس لئے صفتِ وجود میں بھی اس کا کوئی شریک نہیں ہونا چاہیئے۔ اگر اشیاء عالم کا وجود خدا کے وجود سے علیحدہ اور الگ سمجھا جائے تو حق تعالیٰ کی صفت وجود میں شرک لازم آتا ہے نیز۔ چونکہ ذات حق لامحدود ہے۔ اگر کائنات کا وجود، وجود حق سے علیحدہ مانا جائے تو یہ کہنا پڑے گا کہ خدا ہر جگہ ہے لیکن کائنات میں نہیں ہے۔ اسلئے محدود ہوگیا۔ اور خدا کو محدود سمجھنا بالاتفاق کفر ہے۔ لہٰذا خدا ایک اور واحد لاشریک ہے کا معنی یہ ہوا کہ ایک خدا کے وجود میں کائنات کا وجود شامل ہے جیسے سمندر میں برف کا تودہ، جھاگ، حباب، موج اگرچہ علیحدہ

از دل بہ در کنم غم دنیا و آخرت — یا خانہ جائے رخت بود یا خیال دوست

میں نے غم دنیا و آخرت کو دل سے نکال دیا خانہ دل سامان (دنیا) کیلئے ہے یا خیالِ دوست کیلئے)

اے برادر فرشتہ غیب ہے (عالم غیب سے تعلق رکھتا ہے) اگرچہ غیب ہے تاہم عالم کون و مکاں سے تعلق رکھتا ہے (یعنی مخلوق ہے) ایک تعین (تشخص) رکھتا ہے اور تعدد و تکثر کو ثابت کرتا ہے۔ اس لئے بشر اپنے وجود کونی (جسمانی) کی بدولت فرشتہ کا ہم سنگ ہوا۔ اور ہم رکاب بھی ہو سکتا ہے۔ وَ رَفَعۡنٰهُ مکانا علیا (اور ہم نے اس کو بلند مقام کیا) یہ بلندی بھی اُسے حاصل ہے ایک دوسرے کے ساتھ مطلع اور مدرک ہو سکتے ہیں۔ (یعنی انسان اور فرشتہ ہمخیال اور ہم مقام ہو سکتے ہیں) اسلئے اہل طاعت (انسان) صاحب قدرت و صاحب کرامت ہو سکتا ہے اور یہ ہوتا ہے کہ ایک لمحہ کے اندر شرق سے غرب اور فرش سے عرش تک پہنچ جاتا ہے اور عرش سے فرش (زمین) پر آجاتا ہے۔ پھر بھی وہ راستے میں ہے (کیونکہ عرش کا تعلق بھی کون و مکان سے ہے) لیکن انسان کا مقام سبحان یعنی لا مکان ہے جو کون و مکان سے بالاتر ہے۔ الا کل شئی ما خلی باطلٌ۔ حق ہے۔ اگر کوئی شخص اہل حق نہیں ہے کیا کیا جائے۔ اگر خفاش (چمگادڑ) کی آنکھیں نہیں تو آفتاب کا کیا قصور ہے۔ بیت

جہاں پُر از آفتاب چشمہا کور — جہاں پُر از حدیث گوشہا کر

(جہاں نور آفتاب سے پُر ہے آنکھیں اندھی ہیں جہاں آواز سے لبریز اور کان بہرے ہیں)

جو شخص کہ موجودات عالم کی مستقل اور علیحدہ ہستی یا وجود کا قائل ہے اور غیر کی ہستی میں یقین رکھتا ہے اور حق تعالیٰ کو موجودات میں تلاش نہیں کرتا اس کا خدا سے کوئی تعلق نہیں اور بارگاہ باری تعالےٰ تک رسائی نہیں رکھتا۔ العیاذ باللہ من ذالک

---

سابقہ صفحہ کا بقیہ حاشیہ :- وجود رکھتے ہیں تاہم ہیں تو پانی اور سمندر کے وجود میں شامل ہیں جدا نہیں ہے۔ اس لئے ہر چیز خدا نہیں لیکن خدا سے جدا بھی نہیں۔

(خدا اس سے پناہ دے) اگرچہ وہ تلاش میں ہے اور امر و نہی کا عامل ہے اور مناسب حد تک عقل رکھتا ہے لیکن حق تعالٰے کے ساتھ پیوست نہیں۔ خواہ اعتقاداً خواہ اعتماداً وہ گنہگار ہے کیونکہ غیر بینی معصیت ہے حق تعالٰے نے فرمایا ہے۔ یَغْفِرُ مَا دُونَ ذالِكَ لِمَن یَّشَاء (شرک کے سوا سب گناہ بخش دیگا) یہ آیت اس کی دستگیری کرتی ہے۔ لیکن ہو سکتا ہے اس کی حق تعالٰے تک رسائی ہو جائے۔ اور حق کے غیر سے آنکھ بند کرے۔ لَاتحزن اِنَّ اللہ معنا (فکر مت کرو اللہ ہمارے ساتھ ہے) کیا دولت ہے۔ ولا تخافا اِنّی معکما اسمع واریٰ (خوف مت کھاؤ وہ تمہارے ساتھ سنتا ہے اور دیکھتا ہے) کیا حال ہے اور کیا کمال ہے۔ آہ ہزار آہ! یار بے حجاب اور بے غبار ہے (یعنی صاف ظاہر ہے) رب المشرق والمغرب کی خبر موجود ہے۔ اور غیر کو سامنے سے ہٹا دیا ہے لیکن تو مشرق و مغرب کو دیکھتا ہے۔ رب کو نہیں دیکھتا۔ تو دائیں بائیں جاتا ہے۔ لیکن سیدھی طرف نہیں جاتا۔ تو مشرق و مغرب کو چھوڑ دے اور اپنے آپ کو درمیان سے ہٹا دے دوست کو پالیگا۔ بیت

بگزارم ایں کون و مکان کو   بگزارم ایں جان و جہان کو

(میں چھوڑتا ہوں عالم کون و مکان کو اور چھوڑتا ہوں خود کو اور جہان کو)

جہاں وہ جان جہاں ہے وہاں جاتا ہوں۔ اے عزیز غیر کو کیا کریگا۔ اور غیر سے تمہارا کیا کام۔ خدا بین ہو جا اس کے بعد جو چاہے ہو جا۔ بیت

شرف تسبیح و زنارت یکے شد   تو خواہی خواجہ شو خواہی غلامے

اے شرفؔ تیرے لئے اب تسبیح اور زنار ایک ہو گیا ہے پس اب چاہو تو آقا بنو چاہو تو غلام بنو۔) جب اس آیت مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِہٖ وَمَنْ اَسَاءَ فَعَلَیْھَا (جس نے نیک عمل کیا اپنے لئے کیا۔ برا کیا کیا خود نقصان اٹھائے گا۔) پر غور کرتا ہوں تو حیرت زدہ ہوتا ہوں۔ اور نعرہ لگاتا ہوں کہ جب یہ سب نفس کے لئے ہے تو رب تعالٰی کے لئے کیا ہے۔ ناچار فریاد بلند کی۔ بیت

صلاح راہزن باشد کہ ذوق بت نگیرم   کجاست شاہد بت رقصے بجائے کعبہ پرستم

(نیکی میرے راہزن بن گئی جسکی وجہ سے بت پرستی نہ کر سکا کہاں ہے وہ بت (صنم)

جیسے کعبہ کی بجائے پوجیں) آہ کہاں چلا گیا اور کیا کہہ رہا ہوں۔ کون اس بات کو سمجھ سکتا ہے۔ یہ عشق کا غلبہ ہے۔ حق تعالیٰ اس قدر عیاں (ظاہر) ہے کہ جس کی کوئی حد نہیں۔ وہ حاضر ہے۔ اگر کوئی خود حاضر نہیں تو کیا کیا جائے۔ خود بین بے خبر کبھی حاضر نہیں ہو سکتا۔ غائب ہوتا ہے۔ وہ خدا کو غائب سمجھتا ہے۔ خود ساختہ محقق بن جاتا ہے اور ابدی طور پر محجوب ہو جاتا ہے۔ آہ یہ کیا ہو گیا ہے۔ خدا کے سوا کچھ موجود نہیں۔ کتنے مغالطے ہو گئے ہیں کوئی مومن کہلاتا ہے کوئی کافر، کوئی ملحد، کوئی صالح ہزاروں نام پڑ گئے ہیں اور اصل کے ساتھ غلط اور غلط کے ساتھ اصل کی آمیزش ہو گئی ہے۔ سن لو اور پھر سن لو کہ خدا ایک ہے اور ایک وہ ہوتا ہے کہ جس کے سوا کچھ نہ ہو۔ وحدہٗ لاشریک لہ کے یہی معنی ہیں یعنی وہ فردِ مطلق ہے وہ خود با خود ہے۔ لَیْسَ مَعَہٗ غَیْرُہٗ فَاَیْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْہُ اللّٰہِ (اس کے ساتھ غیر کا وجود نہیں۔ جدھر دیکھو وہاں اللہ ہے)۔ اکوان کا (موجودات کا) مرتبۂ احدیت میں کوئی وجود نہیں۔ اس وجہ سے کہا جاتا ہے۔ راہ کنہ مسدود ہے۔ (یعنی کنہ ذات تک رسائی ناممکن ہے) کوئی شخص کنہ معرفت تک نہیں پہنچ سکتا اور نہ کما حقہٗ[1] آگاہ ہو سکتا ہے۔ بیت

نیست کسے راز حقیقت آگہی　　　جملہ مے روند با دستِ تہی

(حقیقت تک کسی کی رسائی نہیں ہو سکتی اور ہر شخص خالی ہاتھ جاتا ہے[1]) حق تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ اور حکمت بالغہ سے اکوان (اشیائے عالم) کو اپنی وحدت میں شامل کر لیا ہے۔ حتیٰ کہ کسی چیز کا اپنا وجود نہیں ہے (یعنی ہے پانی نظر برف آتا ہے) چنانچہ عارف ربانی نے خدا کو اپنے اندر پا لیا (یعنی اپنے میں پا لیا۔ یعنی معلوم ہو گیا کہ وہ نہیں تھا خدا تھا) اور الحمد للہ کہا۔ سبحان اللہ! یہ کیا راز ہے خدا جس کے نصیب کرے لہٰذا اے دوست تن من کی بازی لگا دے، خونِ دل نوش کر، اور اپنے آپ کو آتشِ عشق میں جلا کر راکھ کر دے اور راز دان بن جا۔ رباعی

---

[1] مطلب یہ کہ کما حقہٗ، ذات حق کی معرفت نہیں ہوتی حسب استعداد کسی حد تک ہو سکتی ہے

آں لقمہ کہ در دہاں نگنجد بطلب | آں سر کہ در و نشان نگنجد بطلب
سر لیست میان دل درویش و خداوند | جبریل امین دراں نگنجد بطلب

(وہ لقمہ طلب کر جو منہ میں نہ سما سکے وہ راز طلب کر کہ جس کا نام و نشان نہ ہو درویش کے دل اور خداوند کے درمیان ایک راز ہے جس سے جبریل امین بھی آگاہ نہیں وہ راز طلب کر) شکم پر دران اور طالبان دنیا کو ان اسرار اور ان انوار کی کیا خبر۔ وما الحیٰوۃ الدنیآ اِلاّ متاع الغرور (حیات دنیا کیا ہے غرور ہی غرور ہے) اس آیت نے کمر توڑ دی ہے اگرچہ کمر شکن ہے۔ جنت میں لے جاتی ہے۔ لیکن اگر تو نظر غیر پر رکھے گا تو جنت نہیں ملے گی۔ مافی الجنۃِ اَحَدٌ سوی اللہ (جنت میں اللہ کے سوا کچھ نہیں۔) اور یہی جنت ہمارے دل کی مراد ہے۔ ذرا غور سے سنو یہاں کلام مستانہ شروع ہو گیا ہے۔ جہاں عقل کو درک نہیں اور فکر کی رسائی نہیں۔ بیت

مردے باید نہ سر او را نہ پائے | جملہ گم گشتہ درو او در خدائے

(اس کوچہ میں ایسا مرد چاہئے جو سر و پائے نہ رکھتا ہو یعنی بے نام و نشان ہو جائے اس کی تمام صفات اس کے اندر گم ہو جائیں اور وہ خدا میں گم جائے۔

قرآن کہتا ہے وَاَنَّ الکافرین لا مولیٰ لھُم[1] (مومنوں کا مولیٰ ہے اور کافروں کا کوئی مولیٰ نہیں) اس کو سمجھنا چاہیئے۔ اَفَلَا تعقلون (تم نہیں سمجھتے) نیز فرمایا المرءُ مَعَ من اَحَبَّ[2] (حدیث) (یعنی آدمی اس کے ساتھ ہوگا یا اس کا حشر اس کے ساتھ ہوگا۔ جس سے اسکو محبت ہے) نیز فرمایا قیمۃُ المرءِ ھمتہٗ (آدمی کی قیمت اس کی ہمت کے مطابق ہوتی ہے) پس تو کون و مکان سے گزر کر مولیٰ سے پیوست ہو جا۔ یہی انسان کی شان ہے یہ نہ ہو تو وہ جانور ہے۔ یتمتعُوْنَ وَیَاکلون کما تاکل الانعام (کھا پی کر زندگی بسر کرتے ہی جیسے جانور) یہ اس کا حال اور کیفیت ہوگی۔ نیز فرمایا اَلْاِنسانُ سِرّی۔

---

[1] یعنی مومن طالب مولا ہوتا ہے۔ [2] یعنی اللہ کو دوست رکھو۔ اسکے ساتھ تمہارا حشر ہوگا۔ اس کے ساتھ کا مطلب ہے قرب اور وصال حق۔

(انسان میرا راز ہے) نیز فرمایا رَفَعْنَاہُ مَکَانًا عَلِیًّا (ہم نے اس کو بلند مقام عطا کیا) یعنی وہ مقام جہاں وصال حق ہے۔ ھو اللہ الواحد القھار۔ عاقبت محمود باد۔

## مکتوب ۱۶۳

**بجانب فرزند حقیقی شیخ حمید**

۱:۔ در بیان آنکہ تقرر دین بہ حیثیت۔ (شرائط ایمان)

۲:۔ حکمت عدم وقوع رویت در دنیا۔

۳:۔ جواز تجلی دریں جہان۔

۴:۔ علم ہر چیز بہ قدر ذات اوست

حق حق حق !........جاننا چاہیئے کہ رَضِیْتُ بِاللہِ رَبًّا و بالاسلام دیناً و مصطفٰی علیہ السلام نبیًا (اللہ میرا رب ہے دین میرا اسلام ہے اور مصطفٰی میرا نبی ہے ۔) یہ بنیادی عقیدہ ہے تمام اہل اسلام کا ۔ اور جو شخص اس کا منکر ہے ۔ وہ بالاجماع (متفقہ طور پہ) کافر ہے جن لوگوں کو اس میں اختلاف ہے وہ اہل سنت و جماعت نہیں بلکہ گمراہ ہیں۔ مثلاً فرقۂ معتزلہ، رافضیہ، خوارجیہ، کرامتیہ وغیرہ ۔ اہل سنت و جماعت کے نزدیک انکا اجتہاد باطل اور مردود ہے ۔ ان کو مندرجہ ذیل مسائل کی بنا پر اہل ضلالت (گمراہ) کہا گیا ہے۔

انکار صفات الٰہیہ۔ انکار مسئلہ رویت (دیدار باری تعالٰی) فرقہ معتزلہ ان دونوں مسائل کا منکر ہے۔ اشعریہ (ابوالحسن اشعری کا فرقہ) جن کے نزدیک کائنات حادث (فنا ہونے والی ہے) بعض مسائل میں اہل سنت والجماعت سے اختلاف کرتے ہیں۔ اگرچہ یہ لوگ صفات اور رویت کے منکر نہیں ہیں تاہم اہل سنت والجماعت انکو اچھا نہیں سمجھتے ۔ جو لوگ فعل مختار نہیں سمجھتے جبریہ کہلاتے ہیں اور جو اختیار کے قائل ہیں قدریہ کہلاتے ہیں ۔ جو لوگ حضرت علی کرم اللہ وجہ کو تمام صحابہ کرام سے افضل سمجھتے ہیں وہ رافضیہ کہلاتے ہیں۔ جو موزہ پہ مسح کرنا جائز نہیں سمجھتے

لیکن پاؤں پر مسح کرنا جائز سمجھتے ہیں ۔ شیعہ ہیں ۔ جو قرآن کو مخلوق کہتے ہیں وہ معتزلہ اور زیدیہ ہیں وغیرہ ۔ لیکن اہل سنت والجماعت ان فرقوں کو اہل حق نہیں سمجھتے اور اہل سنت والجماعت سے خارج سمجھتے ہیں ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے سے آج تک دین اہل سنت والجماعت کے عقائد کی بدولت قائم ہے ۔ اہلسنت والجماعت کے نزدیک مندرجہ بالا فرقے اہل ضلالت اور گمراہ ہیں ۔ اور ان کے تمام عقاید و اقوال و افعال باطل اور مردود ہیں ۔ ایک اور فرقہ ہے جو اپنے آپ کو موحد کہتے ہیں ۔ اور ترک شرائع کو جائز قرار دیتے ہیں یہ نہیں سمجھتے کہ اصل توحید وہ ہے ۔ جو عارفین کی توحید ہے جو اُن سے ساتھ مخصوص ہے ۔ چنانچہ مشائخ کے بعض اقوال کو اہل ظاہر شطحیات کہتے ہیں جو بظاہر خلاف شرع نظر آتے ہیں ۔ جیسا کہ لیس فی الدارین غیر اللہ (خدا کے سوا دونوں جہانوں میں کچھ نہیں) یا انا الحق (میں حق ہوں) یا سبحانی ما اعظم شانی (میں پاک ہوں میرا شان کیا ہی بلند ہے) ان کلمات کو رد کرنا جائز نہیں کیونکہ یہ اقوال اہل حق و اہل سنت وجماعت ہیں ۔ لیکن انکو تسلیم کرنا بھی ضروری نہیں کیونکہ بحالت مجبوری اُن سے یہ کلمات سرزد ہو جاتے ہیں ۔ ممکن ہے کہ انکو لغزش بھی کہا جائے کیونکہ صرف انبیاء علیہم السلام معصوم ہیں ۔ انبیاء علیہم السلام کے اقوال کو شطحیات نہیں کہا جاتا ۔ انکو محکم و متشابہ کہا جاتا ہے ۔ اولیاء میں سے ہر ایک اپنے مرتبہ اور درجہ کے مطابق سید المرسلین علیہ السلام کا اتباع کرتا ہے اور ہر ایک کا درجہ اور مقام مختلف ہوتا ہے اور ایک دوسرے کے فہم سے بالاتر ہوتا ہے ۔ جیسا کہ قرآن ناطق ہے وَكَيْفَ تَصْبِرُ عَلٰى مَا لَمْ تُحِطْ بِهٖ خُبْرًا جو کوئی اس سے انکار کرے صاحب عوارف المعارف فرماتے ہیں کہ مَنْ اَنْكَرَ ضَلَّ (جس نے انکار کیا گمراہ ہوا ۔) اور جو شخص اس سے انکار نہیں کرتا بلکہ مانتا ہے تو وہ اس تصدیق اور بزرگوں کی صحبت کی برکت سے ایک دن کمال کو پہنچ جائیگا اور عارفوں کا مقام حاصل کرے گا ۔ جیسا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں ۔ واللہ لا اعبد ربا ما لم اَرَهٗ وَلَوْ كُشِفَ الْغِطَاءُ مَا ازْدَدْتُ يَقِيْنًا (میں اللہ کی عبادت نہیں کرتا جسکو دیکھ

(حاشیہ اگلے صفحہ پر)

نہ ہوں اور اگر پردہ اٹھ جاتے تاہم میرے یقین میں اضافہ نہ ہوگا) صاحب عوارف (حضرت شیخ شہاب الدین سہروردیؒ) فرماتے ہیں وَمَنِ اقْتَدٰی بِهِمْ اهْتَدٰی (جس نے انکا اتباع کیا منزل مقصود پہ پہنچا) اور حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ایماننا هذا انی طریقنا (ہمارا ایمان یہی ہماری طریقت ہے) رویت محض باری تعالیٰ جائز ہے بلا قید مکان و زمان کے۔ لیکن اس دنیا میں نہیں جو دار فانی ہے بلکہ آخرت میں جو دار بقا ہے۔ کیونکہ دیدار حق کا تعلق بقا سے ہے اور یہ دنیا فانی ہے۔ خدا کی قسم اگر دل کا تزکیہ ہو جائے۔ راز ظاہر ہو جائے تو حق تعالیٰ کی وحدت کو صاف دیکھے گا۔ اور درمیان میں کوئی پردہ حائل نہیں ہوگا۔ ایک عارف فرماتے ہیں۔ رباعی

صاحب خبراں کہ عالم دلدارند ! در نکتہ غیب محرم اسرارند

در آئینہ صفا شان زنگے نیست زاں روے ز نقش دون حق بیزارند

(عارف لوگ جو محبوب کا علم رکھتے ہیں عالم غیب کے محرم راز ہیں۔ ان کے قلب زنگ کی آلائش سے پاک ہیں۔ اس لئے غیر حق سے بیزار ہیں یعنی وحدت الوجود اُن

---

۱؎ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس قول سے مشائخ رویت باری تعالیٰ ثابت کرتے ہیں۔ لیکن اس قول کی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آگے چل کر خود وضاحت فرما دی ہے آپ فرماتے ہیں کہ حق تعالیٰ کو سر کی آنکھوں سے نہیں بلکہ روحانی یا باطنی آنکھوں سے دیکھا جا سکتا۔ ۲؎ اگر پردہ اٹھ جائے میرے یقین میں اضافہ نہ ہوگا۔ اس کی وجہ یہ ہے پردہ کا اٹھنا اور آنکھوں سے دیکھنا مرتبۂ عین الیقین ہے جو مرتبہ حق الیقین سے نیچے کا درجہ ہے۔ چونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مرتبہ حق الیقین حاصل تھا۔ مرتبہ عین الیقین جو نیچے کا درجہ ہے کے حصول سے ان کے یقین میں کیسے اضافہ ہوتا ہے۔ مثلاً یہ سننا کہ آگ جلاتی ہے۔ مرتبہ علم الیقین ہے۔ اپنی آنکھوں سے دیکھنا کہ آگ میں لکڑی جل رہی ہے۔ مرتبہ عین الیقین ہے اور آگ کے اندر ہاتھ ڈال کر جلنے کی کیفیت کا تجربہ کرنا حق الیقین ہے۔

پر عیاں ہو چکی ہے۔)

اے برادر! نقش (خیال) غیر کو دل سے مٹا دے اور نیست و نابود کر دے۔ پھر تجھے ہر چیز میں خدا ہی خدا نظر آئے گا۔ اور غیر سے بے گانہ ہو جائے گا۔ لہٰذا اس کام میں جان مار دو۔ خون دل نوش کرو۔ جان کی بازی لگا دو اور جہان کو بھول جاؤ اور حق کے ساتھ واصل ہو جاؤ۔ جو منزل مقصود تک نہیں پہنچا وہ کیا جانے کہ وہ بہت بڑے خسارہ میں ہے۔ اور جو پہنچ چکا ہے۔ وہ جانتا ہے۔ کہ حقیقت کیا ہے۔ بیت

گر ترا روزے دراں میداں کشند ایں رقم بینی کہ بر مرداں کشند

(اگر تجھے اس میداں میں (حقیقت کے میدان میں) رسائی ہو جائے تو تجھے معلوم ہو جائے گا کہ مردان خدا کا کیا مقام ہے) اس وقت تجھ پہ ہزاروں راز کھل جائیں گے۔ بلکہ تو دیکھ لے گا کہ خدا تعالیٰ تو ہر جگہ موجود ہے، بے ہمہ ہے بلکہ خود ہمہ ہے اور تمام قیود سے پاک ہے۔ تو خدا تعالیٰ کو ہر چیز میں تلاش کر کیونکہ اس کے بغیر کوئی چیز نہیں اور وہ ہر چیز میں ہے خدا تعالیٰ فرد مطلق ہے۔ تمام موجودات ہستی حق کے ساتھ قائم ہیں۔ ہر جگہ وہی ہے اس کے بغیر کچھ نہیں۔ سبحان الذی بیدہٖ ملکوت کل شیئٍ والیہ ترجعون (وہ ذات پاک جس کے قبضہ میں کل کائنات ہے اور ہر چیز اس کی طرف لوٹ جائے گی) اے برادر جاننا چاہیئے کہ اللہ موجود مطلق ہے۔ (یعنی وجود باری تعالیٰ لامحدود ہے) اور کائنات کا وجود حقیقی نہیں مجازی اور اعتباری ہے (اگر وجود کائنات کو حقیقی کہا جائے (یعنی اگر یہ کہا جائے کہ اللہ کے وجود کے علاوہ کائنات کا وجود بھی فی الواقع ہے۔) تو اللہ تعالیٰ کی ضد اور ند لازم آتی ہے حالانکہ نہ اس کی کوئی ضد[1] ہے نہ ند[2]۔ وتعالی اللہ عن ذالک علواً کبیرا (اللہ تعالیٰ ان چیزوں سے پاک اور بالاتر ہے) لہٰذا کائنات کو موجود حقیقی مت سمجھو۔ ھُوَ الاول والاخر والظاھرُ والباطن (وہی اول ہے وہی آخر وہی ظاہر وہی

---

[1] ضد بمعنی مخالفت مختلف، آمنے سامنے (OPPOSITE) [2] ند بمعنی ثانی۔ نظیر۔ مثل۔

باطن ہے) وھو بکل شئی علیم (اور وہ ہر چیز کا علم رکھتا ہے) یعنی ہر چیز کا علم اس کی مجازی حیثیت سے (حقیقت میں تو کوئی چیز موجود نہیں جیسے دریا میں برف کا ٹکڑا) ذات باری تعالیٰ نامتناہی (لامحدود) و محیط (ہر چیز کو اپنے اندر لئے ہوئے) ہے۔ ہماری اس کائنات کا تعلق عالم غیب سے نہیں ہے۔ البتہ اٹھارہ ہزار عوالم (جمیع عالم) کا تعلق عالم غیب سے ہے اور اُن کا علم ہمارے لئے ممکن ہوسکتا ہے۔ مخلوقات میں کوئی مخلوق کنہ ذات تک نہیں پہنچ سکتی کیونکہ ہر چیز کا وجود ہی نہیں۔ محض اعتباری اور خیالی ہے۔ وَلا یحیطون بشیٔ من علمہٖ پڑھو۔ ہر چیز کا وجود عالم کون و مکان میں ہے۔ عالم حقیقت میں نہیں۔ عالم حقیقت میں صرف اللہ کا وجود ہے اور وہی موجود حقیقی ہے۔ فالحقیقت ھو اللہ ولا سواہٗ فاعلم انہ لا الٰہ الا اللہ وحدہٗ وصلی اللہ علی خیر خلقہٖ محمد

و اٰلہ اجمعین والسلام

## مکتوب ۱۶۴

### بجانب شیخ المشائخ، شیخ نامدار شیخ عبدالستار

### در بیان غیب و شہادت قرآن و در بیان آنکہ غیب در سہ قسم است

حق حق حق

بعد حمد و صلوٰۃ و دعائے ترقی درجات شیخ الاسلام و ہمام الانام، قدوۂ اہل اسلام، عارف باللہ، برادرم شیخ عبدالستار دام عزہٗ باللہ و عرفانہٗ وذوقہٗ وشہودہٗ،

مع اللہ و دعائے شوق ربانی و ذوق سبحانی از فقیر، حقیر، عبدالقدوس اسمٰعیل الحنفی

یاد رہے کہ قرآن عالم قدس سے نزول کر کے لسانِ انسان تک پہنچا ہے۔ تاکہ انسان قرآن پڑھے اور کلام حق کو سمجھے۔ لیکن قرآن کے معنی ہر شخص اپنے مقام و مرتبہ کے مطابق سمجھ سکتا۔ زیادہ نہیں۔ اہل ظاہر قرآن کے ظاہری معنوں میں رہ گئے ہیں چنانچہ احکام شرع اور مجتہدین کا اجتہاد یہ سب کچھ قرآن کے ظاہری معانی سے تعلق

رکھتا ہے جو بحر بیکراں ہے اور قرآن کے باطنی اسرار و رموز کے محرم صرف انبیاء اور اولیاء ہیں۔ جیسا کہ حضرت مصطفےٰ علیہ السلام نے فرمایا ہے۔ اِنَّ لِلْقرآن ظہراً وبطناً و لبطنہٖ بطنٌ الیٰ سبع بواطن (قرآن کے ایک ظاہری معنی ہیں ایک باطنی اور پھر اس باطنی معنوں کا باطن سات باطنوں تک) علمائے ظاہر کی قرآن کے باطنی معانی تک رسائی نہ ہوئی اور تاویل میں مشغول ہو گئے ہیں اور سلامتی سے نکل گئے ہیں۔ ظاہر قرآن شریعت ہے۔ اور اس کا باطن حقیقت ہے۔ شریعت کا تعلق خلق سے ہے اور حقیقت کا تعلق حق سے ہے یعنی عالم غیب و عالم شہادت غیب کی تین اقسام ہیں۔ اوّل غیب کونی جسکا تعلق عالم بالا سے ہے مثل ملائک دوم غیب عدمی، اور یہ عدم اضافی ہے۔ جیسے قیامت۔ سوم غیب حق جو کون و مکاں کی اضافت سے منزہ (بالاتر) و مقدس ہے یعنی ہستی مطلق لَیْسَ معہٗ وغیرہ (جس کے سوا کسی چیز کا وجود نہیں) اس مرتبۂ غیب کا ادراک عدم ہے۔ اس لئے کہا جاتا ہے کہ کنہ مسدود ہے (حقیقت تک رسائی ناممکن ہے) بیت

از حقیقت نیست کس را آگہی　　　جملہ مے روند با دست تہی

(حقیقت سے کسی کو آگہی حاصل نہیں ہوتی اور سب خالی ہاتھ جاتے ہیں۔)[1]

اور یہ جو تم نے قرآن میں پڑھا ہے کہ عالم الغیب والشہادۃ۔ یہ غیب عدمی اور شہادت کون ہے۔ فرشتہ اگرچہ غیب ہے لیکن ہمیں اس کا ادراک نہیں ہے یہ غیب کونی ہے جو دراصل شہادت ہے نہ کہ غیب۔ اور وہ عدم جو غیب ہے لَا یعلمہ الا اللّٰہ وان الساعۃ آتیۃ اکاد اخفیہا۔ یہ غیب ہے اور یہ پوشیدگی (خفا) ہر چند عدم ہے فرشتہ کے ادراک سے بالاتر ہے بلکہ علم حق میں ہے۔ خدا تعالےٰ عالم غیب و شہادت ہے اور وہ غیب جو غیب عدمی ہے عدم اضافی ہے بمقابلہ وجود کونی کے عدم ہے اور عدم صرف محض امتناع ہے۔

---

[1] یہ ادعا کہ کسی کو آگاہی حاصل نہیں ہوتی جزوی آگہی تو ہر شخص کو حسب حیثیت ہوتی ہے۔ اس میں کسی کو کلام نہیں یا اس کا علم نہیں۔

کسی شخص کو اس کا علم جائز نہیں، نہ علم حق نہ علم خلق نہ وہ شریک باری تعالےٰ ہے یا ثانی حق کیونکہ جو موجود بالفعل ہے وہ عالم شہادت ہے یا بالقوۃ جو اس وقت معدوم ہے اور ممکن الوجود ہے۔ ان دونوں کا علم جائز ہے (یعنی ہو سکتا ہے) اور وہ جو ممکن وجود نہیں محض امتناع ہے تصور وجود اور تصور علم نہیں رکھتا۔ اسلئے کہا گیا ہے کہ ہر شخص کا علم اس کی حیثیت کے مطابق ہوتا ہے۔ فرشتے کا علم اس کی حیثیت کے مطابق ہوتا ہے۔ اس کی ذات (حقیقت) چونکہ کونی ہے (عالم کون و مکان سے تعلق رکھتی ہے) اس کو کون و مکان کے علاوہ علم نہیں۔ اور عدم سے آگہی نہیں رکھتا اگرچہ ممکن وجود ہے اور خدا تعالےٰ محیط مطلق ہے۔ کائنات کا کوئی ذرہ ایسا نہیں جس کو خدا تعالےٰ محیط نہیں۔ ورنہ عدم محض میں علم نہیں کیونکہ عدم محض معدوم ہے۔ اور خدا تعالےٰ موجود ہے کیونکہ غیر موجود سے کوئی چیز وجود میں نہیں آسکتی۔ اس کی ہستی مطلق ہے یعنی غیب مطلق، اور فرد مطلق جو تعین و تکثر سے منزہ ہے۔ اسکے سوا کوئی چیز نہیں اور جو چیز اسکے سوا ہے وہ چیز نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ غیر کا وجود ہی نہیں ناممکن الوجود ہے۔ اشیاء کا تعین اور تکثر (کثرت) تیرے نزدیک ہے اور صرف تیرے فہم میں ہے اور یہ شریعت ہے اور غیب میں سوائے حق کے کچھ نہیں (یعنی حقیقت میں سوائے حق کے وجود کے کسی چیز کا وجود نہیں)۔ ہمہ اوست لَیْسَ مَعَہٗ غَیْرُہٗ وَحدَہٗ لاشَرِیکَ لَہٗ (اسکے ساتھ اسکے غیر کا وجود نہیں وہ واحد لاشریک ہے) اور یہ حقیقت ہے۔ اہل حقیقت سوائے حق کے نہیں دیکھتے۔ نہ جانتے ہیں اور وہی ایک وجود سمجھتے ہیں۔ اور وجود حق سمجھتے ہیں۔ اہل شریعت، اپنے آپ کو جانتے ہیں اور خدا کو اپنا خالق سمجھتے ہیں اور دونوں جہانوں میں اپنی قید و بند میں رہتے ہیں۔ جس کسی کو حقیقت کی خبر نہیں اور اپنے وجود کی قید میں رہا اگرچہ جنت میں جائے گا اسلام کی رو سے وہ اپنی قید میں بھر ما ہے اُسے ... کی کوئی خبر نہیں۔ آیہ لَا یَبْغُوْنَ عَنْهَا حِوَلًا سے یہی مراد

ہے اور طالبانِ حق تعالےٰ جو حقیقت کے طالب ہیں اگرچہ اس جہان میں اپنے وجود کی قید میں ہیں۔ میدانِ جزا میں اُن سے پردہ اٹھایا جاتا ہے اور جمالِ حق کا مشاہدہ کرتے ہیں اور سوائے حق کے نہ کچھ سمجھتے ہی نہ دیکھتے ہیں۔ عَلَى الْاَرَائِكِ يَنْظُرُوْنَ سے یہی مراد ہے جس نے دوست کو نہ پایا اور دوست سے تعلق نہ رکھا خواہ جنّت میں ہو اس نے کچھ حاصل نہ کیا۔ مصرع، فردوس چہ کار آید گر یار نیا شد (جس بہشت میں دوست نہیں وہ بہشت کس کام کی)۔ اے برادر آج طلبِ حق میں مشغول ہو جا کیونکہ حق کے سوا کچھ نہیں۔ پردہ اُٹھ چکا ہے اور کوئی غبار باقی نہیں۔ کوئی کیوں غیر حق کے ساتھ مائل ہو۔ بغیر طلب حق جب وہ اِس جہان سے گزر کر اُس جہان میں جائیگا اپنے اعمال کی جزا پائیگا لیکن خدا کو نہ پائیگا۔ آیۂ وَ اِنْ اَحْسَنْتُمْ اَحْسَنْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ وَ اِنْ اَسَاْتُمْ فَعَلَيْهَا (اگر تم نے نیکی کا کام کیا تو اپنے نفس کیلئے کیا اور برائی کی تو وہ تمہارے اپنے لئے ہے) سے یہی مراد ہے۔ وہ عبادت اور وہ اعتقاد جو تجھے اپنے آپ کے ساتھ مشغول رکھے اور قید میں رکھے درحقیقت وہ عبادت اور اعتقاد نہیں۔ عبادت وہی ہے جو طلب خدا میں ہو اور اعتقاد وہی ہے جو طلب خدا تعالےٰ میں ہو۔ خدا کی طلب کے بغیر ہر عبادت و عقیدہ ضلال (گمراہی) ہے نہ ہدایت۔ مصرع

علمے کہ راہِ حق نہ نماید جہالت است (وہ علم جو راہ حق نہ دکھائے جہالت ہے) آیۂ يُضِلُّ مَنْ يَّشَاءُ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَاءُ (جسے چاہے گمراہ کرتا ہے جسے چاہے ہدایت دیتا ہے) سے یہی مراد ہے شرکِ حق تک راہنمائی نہیں کرتا۔ اور یہ غیر یقینی ہے۔

جس نے غیر سے تعلق رکھا خواہ شرک جلی ہو شرک خفی محروم ابدی ہوا۔ العیاذ باللہ من ذالک۔ بیت

راہ زد مشغولیٔ عالم ترا نیست پروائے خدا یکدم ترا

(مشغولیٔ عالم نے تیری راہزنی کی اور خدا کی تجھے ذرہ بھر پروا نہیں) اے برادر جبتک دم ہے طلبِ حق میں دم مٹ اور جبتک قدم ہے راہِ حق میں قدم مار۔ جہان مار دے اور خون نوش کر۔ اور جان و جہان کی بازی لگا دے اور حق سے واصل ہو جا۔ خدا تیرے ساتھ ہے اسکے سوا کوئی نہیں۔ تو اس کے سوا کیوں رہنا پسند کرتا ہے۔ تو کچھ نہیں اُٹھ اور جان و جہان راہِ حق میں قربان کر دے۔ اور حق سے واصل ہو جا۔ انفِروا خفافاً وَ ثقالاً و جاھدوا باَموالِکُم وَ اَنفُسِکُمْ فِی سَبِیلِ اللّٰہِ (نکلو ہلکے ہو کر یا وزن اٹھا کر اور جہاد کرو اپنے مالوں سے اور اپنی ذات سے راہِ حق میں) سے یہی تاکید مراد ہے۔ وَھو معکم اینما کنتم (وہ تمہارے ساتھ ہے جہاں بھی تم ہو) اس نے اپنا جمال جہان میں بکھیر دیا ہے اگر خفاش (چمگادڑ) آفتاب کو نہ دیکھے تو اس کا قصور ہے نہ کہ آفتاب کا۔ آیۂ وَھُوَ الغفور الودود ذو العرش المجید میں یہی راز ہے۔ عالم الغیب والشہادہ سب پر محیط ہے۔ غیب و شہادت (نظر آنا یا نہ آنا) تیرے نزدیک ہے یہ تیرا نقطۂ نظر ہے اور تیرا فعل ہے نہ کہ حق کا۔ وَحدہٗ لا شریکَ لہٗ (وہ ایک ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں) میں یہی راز ہے۔ پورا قرآن اُسکی وحدت، اسکی پاکی، اس کا تصرف و قدرت و اس کی تخلیق سے پُر ہے۔ تبارک الذی بیدہ الملک میں یہی راز ہے۔ قرآن اُسکی وحدت ہے اور کون و مکان دکھلاوا عکس) ہے نہ کہ اُسکی کا کوئی وجود ہے۔ کون و مکان (کائنات) کا اپنا کوئی وجود نہیں۔ حق تعالےٰ کے سوا کچھ نہیں۔ بیت

ہرچہ بینی ذاتِ پاک حق ہمیں این چنیں دیدن ترا نیکو بود

(جو کچھ تو دیکھتا ہے ذاتِ حق دیکھ تیرا یہی دیکھنا صحیح ہے)

ختم اللہ بالخیر والظفر۔

# مکتوب ۱۶۵

بجانب شیخ عبدالستار در بیان

۱۔ معنیٔ آیہ لیس عند اللہ صباح ولا مساء

۲۔ معنیٔ ظہور و بطون و جز حق تعالے

۳۔ معانیٔ ذلیلیٔ عبد و جلیلیٔ حق

حق حق حق

........ یاد رہے کہ لیس عند اللہ صباح ولا مساء کے متعلق جو آپ نے دریافت کیا ہے۔ صباح و مساء [ صبح و شام ] بندگانِ خدا کے نزدیک ہے نہ کہ حق تعالےٰ کے نزدیک۔ خدا منزہ ہے زمان و مکان سے اور بالاتر ہے زمین و آسمان سے۔ خدا دائم و قائم ہے۔ زمان و مکان میں سے جو کچھ نظر آتا ہے یہ بندہ کے نقطۂ نظر سے ہے اور اس کے اپنے وجود کے اعتبار سے ہے۔ وجود حق و ہستیٔ حق کے اعتبار سے [یعنی نقطۂ نگاہ سے] حق کے سوا کسی چیز کا وجود نہیں۔ ہمہ اوست اور انکے سوا کچھ نہیں۔ عطار نے خوب کہا ہے ؎

یک عین متفق کہ جز او ذرہ نبود          چوں گشت ظاہر ایں ہمہ اغیار آمدہ

(ایک تھا اور اس کے سوا ایک ذرہ کا وجود نہ تھا۔ جب ظاہر ہوا تو تمام اغیار برآمد ہوئے)

اس بات پر سب کا اتفاق اور اجماع ہے کہ تخلیق کائنات سے پہلے خدا تھا اور کچھ نہ تھا۔ اور وہ ذات ایک ہے اور تعدد و تکثر تعین و تصور سے منزہ ہے۔ فردِ مطلق ہے۔ لیس معہ غیرہٗ وحدہٗ لاشریک لہ۔ ایک ہے اور ایک کے سوا کچھ نہیں۔ غیر کا وجود ناممکن اور عدم محض ہے۔

وجودِ عالم مرتبۂ وحدت میں ہے نہ کہ کثرت میں [ یعنی کائنات کا وجود وجودِ حق میں شامل ہے اس سے خارج نہیں ] ۔ یہ محض نقشبندی اور محفل آرائی ہے
عزیزِ من! بندہ کا ہونا اُس کے اپنے نقطۂ نگاہ سے ہے اور اپنے علم وخیال سے ہے ۔ ازل و ابد کا نام لیتا ہے اور غیر کے ساتھ مشغول ہوتا ہے اور خدا کو غیب سمجھتا ہے ۔ یہ اس کی محرومی اور بدنصیبی ہے ۔ بیت

راہ زد مشغولیٔ عالم ترا　　　نیست پروائے خدا یکدم ترا

[ دنیا میں مشغول ہونا تیرے لئے راہزن ثابت ہُوا اور تجھے خدا کی ذرہ بھر پروا نہیں ]

حقا کہ اگر تو با خود نہ ہوتا تو یہ دردِ سر نہ ہوتا ۔ عارفین کا نالہ وفریاد اس وجہ سے ہے ۔ یالیتَ ربّ محمد لم یخلق محمدا [ کاش کہ محمدؐ کا خدا محمد کو پیدا نہ کرتا ] ( حدیث )

اب یہ جاننا چاہیئے کہ جب بندہ اپنے آپ کو دیکھتا ہے یا کائنات کو دیکھتا ہے اس سے خالقِ کائنات کا ثبوت ملتا ہے اور بندہ یہ سمجھتا ہے کہ یہ کائنات اور خود اس کا اپنا وجود غیرِ حق ہے ( حق تعالیٰ سے علیحدہ وجود ہے ) ۔ یہ حق تعالیٰ کا ظہور و بطون ہے کہ غیر بینی کی وجہ سے خدا کو نہیں دیکھتا اور اس کو غیب سمجھتا ہے ۔ والا لَیس الا ھو [ لیکن اسکے سوا کوئی نہیں ] ۔ یہاں ھُوَ سے مراد یہ ہے کہ اسکا ظہور بطون ہے اور بطون ظہور[له] ۔ وہی ظاہر ہے وہی باطن ہے ۔ نہ کوئی اضافت ہے نہ نہ بساطت ۔ اور یہ سب تیرے نقطۂ نگاہ سے ہے نہ کہ خدا کے نقطۂ نگاہ سے ۔ اور یہ بات کہ درویش معرفتِ حق میں ایسے مقام پر پہنچتا ہے کہ حق

---

له حاشیۂ کتاب فارسی ۔ جیسا کہ حضرت مولانا جامیؒ نے فرمایا ہے کہ " ذات اسم الباطن ھو بعینہٖ ذات اسم الظاھر والقائل بعینہٖ ھو الفاعل ۔ [ ذاتِ اسم ظاہر بعینہٖ ذاتِ اسم باطن ہے اور قائل بعینہٖ فاعل ہے ] ۔

کو پاتا ہے اور خود کو پاتا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ خدا تعالیٰ تنہا ہے اور فردِ مطلق ہے۔ جو شخص اس کو پالیتا ہے اس کے سوا کسی کو نہیں پاتا۔ جیسا کہ کسی نے کہا ہے۔ ؎

در ہر چہ نظر کردیم غیر از تو نمے بینم  غیر از تو کسے باشد حقا چہ مجال ست ایں

[جس چیز کو ہم نے دیکھا تیرے سوا کسی کو نہ دیکھا تیرے سوا ہو ہی کون سکتا ہے یہ کس کی مجال ہے] ۔ سبحان اللہ! مردانِ خدا کا کمال اور ان کا جمال خدا تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

درویش بے خویش خدا رسیدہ جز خدا نیست چرا کہ جز خدا خدا نیست۔ کسی نے خوب کہا ہے ؎

بندہ جائے رسد کہ محو شود  بعد ازاں کار جز خدائی نیست

او نشوی لیکن جائے رسی کہ نوئی تو از تو بر خیزد با تو ہیچ دوئی نیامیزد۔ و ایں را یگانگی گویند و کمال عارفاں جویند۔ خوش گفت رباعی:۔

من تو شدم تو من شدی  من تن شدم تو جاں شدی
تا کس نگوید بعد ازیں  تو دیگری من دیگرم

انا الحق و سبحانی مرداں را اینجا است۔ و اگر گواہ مے طلبی یہ پڑھو:۔ اِنَّ الحق لینطق علی لسانِ العمر۔ چہ مے شنوی بشنو بشنو اگر توانی شنید ولی یگانہ است و بہانہ است جز خدا نہ باد آرانہ است کن بے رکن لاث درکار است وغیرہ ہمے نا اعتبار است۔ یقین است خدائے لا مکانی بے تعین و بے نشان است معاملہ معلوم گشت و بمشاہدہ مفہوم پیوست بندہ در تصورِ خود و در تشخصِ خود منحصر مکان است نہ آنکہ مکانیست سُبحان است، سبحان لا مکان است، لامکان نہ کسے درمیان است۔ غایت آنکہ بندہ کہ خود را مے باید ذلیل مے باید و جلیل کہ خلیلِ بندہ است و بندۂ ذلیل، ذلیل آں بُود کہ بر جمیع احوال و مکاسبِ خود محتاج جلیل بُود و ہماں جلیل بود و جز اسمے نہ ذلیل بود و سرور

ذلیلان در معرفت جلیل سرور انبیاء است صلعم . درین ذکر وقتے از فکر رفتم و مشاہدہ کروم ذل حضرت رسالت علیہ السلام بحضرت خدا۔ تعالےٰ کہ رو راست دانستم کہ امین است و ینطق عن الھویٰ ہمین است دراں حالہ کہ ایں معاملہ بود چہ اسرار است در ظہور بود من لم یذق لم یدرك الحمد للہ علیٰ ذالك رزقہ اللہ ذالك و ایاکم عاقبت محمود باد بحرمت النبی و احقادہ الامجاد۔

## مکتوب ۱۶۶

بجانب قاضی حسین منگلوری در جواب مسئلہ معنیٰ ایں دو بیت

۱۔ بیزارم ازاں کہنہ خدائے کہ تو داری ہر لحظہ مرا تازہ خدائے دگر است

۲۔ من نماز خویش پیشین کردہ ام کافرم گر بعد ازیں دیگر کنم

۳۔ تحقیق انبیاء۔ ۴۔ خو نخواری اولیاء را ۔ ۵۔ و تاویل کردن علماء را

۶۔ و غفلت بیچارہ دیگر را

حق حق حق

...... آپ کا خط ملا۔ آپ نے جن دو اشعار کا مطلب دریافت کیا ہے اس میں شک نہیں کہ یہ الفاظ یا اس قسم کے دوسرے الفاظ جو بعض حضرات سے صادر ہوئے ہیں ظاہری شریعت اور عقائد کے خلاف ہیں اور جائز نہیں۔ تاہم تاویل کا دروازہ کھلا ہے۔ تحقیق انبیاء صحیح ہے۔ خونخواری اولیاء کی تاویل لازم ہے۔ جہاں تک علماء اور خلق کی غفلت کا تعلق ہے اکثر غفلت کا شکار ہیں اور ظاہری تقلید و استدلال کی قید میں مقید ہیں۔ خدا تعالےٰ کو عیب سمجھتے ہیں اور خدا کی کچھ طلب انکے دلوں میں نہیں ہے۔ اس واسطے حضرت محمد مصطفےٰ علیہ السلام ان مقید لوگوں کی شکایت کرتے ہیں اور فرماتے ہیں مَنِ استوٰی یَوْمَاہُ فَھُوَ مَغْبُوْنٌ[1]

---

[1]: یعنی ہر روز قرب الی اللہ میں ترقی نہ کی تو خسارے میں رہا۔

(جس نے دو دن ایک ہی حالت میں بسر کئے وہ خسارے میں رہا) ۔ اسی وجہ سے عاشقانِ الٰہی پریشان ہو کر اپنی نیکیوں کو برائیاں سمجھتے ہیں اور جوش میں آ کر نعرہ لگاتے ہیں کہ ؎

بیزارم از کہنہ خدائے کہ تو داری — ہر لحظہ مرا تازہ خدائے دگر است

اور ؎ بیت :۔

من نمازِ خویش بیشیں کردہ ام — کافرم گر بعد ازیں دیگر کنم

ترجمہ شعرِ اول ۔ میں تیرے پرانے خدا سے بیزار ہوں میرے لئے تو ہر لحظہ نیا خدا ہے [1]

ترجمہ شعرِ دوم ۔ میں نے پہلے نماز ادا کی اب پھر نہیں پڑھونگا ورنہ کافر ہونگا ۔[2]

اگر تم عقل و ہوش رکھتے ہو تو قرآن سے سنو وَ اِذَا تُلِیَتْ عَلَیْھِمْ اٰیَاتُہٗ زَادَتْھُمْ اِیْمَانًا (جب اُن کے سامنے اس کی آیات پڑھی جاتی ہیں تو انکے ایمان میں اضافہ ہوتا ہے[3]) ۔ یہ ہے سارا شور اور یہ ہے سارا زور ۔ السکوتُ حرامٌ علی قلوب الاولیاء (اولیاء کے قلوب پر سکوت حرام ہے ۔ (یعنی ہر لحظہ ترقی کی رفتار میں رہتے ہیں) ۔ منصور حلاجؒ فرماتے ہیں ۔

---

ع۱ قرآن مجید میں آیا ہے کہ کُلَّ یَوْمٍ ھُوَ فِیْ شَانٍ (ہر لحظہ اس کی نئی شان ہے ۔ لہٰذا عارف باللہ جو ہر لحظہ نئی منازلِ قرب طے کرتا ہے حق تعالےٰ کی نئی شان کا مشاہدہ کرتے ہیں ۔

ع۲ نماز پڑھنے سے آدمی کافر کیسے ہوتا ہے ۔ بات یہ ہے کہ حقیقت میں وحدت الوجود ہے نہ ساجد نہ مسجود ہے ۔ جب آدمی نماز کی نیت کرتا ہے تو وحدت الوجود سے انحراف کر کے مقام دوئی و کثرت میں واپس آتا ہے اور نماز پڑھتا ہے ۔ حقیقت سے اس انحراف کو عارف لوگ کفر کا نام دیتے ہیں ۔ نیز کفر معنی چھپانا بھی ہے ۔ یعنی جب عارف نماز ادا کرتا ہے تو حقیقت کو چھپا کر یعنی کفر کا مرتکب ہو کر ادا کرتا ہے ۔

ع۳ ۔ ایمان میں اضافہ ہونا ہی نئے مراتبِ قرب طے کرنا اور حق تعالےٰ کے ہر لحظہ نئے شیون کا مشاہدہ کرنا ہے ۔

كَفَرْتُ بِدِينِ اللّٰهِ وَالكُفرُ عَلَيَّ وَاجِبٌ[۴] [میں نے دین الٰہی سے کفر کیا اور یہ کفر مجھ پر واجب تھا یا۔ سلطان العارفین [حضرت بایزید بسطامیؒ فرماتے ہیں:۔
توبة الناس من الذنوبِ وَتوبَتِي مِن قولِ لا الٰہ اِلا اللّٰہ[۵] [لوگوں کی توبہ گناہوں سے ہوئی ہے اور میری توبہ اس قول سے ہے لا الٰہ الا اللّٰہ]۔ تو کیا سُنے گا حرف ابتر، گفتار ابتر، رفتار ابتر۔ بیت:۔

از راز درون پردہ رندان مست پرس — کیں حال نیست صوفیٔ عام مقام را

[رندان مست کے اندرونی حال کو مت پوچھ صوفی عالی مقام کو یہ مقام حاصل نہیں]
جو شخص حس و عقل کی قید میں رہ گیا۔ اور ظاہری شریعت کی قید میں رہا وہ قرب حق سے محروم رہا۔ کسی نے خوب کہا ہے ؎

تا تو برون دری جملہ غیر مے بینی — درآ، درآ، کہ ایں خانہ خالی از غیر است

[جبتک تو دروازہ سے باہر ہے ہر چیز کو غیر اللّٰہ سمجھتا ہے۔ اندر آؤ، اندر آؤ کہ اس گھر میں غیر کا وجود نہیں۔] فاعرف ولا تحرم
اس شعر کا ظاہری مطلب یہ ہے کہ میں نے اپنے محبوب و مطلوب کے لئے نماز

---

[۴] دین حق سے کافر ہونے کا مطلب یہ ہے جب عارف واصل حق ہوتا ہے اور فنافی اللّٰہ ہوجاتا ہے تو اُس وقت نماز نہیں پڑھ سکتا۔ یعنی اُس خاص حالتِ فنا کے وقت نماز نہیں پڑھ سکتا۔ اس حالت کو کفران کہا گیا ہے۔

[۵] کلمہ لا الٰہ الا اللّٰہ سے توبہ کرنے کا مطلب یہ ہے کہ چونکہ حقیقت میں وحدت الوجود ہے اور کلمہ توحید سے دوئی و کثرت لازم آتی ہے۔ اسلئے دوئی سے توبہ کرتے ہیں اور دائمی طور پر مقام فنافی اللّٰہ میں رہنا زیادہ پسند کرتے ہیں۔ یاد رہے کہ حضرت جنیدؒ اور حضرت بایزید بسطامیؒ کے مسلک میں یہی فرق ہے کہ حضرت جنیدؒ بقاباللّٰہ اور عبدیت کو زیادہ پسند کرتے ہیں اور حضرت بایزیدؒ مقام فنا میں رہنے کو ترجیح دیتے ہیں۔ لیکن اکثر و بیشتر اولیاء کرام کا مسلک بقاباللّٰہ اور عبدیت ہے جو رسول اکرمؐ کا خاصہ ہے وہ فنا کی محویت سے مغلوب نہیں ہوتے بلکہ غالب الحال ہو کر صوم و صلوٰۃ قائم رکھتے ہیں کیونکہ مغلوب ہونا کمزوری کی علامت ہے۔

پڑھی ہے مگر کسی دوسرے کے لئے پڑھوں تو کافر ہو جاؤنگا۔ واللہ اعلم۔۔۔۔
عاقبت محمود باد بحرمت نبی علیہ السلام وآلہ الامجاد۔

## مکتوب ۱۶۷

بجانب شیخ خضر جونپوری الملقب بہ میاں خان
در بیانِ انکسار نفس و تاسفِ حال

حق حق حق

۔۔۔۔۔۔ آن برادر کے خطوط تواتر سے موصول ہوئے جس سے دل کو خوشی ہوئی۔ آپکو چاہیئے کہ اسی طرح اپنے حالات سے مسلسل آگاہ کرتے رہیں تاکہ تسلی ہو۔ اشتیاق ملاقات بہت ہے عمر آخر کو پہنچ چکی ہے۔ اسی سال کے قریب گذر چکے ہیں منزل مقصود تک رسائی نہیں ہوئی۔ خونِ دل نوش کیا، جان ماردی اور تن کو تباہ کیا لیکن کچھ حاصل نہ ہوا۔ بیت :۔

آہ دلم خون شدہ در کار او     آہ درو ہیچ رہے درکار نیست

[ افسوس کہ دل خون ہو گیا راہ جاناں میں لیکن مطلوب تک رسائی نہ ہوئی ]

یہ پیری اور مریدی جو آجکل رائج ہے مردان خدا کیلئے اس کا کوئی اعتبار نہیں۔ سَنَشُدُّ عَضُدَكَ بِأَخِيكَ [ ہم تیرے بھائی کے ذریعے تیری کمر مضبوط کر دینگے ] (قصہ حضرت موسیٰ علیہ السلام) ایک وعدہ ہے دستگیری کا۔ پس دعا مانگنی چاہیئے کہ الغیاث الغیاث یا غیاث المُستَغِیثِینَ اَغِثنِی [ المدد المدد اے مدد طلب کرنے والوں کے مددگار میری امداد کر ] مریدین کو پیروں سے ضرور مدد ملتی ہے اور وہ خدا رسیدہ ہو جاتے ہیں اور فلاح پاتے ہیں۔ اور بعض مرید ایسے ہوتے ہیں جن سے پیروں کی دستگیری ہوتی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا کہ اَرِحنِی

یا بلال اَرِحنی یا بلال [اے بلال مجھے آذان سنا کر خوش کرو]۔ نیز آپ ﷺ کا یہ فرمانا کہ وَاحشرنی فی زُمرۃِ المساکین [یا رب مجھے قیامت کے دن مساکین کے ساتھ اٹھائیو] شاید اسی وجہ سے ہے۔ اِنی لَاَجِدُ نفس الرحمان من جانب الیمن [مجھے یمن کی طرف سے یا دائیں طرف سے (جدھر ہندوستان ہے) ٹھنڈی ہوا محسوس ہوتی ہے] کا بھی شاید اسی طرف اشارہ ہے۔ حضرت مخدوم شیخ نصیر الدین چراغ دہلیؒ کو جب حضرت خواجہ قطب عالم خواجہ قطب الدین بختیار قدس سرہٗ کے دربار میں باریابی ہوئی تو فرمان ہوا کہ نصیر الدین محمود مانگ جو کچھ مانگتے ہو۔ انہوں نے عرض کیا کہ میرا پیر قطب جہان ہو جائے۔ فرمان ہوا کہ ہم نے تمہارے پیر [خواجہ نظام اولیاءؒ] کو قطب جہان بنایا۔ اور یہ ارشاد تین بار ہوا۔ بیت

یقین مے داں کہ شیران شکاری — درین رہ خواستند از مور یاری

[یقین کرو کہ شکاری شیر بھی بسا اوقات چیونٹی سے مدد حاصل کرتے ہیں] یہاں سوائے عجز و نیاز اور زاری کے کوئی چارہ نہیں۔ یہ تباہ حال بیچارہ کس شمار میں ہے مفلس اور بے نوا ہے۔ چیونٹی کی طرح کمزور ہے۔ طلب حق میں کعبۂ وصال کا خواہاں ہے۔ اس آرزو میں عمر گذر چکی ہے۔ فضلِ ربانی کیلئے کوئی مشکل نہیں ؎

مورِ مسکین ہوسے داشت کہ در کعبہ رسد — دست بر پائے کبوتر زدہ ناگاہ رسید

[بیچاری چیونٹی کو خواہش ہوئی کہ کعبہ پہنچے کبوتر کے پاؤں پکڑے اور فوراً پہنچ گئی]

رزقنا اللّٰہ و اِیّاکَ و بجمیع الطالبین۔ عاقبت محمود باد بالنبی و آلِہِ الامجاد۔

# مکتوب ۱۶۸

بجانب شیخ عبدالرحمٰن در بیان دوام صفا و عدم دوام انوار غیب و معنئ صاحب الورد ملعون و تارک الورد ملعون

حق حق حق

...... آپ کا خط ملا دل کو بہت فرحت حاصل ہوئی۔ ہاں یہی سنت جاری ہے کہ بندگان بارگاہ رب العزت میں اور مریدین اپنے پیران عظام اساتذہ کرام اور بزرگان کی خدمت میں عجز و نیاز سے اپنی خطا معاف کراتے آئے ہیں۔ اور فلاح پاتے آئے ہیں۔ اگرچہ یہ تباہ حال مفلس اور بے نوا ہے یاران اہل اللہ ہیں، آشنائے غیب اور صاحب اسرار ہیں۔ اس مفلس کی خوش قسمتی ہے کہ انکی دعاؤں کی برکت سے اس عاجز کا بیڑا پار ہوتا ہے۔ روایت ہے کہ اگر پیر کامل ہے اور مرید ناقص تو کل قیامت کے دن مرید صادق کو پیر کا مرتبہ ملتا ہے۔ اور پیر کی طرح بلند درجہ ملتا ہے۔ اور اگر پیر ناقص ہے اور مرید کامل تو مرید کی شفاعت سے پیر کو بلند درجہ ملتا ہے اور بہشت نصیب ہوتی ہے۔ بفضلہٖ تعالےٰ دونوں کے درمیان استعانت کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔ سَنَشُدُّ عَضُدَكَ بِأَخِيكَ (ہم تمہارے بھائی کے ذریعے تمہاری کمر مضبوط کرینگے) قرآن کا فیصلہ ہے اس میں کوئی اختلاف نہیں۔

اربعین (چلہ) مبارک ہو۔ اللہ تبارک و تعالیٰ کے کرم سے جان و جہان کی بازی لگائے رکھو۔ اور جو انوار و اسرار حق تعالےٰ کے لطف و کرم سے ظاہر ہوں خدا تعالےٰ اُن میں مزید ترقی عطا فرماوے۔ یہ بڑی دولت ہے جو اہلِ صفا اور اہلِ ذکا کو نصیب ہوتی ہے ہر کس و ناکس کو یہ دولت

نہیں ملتی ۔ ہزاروں میں ایک اس سعادت سے سرفراز ہوتا ہے ۔ بیت :۔

محرم دولت نبود ہر سرے     بار مسیحا نکشد ہر خرے

[ اس تاج کے لائق ہر سر نہیں ہو سکتا جیسے حضرت مسیحؑ کا بوجھ ہر خر [ گدھا ] نہیں اٹھا سکتا ] ۔ اس بیچارہ کا یہ مشرب اور یہ پیری مریدی اور یہ لطف و کرم حق تعالیٰ کی عنایت کا نتیجہ ہے ۔ آج کون خدا کا نام لیتا ہے ۔ اور کون ذکر خدا کرتا ہے ۔ اور راہ خدا میں کون چلتا ہے ۔ ہم بدبختوں کو پیٹ کے غم کے سوا کوئی فکر نہیں اور دنیا کے سوا کوئی طلب نہیں ۔ شیطان کمین گاہ میں بیٹھا گمراہ کر رہا ہے ۔ اسلئے وَ اُفَوِّضُ اَمْرِیْ اِلَی اللّٰہِ اِنَّ اللّٰہَ بَصِیْرٌ بِالْعِبَادِ [ میں نے سارا معاملہ اللہ کے سپرد کر دیا وہی ہے اپنے بندوں پر مہربان ] بہترین سہارا ہے ۔ خدا کا دامن مضبوط پکڑ لے اور کوئی فکر نہ کر ۔ اور ہر وقت یہی ورد رکھو کہ اِنَّکَ غَفُوْرٌ حَلِیْمٌ جَوَّادٌ کَرِیْمٌ وَ رَؤُفٌ الرَّحِیْمُ ۔ اگر دشمن قوی ہے تو دوست قوی تر ہے ۔ وَاللّٰہُ الْمُسْتَعَانُ وَاللّٰہُ غَالِبٌ عَلٰی اَمْرِہٖ بہر قوی پناہ ہے ۔ جس پر قائم رہنا چاہیئے ۔

یاد رہے کہ صفا [ تزکیہ نفس ] کیلئے کوشاں رہو تا کہ اسرار غیب ظاہر ہوں ۔ صفا سے مراد پاکی [ پاکیزگی ] ہے ۔ صفا کے کئی اقسام ہیں ۔ اول پاکی لقمہ، جائے اور جامہ، یعنی ظاہر جسم کی پاکی جس کی شرع میں تاکید آئی ہے ۔ دوم صفائے جوارح یعنی گناہوں سے پاک ہونا ۔ سوم دل کا صفاتِ ذمیمہ مثل تکبر، بخل، کینہ، حسد سے پاک ہونا ۔ جب یہ تینوں قسم کی صفائی حاصل ہو جاتی ہے تو استقامت حاصل ہوتی ہے ۔ اور اِنَّ عِبَادِیْ لَیْسَ لَکَ عَلَیْھِمْ سُلْطَانٌ ۔ [ اللہ تعالیٰ شیطان کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں کہ میرے بندوں پر تیرا زور نہیں چلے گا ] کا قلعہ نصیب ہوتا ہے ۔ چوتھی قسم کی صفائی، صفائے ستر ہے یعنی قلب کا ماسوی اللہ سے فارغ ہونا ۔ بہ حقیقت اسلام ہے جس سے مشاہدۂ حق حاصل ہوتا ہے ۔ جاننا چاہیئے کہ اسلام کیا ہے ۔ اور

مسلمان کون ہیں اَللّٰھُمَّ اَنْتَ السلام ومِنْكَ السلام وَ اِلَيْكَ يرجِعُ السلام وَحَيِّنَا بِالسَّلَامِ وَاَدْخِلْنَا دار السلام ۔ اس کے سوا باقی باکی اور باقی دولت اسمی (برائے نام) اور رسمی ہے ۔ اور اگرچہ یہ رسمی اور اسمی ہے تاہم رسم و اسمِ اسلام ہے اور شعار اسلام ہے۔ رسم پر عمل کرنے سے ایک دن حقیقتِ اسلام بھی حاصل ہو جاتی ہے اور قرب حق حاصل ہوتا ہے والسابقون السابقون أولئك هم المقربون (اسلام میں سب سے پہلے سبقت لینے والوں کا درجہ بلند ہے وہی ہیں مقربِ بارگاہ) یہ مردان خدا کا طغرائے امتیاز اور چتر شاہی ہے۔

یاد رہے کہ وہ انوار جو قلب پر وارد ہوتے ہیں اور چلے جاتے ہیں دائمی نہیں ہوتے لیکن صفا دائمی ہے اور مومن کے قلب پر دائماً قائم رہتی ہے اور ارادت کا تعلق اوقات سے ہے اِنَّ الصلوٰۃ کانت علی المومنین کتاباً موقوتاً ۔ کے اندر یہی راز ہے ہر چند وَهُمْ عَلٰى صَلٰوتِهِمْ دَائِمُوْن (وہ دائماً نماز میں مشغول رہتے ہیں) کے مطابق بعض پاکبازوں پر یہ تجلی دائمی طور پر رہتی ہے ۔ قلبُ المومنِ مراۃ الرَّب ۔ (مومن کا قلب حق تعالیٰ کا آئینہ ہے) ۔ آئینۂ دل کو ظلمت و کدورتِ دنیا سے پاک رکھنا چاہیئے تاکہ انوار و تجلیات الٰہی کی بارش ہو۔ انبیاءؑ اس حالت میں وحی کی انتظار میں ہوتے ہیں بقدر صفائے وقتِ خویش ۔ اور اولیاء بھی انبیاء علیہم السلام کے طفیل اس دولت سے مستفیض ہوتے ہیں۔ الحمد للہ علیٰ ذالک ۔

یاد رہے کہ منافق، بے دین اور بے یقین مردود اور ملعون ہے خواہ وہ صاحب ورد ہے یا نہیں۔ "صاحب الورد و تارک الورد ملعون" (ورد رکھنے والا اور تارکِ ورد ملعون ہیں) اس مقولہ کا تعلق اس قسم کے لوگوں سے ہے (یعنی منافقین اور بے یقین لوگوں سے) ۔ اور وہ اوراد جو غلبۂ شغل باطن کی وجہ سے ترک ہو جاتے ہیں ۔ اس قسم کا تارک ملعون نہیں ہوتا ۔ لعنت غفلت اور کاہلی کی وجہ سے

ہوتی ہے۔ لیکن یہاں تو کاہلی نہیں بلکہ مشغولیت ہی مشغولیت ہے اور ذوق عمل ہے۔ یہاں لعنت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ مرد کو چاہیئے کہ محو یار اور طالب دیدار رہے۔ بیت

محو باید بود در ہر دو سرائے | پائے از سر نا پدید و سر ز پائے

[مرد کو چاہیئے کہ دونوں جہانوں میں محو رہے حتیٰ کہ نہ سر کو پاؤں سے اور نہ پاؤں کو سر سے نہ پہنچان سکے]۔ اس کوچے میں مردانِ خدا کا کام یہ ہونا چاہیئے ؎

بر بند ہوا از دل و زبان از گفتار | در محو خودی سعادت خود پندار

[اپنے دل زبان اور گفتار میں خواہش نفس کو داخل نہ ہونے دے۔ اسی محویت کو سعادت سمجھ]

یاد رہے کہ کثرتِ ذکر کی وجہ سے جسقدر کشف حاصل ہو اور اسرار و رموز ظاہر ہوں اسکو وصال نہ سمجھنا بلکہ ابھی یہ راہ ہے درگاہ نہیں ہے۔ جو مردانِ خدا کی منزل مقصود نہیں ہے۔ منزل مقصود یہ ہے کہ خدا تعالےٰ کے فضل سے ذاتِ لاتعین میں محو ہو جائے۔ واصل بحق ہو اور ہمہ تن مشاہدۂ حق میں مشغول ہو جائے۔ اور حق تعالیٰ کی طرف سے پردہ اُٹھ جائے اور زبان حال سے پکار اٹھے ؎

معشوق عیاں بود نمے دانستم | با من بمیاں بود نمے دانستم
گفتم بطلب مگر بجائے برسم | خود تفرقہ ایں بود نمید انستم

[معشوق ظاہر تھا مجھے معلوم نہ تھا وہ میرے ساتھ تھا مجھے معلوم نہ تھا میں نے خیال کیا کہ طلب کی وجہ سے وہاں تک پہنچ جاؤنگا۔ یہی [میرا خیال] تفرقہ تھا مجھے معلوم نہ تھا]۔

مردانِ خدا کی جولانگاہ یہی ہے اور یہ وہ میدان ہے کہ جس کی کوئی انتہا نہیں ہے۔ کیونکہ ذات حق کی کوئی انتہا نہیں۔ ہر شخص حق تعالےٰ کو اپنی ہمت

کے مطابق پا سکتا ہے نہ کہ کما حقہٗ ۔ ہر چند وہ عیاں ہے تاہم در پردہ و لے نشان ہے ۔ گویا وہ عیان بھی ہے اور نہان بھی[1]۔ یہی عرفان ہے اور یہی توحید کا بیان ہے ۔ ہر چند کہ وہ سبحان ہے ۔ احد ہے اور فرد ہے کُنہِ ذات سے ہر شخص بے خبر ہے ۔ کیونکہ وہ لا تعین ہے اللہ اکبر، اللہ اکبر[2]۔ رزقنا اللہ ایاکم و جمیع الطالبین ۔

## مکتوب ۱۶۹

بجانب محمدؐ بابر بادشاہ گورگان
در پند و نصیحت و دفع احداث

حق حق حق

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، الحمد للہ الذی لا الٰہ الا ھو، لہ الحمد فی الاولیٰ والآخرۃ ولہ الحکم والیہ ترجعون، والصلوٰۃ التامۃ الدائمۃ النامیۃ الازلیۃ الابدیۃ الموصلۃ الیٰ اعلیٰ الدرجات العارفین علیٰ رسول رب العٰلمین شفیع المذنبین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ۔

بعد حمد و صلوٰۃ و ثنائے مستطاب، و دعائے مستجاب مزید حیات ترقی درجات، نیل مرادات، بجناب عالی مآب، متعالی صفات ۔ لازال عالیاً، امام جہان، سلطانِ وقت، جواں بخت، خدا پرست، جہاندار، شہر یار، دیندار، ضعیف پرور، عدل گستر، آسمان جاہ، فلک سپاہ، سلطان الاعظم المعظم، ابوالمجاہد، المظفر، حضرت ظل اللہ[1] فی الارض، ظہیر الدین محمدؐ بابر بادشاہ خلد اللہ ملکہ و اید فی

فی العٰلمین رافتہ واعلی فی الدارین شانہٗ ومانہٗ عمّا شانہٗ
از فقیر حقیر خادمِ درویشان بلکہ تراب نعالِ ایشان [درویشوں کا خادم بلکہ
انکے جوتوں کی خاک] عبدالقدوس اسمٰعیل صفی الحنفی الغزنوی۔ میری نصیحت یہ
ہے کہ چونکہ آپ خداوند تعالےٰ کے فضل سے حق تعالےٰ کے مقبول بندہ شرع محمدی
کے پابند ہیں اور دین حنفی پر کمر بستہ ہیں، تمام امور میں علماء کرام کی ہدایت پر
کار بند ہیں، عارفان کی طلب میں مصروف اور انکی خدمت میں مشغول ہیں،
علم و اہل علم کے قدردان ہیں۔ من اَحبَّ العلم والعلماء لم
تکتب خطیئتہ ایام حیاتہٖ [جو شخص علم اور علمائے دین سے
محبت کرتا ہے اس کی زندگی بھر کے گناہ نہیں لکھے جاتے] کے حقدار ہو۔ مجھے
امید کامل ہے اور پورا یقین ہے کہ آپ میری بات پر عمل کریں گے۔ خلاصۂ کلام
یہ ہے کہ اپنے عہد ہمایوں (عہد مبارک) میں علمائے کرام، ائمہ عظام
اور ضعفاء پر اسقدر مہربانی کریں کہ تمام سابقہ بادشاہوں سے سبقت لے
جائیں اور ان سے عشر وصول نہ کریں تاکہ وہ معاشی مشکلات سے نجات پائیں
کیونکہ فقیر سے کچھ طلب کرنا عقل سے بعید ہے۔ غریبوں سے کچھ وصول کرنا
کیسے جائز ہو سکتا ہے۔ یہ بہت بڑا ظلم ہے جس سے جہان تاریک ہو
جاتا ہے و غریبوں اور ناداروں کی آہ و فغاں سے قہر نازل ہوتا ہے ہیہات
ہیہات! کون ذی عقل و ہوش یہ کام کر سکتا ہے۔ اور کون غافل جان بوجھ
کر کنوئیں میں چھلانگ لگاتا ہے۔ العیاذ باللہ من ذالک۔ طائفہ علماء
ائمہ، ضعفاء و فقراء کمال مہربانی اور شفقت کا مستحق ہے تاکہ بعزاغ دل
سے وہ حضرتِ بادشاہ اور تمام مسلمانوں کے حق میں دعا کریں۔ حضرت
حق سبحانہٗ و تعالیٰ نے شاہانِ اسلام کو شرف بخشا ہے اور ان کا مرتبہ
بلند فرمایا ہے اور السلطان ظل اللہ فی الارض [بادشاہ حق تعالےٰ
کا سایہ ہے] کی خلعت عطا فرمائی ہے اور وَ اطیعوا اللہ و اطیعوا

الرسول واولی الامر منکم [اطاعت کرو اللہ کی اس کے رسول کی اور بادشاہ وقت کی] کا رتبہ عطا فرمایا ہے اور جاہ وحشمت عطا کی ہے لہٰذا اگر خدانخواستہ بادشاہ فقراء، ضعفاء، علماء وصلحاء، مشائخ ومساکین کی حفاظت اور نگہبانی اور غم خواری نہیں کریگا اور ہر جگہ سے آہ ونالہ کی آواز بلند ہوگی تو حدیث میں آیا ہے کہ اِنَّمَا تُنْصَرُوْنَ وَتُرْزَقُوْنَ بِضُعَفَائِکُمْ [تحقیق خدا تمہاری امداد کرتا ہے اور تمکو رزق عطا کرتا ہے مساکین کی برکت سے] بلکہ اُن کو آرام پہنچانے میں دولت دو جہان و مغفرت سبحان پوشیدہ ہے۔ فَسَارِعُوْا اِلٰی مَغْفِرَۃٍ مِّنْ رَّبِّکُمْ وَاعْلَمُوْا اَنَّ الدُّنْیَا فَانِیَۃٌ وَالْاٰخِرَۃُ خَیْرٌ وَّاَبْقٰی اِعْدِلُوْا ھُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰی [پس جلدی کرو اور اپنے رب سے مغفرت طلب کرو۔ یاد رکھو کہ دنیا فانی ہے اور آخرت بہتر اور باقی ہے۔ عدل کرو یہ تقویٰ سے زیادہ قریب ہے] یہ ہر حال میں اور ہر شخص کیلئے بہت ضروری ہے۔ اسی وجہ سے عارفین کی ہمت دونوں جہانوں کو چھوڑ کر خالق کائنات سے وابستہ ہو گئی ہے۔ اس لئے ان کو سلطان الہمت کہا جاتا ہے۔ اسی مقام سے ایک بزرگ نے فرمایا اور اپنی بلند ہمت کا اظہار کیا ہے کہ اگر ساری کو ایک لقمہ بنا کر بھوکے کے منہ میں ڈال دوں پھر بھی مجھے اس پر رحم باقی رہیگا کیونکہ جب ہمتِ مردان کے آگے اگلے جہان کی قیمت اسکی زیب و زینت کے باوجود ایک جَو کے دانے کے برابر ہے تو اِس جہان کی کیا قیمت ہوگی جو سراسر قباحت سے لبریز ہے بیت:

حاصلِ دنیا نہ کہن تا بہ نو     چوں گذرند است نیرزد بجو

[شروع سے لیکر آخر تک ساری دنیا کا حاصل کیا ہے ایک جَو کے برابر بھی نہیں]۔ قرآن مجید میں آیا ہے کہ دنیا کی قیمت مچھر کے پَر کے برابر بھی نہیں ہے۔ بیت:

حُبِّ دنیا ذوقِ ایمانت بُرد        زور از تن نور از جانت بُرد

[دنیا کی محبت ایمان کو برباد کرتی ہے۔ جسم کی طاقت اور دل کے نور کو تباہ کرتی ہے]۔ لیکن جب دنیا (دولت) کو راہِ حق میں اہلِ حق کے لئے خرچ کیا جائے تو مقبولِ بارگاہ اور پسندیدۂ درگاہ حق تعالیٰ ہے۔

نعم المال الصالح للرجل الصالح [مال صالح مردِ صالح کیلئے ہے]

بیت:۔ نیست دنیا بد اگر کارے کنی        بد بُوَد گر عزمِ دینارے کنی

[دنیا بری نہیں اگر کارِ خیر میں صرف ہو۔ بُری اُسوقت ہے جب تجھے دینار کی طلب ہے] مردانِ خدا دنیا کو آخرت کی کھیتی سمجھتے ہیں۔ اور جو کچھ رکھتے ہیں خدا کیلئے رکھتے ہیں۔ یعنی التعظیم لامر اللہ والشفقۃ علیٰ خلق اللہ [حق تعالیٰ کی اطاعت اور خلقِ خدا پر شفقت کیلئے] خرچ کرتے ہیں اور فلاحِ ابدی پاتے ہیں۔

آپکو چاہیئے لازم ہے کہ حق تعالیٰ کی نعمت کے شکرانے میں خلقِ خدا کے ساتھ اسقدر عدل و انصاف کیا جائے کہ کوئی شخص دوسرے پر ظلم نہ کر سکے اور ساری رعایا اور ساری افواج شریعت کی پابندی میں کمربستہ ہو جائے۔ نماز جماعت کے ساتھ ادا کریں، علم اور علماء کی صحبت اختیار کریں، ہر شہر اور ہر بازار میں ہر شخص محتسب بن جائے تاکہ ہر کوچہ و بازار جمالِ شرعِ محمدیؐ سے منور ہو جائے اور سارا ملک خلفائے راشدین کے عہد کی طرح اسلام کی شعاعوں سے روشن ہو جائے۔ دینِ اسلام کو فروغ حاصل ہو اور حدیث خیر القرون قرنی [تمام زمانوں سے میرا زمانہ بہتر ہے] کا نور چمکنے لگے۔ ہر علاقے میں نیک اور پاکباز عہدیدار تعینات کیئے جائیں۔ واجباتِ شرع کے مطابق وصول کیئے جائیں تاکہ دین و دنیا یکجا جمع ہو کر اسلام کا حسن بالا کریں اور آں شاہِ عالم پناہ کو سرخروئی حاصل ہو۔ نیز کفار کو دیوانِ اسلام اور دار السلام میں کوئی دیوانی (قانونی) عہدہ نہیں دینا چاہیے۔ دفتروں

میں انکو کام نہ دیا جائے اور نہ ہی انکو امیر اور عامل بنایا جائے تاکہ اسلامی ملک میں کفار کو اپنی خواری کا احساس ہو۔ اور جزیہ ادلہ زکوٰۃ شرع کے مطابق اِنسے وصول کیا جائے۔ مسلمانوں کا لباس پہننے سے انکو منع کیا جائے۔ نیز اپنے کفر کو پوشیدہ رکھیں۔ (ظاہر نہ کریں) اور کفر کی رسومات کو بطور غلبہ ظاہر نہ کریں اسلامی بیت المال سے انکو واجبات نہیں ملنا چاہیئے۔ اور مسلمانوں کے ساتھ برابری نہیں ہونی چاہیئے تاکہ اسلام کی شان کمال کو پہنچے واللہ الموفق حسبی اللہ نعم الوکیل نعم المولیٰ ونعم النصیر۔ عاقبت بادشاہ ومسلمانانِ وکافہ اہل اسلام محمود باد بالنبی وآلہ الامجاد ہمیشہ در حفظ الٰہی باد۔
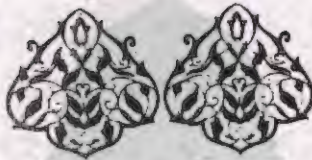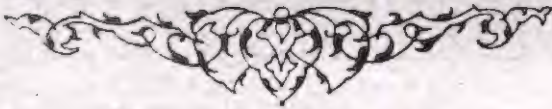
حق حق حق ! بسم اللہ الرحمن الرحیم ط الحمد للہ الذی لا الہ الا ھو الحمد فی الاولیٰ والآخرۃ ولہ الحکم والیہ ترجعون ط والصلوٰۃ والئمۃ النامیہ ازلیہ الابدیۃ الموصلۃ الیٰ اعلیٰ درجات العارفین علیٰ رسول رب العلمین شفیع المذنبین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وعلیٰ آلہٖ واصحابہ الطیبین الطاھرین اجمعین .

اما بعد دعائے مستجاب وثنائے مستطاب بجناب جنت مآب ، آسمان جاہ ، فلک سپاہ ، سایۂ امان سبحان جہاں ، جواں بخت ، خدا پرست ، ضعیف پرور ، عدل گستر ، حضرتِ ظل اللہ ابوالمجاہد محمد ہمایوں مرزا ، خلد اللہ ملکہٗ واعلیٰ فی الدارین شانہٗ ازفقیر ، حقیر ، خادم درویشاں بلکہ تراب دخاک ، نعال (جوتا) ایشان ، عبدالقدوس اسمٰعیل صفی الحنفی الغزنوی ، سننے میں آیا ہے کہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے اچھی صفات کا مالک بنایا ہے اور زیورِ علم وعمل سے آراستہ فرمایا ہے اور یہ کہ آپ علماء وصلحاء کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آتے ہیں اور اولیاء اللہ سے محبت کرتے ہیں اور اربابِ علم ومعرفت کی قدر کرتے ہیں . حدیث شریف میں آیا ہے کہ جس نے علم اور علماء کو دوست رکھا اس کے گناہ نہیں لکھے جاتے . یہ جان کر حق تعالیٰ کی بارگاہ میں شکر ادا کیا . جو نیکی کرتا ہے وہ نیکی پاتا ہے . اس پر لاکھ لاکھ شکر ہے

دعا ہے کہ حق تعالیٰ اس میں مزید اضافہ کرے ، بحرمت نبی علیہ السلام وآلہ۔

---

# مکتوب ۱۷۱

بجانب ہمایوں بادشاہ

در بیان احسان خلق ،

حق حق حق ! رباعی :-

ایزدش یار دبخت یاور باد	دین وشرعش ہمیشہ رہبر باش

ہرچہ باشد زکار ہر دوجہاں	بے توقف ہمہ میسر باد

خدا اس کا یار اور بخت مددگار ہو۔ دینِ اسلام اس کا راہبر ہو اور دونوں جہانوں کی خوشنودی اُسے نصیب ہو۔

الحمد للہ الذی لا الہ الا ھو لہ العظمۃ والکبریاء، ولہ العزۃ والبقاء، وصلوٰۃ علیٰ رسولہ سید الانبیاء، شفیع یوم الحشر وعلی آلہ نجوم سماء والاھتداء

بعد دعائے فتح الابواب دولتِ دوجہانی وحصولِ مراداتِ جاودانی ، آں جناب ، جنت مآب ، رفعت آیات ، عالی جاہ ، عالم پناہ ، امامِ زمان ، امامِ جہان ، حافظ بلاد اللہ ، ناصر عباد اللہ ، حضرت ظل اللہ ، خلد اللہ خلافتہ ، خلاصہ آنکہ فتح ونصرت کے بعد واپسی مبارک ہو۔ خداوندِ عالم اسی طرح ، ہمیشہ فتح ونصرت نصیب فرمائے - یاد رہے کہ طائفہ فقرا کے ساتھ محبت اور علماء وصلحاء کے ساتھ احسان بہت مضبوط رسی اور خدا تعالیٰ کی نعمت ہے کہ جس کے اندر ہر مرض کی دوا اور ہر مشکل کا حل پنہاں ہے ۔ خداوند تعالیٰ کا شکر ہے کہ

حق تعالیٰ نے آپ کو یہ تمام نعمتیں عطا فرمائی ہیں۔ سعادتِ دارین اور دولتِ کونین یہی ہے خدا ہمیشہ نصیب کرے اور زیادہ سے زیادہ نصیب کرے۔ فقراء اور آئمہ کو ہمیشہ خوش رکھنا چاہیئے تاکہ دینِ اسلام کو رونق حاصل ہو۔ اور نااہلوں کے فتنہ و فساد سے نجات ملے۔ ولا تبطلوا صدقاتکم بالمن والاذیٰ۔

اور اپنی نیکیوں کو احسان جتانے اور منت چڑھانے سے برباد مت کرو۔

اس آیت مبارکہ پر عمل کرنا چاہیئے۔ تاکہ روز بروز اسلام کی رونق دوبالا ہو۔ بیت:

آنچہ از خدا یافتہ برقرار باد ۔۔۔ وآنہا دگر کہ عطلبے مستجاب باد

خدا نے جو نعمت دی ہے برقرار رہے اور جو مطلوب ہے مل جائے

---

## مکتوب ۱۷۲

**بجانب شیخ جلال در استفسار سبب توقف در لشکر و در بیانِ اجتناب از دنیا**

حق حق حق! ......

جاننا چاہیئے کہ دنیا کی جس چیز کو کمال ہے اُسے خوفِ زوال بھی ہے اور ہر شخص خواہ وہ نبی ہے خوفِ خدا سے فارغ نہیں ہے اور مردانِ خدا کو حق تعالیٰ کے ساتھ قرار ہے نہ کہ غیر کے ساتھ قرار ہے۔ لشکر کے متعلق کوئی خبر نہیں ملی معلوم نہیں کیوں دیر ہو رہی ہے۔ میرا بیٹا شیخ احمد وہاں موجود ہے۔ حسبِ استطاعت مدد کرے گا۔ مردانِ خدا کو یہ طاقت حاصل ہے۔ بیت ؎

نظر آنانکہ نکردند بدیں مشتے خاک ۔۔۔ الحق انصاف تواں داد کہ صاحب نظر اند

لوگ جو اس کو مشتِ خاک سمجھ کر اس کی طرف نظر نہیں کرتے دراصل وہی صاحب نظر ہیں۔

خواہ کوئی کتنا صاحبِ علم وعمل ہو جب تک اس کی نظر دنیائے دُون پر ہے۔ ناکام ہے اور دوست سے محروم ہے اور یہی مقامِ خوف وخطر ہے۔ بیت ؎:۔

چوں دل از دنیات دور افگندہ نیست جائے تو جز دوزخ سوزندہ نیست

جب تک دل سے دنیا کی محبت نہیں نکالی جائے گی تیرا مقام دوزخِ سوزندہ ہے۔

خداتعالیٰ کو دنیا میں نہیں پایا جاسکتا یہ وجہ نہیں کہ وہ ظاہر نہیں ہے اور دور ہے اس لئے حضور نہیں ہے۔ جب تک انسان باقی ہے باقی (خداتعالیٰ) کے ساتھ باقی رہنا چاہیئے۔ حتیٰ کہ ویبقیٰ وجہ ربك ذوالجلال والاکرام کا آوازہ کان میں آتے۔ انسان کو چاہیئے کہ غیر اللہ سے فارغ ہو حق تعالیٰ کے ساتھ وابستہ ہو جاتے بیت :۔

ایں کار کساں است کہ خیزند از سر جان

ایں کار خرابی رہ ہر بوالہوسے نیست

یہ کام اُن مردانِ خدا کا ہے جو دوست پر جان قربان کر دیتے ہیں۔ یہ کام بوالہوس (بندۂ حرص وہوا) نہیں کرسکتا۔

خط وکتابت جاری رکھیں تاکہ رہِ مودت باقی رہے

عاقبت محمود باد۔ والسلام۔

---

# مکتوب ۱۷۳

بجانب شیخ خضر المعروف بہ میاں خان جونپوری
در اشتیاق ملاقات و در بیان فقر

حق حق حق ! ...... رباعی

خرم آں روز کہ از یار پیامے برسد    تا دل غمزدہ یک لحظہ بکامے برسد
عجبے نیست کہ گر زندہ شود جان عزیز    چوں ازاں یار جدا ماندہ سلامے برسد

کیا اچھا ہوگا وہ دن کہ جب دوست کا پیغام ملے اور دلِ غمزدہ کو لمحہ بھر آرام ملے یقیناً جب دوست کا سلام ملتا ہے تو جان میں جان آجاتی ہے۔

اشتیاق ملاقات حد سے بڑھ گیا ہے۔

عمر اسی سال کو پہنچ چکی ہے لیکن بوئے دوست سے یہ بیہ بخت محروم ہے۔ یاروں سے مدد مانگتا ہے کہ شاید مقصود حاصل ہو۔ اعضاء کی قوت مفقود ہے۔ آنکھیں شرم سے نہیں کھلتیں۔ ضعف لاحق ہے۔ معلوم نہیں آخرت میں کیا حال ہوگا اور کیا پیش آئے گا۔ فریق فی الجنۃ و فریق فی السعیر

ایک فریق جنت میں جائے گا اور ایک فریق دوزخ میں

کیا کیا جائے اور کہاں جایا جائے۔ واللّٰہ المستعان (اللہ مددگار ہے)

آپ عرصہ ہوا نہیں آئے۔ خیرباد۔ اگر کسی طرح آنا ممکن ہو تو بہت سعادت میسر آئے گی۔ آنے کی ضرور کوشش کرنا۔

اے برادر، دولت فقر یہ ہے

گر ترا نانے دخلقانے بود    ہر سرِ موئے تو سلطانے بود

اگر دو وقت کی روٹی اور قناعت میسر ہو تو تو بادشاہ ہے۔

خدا کرے دولتِ فقر نصیب ہو ؎

ہر کہ او از دارِ دنیا پاک شد　　　نورِ مطلق گشت گرچہ خاک شد

جو شخص دنیا کی آلائش سے پاک ہو گیا۔ محض نور بن گیا گرچہ اس کا جسم خاک میں مل گیا۔

اگرچہ دولت کے وقت آدمی شکر بجالاتے تاہم عینِ شکر کی حالت میں وہ بے شکر[1] ہوتا ہے۔ حالتِ فقر میں مردانِ خدا جانتے ہیں کہ "الفقرُ فخری" (فقر میرا فخر ہے۔ حدیث شریف) یہ ایک تاج ہے جو عارفین کے سوا کسی کے سر پر نہیں رکھا جاتا۔ دنیا خدا تعالیٰ کی ناپسندیدہ چیز ہے اس لئے مردانِ خدا اس کو دور پھینکتے ہیں اگر دنیا اچھی چیز ہوتی تو دیدارِ خدا کا وعدہ آخرت میں نہ ہوتا (دنیا میں ہوتا)۔ دنیا مقامِ طاعت ہے۔ حق تعالیٰ کے ساتھ صدقِ دل سے مشغول ہونا اور اس کے ساتھ تعلق کا مضبوط ہونا فَقر کے بغیر حاصل نہیں ہوتا۔ اور یہ دولت آپ کو بفضلہٖ تعالیٰ حاصل ہے۔ بیت

بیا بیا کہ حیاتم ببوئے تست بیا　　　بیا بیا کہ نشاطم بکوئے تست بیا

(آ آ کہ میرے زندگی کا انحصار تیری خوشبو پر ہے۔ آ آ کہ میری مسرت کا انحصار تیرے کوچے پر ہے)

مراسلاتِ (خط و کتابت) اسرارِ ربانی و انوارِ سبحانی جاری رکھنا۔ عاقبت محمود باد

---

[1] عین شکر میں بے شکری کا یہ مطلب ہے کہ درویش کے لئے حقیقی دولت فقر ہے اور دنیاوی دولت سے مطمئن نہیں ہوتا۔ حقیقی شکر وہ اُس وقت ادا کرتا ہے جب اُسے دولتِ فقر نصیب ہوتی ہے

# مکتوب ۱۷۴

بجانب شیخ جلال در تنبیہہ بر دفع غفلت

حق حق حق ! بعد حمد و صلوٰۃ .....

بیت :۔ بسیار صبح شد کہ نسیمت نمے رسد اے گل مگر تو پائے صبا را شکستہ

بہت بار صبح آئی مگر تیرا پیام نہ لائی ۔ اے گل شاید تو نے صبا کے پاؤں توڑ دیئے ہیں ۔

غفلت ہرگز نہ کرنا کیونکہ حدیث " اِنَّہٗ لیغان علی قلبی فاستغفر اللہ فی کل یوم ولیلۃ سبعین مرۃ " ۱؎

---

۱؎ اس حدیثِ پاک کے مختلف معنی کیے گئے ہیں ۔ علمائے ظواہر یہ مطلب لیتے ہیں کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ جب میرے قلب پر غفلت یا غنودگی چھا جاتی ہے تو ہر دن اور رات میں ستر مرتبہ استغفار پڑھتا ہوں لیکن نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے دل پر غفلت یا غنودگی کا چھا جانا قرین قیاس نہیں ۔ میرے شیخ علیہ رحمہ نے یہ فرمایا کہ چونکہ ہر روز بلکہ ہر آن و ہر لحظہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بلند سے بلند تر مقام قرب پر پہنچ رہے تھے اس لئے بلند تر منزل پر پہنچ کر اپنی سابقہ زیریں منزل یاد آتی تھی تو اس پر استغفار فرماتے تھے ۔ حضرت شاہ عبدالقدوس گنگوہی نے اپنے مکتوباتِ قدوسیہ کے مکتوب ۱۲۴ میں فرمایا ہے ۔ اس حدیث میں وہ

(جب میرے قلب پر بوجھ ہوتا ہے تو دن اور رات میں ستر مرتبہ استغفار پڑھتا ہوں)۔

اس حدیث نے مردانِ خدا کی کمر توڑ دی ہے یہ ایک حجاب ہے اور سیاہ حجاب ہے۔ خواہ نبی ہیں لیکن خونِ دل نوش کرتے ہیں اور خوفِ جلال سے پریشان ہیں، بیت:

خونِ صدیقاں ازیں حسرت بریخت　　آسمان بر فرقِ ایشاں خاک ریخت

(صدیقوں کا خون اسی خوف سے بہا جاتا ہے اور آسمان ان کے سر پر خاک ڈال رہا ہے)

جس راہ پر آپ گامزن ہیں خداوند تعالیٰ کامیاب فرما دیں اور مطلوب حاصل ہو۔ اشتیاقِ ملاقات حد سے گزر چکا ہے۔ خداوند تعالیٰ آں برادر کو جمیع مرادات نصیب فرما دے۔　　واللہ المستعان۔

---

---

(بقیہ پچھلے صفحہ سے) حجاب سیاہ یا پردہ مراد ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اور حق تعالیٰ کے درمیان حائل ہو جاتا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم استغفار فرماتے تھے حضرت ابو القاسم قشیریؒ رسالہ قشیریہ میں فرماتے ہیں کہ لفظ غفر کا مطلب ہے حجاب یا پردہ چنانچہ ان کے نزدیک حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قلب پر تجلیاتِ ربانی کی بارش ہوتی تھی اور ناقابلِ برداشت ہو جاتی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دعا مانگتے کہ الٰہی درمیان میں پردہ ڈال دے تاکہ برداشت کر سکوں۔ واللہ اعلم بالصواب۔

# مکتوب ۱۷۵

بجانب میراں سیّد حسین ساکن خطہ سامانہ در بیان
ہمتِ مردان و تقرب حق سبحانہٗ و تعالیٰ و قربِ حقیقی

حق حق حق ! ...... آپ کا خط ملا جس سے بمصداق حدیث اِنِّی لَاَجِدُ نفس الرحمان من جانب الیمن۔ ۱
(میں یمن کی طرف سے (یا دائیں جانب سے مراد بعض علماء نے جانب ہند لی ہے) ٹھنڈی ہوا کا جھونکا محسوس کرتا ہوں۔) بہت فرحت نصیب ہوئی۔

رباعی :۔

خرم آں روز کہ از یار پیامے برسد تا دل غمزدہ یک لحظہ بکامے برسد
عجبے نیست کہ گر زندہ شود جانِ عزیز چو ازاں یار جدا ماندہ سلامے برسد

کیا ہی خوش ہے وہ دن کہ جب دوست سے پیغام ملے جس سے دل غمزدہ کو لمحہ بھر سکون حاصل ہو۔ تعجب کی بات نہیں کہ جب دوست کا سلام آئے تو میری مردہ جان زندہ ہو جائے۔

اے برادر ! مردانِ خدا کی ہمت ہمیشہ حق تعالیٰ پہ مرکوز رہتی ہے۔ مَا شَغَلَکَ عَنِ الْحَقِّ فَهُوَ طَاغُوتُكَ۔
(جو چیز کہ تجھے حق تعالیٰ سے محجوب (علیحدہ) کرے وہی تیرا شیطان ہے)
یہ مردانِ خدا کی ہمت کی شان ہے۔ اگر فردوس بے دوست ہے تو فردوس نہیں ہے۔ بیت :۔

جنت نردم تا رُخِ زیبا تو نہ بینم فردوس چہ کار آید اگر یار نباشد

جب تک تیرا رُخِ انور نہ دیکھ لوں جنت میں قدم نہیں رکھوں گا۔ فردوس میرے کس کام کی کہ جس میں یار نہ ہو۔

اگرچہ رویت (دیدار) کا وعدہ اگلے جہان کے متعلق ہے تاہم مردانِ حق کی طلب کا مرکز خود سبحان ہے۔ اگر اصحابِ کہف کا کتا باریاب ہو سکتا ہے اور ایک شیشہ محبوب کا چہرہ دیکھ سکتا ہے تو مردانِ خدا کیوں غافل رہیں۔ اور کیوں دوست کی طلب میں جان نہ ماریں۔ فَاعْتَبِرُوا یَا اُولِی الْاَبْصَارِ۔ ایک برقع پوش عورت کی ہمت دیکھ۔ جب رابعہ بصری رحمۃ اللہ علیہا سے پوچھا گیا کہ کیا آپ جنت جانا چاہتی ہیں تو فرمایا الجار ثم الدار (پہلے صاحبِ خانہ پھر خانہ) کیونکہ خانہ بغیر صاحبِ خانہ بتخانہ ہے نہ کہ خانہ۔ مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰی سے یہی مراد ہے اور یہی مردانِ خدا کا نعرہ ہے۔ مصرع

خلق بجنت برود و من نگرم سوئے دوست

خلقِ خدا جنت کو جا رہی ہے اور میں دوست کی طرف دیکھ رہا ہوں

خدا تعالیٰ قریب ہے لوگ کیوں بعید ہیں۔ قربِ حق تعالیٰ زمان و مکان سے منزہ (بالاتر) ہے جہاں نہ زمین ہے نہ آسمان۔ علمائے (ظاہر) کے نزدیک قرب سے مراد قربِ علمی و قربِ قدرت ہے عارفان قربِ ذات سمجھتے ہیں اور قربِ حق میں غیر کی نفی کرتے ہیں۔ علماء خدا تعالیٰ کو عقل و حِس سے سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں اہلِ وحدت عقل و حِس کو چھوڑ کر عشق و محبت کے ذریعے حق تعالیٰ کو پاتے ہیں اور ہمیشہ مشاہدۂ دوست میں مشغول رہتے ہیں۔ آہ ہزار آہ! کہ علماء طاعت میں مشغول رہتے ہیں اور وہ وعدہ و وعید میں رہ جاتے ہیں۔ لیکن عارفین طلبِ حق میں کمر باندھ کر جان و جہان کی بازی لگا دیتے ہیں اور حضرت حق تک رسائی کر لیتے ہیں۔ بیت

چنگ در حضرت خدا زدہ ۔۔۔ ہر چہ آں نیست پشت پا زدہ

تو نے حضرت حق تعالیٰ کو اپنا مطمعِ نظر بنا لیا ہے اور اس کے غیر کو پس پشت ڈال دیا ہے۔

ظاہر دین وہی ہے جو علماؔ نے اختیار کیا ہُوا اور اس کے سوا چارہ نہیں۔ کیونکہ حق تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَام
جب تک علم و عقل باقی ہیں شریعت پر عمل واجب ہے۔ لیکن تو ذرّہ محبت حاصل کر اور دوست کے سوا کچھ حاصل نہ کر۔ بیت :۔

کفر کافر را و دین دیندار را ذرّہ دردِ دل عطار را

کفر کافر کو اور دین دیندار کو نصیب ہو عطار کے لئے دردِ دل چاہیئے۔

عارفین دردِ دل کی وجہ سے دوست کے سوا کسی کو نہ چاہتے ہیں نہ کسی کو دیکھتے ہیں نہ کسی کو جانتے ہیں۔ نہ کسی کو پکارتے ہیں۔ عارف ربانی کو خدا دانی کے بغیر کچھ نہیں چاہیئے۔ کیونکہ وہ اپنے آپ سے نکل کر خدا میں فانی ہے۔ بیت :۔

نیست کن ہر چہ راہ درای بود تا دلت خانہٴ خدائے بود

مٹا دے جو بھی حائل ہے راہ میں۔ تاکہ دل تیرا بن جائے خانہٴ خدا۔

روحانی کام میں استقلال کی ضرورت ہے۔ بیت :۔

کار کن کار، بگذر از گفتار کاندرین راہ کار دارد کار

کام کرو کام کرو گفتار چھوڑ دو۔ اس کوچہ میں کام ہی کام آتا ہے۔

گنج بغیر رنج حاصل نہیں ہوتا۔ مزدوری اس لئے ملتی ہے کہ تو نے کام کیا۔

اے جانِ برادر! مردانِ راہ کا یہ شیوہ ہے بیت :۔

بربند ہوا زِ دل و زبان از گفتار در محوِ خودی سعادتِ خود پندار

دل کو ہوا و ہوس اور زبان کو گفتار سے بند کر دو۔ اپنی خودی میں محویت کو سعادت سمجھو۔

شغل حق (فنا فی اللہ) میں اس قدر محو ہونا چاہیئے کہ غیر اللہ کا نام نہ رہے۔ بیت :۔

محو باید بود در ہر دو سرائے پلئے از سر ناپدید و سر زپائے

دونوں جہانوں میں اس قدر محویت حاصل ہو کر نہ سر سے پاؤں نہ پاؤں سے سر کا شعور رہے۔

اے برادر جب تک جہان باقی ہے یہ درد باقی رہے۔ جہان میں مشغول ہو کر خدا سے جُدا نہ رہ جانا۔ وما لکم من دون اللہ من ولی ولا نصیر حق تعالیٰ کے سوا نہ کوئی ولی (دوست) ہے نہ نصیر (مددگار)۔ بیت:۔

ہر چہ جز حق بسوز و غارت کن    ہر چہ جز دین از و طہارت کن

جو کچھ غیر حق ہے اُسے جلا کر تباہ کر دے اور جو کچھ دین کے سوا ہے اس کو ترک کر۔

کسی نے خوب کہا ہے ؎

راہ زد مشغولیِ عالم ترا    نیست پروائے خدا یکدم ترا

دنیا کی مشغولی نے تجھے بے راہ کر دیا ہے اور تجھے خدا کی بالکل پروا نہیں

اے برادر مخلص یگانہ بن جاؤ اور صدق و اخلاص میں قدم مضبوط رکھو۔ کیونکہ فلاح و ترقی مخلصوں کے لئے ہے۔ خداوند تعالیٰ سے دعا ہے کہ مشائخ کا چراغ منور اور روشن رہے۔ بفضلہٖ تعالیٰ۔ عاقبت محمود باد، والسّلام

---

## مکتوب ۱۷۶

### بجانب شیخ خضر عرف میاں شیخ خان جونپوری

حق حق حق!.....

بعد حمد و صلوٰۃ جاننا چاہیئے کہ حیاتِ دوست جانِ دوست سے خوشی اس کے پیغام میں ہے۔ رباعی:۔

خرم آں روز کہ از یار پیامے برسد | تا دلِ غمزدہ یک لحظہ بکامے برسد
عجبے نیست کہ گر زندہ شود جانِ عزیز | چوں ازاں یار جدا ماندہ سلامے برسد

اس رباعی کا ترجمہ پہلے ہو چکا ہے۔

بعثتِ (نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) میں یہی راز ہے اس کے بغیر مایوسی اور حرمان ہے۔ هيهات هيهات لما توعدون۔ سلامٌ قولاً من رّبٍ الرحيم۔

اگر مشاہدۂ جمال میسّر نہ ہو تو سلام و کلام تو ہونا چاہیئے۔

آپ کا خط موصول ہوا دل کو فرحت حاصل ہوئی۔ آپ کے نہ آنے کا سبب معلوم ہوا۔ خدا خیر کرے۔ العذر فی العقل ولا فی العشق

(عذر عاقل پیش کرتے ہیں عاشق نہیں کرتے)

عشق کے لئے حجاب روا نہیں نہ حجاب حائل ہے۔ سُبحانَ الّذِی اَسرٰی بِعَبدِہٖ لیلاً۔

(پاک ہے وہ ذات جس نے اپنے بندے کو سیر کرائی شبِ معراج)

کا نمونہ ساری کائنات میں بلند ہوا کہ زمان و مکان کی قیود سے نکل کر دوست سے دوست جا ملا۔ اس میں کوئی چیز مانع نہیں سوائے شغل غیر کے۔ بیت:۔

دلے کز شوقِ جاناں گشت مدہوش | ہمہ عالم شدہ او را فراموش

(جو دل کہ شوقِ یار میں مست ہوا۔ اس سے سارا جہان فراموش ہوا)

یہ جو آپ نے لکھا ہے کہ اس دنیا میں جلوۂ جلال تابندہ ہے صحیح ہے۔ فرمان ہوتا ہے لَہُ الکبریاءُ فی السمٰوٰت والارض ط

(کائنات میں اُسی کی کبریائی ہے)

مردانِ خدا دوست کے ساتھ محو ہیں جہاں جمال و جلال کی آمیزش ہے۔ وہاں مردِ حق بحق پیوستہ ہے۔ جب تک دنیا پر نظر ہے۔ جلال ہے جب بفضلہٖ تعالےٰ اس سے گزر گیا۔ جمال بھی ہے جلال بھی۔ مَن اِستانَسَ بِاللہ استوحش

عن اللہ ط

جس نے حق تعالیٰ سے انس رکھا وہ غیر اللہ سے دور بھاگا۔

اس سے جمال اور کمال مردان ظاہر ہوتا ہے۔ بیت :-

تا تو بخاطر منی کس نگذشت در دلم مثل تو کیست در جہاں تاز تو مہر بگسلم

(جب سے تو میرے دل میں سمایا ہے کسی اور کی جگہ باقی نہیں رہی تیری مثال کون ہے کائنات میں کہ تجھ سے دل کو ہٹاؤں)

مرحبائے دوست کہ تو دوست سے پیوستہ ہے۔ وحدہٗ لاشریک لہٗ پر قائم رہو اور آگے بڑھتے رہو۔ والسلام علیٰ من اتبعَ الھدیٰ۔

آپ نے جو اپنا حال لکھا ہے یہ واقعہ ہے اور مردانِ خدا کے ساتھ یہی واقع ہوتا ہے بزرگوں نے کہا ہے کہ سینۂ مردانِ سنگ (پہاڑ) ہے اور غیر اللہ کے خلاف ان کی جنگ ہے۔ ان کے دل میں غیر اللہ کی گنجائش نہیں اور عشق الہٰی کے سوا ان کے دل میں کچھ نہیں سماتا۔ روایت ہے کہ جب حضرت عبداللہ بن عمر رضؓ کا بیٹا فوت ہوا تو ان کے دل میں نہ افسوس ہوا نہ غم۔ ہمتِ مردان کے سامنے حق تعالیٰ کے سوا کچھ نہیں ہوتا ما شغلك عن الحق فھو طاغوتك

(جس چیز نے تجھے حق تعالیٰ سے باز رکھا وہی تمہارے لیے شیطان ہے)

یہ ہے مردانِ خدا کی شان۔ اگر فردوس بے دوست ہے تو اس کی طرف التفات نہیں کرتے۔ اگرچہ رویت (دیدار) کا وعدہ قیامت کے لئے ہے تاہم اس کی طلب اس جہان میں واجب ہے۔ مردانِ خدا کون و مکان سے گذر کر دوست کے ساتھ ایک ہو جاتے ہیں۔ مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰی سے یہی مراد ہے اور مردانِ خدا کا یہی کام ہے۔ مصرع

خلق بجنت روند من نگرم سوئے دوست

(خلقت جنت کی طرف جا رہی ہے اور میں دوست کی طرف دیکھتا ہوں)

شوق مزید باد، بادوست باد، والسلام

# مکتوب ۱۷۷

بجانب شیخ جلال دربیان آنکہ وجود بر سہ قسم است
و ممکن بر سہ قسم است ،

حق حق حق ! بعد حمد وصلوٰۃ ...... بیت :-

مقصود توئی دگر بہانہ　　موجود توئی درین ترانہ

اے محبوب میرا مقصود (مطلوب) تُو ہے باقی سب بہانہ ہے۔ محبوب تُو ہے اس سارے قصّے میں (زندگی میں)۔)

## اقسامِ وجود

وجود کی تین اقسام ہیں۔ اوّل واجب الوجود، اور یہ حق سبحانہٗ و تعالیٰ ہے۔ دوم ممتنع الوجود جس سے مراد حق تعالیٰ کا شریک ہے۔ یہ محض عدم (ناپید) ہے اور نہ ہونے کے ہم معنی ہے۔ اس کے ہونے کا کوئی امکان نہیں نہ اپنی نظر میں نہ غیر کی نظر میں۔ سوم ممکن الوجود، اس کی بھی تین قسمیں ہیں۔

## ممکن الوجود کی اقسام

ایک ممکن بغیرہٖ و ممتنع لذاتہٖ اور یہ سب محال ہے اور اس کا وجود عقلاً اور حِسّاً ناممکن ہے لیکن حق تعالیٰ کی قدرت کے سامنے ممکن ہے۔ دوم ممکن لِذاتہٖ و ممتنع لغیرہٖ اور یہ خلاف حکمتِ حق ہے۔ جیسا کہ انبیاء علیہم السلام کا دوزخ میں ہمیشہ رہنا یا کافروں کا جنت

میں ہمیشہ رہنا۔ یہ چیز اگرچہ ممکن ہے لیکن حق تعالیٰ کی حکمت میں ممتنع (ممنوع) ہے چنانچہ ایمانِ ابوجہل اور فرعون جس کا امتناع بحکم شرع محکم ہے۔ لیکن بنظرِ ذات خود ممکن ہے۔ سوم ممکن لذاتہ ولغیرہ۔ غیر کا شریک باری تعالیٰ ہونا۔ یہ امر کتبِ فقہ میں صریحاً مذکور ہے۔

عزیز من! ایک بات ذہن نشین کر لینی چاہیئے جس پر تمام علمائے راسخین متفق ہیں وہ یہ کہ جب دین میں کوئی مشکل واقع ہو تو اس اشکال کو حل کرنے کے لئے دین میں کوئی تبدیلی نہیں کرنی چاہیئے۔ بلکہ توجیہہ و تاویل سے کام لینا چاہیئے۔ اور اصولِ دین کو برقرار رکھنا چاہیئے۔ لیکن واجب الوجود کے بارے میں کوئی توجیہہ جائز نہیں نہ شرعاً نہ عقلاً۔ خداوند تعالیٰ ایسی بات کرنے والوں کو توبہ کی توفیق عطا فرمائے۔ واللّٰہُ المُستعان۔ عزیزِ من! مردانِ خدا اور محققین کا کلام اہلِ ظاہر کی سمجھ سے بالاتر ہوتا ہے۔ کیا کیا جائے۔ بیت:-

اہلِ دل را ذوق فہمے دیگر است     کاں ز فہم ہر دو عالم برتر است

(اہلِ دل کا ذوق فہم نرالا ہے جو عوام کی سمجھ سے بالاتر ہے)

اگر اس جہان میں انسان ایمان و اعتقاد سلامت لے جائے ہزار سعادت اور ہزار دولت ہے۔ ھُمُ القومُ لا یَشقیٰ جَلِیسُھُم۔

(یہ وہ لوگ ہیں جن کے پاس بیٹھنے والا بھی محروم نہیں جاتا)۔

امام جنید رحؒ فرماتے ہیں ایماننا فی طریق ....... اِلیٰ آخرۃ

(ہمارا ایمان طریق اولیاء پہ ہے .....)

عزیز من! عارفوں کا قول ہے کہ مرتبہ ذات میں حق تعالیٰ عالم وجود سے بالاتر[1] ہے۔ بلکہ عدم صرف اور امتناع محض ہے۔ لَیسَ مَعَہٗ اِلّا ھُوَ۔

(اس کے سوا اس کے ساتھ کچھ نہ تھا یا کچھ نہیں ہے)

---

[1] اس کا مطلب یہ ہے کہ تخلیق کائنات سے پہلے وہ صفات سے منزہ تھا اور وجود بھی ایک صفت ہے۔

مرتبہ فعل میں حق تعالیٰ موجدِ عالم ہے۔ **ھو الخالق البارئ المصوّر بقدرت بالغہ و حکمت کاملہ۔**

(وہ خالق ہے موجد ہے مصوّر ہے اپنی قدرتِ بالغہ اور حکمتِ کاملہ سے)

اگرچہ کائنات میں سوائے حق تعالیٰ کے وجود کے کسی کا وجود نہیں ہے تاہم غیر نظر آتا ہے اور یہ جہان، وہ جہان، امر و نہی، ثواب و عتاب پیش آتا ہے ؎

دوئی را نیست راہ در حضرت تو ہمہ عالم توئی یا قدرت تو

(تیری جناب میں دوئی کا وجود ہی نہیں ہے۔ جو کچھ جہان میں ہے یا تو ہے یا تیری قدرت کا ظہور)

یہ اہلِ ظاہر کی سمجھ سے بالاتر ہے۔ یہاں تزکیۂ تام کی ضرورت ہے تاکہ کشفِ تام ہو۔ بیت :-

حرف گو کاغذ سیاہ کند کے دلِ تیرہ را چوں ماہ کند

(زبانی باتیں کرنے والا خواہ مخواہ کاغذ سیاہ کرتا ہے۔ سیاہ دل کب چاند کی طرح روشن ہوتا ہے)

عزیز سن! ایک بارگی آیۂ **فتمثّل لہا بشرًا سویًا**

(وہ بی بی مریم کے سامنے بشر کی صورت میں ظاہر ہوا)

پر انصاف کی نظر سے غور کرو۔ اگر تم جاننا چاہتے اور گوشِ ہوش سے سننا چاہتے ہیں تو سنو سنو کہ صورتِ بشر اور ملک (فرشتہ) دو الگ وجود ہیں

---

(بقیہ پچھلے صفحے سے) اس مرتبہ کو مرتبۂ ذات، مرتبۂ لاتعین، ذاتِ بحت، جیسے ناموں سے موسوم کیا جاتا ہے چونکہ وجود بھی ایک صفت ہے جس کا بعد میں ظہور رہا۔ اس سے قبل مرتبہ لاتعین میں صفتِ وجود کا اطلاق بھی نہیں ہو سکتا۔

یعنی وہی امتناع صرف و عدم محض قائم ہے۔ لیکن مرتبہ فعل میں فرشتہ کو قدرت دی گئی کہ جس صورت میں چاہے ظاہر ہو۔

خداوند تعالیٰ کے لئے کیا مشکل ہے۔ یَفْعَلُ مَا یَشَاءُ۔

(جو چاہتا ہے کر سکتا ہے)

حسن اشعری نے یہاں فعل کو حادث کہا۔ اس سے آگے نہ جاسکا۔ تکوین (کائنات) جانِ خالق ہے اور مکوّن (خالق)، وہی مخلوق ہے۔ ہے ایک نظر دو آتے ہیں۔ اور کئی مشکلات پیدا ہو جاتے ہیں۔ وَاللّٰہُ خَلَقَکُمْ وَمَا تَعْمَلُوْنَ۔

(اللہ نے تم کو پیدا کیا اور جو کچھ تم کرتے ہو اس کو)

اُسی کا ظہور ہے اور اسی کا نور ہے۔ تو سمجھتا ہے کہ ہمارا نور ہے اور ہمارا ظہور ہے۔ غلط کو صحیح اور صحیح کو غلط سمجھتے ہو۔ مصرع

عنقا بمکر آمد بر صورت ذباب

(عنقا حیلہ بہانہ کر کے مکھی کی صورت میں آئی)

ملک (فرشتہ) نور ہے اور صورت بشری ملک سے دور ہے۔ ظلمت کو نور سے کیا تعلق۔ یغشی الیل النہار۔ حقیقت ملکی کو حقیقت بشری میں ظاہر کیا جو وسیع ہے۔ آیۃ وَھُوَ اللّٰہُ فِی السَّمٰوٰتِ وَفِی الْاَرْضِ۔

(آسمانوں اور زمینوں میں یعنی کائنات میں اللہ ہے)۔

اِسی بات کی گواہی دے رہی ہے لیکن نظر کیا آرہا ہے اور دکھائی کیا دے رہا ہے۔

حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حقیقت ملکی کو صورتِ بشری میں دیکھتے تھے (یعنی جبرائیلؑ کو انسان کی شکل میں)، اور یہ فرماتے تھے کہ قرآن رُوح الامین (جبرائیلؑ) کے ذریعے نازل ہوا ہے۔ اگر فرشتہ نہ ہوتا تو وحی نہ آتی۔ اور فرشتہ انسان کی صورت میں آتا تھا ورنہ اپنی ملکی صورت میں وہ زمین و آسمان میں نہ سماتا۔ ھٰذَا مِنْ عَجَائِبَاتِ الْاُلُوْھِیَّۃِ (یہ عالم الوہیت کے عجائبات ہیں)

انسان اور ملائک ایک دوسرے کی ضد ہیں لیکن یہاں ضدیں جمع ہو رہی ہیں۔ ایک دوسرے کے لئے مزاحم نہیں ہو رہا۔ ورنہ تناسخ لازم آتا ہے یا طلسم۔ جو غلط ہے۔ عقل اور حِس کے لئے ان باتوں کا سمجھنا محال ہے۔ قدرت حق کے لئے کوئی چیز مشکل نہیں۔ رفع سمٰوٰت بغیر عمدٍ۔

(آسمانوں کو بلند کیا بغیر ستونوں کے)

لیکن جو چیز عقل کے لئے محال ہے عشق کے لئے ممکن ہے۔ بیت :۔

عقل گوید شش جہت حدیست راہے پیش نیست
عشق گوید ہست راہے رفتہ ام من بارہا

(عقل کہتی ہے چھ طرفیں ہیں ان کے آگے کوئی راستہ نہیں۔ عشق کہتا ہے راستہ ہے جس پر میں کئی بار چل چکا ہوں)

حضرت موسیٰ علیہ السلام اَرِنی اَرِنی کہتے رہے خواہ کئی بار لَن تَرانِی کا زخم کھایا۔ ہیہات ہیہات یہ کیا شور ہے اور عاشقوں کے دلوں پر کیا بجلیاں ڈھائی جا رہی ہیں۔ بیت :۔

یا مرادِ من بدہ یا فارغم کن از مراد   وعدۂ فردا رہا کن یا چناں کن یا چنیں

(یا مراد پوری کر یا مجھے مراد سے بے نیاز کر دے۔ کل کا وعدہ چھوڑ دے یا اس طرح کر یا اُس طرح)

"اَرِنِی" نازِ عاشق ہے اور "لن ترانی" نازِ معشوق، اور معشوق اپنے حسن کی وجہ سے بے پرواہ ہے۔ اِنَّ اللّٰہَ لَغَنِیٌّ عَنِ العٰلَمِین۔

(اللہ سب جہانوں سے مستغنی ہے)

تجھے چاہیئے کہ معشوق کے حسن و جمال کی بنا پر اس کی ناز برداری کر۔ وَاسْجُدْ وَاقْتَرِب (سجدہ کرو اور قرب حاصل کرو) کا مطلب یہی ہے۔ بات طویل ہو گئی۔ کیونکہ عشق کا آغاز ہے انجام نہیں ہے۔ عشق کبھی ختم نہیں ہوتا۔ یہ عشق ہے کہ عاشق معشوق کے پردے میں ہے۔ لیکن تو الگ جانتا ہے اس لئے پریشان ہے

مَنْ رَاٰنِیْ فَقَدْ رَاَی الْحَقّ۔

(جس نے مجھے دیکھا حق دیکھا)

اس پر قائم رہو اور خدا اور رسول کو پہچانو۔ وجودِ عالم کسوت (لباس صورت) وجودِ حق ہے۔ سبحانہٗ وتعالیٰ۔ بیت:۔

شہے کہ ملک دو عالم جمال حضرت اوست    قبائے کون و مکانش بگینہ کسوت اوست

(وہ بادشاہ کہ دو جہان اس کا حسن ہے۔ کائنات کا لباس اوڑھ کر ظاہر ہوا ہے)

عارفین ہر جگہ حق کو دیکھتے ہیں اور اصحابِ عقل غیر حق کو دیکھتے ہیں۔ جس نے حق کو دیکھا اور سنگ و خشت کو نہ دیکھا۔ مومن ہوا۔ جس نے سنگ و خشت کو دیکھا اور حق کو نہ دیکھا کافر ہوا۔ عقل کی آنکھ اندھی ہے ایک کو دو دیکھتی ہے اور دیدۂ معرفت ہزار کو ایک دیکھتی ہے۔ بیت۔

رہِ عقل جز پیچ بر پیچ نیست    بر عارفان جز خدا ہیچ نیست

(عقل کا کام پیچیدگی در پیچیدگی پیدا کرنا ہے اور عارفین خدا کے سوا کسی کو نہیں دیکھتے۔

عاقبت محمود باد بالنبی وآلہ الامجاد

---

## مکتوب ۱۷۸

**بجانب شیخ جلال در تاسف و تحیر و اشتیاق دور ماندگی**

حق حق حق

بعد حمد و صلوٰۃ و دعائے مزید حیات و ترقی درجات عرفانی و شوق ربانی و ذوق سبحانی

آہ کہ آں یار مرا یار نیست　　آہ کہ آں شوخ وفادار نیست

(افسوس کہ وہ یار مرا یار نہیں بنتا۔ افسوس کہ وہ شوخ وفادار نہیں)

فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ اُولُوا الْعَزْمِ (صبر کرو اولوا لعزم لوگوں کی طرح) یہی زخم ہے وَاِنَّ اللّٰهَ لَغَنِیٌّ عَنِ الْعَالَمِیْنَ (اللہ تعالیٰ بے پرواہ ہے تمام جہانوں سے) کا بھی یہی حکم ہے۔ وَهُوَ الشَّكُوْرُ، وَاللّٰهُ شَكُوْرٌ حَلِیْمٌ ہم خستہ حال کفر، شرک، غرور اور نفور میں ڈوبے ہوئے شکر کو کیا جانیں۔ بیت :-

اندرونت تا کہ غیرے ماندت　　در درون کعبہ دیرے ماندت

(جب تیرے اندر غیر سمایا ہوا ہے تو تیرے لئے کعبہ بھی دیر بن گیا ہے) وَمَنْ یَّدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ لَا بُرْهَانَ لَهٗ (جس نے اللہ کے سوا غیر کو پکارا اسکی کوئی دلیل نہیں) یہ کمر شکن ہے اور خون ریز اور جاں سوز ہے۔ ؎

خونِ صدیقاں ازیں حسرت بریخت　　آسماں بر فرق ایشاں خاک ریخت

(صدیقین کا خون اس حسرت میں بہہ چکا ہے اور آسمان نے اُن کے سروں پر خاک برسائی)

آپ کا شوق آمیز اور ذوق انگیز خط ملا۔ دل کو بہت فرحت حاصل ہوئی دل کی کلی کھل گئی اور اشتیاق بڑھ گیا۔ اب آنے کی کرو۔ آنے کی کرو۔ بیت :-

بیا بیا کہ دلم سوئے تست زود بیا　　بیا بیا کہ طلب رفت رغبت زود بیا

(آؤ آؤ کہ دل تمہاری طرف کھچا جا رہا ہے جلدی آؤ۔ آؤ آؤ کہ شوق دید اور بڑھ گیا ہے جلدی آؤ)

جب سے حق تعالیٰ کی طرف سے فَفِرُّوْا اِلَی اللّٰہِ کا بلاوا آیا ہے مردان اور جانبازاں نے دونوں جہانوں کو چھوڑ کر جان و جہاں کی بازی لگا دی ہے نیز فرمایا یَوْمَ یَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ اَخِیْهِ وَاُمِّهٖ وَاَبِیْهِ (اُس دن آدمی اپنے بھائی، ماں، باپ سے بیزار ہو گا) یہ حال ہے مردانِ خدا کا۔ اِنِّیْ مَسَّنِیَ الضُّرُّ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ۔ مردانِ خدا کا نعرہ ہے اللّٰہُ یَتَوَفَّی الانفس حسین ھو تنہا ان کی آہ و فغاں ہے۔

بیت:۔ بے جمالت جہاں چہ کار آید — بے وصالت جہاں چہ کار آید

(تیرے جمال کے بغیر جنت کس کام کی۔ تیرے وصال کے بغیر دنیا کس کام کی) وہ وقت کب آئیگا کہ جان کی بازی لگا کر ہم دوست کو جا لیں گے۔ واللہ دوست کے بغیر بھی کوئی زندگی ہے۔ واللہ یُحْیِیْ وَیُمِیْتُ (اللہ زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے) یہ کیا کمال ہے اور یہ کیا جمال ہے۔ دوست کے بغیر زندگی بے کار ہے۔ حافظؒ نے خوب کہا ہے ؎

ایں جاں عاریت کہ بحافظ سپردہ اند — روزے رخش بہ بینیم و تسلیم وے کنیم

(یہ عارضی جان جو حافظ کو بخشی گئی ہے۔ دوست کے رُخِ انور کا دیدار کرتے ہی واپس کر دوں گا۔)

مردانِ خدا ایک لمحہ بھی دوست کے سوا زندہ نہیں رہ سکتے۔

وَھُوَ اللّٰہُ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (اور وہی اللہ ہے آسمانوں میں اور زمین میں) ان کا سہارا ہے۔ یَعْلَمُ سِرَّکُمْ وَجَھْرَکُمْ (وہ تمہارا ظاہر و باطن جانتا ہے) کے بھروسہ پر زندہ ہیں وَیَعْلَمُ مَا تَکْسِبُوْنَ (وہ جانتا ہے جو تم کرتے ہو) اس پر اُن کا آسرا ہے۔ غیر کہاں ہے۔ دیر (مندر) کہاں ہے کعبہ و بت خانہ تیرے لئے برابر ہے۔ صاحب عوارف المعارف (حضرت شیخ شہاب الدین عمر سہروردی قدس سرہٗ) فرماتے ہیں:۔

تفرقہ عبودیت است و جمع توحید و تحقق بفنا جمع الجمع (عبادت تفرقہ ہے اور توحید جمع ہے اور فنا فی اللہ ہونا جمع الجمع ہے)

تو اپنی خودی کی قید میں ہو کر خدا سے جدا ہے۔ وہ اپنی ذات سے قائم ہے تو

کون ہے درمیان میں آنیوالا تیرا سارا غم تیرے ہونے سے ہے۔ تو اپنے آپ کو جانتا ہے خدا کو نہیں جانتا۔ جب تک تو اس کو نہیں جانے گا نقصان میں رہے گا وہ غیب ہے لیکن اس کا حکم چلتا ہے۔ اس سے تم پریشان ہو۔

فَاللّٰهُ خَيْرٌ حَافِظًا وَّهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ (اللہ ہی بہترین محافظ ہے اور وہی بے حد مہربان ہے) جب تو دوست سے واصل ہوتا ہے اور مقام حضوری حاصل ہوتا ہے تو اس کو توحید کہتے ہیں۔ اس مقام پر ہر چیز میں خدا نظر آتا ہے پس سب پریشانی رفع ہو جاتی ہے دل میں اس کے سوا کچھ نہیں ہوتا اور غیر سے التفات اٹھ جاتا ہے مشاہدۂ دوست میں محو ہو جاتا ہے۔ اور دوست کے سوا کچھ باقی نہیں رہتا۔ دوست ہی دوست رہ جاتا ہے۔ اَنَا جَلِيْسُ مَنْ ذَكَرَنِىْ (میں اس کا ہم نشیں ہوتا ہوں جو میرا ذکر کرتا ہے) یہ ایک خبر ہے جب آدمی اپنے آپ سے گزر کر حق تعالیٰ کے ساتھ ایک ہو جاتا ہے تو پھر وہ ہی وہ ہوتا ہے تو نہیں ہوتا اس کو جمع الجمع کہتے ہیں۔ مقربان حق کی توحید یہی ہے۔ اس حالت میں وہ کبھی اَنَا الْحَقُّ کے نعرے لگاتا ہے۔ اور کبھی سُبْحَانِىْ مَا اَعْظَمَ شَانِىْ (میں پاک ہوں میری شان کیا ہی بلند ہے) اور کبھی هَلْ فِى الدَّارَيْنِ غَيْرِىْ (کائنات میں میرا غیر کہاں ہے) کا آوازہ بلند کرتا ہے اور کبھی هَلْ مِنْ مِثْلِىْ (میری مثل کون ہے) کا دم مارتا ہے۔ یہاں فرشتہ بھی دم نہیں مار سکتا۔ یہ کیا دم مارنے کا مقام ہے۔ یہ اپنے آپ میں ہونے کا مقام ہے۔ اٹھو آؤ کہ یہ مقام تیرے ساتھ وابستہ ہے آؤ آؤ کہ جو کچھ ہے تیرے لئے ہے۔ آؤ یعقوبؑ کی آنکھ آؤ، آؤ،

---

؎۱۔ یعنی اس کے دیدار میں حیات ہے اور عدم دیدار میں موت۔

؎۲۔ یعنی عبادت کے وقت دوئی قائم ہو جاتی۔ اور توحید کے وقت مقام جمع (وصال) نصیب ہوتا لیکن مقام فنا فی اللہ جمع الجمع ہے۔ جمع الجمع سے مراد استغراق تامہ ہے جسے فناء الفناء بھی کہا جاتا ہے۔ یعنی یہ احساس بھی نہیں رہتا کہ فنا طاری ہے بلکہ لاشعوری کیفیت طاری ہو جاتی ہے۔

ایوب کی مرہم آؤ۔ دو جہاں کا جمال اور روح و ریحان کا کمال تیرے لئے ہے۔ رقص کرو اور نعرہ لگاؤ۔ ذوق میں آؤ اور شوق میں اڑو۔ اِنّی لَاَشَدُّ شَوْقاً (میں بے حد مشتاق ہوں) دوست سے سنو وَھُوَ مَعَکُمْ پر نگاہ رکھو اور خود کو کچھ نہ سمجھو۔ سب ایچ ہے۔ دوست کے سوا کوئی نہیں ہے ؎

یا رب تو مدہ قرار ما را ۔۔۔ گر بے رخ تو قرار دارم

(یا اللہ مجھے قرار نہ دینا اگر میں تیرے دیدار کے بغیر قرار پاؤں)

ایک بار آیت شَھِدَ اللّٰہُ اَنَّہٗ لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ (اللہ گواہی دیتا ہے کہ اس کے سوا کوئی نہیں ہے) پر دیدۂ انصاف سے غور کرو کہ کس قدر روشن جمال ہے اور کس قدر بیّن کمال ہے جو نفی و اثبات میں جلوہ گری کر رہا ہے اور تیرے امکان (ہونے) میں انوری (روشنی) کر رہا ہے۔ آہ تو نہ قدم سے آگاہ ہے نہ عدم سے باخبر ہے تو صرف ممکن (دنیا) میں محو ہے وَفِیْ اَنْفُسِکُمْ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ۔ (اور تم اپنے اندر نہیں دیکھتے) واجب الوجود (حق تعالےٰ اپنی جگہ پوشیدہ ہے اور ممکن اپنے مقام پر گم ہے لامحالہ اوّل وہی ہے آخر وہی ہے ظاہر وہی ہے باطن وہی ہے۔ یہ معمّا تجھ سے حل ہو سکتا ہے۔ اچھی طرح سمجھ لے تو موجود ہو گا تو وہ غیب ہو گا تو وہ موجود ہو گا تو وہ غیب ہو گا اور تو غیب ہو گا تو وہ موجود ہو گا وہ تو اور تو وہ وَاللّٰہُ مَعَکُمْ اَیْنَمَا کُنْتُمْ (وہ تمہارے ساتھ ہے جہاں بھی تم ہو) اس پر غور کرو۔ اگر یہ یقین کر لو کہ وہ تیرے ساتھ ہے تو عظیم خزانہ پاؤ گے غیب بھی تو ہے شاہد بھی تو ہے۔ تو اُسے دیکھ خود کو نہ دیکھ کیونکہ خود بینی سے تیرا کام ابتر ہو جائیگا اس سے بڑھ کر کوئی حجاب نہیں۔ بیت :-

یا رب تو بہ فعل بد ما کار مکن ۔۔۔ با من تو ہماں کن کہ بداں معروفی

(یا رب تو میرے بُرے اعمال کے مطابق میرے ساتھ سلوک نہ کر بلکہ میرے ساتھ وہی کر جس کے ساتھ تو مشہور ہے) اِنَّ اللّٰہَ بِالنَّاسِ لَرَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ بلیشک اللہ تعالےٰ اپنے بندوں پر رؤف[۳] و رحیم ہے)

---

۳۔ رؤف کا مطلب ہے سب سے زیادہ مہربان یعنی رحم کے انتہائی درجہ پر۔

دریائے ربانی موجیں سبحانی مار رہا ہے اور ہر چیز کو اپنے اندر لے رہا ہے کُلُّ شَیْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ (ہر چیز ناپید ہے سوائے اس کی ذات کے)۔ تو اپنے آپ سے کیوں بےخبر ہے اور اپنے آپ سے کیوں بیگانہ ہے آؤ آؤ کہ دوست تمہارے ساتھ ہم لقا ہے واللّٰہ ذو الفضل العظیم ہستی مطلق ہے محیط مطلق دوست کے سوا کوئی نہیں اِنَّ هٰذَا لَهُوَ حق الیقین (وہ حق الیقین ہے) گمان میں مت رہو۔ تحقیق کا دروازہ کھٹکھٹاؤ اور دوست کے ذوق و شوق میں جان قربان کر دو۔ آہ و نالہ بلند کرو، عشق کی آگ میں جل کر راکھ ہو جاؤ اور زندہ جاوید ہو جاؤ۔ اور یہ کہو سہ

در گور ہرم از سر گیسوئے تو موئے تارے     تا سایہ کند بر سر من روز قیامت

(اے محبوب تیری زلف سے ایک بال قبر میں لے جاؤں گا تا کہ قیامت کے روز مجھ پر سایہ کرے) دریائے اسرار ربانی دبحر انوار سبحانی موجیں مار رہا ہے تا کہ کون سا دل یہ راز سمجھ سکتا ہے۔ ہر عارف کے لئے ہر وقت پر علیحدہ راز ہے۔ بیت:-

ہر کرا آں فہم در کار افگند     خویش را در دریائے اسرار افگند

(جس کسی کو یہ سمجھ عطا ہوتی ہے اس نے اپنے آپ کو دریائے اسرار و رموز میں ڈال دیا ہے) لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ اَنْ تَنْفَدَ كَلِمَاتُ رَبِّیْ (سمندر سیاہی بن جائے اور حق تعالےٰ کی تعریف لکھنا شروع کریں تو سمندر ختم ہو جائے گا لیکن حق تعالےٰ کی تعریف ختم نہیں ہوگی)۔ ایک لاکھ چوبیس ہزار سے زائد پیغمبر آئے اور اولیاء اور علماء کا تو کوئی حساب ہی نہیں یَدْخُلُوْنَ فِیْ دِیْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا (اللہ کے دین میں داخل ہوتے ہیں فوج در فوج) لیکن راز اُسی طرح سربستہ رہا۔ ہزاروں لوگوں نے بیان دیئے کھل کر اور چل بسے۔ اہل ظاہر نے جس قدر ترقی کی ظاہریت میں کی۔ حقیقت سے آگاہی نہ ہوئی۔ اُنھوں نے اپنے آپ کے سوا کچھ نہ دیکھا۔ کیا کیا جائے۔ يَفْعَلُ مَا يَشَاءُ (وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے) اُس کی حکمرانی ہے۔ ایک جہنم میں جا رہا ہے ایک جنت میں ایک عابد ہے ایک زاہد، ایک عالم ہے ایک عاشق ہے ایک ملحد ہے ایک عیسائی ہے۔ وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰى مَا تَصِفُوْنَ ہیہات ہیہات! بیچارہ

خراب شدہ، گم شدہ نہیں جانتا کہ کیا کہہ رہا ہے اور کہاں ہے یہ معذور ہے اور اہل ظاہر شور و غل برپا کر رہا ہے۔ عاقبت محمود باد۔

## مکتوب ۱۷۹

بجانب شیخ جلال در ذکر حال سماع ایشاں

حق حق حق!

اور حمد و صلوٰۃ . . . . آں برادر کا مراسلہ (خط) موصول ہوا۔ فرحت فراواں نصیب ہوئی۔ قاضی عبداللہ کا بیٹا آیا ہوا تھا اس نے بتایا کہ ایک رات شیخ جلال کے ہاں قوالی کی محفل گرم رہی اور ساری رات حق تعالےٰ کے عشق اور محبت کا غوغا رہا جس سے آپ سخت اضطراب کی حالت میں کھڑے ہو جاتے تھے اور جھومتے تھے یہ خبر سن کر بہت فرحت ہوئی الحمد للہ۔ ہاں روز ازل سے سماع کا آوازہ مردان خدا کے کانوں میں پڑا ہے اور قیامت اُن کے کانوں میں رہے گا۔ بلکہ تا ابد۔ وہ سماع کی حالت میں قبر میں جاتے ہیں، سماع کی حالت میں قیامت کے دن اُٹھیں گے، سماع کی حالت میں بہشت میں جائیں گے، سماع کی حالت میں دیدار کریں گے اور ہمیشہ ہمیشہ سماع میں مستغرق رہیں گے۔ مریدان صادق فنا فی الشیخ ہو کر ذوق و شوق ربانی میں مستغرق ہو جاتے ہیں۔ اور اپنی خبر نہیں رہتی۔ اس کے بعد مقام فنا فی اللہ حاصل کرتے ہیں۔

مَن يُطِعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ (جس نے رسول کی اطاعت کی اُس نے اللہ کی اطاعت کی۔) سے یہی مراد ہے۔ اور یہ نعمت سلسلہ مشائخ چشت میں وافر و وافر ہے۔ خدا تعالےٰ زیادہ سے نصیب کرے۔

عاقبت محمود آباد بالنبی و آلہ الامجاد۔ دستار و گلیم سیاہ ارسال ہے

## مکتوب ۱۸۱

**بجانب شیخ جلال در بیان ہمت مرداں و فرستادن پیرہن پیراں**

حق حق حق!

بیت:- اگر گیتی سراسر باد گیرد — چراغ مقبلاں ہر گز نمیرد

(اگر سارے جہان میں طوفان برپا ہو جائے تب بھی خدا کے مقبول بندوں کا چراغ ہر گز نہیں بجھے گا) بلکہ مجھے یقین ہے کہ سارا جہاں اس کے نور سے منور ہو گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

بعد حمد و صلوٰۃ ۔ ۔ ۔ ۔ مردانِ خدا کی ہمت کون و مکاں سے گذر کر وحدت و عالم قدس تک پہنچ گئی ہے۔ بیت:-

اگر حاصل شود آں گل زرخ و آں لب بو میگونش

چہ بے حاصل کسے باشد اگر باغِ جناں خواہد

(اگر وہ محبوب گل رخ اور اس کے لب و لعل نصیب ہو جائیں تو باغ بہشت کو کون بے وقوف پسند کرے گا۔) مردان خدا کی ہمت کے کیا کہنے کہ اگر کن فیکون کی دولت بھی ملے اُسے اپنے لئے زنار کفر سمجھتے ہیں وہ یہی کہتے ہیں جو کسی عارف نے کہا ہے ؎

بے وصال تو جاں چہ کار آید — بے جمالت جہاں چہ کار آید

(تیرے وصال کے بغیر زندگی کس کام کی۔ تیرے حسن کے بغیر دنیا کیا چیز ہے)

ہمیشہ شریعت کے مطابق ظاہری طہارت پر کمربستہ ہونا چاہئے اور حکم طریقت کے مطابق طہارت باطنی یعنی غیر سے دل کو پاک رکھنا چاہئے اور عالم حقیقت میں اپنے آپ کو ذات حق میں ہر وقت محو رکھنا چاہئے:۔ رباعی:-

دانی کہ چرا اہلِ صفا خاموش اند — در نکتہ دل بہ محو خود مے کوشند

مے از کفِ دوست ہر نفس مے نوشند — سرے بازند و سرِ حق مے پوشند

دکیا تجھے معلوم ہے کہ اہلِ صفا کیوں خاموش رہتے ہیں، اس لئے کہ ذاتِ حق میں محو رہتے ہیں ہر لحظہ دوست کے ہاتھ سے شرابِ بے خودی نوش کرتے ہیں سر دے دیتے ہیں لیکن سِرّ (راز) فاش نہیں کرتے ) آپ کے جانے کے بعد کوئی اطلاع موصول نہ ہوئی۔ خدا خیر کرے۔ عاقبت محمود باد بالنبی و آلہ الامجاد۔ پیراہن پیروں ارسال ہے۔

## مکتوب ۱۸۱

بجانب شیخ جلال در اشارت بر آنکہ انوار و اسرار ازاں طرف در ظہور است

حق حق حق!

آپ کا محبت بھرا خط ملا دل کو بے حد فرحت حاصل ہوئی۔ اسرار سربستہ سے آگاہی ہوئی جیسا کہ اس رباعی میں بیان کیا گیا ہے:۔

در کوئے تو نبود رہ ما کردیم      در آئینہ بلانکہ ما کردیم
ایں عیش خوش تو بش ما تیرہ کردیم      کس را گنہے نیست گنہ ما کردیم

(تیرے کوچے میں راستہ نہ تھا ہم نے بنایا۔ آئینہ میں حسن دیکھنا ہم نے پیدا کیا اپنی خوش خوش زندگی کو تباہ ہم نے کیا۔ یہ کسی کا گناہ نہیں یہ گناہ ہم نے کیا) درجات بلند ہوں اور درد عشق میں ترقی ہو بحرمت نبی علیہ السلام وآلہ الامجاد

رباعی

حرم آں روز کہ از یار پیامے برسد | مادل غمزدہ یک لحظہ بکامے برسد
عجبے نیست کہ گر زندہ شود جانِ عزیز | چوں ازاں یار جدا ماندہ سلامے برسد

برادرم شیخ عبدالرحمٰن نے آکر بتایا کہ قوالوں نے ایسا کلام سنایا کہ آپ کا ذوق ربانی وشوق سبحانی جوش میں آیا تھا اور اس قدر اضطراب ہوا کہ وجد تک نوبت پہنچ گئی۔ الحمدللہ، یہ خبر سن کر بے حد خوشی ہوئی۔ حضرت مصطفےٰ علیہ السلام فرماتے ہیں:۔ وَلَیْسَ بِکَرِیْمٍ مَنْ لَمْ یَھْتَزَّ بِذِکْرِ الْحَبِیْب

(وہ انسان ہی نہیں جو دوست کا ذکر آئے اور وجد نہ کرے)

جب دوستِ خدا وجد میں آتا ہے اور رقص کرتا ہے تو اس کا نور ذوق مشرق سے مغرب تک پھیل جاتا ہے۔ خداوند تعالےٰ اس میں ترقی دے اور مزید ترقی دے۔ عاقبت محمود باد اور مشائخ کے عرس سنت مشائخ کے مطابق سماع وصفا کے ساتھ جاری رکھیں۔ جمیع احباب کی طرف سے دعا۔

## مکتوب ۱۸۳

### بجانب شیخ جلال در تسلی درد و ماندگی

حق حق حق!

بعد حمد و صلوٰۃ ....

آپ کا خط ملا جس میں محبوب سے جدائی کا حال بیان کیا گیا۔ خدا کرے یہ درد زیادہ ہو مزید زیادہ ہو۔ ایک بزرگ نے فرمایا ہے ؎

من بہ ہزار آرزو دردِ ترا یافتم　　طالب دارو نیم دردِ تو درمانِ ماست

(میں نے ہزاروں آہ و نالہ کر کے تیرا درد حاصل کیا ہے۔ مجھے دوا کی طلب نہیں تیرا درد میری دوا ہے) مردانِ خدا خونِ دل پیتے ہیں اور جان کی بازی لگا دیتے ہیں تاکہ ذرۂ دردِ دوست حاصل ہو یہ وہ نعمت ہے کہ عرش و کرسی اس کے سامنے جو کی حیثیت نہیں رکھتی۔ دین اسلام افلاس و درماندگی کے سوا حاصل نہیں ہوتا۔ بیت :۔

راہِ دین صنعت عبادت نیست　　جز خرابی درو عمارت نیست

(راہ دین زبانی جمع خرچ کا نام نہیں اس میں تعمیر نہیں تخریب ہے یعنی خراب الحال ہونا) اگر یہ سوز و گداز قبر میں لے جاؤ تو اس سے بہتر کوئی فوز و فلاح نہیں۔ بیت :۔

درگور برم از سرِ گیسوئے تو تارے　　تا سایہ کند بر سرِ من روزِ قیامت

(اے دوست تیری زلف تاباں سے ایک بال قبر میں لے جاؤں گا تاکہ قیامت کے روز میرے سر پر سایہ کرے) الحمد للہ علیٰ ذالک خدا تعالیٰ مبارک کرے اور عزت و حرمت سے رکھے۔ برادر عبد الشکور کو سلام۔ عاقبت محمود باد۔

## مکتوب ۱۸۴

### بجانب شیخ جلال

حق حق حق

بعد حمد و صلوٰۃ و دعائے مزید حیات و ترقی درجات عرفانی و ذوق سبحانی بیت:۔

بسیار صبح شد کہ نسیمت نمے رسد — اے گل مگر تو پائے صبا را شکستہ

(مدت ہوئی کہ نسیم دوست سے محروم ہوں۔ اے گل شاید تو نے صبا کے پاؤں توڑ دیئے ہیں)

## مکتوب ۱۸۵

### بجانب شیخ جلال در ستر اسرار

حق حق حق!

یہاں سے جانے کے بعد کوئی خبر نہیں ملی۔ خدا خیر کرے۔ بیت:۔

بسیار صبح شد کہ نسیمت نمے رسد — اے گل مگر کہ تو پائے صبا را شکستہ

اسرار حق کو اسرار سمجھو نہ کہ بازار۔ اسرار کا چھپانا ضروری ہے کیونکہ خداوند عالم سے واسطہ ہے۔ وَاللہ یَعْصِمُکَ واللہ ذوالفضل العظیم۔ (خدا تعالیٰ تیری حفاظت کرے۔ اللہ بہت بڑا مہربان ہے۔ کسی نے خوب کہا ہے۔

قافلہ شب چہ شنیدی ز صبح — مرغ سلیماں چہ خبر از صبا

بارک اللہ فیک وفی مطلوبک۔ عاقبت محمود باد

## مکتوب ۱۸۶

### بجانب شیخ جلال

حق حق حق!

بعد حمد و صلوٰۃ۔ آپ کا خط طار حالات سے آگاہی ہوئی۔ خدا کرے عرفان میں مزید در مزید ترقی ہو بحرمت النبی و آلہ الامجاد۔

## مکتوب ۱۸۷

### بجانب شیخ جلال

حق حق حق!

اس خط میں وہی سابقہ دُعائیں اور ذوق و شوق الٰہی کی تمنائیں درج ہیں

# مکتوب ۱۸۸

**بجانب شیخ جلال در بیان درد و ابتہال بشوق ذوالجلال**

حق حق حق!

بعد حمد و صلوٰۃ۔ شیخ عبداللہ کے ذریعے آپ کا خط موصول ہوا۔ ہزاراں فرحت و ہزاراں راحت ساتھ لایا۔ اسی طرح کبھی کبھی اپنی خیریت سے مطلع کردیا کریں۔ بیت:۔

خرم آں روز کہ از یار پیامے برسد  تا دل غمزدہ یک لحظہ بکامے برسد

(کیا ہی خوش ہے وہ دن کہ دوست کا پیام لائے جس سے دل غمگین کو ایک لحظہ سکون ملے) ساری عمر ہوا و ہوس میں گذر گئی اور کوئی ہوس پوری نہ ہوئی۔

مصرعہ:۔ ہوس خر لنگ را دریں بادیہ چہ سنگ (لنگڑے گدھے کا صحرا میں کیا اعتبار)

اے دل بہ ہوس بر سر کارے نہ رسی  تا غم نخوری بغم گسارے نہ رسی

(اے دل حرص و ہوس سے کوئی کام نہیں بنتا۔ جب تک غم دوست نہ ہو دوست تک رسائی ممکن نہیں۔

کسی نے خوب کہا ہے۔ ع:۔

"تا جاں ندہی بجاں سپارے نرسی (جب تک جان قربان نہ کرے گا محبوب تک رسائی ممکن نہیں)۔ کیا کیا جائے جب تک ہوس باقی ہے حال ابتر ہے۔

اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ۔ کیا کرے کہاں جائے ہر جگہ غیر اللہ سے واسطہ ہے۔ وَتِلْكَ الْاَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ۔ کمر شکن ہے۔ فریاد فریاد الغیاث الغیاث۔ بیت:۔

آہ دلم خون شدہ در کار او۔ آہ درو ہیچ نہ کار نیست

(آہ دوست کے غم میں دل خون ہو گیا۔ آہ اس کا کوئی واسطہ نہ ملا۔)

چونکہ دوست بے زمان و بے مکان ہے ہمارا حجاب وہی زمان و مکاں ہے خواہ یہ جہان ہے یا وہ جہان۔ کیا بدبختی درپیش ہے۔ شاید آیۂ سَبَقَتْ لَهُمْ مِنَّا الْحُسْنَىٰ أُولَٰئِكَ عَنْهَا مُبْعَدُونَ۔ دست گیری کرے۔ وَهُمْ مِنْ فَزَعٍ يَوْمَئِذٍ آمِنُونَ آڑے آئے، حجاب دور ہوں اور دوست ہمکنار کرے۔ اور اپنا جمال دکھا کر اعلان کردے کہ وصل الحبیب إلی الحبیب وُجُوهٌ يَوْمَئِذٍ نَاضِرَةٌ إِلَىٰ رَبِّهَا نَاظِرَةٌ (دوست سے دوست واصل ہوا اور آج دوست پر نظر ڈال کر چہرے فرخندہ ہیں) ان دونوں کے سوا جس کا ذکر اوپر کی آیات میں آیا ہے) باقی تفرقہ ہے۔ اس وجہ سے انبیاء اور اولیاء ماتم کر رہے ہیں۔ رَبِّ لَا تَذَرْنِي فَرْدًا وَأَنْتَ خَيْرُ الْوَارِثِينَ (اے رب مجھے اکیلا نہ چھوڑ کہ تو بہترین وارث ہے) پس دوست سے یہی دعا مانگنی چاہئے۔ اس سے کم و بیش نہیں کرنا چاہئے۔ اِنْفِرُوا خِفَافًا وَثِقَالًا وَجَاهِدُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ (نکلو جہاد کی طرف ہلکے یا بھاری ہو کر اور جہاد کرو اللہ کی راہ میں) بہت بڑی ذمہ داری ہے اور یہ سیاہ کار اس ذمہ داری سے پریشان ہے۔ يَا لَيْتَنِي كُنْتُ تُرَابًا (کاش میں مٹی ہوتا) سرورِ کائنات نے اسی وجہ سے نالہ بلند کیا کہ يَا لَيْتَ رَبَّ مُحَمَّدٍ لَمْ يَخْلُقْ مُحَمَّدًا (کاش کہ محمدؐ کا رب محمدؐ کو پیدا نہ کرتا) ہمارے کان بہرے اور آنکھیں اندھی ہو چکی ہیں کاش کہ کبھی دوست کی طرف قدم اٹھائیں اور اس سے آرام پائیں۔ بیت :-

نہ یارے دو دارم نہ جائے دگر  خیال تو دارم نہ کارے دگر

(نہ کسی اور سے محبت ہے۔ نہ کوئی اور جان ہے تیرے خیال کے سوا کوئی کام نہیں) واللہ المستعان۔ عاقبت محمود باد۔

## مکتوب ۱۸۹

بجانب سید السادات سید حسن
ساکن خطۂ سامانہ
دربیان آنکہ فرزندانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم
کمال یافتند و بیان آنکہ شغل باطن کہ حوالہ
شدہ است دراں اہتمام نمائند تا بکمال
رسند

حق حق حق!

بعد حمد و صلوٰۃ و دُعائے مزید حیات و ترقی درجات عرفانی آپ کا مراسلہ موصول ہوا۔ بے حد فرحت حاصل ہوئی۔ اس انتظار میں تھا کہ کب اُس طرف سے بادِ نسیم کا جھونکا آتا ہے۔ بیت:۔

خرم آں روز کہ از یار پیامے برسد تا دلِ غمزدہ یک لحظہ بکامے برسد

خط کا مضمون پڑھ کر بہت خوشی ہوئی امید ہے مراد حاصل ہوگی اور فتح باب جلدی نصیب ہوگا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اہل بیت کی متابعت میں فتح و کامرانی ہے۔ جس نے اُن کا دامن پکڑا بلند مقامات پر پہنچا اور صاحب ولایت ہوا۔ کسی نے خوب کہا ہے ؎

درویش چرا بر فلک عرش نتازی میدان تو آنجا است چرا گوئے نبازی

اے درویش تو عرش معلی کی طرف کیوں نہیں دوڑتا تیرا میدان تو وہی ہے تو کیوں وہاں کی بازی نہیں لگاتا جو شغل کہ تعلیم کیا گیا ہے صبح و شام اس میں منہمک رہنا چاہیئے کیونکہ **البصر علی قدر ما تعب** (بصارت کوشش کے مطابق ملتی ہے) اربعین (چلہ) اور فتح باب غیبی مبارک ہو۔ اگرچہ زیارت اچھی چیز ہے لیکن محنت ضروری

ضروری ہے۔ اس فقیر کو اپنے ساتھ حاضر سمجھو جس قدر ہو سکے کام کرتے رہو۔ اور خط و کتابت جاری رکھو۔ تاکہ احوال معلوم ہوتے رہیں۔ اور مزید اسباق کا سلسلہ جاری رہے۔ انشاءاللہ تعالےٰ۔
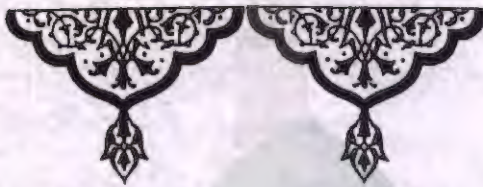
## مکتوب ۱۹۰

بجانب سید السادات سید حسین در بیان تشغل باللہ و اجتناب از ماسوی اللہ

حق حق حق!

بعد حمد و صلوٰۃ و دعائے مزید حیات و ترقی درجات عرفانی۔۔۔۔۔

آپ کا خط ملا دل کو بے حد خوشی ہوئی۔ الحمد للہ علیٰ ذالک۔ پیرون نور مریدں کا شوق و محبت حق تعالےٰ کے شوق و محبت کا نتیجہ ہے۔ خدا اس میں ترقی دے۔

عزیز من! محبت ایسا کمند ہے کہ جس کی بدولت مردانِ خدا کون و مکاں سے گذر کر حق تعالےٰ کے قرب میں پہنچ جاتے ہیں۔ جہاں حجاب اٹھ جاتے ہیں اور غیر کا نام و نشان نہیں رہتا، محبت وہ آگ ہے کہ جس سے خاشاکِ غیر جل کر راکھ ہو جاتی ہے اور نور حق خانۂ دل کو منور کرتا ہے حتیٰ کہ ہر چیز میں اس کا نور دیکھتا ہے۔ اور مقام قدس میں پہنچ کر حق تعالےٰ کی ذات میں محو و مستغرق ہو جاتا ہے اُس وقت خدا کے سوا کچھ نہیں ہوتا۔ بایزید کا نعرۂ سبحانی اور منصور کا نعرۂ انا الحق اسی مقام کی پیداوار ہے۔ اے برادر اپنے مجاہدات کو کمال کی حد تک پہنچاؤ۔ دل کو ہر وقت شغل حق میں مشغول رکھو اور بغیر حق کسی چیز کو خاطر میں نہ لاؤ۔ خانۂ دل کو نفی کے جھاڑو سے پاک و صاف کرو تاکہ دیدار کے قابل بنو۔ کسی نے خوب کہا ہے۔

؎ ہر کرا آں آفتاب اینجا بتافت ہر چہ آنجا وعدہ بود اینجا بیافت

(جس پر آفتاب حق چمکا۔ اس کو جو آخرت کا وعدہ تھا اس جہان میں مل گیا یعنی دیدار حق) الحمد للہ کہ آپ طلب دوست میں ثابت قدم ہیں۔ دعا ہے کہ

حق تعالیٰ کمال کو پہنچائے - اپنی رحمت کے صدقے اور کرم کے صدقے - اگرچہ آپ ظاہری طور پر اس فقیر سے دور ہیں - باطنی طور پر قریب ہیں - وَھُوَ مَعَکُمۡ اَیۡنَمَا کُنۡتُمۡ - (وہ تمہارے ساتھ ہے جہاں بھی تم ہو) کا حکم جاری ہے اور زمان و مکان کا حکم معطّل ہے - اگر موقعہ ملے تو ضرور آ کر ملاقات سے خوش کریں - آپ کے ارسال کئے ہوئے مصلّیٰ اور گلیم موصول ہوئے - خدا تعالیٰ جزائے خیر عطا کرے ہاں آپ نے ٹھیک کہا ہے - مریدان صادق کو نماز میں حق تعالیٰ کے ساتھ اس قسم کے اسرار و رموز پیش آتے ہیں - دعا ہے کہ خدا تعالیٰ اس میں مزید ترقی دے -
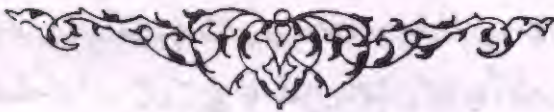
# مکتوب ۱۹۱

بجانب میراں سید حسین در بیان
جواب مراسلہ و نشان سلطان ذکر
کہ بر ایشاں وارد شد

حق حق حق!

بعد حمد و صلوٰۃ و دعائے مزید حیات و ترقی درجات عرفانی، ربانی و سبحانی....
آپ کا خط ملا، مضمون پڑھ کر دل کو بے حد فرحت حاصل ہوئی۔ الحمد للہ کہ ہمارے احباب صدیقان وقت اور صادقان بلند بخت ہیں اور مشغول بحق ہیں ؎

محو باید بود در ہر دو سرائے پائے از سر ناپدید و سر ز پائے

(دو جہانوں میں اس قدر محو ہونا چاہئے کہ نہ سر کا پاؤں سے پتہ چلے نہ پاؤں کا سر سے)
یہ جو آپ نے لکھا ہے کہ نیم خوابی کی حالت میں کانوں میں آواز آتی ہے۔ یہ آواز سلطانِ ذکر کی ابتدا ہے۔ جب رات دن ذکر جہری و خفی کی مداومت ہوتی ہے تو سلطان ذکر جاری ہو جاتا ہے جس کا دل پر بے حد غلبہ ہوتا ہے اور محویت و بے خودی طاری ہو جاتی ہے۔ لیکن کام کو نہیں چھوڑنا چاہئے۔ جس قدر کام زیادہ کرو گے مشکلات حل ہوں گی۔ اور انوار و تجلّیات زیادہ وارد ہوں گے۔ بیت ؎

کار کن کار، بگزر از گفتار کہ اندریں راہ کار دارد کار

(محنت کرو اور باتیں چھوڑ دو کہ اس کوچے میں کام ہی کام آتا ہے)
آں برادر کی طرف اس احقر کی نگاہ رہتی ہے۔ خیریت کا حال لکھا کرو تاکہ تسلی ہو۔

## مکتوب ۱۹۲

**بجانب سید السادات سید حسین در معذرت وفات سید مصطفیٰ برادر ایشاں**

حق حق حق!

بعد حمد و صلوٰۃ اور دعا برائے ترقی درجات عرفانی ربانی۔ آپ کا خط ملا سید مصطفیٰ مرحوم و مغفور کے انتقال پُر ملال کی خبر سُن کر دل کو صدمہ ہوا اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔ اس دُنیائے فانی میں کسی چیز کو بقا نہیں انبیاء علیہم السلام آئے اور چلے گئے۔ عزیز من! دنیا ایک سرائے ہے جو آخرت کے مسافروں کی منزل گاہ ہے تاکہ اس جہان میں آخرت کا سامان بنا کر چلے جائیں مردانِ خدا آخرت کے غم کے سوا کسی چیز میں مشغول نہیں ہوتے اور دنیا کی آلودگی سے پاک رہتے ہیں تاکہ مراد حاصل کریں کسی نے خوب کہا ہے ؎

ایں سرائے است کہ البتہ خلل خواہد بود  خنک آں قوم کہ دریں بند سرائے دگراند

(یہ وہ سرائے ہے کہ جو فنا ہو جائے گی۔ مبارک ہے وہ قوم جو اس میں دل نہ لگائے بلکہ اگلے جہاں کا فکر کرے۔ دوسرا چلہ مبارک ہو۔ اگرچہ دنیاوی معاملات کی وجہ سے اس میں پوری دلجمی میسر نہ آئی تاہم برکت سے خالی نہیں۔ پس ہر وقت محنت کرتے رہنا چاہیے۔ مصرع :- گر نتونیسی قلم سے تراش۔ مصرع :- گر ہمہ عمر خویش با تو بہ آرام ملے (کاش کہ تیری صحبت کا ایک لمحہ مل جاتا۔) حق تعالےٰ سے دُعا ہے کہ جس چیز میں بھلائی ہو وہی حاصل ہو۔ اور خلق خدا امن و امان میں رہے۔

## مکتوب ۱۹۳

بجانب سید السادات میراں سید حسین
در اشارات اسرار محبت

حق حق حق!

بعد حمد و صلوٰۃ و دعائے مزید حیات و ذوق ربانی و شوق سبحانی ......

اس مہجور دُور افتادہ کو دور نہ سمجھنا کہ زمان و مکان کی قید نہیں رہی۔ اور لَا شَرْقِیَّۃٍ وَّلَا غَرْبِیَّۃٍ کا دَور دورہ ہے۔ محبت میں عجائب و غرائب بہت پیش آتے ہیں اور محبانِ خدا کو اس میں بے شمار اسرار و انوار حاصل ہوتے ہیں۔

بیت :-

یک نظر از دوست ہزار سعادت است
منتظرم تا کہ آں نظر آید

(دوست کی ایک نظر میں ہزار سعادت ہے۔ اس بات کا منتظر ہوں کب وہ نظر نصیب ہوتی ہے) مدت ہوئی کہ آپ کی طرف سے کوئی خبر موصول نہیں ہوئی خدا خیر کرے بالنبی و آلہ الامجاد۔ ختم ہوئے مکتوبات مَلِکُ الْمَشَائِخِ عظام، سلطان العارفین، برہان الواصلین، قطب الاقطاب، قطب عالم حضرت شیخ عبدالقدوس اسمٰعیل الحنفی النعمانی، الچشتی، الغزنوی، الگنگوہی قدس سرہ العزیز بدست عبدالضعیف احمد حسین دہلوی حسب ارشاد فیض بنیاد، جناب رفعت مآب معلی القاب مولوی شیر محمد و محمد رحم الٰہی عفی عنہما۔ ہر کہ خواند دعاء طمع دارم زانکہ بندۂ گنہگارم نوشتہ بماند سیہ بر سفید نویسندہ را نیست فردا امید۔

# ہماری دیگر تصانیف

| نمبر | کتاب | پتہ |
|---|---|---|
| ۱ | سرّ دلبراں (مصنف) قطب زماں حضرت مولانا سید محمد ذوقی شاہؒ | محفل ذوقیہ، ۶ سی سیکٹر اے ۱۴ نارتھ کراچی ۳۶ |
| ۲ | تربیۃ العشاق ملفوظات 〃 | نزد سخی حسن قبرستان 〃 〃 |
| ۳ | برزخ (مصنف) 〃 | 〃 |
| ۴ | مضامین ذوقی (اردو) 〃 | 〃 |
| ۵ | مضامین ذوقی (انگلش) 〃 | 〃 |
| ۶ | بادہ و ساغر (روحانی ناول) 〃 | 〃 |
| ۷ | اسلامک سپریچوالزم (انگلش) 〃 | 〃 |
| ۸ | نیو سرچلائٹ آن ویدک ایرینز 〃 | 〃 |
| ۹ | حقیقتِ تصوف (اردو) 〃 | بزم اتحاد المسلمین، ۸۰۔ بی طارق روڈ لاہور چھاؤنی |
| ۱۰ | اِز ایسینیشلز آف فیتھ (مصنف) حضرت شاہ شہید اللہ فریدیؒ | محفل ذوقیہ، ۶ سی سیکٹر اے |
| ۱۱ | ایوری ڈے پریکٹس اِن اسلام 〃 | ۱۴ نارتھ کراچی ۳۶ نزد سخی حسن قبرستان |
| ۱۲ | مارل میسیج آف گاڈ اینڈ ہز پرافٹ (مجموعہ احادیث) | 〃 |
| ۱۳ | مقام گنج شکرؒ (مصنف) مولانا الحاج کپتان واحد بخش سیال ربانی | بزم اتحاد المسلمین لاہور |
| ۱۴ | اسلامک صوفی ازم (انگلش) | ۸۰۔ بی طارق روڈ لاہور چھاؤنی |
| ۱۵ | روحانیتِ اسلام (اردو) | 〃 |
| ۱۶ | مشاہدہ حق | 〃 |
| ۱۷ | عظمتِ اہل بیت رسولؐ | 〃 |
| ۱۸ | شرح لوائح جامیؒ | 〃 |
| ۱۹ | مسئلہ وحدت الوجود و وحدت الشہود | 〃 |
| ۲۰ | مراۃ الاسرار (تصوف کی ایک ہزار سالہ تاریخ) (مصنف) شیخ عبدالرحمٰن چشتیؒ | 〃 |
| ۲۱ | اقتباس الانوار (تاریخ صوفیاء چشتیہ صابریہ) (مصنف) حضرت محمد اکرم قدوسیؒ | 〃 |
| ۲۲ | جوامع الکلم (اردو ترجمہ) مصنف: حضرت بندہ نواز سید محمد گیسو درازؒ | 〃 |
| ۲۳ | مقابیس المجالس (ملفوظات) حضرت خواجہ غلام فریدؒ | 〃 |
| ۲۴ | تذکرہ حضرت خواجہ خدا بخش خیر پوریؒ | 〃 |
| ۲۵ | تلقین لدنی (اردو ترجمہ) مصنف: حضرت شیخ غلام اللہ سیرانیؒ | اردو اکیڈمی معرفت شہاب دہلوی صاحب ماڈل ٹاؤن اے۔ بہاولپور |

# مصنف کی دیگر کتب